ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر

("اور درحقیقت ہم نے آسان کر دیا قرآن کو سمجھنے کے لئے سو کوئی ہے سمجھنے والا")

قاموس القرآن

یعنی

مکمل و مستند قرآنی ڈکشنری

جس میں تمام الفاظِ قرآنی کا صحیح اردو ترجمہ اور ان کی مکمل صرفی و نحوی تشریح کے علاوہ جملہ وضاحت طلب الفاظ پر سہل و شیریں زبان میں مختصر جامع اور مستند نوٹ لکھے گئے ہیں!

تالیف

قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی

استاذِ تفسیر و تاریخِ اسلام جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

ناشر

مکتبہ علمیہ قاضی منزل قاضی اسٹریٹ میرٹھ

طبع سوم

سنہ ۱۳۹۱ھ مطابق سنہ ۱۹۷۱ء

قیمت غیر مجلد: دس روپے   مجلد: گیارہ روپے

موجودہ قیمت
مجلد ۱۵/ روپیہ
غیر مجلد ۱۲ روپیہ پچاس پیسے

نمائندۂ مختار برائے پاکستان

حاجی مولوی متین احمد پروپرائٹر مکتبہ القادر، ۱۴ ایمپریس روڈ
لاہور

مطبوعہ: یونین پریس دہلی

چند اساطینِ فضل و کمال کی رائیں

استاذ العلماء شیخ الحدیث والفقہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ سابق ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

پس از تحیہ مسنونہ، ہدیہ سنیہ قاموس القرآن کی صورت میں موصول ہوا۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ اُردو داں طبقہ جو فہم معانی قرآن کے لئے بے چین ہے، شکر گزار اور دُعاگو ہوگا کہ آپ نے اس کے لیے ایک سہل اور خطرات سے خالی راستہ مقصد تک پہنچنے کے لئے بتا دیا ہے، بلکہ بہت سے ایسے اصحاب علم بھی اس سے مستغنی نہیں ہیں جو عربی اور قومی مدارس میں سالہا سال تک درسیات کی تحصیل کر چکے ہیں۔ میری رائے میں قرآن پاک کے کسی جملہ کے معنی سمجھنے کے لئے اس کتاب کے چند ورق ہی کافی ہیں۔ چند منٹ کی ورق گردانی صحیح معنی سمجھانے کے لئے صحیح راہبر ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ قادر مطلق آپ کی اس تصنیف کو آپ کی دوسری تصانیف کی طرح مقبول خواص وعوام کرے اور آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھ کر حیات طویلہ عطا فرمائے تاکہ آپ اپنی مصنفات سے دُنیائے علم کو نفع پہنچاتے رہیں۔

صحیح بات یہی ہے کہ قاموس القرآن قاموس القرآن ہی ہے۔ میں نے اس کو دیکھ کر آپ کو بہت سی دعائیں اس امید پر بھی دی ہیں کہ اجابتِ دعا کے لئے عند اللہ داعی کی اہلیت شرط نہیں ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

مسلمانوں کا امام قرآن ہے اور اس تک پہنچنے کا دروازہ لغت اور عربیت ہے۔ لغات قرآن کے سلسلہ میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں نقش ثانی کی حیثیت قاموس القرآن کی ہے جو جناب محترم مولانا قاضی زین العابدین سجاد کی فکری اور ذہنی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ اس

کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض لغات قرآنی ہی کا حل نہیں ہے بلکہ بہت سے مضامین قرآنی کا بھی ایک قابل قدر ذخیرہ ہے - ہر لغت کے ساتھ تشریحی نوٹ دیا گیا ہے جس میں اس لغت کا استعمالی مفہوم مع تشریح کے پیش کر دیا گیا ہے، جس سے یہ کتاب قرآنی الفاظ کی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت میں آگئی ہے۔

قاضی صاحب کا لغوی ذوق کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے اس سے پہلے ان کی لطیف تالیف بیان اللسان اہل علم کے سامنے آچکی ہے۔ اب یہ قاموس القرآن سامنے آرہا ہے جو لغت کے ساتھ عربیت تاریخ اور تفسیر کی بھی زبردست چاشنی اپنے اندر رکھتی ہے۔ حق تعالیٰ اس تالیف کو علماء و طلبا اور عام اہل علم کے لئے نافع فرمائے۔

مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب صدر ناظم دارالعلوم کراچی (پاکستان)

بعد الحمد والصلوٰۃ مولانا المحترم قاضی زین العابدین سجاد صاحب میرٹھی کی تازہ تصنیف "قاموس القرآن" کے مطالعہ کا موقع ملا۔

الفاظ اور لغات قرآنی کی تشریح پر، عربی، فارسی، اردو مختلف زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن عربی زبان میں اس موضوع پر سب سے بہتر کتاب مفردات القرآن امام راغب اصفہانی ہے، جس میں صرف قرآن کے لغات ہی بیان نہیں کئے ہیں بلکہ مواضع مشکلہ کی بہترین تفسیر کی ہے۔

اردو زبان میں جتنے لغات قرآن میری نظر سے گزرے ہیں بلا مبالغہ قاضی صاحب موصوف کا "قاموس القرآن" ان میں بے نظیر ہے، اور قرآن کے مواضع مشکلہ کا پورا حل اور خاص خاص مواقع پر مکمل اور بہترین تفسیر ہے۔ سب سے بڑی قابل قدر چیز یہ ہے کہ مصنف نے اپنی تصنیف کا ماخذ صرف ایسی ہی کتابیں رکھی ہیں جو اس فن میں نہایت مستند و معتبر و مسلّم ہیں اور تفسیر قرآن میں اتباع سلف کا پورا اہتمام کیا ہے، جو تفسیر کی حقیقی روح ہے۔ اللہ تعالےٰ مصنف کو جزائے خیر اور تصنیف کو قبول عام و تام نصیب فرمائے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار اسلام ہند

"قاموس القرآن" کا مطالعہ کافی جگہ سے کیا۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر قرآن پاک کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔ طلباء اور عوام دونوں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے۔

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند۔ دہلی

یہ گنج گراں مایہ اس کا مستحق ہے کہ اسے حرز جاں بنایا جائے۔ اور جس طرح بھی ہو اس کی ایک جلد اپنے پاس محفوظ رکھی جائے۔ احقر کے نزدیک اس کی ایک بہت قابل قدر خصوصیت یہ ہے کہ قرآن حکیم میں جو نام آئے ہیں ان کی لغوی تحقیق کے ساتھ ان کے مستند حالات مختصر اور جامع طور پر شیریں اور دل چسپ انداز میں بیان کر دئے گئے ہیں۔ اس طرح یہ "قاموس القرآن" مختصر قصص القرآن بھی ہے اور ارض القرآن بھی۔

رئیس الادباء حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

عزت افزائی اور یاد آوری کا شکریہ! آپ سے ندامت ہے کہ ہدیہ سنیہ پر شکریہ تو الگ رسید بھی نہ دے سکا کچھ ایسے مشاغل و افکار اور اسفار میں مشغول ہوں کہ محبین اور بزرگوں کی خدمت میں اکثر تقصیرات ہو جاتی ہیں۔ آپ کے تمام علمی کاموں میں یہ "قاموس القرآن" میرے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہے جہاں تک نظر پڑی آپ نے بڑا کارآمد مواد جمع کر دیا ہے۔ خود تو ابھی تفصیل سے نہیں دیکھ سکا لیکن ہمارے یہاں کے اساتذہ نے خاص طور پر پسند کیا اور داد دی۔

خطیب العصر حضرت مولانا سید محمد شاہد فاخری ایم اے سجادہ نشین خانقاہ اجملی الٰہ آباد

"قاموس القرآن" کا مطالعہ کر رہا ہوں، ماشاء اللہ بہت نفیس کتاب ہے۔ امید کہ مزاج سامی بعافیت ہوں گے۔

چند مشاہیرِ علم و قلم کی رائیں

جناب محترم ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب (سابق) صدر جمہوریۂ ہند

"قاموس القرآن" کا نسخہ جو آپ نے از راہِ کرم مجھے بھیجا تھا وہ اب شملہ سے تقریباً ایک ماہ کی غیر حاضری کے بعد واپسی پر یہاں ملا۔ تہہ دل سے آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھ نا اہل کو اس قیمتی تالیف کے ایک نسخہ سے نوازا۔ میں نے جستہ جستہ قاموس کو دیکھا۔ عربی بہت معمولی سی جانتا ہوں۔ اس لئے ایک لغت کی کتاب پر کماحقہ تبصرہ تو نہیں کر سکتا۔ البتہ قرآن پڑھتا ہوں اور کم عربی جاننے کی وجہ سے لغات کے حل پر مجبور ہوں۔

ہم جیسے ناواقفوں کو اس قاموس سے فہم قرآنی میں بڑی مدد ملے گی۔ خصوصاً چونکہ آپ نے تمام الفاظ قرآنی کو ان کی اپنی اصل صورت میں لغت قرار دیا ہے اس لئے جو لوگ الفاظ کے مادہ اشتقاق سے ناواقف ہیں انھیں لغت نکالنے میں بڑی سہولت ہوگی۔ تشریحی نوٹ بھی خوب ہیں۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے بدل اس کتاب کا خیر مقدم کرتا ہوں اور آپ کو اس کی تدوین و اشاعت پر دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ خدا جزائے خیر سے مالا مال فرمائے۔ والسلام!

حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی۔ مدیر معارف۔ اعظم گڑھ

فاضل مصنف کو عربی ادبیات اور اس کے لسانی فنون سے خاص ذوق و مناسبت ہے اور وہ ان پر متعدد کتابیں لکھ چکے ہیں (بیان اللسان) عربی اردو لغت ان کی اس سلسلہ کی نہایت مفید تالیف ہے۔ اب انھوں نے اردو دانوں کی سہولت کے لئے قرآنی الفاظ کا لغت مرتب کیا ہے۔ اس میں اردو میں قرآن مجید کے تمام الفاظ کے معانی لکھے ہیں۔ ان کی مختصر اور ضروری لغوی اور صرفی و نحوی تشریح اور مشتقات کے مصادر اور صیغوں کی وضاحت کی ہے اور قصص قرآنی ان کے اسماء و اعلام و امکنہ کی تشریح کے ساتھ ان کی مختصر تاریخ بھی لکھ دی ہے۔ اس طرح اس کتاب میں قرآن مجید کے لغات اور الفاظ کے جملہ وضاحت طلب پہلوؤں کی پوری تشریح ہو گئی ہے۔

جناب مولانا محمد عثمان فارقلیط صاحب مدیر اعلیٰ روزنامہ الجمعیتہ دہلی

قرآن کریم کی یہ ایک جامع اور مستند ڈکشنری ہے جس میں قرآنی الفاظ کا صحیح ترجمہ اور ان کی مکمل تشریح درج ہے اور جملہ وضاحت طلب امور کو مستند تفسیروں، ائمہ لغت کے فیصلوں اور پہلے اور پچھلے علماء کی تحقیقات کی روشنی میں سمجھایا گیا ہے۔ بعض قرآنی مباحث جو محض ترجمہ سے سمجھ میں نہیں آسکتے، انھیں نئے انداز میں محققانہ طور پر سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس بارے میں لغت کے دائرہ سے تجاوز نہیں کیا گیا ہے۔ اس ڈکشنری کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ الف سے یا تک مکمل ہے اور تمام قرآنی الفاظ ایک مجلد میں سمودیے گئے ہیں۔ ہم سفارش کریں گے کہ پڑھے لکھے لوگ اس ڈکشنری سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔ عربی کے طلباء کو اس کے ذریعے قرآن فہمی میں زیادہ مدد مل سکتی ہے۔

جناب مولانا محمد وارث کامل، بی اے (سابق) مدیر "مدینہ" بجنور

بیان اللسان ایسی مقبول و مشکور علمی کوشش کے بعد مولانا قاضی زین العابدین سجاد نے "قاموس القرآن" (قرآنی ڈکشنری) کے نام سے ایک اور گراں قدر تالیف ترتیب دی ہے۔

ہم نے فاضل مولف کی جامع و مانع تالیف "قاموس القرآن" کے صفحات پر کئی جگہ امتحانی نظر ڈالی اس کے باوجود، ہمیں محاسن ہی محاسن نظر آئے۔ قاموس القرآن بیک وقت انبیاء علیہم السلام کے قصص کا خلاصہ بھی ہے اور اصحاب کہف و اصحاب الاخدود ایسے تاریخی واقعات کا ملخص بھی۔ لغات کی تشریح و تصریح کے سلسلہ میں فاضل مولف نے قیمتی معلومات کا جو ذخیرہ جمع کر دیا ہے اس سے قاموس کے حسن ترتیب کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ خواص بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں اور عوام بھی۔ اردو داں حضرات کے لئے اس سے زیادہ خوش بختی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ انھیں قرآن فہمی میں جو دقتیں پیش آتی ہیں، "قاموس القرآن" نے ان سب کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ رفع کر دیا ہے۔

جناب مولانا محمد عامر عثمانی صاحب فاضل دیوبند مدیر "تجلی" دیوبند

اہلِ علم کے حلقہ میں جناب مؤلف کا اسم گرامی غیر معروف نہیں ہے۔ سلسلۂ تاریخ ملت اور بیان اللسان نے خصوصیت سے آپ کو دنیا ر تالیف میں شہرت دی ہے اب یہ تازہ کارنامہ اس درجہ کا سامنے آیا ہے کہ اگر قوم مسلم کی بے حسی دیبے توفیقی آڑے نہ آئی تو آپ کی نیک نامی و شہرت پر مہر دوام ثبت ہو جائے گی۔ "قاموس القرآن" کو مولف نے نہ صرف یہ کہ تمام لغات قرآنی کا جامع بنا دیا ہے۔ بلکہ ذیلی نوٹ دے کر الفاظ و معانی کے اکثر مخفی گوشے اور مصداق کو واضح کر دیا ہے۔ سلف صالحین اور متقدمین و متاخرین کی بلند پایہ اور مستند کتابوں کی مدد سے مولف نے قرآنی الفاظ کی یہ انسائیکلو پیڈیا مرتب فرما کر اردو زبان اور مسلم قوم پر ایک وقیع احسان فرمایا ہے جسے خواب غفلت میں سوئی ہوئی قوم خواہ محسوس نہ کرے لیکن علمی کارناموں کا مورخ ضرور محسوس کرے گا۔

جناب مولانا ماہر القادری مدیر "فاران" کراچی

پاکستان اور ہندوستان کے بلند پایہ علماء اور ارباب فکر و نظر نے اس لغت کو نہ صرف یہ کہ پسند فرمایا بلکہ اسے بہت کچھ سراہا ہے "قاموس القرآن" سے خواص و عوام سب ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قرآن فہمی میں یہ لغت بہت معاون و مفید ثابت ہو گی۔

جناب عبد اللطیف صاحب اعظمی مدیر "جامعہ" دہلی

"قاموس القرآن" میں تمام قرآنی الفاظ کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے اور حسبِ ضرورت توضیح و تشریح بھی کر دی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب تفسیر کا کام بھی دیتی ہے۔ مثلاً 'مَن' کی ساڑھے تین صفحے میں وضاحت کی گئی ہے اور مشہور مفسرین کی تحقیقات درج کر دی گئی ہیں۔ عربی لغات میں کسی لفظ کے معنی دیکھنے کے لئے اس کا مادہ جاننا ضروری ہے۔ اس لغت کی خوبی یہ ہے کہ ہر لفظ بجنسہ درج کیا گیا ہے۔

اس لئے ہر شخص بغیر کسی دقت کے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

دیباچہ طبع اوّل

روزِ محشر ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر می شوم قاموس قرآن در بغل

قرآن کریم کی جو جو خدمت جس جس انداز میں علمائے امت نے گزشتہ تیرہ سو سال میں اپنے اپنے مخصوص ذوقِ فکر و نظر اور اپنے اپنے زمانے کے مخصوص احوال و ظروف کے دائروں میں انجام دی ہے، اس سے انکار کرنا چاند پر خاک ڈالنا ہے۔ منجملہ دیگر خدمات کے ایک خدمت یہ بھی تھی کہ قرآن کے خصوصی لغات مرتب کئے گئے، جن میں قرآن کریم کے الفاظ کی صوری و معنوی تحقیق کی گئی۔ ان لغات القرآن میں امام راغب اصفہانی کی "مفردات غریب القرآن" اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر مشہور و ممتاز ہے۔

اردو زبان میں جب تصنیف و ترجمہ کا دور شروع ہوا اور حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی نے اردوئے معلّی کے آئینہ خانہ میں قرآن کریم کے معانی و مطالب کے لعل و جواہر سجائے اور اپنا پہلا بامحاورہ اردو ترجمہ قرآن کریم مرتب کیا تو لغات القرآن کے موضوع پر بھی ایک مختصر کتاب ترتیب دی۔ کتاب بہت مختصر تھی جس میں الفاظ کے معانی اور ان کی مختصر لفظی تشریح درج کی گئی تھی۔ منشی ممتاز علی میرٹھی مہاجر نے ۱۲۹۵ھ میں اپنے مطبع مجتبائی دہلی سے جو مترجم قرآن کریم شائع کیا اس کے حاشیہ پر یہ لغات القرآن بھی چڑھائی۔

شاہ صاحب کے اس بنیادی کام پر بعض دوسرے اہل علم نے اضافے کئے اور کئی کتابیں طبع ہو کر بازار میں آئیں۔ مگر الفاظ قرآنی کی صرفی و نحوی تشریح سے ان کا قلم آگے نہ بڑھ سکا اور اردو زبان و ادب میں ہر جہتی ترقی کے باوجود خدمت قرآن کریم کے سلسلہ میں یہ خلا باقی رہا۔

سالہائے گزشتہ میں ندوۃ المصنفین دہلی نے اپنے دستیع وسائل کے مطابق ایک مطول لغات القرآن کا کام شروع کیا۔ مگر دس سال گزر جانے کے بعد بھی ابھی یہ کام نصف منزل کو پہنچا ہے۔ خدا کرے جلد تکمیل پائے، اور اردو کی دینی تالیفات میں اپنا مقام حاصل کرے[1]۔ مگر اس سلسلہ میں کام کا جو نقشہ میرے

---

[1] الحمد للہ یہ کتاب مکمل شائع ہو گئی ہے۔

صفحۂ دماغ پر ابھرا تھا وہ اس سے اپنے خدو خال میں ممتاز تھا۔ دنیوی مشاغل کی کثرت اور دین سے عام بے پروائی کے اس دور میں ایک ایسی لغات القرآن کی ضرورت محسوس کر رہا تھا جس میں مہمات قرآن کریم کی تشریحات تھکا دینے والے طویل اور خشک مضامین کی صورت میں نہ ہوں، بلکہ اختصار و جامعیت کے ساتھ سادہ و شیریں زبان میں ضرورت کی ہر بات بیان کر دی جائے۔ کام کا یہ میدان یکسر خالی تھا۔ مگر اس میدان میں اترنے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت تھی۔ مَنْ تَکَلَّمَ فِی الْقُرْآنِ بِرَاْیِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ (جس نے قرآن کریم سے متعلق اپنی رائے سے کوئی بات کہی، اور اس نے صحیح کہی، تب بھی غلطی کی" رواہ ابوداؤد والترمذی) کی وعید شدید قلب کو کپکپانے اور قدم کو ڈگمگانے کے لئے کافی تھی۔ اگرچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "الاتقان" میں، اس کی تشریح میں بیہقی کا یہ قول نقل کیا ہے: اراد واللہ اعلم الرای الذی یغلب من غیر دلیل قام علیہ واما الذی یشدہ برھان فالقول بہ جائز (واللہ اعلم رائے سے وہ رائے مراد ہے جو بغیر دلیل کے قائم کر لی جائے لیکن جس رائے کی تائید دلیل قوی سے ہوتی ہو اس کا اظہار جائز ہے۔) اور ابن الانباری کی یہ تشریح بھی درج فرمائی ہے:

حمل بعض اهل العلم علی ان الرای معنی بہ الھوی۔ فمن قال فی القرآن قولا یوافق ھواہ فلم یاخذہ عن ائمۃ السلف واصاب فقد اخطأ لحکمہ علی القرآن بما لا یعرف اصلہ ولا یقف علی مذاھب اھل الاثر والنقل فیہ۔

(الاتقان ج ۲ ص ۱۸۰)

"بعض اہل علم نے اس حدیث کا یہ محل بتایا ہے کہ اس میں رائے سے مراد خواہش نفس ہے۔ لہٰذا جس کسی نے قرآن کی تفسیر میں وہ بات کہی جو اس کے خواہش نفس کے مطابق ہو اور ائمہ سلف سے ماخوذ نہ ہو تو اگرچہ وہ بات صحیح ہو پھر بھی اس نے غلطی کا ارتکاب کیا کیونکہ اس نے قرآن سے متعلق وہ بات کہی جس کے ماخذ کا اسے علم نہیں۔ اور نہ وہ اس کے متعلق علماء حدیث کے مذاہب سے واقف ہے۔"

تاہم ظاہر ہے کہ ان تشریحات کی روشنی میں بھی اس وعید سے محفوظ رہنے کے لئے (اگرچہ علامہ سیوطیؒ نے پندرہ علوم کی جامعیت ضروری قرار دی ہے۔ مگر) کم از کم قدیم عربی زبان و ادب اور اس کے محاورات واسالیب پر وسیع نظر اور علوم تفسیر و حدیث کا عمیق مطالعہ ضروری تھا۔ اور یہاں یہ حال تھا اور ہے کہ ؎

"متاعِ شوقِ کامل کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا"

آخر تامل و تفکر کے بعد یہ طے کیا کہ اپنی طرف سے کچھ نہ لکھا جائے جو کچھ لکھا جائے وہی لکھا جائے جو مستند مفسرین کرام نے لکھ دیا ہے اور کتب تفسیر و حدیث و لغت کے گلشن صد بہار میں سے، اپنے ذوقِ نظر و فکر کے مطابق

گلہائے رنگا رنگ کو چن چن کر حسنِ ترتیب کے دھاگے سے ایک گلدستہ کی صورت میں باندھ دیا جائے۔ یہ خدمت جو "قاموس القرآن" کی صورت میں ہدیۂ اربابِ نظر و بصیرت ہے۔ اس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ مرتب کو اس پر کوئی ندامت نہیں کہ اس نے کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ ایسے فخر ہے کہ اس نے وہی کہا ہے جو وہ لوگ کہہ گئے ہیں جنھیں کہنے کا حق تھا۔ کتاب کی ترتیب کی صورت یہ ہے کہ :

(۱) تمام الفاظ قرآنی کا استیعاب کیا گیا ہے، اور انھیں اپنی اصل صورت میں لغت قرار دے کر بترتیب حروف تہجی درج کیا گیا ہے۔

(۲) پہلے سادہ اور سہل اردو میں لفظ کے وہ معانی لکھ دیئے گئے ہیں جو قرآن میں مراد لیئے گئے ہیں پھر لفظ کی صرفی و نحوی تشریح درج کی گئی ہے۔ اور صلہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ اسم ہونے کی صورت میں اس کی جمع اور واحد کو بھی بتایا گیا ہے۔

(۳) اس کے بعد جملہ اہم الفاظ پر ان کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سادہ و شیریں زبان میں جامع و مدلل تشریحی نوٹ لکھے گئے ہیں۔ یہ نوٹ پانچ سو سے زائد ہیں۔ اگرچہ پوری کوشش کی گئی ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطالب کو پیش کر دیا جائے اور حشو و زوائد و مرادفات اور مکررات سے کتاب کے حجم کو زیادہ نہ کیا جائے تاہم بعض بعض مقامات پر یہ نوٹ کئی کئی صفحات تک چلے گئے ہیں، خصوصاً اسماء امکنہ و اقوام و انبیاء کرام کے بیان میں، جہاں ضروری تفصیلات کو سامنے لانا قرآن کریم کی دعوت و موعظت کو سمجھنے کے لیے ضروری تھا۔ اسی طرح قرآن کریم کی مخصوص اصطلاحات اور دینِ متین کے اصول و مبادیات کی تشریح میں بھی مناسب حد تک تفصیل سے کام لیا گیا ہے، تاکہ تعلیماتِ قرآنیہ کے اہم پہلو اپنی تابانی و درخشانی کے ساتھ نگاہ کے سامنے آجائیں۔

(۴) جو کچھ لکھا گیا ہے، اپنی کوشش کے مطابق سلف صالحین کے مسلک قویم کو مدنظر رکھتے ہوئے مستند مفسرین کرام کے افادات کی روشنی میں پوری احتیاط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ جہاں ضرورت سمجھی گئی ہے۔ ان بزرگوں کی اصل عبارت بھی نقل کر دی گئی ہے۔ اور مآخذ کے حوالے بقید صفحہ و جلد دے دیئے گئے ہیں، تاکہ اہلِ علم اگر ضرورت سمجھیں تو ان حوالوں پر خود زحمت فرما کر اصل عبارت کو دیکھ لیں۔ اور اطمینان فرمالیں اور اگر مرتب سے ان بزرگوں کا مطلب سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہے تو اس کا تدارک فرمائیں۔

(۵) یوں تو بہت سی کتابیں دوران ترتیب میں سامنے رہیں۔ اور حسبِ ضرورت اُن سے استفادہ کیا گیا، جیسا کہ مطالعہ سے معلوم ہوگا مگر الفاظ قرآنی کی لغوی تحقیق کے سلسلے میں متداول کتب لغت القاموس المحیط للفیروزآبادی، صحاح العربیہ للجوہری، النہایہ لابن الاثیر وغیرہ کے علاوہ امام راغب اصفہانیؒ کی "مفردات غریب القرآن"

جن کی دقیقہ سنجی و ژرف نگاہی محتاجِ بیان نہیں، اور علامہ جار اللہ زمخشری کی کشاف جن کی عظمت و جلالت کم از کم علوم ادبیہ میں ناقابل انکار ہے، خاص طور پیشِ نظر رہی ہیں، مطالب و معانی کی توضیح میں زیادہ تر فائدہ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ کی تفسیر سے اٹھایا گیا ہے۔ تفسیر قرآنِ کریم کے باب میں سنتِ نبویہ اور اقوالِ صحابہ کو جو بنیادی حیثیت حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔ یہ امتیاز اسی تفسیر کو حاصل ہے کہ اس میں ان روایات کو جمع ہی نہیں کر دیا گیا ہے، بلکہ محدثانہ انداز پر ان پر تنقید کر کے کھرے کھوٹے کو الگ الگ کر دیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ قاضی بیضاویؒ کی تفسیر "انوار التنزیل" علامہ نسفیؒ کی تفسیر "مدارک التنزیل" اور اس پر شیخ عبد الحق مہاجرؒ کا حاشیہ "الاکلیل" قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی تفسیر "التفسیر المظہری"، شیخ اسماعیل حقیؒ کی "روح البیان" امام فخر الدین رازیؒ کی "التفسیر الکبیر" اور تفسیر ابن قیم وغیرہ سے بھی موقعہ بموقعہ استفادہ کیا گیا ہے۔ جدید تفاسیر میں سے علامہ محمد عبدہٗ اور علامہ رشید رضا مصری رحمہما اللہ تعالیٰ کی تفسیر "المنار" مشکلاتِ عصریہ کی پُر پیچ وادیوں میں بڑی حد تک رہنما ثابت ہوئی ہے۔

اپنے بزرگوں میں سے حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی، حضرت شاہ عبد القادر دہلوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی اور استاذی العلامۃ مولانا انور شاہ کاشمیری رحمہم اللہ تعالیٰ کے افاداتِ تفسیریہ و افاضاتِ حدیثیہ سے جا بجا فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ حضرت مولانا ابو الکلام آزاد اور علامہ سید سلیمان ندویؒ کی فاضلانہ تاریخی تحقیقات سے بھی بعض جگہ مدد لی گئی ہے۔ مگر سب سے اہم فائدہ شیخ التفسیر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فوائد القرآن سے حاصل کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ مرحوم نے ضخیم مجلدات تفسیریہ کے سمندر کو کوزہ ہی میں نہیں بلکہ سلاست زبان و لطافت بیان کے ساغر بلوریں میں بھر دیا ہے۔

(۶) آغازِ کار میں ایک مختصر "لغات القرآن" کی ترتیب پیشِ نظر تھی، جس میں نوٹوں کی تعداد و مقدار تھوڑی رکھی گئی تھی مگر بعد میں رائے تبدیل ہوئی اور مباحث و مطالب کے گلہائے رنگا رنگ کو سمیٹنے کے لئے۔ دامانِ طلب کو کسی قدر دراز کر دیا گیا، میری عادت ہے کہ تالیف و کتابت کے مراحل، اور بعض اوقات طباعت کی منازل بھی ساتھ ساتھ طے ہوتی ہیں اس لئے ابتدائی نظامِ کار کے مطابق کتاب کے ابتدائی حصہ کے نوٹ قلیل اور مختصر رہے اور اسی طرح اس حصہ کی کتابت بھی ہو گئی مگر چونکہ ایک مادّہ مختلف صیغوں میں بار بار لوٹ کر آتا رہا، اس لئے بعد کے صفحات میں حتی الوسع شروع کے صفحات کی کوتاہی کی تلافی کر دی گئی اور جو مباحث وہاں نظر انداز

کردیئے گئے تھے یہاں مکمل کر دیئے گئے۔

(۷) اس حقیقت واقعہ کی طرف توجہ دلانا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اگرچہ کتاب کی تقطیع چھوٹی ہے مگر ہر صفحہ میں دو کالم اور ہر کالم میں ۴۲ سطور رکھی گئی ہیں اور اس طرح چھوٹی تقطیع کے ایک صفحہ میں بڑی تقطیع کے کم از کم ڈیڑھ صفحہ کا مضمون آگیا ہے۔ گویا یہ چھوٹی تقطیع کے آٹھ سو صفحات کی کتاب دوسرے علمی اداروں کی بڑی تقطیع کے بارہ سو صفحات کے مضامین پر مشتمل ہے۔

آخر میں اپنے رفیق کار عزیز مکرم مولانا شبیر احمد صاحب ازہر کا شکر ادا کرنا لازم سمجھتا ہوں جنہوں نے اس اہم کام میں میرا ہاتھ بٹایا۔ چنانچہ اس کتاب میں کچھ نوٹس مولانا کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں۔ جو نوٹ انھوں نے لکھے ہیں انھیں (ش۔ ا) کی علامت سے ممتاز کر دیا گیا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

احقر العباد: زین العابدین سجاد کان اللہ لہٗ
میرٹھ (ہند)

۱۷؍ جمادی الآخر ۱۳۷۳ھ
یوم دوشنبہ

دیباچہ طبع سوم

میری ترتیب دادہ مشہور عربی اردو ڈکشنری بیان اللسان کی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے "قاموس القرآن" کو بھی بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ اسے بھی ہند وپاک کے مشاہیر علم وقلم نے کلمات تحسین سے نوازا اور اس کا دائرہ قبول وطلب بھی ہند وپاکستان سے گزر کر برما، ملایا، انڈونیشیا، افریقہ، حجاز مقدس اور انگلستان وامریکہ تک وسیع ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ۔

۱۳۷۴ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا، اور شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا بدر عالم مہاجر مدنی جامع " فیض الباری علیٰ صحیح البخاری" کو کتاب پیش کی تو موصوف نے فرمایا کہ "میں خود ایسی کتاب کی ترتیب کا آرزومند تھا۔ خدا کا فضل ہے کہ اس خدمت کو انجام دینے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی"۔ جوار روضۃ النبی کے ایک مجاور اور علوم نبوت کے ایک ممتاز خادم کی اس صدائے تحسین کو میں نے دربار نبوت کی سند قبول سمجھا۔

جدید انداز فکر ونظر رکھنے والے اہل علم نے بھی اسے خراج تحسین ادا کیا۔ چنانچہ آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کے صدر پروفیسر سید حسن (پٹنہ یونیورسٹی) نے اپنے خطبہ صدارت میں اسے اردو کی چند ممتاز ترین علمی ودینی کتابوں میں شمار کیا اور انجمن ترقی اردو پاکستان کی طرف سے شائع ہونے والی "قاموس الکتب" ج۔۱ میں بھی اس کا بہت اچھے الفاظ میں تعارف کرایا گیا۔ یہ ہیچ مداں اسے محض اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم سمجھتا ہے، اور بارگاہ رب العزت میں التجا کرتا ہے کہ وہ اسے میرے لئے ذخیرہ عاقبت بنائے۔

کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء میں شائع ہوا تھا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء میں چھپا۔ اب کتاب کچھ عرصے سے ختم تھی اور طلب موجود۔ دل چاہتا تھا کہ نیا ایڈیشن کچھ اضافوں کے ساتھ شائع ہو مگر تعلیمی وتصنیفی مشاغل کے علاوہ خرابی صحت کی وجہ سے یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ دوسری اہم وجہ یہ بھی ہے کہ کتاب پلیٹوں پر جمی ہوئی ہے۔ اگر ترتیب بدلی جائے تو جدید کتابت وتصحیح میں گراں قدر اخراجات برداشت کرنا پڑیں جو اس عاجز کے لئے ممکن نہیں۔

بہرحال کتاب کا تیسرا ایڈیشن بحالہٖ شائع کیا جا رہا ہے تاہم ضروری تصحیح اور ظاہری تحسین جو ممکن تھی اس میں کوتاہی نہیں کی گئی۔ کاغذ کی ہوش ربا گرانی کی وجہ سے مجبوراً قیمت میں اضافہ کیا گیا ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف کو صحت وعافیت اور اطمینان عطا فرمائے اور توفیق بخشے کہ چوتھا ایڈیشن مطالب ومباحث کے اضافوں کے ساتھ مرتب کر کے شائع کر سکے۔

وما توفیقی الا باللہ، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ مؤلف

ضروری ہدایات

شائقین فہم قرآن کریم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی دوسری زبان اس کے قواعد سے واقف ہوئے بغیر نہیں سیکھی جا سکتی خصوصاً عربی زبان جس میں ایک مادہ سے مقررہ قاعدوں کے مطابق سیکڑوں الفاظ بنائے جاتے ہیں جن کے معانی مختلف ہوتے ہیں اور جس میں زیر زبر کے معمولی فرق سے معانی میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ قواعد عربی سے تھوڑی سی واقفیت پیدا کریں۔ الحمد للہ! اردو زبان میں متعدد کتابیں ایسی شائع ہو چکی ہیں جن کی مدد سے چند ماہ میں عربی قواعد و ادب کی بنیادی ضروری معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ ہماری کتاب "کلام عربی" کے علاوہ "معلم عربی" "مفتاح القرآن" اور "عربی کے دس سبق" اچھی کتابیں ہیں۔

جو ناظرین قواعد عربی سے واقف نہیں ہیں، ان کی توجہ چند ضروری امور کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے تاکہ اس کتاب سے استفادہ میں ان کو دقت نہ ہو۔

(۱) عربی میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر فعل مقدم ہو اور فاعل اس کے بعد آئے تو فاعل خواہ واحد ہو یا تثنیہ یا جمع فعل واحد ہی آئے گا۔ البتہ مذکر و مونث ہونے میں فعل و فاعل میں مطابقت ہوگی لیکن اگر فاعل مقدم ہو اور فعل مؤخر تو واحد یا تثنیہ یا جمع ہونے میں بھی فعل فاعل کے مطابق آئے گا۔ مثلاً فرمایا گیا ہے: فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا۔ الآیۃ ("خوش ہوئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے جدا ہو کر رسول اللہ سے اور برا سمجھا انھوں نے یہ کہ جہاد کریں۔") تو مُخَلَّفُوْنَ (فاعل) اگرچہ جمع ہے مگر فعل فَرِحَ واحد ہی لایا گیا ہے مگر کَرِهُوْا کا فاعل مُخَلَّفُوْنَ چونکہ مقدم ہے اس لئے اسے جمع لایا گیا ہے۔ مگر ہم نے ہر جگہ فعل کا ترجمہ اس کی اصل صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہی کیا ہے۔ چنانچہ فَرِحَ کا ترجمہ "خوش ہوا" لکھا گیا ہے نہ کہ "خوش ہوئے"۔

(۲) عربی میں جمع مکسر (وہ جمع جس میں واحد کی اصل صورت باقی نہ رہے) کو واحد مونث غیر حقیقی کے حکم میں سمجھا گیا ہے۔ اس کے لئے فعل بھی اکثر واحد مونث لایا جاتا ہے مثلاً جَاۗءَتْ رُسُلُنَا (آئے ہمارے رسول) تو یہاں رُسُل جو جمع مکسر مذکر ہے اس کے لئے واحد مونث کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے مگر ہم نے ایسی جگہ صیغہ کے مطابق ہی ترجمہ لکھا ہے یعنی "آئی"۔

(۳) اکثر جمع مکسر کی صفت بھی واحد مونث ہی آتی ہے مثلاً اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ (آبخورے قرینے سے رکھے

ہوئے) اور اگر جمع مکسر مبتدا ہوتی ہے تو اس کی خبر بھی مثلاً وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَۃٌ (کتنے چہرے اس دن چمکنے والے ہوں گے) مگر ہم نے اصل صیغہ کے مطابق ہی صفت اور خبر کا ترجمہ کیا ہے یعنی "قرینہ سے رکھی ہوئی" اور "چمکنے والی"۔

(۴) ماضی اور مضارع کے شروع میں بعض حروف لگائے جاتے ہیں جن سے ان میں لفظی و معنوی تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسے مواقع پر اکثر ان حروف کو قوسین میں لکھ کر ان کے بعد اصل صیغہ لکھ دیا گیا ہے اور ترجمہ بھی وہی کیا گیا ہے جو ان حروف کے الحاق کے بعد ہونا چاہئے مثلاً (لَنْ) یُّقْبَلَ (ہرگز قبول نہ کیا جائے گا) اور بعض مقامات پر جہاں خاص ضرورت نہیں سمجھی مثلاً مَا و لَا نافیہ کی صورت میں وہاں صرف اصل صیغہ لکھ کر اس کا ترجمہ لکھ دیا گیا ہے۔

(۵) اِنْ اَنْ وغیرہ حروف جب مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو عموماً ان صیغوں کے آخر سے جن میں نون ہوتا ہے نون گرا دیتے ہیں مثلاً اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ (اگر تم لوٹو گے تو ہم بھی لوٹیں گے) مگر ہم نے عموماً اصل صیغہ معہ نون کے ہی لکھ کر اس کا ترجمہ لکھ دیا ہے۔

(۶) بعض الفاظ جو اردو میں مذکر استعمال ہوتے ہیں عربی میں مونث استعمال ہوتے ہیں اور جو اردو میں مونث استعمال ہوتے ہیں عربی میں مذکر استعمال ہوتے ہیں مثلاً سورج اردو میں مذکر ہے مگر عربی میں شمس مونث ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا (سورج دوڑتا ہے اپنے مدار پر) مگر ہم نے صیغہ کے مطابق فعل مونث کا ترجمہ کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

أ

أَ:۔ کیا۔ خواہ۔ اے۔ ہمزہ کبھی استفہام کے لئے آتا ہے جیسے أَرَأَیْتَ (کیا تو نے دیکھا) کبھی ندائے قریب کے لئے جیسے أَزَیْدُ (اے زید) اور کبھی تسویہ (دو چیزوں میں برابری ظاہر کرنے) کے لئے جیسے سَوَاءٌ عَلَیْھِمْ أَأَنْذَرْتَھُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ (ان کے لئے برابر ہے خواہ تو انہیں ڈرائے یا نہ ڈرائے)

آبَاءٌ:۔ باپ۔ دادے۔ چچا۔ واحد۔ أَبٌ۔

آتِ:۔ تو دے۔ اِیْتَاءٌ سے امر واحد حاضر مذکر۔

آتٍ:۔ آنے والا۔ اِتْیَانٌ سے اسم فاعل واحد مذکر

آتٰی:۔ اُس نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی واحد غائب مذکر ۔

آتَوْا:۔ اُنہوں نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب

آتُوْا:۔ تم دو۔ تم لاؤ۔ اِیْتَاءٌ سے امر جمع مذکر حاضر

آتِی:۔ آنے والا۔ اِتْیَانٌ سے اسم فاعل واحد مذکر میں لاتا ہوں۔ مضارع واحد متکلم (اِتْیَانٌ کے اصل معنی آنا ہیں۔ ب کی وجہ سے متعدی ہو کر اس کے معنے لانا ہو جاتے ہیں)

آتَیْتَ:۔ تو نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر

آتَیْتُ:۔ میں نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی واحد متکلم

آتِیَۃٌ:۔ آنے والی۔ اِتْیَانٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث

آتَیْتُمْ:۔ تم نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر

آتِیْنَ:۔ تم دو۔ اِیْتَاءٌ سے امر جمع مؤنث حاضر

آتَیْنَا:۔ ہم نے دیا۔ ہم نے بخشا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی جمع متکلم ۔

آثَار:۔ نشانیاں۔ قدم کے نشانات واحد اَثَر

آثَرَ:۔ اُس نے پسند کیا۔ اِیْثَارٌ سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

آثِمٌ:۔ گنہ گار۔ اِثْمٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

آثِمِیْنَ:۔ گنہ گار لوگ۔ آثِمٌ کی جمع۔ رحالت نصبی و جری ۔

آخِذِینَ:۔ لینے والے۔ آخِذٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ (بحالت نصبی وجری)

آخِر:۔ پچھلا۔ باقی رہنے والا۔ اسم فاعل واحد مذکر

آخَر:۔ دوسرا۔ اَور۔ اسم تفضیل واحد مذکر۔

آخَرانِ:۔ دو دوسرے۔ دو اَور۔ اسم تفضیل تثنیہ مذکر۔

آخِرَۃ:۔ پچھلی۔ آخرت۔ انجام۔ اسم فاعل واحد مؤنث

آخَرُونَ:۔ دوسرے لوگ۔ اور لوگ۔ اسم تفضیل جمع مذکر۔

آخِرِینَ:۔ پچھلے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔

آدَمُ:۔ ابوالبشر آدم علیہ السلام کا نام نامی۔ آپ سب سے پہلے انسان تھے جن سے دُنیا آباد ہوئی۔ اور جن کے سر پر خلافتِ الٰہی کا تاج رکھا گیا۔ دُنیا کے سب انسان آپ ہی کی اولاد ہیں۔ اِسی لئے آدمی کہلاتے ہیں، آپ کا زمانہ بعض اہلِ تاریخ کے اندازہ کے مطابق آج دس ہزار سال قبل ہے۔ امام جلال الدین سیوطی الاتقان میں لکھتے ہیں:۔ کہ لفظ آدم کے عربی اور عجمی ہونے میں اختلاف ہے۔ جوالیقی نے لکھا ہے کہ انبیاء کرام کے نام بجز آدم، صالح، شعیب اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے سب عجمی ہیں۔ عربی ہونے کی صورت میں بعض نے اسے اُدْمَۃ (گندم گونی) سے مشتق مانا ہے۔ کیونکہ حضرت آدم گندم گوں تھے اور بعض نے اَدِیْمُ الارض (سطح زمین) یا (سطح زمین) سے کیونکہ اسی سے اُنکا پتلا بنایا گیا۔ جو لوگ اسے عربی نہیں تسلیم کرتے ان میں سے بعض اسے سریانی زبان کا لفظ قرار دیتے ہیں۔ اور بعض عبرانی زبان کا۔

ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی عمر ۹۶۰ سال کی ہوئی۔ اور نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ اُن کی عمر ایک ہزار سال ہوئی۔ (الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ صفحہ ۱۳۸)

آذَان:۔ کان۔ واحد۔ اُذُنٌ۔

آذَنَ:۔ میں اجازت دوں۔ اِذْنٌ سے مضارع واحد غائب مذکر منصوب بہ اَن

آذَنَّا:۔ ہم نے خبر دی۔ ہم نے کہہ سنایا۔ اِیْذَانٌ سے ماضی جمع متکلم۔

آذَنْتُ:۔ میں نے خبر دی۔ اِیْذَان سے ماضی واحد متکلم۔

آذَوا:۔ انہوں نے ستایا۔ اِیْذَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

آذُوْا:۔ تم تکلیف دو۔ اِیْذَاء سے امر جمع مذکر حاضر

آذَیْتُمْ:۔ تم نے ستایا۔ اِیْذَاء سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

آزَرَ:۔ اس نے کمر مضبوط کی۔ اِیْزَاد سے ماضی

واحد مذکر غائب ۔

آزر: ۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے باپ یا چچا کا نام ۔ علماء تاریخ نے لکھا ہے کہ انکا اصل نام تارح تھا ۔ آزر کہتے ہیں گمراہ کو اپنی گمراہی کے سبب اِس نام سے شہرت پائی ایک قول یہ بھی ہے کہ آزر اُس بُت کا نام تھا جس کے یہ پجاری تھے ۔ اُس کی بکثرت عبادت کرنے کی وجہ سے آزر کے نام سے مشہور ہوئے (بیضاوی)

آزِفَۃ: ۔ نزدیک آنیوالی یعنی قیامت اُزُوف سے اسم فاعل واحد مؤنث ۔

آسٰی ۔ میں غم کھاؤں ۔ اَسیٰ سے مضارع واحد متکلم ۔

اَسَفَا: میرے افسوس ۔ دراصل میں اَسَفِیْ تھا ۔ یائے متکلم کو ہمزہ سے بدل لیا ۔

آسَفُوْا: ۔ انہوں نے ناراض کیا ۔ اِیْسَاف سے ماضی جمع مذکر غائب ۔

آسِن: ۔ بدبودار ۔ اُسُوْن سے اسم فاعل واحد مذکر ۔ غَیْر آسِن جو بدبودار نہ ہو ۔

آصَال: ۔ اوقاتِ شام ۔ واحد اَصِیْل ۔

آفَاق: ۔ اطراف ۔ آسمان کے کنارے ۔ واحد اُفُق ۔

آفِلِیْن: ۔ غائب ہو جانے والے ۔ غروب ہو جانے والے ۔ اُفُوْل سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصبی و جری)

آکِلُوْن: ۔ کھانے والے ۔ اَکْل سے اسم فاعل جمع مذکر ۔ (بحالت رفعی)

آل: ۔ اولاد ۔ خاندان والے ۔ احباب ۔ آل کا لفظ جب کسی کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوگا ۔ تو اُس سے وہ لوگ مراد ہونگے جو اس سے قریبی رشتہ یا دوستی اور محبت رکھتے ہیں ۔ "آلِ فرعون" اور "آلِ ابراہیمؑ" میں یہی معنی مراد ہیں ۔

"آلُ النبیّ" سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاندان بھی ہوتے ہیں اور وہ بھی جن کو علم کامل اور عمل صالح کے ذریعہ دامانِ نبوت سے وابستگی ہو ۔ یعنی آلِ محمدؐ کا اطلاق اُمتِ محمدیہ کے برگزیدہ افراد پر ہوتا ہے ۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا "آلِ محمد صرف وہ مسلمان ہیں جو شریعتِ محمدیہ کی شرائط کو پورا کرتے ہیں" ۔

(مفردات القرآن امام راغب)

آلَاء: ۔ احسانات ۔ نعمتیں ۔ واحد ۔ اُلَی ۔

آلْآنَ: ۔ کیا اب (ہمزہ استفہام اور اَلْآنَ ۔ سے مرکب ۔)

آلِهَةً ۔ بہت سے معبود ۔ واحد ۔ اِلٰہ
آمُرُ ۔ میں حکم دیتا ہوں ۔ اَمْر سے مضارع واحد متکلم
آمِرُوْنَ :۔ حکم دینے والے ۔ اَمْر سے اسم فاعل جمع مذکر
آمَنَ :۔ ایمان لایا ۔ سچا سمجھا ۔ اُس نے مانا ۔
اُمن دیا ۔ اِیمان سے ماضی واحد غائب
مذکر (دیکھو ایمان)
آمَنُ :۔ میں باور اعتبار کروں اَمْن سے
مضارع واحد متکلم ۔
آمِنْ :۔ تو ایمان لا ۔ اِیمان سے امر واحد مذکر
حاضر ۔
آمِن :۔ اَمن پانے والا چین پانے والا ۔ اَمْن
سے ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔
آمَنَّا :۔ ہم ایمان لائے ۔ اِیمان سے ماضی جمع متکلم
آمَنَتْ :۔ ایمان لائی ۔ اِیمان سے ماضی واحد
مؤنث غائب ۔
آمَنْتُ :۔ میں ایمان لایا ۔ ایمان سے ماضی واحد متکلم
آمِنَةً :۔ امن والی چین پانے والی ۔ اَمْن
سے اسم فاعل واحد مؤنث ۔
آمَنْتُمْ :۔ تم ایمان لائے ۔ اِیمان سے ماضی
جمع مذکر حاضر ۔
آمَنُوْا :۔ وہ ایمان لائے ۔ اِیمان سے ماضی
جمع مذکر غائب ۔
آمِنُوْنَ :۔ چین پانے والے ۔ اَمْن سے اسم فاعل
جمع مذکر ۔ بحالت رفعی
آمِنِيْنَ :۔ چین پانے والے اَمْن سے اسم فاعل
جمع مذکر (بحالت نصبی و جری)
آمِيْنَ :۔ اے اللہ یہ دُعا قبول کر (اسم فعل ہے)
آنَ :۔ وقت ۔ گھڑی ۔
آنٍ :۔ گرم پانی ۔ اَنْیٌ سے اسم فاعل واحد مذکر
آنَاءِ :۔ اوقات ۔ گھڑیاں ۔ واحد ۔ اِنٰی ۔
آنَسَ :۔ اُس نے دیکھا ۔ اِیْنَاس سے ماضی
واحد مذکر غائب ۔
آنَسْتُمْ :۔ تم نے دیکھا ۔ اِیْنَاس سے ماضی
جمع مذکر حاضر ۔
آنِفًا :۔ ابھی ابھی ۔ اسی وقت (اسم ظرف ہے)
آنِيَةٌ :۔ برتن ۔ واحد ۔ اِنَاء ۔
آوٰی :۔ اس نے جگہ دی ۔ ٹھکانا دیا ۔ اِیْوَاء
سے ماضی واحد مذکر غائب ۔
آوَوْا :۔ انہوں نے جگہ دی ۔ اِیْوَاء سے ماضی
جمع مذکر غائب ۔
آوُوْا :۔ تم پناہ لو ۔ اُوِیٌّ سے امر جمع مذکر حاضر
آوِیْ :۔ میں پناہ لوں ۔ اُوِیٌّ سے مضارع واحد متکلم
آوَيْنَا :۔ ہم نے جگہ دی ۔ اِیْوَاء سے ماضی جمع متکلم
آیَات :۔ نشانیاں ۔ علامتیں ۔ احکام ۔ واحد
آیَۃ ۔
آیَۃ ۔ آیت ۔ نشانی ۔ حکم ۔ معجزہ ۔

آیَتَین: دو نشانیاں (آیۃ کا تثنیہ) (بحالت نصبی و جری)

اِیْتِ: تو آ۔ اِتْیان سے امر واحد حاضر مذکر

اِئْتَمِرُوْا: تم مشورہ دو۔ اِئْتِمار سے امر جمع حاضر مذکر۔

اُؤْتُمِنَ: امین بنایا گیا۔ اِئْتِمان سے ماضی واحد غائب مذکر مجہول۔

اِیْتُوْا: تم آؤ۔ (ب) تم لاؤ۔ اِتْیان سے امر جمع حاضر مذکر۔ اِتْیان کے اصل معنی آنا ہیں۔ با۔ کے صلہ سے اس کے معنی "لانا" ہو جاتے ہیں۔

اِئْتِیَا: تم آؤ۔ اِتْیان سے امر تثنیہ حاضر مذکر و مؤنث

اِئْذَنْ: تو اجازت دے۔ اِذْن (بصلہ لام) سے امر واحد حاضر مذکر۔

اِئْذَنُوْا: تم خبردار ہو جاؤ۔ آگاہ ہو جاؤ۔ اِذْن (بصلہ با) سے امر جمع حاضر مذکر۔

اَئِمَّۃ: سرداران پیشوایان۔ واحد۔ اِمام۔

اُؤْمُرْ: تو حکم کر۔ اَمر سے امر واحد حاضر مذکر۔

اَبٌ: باپ۔ جمع آبَاء۔

اَبٌّ: گھاس۔ چارہ۔

اَبٰی: اس نے انکار کیا۔ اِبَاءٌ سے ماضی واحد غائب مذکر۔

اَبَابِیْل: چڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ۔ واحد۔ اِبَّالَۃ: اِبَّالَۃ کے اصل معنی لکڑیوں وغیرہ کا گٹھا ہیں۔ پرندوں کے جھنڈ پر گٹھا ہوا ہونے کی وجہ سے اس لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک آبابیل کا کوئی مفرد نہیں ہے (بیضاوی)

اَبَارِیْق: لوٹے۔ واحد۔ اِبْرِیْق۔

اَبَتِ: اے میرے باپ۔ (اصل میں اَبِی تھا یائے متکلم کو ت سے بدل لیا گیا)

اِبْتَدَعُوْا: انہوں نے ایجاد کیا۔ اِبْتِدَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَبْتَر: دم کٹا۔ لاولد۔ بَتْر سے اَفْعَل صفت ہے۔

اِبْتَغِ: تو ڈھونڈھ۔ اِبْتِغَاء سے امر واحد حاضر مذکر۔

اِبْتَغٰی: اس نے چاہا۔ اس نے ڈھونڈھا۔ اِبْتِغَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِبْتِغَاء: ڈھونڈھنا۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ (مصدر باب افتعال سے)

اِبْتَغَوْا: انہوں نے ڈھونڈھا۔ اِبْتِغَاء سے ماضی جمع مذکر غائب

اِبْتَغُوْا: تم ڈھونڈھو۔ تم چاہو۔ اِبْتِغَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَبْتَغِیْ: میں چاہوں، میں تلاش کروں۔

اِبْتَغاء سے مضارع واحد متکلم۔

اِبْتَغَیْتَ:۔ تو نے چاہا۔ اِبْتِغاء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِبْتَلیٰ:۔ اُس نے آزمایا۔ اِبْتِلاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِبْتَلُوا: تم آزماؤ۔ اِبْتِلاء سے امر جمع مذکر حاضر

اُبْتُلِیَ:۔ وہ آزمایا گیا۔ اِبْتِلاء سے ماضی واحد مذکر غائب مجہول۔

اَبْحُرُ:۔ سمندر۔ واحد بَحر۔

اَبَدًا:۔ ہمیشہ۔ جمع آباد

اُبَدِّلُ:۔ میں بدلوں۔ تبدیل سے مضارع واحد متکلم۔

اُبْرِءُ: میں اچھا کرتا ہوں۔ اِبْراء سے مضارع واحد متکلم

اُبَرِّءُ:۔ میں پاک کرتا ہوں۔ بری قرار دیتا ہوں۔ تَبْرِئَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اَبْرار:۔ نیک لوگ۔ واحد بَرّ

اِبْراھیم:۔ ابو الانبیاء حضرت ابراھیم خلیل اللہ عہد عتیق کے سفر تکوین میں ہے کہ آپ سام بن نوح کی اولاد کے دسویں سلسلہ میں تھے۔ اور آپ کلدانیوں کے شہر اُور میں پیدا ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہی شہر ہے۔ جو ولایت حلب میں اُورفا کے نام سے مشہور ہے۔ بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوفہ کے شہر کوثیٰ میں پیدا ہوئے تھے۔

سفر تکوین سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم کو جبکہ اُن کی عمر ۹۹ سال تھی۔ بشارت دی۔ کہ وہ اُن کی نسل کو پھیلائے گا۔ اور فلسطین کی سرزمین میں اس کی حکومت قائم کرے گا۔ نیز اُن کا نام اِبْرام کی بجائے اِبراھیم قرار دیا۔

اِبْراھیم کا پہلا جزو اب عربی کا اَب ہے جس کے معنی "باپ ہیں" اور رَاھیم کلدانی زبان میں جمہور یا عوام کو کہتے ہیں۔ گویا ابراہیم کے معنے "لوگوں کے باپ" ہوئے۔

بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابراھیم اَبْ رَاحِم (رحم کرنیوالا باپ) کا بگڑا ہوا ہے اس صورت میں دونوں جزو عربی ہونگے۔

آپ کے والد یا چچا کا نام تارح یا آزر تھا آپ کی قوم صابی ستارہ پرست تھی۔ (دیکھو لفظ آزر و لفظ صابی) مگر آپ کی فطرت سلیم نے بچپن ہی میں صابئیت سے جو بت پرستی ہی کی ایک شکل تھی۔ انکار کر دیا اور ہر قسم کی ترغیب و ترہیب سے بے پروا ہو کر اعلان کر دیا۔ "میں نے تو ہر طرف سے کٹ کر زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کی طرف

اپنا رُخ کرلیا ہے۔ میں مشرکوں میں شامل نہیں رہ سکتا۔ حق پرستی کے جرم میں بادشاہِ وقت نے آپ کو آگ میں ڈالا مگر بحکم الٰہی وہ آگ آپ کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی۔ اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہوکر آپ نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی۔ شام سے آپ اپنی بیوی سارہ کو ساتھ لے کر بغرض تبلیغ مصر گئے۔ مصر سے پھر شام لوٹ آئے۔ اور وہیں قیام فرمایا۔

زمانۂ قیام شام میں جبکہ آپ بوڑھے ہوگئے تھے۔ حضرت ہاجرہ کے بطن سے (جو آپ کی بیوی حضرت سارہ کی باندی تھیں۔ اور جنہیں انہوں نے آپ کو ہبہ کردیا تھا) حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ پھر کچھ مدت بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحٰق کی ولادت ہوئی۔

حضرت ابراہیم بحکم خداوندی اپنے پہلے اکلوتے بچے حضرت اسمٰعیل کو ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ حجاز کے اس چٹیل میدان میں چھوڑ آئے۔ جو یمن سے شام جانے والے قافلوں کی گزرگاہ تھی۔ اُن کی بھوک پیاس کو دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کیا۔ اس چشمہ کی وجہ سے جرہم کے قبیلہ نے بھی وہاں سکونت اختیار کی۔ اور شہر مکہ کی آبادی کی بنیاد پڑ گئی

حضرت ابراہیم کبھی کبھی اپنی بیوی اور بچے کو دیکھنے کے لئے مکہ آتے رہتے اور اس شہر کی آبادی اور اس کے باشندوں کی دینی و دُنیوی خوشحالی کی دُعا فرماتے رہتے۔

جب حضرت اسمٰعیل کچھ بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیم نے اُن کی مدد سے خدا کے مقدس گھر کعبہ کو تعمیر کیا۔ پھر حضرت اسمٰعیل ہی اس کے امام اور متولی قرار پائے۔

حضرت اسمٰعیل کی شادی خاندان جرہم ہی میں ہوگئی تھی۔ آپ کی اولاد خوب پھلی پھولی انہیں کی ایک شاخ قریش کہلائی۔

قریش ہی میں اس کے سب سے زیادہ معزز گھرانے بنو ہاشم میں خدا کے آخری نبی محمد ہاشمی (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے

حضرت ابراہیم کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسحٰق ملک شام ہی میں رہے۔ ان کی نسل سے بہت سے نبی پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوب ان ہی کے بیٹے تھے۔ یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل تھا۔ اسی لئے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔

حضرت ابراہیم علیہ علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی ساری زندگی خدا پرستی،

حق گوئی، اور فداکاری کا بہترین نمونہ ہے'
اسی لئے قرآن کریم میں اُنہیں حَنِیْفًا
مُسْلِمًا (سب طرف سے کٹ کر خدا کا ہو جانے
والا۔ اور اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دینے والا)
کے اوصاف سے یاد کیا گیا ہے' اور اسلام
کو مِلّۃِ ابراهیم سے تعبیر کیا گیا ہے +
مسلم میں انس رضؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب
ہو کر کہا۔ اے بہترین مخلوق (یا خَیْرَ الْبَرِیَّۃ)
آپ نے فرمایا یہ ابراهیم خلیل اللہ کی شان
ہے'۔ یہ تو خیر حضور کا احترام بزرگی تھا۔ تاہم
آپ اپنے فضائل میں حضور کے بعد سب انبیاء
کرام سے ۔۔۔ ممتاز ہیں۔

اَبْرَحُ: میں پھر دل۔ ہٹوں۔ بَرَح سے
مضارع واحد متکلم (لَنْ اَبْرَحَ) میں ہرگز
نہ ہٹوں گا۔ ہرگز نہ ٹلوں گا)

اَبْرَص:۔ کوڑھی۔ جمع بُرْص۔ بَرَص سے
افعل صفت +

اَبْرَمُوْا:۔ انہوں نے مضبوط کیا۔ اِبْرام سے
ماضی جمع مذکر غائب +

اُبْسِلُوْا:۔ وہ گرفتار کئے گئے۔ اِبْسال سے
ماضی جمع مذکر غائب مجہول۔

اَبْشِرُوْا:۔ تم خوش ہو جاؤ۔ اِبْشار سے امر
جمع مذکر حاضر۔

اَبْصَار:۔ آنکھیں۔ واحد۔ بَصَر

اَبْصَرَ:۔ اس نے دیکھا۔ اِبْصار سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

اَبْصِرْ:۔ تو دیکھ۔ اِبْصار سے امر واحد مذکر حاضر

اَبْصِرْ بِہٖ:۔ وہ کیا ہی دیکھنے والا ہے (فعل
تعجب ہے)

اَبْصَرْنَا:۔ ہم نے دیکھا۔ اِبْصار سے ماضی جمع متکلم

اُبْعَثُ: میں اُٹھایا جاؤں گا۔ بَعْث سے
مضارع مجہول واحد متکلم۔

اِبْعَثْ:۔ تو بھیج۔ بَعْث سے امر واحد حاضر مذکر

اِبْعَثُوْا:۔ تم بھیجو۔ بَعْث سے امر جمع حاضر مذکر۔

اَبْغِیْ: میں تلاش کروں۔ بُغَایَۃ سے مضارع
واحد متکلم۔

اَبَقَ:۔ وہ بھاگا۔ اِبَاق سے ماضی واحد مذکر غائب

اَبْقٰی:۔ اس نے باقی رکھا۔ بہت پائدار۔
پہلے معنی میں اِبْقاء سے ماضی واحد مذکر
غائب ہے۔ اور دوسرے معنی میں بَقاء
سے اسم تفضیل واحد مذکر ہے۔

اَبْکٰی:۔ اس نے رُلایا۔ اِبْکاء سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

اَبْکار:۔ کنواری عورتیں۔ واحد بِکْر۔

اِبْکار:۔ صبح۔ تڑکا۔ دراصل یہ باب افعال سے

بمعنی صبح کرنا۔ مصدر ہے۔

اَبْکَمُ: مادر زاد گونگا۔ جمع بُکْم۔ بُکَم سے اَفْعَل صفت +

اِبِل: اونٹ جمع آبَال۔

اِبْلَعِیْ: تو نگل جا۔ بَلْع سے امر واحد حاضر مؤنث

اَبْلِغْ: تو پہنچا دے۔ اِبْلَاغ سے امر واحد حاضر مذکر +

اُبَلِّغُ: میں پہنچاتا ہوں۔ تَبْلِیْغ سے مضارع واحد متکلم۔

اَبْلُغُ: میں پہنچوں۔ بُلُوْغ سے مضارع واحد متکلم

اَبْلَغْتُ: میں نے پہنچایا۔ اِبْلَاغ سے ماضی واحد متکلم۔

اَبْلَغُوْا: انہوں نے پہنچایا۔ اِبْلَاغ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِبْلِیْس: شیطان کا نام ہے۔ اس لفظ کے اصل معنی ناامید اور دھوکا دینے والا ہیں

اِبْنِ: تو بنا۔ بِنَاء سے امر واحد حاضر مذکر۔

اِبْن: بیٹا۔ جمع اَبْنَاء۔

اِبْنُ السَّبِیْلِ: مسافر۔ (لفظی معنی راستہ کا بیٹا)

اَبْنَاء: بیٹے۔ واحد۔ اِبْن۔

اِبْنَۃ: بیٹی۔ جمع بَنَات۔

اِبْنَتَیَّ: میری دو بیٹیاں۔ اِبْنَۃ کا تثنیہ مضاف بہ یائے متکلم۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گئی۔

اِبْنُوْا: تم بناؤ۔ بِنَاء سے امر جمع حاضر مذکر۔

اِبْنَیْ: دو بیٹے۔ اِبْن کا تثنیہ۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گئی۔

اَبُوْ: باپ۔ (اَب کی حالت رفعی)

اَبَوْا: انہوں نے انکار کیا۔ اِبَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِبْنِیْ: میرا بیٹا۔ ابن اور یاء (ضمیر متکلم واحد) سے مرکب +

اَبْوَاب: دروازے۔ واحد بَاب۔

اَبَوَیْنِ: ماں باپ۔ والدین۔ (اَب کا تثنیہ بحالت نصبی و جری تغلیباً ماں پر بھی لفظ اَب کا اطلاق کیا گیا ہے)

اَبِیْ: میرا باپ اَب اور یاء (ضمیر واحد متکلم) سے مرکب۔

اَبِیْ لَهَبٍ: شعلہ کا باپ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کافر چچا کا لقب۔ چونکہ بڑا سرخ و سپید تھا۔ اس لئے ابولہب کہلاتا تھا۔ مگر قرآن کریم میں اس لفظ سے اس کے دوزخی ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

اَبْیَض: سفید۔ گورا۔ بَیَاض سے اَفْعَل صفت

اِبْیَضَّتْ: سفید ہوئی۔ اِبْیِضَاض سے ماضی

واحد مؤنث غائب۔

اَبَیْنَ:۔ اُن عورتوں نے اِنکار کیا۔ اِباء سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

آتیٰ:۔ وہ آیا۔ اِتیان سے ماضی واحد مذکر غائب

اِتّباع:۔ مرضی پر چلنا پیروی کرنا۔ باب افتعال سے مصدر۔

اَتْبَعَ:۔ وہ پیچھے چلا۔ وہ پیچھے پڑا۔ اِتْباع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِتَّبَعَ:۔ وہ تابع ہوا۔ اُس نے پیروی کی اِتّباع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَتَّبِعُ:۔ میں پیروی کروں۔ اِتّباع سے مضارع واحد متکلم۔

اِتَّبِعْ:۔ تو پیروی کر۔ اِتّباع سے امر واحد مذکر حاضر

اِتَّبَعْتَ:۔ تو نے پیروی کی۔ اِتّباع سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِتَّبَعْتُ:۔ میں نے پیروی کی۔ اِتّباع سے ماضی واحد متکلم۔

اِتَّبَعْتُمْ:۔ تم نے پیروی کی۔ اِتّباع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِتَّبَعْنَا:۔ ہم نے پیروی کی۔ اِتّباع سے ماضی جمع متکلم۔

اِتَّبَعُوْا:۔ وہ پیچھے چلے۔ انہوں نے پیروی کی اِتّباع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِتَّبِعُوْا:۔ تم پیروی کرو۔ اِتّباع سے امر جمع مذکر حاضر

اُتْبِعُوْا:۔ اُن کے پیچھے لگا دیا گیا۔ اِتْباع سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اَتَتْ:۔ وہ آئی۔ اِتیان سے ماضی واحد مؤنث غائب

اِتِّخَاذ:۔ اختیار کرنا پسند کرنا۔ باب افتعال سے مصدر۔

اِتَّخِذْ:۔ تو بنا لے۔ اِتّخاذ سے امر واحد مذکر حاضر

اِتَّخَذَ:۔ اس نے اختیار کیا۔ پسند کیا۔ اِتّخاذ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَتَّخِذُ:۔ میں بناؤں۔ اختیار کروں۔ اِتّخاذ سے مضارع واحد متکلم۔

اِتَّخَذَتْ:۔ اس عورت نے ٹھہرایا۔ اِتّخاذ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِتَّخَذْتَ:۔ تو نے ٹھہرایا۔ اِتّخاذ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِتَّخَذْتُ:۔ میں نے اختیار کیا۔ اِتّخاذ سے ماضی واحد متکلم۔

اِتَّخَذْتُمْ:۔ تم نے اختیار کیا۔ اِتّخاذ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِتَّخَذْتُمُوْهُ:۔ تم نے ٹھہرا لیا اسے۔ اِتّخاذ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ با ضمیر منصوب متصل واحد مذکر غائب

اِتَّخَذْنَا:۔ ہم نے ٹھہرایا۔ اِتّخاذ سے ماضی جمع متکلم۔

اِتَّخِذُوْا: تم ٹھیراؤ۔ تم اختیار کرو۔ اِتِّخاذ سے
امر جمع مذکر حاضر +

اِتَّخِذِی:۔ تو بنالے۔ اِتِّخاذ سے امر واحد حاضر
مؤنث +

اَتْرَاب: ہم سن عورتیں ہمجولیاں واحد تِرْب

اُتْرِفْتُمْ: تم کو عیش دی گئی۔ اِتْراف سے
ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

اَتْرَفْنَا: ہم نے عیش دی۔ اِتْراف سے
ماضی جمع متکلم۔

اُتْرِفُوْا:۔ ان کو عیش دی گئی۔ اِتْراف سے
ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُتْرُكْ:۔ تو چھوڑ۔ تَرْك سے امر واحد مذکر حاضر

اِتَّسَقَ:۔ وہ پورا ہوا۔ کمال کو پہنچا۔ اِتِّساق
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِتَّقِ:۔ تو ڈر۔ اِتِّقاء سے امر واحد مذکر حاضر

اَتْقٰی:۔ بڑا پرہیزگار، بڑا ڈرنے والا۔ تُقٰی
سے اسم تفضیل واحد مذکر۔ اس مادہ
کا فاء کلمہ دراصل واؤ ہے۔ اور یہ لفیف
مفروق ہے۔ خلاف قیاس واؤ کو تاء سے
بدل لیا گیا۔ (دیکھو تقوٰی)

اِتَّقٰی:۔ وہ ڈرا۔ اس نے پرہیزگاری اختیار
کی۔ اِتِّقاء سے ماضی واحد مذکر غائب

اَتْقَنَ:۔ اس نے مضبوط کیا۔ اس نے
درست کیا۔ اِتْقان سے ماضی واحد
مذکر غائب +

اِتَّقُوْا:۔ تم ڈرو۔ تم بچو۔ اِتِّقاء سے امر جمع مذکر حاضر

اِتَّقَوْا:۔ وہ ڈرے۔ وہ بچے۔ اِتِّقاء سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

اِتَّقَیْتُنَّ: تم ڈریں۔ تم نے پرہیزگاری اختیار
کی۔ اِتِّقاء سے ماضی جمع مؤنث حاضر۔

اِتَّقَیْنَ:۔ وہ ڈریں۔ اِتِّقاء سے ماضی جمع
مؤنث غائب۔

اِتَّقِیْنَ: تم ڈرو۔ اِتِّقاء سے امر جمع مؤنث حاضر

اُتْلُ:۔ تو پڑھ۔ تِلاوۃ سے امر واحد مذکر حاضر

اُتْلُوْا: تم پڑھو۔ تِلاوۃ سے امر جمع مذکر حاضر

اَتْلُوْا:۔ میں پڑھتا ہوں۔ تِلاوۃ سے مضارع

اَتْلُ:۔ میں پڑھوں۔ تِلاوۃ سے مضارع
واحد متکلم۔ (جواب امر میں مجزوم ہونے
کی وجہ سے آخر سے واؤ گر گیا)

اَتَمَّ:۔ اس نے پورا کیا۔ اِتْمام سے ماضی واحد

اَتِمَّ: تو پورا کر۔ اِتْمام سے امر واحد مذکر حاضر

اَتْمَمْتُ:۔ میں نے پورا کیا۔ اِتْمام سے ماضی
واحد متکلم۔

اَتْمَمْنَا:۔ ہم نے پورا کیا۔ اِتْمام سے ماضی
جمع متکلم۔

اَتِمُّوْا: تم پورا کرو۔ اِتْمام سے امر جمع مذکر حاضر

أَتَوْا:۔ وہ آئے (بلا صلہ) وہ لائے (بصلہ با) اِتْیان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

أُتُوْا:۔ (بصلہ با) اُن کے پاس لایا گیا اِتْیان سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

أَتُوْبُ:۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ رجوع ہوتا ہوں (بصلہ اِلیٰ) میں توبہ قبول کرتا ہوں۔ رحمت کرتا ہوں۔ (بصلہ عَلیٰ) تَوْبَۃ سے مضارع واحد متکلم۔ (دیکھو توبۃ)

أَتَوَکَّأُ:۔ میں ٹیک لگاتا ہوں۔ تَوَکُّؤ سے مضارع واحد متکلم +

أَتَیَا:۔ وہ دونوں آئے۔ اِتْیان سے ماضی تثنیہ مذکر غائب +

أَتَیْنَا:۔ ہم آئے (بلا صلہ) ہم لائے (بصلہ با) اِتْیان سے ماضی جمع متکلم۔

أَثَابَ:۔ اس نے بدلہ دیا۔ اِثَابَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

أَثَاث:۔ اسباب خانہ۔

أَثَارَۃ:۔ علم جو چلا آتا ہو۔ تحریر جس کا اثر باقی رہ گیا ہو۔ اَثَر بمعنے نقش قدم سے ماخوذ ہے

أَثَارُوْا:۔ انہوں نے جوتا (زمین کو) اِثَارَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ اس کے اصل معنی برانگیختہ کرنا ہیں۔

اِثَّاقَلْتُمْ:۔ تم بوجھل ہوئے۔ اِثَّاقُل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ یہ اصل میں تَثَاقُل تھا۔ بروزنِ تَفَاعُل۔ تا کو ثا سے بدل کر ثا میں ادغام کر دیا۔ اور شروع میں ہمزہ وصل لگا دیا۔ اسی طرح اِثَّاقَلْتُمْ بھی در اصل تَثَاقَلْتُمْ تھا۔

آثَام:۔ گناہ۔ سزا۔ اِثْم کا اسم مصدر ہے۔

اُثْبُتُوْا:۔ تم ثابت قدم رہو۔ ثَبَات سے امر جمع مذکر حاضر۔

أَثْخَنْتُمْ:۔ تم نے بہت خونریزی کی اِثْخَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

أَثَر:۔ نشان۔ جمع آثار۔ اس کے اصل معنی نقش قدم ہیں۔

أَثَرْنَ:۔ انہوں نے اٹھایا۔ برانگیختہ کیا۔ اِثَارَۃ سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

أَثْقَال:۔ بوجھ۔ مردے۔ خزانے۔ واحد ثِقْل (پہلے معنے میں حقیقت ہے۔ اور مؤخر الذکر دونوں معنی مجازی ہیں)

أَثْقَلَتْ:۔ وہ بوجھل ہوئی (یعنی ایام حمل پورے ہوئے) اِثْقَال سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

أَثْل:۔ جھاؤ کا درخت۔

اِثْم:۔ گناہ۔ جمع آثام۔

أَثْمَرَ:۔ وہ پھل لایا۔ اِثْمَار سے ماضی واحد

مذکر غائب۔

اِثْنَانِ :۔ دو (مذکر) رفعی حالت میں۔

اِثْنَتَیْنِ :۔ دو (مؤنث) نصبی و جری حالت میں

اَثِیْم :۔ گنہگار۔ اِثْم سے صفتِ مشبہ واحد مذکر۔

اَجَاءَ :۔ مجبور کیا۔ بے قرار کیا۔ اِجَاءَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُجَاج :۔ کھاری پانی۔ کڑوا پانی۔

اِجْتَبٰی :۔ اس نے پسند کیا۔ چن لیا۔ اِجْتِبَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُجِبْتُمْ :۔ تم کو جواب دیا گیا۔ اِجَابَة سے ماضی مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔

اِجْتَبَیْتَ :۔ تو نے پسند کیا۔ اِجْتِبَاء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِجْتَبَیْنَا :۔ ہم نے پسند کیا۔ اِجْتِبَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اُجْتُثَّتْ :۔ اس کو اکھاڑا گیا۔ اِجْتِثَاث سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اِجْتَرَحُوْا :۔ انہوں نے کمایا۔ انہوں نے ارتکاب کیا۔ اِجْتِرَاح سے ماضی جمع مذکر غائب

اِجْتَمَعَتْ :۔ جمع ہوئی۔ اِجْتِمَاع سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِجْتَمَعُوْا :۔ وہ جمع ہوئے۔ اِجْتِمَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِجْتَنِبُوْا :۔ پرہیز کرو۔ بچو۔ اِجْتِنَاب سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَجِدُ :۔ پاتا ہوں۔ پاؤں گا۔ وِجْدَان سے مضارع واحد متکلم۔

اَجْدَاث :۔ قبریں۔ واحد۔ جَدَث۔

اَجْدَرُ :۔ بہت لائق۔ زیادہ تر۔ جَدَارَة سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَجْر :۔ مزدوری۔ ثواب۔ مہر۔ جمع اُجُوْر۔

اَجِرْ :۔ تو پناہ دے۔ اِجَارَة سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِجْرَام :۔ گناہ کرنا۔ بابِ افعال سے مصدر

اَجْرَمْنَا :۔ ہم نے گناہ کیا۔ اِجْرَام سے ماضی جمع متکلم۔

اَجْرَمُوْا :۔ انہوں نے گناہ کیا۔ اِجْرَام سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَجْسَام :۔ بدن۔ تن۔ واحد جِسْم۔

اَجْعَلُ :۔ میں بنا دوں۔ جَعْل سے مضارع واحد متکلم۔

اِجْعَلْ :۔ تو کر۔ تو بنا۔ جَعْل سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِجْعَلُوْا :۔ تم ٹھہراؤ۔ تم بناؤ۔ جَعْل سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَجْعَلَنَّ: میں ضرور کروں گا (اصل میں لَاَجْعَلَنَّ ہے) جَعْل سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اَجْل: واسطے۔ سبب۔ وجہ (جیسے مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ۔ اس وجہ سے)

اَجَلٌ: موت۔ مدت۔ مہلت۔ جمع آجَال

اَجْلِبْ: تو کھینچ لے آ۔ چڑھا لا۔ اِجْلَاب سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَجَّلْتَ: تو نے مدت مقرر کی۔ تَاْجِیْل سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اُجِّلَتْ: مدت مقرر کی گئی۔ (اس کے لئے) تَاْجِیْل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

اِجْلِدُوْا: کوڑے مارو۔ جَلْد سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَجَلَیْنِ: دو مدتیں۔ اَجَل کا تثنیہ نصبی و جری حالت میں۔

اَجْمِعُوْا: تم جمع کرو۔ اِجْمَاع سے امر جمع مذکر حاضر

اَجْمَعُوْا: انہوں نے جمع کیا۔ اِجْمَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَجْمَعُوْنَ: وہ تمام۔ وہ سب۔ واحد اَجْمَع اسم تاکید ہے (بحالت رفعی)

اُجْنُبْ: تو بچا۔ علیحدہ رکھ۔ جَنْب سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَجِنَّۃٌ: پیٹ کے بچے۔ واحد جَنِیْن۔

اِجْنَحْ: تو جھک۔ مائل ہو۔ جُنُوْح سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَجْنِحَۃٌ: پر۔ بازو۔ واحد جَنَاح۔

اُجُوْر: بدلے۔ مہر۔ واحد اَجْر۔

اُجِیْبُ: میں قبول کرتا ہوں۔ اِجَابَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اُجِیْبَتْ: وہ قبول کی گئی۔ اِجَابَۃ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اَجِیْبُوْا: تم مانو۔ فرمانبرداری کرو۔ اِجَابَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَحَادِیْث: باتیں۔ واحد اُحْدُوْثَۃ و حَدِیْث

اَحَاطَ: اس نے گھیر لیا۔ قابو میں کیا۔ معلوم کیا اِحَاطَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب (آخری معنی میں احاطہ علمی مراد ہے)

اَحَاطَتْ: اس نے گھیر لیا۔ اِحَاطَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَحَبُّ: بڑا دوست۔ محبوب تر۔ حُبّ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اُحِبُّ: میں دوست رکھتا ہوں۔ چاہتا ہوں اِحْبَاب سے مضارع واحد متکلم۔

اَحِبَّاءُ: دوست۔ پیارے۔ واحد حَبِیْب

اَحْبَار: یہودیوں کے بڑے علماء۔ واحد حِبْر

حِبر کے معنے ہیں اچھا اثر۔ بڑے عالم کو حِبر اس لئے کہا گیا کہ اس کے علوم و کمالات کے اثرات عوام میں باقی رہتے ہیں عرفاً اس لفظ کا استعمال علماء یہود کے لئے ہوتا ہے +

اَحْبَبْتُ: میں نے دوست رکھا۔ اِحْبَاب سے ماضی واحد متکلم۔

اَحْبَطَ: اس نے کھو دیا۔ غارت کیا۔ اِحْبَاط

اِحْتَرَقَتْ: وہ جلی۔ اِحْتِرَاق سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِحْتَمَلَ: اس نے اُٹھایا۔ اِحْتِمَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِحْتَمَلُوْا: اُنہوں نے اُٹھایا۔ اِحْتِمَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَحْتَنِكَنَّ: میں ضرور قابو میں کروں گا چٹ کر جاؤنگا۔ قرآن میں لَاَحْتَنِكَنَّ ہے اِحْتِنَاك سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اَحَد: ایک۔ اکیلا۔ پہلا (مذکر)

اِحْدٰی: ایک (اَحَد کا مؤنث)

اُحْدِثُ: میں شروع کروں۔ اِحْدَاث سے مضارع واحد متکلم

اِحْذَرْ: تو بچ۔ حَذَر سے امر واحد مذکر حاضر

اِحْذَرُوْا: تم ڈرو۔ بچتے رہو۔ حَذَر سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَحْرَص: بڑا لالچی حریص سے اسم تفضیل واحد مذکر

اَحْزَاب: گروہ۔ فرقے۔ واحد حِزْب۔

اَحَسَّ: اس نے محسوس کیا۔ اِحْسَاس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِحْسَان: بھلائی۔ نیکی۔ نکوکاری۔ احسان کا استعمال دو طرح ہوتا ہے۔ دوسروں سے بھلائی کرنے کے لئے۔ اور اپنی ذات کو سنوارنے کے لئے کہ اچھا علم حاصل کرے یا اچھا عمل کرے۔ قرآن کریم میں دونوں معنی میں اِس کا استعمال ہوا ہے +

احسان کا درجہ عدل سے بڑھ کر ہے۔ عدل تو یہ ہے کہ دوسروں کے حق ادا کرے اور اپنا حق حاصل کرے۔ اور احسان یہ ہے کہ دوسروں کو حق سے زیادہ دے۔ اور خود حق سے کم لے۔ لہذا عدل کا اختیار کرنا واجب ہے۔ اور احسان کا مستحب۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے)

ایک حدیث میں احسان کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ بندہ خدا کی اس طرح فرمانبرداری کرے کہ گویا خدا اس کی نگاہوں

کے سامنے ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ اسے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ پاتا لیکن خدا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ احسان کی یہ صورت سابق الذکر دونوں صورتوں کو شامل ہے حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ احسان میں اذکار اوراد اور دیگر اعمالِ خیر سب شامل ہیں۔

(مفردات امام راغب و فیض الباری ج ۱)

اَحْسَنَ:۔ اس نے اچھا بنایا۔ نیکی کی۔ اِحْسَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَحْسِنْ:۔ تو نیکی کر۔ بھلائی کر۔ اِحْسَان سے اَمر مذکر حاضر۔

اَحْسَنُ:۔ بہت اچھا۔ بہتر۔ حُسْن سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَحْسَنْتُمْ:۔ تم نے نیکی کی۔ بھلائی کی۔ اِحْسَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَحْسَنُوْا:۔ انہوں نے نیکی کی۔ احسان کیا۔ اِحْسَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَحْسِنُوْا:۔ تم نیکی کرو۔ اِحْسَان سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَحَسُّوْا:۔ انہوں نے پایا۔ محسوس کیا۔ اِحْسَاس سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُحْشُرُوْا:۔ تم جمع کرو۔ حَشْر سے امر جمع حاضر مذکر

اَحْصٰی:۔ اس نے گن لیا۔ بہت یاد رکھنے والا پہلے معنے میں اِحْصَاء سے ماضی واحد مذکر غائب اور دوسرے معنے میں اِحْصَاء سے خلافِ قیاس اسم تفضیل واحد مذکر۔

اُحْصِرْتُمْ:۔ تم روکے گئے۔ اِحْصَار سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

اُحْصِرُوْا:۔ وہ روکے گئے۔ اِحْصَار سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُحْصُرُوْا:۔ تم گھیرو۔ قید رکھو۔ حَصْر سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُحْصِنَّ:۔ وہ نکاح میں لائی گئیں۔ اِحْصَان سے ماضی مجہول جمع مؤنث غائب

اَحْصَنَتْ:۔ اس نے حفاظت کی (شرمگاہ کی یعنی عصمت کی) اِحْصَان سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَحْصُوْا:۔ تم گنو۔ اِحْصَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَحْصَیْنَا:۔ ہم نے لیا۔ گن رکھا اِحْصَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اَحْضَرَتْ:۔ اس نے حاضر کیا اِحْضَار سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اُحْضِرَتْ:۔ وہ حاضر کی گئی۔ اِحْضَار سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اَحَطْتُ:۔ میں نے گھیر لیا۔ میں نے معلوم کیا

اِحَاطَة سے ماضی واحد متکلم (یہاں احاطہ
علمی مراد ہے)

أَحَطْنَا: ہم نے گھیر لیا ہم نے معلوم کر لیا۔ اِحَاطَة
سے ماضی جمع متکلم۔ (یہاں احاطہ علمی مراد ہے)

اِحْفَظُوْا: تم حفاظت کیا کرو۔ حِفْظ سے امر
جمع مذکر حاضر۔

أَحَقُّ: زیادہ حقدار۔ حَقّ سے اسم تفضیل
واحد مذکر۔

أَحْقَاب: بڑی مدتیں۔ بے انتہا زمانے۔
واحد حُقُب۔

أَحْقَاف: حضرت ہود علیہ السلام کی قوم
"عاد ارم" کی بستیاں۔ علامہ سید سلیمان
"بلاد الاحقاف" کی تعیین کے سلسلہ میں
لکھتے ہیں:۔

یمامہ عمان بحرین حضر موت اور مغربی یمن
کے بیچ میں جو صحرائے اعظم الدھناء یا "ربع
خالی" کے نام سے واقع ہے۔ گو وہ آبادی
کے قابل نہیں لیکن اس کے اطراف میں
کہیں کہیں آبادی کے لائق تھوڑی سی
تھوڑی زمین ہے خصوصاً اس حصہ میں
جو حضر موت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے
گو اسوقت وہ بھی آباد نہیں۔ تاہم
عہد قدیم میں اسی حضر موت اور نجران
کے درمیانی حصہ میں "عاد ارم" کا مشہور
قبیلہ آباد تھا جس کو خدا نے اس کی
نافرمانی کی پاداش میں نیست و نابود
کر دیا۔ (ارض القرآن)

أَحْكَمُ: بڑا حاکم۔ حُکْم سے اسم تفضیل واحد مذکر

اُحْكُمْ: تو فیصلہ کر (بصلہ بَیْنَ) حُکْم سے
امر واحد مذکر حاضر۔

اُحْكِمَتْ: وہ مضبوط کی گئی۔ مدلل کی گئی۔
اِحْكَام سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

أَحَلَّ: اس نے حلال کیا۔ اتارا۔ اِحْلَال
سے ماضی مجہول (معلوم) واحد مذکر غائب۔

اُحِلَّ: وہ حلال کیا گیا۔ اِحْلَال سے ماضی
مجہول واحد مذکر غائب۔

اُحِلُّ: میں حلال کرتا ہوں۔ اِحْلَال سے
مضارع واحد متکلم۔

أَحْلَام: خواب۔ واحد حُلُم۔ عقلیں
بردباریاں۔ واحد حِلْم۔

اُحِلَّتْ: وہ حلال کی گئی۔ اِحْلَال سے
ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اُحْلُلْ: تو کھول۔ حَلّ سے امر واحد مذکر حاضر۔

أَحْلَلْنَا: ہم نے حلال کیا۔ اِحْلَال سے
ماضی جمع متکلم۔

أَحَلُّوا: انہوں نے اتارا۔ اِحْلَال سے

سے ماضی جمع مذکر غائب +

اَحْمَال : بوجھ۔ حمل۔ واحد حَمْل۔

اَحْمَدُ : بڑا سراہا ہوا۔ خاتم للانبیاء جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہونے کی بشارت اسی مقدس نام سے دی تھی۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ اس بشارت میں لفظ احمد کو لانے سے اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے کہیں زیادہ قابل تعریف ہوں گے (مفردات القرآن)

اَحْمِلُ : میں اٹھا رہا ہوں۔ میں سوار کردوں حَمْل سے مضارع واحد متکلم۔

اِحْمِلْ : تو سوار کر۔ تو چڑھا۔ حَمْل سے امر واحد مذکر حاضر +

اَحْوٰی : سیاہ مائل بہ سبزی۔ حُوّٰی سے اَفْعَل صفت۔

اَحْیٰی : اس نے جلایا۔ زندہ کیا۔ اِحْیاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَحْیَاءٌ : زندے۔ واحد۔ حَیّ

اُحِیْطَ : وہ گھیر گیا۔ اِحَاطَہ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اُحْیِیْ : میں زندہ کرتا ہوں۔ اِحْیاء سے مضارع واحد متکلم۔

اَحْیَیْتَ : تو نے زندہ کیا۔ اِحْیاء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَحْیَیْنَا : ہم نے زندہ کیا۔ اِحْیاء سے ماضی جمع متکلم۔

اَخٌ : بھائی۔ جمع اِخْوَۃ + اِخْوَان۔

اَخَافُ : میں ڈرتا ہوں۔ خَوْف سے مضارع واحد متکلم۔

اُخَالِفُ : میں خلاف کروں گا۔ مُخَالَفَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اَخْبَار : خبریں۔ واحد۔ خَبَر۔

اَخْبَتُوْا : وہ جھکے۔ عاجزی کی۔ اِخْبَات سے ماضی جمع مذکر غائب

اُخْتٌ : بہن۔ جمع اَخَوَات۔

اِخْتَارَ : اس نے پسند کیا۔ اِخْتِیَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِخْتَرْتُ : میں نے پسند کیا۔ اِخْتِیَار سے ماضی واحد متکلم۔

اِخْتَرْنَا : ہم نے پسند کیا۔ اِخْتِیَار سے ماضی جمع متکلم

اِخْتَصَمُوْا : انہوں نے جھگڑا کیا۔ اِخْتِصَام۔

سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِختِلاف: ۔فرق۔ تفاوت۔ جھگڑا۔ جھگڑنا۔ یکے بعد دیگرے آنا۔ باب افتعال سے مصدر۔

اِختِلاق: ۔بنائی ہوئی بات۔ بہتان۔ من گھڑت۔ باب افتعال سے مصدر (اسی معنے میں مستعمل ہے)

اِختَلَطَ: ۔وہ مل جل گیا۔ اِختِلاط سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِختَلَفَ: ۔اس نے اختلاف کیا۔ اِختِلاف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُختُلِفَ: ۔وہ اختلاف کیا گیا۔ اِختِلاف سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اِختَلَفُوا: ۔انہوں نے اختلاف کیا۔ جھگڑا کیا۔ اِختِلاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُختَین: ۔دو بہن۔ اُخت کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

اُخدُود: ۔کھائی۔ خندق۔ اصحاب الاخدود کھائی والے۔ "اصحاب الاخدود" سے وہ کافر و ظالم بادشاہ اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ کے زمانہ نبوت میں بہت سے مسلمانوں کو آگ کی خندقوں میں گرا گرا کر خاک کر دیا تھا۔ انکا یہ جرم تھا کہ انہوں نے بادشاہ کے لڑکے کے ہاتھ سے (جو ایک راہب کی تلقین سے مشرف باسلام ہو چکا تھا۔) عجیب و غریب کرامات صادر ہوتے دیکھ کر دین اسلام کو قبول کرنے اور کفر و سحر سے بیزار ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مسلم و ترمذی میں مذکور ہے۔

اس کے علاوہ یورپین اور عرب مورخین کی روایات سے اس پر مزید روشنی اس طرح پڑتی ہے۔ کہ یمن کے مشہور یہودی بادشاہ ذو نواس کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں سے ایک شخص فیمیون راہب بلاد روم سے ہجرت کر کے تبلیغ دین کے لئے نجران میں مقیم ہو گیا تھا۔ وہاں بہت سے لوگ اس کے ہاتھ پر مشرف بایمان ہوئے۔ اور یہ سلسلہ برابر بڑھتا رہا۔ ذو نواس متعصب یہودی تھا اس نے پہلے تو لوگوں کو ڈرا دھمکا کر باز رکھنا چاہا۔ مگر جب نہ مانے تو گہری کھائی میں آگ بھڑکا کر انہیں زندہ جلا دیا۔ جو کسی طرح اس سے بچ نکلے۔ ان کو قتل کر دیا۔

ان میں سے ایک شخص کسی طرح اپنی

جان بچا کر قیصر روم کے پاس پہنچا۔ اور ذونواس کے ظلم کی داستان سنائی۔ قیصر جوستنیان نے نجاشی شاہ حبشہ کو جو عیسائی اور اس کے زیر اثر تھا۔ لکھا۔ نجاشی نے فوراً اپنے ایک بہادر سردار اریاط کی ماتحتی میں ایک زبردست لشکر ذونواس پر حملہ کرنے کے لئے بھیجدیا۔ اریاط نے یمن پر قبضہ کر لیا۔ اور ذونواس سمندر میں ڈوب کر مر گیا۔ اس واقعہ کو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے علاوہ اسی طرح ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ میں نقل کیا گیا ہے لیکن مؤرخ طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے نجاشی کے پاس پہنچا تھا مگر نجاشی نے اس سے کہا کہ آدمی تو میرے پاس بہت ہیں۔ مگر جہاز نہیں ہیں قیصر کو لکھتا ہوں۔ کہ وہ جہاز بھیجدے۔ چنانچہ جب قیصر نے جہاز بھیجدیئے تو اس نے اریاط کی کمان میں یمن پر حملہ کرا دیا۔

(طبری ج ۲۔ صـ۱۰۶ بحوالہ "حیاۃ محمد" مصنفہ محمد حسین ہیکل مطبوعہ مصر)

اَخۡذ: گرفت۔ عذاب۔ پکڑنا۔ لینا۔ پہلے دو معنے میں۔ اسم مصدر۔ دوسرے دو معنے میں باب نَصَرَ سے مصدر۔

اَخَذَ:۔ اس نے لیا۔ پکڑا۔ اَخۡذ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُخِذَ:۔ وہ لیا گیا۔ وہ پکڑا گیا۔ اَخۡذ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اَخۡذَۃ:۔ پکڑ۔ گرفت۔ اَخۡذ سے مصدر برائے مَرَّۃ۔

اَخَذَتۡ:۔ اس نے لیا۔ پکڑا۔ اَخۡذ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَخَذۡتُمۡ:۔ تم نے لیا۔ اَخۡذ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَخَذۡنَ:۔ انہوں نے لیا۔ اَخۡذ سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اَخَذۡنَا:۔ ہم نے لیا۔ ہم نے پکڑا۔ اَخۡذ سے ماضی جمع متکلم۔

اُخِذُوۡا:۔ وہ پکڑے گئے۔ وہ لئے گئے۔ اَخۡذ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُخَرُ:۔ دوسرے۔ اور اسم تفضیل جمع مؤنث واحد۔ اُخۡرٰی۔

اَخَّرَ:۔ اس نے پیچھے چھوڑا۔ تَاۡخِیۡر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَخِّرۡ:۔ تو مہلت دے۔ تَاۡخِیۡر سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُخۡرٰی:۔ دوسری۔ اور اسم تفضیل واحد

مؤنث جمع أُخَرُ

اِخْرَاج:۔ نکالنا۔ باب اِفعال سے مصدر۔

أَخَّرَتْ:۔ اس نے پیچھے چھوڑا۔ تَأْخِیْرٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

أَخَّرْتَ:۔ تو نے پیچھے چھوڑا۔ تو نے دیر کی تَأْخِیْر سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

أَخْرَجَ:۔ اس نے نکالا۔ اُگایا۔ اِخْرَاج سے ماضی واحد مذکر غائب۔

أَخْرِجْ:۔ تو نکال۔ اِخْرَاج سے امر واحد مذکر حاضر۔

أُخْرَجُ:۔ میں نکالا جاؤنگا۔ اِخْرَاج سے مضارع مجہول واحد متکلم۔

أُخْرُجْ:۔ تو نکل۔ خُرُوْج سے امر واحد مذکر حاضر۔

أَخْرَجَتْ:۔ اس عورت نے نکالا۔ اِخْرَاج ماضی واحد مؤنث غائب۔

أُخْرِجَتْ:۔ وہ نکالی گئی۔ اِخْرَاج سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

أُخْرِجْتُمْ:۔ تم نکالے گئے۔ اِخْرَاج سے ماضی مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔

أُخْرِجْنَا:۔ ہم نکالے گئے۔ اِخْرَاج سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

أَخْرَجْنَا:۔ ہم نے نکالا۔ اِخْرَاج سے ماضی جمع متکلم۔

أَخْرَجُوْا:۔ انہوں نے نکالا۔ اِخْرَاج سے ماضی جمع مذکر غائب۔

أُخْرِجُوْا:۔ وہ نکالے گئے۔ اِخْرَاج سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

أُخْرُجُوْا:۔ تم نکلو۔ خُرُوْج سے امر جمع مذکر حاضر۔

أَخْرِجُوْا:۔ تم نکالو۔ اِخْرَاج سے امر جمع مذکر حاضر۔

أَخَّرْنَا:۔ ہم نے دیر کی۔ تَأْخِیْر سے ماضی جمع متکلم

أَخْزٰی:۔ بڑا رسوا۔ بڑا شرمندہ۔ خِزْی سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

أَخْزَیْتَ:۔ تو نے رسوا کیا۔ اِخْزَاء سے ماضی واحد مذکر حاضر

اِخْسَؤُا:۔ تم پھٹکارے ہوئے رہو۔ خَسْأٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

أَخْسَرُوْن:۔ بہت ٹوٹا پانے والے۔ خُسْرَانٌ سے اسم تفضیل جمع مذکر بحالت رفعی واحد أَخْسَرُ۔

اِخْشَوْا:۔ تم ڈرو۔ خَشْیَۃٌ سے امر جمع مذکر حاضر

أَخْضَرُ:۔ سبز ہرا۔ خُضْرَۃٌ سے افعل صفت جمع خُضْرٌ۔

أَخْطَأْتُمْ:۔ تم نے خطا کی۔ اِخْطَاء سے ماضی

جمع مذکر حاضر (خطأ کا مادہ مجرد سے عمداً
غلطی کرنے اور افعال سے بھول کر غلطی
کرنے کے معنے میں آتا ہے)

اَخْطَأْنَا: ہم چوکے۔ ہم نے خطا کی۔ اِخْطَاء سے
ماضی جمع متکلم۔

اَخْفیٰ: بہت چھپا ہوا۔ خِفاء سے اسم تفضیل
واحد مذکر۔

اَخْفِضْ: تو جھکا۔ پست کر۔ اِخْفَاض
سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُخْفِیَ: وہ چھپایا گیا۔ اِخْفَاء سے ماضی
مجہول واحد مذکر غائب۔

اُخْفِیْ: میں چھپاتا ہوں۔ اِخْفَاء سے مضارع واحد متکلم

اَخْفَیْتُمْ: تم نے چھپایا۔ اِخْفَاء سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

اَخِلَّاءُ: دوست۔ احباب۔ واحد خَلِیْل

اَخْلَدَ: وہ سدا رہا۔ اِخْلَاد سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اَخْلَصْنَا: ہم نے خالص کیا۔ ممتاز کیا۔
اِخْلَاص سے ماضی جمع متکلم۔

اَخْلَصُوْا: انہوں نے خالص کیا۔ اِخْلَاص
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِخْلَعْ: تو اتار۔ خَلْع سے امر واحد مذکر حاضر

اُخْلُفْ: تو خلیفہ ہو۔ نائب ہو۔ خِلَافَۃ
سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَخْلَفْتُ: میں نے وعدہ خلافی کی۔ اِخْلَاف
سے ماضی واحد متکلم۔

اَخْلَفُوْا: انہوں نے خلاف کیا۔ اِخْلَاف
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَخْلُقُ: میں بناتا ہوں۔ خَلْق سے مضارع
واحد متکلم۔ خَلْق کے معنے کسی چیز کو عدم
سے وجود میں لانا ہے اس طرح کہ پہلے
سے اس کی اصل اور نمونہ بھی موجود نہ ہو
یہ صورت صرف جناب باری تعالیٰ
کے لیے مخصوص ہے۔ کبھی ایک چیز سے دوسری
چیز بنا دینے کو بھی خلق کہتے ہیں وَاَخْلُقُ
مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ (میں
مٹی سے پرندہ کی صورت بناتا ہوں) میں
جو حضرت عیسیٰ کے قول کو بیان کیا گیا ہے۔
تو یہاں تبدیلی صورت ہی مراد ہے۔
(مفردات) علامہ عثمانی فرماتے ہیں محض
شکل و صورت بنانے کو خلق سے تعبیر
کرنا صرف ظاہری حیثیت سے ہے۔ جیسے
حدیث صحیح میں معمولی تصویر بنانے کو خلق
سے تعبیر فرمایا اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ یا خدا
کو اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ فرما کر بتلا دیا کہ
محض ظاہری صورت کے لحاظ سے

غیر اللہ پر بھی یہ لفظ بولا جا سکتا ہے۔ شاید
اسی لئے یہاں یوں نہ فرمایا کہ "میں مٹی
سے پرندہ بنا دیتا ہوں"۔ بلکہ یوں کہا
"میں مٹی سے پرندہ کی شکل بنا کر اس میں
پھونک مارتا ہوں"۔ (فوائد القرآن)

وَلَمْ اَخُنْ :- میں نے خیانت نہیں کی خیانۃ
سے مضارع نفی جحد واحد متکلم۔

اَخَوَات :- بہنیں - واحد اُخْت۔

اَخْوَال :- ماموں - واحد خَال۔

اِخْوَان :- بھائی - واحد اَخ۔

اِخْوَۃ :- بھائی - واحد اَخ "بعض علماء
لغت کی رائے ہے کہ اگر دوستی کے
لحاظ سے بھائی مراد ہوں تو اس کی
جمع اِخوان آتی ہے۔ اور اگر نسب کے
لحاظ سے بھائی مراد ہو تو اس کی
جمع اِخْوَۃ۔ قرآن میں جو فرمایا گیا۔
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ تو اس
میں اس طرف اشارہ ہے کہ گویا
مسلمان آپس میں سگے بھائی ہیں"۔

اَخُوْہُ :- اس کا بھائی - اَخ حالت رفعی میں
ضمیر مجرور واحد مذکر غائب کی طرف
مضاف ہے +

اَخِیْ :- میرا بھائی - اَخ مضاف بہ یائے متکلم۔

اَخْیَار :- نیک لوگ - واحد خَیْر۔

اَخِیْہِ :- اس کا بھائی - اَخ بحالت جری ضمیر
مجرور واحد مذکر غائب کی طرف مضاف ہے

اِدّ :- بھاری بات - بری بات

اَدَاء :- پہنچانا - حق ادا کرنا - باب تفعیل سے کلام
کے وزن پر مصدر ہے۔

اِدّٰرَءْتُمْ :- تم نے ایک دوسرے پر ڈالا۔
اِدّٰرَءُ سے ماضی جمع مذکر حاضر ہوا۔ اِدّٰرَءَ
اصل میں تَدَارُءٌ تھا۔ تا کو دال سے بدل کر
ادغام کیا اور شروع میں ہمزہ وصل لگا
اسی طرح اِدّٰرَءْتُمْ بھی دراصل تَدَارَءْتُمْ
تھا +

اِدّٰرَکَ :- تھک کر رہ گیا۔ اِدّٰرَکَ سے ماضی
واحد مذکر غائب۔ (یہاں بھی حسب سابق
ادغام ہوا ہے۔)

اِدّٰرَکُوْا :- وہ گر چکے۔ اِدّٰرَکَ سے ماضی جمع
مذکر غائب (ادغام حسب سابق)

اِدْبَار :- پیٹھ پھیرنا۔ شکست کھانا۔ باب افعال
سے مصدر ہے +

اَدْبَار :- پیٹھیں - بعد میں - واحد دُبُر۔ پہلے معنے
میں حقیقت اور دوسرے معنے میں مجاز ہے

اَدْبَرَ :- اس نے پیٹھ پھیری۔ اِدْبَار سے ماضی
واحد مذکر غائب +

اَدْخِلْ :- تو داخل کر۔ اِدْخَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُدْخُلْ :- تو داخل ہو۔ دُخُول سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُدْخِلَنَّ :- میں ضرور داخل کرونگا۔ قرآنِ کریم میں لَاُدْخِلَنَّ ہے۔ اِدْخَال سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اُدْخُلُوْا :- تم داخل ہو۔ دُخُول سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُدْخِلُوْا :- وہ داخل کئے گئے۔ اِدْخَال سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُدْخُلِیْ :- تو داخل ہو۔ دُخُول سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اَدْرٰی :- اس نے خبر دی۔ جتلایا۔ اِدْرَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِدْرَءُوْا :- تم دفع کرو۔ دور کرو۔ دَرْءٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَدْرَكَ :- اس نے پالیا۔ جان لیا۔ اِدْرَاك سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَدْرِیْ :- میں جانتا ہوں۔ دِرَایَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اِدْرِیْس :- ایک پیغمبر (علیہ السلام) کا نام نامی جو حضرت آدم اور حضرت نوح ؑ کے درمیانی زمانہ میں گزرے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ دنیا میں نجوم و حساب کا علم قلم سے لکھنا۔ کپڑا سینا۔ ناپ تول کے آلات اور اسلحہ کا بنانا انہوں نے ایجاد کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح وہ بھی آسمان پر زندہ اٹھائے گئے۔ اور اب تک زندہ ہیں۔ انکا اصل نام اخنوخ یا اخنون تھا۔ کثرت درس و تدریس کے سبب ان کا نام ادریس مشہور ہوگیا (الاتقان وغیرہ)

اُدْعُ :- تو مانگ۔ پکار۔ دعا کر۔ بلا۔ دُعَاء سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُدْعُوْا :- تم پکارو۔ دعا کرو۔ بلاؤ۔ دُعَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَدْعِیَاءَ :- لے پالک بیٹے (متبنیٰ) واحد۔ دَعِیّ

اِدْفَعْ :- تو دور کر۔ جوابدہی کر۔ دَفْع سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِدْفَعُوْا :- تم دور کرو۔ دَفْع سے امر جمع مذکر حاضر

اِدَّکَرَ :- اس نے یاد کیا۔ اِدِّکَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اِدِّکَار اصل میں اِذْتِکَار تھا۔ تاء کو دال سے بدلا۔ پھر ذال کو دال کرکے دوسری دال

میں ادغام کر دیا۔ اِسی طرح اِدَّکَرَ بھی در
اصل اِذْتَکَرَ تھا۔

اَدُلُّ: میں بتاؤں۔ دَلَالَۃ سے مضارع
واحد متکلم۔

اَدْلیٰ: اس نے لٹکایا۔ اِدْلَاءٌ سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اَدْنیٰ: بہت نزدیک۔ بہت گھٹیا۔ دُنُوّ
سے اسم تفضیل واحد مذکر۔ پہلے معنے میں
حقیقت ہے اور دوسرے میں مجاز۔

اَدُّوا: تم سپرد کرو۔ (بصلۂ الیٰ) اَدَاءٌ۔
تَأْدِیَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَدْھیٰ: بڑی مصیبت۔ دَھْیٌ سے اسم تفضیل
واحد مذکر۔ دَھْی کے معنے مصیبت پہنچنا
خرابی لاحق ہونا ہیں۔

اِذْ: جس وقت۔ جب۔ جبکہ (اسم ظرف زمان ہے)

اِذًا: اس وقت تو۔ تب تو (حرف ناصبہ ہے)

اِذَا: جب۔ یکایک۔ ناگاہ۔

اَذَاعُوا: انہوں نے شہرت دی۔ اِذَاعَۃ
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَذَاقَ: اس نے چکھایا۔ اِذَاقَۃ سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اَذَان: خبر دینا۔ سنا دینا۔ کلام کے وزن
پر باب تفعیل سے اسم مصدر۔

اَذْبَحُ: میں ذبح کرتا ہوں۔ ذَبْحٌ سے مضارع
واحد متکلم۔

اَذْکُرُ: میں یاد کروں۔ ذِکْر سے مضارع واحد متکلم

اُذْکُرُوا: تم یاد کرو۔ ذِکْر سے امر جمع مذکر حاضر

اَذْقَان: ٹھوڑیاں۔ واحد۔ ذَقَن۔

اَذَقْنَا: ہم نے چکھایا۔ اِذَاقَۃ سے ماضی
جمع متکلم۔

اَذَلُّ: بڑا ذلیل۔ بہت بے قدر۔ ذُلّ سے
اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَذِلَّۃ: ذلیل و خوار لوگ۔ نرم دل لوگ۔
واحد۔ ذَلِیل۔

اَذَلِّیْنَ: ذلیل ترین لوگ۔ ذُلّ سے اسم
تفضیل جمع مذکر بحالت جری۔ واحد اَذَلّ

اُذُن: کان۔ سننے قبول کرنے والا۔ جمع آذَان
پہلے معنے میں حقیقت اور دوسرے معنی میں
مجاز ہے۔

اُذِنَ: اجازت دی گئی۔ اِذْن سے ماضی
مجہول واحد مذکر غائب۔

اِذْن: ارادہ۔ حکم۔ اجازت۔ (دراصل یہ
سمع سے مصدر ہے)

اَذَّنَ: اس نے پکارا۔ تَأْذِیْن سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اَذِّنْ: تو پکار۔ تَأْذِیْن سے امر واحد مذکر حاضر

اَذِنَتْ:- اُس نے سُن لیا۔ اُذْن سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اُذُنَیْن:- دو کان۔ اُذُن کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

اَذْھَبَ:- اس نے دور کیا۔ اِذْھَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِذْھَبْ۔ تو جا۔ تو لے جا۔ ذَھَاب سے امر واحد مذکر حاضر۔ دوسرے معنے میں بصلہ باء آتا ہے۔

اِذْھَبَا:- تم جاؤ۔ ذَھَاب سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔

اَذْھَبْتُم:- تم لے گئے۔ تم نے ضائع کیا۔ اِذْھَاب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِذْھَبُوْا:- تم جاؤ۔ تم لے جاؤ۔ (دوسرے معنے میں بصلہ باء) ذَھَاب سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَذًی:- نجاست۔ تکلیف۔ ضرر۔

اَرِ:- تو دکھا۔ اِرَاءَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَرَائِك:- تخت۔ واحد۔ اَرِیْکَۃ۔

اَرَادَ:- اس نے چاہا۔ ارادہ کیا۔ اِرَادَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَرَادَا:- انہوں نے چاہا۔ اِرَادَۃ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اَرَادُوا:- انہوں نے چاہا۔ اِرَادَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَرَاذِل:- نیچ قوم کے۔ کمینے۔ بڑے ذلیل۔ رَذل سے اسم تفضیل جمع مذکر۔ واحد اَرْذَل

اَرْبٰی:- زیادہ چڑھا ہوا۔ بڑھا ہوا۔ رَبا سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَرْبَاب:- پالنے والے۔ مالک۔ معبود۔ واحد رَبّ۔

اِرْبَۃ:- حاجت۔ غرض۔ ج اِرَب۔

اَرْبَع:- چار (اسم عدد مؤنث کے لئے)

اَرْبَعِیْن:- چالیس (بحالت نصبی و جری)

اِرْتَابَ:- اس نے شک کیا۔ اِرْتِیَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِرْتَابَتْ:- اس نے شک کیا۔ اِرْتِیَاب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِرْتَابُوْا:- انہوں نے شک کیا۔ اِرْتِیَاب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِرْتَبْتُم:- تم نے شک کیا۔ اِرْتِیَاب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِرْتَدَّ:- وہ الٹ گیا۔ وہ پھر گیا۔ اِرْتِدَاد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِرْتَدَّا:- وہ الٹے پھرے۔ اِرْتِدَاد سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اِرْتَدُّوْا:- وہ الٹے پھرے۔ اِرْتِدَاد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِرْتَضٰی:۔ وہ راضی ہوا۔ اس نے پسند کیا۔
اِرْتِضَاء سے ماضی واحد مذکر غائب
اِرْتَقِبْ:۔ منتظر رہ۔ راہ دیکھ۔ اِرْتِقَاب سے
امر واحد مذکر حاضر۔
اِرْتَقِبُوْا:۔ تم منتظر رہو۔ اِرْتِقَاب سے امر
جمع مذکر حاضر۔
اَرْجَاء:۔ کنارے۔ واحد رَجَا۔
اَرْجِعُ:۔ میں پھیر دوں۔ رُجُوْع سے مضارع
واحد متکلم۔
اَرْجِعْ:۔ تو پھیر۔ اِرْجَاع سے امر واحد
مذکر حاضر۔
اِرْجِعْ:۔ تو پھر جا۔ رُجُوْع سے امر واحد مذکر حاضر
اِرْجِعُوْا:۔ تم پھر جاؤ۔ رُجُوْع سے امر جمع
مذکر حاضر۔
اِرْجِعِیْ:۔ تو پھر جا۔ لوٹ جا۔ رُجُوْع سے
امر واحد مؤنث حاضر۔
اَرْجُل:۔ پاؤں۔ واحد رِجْل۔
اَرْجُمَنَّ:۔ میں ضرور سنگسار کروں گا۔ قرآن
کریم میں لَاَرْجُمَنَّکَ ہے۔ رَجْم سے
مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و
نون ثقیلہ۔
اُرْجُوْا:۔ تم امید رکھو۔ رَجَاء سے امر جمع
مذکر حاضر۔

اَرْجِہٖ:۔ تو اس کو ڈھیل دے۔ یہ اَرْجِ۔
اِرْجَاء سے امر واحد مذکر حاضر ہے۔ اور
آخر میں ضمیر منصوب متصل واحد مذکر غائب
لاحق ہے۔
اَرْحَام:۔ بچہ دانیاں۔ رشتے ناتے۔ قرابتیں
واحد رَحِم۔
اَرْحَمُ:۔ بڑا رحم والا۔ بڑا مہربان۔ زیادہ
رحم کرنے والا۔ رَحْمَت سے اسم تفضیل
واحد مذکر۔
اِرْحَمْ:۔ تو رحم کر۔ رَحْمَت سے امر واحد مذکر حاضر
اَرْدٰی:۔ اس نے ہلاک کیا۔ غارت کیا۔ اِرْدَاء
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَرَدْتُّ:۔ میں نے چاہا۔ اِرَادَۃ سے ماضی
واحد متکلم۔
اَرَدْتُّمْ:۔ تم نے چاہا۔ اِرَادَۃ سے ماضی جمع
مذکر حاضر۔
اَرَدْنَ:۔ انہوں نے چاہا۔ اِرَادَۃ سے ماضی
جمع مؤنث غائب۔
اَرَدْنَا:۔ ہم نے چاہا۔ اِرَادَۃ سے ماضی جمع متکلم
اَرْذَلُ:۔ بہت کمینہ۔ خراب تر۔ رَذَالَۃ سے
اسم تفضیل واحد مذکر۔
اَرْذَلُوْنَ:۔ کمینے۔ ذلیل لوگ۔ واحد
اَرْذَل۔

اُرْزُقْ :- تو روزی دے۔ رِزْق سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُرْزُقُوْا :- تم روزی دو۔ رِزْق سے اَمر جمع مذکر حاضر۔

اَرْسٰی :- اس نے قائم کیا۔ اِرْسَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اِرْسَاء کے اصل معنی کشتی کا لنگر ڈالنا ہیں۔ چونکہ لنگر گرا کر کشتی یا جہاز کو سمندر میں روک لیا جاتا ہے۔ اس لئے مجازاً اس کا استعمال پہاڑوں کی تخلیق کے لئے فرمایا گیا ہے جن کی وجہ سے زمین سطح آب پر ٹھہری۔

اُرْسِلُ :- میں بھیجوں گا۔ اِرْسَال سے مضارع واحد متکلم۔

اُرْسِلَ :- وہ بھیجا گیا۔ اِرْسَال سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اَرْسِلْ :- تو بھیج۔ اِرْسَال سے امر واحد مذکر حاضر

اَرْسَلَ :- اس نے بھیجا۔ اِرْسَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَرْسَلَتْ :- اس نے بھیجا۔ اِرْسَال سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَرْسَلْتَ :- تو نے بھیجا۔ اِرْسَال سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اُرْسِلْتُمْ :- تم بھیجے گئے۔ اِرْسَال سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

اُرْسِلْنَا :- ہم بھیجے گئے۔ اِرْسَال سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

اَرْسَلُوْا :- انہوں نے بھیجا۔ اِرْسَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُرْسِلُوْا :- وہ بھیجے گئے۔ اِرْسَال سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اَرْسِلُوْا :- تم بھیجو۔ اِرْسَال سے امر جمع مذکر حاضر

اِرْصَاد :- تاکنا۔ گھات لگانا۔ باب افعال سے مصدر۔

اَرْض :- زمین۔ جمع اَرَضُوْن۔ اَرَاضِی

اَرْضَعَتْ :- اس نے دودھ پلایا۔ اِرْضَاع سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَرْضَعْنَ :- انہوں نے دودھ پلایا۔ اِرْضَاع سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اَرْضِعِیْ :- تو دودھ پلا۔ اِرْضَاع سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اِرْعَوْا :- تم چرواؤ۔ نگہبانی کرو۔ رَاعِی۔ رِعَایَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِرْغَبْ :- راغب ہو۔ دل لگا (بصلہ الیٰ)، رَغْبَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِرْکَبْ :- تو سوار ہو۔ رُکُوْب سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِرْكَبُوْا: تم سوار ہو۔ رُكُوْب سے امر جمع مذکر حاضر

اَرْكَسَ: اس نے اُلٹ دیا۔ اِرْكَاس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُرْكِسُوْا: وہ اُلٹے گئے۔ اِرْكَاس سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُرْكُضْ: تو لات مار۔ رَكْض سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِرْكَعُوْا: جھکو۔ تواضع اختیار کرو۔ رکوع کرو۔ نماز پڑھو۔ رُكُوْع سے امر جمع مذکر حاضر۔ رکوع سے قرآن کریم میں نماز بھی مراد لی گئی ہے یا اس لئے کہ وہ رکوع پر مشتمل ہے اور یا اس لئے کہ وہ تواضع اور عاجزی کی سب سے کامل صورت ہے۔ کیونکہ اس میں وہ تمام ہیئتیں آجاتی ہیں۔ جن سے ایک شخص اپنے آقا و مولیٰ کے سامنے اظہار عجز و ذلت کرتا ہے

اِرْكَعِيْ: تو جھک۔ رُكُوْع سے امر واحد مؤنث حاضر

اِرَم: ایک شخص کا نام۔ ایک قوم کا نام۔ عاد اولیٰ کے اجداد میں ایک شخص کا نام تھا۔ اِرَم۔ اسی کے نام پر اُنہوں نے اپنی بستی کا نام بھی اِرَم رکھا تھا۔ قرآن کریم میں عَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں دونوں معنے مراد ہو سکتے ہیں یعنی وہ عاد جو ارم کی اولاد ہیں۔ (بتقدیر سبط) یا وہ عاد جو ارم کے رہنے والے ہیں (بتقدیر اَهل) یہ لوگ بڑے ڈیل ڈول کے اور بڑی طاقت و قوت والے تھے۔ انہوں نے بڑی شاندار بڑے بڑے ستونوں والی عمارتیں بنائی تھیں۔ اس وقت دنیا میں کوئی قوم ان جیسی طاقتور اور متمدن نہ تھی۔

(روح البیان ج ۲)

اَرُوْا: تم دکھاؤ۔ اِرَاءَة سے امر جمع مذکر حاضر

اِرْهَبُوْا: تم ڈرو۔ رَهْبَة سے امر جمع مذکر حاضر

اُرْهِقُ: میں سخت تکلیف دوں گا۔ اِرْهَاق سے مضارع واحد متکلم۔

اَرٰی: میں دیکھتا ہوں۔ اُس نے دکھایا۔ پہلے معنے میں رُؤْيَة سے مضارع واحد متکلم۔ اور دوسرے معنے میں اِرَاءَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُرِيْ: میں دکھاؤں گا۔ اِرَاءَة سے مضارع واحد متکلم۔

اُرِيْدُ: میں چاہتا ہوں۔ اِرَادَة سے مضارع واحد متکلم۔

اَرَيْنَا: ہم نے دکھایا۔ اِرَاءَة سے ماضی جمع متکلم۔

اَزٌّ: ابھارنا۔ برانگیختہ کرنا۔ مصدر باب نَصَرَ سے۔

آزاغ: اُس نے پھیر دیا۔ ٹیڑھا کیا۔ اِزاغۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِزْدَادُوْا:۔ وہ زیادہ ہوئے۔ اِزْدِیَاد سے ماضی جمع مذکر غائب۔ اِزْدِیَاد اصل میں اِزْتِیَاد تھا۔ تا کو دال سے بدلا اسی طرح اِزْدَادُوْا بھی دراصل اِزْتَیَدُوْا تھا۔ تاء کو دال سے اور ی کو الف سے بدل لیا گیا +

اُزْدُجِرَ:۔ وہ جھڑکا گیا۔ اِزْدِجَار سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ یہاں بھی حسب سابق تاء کو دال سے بدلا گیا ہے

آزْر:۔ کمر۔ پیٹھ۔ قوت۔

اَزِفَتْ:۔ وہ نزدیک ہوئی۔ آپہنچی۔ اُزُوف سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَزْکیٰ:۔ بہت پاکیزہ۔ زکاء سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو زکوٰۃ)

اَزَلَّ:۔ اس نے بھٹکایا۔ لغزش دی۔ اِزلال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَزْلام:۔ جوئے کے تیر۔ پانسے کے تیر زَلَم واحد

ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ اَزلام سے مراد وہ تیر ہیں جو خانہ کعبہ میں ھُبَل بُت کے پاس رکھے تھے۔ ان میں سے کسی پر لکھا تھا۔ (ربّ کا حکم ہے) اور کسی پر (ربّ کا حکم نہیں) جب کسی کام میں تذبذب ہوتا تو تیر اٹکل سے نکالتے اور جو تیر ہاتھ میں آجاتا اُس کی تحریر کے مطابق عمل کرتے گویا ان تیروں کے فیصلے کو اپنے بتوں کا فیصلہ قرار دے کر واجب العمل سمجھتے تھے۔ بعض دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ھُبَل کے تیروں کے علاوہ عرب میں بعض کاہن بھی اپنے پاس ایسے تیر رکھتے تھے۔ بلکہ ہر شخص خصوصاً سفر کے زمانے میں اپنے خورجین میں ایسے تیر رکھتا تھا +

اِسلام نے تیروں کے ذریعہ قسمت طلبی کے اس طریقہ کو حرام قرار دیا اور فرمایا۔ وَأَن تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ (اور تم پر ازلام کے ذریعہ قسمت طلبی حرام کی گئی ہے)

حرمت کی وجہ کیا ہے؟ اِس کے متعلق بعض کی رائے ہے۔ کہ چونکہ اس میں بتوں کی تعظیم ہے۔ اس لئے اسے حرام کیا گیا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ چونکہ اس میں غیب کو معلوم کرنے کی سعی کی جاتی ہے جو اللہ تعالےٰ کے لئے مخصوص ہے اس لئے حرام کیا گیا اور بعض کی رائے ہے

کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ پر افترا ہے
کہ جو حکم معلوم ہو اُسے اللہ کا حکم سمجھا جاتا
ہے۔ اس لئے حرام کیا گیا۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے اس
طریقے کو اس لئے باطل قرار دیا کہ یہ طریقہ
ان لوگوں کا ہے جن کے دماغ پر اوہام
و خرافات مسلط ہوں۔ اور عقل کی روشنی
کا وہاں گزر نہ ہوا ہو۔ اسلام دینِ
عقل و فہم ہے۔ مذہب بصیرت و برہان
ہے۔ وہ اپنے پیروؤں سے مطالبہ کرتا
ہے۔ کہ ہر کام سوچ سمجھ کر کریں۔ جو قدم
اٹھائیں وہ عقل کی روشنی میں اٹھے۔
اور دین کی شاہراہ پر پڑے۔ اسی لئے
اسلام نے طیرہ۔ کہانہ۔ عرافہ۔ عیافہ اور
جاہلیت کے دوسرے گورکھ دھندوں
سے بے تعلق ہونے کا حکم دیا۔ اس تفصیل
سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ حکم صرف
تیروں سے قسمت معلوم کرنے تک ہی
محدود نہیں۔ بلکہ مہرے کاش یا تسبیح کے
دانے (جیسا کہ مصر میں رواج ہے) سب
کو شامل ہے۔ چنانچہ بعض مفسرین نے
ازلام کی تعریف میں بھی اس قسم کی
چیزوں کو داخل کیا ہے۔

البتہ بعض اوقات کسی کام کے سلسلہ میں
آدمی دلائل و براہین کا جائزہ لیتا ہے تو
وہ باہم ٹکراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور
اسے کوئی ایسا واضح راستہ نظر نہیں
آتا۔ جس پر وہ اعتماد اور وثوق کی قوت
کے ساتھ بے روک ٹوک گزر جائے۔ ایسی
صورت میں وہ ایک کشمکش میں مبتلا ہو جاتا
ہے! وہ نہیں فیصلہ کر سکتا کہ کیا کرے اور
کیا نہ کرے۔

دماغی کشمکش اور قلبی اضطراب کی اس
دلدل سے نکلنے کے لئے اسلام نے یہ
طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ کہ اس وقت بندہ
اپنے مولیٰ سے مدد طلب کرے۔ دو رکعت
نماز ادا کر کے عاجزی و بے کسی کے ساتھ
اس علام الغیوب اور قادر مطلق کی بارگاہ
میں دعا کرے۔ کہ وہ اس پر راہِ حق
کھول دے اور جو کام اس کی دنیا اور آخرت
کے لئے بہتر ہو اس کی توفیق دے۔ اس
دعا کے بعد جس طرف اس کا دل جھکے؛
کام کر گزرے انشاءاللہ وہی اس کے
لئے بہتر ہوگا۔ شریعت کی اصطلاح میں
میں اسے استخارہ کہتے ہیں اور اسے سنت
قرار دیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ استقسام اور تفاؤل سے اسکی نوعیت بالکل علیحدہ ہے۔ اور اس کا مدعا اس کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا یا دین کے ہر کام میں بندہ اپنی ذات پر نہیں بلکہ اپنے مولیٰ پر بھروسہ کرے۔ (تفسیر المنار ج ۶ صفحہ ۱۴۷ ۱۵۳ ملخصاً)

أُزْلِفَتْ:۔ وہ نزدیک لائی گئی قریب کی گئی۔ اِزْلَاف سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

أَزْلَفْنَا: ہم نے نزدیک کر دیا۔ اِزْلَاف سے ماضی جمع متکلم۔

أَزْوَاج:۔ جوڑے۔ مانند۔ واحد زَوْج۔

أَزِيْدُ:۔ میں زیادہ کروں گا۔ زِیَادَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

أُزَيِّنَنَّ:۔ میں ضرور آراستہ کروں گا۔ قرآن میں لَأُزَيِّنَنَّ ہے۔ تَزْیِیْن سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ

اِزَّيَّنَتْ:۔ وہ خوشنما ہوئی۔ اِزِّیَان سے ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِزِّیَان اصل میں اِزْتِیَان تھا۔ تاء کو زاء سے بدل کر ادغام کر دیا ہے +

أَسَاءَ:۔ اس نے برا کیا۔ اس نے برائی کی اِسَاءَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب

أَسَأْتُمْ:۔ تم نے برا کیا۔ اِسَاءَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

أَسَاءُوْا:۔ انہوں نے برا کیا۔ اِسَاءَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

أُسَارٰی:۔ قیدی۔ گرفتار۔ واحد۔ أَسِیْر۔

أَسَاطِيْر:۔ لکھے ہوئے افسانے۔ واحد۔ أُسْطُوْرَۃ کفار قرآن مجید کو بطور تمسخر أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْن کہتے تھے یعنی پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی کہانیاں۔

أَسْأَلُ:۔ میں مانگتا ہوں۔ سُؤَال سے مضارع واحد متکلم۔

اِسْأَلْ:۔ تو مانگ۔ تو پوچھ۔ سُؤَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْأَلُوْا:۔ تم مانگو۔ تم پوچھو۔ سُؤَال سے امر جمع مذکر حاضر +

أَسَاوِر:۔ کنگن۔ پہنچیاں۔ واحد۔ سِوَار۔

أَسْبَاب:۔ علاقے۔ رسیاں۔ واحد سَبَب پہلے معنے میں مجازاً اور دوسرے میں حقیقتہً

أَسْبَاط:۔ قبیلے۔ یہودیوں کے قبیلے۔ سِبْط۔ واحد۔ خاندان۔ قبیلہ۔ سِبْط کے معنے پھیلنے کے ہیں۔ اسی مناسبت سے ان قبیلوں کو جو ایک مورث اعلیٰ کی نسل سے ہوں۔ أَسْبَاط کہا گیا۔ گویا وہ ایک

درخت کی پھیلی ہوئی شاخیں ہیں۔ قرآنِ
کریم میں اسباط کا استعمال یہودیوں
کے ان بارہ قبیلوں کے لئے ہوا ہے جو حضرت
یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے۔ اور
بنی اسرائیل کہلائے۔

أَسْبَغَ: اس نے پورا کیا۔ إِسْبَاغ سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اِسْتَأْجِرْ: نوکر رکھ۔ اُجرت پر رکھ۔ اِسْتِئْجَار
سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَأْجَرْتَ: تو نے نوکر رکھا۔ اِسْتِئْجَار سے
ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَأْذَنَ: اس نے اجازت چاہی۔ اِسْتِئْذَان
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَأْذَنُوْا: انہوں نے رخصت چاہی۔
اِسْتِئْذَان سے ماضی جمع مذکر غائب

اِسْتِبْدَال: بدلنا۔ باب استفعال سے مصدر

اِسْتَبْرَق: دیبا۔ موٹا ریشمی کپڑا۔

اِسْتَبْشِرُوْا: تم خوش ہو۔ بشارت پاؤ۔
اِسْتِبْشَار سے امر جمع مذکر حاضر

اِسْتَبَقَا: وہ دوڑے۔ ان دو نے سبقت
کی۔ اِسْتِبَاق سے ماضی تثنیہ مذکر غائب

اِسْتَبِقُوْا: تم سبقت کرو۔ اِسْتِبَاق
سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَجَابَ: اس نے قبول کیا۔ اِسْتِجَابَة
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَجَابُوْا: انہوں نے بات مانی۔ اِسْتِجَابَة
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَجَارَ: اس نے پناہ مانگی۔ اِسْتِجَارَة
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

أَسْتَجِبْ: میں مان لوں گا۔ قبول کروں گا
اِسْتِجَابَة سے مضارع واحد متکلم مجزوم

اِسْتَجَبْتُمْ: تم نے مان لیا۔ اِسْتِجَابَة
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اُسْتُجِيْبَ: وہ مانا گیا۔ اِسْتِجَابَة سے
ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اُسْتُجِيْبَتْ: وہ قبول کی گئی۔ اِسْتِجَابَة سے ماضی مجہول
واحد مؤنث غائب

اِسْتَجِيْبُوْا: تم حکم مانو۔ اِسْتِجَابَة سے امر جمع مذکر حاضر

اِسْتَحَبُّوْا: انہوں نے دوست رکھا۔ اختیار
کیا۔ اِسْتِحْبَاب سے ماضی جمع مذکر غائب

اُسْتُحْفِظُوْا: وہ نگہبان ٹھیرائے گئے۔
اِسْتِحْفَاظ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب

اِسْتَحَقَّ: وہ لائق ہوا۔ حقدار ہوا۔ اِسْتِحْقَاق
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَحَقَّا: وہ دونوں حقدار ہوئے۔ اِسْتِحْقَاق
سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اِسْتَحْوَذَ: وہ غالب ہو گیا۔ اِسْتِحْوَاذ

سے ماضی واحد مذکر غائب۔

[illegible]: حیا کرنا۔ شرمانا۔ باب استفعال سے مصدر (مادہ حَیَاء)

[illegible]: تم زندہ چھوڑ دو۔ باقی رکھو۔

[illegible]: سے امر جمع مذکر حاضر (ماخذ حیاۃ)

[illegible]: اس نے نکالا۔ اِسْتِخْرَاج سے ماضی واحد مذکر غائب۔

[illegible]: اس نے عقل کھو دی۔ اِسْتِخْفَاف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

[illegible]: میں خالص کر رکھوں۔ اِسْتِخْلَاص سے مضارع واحد متکلم۔

[illegible]: اس نے خلیفہ کیا۔ اِسْتِخْلَاف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

[illegible]: اس نے چرایا۔ اِسْتِرَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

[illegible]: انہوں نے ڈرایا۔ اِسْتِرْهَاب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

[illegible]: اس نے ڈگا دیا۔ بہکا دیا [illegible] سے ماضی واحد مذکر غائب۔

[illegible]: اس نے پانی مانگا۔ [illegible] سے ماضی واحد مذکر غائب۔

[illegible]

[illegible]

اِسْتَضْعَفُوا: انہوں نے کمزور سمجھا۔ اِسْتِضْعَاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُسْتُضْعِفُوا: وہ کمزور سمجھے گئے۔ اِسْتِضْعَاف سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اِسْتَطَاعَ: وہ کرسکا۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَطَاعُوا: وہ کرسکے۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَطَعْتَ: تجھ سے ہو سکا۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَطَعْتُ: مجھ سے ہو سکا۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی واحد متکلم۔

اِسْتَطَعْتُمْ: تم کر سکے۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَطْعَمَا: انہوں نے کھانا مانگا۔ اِسْتِطْعَام سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اِسْتَطَعْنَا: ہم سے ہو سکا۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی جمع متکلم۔

اِسْتِعْجَال: جلد مانگنا۔ عجلت کرنا۔ باب استفعال سے مصدر۔

اِسْتَعْجَلْتُمْ: تم نے جلدی کی۔ اِسْتِعْجَال سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَعِذْ: تو پناہ مانگ۔ اِسْتِعَاذَة سے

امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَعْصَمَ: وہ بچ گیا۔ اس نے خود کو بچا لیا۔ اِسْتِعْصَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَعْلٰی: اس نے غلبہ پایا۔ اِسْتِعْلاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَعْمَرَ: اس نے بسایا۔ آباد کیا۔ اِسْتِعْمار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَعِیْنُوْا: تم مدد چاہو۔ اِسْتِعَانَة سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَغَاثَ: اس نے فریاد چاہی۔ اِسْتِغَاثَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَغْشَوْا: انہوں نے اپنے اوپر لپیٹ لیا۔ اِسْتِغْشَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتِغْفَار: بخشش چاہنا۔ معافی مانگنا۔ باب استفعال سے مصدر۔

اَسْتَغْفِرُ: میں بخشش چاہوں گا۔ اِسْتِغْفَار سے مضارع واحد متکلم۔

اِسْتَغْفِرْ: تو مغفرت چاہ۔ دعائے مغفرت کر۔ اِسْتِغْفَار سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَغْفَرْتَ: تو نے مغفرت چاہی۔ دعائے مغفرت کی۔ اِسْتِغْفَار سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَغْفَرُوْا: انہوں نے مغفرت چاہی۔ اِسْتِغْفَار سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَغْفَرَ: اس نے بخشش چاہی، دعائے مغفرت کی۔ اِسْتِغْفَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَغْفِرُوْا: تم مغفرت چاہو۔ اِسْتِغْفَار سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَغْفِرِیْ: تو مغفرت چاہ۔ اِسْتِغْفَار سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اِسْتَغْلَظَ: وہ موٹا ہوا۔ اِسْتِغْلَاظ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَغْنٰی: اس نے بے پروائی کی۔ اِسْتِغْنَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَفْتِ: تو پوچھ۔ اِسْتِفْتَاء سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَفْتَحُوْا: انہوں نے فیصلہ چاہا۔ اِسْتِفْتَاح سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَفْزِزْ: تو پریشان کر، بہکا۔ اِسْتِفْزَاز سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتِقَامَة: سیدھا ہونا۔ باب استفعال سے مصدر۔

اِسْتَقَامُوْا: وہ سیدھے ہوئے۔ اِسْتِقَامَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَقَرَّ: وہ ٹھیرا۔ اِسْتِقْرَار سے ماضی واحد مذکر غائب

اِسْتَقِمْ: تو ثابت قدم رہ۔ اِسْتِقَامَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَقِیْمَا: تم ثابت قدم رہو۔ اِسْتِقَامَۃ سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔

اِسْتَقِیْمُوْا: تم ثابت قدم رہو۔ استقامۃ سے امر جمع مذکر حاضر

اِسْتَکَانُوْا: انہوں نے عاجزی اختیار کی۔ اِسْتِکَانَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتِکْبَار: غرور کرنا۔ سرکشی کرنا۔ باب استفعال سے مصدر۔

اِسْتَکْبَرَ: اس نے غرور کیا۔ اِسْتِکْبَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَکْبَرْتَ: تو نے غرور کیا۔ اِسْتِکْبَار سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَکْبَرْتُمْ: تم نے غرور کیا۔ سرکشی کی۔ اِسْتِکْبَار سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَکْبَرُوْا: انہوں نے غرور کیا۔ سرکشی کی۔ اِسْتِکْبَار سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَکْثَرْتُ: میں نے بہت جمع کیا۔ اِسْتِکْثَار سے ماضی واحد متکلم۔

اِسْتَکْثَرْتُمْ: تم نے بہت جمع کیا۔ اِسْتِکْثَار سے ماضی جمع مذکر حاضر

اِسْتَمْتَعَ: اس نے فائدہ اٹھایا۔ اِسْتِمْتَاع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَمْتَعْتُمْ: تم نے فائدہ اٹھایا۔ اِسْتِمْتَاع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَمْتَعُوْا: انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ اِسْتِمْتَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَمْسِکْ: تو مضبوط پکڑ۔ اِسْتِمْسَاک سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَمَعَ: اس نے کان لگا کر سنا۔ اِسْتِمَاع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَمِعْ: تو کان لگا کر سن۔ اِسْتِمَاع سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَمِعُوْا: تم کان لگا کر سنو۔ اِسْتِمَاع سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَمَعُوْا: انہوں نے کان لگا کر سنا۔ اِسْتِمَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَنْصَرَ: اس نے مدد چاہی۔ اِسْتِنْصَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَنْصَرُوْا: انہوں نے مدد چاہی۔ اِسْتِنْصَار سے جمع مذکر غائب ماضی

اِسْتَنْکَفُوْا: انہوں نے عار سمجھا۔ ناک بھوں چڑھائی۔ اِسْتِنْکَاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَوٰی: (علیٰ) قرار پکڑا۔ قابض و متمکن

ہوا۔ بلند و بالا ہوا۔ مرالی) قصد کیا۔
اِسْتِوَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب
قرآن کریم میں اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ
خدا تعالیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے
یہ مسئلہ مبہمات مسائل میں ہے اور علماء
نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے علامہ
انور شاہ کشمیری کی رائے ہے کہ "اِسْتِوَاءٌ
عَلَی الْعَرْشِ خداوند قدوس کا عرش پر
تجلی ریز ہونا مراد ہے۔ مزید تفصیل کے لیے
ملاحظہ ہو "عرش"

اِسْتَوَتْ: وہ ٹھہری۔ اِسْتِوَاءٌ سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

اِسْتَوْقَدَ: اس نے آگ سلگائی اِسْتِیْقَادٌ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَوَیْتَ: تو سوار ہوا۔ اِسْتِوَاءٌ سے
ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَوَیْتُمْ: تم سوار ہوئے۔ اِسْتِوَاءٌ سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

اُسْتُهْزِئَ۔ اس کا مذاق اڑایا گیا۔ اِسْتِهْزَاءٌ
سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اِسْتَهْزِءُوْا: تم ٹھٹھا کرتے رہو۔ مذاق اڑاؤ
اِسْتِهْزَاءٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَهْوَتْ: پیروی نفس پر مائل کر دیا
اِسْتِهْوَاءٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب

اِسْتَیْأَسَ: وہ نا امید ہوا۔ اِسْتِیْأَاس
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَیْأَسُوْا: وہ نا امید ہو گئے۔ اِسْتِیْأَاس
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَیْسَرَ: وہ آسان ہوا۔ اِسْتِیْسَارٌ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَیْقَنَتْ: اس نے یقین حاصل کیا۔ ت
اِسْتِیْقَانٌ سے ماضی واحد مؤنث غا

اَسْجُدُ: میں سجدہ کروں۔ سُجُوْدٌ سے مضارع واحد متکلم

اُسْجُدْ: تو سجدہ کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔ ری

اُسْجُدُوْا: تم سجدہ کرو تم اطاعت و فرمانبردا
کا اظہار کرو۔ سُجُوْدٌ سے امر جمع مذکر حاضر
سُجُوْدٌ کے اصل معنی سر افگندگی اور
اپنی ذلت کا اظہار ہیں اصطلاح میں عبادت
کی نیت سے کسی کے سامنے اپنی پیشانی
ٹیکنے کو سجدہ کہتے ہیں۔
فرشتوں کو حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا
جو حکم دیا گیا۔ تو یا تو وہاں مقصود یہ تھا
کہ ذات آدم کو ان کی بزرگی و شرافت کی
بنا پر قبلہ سجود بنا کر بارگاہ رب العزت
میں سر کو جھکایا جائے۔ گویا اصل سجدہ
آدم کو نہ تھا۔ بلکہ خداوند قدوس کے

لئے تھا آدم تو صرف اس کی جہت اور رُخ تھے۔ یا مقصود محض یہ تھا کہ فرشتے آدم کی تعظیم و تکریم کا اظہار کریں۔ اور آدم اور اولادِ آدم کے مصالح دینی و دنیوی کا سر و سامان کریں۔

حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا۔ وہاں بھی یہ دونوں صورتیں مراد لی جا سکتی ہیں +

بعض علماء کی رائے ہے کہ اگلے زمانہ میں سجدۂ تعظیم غیر اللہ کے لئے جائز تھا۔ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ تک جائز رہا۔ شریعتِ محمدیہ میں اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ (سجدے صرف اللہ ہی کے لئے ہیں) کے حکم سے منسوخ ہوا۔ حضرت شاہ عبد القادر اسی قول کو اختیار فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:۔

اس وقت پہلے رواج پر چلنا ایسا ہے کہ کوئی بہن سے نکاح کرے کہ آدم کے وقت ہوا ہے

اُسْجُدِیْ:۔ تو سجدہ کر۔ سُجُود سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اَسْحَار:۔ رات کے پچھلے اوقات۔ اواخر شب واحد سَحَر۔

اِسْحٰق:۔ مشہور پیغمبر کا نام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند تھے۔ اور ان کی بیاہتا بیوی حضرت سارہ کے پیٹ سے بطور خرقِ عادت پیدا ہوئے تھے۔ حضرت سارہ کی عمر ۹۹ سال کی تھی۔ اور وہ اولاد کی طرف سے مایوس ہو گئی تھیں۔ کہ فرشتوں نے اُنہیں قومِ لوطؑ کی طرف جاتے ہوئے بیٹے کی بشارت دی۔ حضرت سارہ بے اختیار بول اُٹھیں۔ یہ لو میں اب بچہ جنوں گی میں بڑھیا اور بانجھ عورت اور میرے شوہر بھی بوڑھے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ جو فرشتے کہہ رہے ہیں۔ فرشتوں نے جواب دیا۔ کیا تمہیں اللہ کے حکم پر تعجب آتا ہے اے خاندان ابراہیم تم پر تو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہی ہیں۔ پھر کیا تعجب کی بات ہے؟ (سورہ ہود رکوع ۶)

حضرت اسحٰق ملک شام میں رہے۔ اور ان کی اولاد وہیں پھلی پھولی۔ حضرت یعقوبؑ آپ ہی کے صاحبزادے تھے جن کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی +

مورخین یہود کا خیال ہے کہ حضرت اسحٰق ہی ذبیح تھے۔ حضرت اسمٰعیل نہ تھے۔ شیخ عبد الوہاب نجار نے یہودیوں کے اس خیال کو اس دلیل سے رد کیا ہے کہ تورات میں ابراہیمؑ کے اس بیٹے کو جسے انہوں نے ذبح

کرنے کا ارادہ کیا۔ اکلوتا بیٹا بتایا گیا ہے۔
اور اکلوتے بیٹے حضرت اسحٰق کی پیدائش سے
پہلے حضرت اسمٰعیل ہی ہو سکتے ہیں حضرت
اسحٰق تو بالاتفاق ان کے بعد پیدا ہوئے۔
وہ اکلوتے کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسحٰق کے لغوی
معنی ہیں ہنسنے والا۔
(قصص الانبیاء عبدالوہاب نجار ص ۱۰۲)

اَسْخَطَ:۔ بیزار کر دیا۔ غصہ دلایا۔ اِسْخاط
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَسْر:۔ قید۔ جوڑ بندش۔

اَسْرِ:۔ رات کو لے نکل (بصلہ باء) اِسْراء
سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَسَرَّ:۔ اس نے چھپایا۔ پوشیدہ طور پر کہا۔ اِسْرار
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَسْریٰ:۔ وہ رات کو لے گیا (بصلہ باء) اِسْراء
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْرائیل:۔ حضرت یعقوب کا عبرانی نام اِسْرا
کے معنے ہیں بندہ۔ ایل کے معنی ہیں خدا
اس طرح یہ لفظ عبداللہ کے ہم معنی ہے حضرت
یعقوب کے بارہ بیٹوں کی نسل سے یہودیوں
کے جو بارہ خاندان ہوئے وہ بنی اسرائیل
کہلائے۔

اِسْرار:۔ مشورہ کرنا۔ چھپ کر بات کرنا۔ باب
افعال سے مصدر۔

اِسْراف:۔ ضرورت سے زائد خرچ کرنا حد سے
تجاوز کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔

اُسَرِّحُ:۔ میں رخصت کر دوں۔ تَسْرِیح
سے مضارع واحد متکلم۔

اَسْرَرْتُ:۔ میں نے چھپا کر کہا۔ اِسْرار
سے ماضی واحد متکلم۔

اَسْرَع:۔ بہت جلد۔ بہت تیز۔ سُرْعَة
سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَسْرَفَ:۔ وہ حد سے تجاوز کر گیا اِسْراف
سے ماضی واحد مذکر غائب

اَسْرَفُوا:۔ وہ حد سے بڑھے۔ اِسْراف
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَسَرُّوا:۔ انہوں نے چھپایا۔ اِسْرار سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

اَسِرُّوا:۔ تم چھپاؤ۔ اِسْرار سے امر جمع مذکر حاضر

اَسَّسَ:۔ اس نے بنیاد ڈالی تَأْسِیس
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُسِّسَ:۔ اس کی بنیاد ڈالی گئی۔ تَأْسِیس
سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اِسْعَوْا:۔ تم دوڑو۔ سَعْی سے امر جمع مذکر حاضر

آسَفیٰ:۔ ہائے افسوس (اصل میں آسَفِیْ
مضاف بہ یائے متکلم تھا۔ یاء کو الف سے بدلا
گیا ہے)

اَسْفَار:- کتابیں۔ واحد۔ سِفْر۔ سَفْر کے
معنی پردہ اُٹھانا ہیں۔ اسی مناسبت
سے اس کتاب کو جو حقائق کے چہرہ سے
پردہ اُٹھائے سِفر کہتے ہیں۔

اَسْفَرَ:- وہ روشن ہوا۔ اِسْفَار سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اَسْفَل:- بہت نیچا۔ فروتر۔ سِفْل سے
اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَسْفَلِیْنَ:- بہت نیچے۔ سِفْل سے اسم
تفضیل جمع مذکر بحالت نصبی و جری
واحد۔ اَسْفَلُ۔

اَسْقِطْ:- تو گرا۔ اِسْقَاط سے امر واحد مذکر حاضر

اَسْقَیْنَا:- ہم نے پلایا۔ اِسْقَاء سے ماضی
جمع متکلم۔

اُسْکُنْ:- تو رہ۔ سکونت اختیار کر۔ سُکُوْنَتْ
سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَسْکَنَّا:- ہم نے ٹھیرایا۔ ساکن کیا۔ اِسْکَان
سے ماضی جمع متکلم۔

اَسْکَنْتُ:- میں نے بسایا۔ اِسْکَان سے
ماضی واحد متکلم۔

اُسْکُنُوْا:- تم بسو۔ سُکُوْنَتْ سے امر جمع مذکر حاضر

اَسْکِنُوْا:- تم رہنے بسنے دو۔ جائے سکونت
دو۔ اِسْکَان سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْلَام:- اسلام کے اصل معنی ہیں "اپنے آپکو
کسی کے حوالہ کر دینا"۔ مذہب اسلام
کو اسی لئے اسلام کہتے ہیں کہ اس کو قبول
کرنے والا اپنے آپ کو خدا کے حوالہ کر دیتا
ہے۔ اور اس کے حکموں کے آگے سر تسلیم
خم کر دیتا ہے۔ گویا اسلام خداوند قدوس
کی فرمانبرداری کا نام ہوا۔

یہی خدا کی فرمانبرداری ہے جس کی تعلیم
و تبلیغ کے لئے خدا کے مقدس نبی مختلف
زمانوں اور مختلف ملکوں میں آتے رہے
اور اپنے اپنے زمانہ کے تقاضوں اور اپنے
اپنے ملک کے احوال کے مطابق اس
کا تفصیلی پروگرام اپنی اپنی اُمتوں کو
سناتے رہے۔ اس پروگرام کا آخری
اور مکمل ایڈیشن وہ پیغام ربانی ہے جو
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا۔ اور خصوصیت
کے ساتھ اسلام کے نام سے موسوم ہوا
"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ"
میں یہی مراد ہے۔

کبھی صرف ظاہری اظہار اطاعت پر بھی
جو دل سے نہ ہو۔ اِسْلَام کا لفظ استعمال
کیا گیا ہے۔ جیسا قَالَتِ الْاَعْرَابُ الآیۃ
میں یہی مراد ہے۔

اِسلام اور ایمان کی تحقیق اور ان کے
فرق کے سلسلہ میں علماء نے طویل بحثیں
کی ہیں جن کا ذکر یہاں ممکن نہیں۔

اَسْلِحَۃ:۔ ہتھیار۔ واحد۔ سِلاح۔

اَسْلَفَتْ:۔ وہ پہلے کر چکی۔ اِسلاف سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَسْلَفْتُمْ:۔ تم آگے بھیج چکے۔ اِسلاف
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اُسْلُکْ:۔ تو ڈال۔ تو داخل کر۔ سَلک
سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُسْلُکُوا:۔ تم جکڑ دو تم داخل کرو۔ سَلک
سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُسْلُکِی:۔ تو چل۔ سُلُوک سے امر واحد مؤنث حاضر

اَسْلَمَ:۔ وہ فرمانبردار ہوا اِسلام سے
ماضی واحد مذکر غائب۔ (دیکھو اِسلام)

اَسْلَمَا:۔ وہ فرمانبردار ہوئے۔ انہوں نے حکم
مانا۔ اِسلام سے ماضی تثنیہ مذکر غائب
(دیکھو اِسلام)

اَسْلَمْتُ:۔ میں فرمانبردار ہوا۔ اِسلام سے
ماضی واحد متکلم۔

اَسْلَمْتُمْ:۔ تم تابع ہوئے۔ اسلام لائے اِسلام
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَسْلَمْنَا:۔ ہم مسلمان ہوئے۔ اِسلام سے
ماضی واحد متکلم۔

اَسْلَمُوا:۔ وہ تابع ہوئے مسلمان ہوئے اِسلام
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَسْلِمُوا:۔ تم فرمانبردار رہو۔ اِسلام سے امر
جمع مذکر حاضر۔

اَسَلْنَا:۔ ہم نے بہایا۔ اِسالت سے ماضی
جمع متکلم۔

اِسْم:۔ نام جمع اَسماء۔

اَسْمَاء:۔ نام۔ واحد۔ اِسم۔

اَسْمَعُ:۔ میں سنتا ہوں سَمع سے مضارع
واحد متکلم۔

اِسْمَعْ:۔ تو سن۔ سَمع سے امر واحد مذکر حاضر

اَسْمَعَ:۔ اس نے سنایا۔ اِسماع سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اَسْمِعْ بِہٖ:۔ وہ کیا خوب سننے والا ہے۔
(فعل تعجب)

اِسْمَعُوا:۔ تم سنو۔ سَمع سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْمٰعِیْل:۔ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے فرزند اکبر کا نام نامی۔ اسماع سمع
سے ہے جس کے معنے سننا ہیں اور ایل
خدا کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ابراہیم علیہ السلام
کے بڑھاپے میں بڑی دعاؤں کے بعد پیدا ہوئے
تھے۔ اس لئے اسمٰعیل کہلائے۔

حضرت ابراہیم جب مصر سے فلسطین (شام) کی طرف لوٹے۔ تو وہاں حضرت ہاجرہ کے بطن سے اسماعیل پیدا ہوئے۔

ابھی اسماعیل بچہ ہی تھے کہ حضرت ابراہیم نے حکم خداوندی کے مطابق انہیں وادی مکہ میں جو اس زمانہ میں بالکل غیر آباد تھی ان کی ماں کے ساتھ لا بٹھایا۔ کھانے پینے کے لئے کچھ کھجوریں! اور تھوڑا پانی پاس رکھ گئے! اور بیوی اور اکلوتے بچہ کو خدا کے سپرد کر کے رخصت ہوئے۔

یہ سامان بہت جلد ختم ہوگیا۔ اور اسمٰعیل نے بھوک پیاس سے بے تاب ہو کر ایڑیاں رگڑنی شروع کر دیں۔ ماں بیچاری ماتا کی ماری کبھی مروہ کی پہاڑی پر چڑھتی تھی۔ اور کبھی صفا پر مگر پانی کا کہیں دور دور تک نشان نظر نہ آتا تھا۔

یکا یک رحمت الٰہی جوش میں آئی۔ اور کیا دیکھتی ہے کہ اسمٰعیل کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے۔ یہ زمزم کا چشمہ تھا۔ جس میں پیاس اور بھوک دونوں کو دور کرنے کی طاقت تھی۔ یہ جگہ اس شاہ راہ پر واقع تھی۔ جو یمن سے شام کو جاتی تھی۔ بنی جرہم کا ایک قافلہ اس راستہ سے گزرا۔ تو انہیں زمزم کا پانی بڑا خوشگوار معلوم ہوا۔ اور انہوں نے ہاجرہ کی اجازت سے یہیں سکونت اختیار کر لی! اس طرح شہر مکہ کی آبادی کی بنیاد پڑ گئی۔

حضرت ابراہیم کا امتحان اسی پر ختم نہیں ہوگیا۔ کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو لق و دق وادی میں تن تنہا چھوڑ آئیں جب اسمٰعیل ذرا بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اشارۂ خداوندی ہوا کہ وہ اسمٰعیل کو راہِ خداوندی میں ذبح کر دیں۔

حضرت ابراہیم شام سے چل کر فوراً مکہ آئے اور ہونہار بچہ کا ہاتھ پکڑ کر جنگل میں لے گئے۔ اور کہا:۔

اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے:۔

ہونہار بچہ نے فوراً جواب دیا:۔

یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ اے باپ تمہیں خدا نے جس بات کا حکم دیا ہے اسے کر گزرو۔ اللہ نے چاہا تو تم مجھے صابر پاؤ گے۔

باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ اور

گردن پر چھری پھیرنی شروع کر دی۔ فرشتے چیخ پڑے۔ ملاءِ اعلیٰ میں شور مچ گیا۔ مگر حضرت ابراہیم کے ہاتھ میں کوئی لغزش نہ آئی اور نہ اسمٰعیل کی پیشانی پر کوئی شکن۔

امتحان پورا ہو چکا تھا۔ ابراہیم نے اپنی طرف سے حکم خداوندی کی تعمیل میں کسر نہ چھوڑی۔ اور اسمٰعیل نے اپنی سعادت مندی کا حق ادا کر دیا تھا۔ اس لئے حکم ہوا

یَا اِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝

اے ابراہیم تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ (بس اب رہنے دو) ہم نکوکاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یہ تو کھلی آزمائش تھی۔ (جس میں تم پورے اترے)

پھر جنت کا ایک فربہ دنبہ ابراہیمؑ کے پاس لا کھڑا کیا گیا اور اسماعیلؑ کے بدلہ اُسے قربان کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ قربانی اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار کے طور پر ملتِ ابراہیمی میں جاری کر دی گئی۔ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ وَّتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔

(اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو اس کا فدیہ بنایا۔ اور اس رسم کو پچھلے لوگوں میں باقی رکھا۔

کچھ مدت بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ خدا کے مقدس گھر کعبہ کی تعمیر کریں۔ چنانچہ وہ پھر فلسطین سے حجاز آئے۔ اور اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اس کام میں لگ گئے۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام ردّے رکھتے جاتے تھے۔ اور دونو کے لبوں سے اس دعا کے ترانے بلند ہو رہے تھے:۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

(اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنا فرمانبردار بنا۔ ہماری اولاد میں بھی اُمّۃ مسلمہ (فرمانبردار امت) پیدا کر ہمیں حج کے قاعدے بتا اور ہماری لغزشوں کو معاف کر تو بڑا

معاف کرنے والا۔ اور رحم کرنے والا ہے
اے ہمارے پروردگار ہماری اولاد
میں ایک رسول بھیج جو انہی میں سے ہو۔
جو تیری آیات ان پر تلاوت کرے اور
اُنہیں کتاب اللہ اور اس کے اسرار کی
تعلیم دے ! اور ان کے دِلوں کو زنگ سے
صاف کرے۔ درحقیقت تو ہی عزت و حکمت
والا ہے۔)

خدا کے اس مقدس گھر کی تعمیر کے بعد
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس کے
امام اور متولی مقرر ہوئے! انہوں نے اس
کو مرکز بنا کر ساری عمر دعوتِ دین اور
تبلیغ اسلام میں گزار دی۔

حضرت اسماعیلؑ کی شادیاں کئی ہوئیں
ان کی اولاد بنو اسمٰعیل کہلائی۔ بنو اسمٰعیل ہی
کی ایک شاخ قریش کا ممتاز قبیلہ تھا۔
جس میں خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پیدا ہوئے۔ اور آپ کی اُمت اُمۃ مسلمہ
کہلائی۔ اس طرح خدا کے ان ۲ دو مقدس
بندوں کی دُعا جو خدا کے مقدس گھر کی
تعمیر کے وقت ان کے ہونٹوں سے نکلی
تھی۔ درجۂ قبول کو پہنچی۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ اَنَا
دَعوۃ اَبِی اِبْرَاھِیْم (میں اپنے باپ
ابراہیم کی دعا ہوں۔)

اَسْوَاق :۔ بازار۔ واحد۔ سُوْق۔
اُسْوَۃ :۔ چال۔ ڈھنگ۔ نمونۂ عمل
اَسْوَدُ :۔ سیاہ۔ سَوَاد سے افعل صفت
اِسْوَدَّتْ :۔ سیاہ ہوئی۔ اِسْوِدَاد سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔
اَسْوِرَۃ :۔ کنگن۔ واحد۔ سِوَار۔
اَسِیْر:۔ قیدی۔ گرفتار۔ ج اُسَارٰی
اَشَاءُ:۔ میں چاہوں۔ میں چاہتا ہوں۔
مَشِیْئَۃ۔ سے مضارع واحد متکلم۔
اَشَارَتْ :۔ اس نے اشارہ کیا۔ اِشَارَۃ
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
اَشْتَات :۔ متفرق، منتشر۔ واحد شَتّ
اِشْتَدَّتْ :۔ وہ سخت ہوگئی۔ اِشْتِدَاد
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
اِشْتَرٰی :۔ اس نے خریدا۔ اِشْتِرَاء سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
اِشْتَرَوْا :۔ انہوں نے خریدا۔ اِشْتِرَاء سے
ماضی جمع مذکر غائب۔
اِشْتَعَلَ :۔ چمک اُٹھا۔ روشن ہوا۔ اِشْتِعَال
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِشْتَمَلَتْ :۔ اس نے اپنے اندر لیا۔ وہ مشتمل

ہوئی (بصلہ علی)، اِشتمال سے ماضی
واحد مونث غائب۔

اِشتھت: اس نے چاہا۔ اس نے خواہش
کی۔ اِشتہاء سے ماضی واحد مونث
غائب۔

اَشِحَّۃ: کنجوس لوگ۔ لالچی لوگ۔ واحد شحیح

اَشَدّ: بہت سخت۔ شِدّۃ سے اسم
تفضیل واحد مذکر۔

اَشُدّ: قوت۔ جوانی۔ زور۔ کمال عقل۔

اَشِدّاء: سخت گیر لوگ۔ واحد شدید

اَشُدُّ: میں مضبوط کروں گا۔ شِدّۃ
سے مضارع واحد متکلم۔ مجزوم۔

اُشدُد: تو سخت کر دے۔ شِدّۃ سے امر
واحد مذکر حاضر۔

اَشَرّ: بہت برا۔ شَرّ سے اسم تفضیل
واحد مذکر۔

اَشِر: اترانے والا۔ بڑائی جتلانے والا
اَشَر سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

اَشرار: برے لوگ۔ شریر لوگ۔ واحد
شَرّ۔ شریر۔

اَشراط: نشانیاں۔ علامتیں۔ واحد شرط

اِشراق: صبح۔ باب افعال سے مصدر
اس کے اصل معنے چمکنا ہیں۔

اِشرَبوا: تم پیو۔ شُرب سے امر جمع مذکر حاضر

اُشرِبوا: ان کو پلایا گیا۔ اِشراب سے
ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اِشرَبی: تو پی۔ شُرب سے امر واحد مونث حاضر

اِشرَح: تو کھول۔ شَرح سے امر واحد مذکر
حاضر۔

اَشرَقَت: وہ چمکی۔ اِشراق سے امر واحد
مونث غائب۔

اَشرِک: تو شریک کر۔ اِشراک سے امر واحد
مذکر حاضر۔

اَشرَکَ: اس نے شرک کیا۔ اِشراک سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

اُشرِکُ: میں شریک کروں میں شرک کروں
اِشراک سے مضارع واحد متکلم

اَشرَکتَ: تو نے شرک کیا۔ اِشراک سے
ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَشرَکتُم: تم نے شرک کیا۔ اِشراک سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَشرَکنا: ہم نے شرک کیا۔ اِشراک سے
ماضی جمع متکلم۔

اَشرَکوا: انہوں نے شرک کیا۔ اِشراک
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَشْعَار:- بال- واحد شَعْر

اَشْفَقْتُمْ:- تم ڈر گئے۔ تم ڈرے۔ اِشْفَاق سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَشْفَقْنَ:- وہ ڈر گئیں۔ اِشْفَاق سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اَشَقّ:- بہت سخت۔ مَشَقَّۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَشُقّ:- میں تکلیف میں ڈالوں (بصلہ علیٰ) مَشَقَّۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اَشْقیٰ:- بڑا بدبخت۔ شَقَاوَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَشْکُرُ:- میں شکر کروں میں احسان مانوں۔ شُکْرٌ سے مضارع واحد متکلم۔ شُکر کے معنٰی ہیں کسی محسن کی نعمتوں کو یاد کرنا اور ان کا اظہار کرنا۔ شکر کی تین قسمیں ہیں "شکرِ قلب" دل سے کسی کی نعمتوں کو یاد کرنا "شکرِ لسان" زبان سے محسن کی نعمتوں کا ذکر کرنا۔ "شکرِ جوارح" اپنے اعضاء کے ذریعہ محسن کی نعمتوں کا حق ادا کرنا۔ کامل شکر وہی ہے جو ان تینوں صورتوں پر مشتمل ہو۔ اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا اے آل داؤد شکر کے طور پر عمل کرو میں یہی مراد ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کو شکور کہا گیا ہے اور اسے لفظ شکر سے موصوف کیا گیا تو وہاں بندوں پر اس کا احسان کرنا اور ان کی نیکیوں کی جزا دینا مراد ہے۔ (مفردات ملخصاً)

اُشْکُرُوْا:- تم احسان مانو، شکر کرو۔ شُکْرٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَشْکُوْ:- میں شکوہ کرتا ہوں۔ شِکَایَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اِشْمَأَزَّتْ:- وہ رک گئی۔ نفرت کی۔ اِشْمِئْزَاز سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَشْهَاد:- گواہ۔ واحد۔ شَاهِد۔

اَشْهِدْ:- تو گواہ کر۔ اِشْهَاد سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِشْهَدْ:- تو گواہ ہو۔ شَهَادَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَشْهَدَ:- اس نے گواہ کیا۔ اِشْهَاد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَشْهَدْتُّ:- میں نے گواہ بنایا۔ اِشْهَاد سے ماضی واحد متکلم۔

اِشْهَدُوْا:- تم گواہ ہو۔ شَهَادَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَشْهِدُوْا:- تم گواہ کرلو۔ اِشْهَاد سے امر جمع مذکر حاضر۔

آشہر:۔ مہینے۔ واحد شہر۔

اشیاء۔ چیزیں۔ باتیں۔ واحد۔ شئی

اشیاع:۔ ہم مذہب۔ ساتھی۔ رُفقا واحد شیعۃ۔

اصاب:۔ وہ آپڑا۔ پہنچا۔ اس نے پالیا۔ اصابۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اصابت:۔ وہ پہونچی۔ اصابۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اصابع:۔ انگلیاں۔ واحد۔ اِصبع۔

اصبو:۔ میں مائل ہو جاؤں گا (بصلہ الیٰ) صُبُوّ سے مضارع واحد متکلم مجزوم۔

اِصباح:۔ صبح کی روشنی (دراصل باب افعال سے مصدر ہے)

اصبتم:۔ تم پہنچا چکے۔ اِصابۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اصبح:۔ اس نے صبح کی۔ وہ ہو گیا۔ اِصباح سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اصبحت:۔ اس نے صبح کی۔ وہ ہو گئی۔ اِصباح سے ماضی واحد مؤنث غائب

اصبحتم:۔ تم نے صبح کی۔ تم ہو گئے۔ اِصباح سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اصبحوا:۔ وہ ہو گئے۔ انہوں نے صبح کی۔ اِصباح سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَصبر:۔ بڑا صبر کرنے والا۔ صَبر سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو صَبُور)

اِصبر:۔ تو صبر کر۔ صَبر سے امر واحد مذکر حاضر

اِصبروا:۔ تم صبر کرو۔ صَبر سے امر جمع مذکر حاضر۔

اصبنا:۔ ہم نے آلیا۔ اِصابۃ سے ماضی جمع متکلم

اصحاب:۔ دوست۔ یار۔ والے، واحد۔ صاحب۔

اصحاب الشمال:۔ بائیں طرف والے (یعنی دوزخی جن کا نامۂ اعمال قیامت کے دن بائیں ہاتھ میں ہوگا)

اصحاب الیمین:۔ داہنی طرف والے (یعنی جنتی جن کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں ہوگا)

اصحاب الفیل:۔ ہاتھی والے اصحاب صاحب کی جمع۔ فیل ہاتھی۔ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں یمن کے مشہور شہر صنعا میں ابرہہ نامی ایک سردار حکومت کرتا تھا۔ یہ نجاشی شاہ حبش کا ماتحت تھا۔ اور کٹر عیسائی تھا۔ اس نے اپنے دارالسلطنت میں خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ایک شاندار گرجا تعمیر کرایا۔ اور ہر قسم کے سامان آرائش و آسائش اس میں جمع کیے۔ اور عرب قبیلوں کو ترغیب و ترہیب سے اس پر مجبور کرنا شروع کیا کہ

بجائے خانہ کعبہ کے وہ حج کے لئے یہاں آیا کریں۔ عربوں کو خصوصاً قریش کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور کسی نے موقعہ دیکھ کر اس میں آگ لگا دی۔

ابرہہ اس واقعہ سے جل کر آگ بگولہ ہو گیا وہ ہاتھیوں کا بہت بڑا لشکر لیکر خانہ کعبہ پر چڑھ دوڑا۔ یہ زمانہ ہمارے حضور کے دادا عبدالمطلب کا تھا۔ وہی اسوقت خانہ کعبہ کے متولی تھے۔ وہ اتنے عظیم الشان لشکر کے مقابلہ کی قوت نہ دیکھ کر پہاڑیوں میں جا چھپے اور خدا کے گھر کی حفاظت کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا ابرہہ میدان خالی دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مگر وہ جب وادی محسر میں پہنچا تو سمندر کی طرف سے پرندوں کی ٹکڑیاں چونچوں میں سنگریزے دبائے ہوئے آئیں اور ان کو ابرہہ کے لشکر پر برسانے لگیں۔ یہ کنکریاں عذاب الٰہی تھیں۔ عجیب طرح کا زہریلا مادہ ان میں تھا۔ کہ جس کے بدن پر پڑتیں اس کو ہلاک کر دیتیں۔ چنانچہ ابرہہ کا سارا لشکر تباہ و برباد ہوا۔ وہ خود بھی بری حالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرا+

یہ واقعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پچاس روز پہلے پیش آیا۔ گویا حضور کی غیبی بشارت تھا۔

اَصحابُ الکہف:۔ غار والے۔ اصحاب صاحب کی جمع۔ کہف غار۔ کھوہ "اصحاب کہف" کا واقعہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے بیان کے مطابق یوں ہے۔ کسی شہر میں کافر و ظالم بادشاہ تھا۔ جو اس کے بتوں کو نہ پوجتا تھا اس کو عذاب دیتا اور بت پوجنے پر مجبور کرتا۔ چند نوجوان اس کے معمولی نوکروں کے بیٹے تھے۔ اور بت پرستی سے نفرت کرتے تھے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو ان کو بلا کر جواب طلب کیا۔ مگر یہ ذرا نہ گھبرائے۔ اور صاف صاف کہہ دیا کہ ہم خالق زمین و آسمان کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکائیں گے۔ بادشاہ نے کسی وجہ سے اس وقت سزا کو موقوف رکھا۔ یہ موقعہ پا کر چھپ کر نکل گئے۔ شہر کے پاس ایک پہاڑ میں کھوہ تھی۔ آپس میں مشورہ کرکے وہاں جا بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند غالب کر دی۔ اور وہ سو گئے۔ کسی کو معلوم نہ ہوا تب سے اب تک سوتے ہیں۔ بیچ میں ایکبار اللہ تعالیٰ نے جگا دیا تھا۔

جس سے اہلِ شہر کو ان کا علم نہ ہوا۔ مگر پھر سو گئے۔ کہتے ہیں سوتے میں اُن کی آنکھیں کھلی ہیں۔ کوئی دیکھے تو سمجھے کہ جاگتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُس جگہ جہاں یہ سو رہے تھے دہشت رکھی ہے۔ تاکہ لوگ اُن کا تماشہ نہ بنالیں اور وہ بے آرام نہ ہوں۔ ان کے ساتھ ایک کتا بھی لگ گیا تھا۔ وہ بھی زندہ رہ گیا۔ (موضح القرآن بتصرف القاف)

اصحاب کہف کے مقام کی تعیین کے سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں:۔

اَب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سورت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ کہاں پیش آیا تھا۔ قرآن نے کہف کے ساتھ "اَلرقیم" کا لفظ بھی بولا ہے اور بعض ائمہ تابعین نے اس کا مطلب یہی سمجھا تھا کہ ایک شہر کا نام ہے لیکن چونکہ اس نام کا کوئی شہر عام طور پر مشہور نہ تھا اس لیے اکثر مفسر اس طرف چلے گئے۔ کہ یہاں رقیم کے معنے کتابت کے ہیں۔ یعنی ان کے غار پر کوئی کتبہ لگا دیا گیا تھا۔ اس لیے کتبہ والے مشہور ہو گئے۔

لیکن اگر اُنہوں نے تورات کی طرف رجوع کیا ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ رقیم وہی لفظ ہے جسے تورات میں راقیم کہا گیا ہے اور یہ فی الحقیقت ایک شہر کا نام تھا جو آگے چل کر پیٹرا کے نام سے مشہور ہوا۔ اور عرب اُسے بطرا کہتے ہیں۔ جزیرہ نمائے سینا اور خلیج عقبہ سے سیدھے شمال کی طرف بڑھیں تو دو پہاڑی سلسلے متوازی شروع ہو جاتے ہیں اور سطح زمین بلندی کی طرف اُٹھنے لگتی ہے۔ یہ علاقہ نبطی قبائل کا علاقہ تھا اور اسی کی ایک پہاڑی سطح پر راقیم نامی شہر آباد تھا۔ دوسری صدی عیسوی میں جب رومیوں نے شام اور فلسطین کا الحاق کر لیا۔ تو یہاں کے دوسرے شہروں کی طرح راقیم نے بھی رومی نوآبادی کی حیثیت اختیار کر لی۔ اور یہی زمانہ ہے جب پیٹرا کے نام سے اس کے عظیم الشان مندروں اور تھیٹروں کی شہرت دور دور تک پہنچی ۶۴۰ء میں جب مسلمانوں نے یہ علاقہ فتح کیا تو راقیم کا نام بہت کم زبانوں پر رہا تھا۔ یہ رومیوں کا پیٹرا اور عربوں کا بطرا تھا۔

جنگ کے بعد سے اس علاقہ کی از سرِ نو آثری پیمائش کی جا رہی ہے۔ اور نئی نئی

باتیں روشنی میں آرہی ہیں۔ ازاں جملہ اس علاقہ کے عجیب و غریب غار ہیں جو دُور دور تک چلے گئے ہیں، اور نہایت وسیع ہیں۔ نیز اپنی نوعیت میں ایسے واقع ہوئے ہیں کہ دن کی روشنی کسی طرح بھی ان کے اندر نہیں پہنچ سکتی۔ ایک غار ایسا بھی ملا ہے جس کے دہانے کے پاس قدیم عمارتوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور بے شمار ستونوں کی کرسیاں شناخت کی گئی ہیں۔ خیال کیا گیا ہے کہ یہ کوئی معبد ہوگا جو یہاں تعمیر کیا گیا تھا۔

اس انکشاف کے بعد قدرتی طور پر یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ اصحاب کہف کا واقعہ اسی شہر میں پیش آیا تھا۔ اور قرآن نے صاف صاف اس کا نام الرقیم بتا دیا ہے اور جب اس نام کا ایک شہر موجود تھا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ رقیم کے معنے میں تکلفات کئے جائیں۔ اور بغیر کسی بنیاد کے اسے کتبہ پر محمول کیا جائے۔

قرآن کریم نے جس طرح اس واقعہ (اصحاب کہف) کا ذکر کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس واقعہ کی عرب میں شہرت تھی۔ لوگ اس بارے میں بحثیں کیا کرتے تھے۔ اور اسے ایک نہایت ہی عجیب و غریب بات تصور کرتے تھے۔ قریش مکہ کے تجارتی قافلے بھی ہر سال شام جایا کرتے تھے۔ اور سفر کا ذریعہ وہی شاہراہ تھی جو رومیوں نے ساحل خلیج سے لے کر ساحل مارمورا تک تعمیر کردی تھی پیٹرا اسی شاہراہ پر واقع تھا۔ بلکہ اس نواح کی سب سے پہلی تجارتی منڈی تھی۔ اس لئے اس سے زیادہ قدرتی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ کہ یہ واقعہ ان کے علم میں آگیا ہو۔ (ترجمان القرآن ج ۲)

اِصْدَعْ:۔ تو صاف صاف کہہ۔ کھلم کھلا کہہ۔ صَدْعٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَصْدَقُ:۔ زیادہ سچا۔ صِدْق سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو صِدق)

اَصَّدَّقَ:۔ میں خیرات کروں۔ اَصَّدَّقُ سے مضارع واحد متکلم اِصَّدَّقُ در اصل تَصَدَّقَ تھا۔ تا کو صاد سے بدل کر ادغام کیا۔ اسی طرح اَصَّدَّقَ بھی در اصل اَتَصَدَّقَ تھا۔

اِصْرٌ:۔ بھاری بوجھ۔ تکلیف شاقہ۔

اَصْرِفُ:۔ میں پھیر دوں گا۔ صَرْفٌ سے مضارع واحد متکلم۔

اِصْرِفْ :- تو پھیر۔ تو ہٹا۔ صَرْف سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَصَرُّوْا :- وہ اَڑے رہے اُنہوں نے ضد کی۔ اِصْرَار سے ماضی جمع مذکر غائب

اِصْطَادُوْا :- تم شکار کرو۔ اِصْطِیَاد سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِصْطَبِرْ :- تو صبر کر۔ ٹھہرا رہ۔ اِصْطِبَار سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِصْطَفٰی :- اُس نے پسند کیا۔ اِصْطِفَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِصْطَفَیْتُ :- میں نے پسند کیا۔ میں نے برگزیدہ کیا۔ اِصْطِفَاء سے ماضی واحد متکلم

اِصْطَفَیْنَا :- ہم نے پسند کیا۔ ہم نے برگزیدہ کیا۔ اِصْطِفَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اِصْطَنَعْتُ :- میں نے بنایا۔ اِصْطِنَاع سے ماضی واحد متکلم۔

اَصْغَرُ :- زیادہ چھوٹا۔ خُرد تر۔ صِغَر سے اسم تفضیل، واحد مذکر۔

اَصْفٰی :- اُس نے چُن لیا۔ پسند کیا۔ اِصْفَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَصْفَاد :- زنجیریں۔ واحد صَفَد۔

اِصْفَحُوْا :- تم درگزر کرو۔ صَفْح سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَصْل :- جڑ۔ جمع اُصُوْل۔

اَصْلَاب :- پشتیں۔ پیٹھیں۔ واحد صُلْب

اِصْلَاح :- سنوارنا۔ صلح کرانا۔ باب افعال سے مصدر۔ آخر الذکر معنے میں بصلہ بَیْن

اُصَلِّبَنَّ :- میں ضرور سولی دوں گا۔ قرآن میں لَاُصَلِّبَنَّ ہے۔ تَصْلِیْب سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ

اَصْلِحْ :- تو اصلاح کر۔ نیک بنا دے۔ اِصْلَاح سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَصْلَحَ :- اس نے سنوارا۔ وہ سنور گیا۔ اُس نے اصلاح کی۔ اس نے صلح کرائی۔ اِصْلَاح سے ماضی واحد مذکر غائب آخری معنے میں بصلہ بَیْن۔

اَصْلَحَا :- وہ دونوں صالح ہوئے۔ اِصْلَاح سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اَصْلَحْنَا :- ہم نے اچھا کر دیا۔ اِصْلَاح سے ماضی جمع متکلم۔

اَصْلَحُوْا :- اُنہوں نے دُرست کیا، وہ سنور گئے۔ اِصْلَاح سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَصْلِحُوْا :- تم ملاپ کرا دو (بصلہ بَیْن) اِصْلَاح سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِصْلَوْا :- تم (آگ میں) جا پڑو۔ صَلْی سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُصْلِی: میں (آگ میں) ڈالوں گا۔ اِصْلَاءٌ
سے مضارع واحد متکلم
اَصَمّ: بہرا۔ صَمَمٌ سے افعل صفت جمع صُمٌّ
اَصْنَام: بت۔ واحد صَنَمٌ۔
اِصْنَعْ: تو بنا دے صُنْعٌ سے امر واحد مذکر حاضر
اَصْوَات: آوازیں۔ واحد صَوْتٌ۔
اَصْوَاف: اون۔ بال۔ واحد صُوْفٌ۔
اُصُوْل: جڑیں۔ واحد اَصْل
اُصِیْبُ: میں پہنچاتا ہوں۔ اِصَابَۃٌ
سے مضارع واحد متکلم۔
اَصِیْل: وقت شام جمع آصَال
اَضَاءَ: اس نے روشن کیا۔ اِضَاءَۃٌ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَضَاءَتْ: اس نے روشن کیا۔ اِضَاءَۃٌ
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
اَضَاعُوْا: انہوں نے گنوا دیا۔ کھو دیا۔
اِضَاعَۃٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اَضْحَکَ: اس نے ہنسایا۔ اِضْحَاکٌ سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
اِضْرِبْ: تو مار۔ تو بنا۔ تو بیان کر ضَرْبٌ
سے امر واحد مذکر حاضر
اِضْرِبُوْا: تم مارو۔ ضَرْبٌ سے امر جمع مذکر حاضر
اَضْطَرُّ: میں مجبور کروں گا۔ اِضْطِرَارٌ سے
مضارع واحد متکلم۔
اُضْطُرَّ: وہ بے اختیار کیا گیا۔ اِضْطِرَارٌ
سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
اُضْطُرِرْتُمْ: تم مجبور کئے گئے۔ اِضْطِرَارٌ
سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔
اَضْعَاف: کئی گنے۔ واحد ضِعْفٌ۔
اَضْعَفُ: .... زیادہ کمزور۔ ضُعْفٌ
سے اسم تفضیل واحد مذکر
اَضْغَاث: خشک و تر گھاس کے مٹھے واحد
ضِغْثٌ۔
اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ: خوابہائے پریشاں۔
(مرکب اضافی ہے) لفظی معنی خوابوں کی گٹھڑیاں
اَضْغَان: سخت عداوتیں۔ کینے واحد ضِغْنٌ
اَضَلُّ: زیادہ گمراہ۔ ضَلَالَۃٌ سے اسم
تفضیل واحد مذکر۔
اَضَلَّ: اس نے گمراہ کیا۔ اِضْلَالٌ سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
اُضِلُّ: میں گمراہ کروں گا۔ اِضْلَالٌ سے
مضارع واحد متکلم۔
اَضَلَّا: ان دونوں نے گمراہ کیا۔ اِضْلَالٌ
سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔
اَضْلَلْتُمْ: تم نے گمراہ کیا۔ اِضْلَالٌ سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَضْلَلْنَ: انہوں نے گمراہ کیا۔ اِضْلَال سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اَضَلُّوْا: انہوں نے گمراہ کیا۔ اِضْلَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُضِیْعُ: میں ضائع کروں گا۔ اِضَاعَة سے مضارع واحد متکلم۔

اَطَاعَ: اس نے فرمانبرداری کی۔ اِطَاعَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَطَاعُوْا: انہوں نے فرمانبرداری کی اِطَاعَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَطْرَاف: سِرے۔ کنارے۔ واحد طَرَف

اِطْرَحُوْا: تم پھینک دو۔ طَرْح سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِطْعَام: کھانا کھلانا۔ باب افعال سے مصدر

اَطَعْتُمْ: تم نے فرمانبرداری کی۔ اِطَاعَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَطْعَمَ: اس نے کھانا کھلایا۔ اِطْعَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَطْعِمُوْا: تم کھانا کھلاؤ۔ اِطْعَام سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَطَعْنَ: انہوں نے اطاعت کی۔ اِطَاعَة سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اَطِعْنَ: تم اطاعت کرو۔ اِطَاعَة سے امر جمع مؤنث حاضر۔

اَطَعْنَا: ہم نے اطاعت کی۔ اِطَاعَة سے ماضی جمع متکلم۔

اَطْغٰی: بہت شریر۔ زیادہ سرکش۔ طُغْیَان سے اسم تفضیل واحد مذکر

اَطْغَیْتُ: میں نے گمراہ کیا۔ سرکش بنایا اِطْغَاء سے ماضی واحد متکلم۔

اَطْفَأَ: اس نے بجھایا اِطْفَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَطْفَال: بچے۔ لڑکے۔ واحد طِفْل۔

اَطَّلِعُ: میں جھانکوں اِطِّلَاع سے مضارع واحد متکلم۔

اِطَّلَعَ: وہ خبردار ہوا۔ اس نے جھانکا اِطِّلَاع سے ... ماضی واحد مذکر غائب۔

اِطَّلَعْتَ: تو نے جھانکا اِطِّلَاع سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِطْمَاَنَّ: اس نے آرام پکڑا۔ اِطْمِیْنَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِطْمَاْنَنْتُمْ: تم مطمئن ہوئے اِطْمِیْنَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِطْمَاَنُّوْا: وہ مطمئن ہوئے۔ اِطْمِیْنَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُطْمُسْ: تو مٹا دے طَمْس سے امر واحد مذکر حاضر

اَطْمَعُ: میں توقع رکھتا ہوں۔ طَمَع سے مضارع واحد متکلم۔

اَطْوَار: کئی طرح کئی بار۔ واحد طَوْر۔

اَطْهَرُ: زیادہ پاک۔ زیادہ ستھرا۔ زیادہ پاک کرنے والا پہلے ۲ معنے میں طَهَارَة سے اسم تفضیل واحد مذکر۔ اور آخری معنی میں اِطْهَار سے خلاف قیاس اسم تفضیل واحد مذکر۔ دیکھو طَهُرَ

اِطَّهَّرُوْا: تم خوب پاک ہو جاؤ (یعنی غسل کرو) اِطَّهُّر سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِطَّيَّرْنَا: ہم نے منحوس جانا (بصلۂ باء) اِطَّيُّر سے ماضی جمع متکلم۔

اَطِيْعُوْا: تم فرمانبرداری کرو۔ اِطَاعَة سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَظْفَرَ: اس نے فتح دی۔ اِظْفَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَظْلَمَ: اندھیرا ہوا۔ تاریک ہوا۔ اِظْلَام سے ماضی واحد مذکر غائب

اَظْلَمُ: زیادہ ظالم۔ ظُلْم سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو ظلم)

اَظُنُّ: میں گمان کرتا ہوں۔ ظَنّ سے مضارع واحد متکلم۔

اَظْهَرَ: اس نے ظاہر کر دیا۔ اِظْهَار سے ماضی واحد مذکر غائب

اَعَانَ: اس نے مدد کی۔ اِعَانَة سے ماضی واحد مذکر غائب

اَعْبُدُ: میں عبادت کرتا ہوں۔ عِبَادَة سے مضارع واحد متکلم۔

اُعْبُدْ: تو عبادت کر۔ عِبَادَة سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُعْبُدُوْا: تم بندگی کرو۔ عِبَادَة سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِعْتَبِرُوْا: تم عبرت پکڑو۔ اِعْتِبَار سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِعْتَدٰی: اس نے زیادتی کی۔ اِعْتِدَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعْتَدَتْ: اس نے تیار کیا۔ اِعْتَاد سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَعْتَدْنَا: ہمنے تیار کیا۔ اِعْتَاد سے ماضی جمع متکلم

اِعْتَدَوْا: انہوں نے زیادتی کی۔ اِعْتِدَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِعْتَدُوْا: تم زیادتی کرو۔ اِعْتِدَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِعْتَدَيْنَا: ہم حد سے بڑھے۔ اِعْتِدَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اِعْتَرٰی: وہ پیش آیا۔ اِعْتِرَاء سے ماضی واحد

مذکر غائب
اِعْتَرَفْنَا: ہم نے اقرار کیا۔ اِعْتِرَاف سے ماضی
جمع متکلم۔
اِعْتَزَلَ: وہ یکسو ہوا۔ اِعْتِزَال سے ماضی
واحد مذکر غائب۔
اَعْتَزِلُ: میں چھوڑتا ہوں۔ جدا ہوتا ہوں۔
اِعْتِزَال سے مضارع واحد متکلم۔
اِعْتَزَلْتُمُوْ(ل): تم نے علیحدگی اختیار کی اِعْتِزَال
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
اِعْتَزِلُوا(ل): تم یکسو ہو جاؤ علیحدہ ہو جاؤ اِعْتِزَال
سے امر جمع مذکر حاضر۔
اِعْتَصَمُوا: انہوں نے مضبوط پکڑا۔ اِعْتِصَام
سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اِعْتَصِمُوا: تم مضبوط پکڑ لو۔ اِعْتِصَام سے
امر جمع مذکر حاضر۔
اِعْتُلُوا: سختی سے کھینچو۔ دھکیل کر لے جاؤ۔
عَتْل سے امر جمع مذکر حاضر۔
اِعْتَمَرَ: اس نے عمرہ کیا۔ اِعْتِمَار سے ماضی
واحد مذکر غائب۔
اَعْثَرْنَا: ہم نے بتلا دیا مطلع کر دیا۔ (بصلہ علی)
اِعْثَار سے ماضی جمع متکلم
اَعْجَاز: تنے۔ جڑیں۔ واحد عَجُز۔
اَعْجَبَ: وہ اچھا لگا۔ اس نے خوش کیا۔
اِعْجَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَعْجَبَتْ: وہ اچھی لگی اِعْجَاب سے ماضی واحد
مؤنث غائب۔
اَعْجَلَ: اس نے جلدی کی اِعْجَال سے ماضی
واحد مذکر غائب۔
اَعْجَمِیّ: عجم کا رہنے والا۔ عربی زبان کے سوا
دوسری زبان بولنے والا۔
اَعْجَمِیْنَ: اہل عجم۔ واحد اَعْجَم۔ (بحالت
نصبی وجری)
اَعَدَّ: اس نے تیار کیا۔ اِعْدَاد سے ماضی
واحد مذکر غائب۔
اَعْدَاء: دشمن لوگ۔ واحد عَدُوّ۔
اُعِدَّتْ: وہ تیار کی گئی اِعْدَاد سے ماضی
مجہول واحد مؤنث غائب۔
اَعْدِلُ: میں انصاف کروں۔ عَدْل سے
مضارع واحد متکلم۔
اِعْدِلُوا: تم انصاف کرو۔ عَدْل سے امر جمع
مذکر حاضر۔
اَعَدُّوا: انہوں نے تیار کیا اِعْدَاد سے ماضی
جمع مذکر غائب۔
اَعِدُّوا: تم تیار کرو۔ اِعْدَاد سے امر جمع مذکر حاضر
اُعَذِّبُ: میں عذاب دوں گا۔ تَعْذِیب سے
مضارع واحد متکلم۔

أَعْرَاب: گنوار لوگ۔ عرب کے بادیہ نشین۔ واحد أَعْرَابِیّ۔

إِعْرَاض: منہ پھیرنا۔ باب افعال سے مصدر

أَعْرَاف: لغوی معنے ہیں "بلندیاں"۔ عُرْف کی جمع جس کے معنے ہیں بلند ونمایاں۔ اصطلاح شرعی میں جنت اور دوزخ کے درمیان جو حد فاصل ہے اُسے اعراف کہتے ہیں وزن اعمال کے بعد قیامت کے دن جن کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہ جنت میں بھیجے جائیں گے اور جن کے برے اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہ دوزخ میں بھیجے جائیں گے۔ کچھ لوگ ایسے رہ جائیں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی ان لوگوں کو اس وقت تک اعراف میں رکھا جائے گا جب تک سب اہل جنت جنت میں نہ جا لیں گے روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آخر کار اہل اعراف بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (بیضاوی وابن کثیر)

أَعْرَج: لنگڑا۔ عَرَج سے افعل صفت۔

أَعْرَضَ: اس نے منہ پھیرا۔ اِعْرَاض سے ماضی واحد مذکر غائب۔

أَعْرِضْ: تو منہ پھیر لے۔ کنارہ کر۔ اِعْرَاض سے امر واحد مذکر حاضر۔

أَعْرَضْتُم: تم نے منہ موڑا۔ اِعْرَاض سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

أَعْرَضُوا: انہوں نے منہ پھیرا۔ اِعْرَاض سے ماضی جمع مذکر غائب۔

أَعْرِضُوا: تم منہ موڑ دو۔ درگزر دو۔ اِعْرَاض سے امر جمع مذکر حاضر۔

أَعَزُّ: بہت عزت والا۔ عِزَّة سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو عِزّة)

أَعِزَّة: عزت والے۔ زبردست و غالب لوگ واحد عَزِیز

إِعْصَار: بگولا۔ جمع أَعَاصِیر۔

أَعْصِرُ: میں نچوڑتا ہوں۔ عَصْر سے مضارع واحد متکلم۔

أَعْصِی: میں نافرمانی کروں گا۔ عِصْیَان سے مضارع واحد متکلم۔

أَعْطَى: اس نے دیا بخشا۔ اِعْطَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

أُعْطُوا: ان کو دیا گیا۔ اِعْطَاء سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ أَعْطَيْنَا: ہم نے دیا اِعْطَاء

أَعِظُ: میں نصیحت کرتا ہوں۔ وَعْظ سے مضارع واحد متکلم۔

أَعْظَمُ: بہت بڑا۔ زیادہ بڑا۔ عَظَمَت سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اُعْفُ:- تو معاف کر۔ (بصلہ عَن) عَفْو سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُعْفُوْا:- تم معاف کرو۔ عَفْو سے امر جمع مذکر حاضر

اَعْقَاب:- ایڑیاں۔ واحد عَقِب۔

اَعْقَبَ:- اس نے اثر دکھلایا۔ اس نے وارث بنایا۔ اِعْقَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعْلیٰ:- سب سے بڑا۔ نہایت بڑا۔ عُلُوّ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَعْلَام:- پہاڑ۔ واحد عَلَم۔

اَعْلَمُ:- میں جانتا ہوں۔ عِلْم سے مضارع واحد متکلم

اَعْلَم:- بڑا جاننے والا۔ زیادہ جاننے والا۔ اَعْلَم سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو عِلْم)

اِعْلَمْ:- تو جان۔ عِلْم سے امر واحد مذکر حاضر

اِعْلَمُوْا:- تم جانو۔ عِلْم سے امر جمع مذکر حاضر

اَعْلَنْتُ:- میں نے کھول کر کہا۔ میں نے ظاہر کیا۔ اِعْلَان سے ماضی واحد متکلم۔

اَعْلَنْتُمْ:- تم نے کھول کر کہا۔ تم نے ظاہر کیا۔ اِعْلَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَعْلَوْنَ:- بالا دست۔ غالب لوگ۔ عُلُوّ سے اسم تفضیل جمع مذکر۔ واحد اَعْلیٰ۔

اَعْمیٰ:- اندھا۔ نادان۔ ج عُمْی۔

اَعْمیٰ:- اندھا کر دیا۔ اِعْمَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعْمَال:- کام۔ واحد عَمَل۔

اَعْمَام:- چچا۔ واحد عَمّ۔

اَعْمَلُ:- میں کام کرتا ہوں۔ عَمَل سے مضارع واحد متکلم۔

اِعْمَلْ:- تو کام کر۔ تو بنا۔ عَمَل سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِعْمَلُوْا:- تم کام کرو۔ عَمَل سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَعْنَاب:- انگور۔ واحد عِنَب۔

اَعْنَاق:- گردنیں۔ واحد عُنُق۔

اَعْنَتَ:- اس نے مشکل میں ڈالا۔ اِعْنَات سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعُوْذُ:- میں پناہ لیتا ہوں۔ میں پناہ چاہتا ہوں۔ عَوْذ سے مضارع واحد متکلم۔

(اَلَمْ) اَعْهَدْ:- کیا میں نے عہد نہیں کیا۔ عَهْد سے مضارع واحد متکلم نفی جحد بہ لَمْ۔

اِعْیَاء:- عاجز ہونا۔ باب افعال سے مصدر

اَعِیْبُ:- میں عیب دار کروں گا۔ عَیْب سے مضارع واحد متکلم۔

اُعِیْدُوْا:- وہ لوٹائے گئے۔ اِعَادَة سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُعِیْذُ:- میں پناہ میں دیتا ہوں۔ اِعَاذَة سے مضارع واحد متکلم

اَعْیُن:- آنکھیں۔ واحد عَیْن۔

آعِینُوا:۔ تم مدد کرو۔ اِعانۃ سے امر جمع مذکر حاضر

اِغتَرَفَ:۔ اس نے چلو سے لیا۔ اِغتِراف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُغدُوا:۔ سویرے چلو۔ صبح کو آؤ۔ غُدُوّ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَغرَقنا:۔ ہم نے ڈبو دیا۔ اِغراق سے ماضی جمع متکلم۔

اُغرِقُوا:۔ وہ ڈبوئے گئے۔ اِغراق سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اَغرَینا:۔ ہم نے بھڑکا دیا۔ برانگیختہ کر دیا (بصلۂ بَینَ) اِغراء سے ماضی جمع متکلم

اِغسِلُوا:۔ تم دھوؤ۔ غَسل سے امر جمع مذکر حاضر

اُغشِیَت:۔ وہ ڈھانپی گئی۔ اِغشاء سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اَغشَینا:۔ ہم نے ڈھانپا۔ چھپایا۔ اِغشا سے ماضی جمع متکلم۔

اُغضُض:۔ تو نیچا کر۔ پست کر۔ جھکا۔ غَضّ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَغطَشَ:۔ اس نے تاریک کر دیا۔ اِغطاش سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِغفِر:۔ تو بخش دے (بصلۂ لام) غُفران سے امر واحد مذکر حاضر۔ دیکھو غُفران

اَغفَلنا:۔ ہم نے غافل کیا۔ اِغفال سے ماضی جمع متکلم

اَغلال:۔ گلے کے طوق۔ واحد غُلّ۔

اَغلِبَنَّ:۔ میں ضرور غالب ہوں گا۔ قرآن میں لَاَغلِبَنَّ ہے۔ غَلَبَۃ سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اُغلُظ:۔ تو سختی کر۔ غِلظَۃ سے امر واحد مذکر حاضر

اَغنیٰ:۔ اس نے غنی کیا۔ مالدار بنایا۔ وہ کام آیا۔ (آخری معنی میں بصلۂ عَن) اِغناء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَغنَت:۔ وہ کام آئی۔ مفید ہوئی (بصلۂ عَن) اِغناء سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اُغنِی:۔ میں کام آؤں گا (بصلۂ عَن) اِغناء سے مضارع واحد متکلم

اَغنِیاء:۔ دولت مند۔ مالدار لوگ، واحد غَنِیّ

اُغوِیَنَّ:۔ میں ضرور گمراہ کروں گا۔ قرآن میں لَاُغوِیَنَّ ہے۔ اِغواء سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ (دیکھو غَیّ)

اَغوَیتَ:۔ تو نے گمراہ کیا۔ اِغواء سے ماضی واحد مذکر حاضر

اَغوَینا:۔ ہم نے بہکایا۔ اِغواء سے ماضی جمع متکلم

اُفّ:۔ افسوس۔ تفو۔ (کلمۂ کراہت ہے)

اَفاءَ:۔ اس نے لوٹایا۔ بطور فے کے دیا۔ اِفاءَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ بدفے اصطلاح

شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے بغیر جنگ کیے ہوئے حاصل ہو۔ یہ مال قطعاً بیت المال کی ملک ہوتا ہے یعنی حکومت اسلامیہ کا۔

أَفَاضَ:۔ وہ چلا۔ وہ لوٹا۔ اِفَاضَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

أَفَاقَ:۔ وہ ہوش میں آیا۔ اِفَاقَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

أَفَّاك:۔ بڑا جھوٹا۔ بہتان تراش۔ اِفْك سے مبالغہ واحد

أَفْئِدَة:۔ دل۔ قلوب۔ واحد فُؤَاد

أَفْتِ:۔ تو بیان کر۔ اپنی رائے ظاہر کر۔ اِفْتَاء سے امر واحد مذکر حاضر

اِفْتَحْ:۔ تو کھول۔ فَتْح سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِفْتَدٰى:۔ اس نے فدیہ دیا۔ اِفْتِدَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِفْتَدَتْ:۔ اس نے فدیہ (عوض) دیا۔ اِفْتِدَاء سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِفْتَدَوْا:۔ انہوں نے فدیہ دیا۔ اِفْتِدَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِفْتِرَاء:۔ تہمت لگانا۔ بہتان باندھنا۔

اِفْتَرٰى:۔ اس نے بہتان باندھا۔ گھڑا۔ اِفْتِرَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِفْتَرَيْتُ:۔ میں نے بہتان باندھا۔ اِفْتِرَاء سے ماضی واحد متکلم۔

اِفْتَرَيْنَا:۔ ہم نے بہتان باندھا۔ اِفْتِرَاء سے ماضی جمع متکلم۔

أَفْتُوا:۔ تم رائے دو۔ بیان کرو۔ اِفْتَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

أُفْرِغْ:۔ میں ڈالوں۔ اِفْرَاغ سے مضارع واحد متکلم۔

أَفْرِغْ:۔ تو ڈال۔ اِفْرَاغ سے امر واحد مذکر حاضر

اُفْرُقْ:۔ تو جدا کر۔ فَرْق سے امر واحد مذکر حاضر

اِفْسَحُوا:۔ تم کشادہ ہو جاؤ۔ فَسْحَة سے امر جمع مذکر حاضر۔

أَفْسَدُوا:۔ انہوں نے بگاڑا۔ اِفْسَاد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

أَفْصَح:۔ بڑا خوش بیان۔ فَصَاحَة سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

أَفْضٰى:۔ وہ پہنچا۔ وہ بے حجابانہ مل گیا۔ اِفْضَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

أَفَضْتُمْ:۔ تم نے پھیلایا۔ تم نے کوچ کیا۔ اِفَاضَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِفْعَلْ:۔ تو کر۔ فِعْل سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِفْعَلُوا:۔ تم کرو۔ فِعْل سے امر جمع مذکر حاضر

اِفْك:۔ بہتان۔ جھوٹ۔ اِفْك ہر اس چیز کو

کہتے ہیں جو صحیح رُخ سے پھری ہوئی ہو۔ اعتقاد
سے متعلق ہو یا عمل سے یا قول سے بہتان
کو بھی اسی لئے اِفک کہتے ہیں۔ کہ وہ حقانیت
کی صحیح رو سے پھرا ہوا ہوتا ہے۔

اُفِكَ :۔ وہ پھیرا گیا۔ اَفک سے ماضی مجہول
واحد مذکر غائب۔

اَفَلَ :۔ وہ چھپ گیا۔ غائب ہو گیا۔ اُفُول
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَفَلَتْ :۔ وہ چھپ گئی۔ غائب ہو گئی۔ اُفُول
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَفْلَحَ :۔ وہ مراد کو پہنچا، وہ کامیاب ہو گیا۔
اِفلاح سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَفْنَان :۔ شاخیں۔ واحد فَنَن۔

اَفْوَاج :۔ غول کے غول۔ واحد فَوج۔

اَفْوَاہ :۔ منہ۔ واحد فَم

اَفُوزُ :۔ میں مراد کو پہنچوں گا۔ فَوز سے مضارع
واحد متکلم۔ (دیکھو فوز)

اُفَوِّضُ :۔ میں سونپتا ہوں۔ تَفوِیض سے
مضارع واحد متکلم۔

اَفِیضُوا :۔ تم چلو۔ تم پھرو۔ اِفَاضَۃ سے امر جمع
مذکر حاضر۔

اَقَامَ :۔ اس نے درست کیا۔ سیدھا کیا۔ قائم
کیا۔ اِقامَت سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِقَام :۔ قائم کرنا۔ قائم رکھنا۔ باب اِفعال کا
مصدر۔ اصل میں یہ اِقَامَۃ تھا۔ تاء کو
حذف کر دیا گیا۔

اِقَامَۃ :۔ قائم کرنا۔ اِقامۃ جب کسی شئے کی طرف
مضاف ہو کر آئے۔ تو اس کا مطلب اس
شئے کا حق ادا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ اَقِیمُوا
الصَّلٰوۃ کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کے
آداب کا لحاظ کرتے ہوئے ادا کرو۔ (مفردات)

اَقَامُوا :۔ انہوں نے قائم رکھا۔ درست کیا۔
اِقَامَت سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَقَاوِیل :۔ باتیں۔ (اَقوال کی جمع) واحد قَول

اَقْبَرَ :۔ اس نے قبر میں رکھ دیا۔ اِقبار سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اَقْبِلْ :۔ تو آگے آ۔ اِقبال سے امر واحد مذکر حاضر

اَقْبَلَ :۔ وہ متوجہ ہوا۔ اِقبال سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

اَقْبَلَتْ :۔ وہ آگے آئی۔ متوجہ ہوئی۔ اِقبال
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَقْبَلْنَا :۔ ہم آگے آئے ہم نے رخ کیا۔ اِقبال
سے ماضی جمع متکلم۔

اَقْبَلُوا :۔ انہوں نے رخ کیا۔ اِقبال سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

اُقِّتَتْ :۔ اس کا وقت مقرر کیا گیا۔ تَوقِیت

سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب اُقتِتَتْ
دراصل وُقِتَتْ تھا۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل
لیا گیا۔

اِقْتَتَلَ :۔ اس نے لڑائی لڑی۔ اِقْتِتَال سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

اِقْتَتَلُوْا :۔ وہ آپس میں لڑے۔ اِقْتِتَال سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

اِقْتَحَمَ :۔ وہ آ چڑھا۔ وہ گھسا۔ اِقْتِحَام سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

اِقْتَدِهْ :۔ تو پیروی کر۔ اِقْتِدَاء سے امر واحد
مذکر حاضر۔

اِقْتَرَبَ :۔ وہ نزدیک ہوا۔ اِقْتِرَاب سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

اِقْتَرِبْ :۔ تو نزدیک ہو۔ اِقْتِرَاب سے امر واحد
مذکر حاضر۔

اِقْتَرَبَتْ :۔ وہ قریب ہوئی۔ آ لگی۔ اِقْتِرَاب
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِقْتَرَفْتُمْ :۔ تم نے کمایا۔ اِقْتِرَاف سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

اَقْتُلُ :۔ میں قتل کروں گا۔ قَتْل سے مضارع
واحد متکلم۔

اُقْتُلُوْا :۔ تم مار ڈالو۔ قَتْل سے امر جمع مذکر حاضر

اَقْدَام :۔ پاؤں۔ واحد قَدَم۔

اَقْدَمُوْن :۔ اگلے لوگ۔ پہلے لوگ۔ قِدَم
سے اسم تفضیل جمع مذکر۔ واحد۔ اَقْدَم

اِقْذِفِیْ :۔ تو پھینک۔ قَذْف سے امر واحد مؤنث حاضر

اِقْرَءْ :۔ تو پڑھ قِرَاءَة سے امر واحد مذکر حاضر

اِقْرَءُوْا :۔ تم پڑھو۔ قِرَاءَة سے امر جمع مذکر حاضر

اَقْرَبُ :۔ بہت نزدیک۔ زیادہ پاس قُرْب
سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَقْرَبُوْن :۔ رشتہ دار۔ اقربا۔ قُرْب سے اسم
تفضیل جمع مذکر واحد اَقْرَب۔

اَقْرَرْتُمْ :۔ تم نے اقرار کیا۔ اِقْرَار سے ماضی
جمع مذکر حاضر

اَقْرَرْنَا :۔ ہم نے اقرار کیا۔ اِقْرَار سے ماضی
جمع متکلم۔

اَقْرَضْتُمْ :۔ تم نے اُدھار دیا۔ اِقْرَاض سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَقْرِضُوْا :۔ تم قرض دو۔ اِقْرَاض سے امر جمع
مذکر حاضر۔

اَقْرَضُوْا :۔ انہوں نے قرض دیا۔ اِقْرَاض سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

اَقْسَطُ :۔ بہت عمدہ۔ بڑی انصاف کی بات
بہت انصاف کرنے والا۔ اِقْسَاط سے
خلاف قیاس اسم تفضیل واحد مذکر۔
(دیکھو قِسط)

اُقسِطُوا۔ تم انصاف کرو۔ اِقساط سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُقسِمُ: میں قسم کھاتا ہوں۔ اِقسام سے مضارع واحد متکلم۔ بندے جب اللہ تعالےٰ کی قسم کھاتے ہیں تو اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بیان پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناکر اس کی حقانیت ثابت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو مقصود اس چیز کو دلیل کے طور پر پیش کرکے مُقسَم علیہ کو ثابت کرنا ہوتا ہے۔

اَقسَمتُم: تم نے قسم کھائی۔ اِقسام سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَقسَمُوا: انہوں نے قسم کھائی۔ اِقسام سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَقصٰی: نہایت دور۔ قُصُوّ سے اسم تفضیل واحد مذکر

اِقصِد: تو میانہ روی اختیار کر۔ قصد سے امر واحد مذکر حاضر

اُقصُص۔ تو بیان کر۔ قَصَص سے امر واحد مذکر حاضر

اِقضِ: تو حکم کر۔ فیصلہ کر۔ قضاء سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِقضُوا: تم گزرو۔ فیصلہ کرو۔ قضاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَقطَار: کنارے۔ اطراف، واحد قُطر

اُقَطِّعَنَّ: میں ضرور ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔ اصل لفظ لَاُقَطِّعَنَّ ہے۔ تَقطِیع سے مضارع واحد متکلم۔ مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ

اِقطَعُوا: تم کاٹو۔ قطع سے امر جمع مذکر حاضر

اَقعُدَنَّ: میں ضرور بیٹھوں گا۔ اصل لفظ لَاَقعُدَنَّ ہے قُعُود سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اُقعُدُوا: تم بیٹھو۔ قُعُود سے امر جمع مذکر حاضر

اَقفَال۔ تالے۔ واحد۔ قُفل

(لَم) اَقُلْ: میں نے نہیں کہا۔ قول سے مضارع نفی جحد بہ لَم۔ واحد متکلم۔

اَقَلُّ۔ بہت کم۔ کمتر۔ قِلّۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَقلَام: قلم۔ واحد۔ قَلَم۔

اَقَلَّت: اس نے اٹھانے میں ہلکا پایا (یعنی بڑی آسانی سے اُٹھالیا) اس نے کم سمجھا اِقلال سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَقلِعِی: تو تھم جا۔ اِقلاع سے امر واحد مؤنث حاضر

اَقِم: تو سیدھا کر۔ قائم رکھ۔ اِقامۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔ (دیکھو اقامۃ)

اَقَمتَ: تونے قائم کیا۔ اِقامۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر

اَقَمتُم: تم نے قائم کیا۔ اِقامۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَقِمْنَ :۔ تم قائم کرو۔ اِقَامَۃ سے امر جمع مؤنث حاضر۔

اَقْنیٰ :۔ اُس نے پونجی دی۔ اُس نے فقیر بنایا اِقْنَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُقْنُتِیْ :۔ تو بندگی کر۔ قُنُوْت سے امر واحد مؤنث حاضر (دیکھو قَانِت)

اَقْوَات :۔ خوراکیں۔ غذائیں۔ واحد قُوْت

اَقُوْلُ :۔ میں کہتا ہوں۔ قَوْل سے مضارع واحد متکلم۔

اَقْوَمُ :۔ بہت سیدھا۔ درست تر۔ قِیَام سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَقِیْمُوْا :۔ تم سیدھا کرو۔ تم قائم کرو۔ اِقَامَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَکُ :۔ میں ہوں۔ کَوْن سے مضارع واحد متکلم مجزوم۔ اصل میں اَکُوْنُ تھا۔ خلاف قیاس نون ساقط ہو گیا۔

اَکَابِر :۔ بزرگان۔ بڑے لوگ۔ کِبَر سے اسم تفضیل جمع مذکر۔ واحد۔ اَکْبَرُ۔

اَکَادُ :۔ میں قریب ہوں میں چاہتا ہوں۔ کَوْد سے مضارع واحد متکلم۔

اَکَّالُوْنَ :۔ بہت کھانے والے، واحد اَکَّال (صیغہ مبالغہ)

اَکْبَرُ :۔ بزرگ تر۔ بہت بڑا۔ کِبَر سے اسم تفضیل واحد مذکر۔ جمع اَکَابِر۔

اَکْبَرْنَ :۔ انہوں نے بڑا سمجھا۔ اِکْبَار سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اِکْتَالُوْا :۔ انہوں نے اپنے لئے ناپ کر لیا (بصلۂ علیٰ) اِکْتِیَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَکْتُبُ :۔ میں لکھوں گا۔ کِتَابَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اُکْتُبْ :۔ تو لکھ۔ کِتَابَۃ سے امر واحد مذکر حاضر

اُکْتُبُوْا :۔ تم لکھو۔ کِتَابَۃ سے امر جمع مذکر حاضر

اِکْتَتَبَ :۔ اس نے گھڑ کر لکھ لیا۔ اِکْتِتَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِکْتَسَبَ :۔ اس نے کمایا۔ اِکْتِسَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِکْتَسَبَتْ :۔ اس نے کمایا۔ اِکْتِسَاب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِکْتَسَبْنَ :۔ انہوں نے کمایا۔ اِکْتِسَاب سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اِکْتَسَبُوْا :۔ انہوں نے کمایا۔ اِکْتِسَاب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَکْثَرُ :۔ بہت زیادہ۔ کَثْرَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَکْثَرْتَ :۔ تو نے زیادہ کیا۔ اِکْثَار سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَکْثَرُوْا: انہوں نے زیادہ کیا۔ اِکْثار سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَکْدٰی:۔ وہ سخت نکلا۔ اِکْداء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِکْرَام:۔ تعظیم کرنا۔ باب افعال سے مصدر

اِکْرَاہ:۔ زبردستی۔ جبر۔ زبردستی کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔ و اسم مصدر۔

اَکْرَم: بڑا سخی۔ بزرگ تر۔ کَرُم سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَکْرَمَ: اس نے عزت دی۔ بزرگ کیا۔ اِکْرام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَکْرَمَنِ: اس نے مجھ کو عزت دی۔ اصل میں اَکْرَمَنِی تھا۔ آخر سے یاء ساقط کردی گئی

اَکْرِمِی:۔ تو آبرو دے رکھ۔ اِکْرام سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اُکْرِہَ:۔ وہ مجبور کیا گیا۔ اِکْراہ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اُکْسُوْا: تم پہناؤ۔ کَسْو سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِکْشِفْ:۔ تو کھول۔ تو دور کر۔ کَشْف سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَکْفُرُ: میں ناشکری کروں میں کفر کروں۔ کُفْر سے مضارع واحد متکلم۔ کُفْر کے اصل معنے چھپانے کے ہیں۔ کاشتکار کو بھی کافر اسی لیے کہتے ہیں۔ کہ وہ بیج کو زمین میں چھپاتا ہے۔ "کفر نعمت" یا "کفرانِ نعمت" کے معنے ہیں کسی محسن کے احسان کا شکر ادا نہ کرکے اُسے چھپانا یعنی ناشکری کرنا کفر کی سب سے بڑی قسم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یا اس کی طرف سے آئی ہوئی شریعت و نبوت کا انکار کیا جائے۔ اور اُس کی ظاہر باہر نشانیوں کو دیکھتے ہوئے ان کی طرف سے دل کی آنکھیں بند کرلی جائیں۔ ناشکری کے معنے میں کفران کا استعمال زیادہ ہے اور بے دینی کے معنے میں کُفْر کا۔ اور کُفُور کا دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جب کافر بلا قید استعمال ہو تو اُس سے کفر دین ہی مراد ہوتا ہے (مفردات امام راغب)

اُکْفُرْ:۔ تو کافر ہو۔ تو ناشکری کر۔ پہلے معنے میں کُفْر اور دوسرے معنی میں کُفْران سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُکَفِّرَنَّ:۔ میں ضرور چھپادوں گا۔ اصل لفظ لَاُکَفِّرَنَّ ہے۔ تَکْفِیر سے مضارع واحد متکلم۔ مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اُکْفُرُوْا: تم کفر کرو۔ تم انکار کرو۔ کُفْر سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَکْفِلْ:۔ تو کفیل بنا۔ اِکْفال سے امر واحد مذکر حاضر

اَکَلَ:- کھانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

اُکُل:- پھل۔

اَکَلَ:- اس نے کھایا۔ آکل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَکَلَا:- ان دونوں نے کھانا کھایا۔ آکل سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اُکَلِّمُ:- میں بات کروں گی۔ بات کروں گا۔ تکلیم سے مضارع واحد متکلم۔

اَکَلُوا:- انہوں نے کھایا۔ آکل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَکْمَہ:- کلیوں اور میوؤں کے غلاف [illegible]

اَکْمَلْتُ:- میں نے کامل کیا۔ اکمال سے ماضی واحد متکلم۔

اَکْمَہُ:- پیدائشی اندھا۔ کمہ سے افعل صفت

اَکُنْ:- میں ہوں۔ کون سے مضارع واحد متکلم مجزوم۔

اَکْنَان:- چھپنے کے مقامات۔ واحد کِنّ۔

اَکِنَّۃ:- غلاف پردے۔ واحد کِنَان۔

اَکْنَنْتُم:- تم نے دل میں چھپا رکھا۔ اِکنان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَکْوَاب:- آب خورے۔ واحد کُوب +

اَکُوْنُ:- میں ہوں، میں ہو جاؤں گا۔ کون سے مضارع واحد متکلم۔

اَکِیْدُ:- میں خفیہ تدبیر کروں گا۔ میں داؤ کروں گا کید سے مضارع واحد متکلم (دیکھو کید)

اَلْ:- حرفِ تعریف ہے جنس۔ استغراق عہد ذہنی۔ عہد خارجی کے لئے آتا ہے۔

اِلّ:- عہد۔ قرابت۔

اِلّا:- مگر۔ سوائے۔ بجز۔ (حرفِ استثنا ہے)

اَلَا:- خبردار (حرفِ تنبیہ ہے)

اِلیٰ:- طرف۔ تک (حرفِ جار ہے)

اَلْآن:- اب۔ اس وقت۔

اِلٰہ:- وہ ہستی جو بے نیاز۔ حاجت روا، حکمران ناقابلِ ادراک اور بندگی و عبادت کے لئے سزاوار ہو۔

اَللّٰہُم:- سچا معبود۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں سامی زبانوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف و اصوات کی ایک خاص ترکیب ہے جو معبودیت کے معنی میں مستعمل رہی ہے۔ اور عبرانی، سریانی، حمیری، عربی وغیرہ تمام زبانوں میں اس کا یہ لغوی خاصہ پایا جاتا ہے۔ یہ الف لام اور ہ کا مادہ ہے۔ اور مختلف شکلوں میں مشتق ہوا ہے۔ کلدانی و سریانی کا "الاہیا" عبرانی کا "الوہ" اور عربی کا "الٰہ" اسی سے ہے اور بلاشبہ یہی "الٰہ" ہے جو حرف تعریف کے اضافہ کے بعد اللہ

ہو گیا ہے۔ اور تعریف نے اُسے صرف خالقِ کائنات کے لئے مخصوص کر دیا ہے +
اس کی اصل "أَلَہ" ہے اور "الٰہ" کے معنے تحیر اور درماندگی کے ہیں بعضوں نے اسے "وَلَہ" سے ماخوذ بتلایا ہے۔ اور اس کے معنے بھی یہی ہیں پس خالق کائنات کے لئے یہ لفظ اس لئے اسم قرار پایا کہ اس بارے میں انسان جو کچھ جانتا اور جان سکتا ہے۔ وہ عقل کے تحیر اور ادراک کی درماندگی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (ترجمان القرآن از مولٰنا آزادؒ)
علامہ رشید رضا مصریؒ لکھتے ہیں:۔
لفظ "اَللہ" عَلَم ہے ذات ذوالجلال کا اور دوسرے اسماء حسنٰی صفات ہیں اسی لئے ان کی توصیف حسنٰی کے لفظ کے ساتھ کی گئی اور اسی لئے ذات باری تعالٰی کی طرف اُن کے افعال کی نسبت کی جاتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے "یَرْحَمُنَا اللہ" (اللہ تعالٰی ہم پر رحم کرے) وغیرہ۔
یہ سب اسماء حسنٰی اُس کی ذات بابرکات پر بھی دلالت کرتے ہیں اور اس صفت پر بھی جس سے یہ مشتق ہوئے ہیں نیز اس صفت کے لوازم پر بھی۔ مثلاً لفظ رَبّ جب بولا جائے گا تو اس سے اللہ تعالٰی کی ذات بابرکات مراد ہوگی۔ جو صفتِ ربوبیت (پرورش و نگہداشت کرنا) کے ساتھ موصوف ہے۔
نیز یہ لفظ اس پر بھی دلالت کرے گا۔ کہ وہ مارنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا اور سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔
لیکن اسم اعظم اللہ مجموعی طور پر اس کی تمام صفات حسنٰی پر بھی دلالت کرتا ہے اور ان کے تمام لوازم پر بھی جو اس کے جمال و کمال کی مختلف شانوں کو ظاہر کرتے ہیں۔
(تفسیر المنار ج ۱ ص۴۴)

اِلٰھَیْنِ:۔ دو الٰہ۔ دو معبود۔ اِلٰہ کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔
اَلْبَاب:۔ عقلیں۔ واحد۔ لُبّ۔
اِلْتَفَّتْ:۔ وہ لپٹ گئی۔ اِلْتِفَاف سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
اِلْتَقَی:۔ وہ مقابل ہوا۔ وہ ملا۔ اِلْتِقَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِلْتَقَتَا:۔ وہ دو باہم مقابل ہوئیں۔ اِلْتِقَاء سے ماضی تثنیہ مؤنث غائب۔
اِلْتَقَطَ:۔ اس نے اُٹھا لیا۔ اِلْتِقَاط سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِلْتَقَمَ:۔ وہ نگل گیا اِلْتِقَام سے ماضی واحد مذکر غائب
اِلْتَقَیْتُمْ:۔ تم مقابل ہوئے اِلْتِقَاء سے ماضی

جمع مذکر حاضر۔

اِلتَمِسُوا:۔ تم ڈھونڈھو۔ اِلتِمَاس سے امر جمع مذکر حاضر

اَلَتنَا:۔ ہم نے گھٹایا۔ اِلَاتَة سے ماضی جمع متکلم

اَلَّتِیْ:۔ وہ کہ جس نے کہ۔ اُس کو کہ۔ اسم موصول واحد مونث۔

اِلحَاد:۔ کجروی۔ حق سے پھرنا۔ بابِ افعال سے مصدر۔

اِلحَاف:۔ لپٹنا۔ جھگڑنا۔ باب افعال سے مصدر

اَلحِقْ:۔ تو ملا۔ اِلحَاق سے امر واحد مذکر۔

اَلحَقتُم:۔ تم نے ملایا۔ اِلحَاق سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَلحَقنَا:۔ ہم نے ملا دیا۔ اِلحَاق سے ماضی جمع متکلم

اَلَدُّ:۔ بڑا جھگڑنے والا۔ لَدّ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَلِدُ:۔ میں بچہ جنوں گی۔ وِلَادَة سے مضارع واحد متکلم۔

اَللَّذَانِ:۔ وہ دو شخص کہ جنہوں نے کہ۔ اَللَّذِی کا تثنیہ بحالت رفعی اسم موصول تثنیہ مذکر

اَلَّذِی:۔ وہ شخص کہ جو شخص کہ جس نے کہ جس کو کہ۔ اسم موصول واحد مذکر۔

اَلَّذِیْنَ:۔ وہ لوگ کہ جنہوں نے کہ جن کو کہ اسم موصول جمع مذکر۔ واحد اَلَّذِی

آلَرٰ:۔ حروفِ مقطعات میں سے ہے،

اَلزَمَ:۔ اس نے جما دیا۔ لازم کیا۔ اِلزَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَلزَمنَا:۔ ہم نے لازم کیا۔ اِلزَام سے ماضی جمع متکلم۔

اَلسِنَة:۔ زبانیں۔ واحد۔ لِسَان

اِلعَنْ:۔ تو لعنت کر۔ لَعن سے امر واحد مذکر حاضر

اِلغَوا:۔ تم بک بک کرو۔ شور مچاؤ۔ لَغو سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَلَّفَ:۔ اس نے اُلفت ڈالی (بصلہ بَینَ) تالیف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَلف:۔ ہزار۔ جمع آلاف

اَلفَاف:۔ گنجان۔ گھنے (باغات)، واحد لَفِیف

اَلَّفتَ:۔ تو نے اُلفت ڈالی (بصلہ بَینَ) تالیف سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَلفَوا:۔ انہوں نے پایا۔ اِلفَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَلفَیَا:۔ ان دو نے پایا۔ اِلفَاء سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اَلفَیْنِ:۔ دو ہزار۔ اَلف کا تثنیہ بحالت نصبی و جری

اَلفَینَا:۔ ہم نے پایا۔ اِلفَاء سے ماضی جمع متکلم

اَلقِ:۔ تو ڈال۔ اِلقَاء سے امر واحد مذکر حاضر

اَلقٰی:۔ اس نے ڈالا۔ اِلقَاء سے ماضی واحد مذکر غائب

اَلقَاب:۔ صفاتی نام۔ یہ نام اپنی صفات کی

بنا پر بھی ہو سکتے ہیں اور بری صفات کی بنا
پر بھی۔ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (برے ناموں
سے کسی کو نہ چڑاؤ) میں دوسری قسم کے لقب مراد ہیں

اَلْقَتْ: اس نے ڈال دیا۔ پھینک دیا۔ اِلْقَاء
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَلْقُوْا: تم ڈالو۔ اِلْقَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَلْقَوْا: انہوں نے ڈالا۔ اِلْقَاء سے ماضی جمع
مذکر غائب۔

اُلْقِیْ: میں ڈالوں گا۔ اِلْقَاء سے مضارع واحد متکلم

اُلْقِیَ: وہ ڈالا گیا۔ اِلْقَاء سے ماضی مجہول
واحد مذکر غائب۔

اَلْقِیَا: تم ڈال دو۔ اِلْقَاء سے امر تثنیہ مذکر حاضر

اَلْقَیْتُ: میں نے ڈالا۔ اِلْقَاء سے ماضی
واحد متکلم۔

اَلْقَیْنَا: ہم نے ڈالا۔ اِلْقَاء سے ماضی جمع متکلم

اَللَّائِیْ } وہ عورتیں کہ جن عورتوں نے۔ اسم
اَللَّاتِیْ } موصول۔ جمع مؤنث۔ واحد اَلَّتِیْ

اَللّٰھُمَّ: اے اللہ۔ حرف ندا کو شروع سے
حذف کرکے آخر میں اس کے عوض میم بڑھا دی

الٓمٓ
الٓمٓرٰ } حروف مقطعات میں سے ہیں۔
الٓمٓصٓ

اَلَنَّا: ہم نے نرم کیا۔ اِلَانَۃ سے ماضی جمع متکلم

اَلْوَاحٌ: تختے۔ تختیاں۔ واحد لَوْحٌ۔

اَلْوَانٌ: رنگ۔ واحد لَوْنٌ

اُلُوْفٌ: ہزاروں۔ واحد اَلْفٌ

اَلْھٰی: اس نے غفلت میں ڈالا۔ اِلْھَاء سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

اَلْھَمَ: اس نے دل میں ڈالا۔ اِلْھَام سے ماضی
واحد مذکر غائب۔ اِلْھَام۔ خدا کی طرف سے
دل میں کسی بات کے ڈالنے کو کہتے ہیں۔
اس کا مادہ لَھْمٌ ہے جس کے معنے نگلنے کے
ہیں۔ امام راغب لکھتے ہیں۔ الہام کہتے ہیں
اللہ تعالیٰ یا ملاء اعلیٰ کی طرف سے کسی بات
کے دل میں ڈالے جانے کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا (پھر اللہ نے
نفس انسانی پر بدی اور نیکی واضح کر دی)
اور یہ ایسی چیز ہے جسے حدیث شریف میں
لَمَّۃُ الْمَلَکِ (فرشتے کے مس) سے تعبیر کیا گیا
ہے (مفردات)

حجۃ الاسلام کہتے ہیں جو علم بغیر دلیل اور با
ظاہری کی رہنمائی کے حاصل ہو اسے الہام
کہا جاتا ہے اگر یہ فرشتے کے مشاہدہ کے ساتھ
ہو تو اسے وحی کہا جائے گا اور یہ انبیاء کے
ساتھ مخصوص ہے۔ ورنہ اسے الہام کہا جائیگا
اور یہ اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

(رمضان آفندی علی شرح العقائد)

حضرت مجدد سرہندی فرماتے ہیں۔ کہ الہام اور کشف میں فرق یہ ہے کہ کشف کا تعلق حسیات سے ہوتا ہے اور الہام کا وجدانیات سے اور غالباً الہام اقرب الی الصواب ہوتا ہے۔ کیونکہ کشف میں رفع حجاب (پردہ اٹھانا) ہوتا ہے اور الہام میں کسی مضمون کا دل میں ڈالنا۔ (فیض الباری ج ۱ صفحہ ۱۹)

اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کے مطابق اولیاء کرام کا الہام حجۃ شرعیہ نہیں ہوتا۔ البتہ انبیاء کرام کا الہام حجۃ شرعیہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ وحی کی ہی ایک قسم ہے۔

اِلیٰ:۔ تک۔ طرف۔ ساتھ۔ میں۔ لئے (حرف جارہ ہے) پہلے ۲ دو معنے میں حقیقت اور بقیہ میں مجاز۔

اِلَیَّ:۔ میری طرف۔

اِلْیَاس:۔ ایک جلیل القدر پیغمبر کا نام۔ بعض علماء کی رائے ہے۔ کہ یہ حضرت ہارون (برادر حضرت موسیٰ علیہما السلام) کی نسل سے ہیں۔ یہ ملک شام کے ایک شہر بعلبک کی طرف بھیجے گئے۔ بعلبک والے ایک بت بعل نامی کی پوجا کرتے تھے۔ اور اسی کے نام پر انہوں نے اپنے شہر کا نام رکھا تھا۔ آپ نے بعلبک والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ مگر وہ نہ مانے اور آخر تباہ و برباد ہوئے۔

اِلْیَاسِیْن:۔ الیاس کو الیاسین بھی کہتے ہیں۔ جیسے طور سینا کو "طور سینین" کہہ دیا جاتا ہے۔ یا الیاسین سے حضرت الیاس کے متبعین مراد ہوں اور بعض نے "آل یاسین" بھی پڑھا ہے۔ تو یاسین انکے باپ کا نام ہوگا۔ یا انہی کا نام یاسین ہو۔ اور لفظ آل مقحم ہو (مولانا عثمانی رح)

اَلِیْمٌ:۔ دردناک۔ دُکھ دینے والا۔ اَلَمٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

اَمْ:۔ یا۔ خواہ (حرف تردید)

اُمٌّ:۔ اصل، ماں، ٹھکانا۔ جمع اُمَّھَات۔ خلیل نحوی کہتا ہے کہ جو چیز دوسری متعلقہ چیزوں کا مرکز اور ان کے لیے جامع کی حیثیت رکھتی ہو اُم کہلاتی ہے۔ چنانچہ اُمُّ الْکِتَاب لوحِ محفوظ کو کہا گیا ہے۔ کیونکہ تمام علوم و کتب سماوی کا مرکز و منبع وہی ہے۔ اُمُّ الْقُریٰ مکہ کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ دُنیا کی پیدائش اور آبادی کا آغاز وہیں سے ہوا اور سورۂ فاتحہ کو بھی اُمُّ الکتاب کہا گیا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی ابتدائی سورت ہے اور تمام علوم قرآن کی جامع ہے۔ (مفردات)

اِمَّا:۔ یا۔ خواہ۔ (حرف تردید)

اَمَّا:۔ سو۔ مگر۔ لیکن (حرف تفصیل)

اِمَاء :- باندیاں - واحد - اَمَۃ -

اَمَاتَ :- اس نے مردہ کیا - اِمَاتَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب -

اَمَّارَۃ :- بہت حکم کرنے والا - امر سے مبالغہ واحد -

اَمَام :- آگے - سامنے -

اِمَام :- پیشوا - رہ نما - راستہ - پہلے ۲ دو معنے میں جمع اَئِمَّۃ - امام کہتے ہیں اس کو جس کی اقتدا کی جائے خواہ وہ انسان ہو یا کتاب ہو یا کوئی اور چیز - نیز وہ مقتدا برحق ہو یا باطل پر ہو چنانچہ اسی عموم کی وجہ سے فرمایا گیا ہے - یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِہِمْ (جس دن ہم سب انسانوں کو ان کے رہنماؤں کے ساتھ بلائیں گے) قرآن کریم میں اِمَامٍ مُّبِیْنٍ سے ایک جگہ لوح محفوظ مراد ہے اور دوسری جگہ کھلا راستہ (مفردات)

اَمَانَۃ :- امانت - جمع اَمَانَات -

اَمَانَۃ دراصل اس چیز کو کہتے ہیں جس کا کسی کو ذمہ دار اور امین بنایا جائے - قرآن کریم میں اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا الآیۃ (ہم نے امانت کو آسمانوں پر زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا - انہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے - مگر انسان نے اُسے اُٹھا لیا) میں امانت سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں امام راغب لکھتے ہیں :- کہا گیا ہے کہ یہاں کلمۂ توحید مراد ہے - کہا گیا ہے کہ عدالت مراد ہے - کہا گیا ہے کہ لکھنا پڑھنا مراد ہے اور کہا گیا ہے کہ عقل مراد ہے - لیکن صحیح یہ ہے کہ عقل مراد ہے کہ اس کے وسیلہ ہی سے دوسری سب چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں اور انسان کو اسی کی وجہ سے جملہ مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے - شاہ عبدالقادر رح لکھتے ہیں :- امانت کیا ہے ؟ پرائی چیز رکھنی - اپنی خواہش کو روک کر آسمان و زمین وغیرہ میں اپنی خواہش کچھ نہیں یا ہے تو وہی ہے جس پر قائم ہیں - انسان میں خواہش اور ہے اور حکم خلاف اس کے - اس پرائی چیز (یعنی حکم) کو برخلاف اپنے جی کے تھامنا بڑا زور چاہتا ہے اس کا انجام یہ ہے کہ منکروں کو قصور پر پکڑا جائے - اور ماننے والوں کا قصور معاف کیا جائے - اب بھی یہی حکم ہے - کسی کی امانت کوئی جان کر ضائع کرے تو بدلہ دینا پڑیگا - اور بے اختیار ضائع ہو جائے تو بدلہ نہیں" - گویا حضرت شاہ صاحب امانت سے شریعت مراد لیتے ہیں - (مفردات القرآن و موضح القرآن)

آمَانات:۔ امانتیں ۔ واحد ۔ آمَانَۃ

آمَانِیّ:۔ آرزوئیں ۔ اُمیدیں ۔ واحد اُمْنِیَّۃ

آمْت:۔ ٹیلہ ۔ اونچان ۔ نشیب و فراز ۔

اَمَۃ:۔ باندی ۔ لونڈی ۔ کنیز ۔ جمع اِمَاء ۔

اُمَّۃ:۔ جماعت ۔ اُمَّۃ اُمّ سے ماخوذ ہے جس کے معنے "ماں" کے ہیں ۔ اس جماعت کو اُمّت کہتے ہیں جس میں کوئی مذہب یا وطن یا زمانہ مشترک ہو ۔ گویا یہ مشترکہ چیز بمنزلہ ماں کے ہے اور یہ جماعت بمنزلہ اولاد کے ۔ جمع اُمَم ۔

اِمْتَازُوا:۔ تم الگ ہو جاؤ ۔ اِمْتِیَاز سے امر جمع مذکر حاضر ۔

اِمْتَحَنَ:۔ اس نے جانچا ۔ اس نے آزمایا ۔ اِمْتِحَان سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

اِمْتَحِنُوا:۔ تم آزماؤ ۔ تم جانچو ۔ اِمْتِحَان سے امر جمع مذکر حاضر ۔

اُمَتِّعُ:۔ میں فائدہ دوں گا ۔ میں فائدہ دوں ۔ تَمْتِیْع سے مضارع واحد متکلم ۔

اَمْتِعَۃ:۔ اسباب ۔ سازوسامان ۔ واحد مَتَاع

اِمْتَلَئْتِ:۔ تو بھر گئی ۔ اِمْتِلَاء سے ماضی واحد مؤنث حاضر

اَمْثَال:۔ مثالیں ۔ (واحد مَثَل) مانند ۔ (واحد مِثْل)

اَمْثَل:۔ بہتر ۔ زیادہ عمدہ ۔ مَثَالَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر ۔

اَمَد:۔ مدت ۔ ج آمَاد ۔ اَبَد اور اَمَد دونوں قریب المعنیٰ ہیں ۔ فرق یہ ہے کہ اَبَد کا اطلاق اس مدت پر ہوتا ہے جس کی حد نہ ہو اور اَمَد کا اُس مدت پر جس کی حد ہو (مفردات)

اَمَدَّ:۔ اس نے مدد کی ۔ اِمْدَاد سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

اَمْدَدْنَا:۔ ہم نے مدد کی ۔ اِمْداد سے ماضی جمع متکلم ۔

اَمْر:۔ کام ۔ معاملہ (جمع اُمُور) حکم (جمع اَوَامِر)

اَمَرَ:۔ اس نے حکم دیا ۔ اَمْر سے ماضی واحد مذکر غائب

اَمَرّ:۔ بہت کڑوا ۔ تلخ تر ۔ مَرَارَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر ۔

اِمْر:۔ انوکھا ۔ بھاری ۔ عجیب ۔

اِمْرُءٌ:۔ مرد (اس لفظ میں ر اور ہمزہ دونوں پر اعراب آتا ہے)

اِمْرَءَۃ:۔ عورت ۔ بیوی ۔ ج نِسَاء (بغیر لفظ)

اِمْرَءَتَان:۔ دو عورتیں ۔ اِمْرَءَۃ کا تثنیہ بحالت رفعی ۔

اَمَرْتَ:۔ تو نے حکم دیا ۔ تو نے فرمایا ۔ اَمْر سے ماضی واحد مذکر حاضر ۔

اَمَرْتُ:۔ میں نے حکم دیا ۔ اَمْر سے ماضی واحد متکلم ۔

اُمِرْتُ:۔ مجھے حکم دیا گیا۔ اَمْر سے ماضی مجہول واحد متکلم۔

اُمِرْنَا:۔ ہم کو حکم دیا گیا۔ اَمْر سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

اَمَرُوْا:۔ انہوں نے حکم دیا۔ اَمْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُمِرُوْا:۔ ان کو حکم دیا گیا۔ اَمْر سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اَمْسِ:۔ کل (گزشتہ) مبنی بر کسر ہے۔

اِمْسَاک:۔ روکنا۔ باب افعال سے مصدر

اِمْسَحُوْا:۔ تم مسح کرو۔ تم ہاتھ پھیرو۔ مَسْح سے امر جمع مذکر حاضر۔ (دیکھو مَسْح)

اَمْسَکَ:۔ اس نے روک رکھا۔ اِمْسَاک سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَمْسِکْ:۔ تو روک رکھ۔ اِمْسَاک سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَمْسَکْتُمْ:۔ تم نے روک رکھا۔ اِمْسَاک سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَمْسَکْنَ:۔ انہوں نے روک رکھا۔ اِمْسَاک سے ماضی جمع مونث غائب۔

اَمْسِکُوْا:۔ تم روک رکھو۔ اِمْسَاک سے امر جمع مذکر حاضر

اَمْشَاج:۔ ملے ہوئے مخلوط۔ واحد مَشِیْج

اِمْشُوْا:۔ تم چلو۔ تم پھرو۔ مَشْی سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِمْضُوْا:۔ تم چلے جاؤ۔ مُضِیّ سے امر جمع مذکر حاضر

اَمْطِرْ:۔ تو برسا۔ اِمْطَار سے امر واحد مذکر حاضر

اُمْطِرَتْ:۔ اس پر برسایا گیا۔ اِمْطَار سے ماضی مجہول واحد مونث غائب۔

اَمْطَرْنَا:۔ ہم نے برسایا۔ اِمْطَار سے ماضی جمع متکلم۔

اَمْعَاء:۔ آنتیں۔ انتڑیاں۔ واحد مِعیٰ۔

اُمْکُثُوْا:۔ تم ٹھہرو۔ مُکْث سے امر جمع مذکر حاضر

اَمْکَنَ:۔ اس نے قابو دیا۔ اِمْکَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَمَل:۔ آرزو۔ جمع آمَال۔

اَمْلَأَنَّ:۔ میں بھروں گا۔ مَلْأ سے مضارع واحد متکلم۔

اَمْلیٰ:۔ اس نے مہلت دی۔ اِمْلَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِمْلَاق:۔ مفلسی۔ تنگدستی۔ باب افعال سے مصدر

اَمْلِکُ:۔ میں اختیار رکھتا ہوں۔ مِلْک سے مضارع واحد متکلم۔

اُمْلِیْ:۔ میں ڈھیل دوں گا۔ اِمْلَاء سے مضارع واحد متکلم۔

اَمْلَیْتُ:۔ میں نے ڈھیل دی۔ اِمْلَاء سے

ماضی واحد متکلم۔

اُمَم: جماعتیں۔ امتیں۔ انواع۔ واحد اُمّۃ۔ (دیکھو اُمّۃ)

اَمْن: بے خوفی۔ دلجمعی۔ باب سمع سے مصدر

آمِنَ: وہ بے خوف ہوگیا۔ اس نے اعتبار کیا۔ اَمْن سے ماضی واحد مذکر غائب

اٰمَنْتُ: میں نے اعتبار کیا۔ اَمْن سے ماضی واحد متکلم۔

اَمَنَۃ: چین۔ آرام۔ دلجمعی۔

اَمِنْتُمْ: تم بے خوف ہوئے۔ مطمئن ہوئے اَمْن سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اُمْنُنْ: تو احسان کر مَنّ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُمَنِّیَنَّ: میں ضرور آرزو میں ڈالوں گا۔ اصل لفظ لَاُمَنِّیَنَّ ہے۔ تَمْنِیَۃ سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اُمْنِیَّۃ: آرزو۔ جمع اَمَانِیّ۔

اَمْوَات: مرے۔ واحد مَیِّت

اَمْوَال: دولت۔ واحد مَال۔

اَمُوْتُ: میں مروں گا۔ مَوْت سے مضارع واحد متکلم۔

اُمُوْر: کام۔ مشاغل۔ معاملات۔ واحد اَمْر۔

اُمَّہَات: مائیں۔ واحد اُمّ۔

اَمْهِلْ: تو مہلت دے۔ اِمْهَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُمِّیّ: اُمّ (ماں) کی طرف منسوب یعنی وہ جو جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ویسا ہی ہو۔ کچھ لکھا پڑھا نہ ہو۔ عرب والوں کو اُمّیین (بصیغہ جمع) اسی معنے کے لحاظ سے کہا گیا کیونکہ وہ قوم پڑھی لکھی نہ تھی۔ رسول اکرم صلعم کو جو اُمّی کہا گیا تو یا تو اس لئے کہ آپ قوم اُمّیّین کا ایک فرد تھے۔ یا اس لئے کہ آپ نے بھی کسی مخلوق کی شاگردی کرکے علوم متعارفہ حاصل نہیں کئے تھے اگرچہ بواسطہ وحی الٰہی آپ کو وہ علوم و معارف حاصل ہوئے جو آپ سے پہلے اور بعد میں کسی مخلوق کو حاصل ہوئے اور نہ ہوں گے۔ یا اُمُّ القریٰ (مکہ معظمہ) کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے آپ کو اُمّی کہا گیا۔

اُمِیْتُ: میں مارتا ہوں۔ مردہ کرتا ہوں اِمَاتَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اَمِیْن: امانت دار۔ معتبر اَمَانَت سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

اُمِّیُّوْن: ان پڑھ لوگ۔ اُمِّی کی جمع بحالت رفعی

اُمِّیِّیْن: ان پڑھ لوگ (بحالت نصبی و جری) (دیکھو اُمّی)

اِنَّ: بے شک۔ ضرور۔ یقیناً (حرف مشبہ بفعل)
اَنَّ: بے شک ضرور۔ کہ۔ یہ کہ (حرف مشبہ بفعل)
اَنْ: کہ۔ یہ کہ (حرف ناصب)
اِنْ: اگر (حرفِ شرط ہے) نہیں (حرفِ نفی
تحقیق، بے شک۔ (اِنَّ کا مخفف)
اَنّٰی: کہاں سے کس طرح۔ جہاں۔ کہاں۔
اَنَا: میں (ضمیر واحد متکلم مرفوع منفصل)
اِنَا: (کھلنے وغیرہ کا) پکنا۔ باب ضرب سے مصدر
اِنَّا: بے شک ہم (اِنَّ با ضمیر جمع متکلم منصوب
اَنَابَ: اس نے رجوع کیا۔ اِنَابَت سے ماضی
واحد مذکر غائب۔
اَنَابُوا: انہوں نے رجوع کیا۔ اِنَابَت سے ماضی
جمع مذکر غائب۔
اِنَاث: عورتیں۔ واحد اُنثٰی۔
اُنَاس: لوگ۔ واحد اِنس۔
اَنَاسِیّ: لوگ۔ انسان۔ واحد اِنسِیّ۔
اَنَام: خلق مخلوق۔
اَنَامِل: انگلیاں۔ واحد اَنمُلَۃ
اَنْبَاء: خبریں۔ واحد۔ نَبَأٌ
اَنْبَأَ: اس نے خبر دی۔ بتایا۔ اِنبَاء سے ماضی
واحد مذکر غائب۔
اَنْبِئْ: تو بتا۔ تو خبر دے۔ اِنبَاء سے امر واحد
مذکر حاضر۔

اَنْبِئُوا: تم بتاؤ۔ تم خبر دو۔ اِنبَاء سے امر
جمع مذکر حاضر۔
اُنَبِّئُ: میں خبر دوں گا۔ تَنبِئَۃ سے مضارع
واحد متکلم۔
اَنْبَتَ: اس نے اگایا۔ اِنبَات سے ماضی واحد
مذکر غائب۔
اَنْبَتَتْ: اس نے اگایا۔ اِنبَات سے ماضی
واحد مونث غائب۔
اِنْبَجَسَتْ: وہ پھوٹ نکلی۔ اِنبِجَاس سے ماضی
واحد مونث غائب۔
اِنْبِذْ: تو پھینک دے۔ نَبذ سے امر واحد مذکر حاضر
اِنْبِعَاث: اٹھنا۔ قصد کرنا۔ باب انفعال
سے مصدر
اِنْبَعَثَ: وہ اٹھا۔ اِنبِعَاث سے ماضی
واحد مذکر غائب۔
اَنَبْنَا: ہم نے رجوع کیا۔ اِنَابَت سے ماضی
جمع متکلم۔
اَنْبِیَاء: پیغمبرانِ خدا (صلوٰۃ اللہ علیہم وسلامہ)
نَبَاء خبر کو کہتے ہیں۔ اور تَنبِئَۃ اور اِنبَاء
کے معنے ہیں۔ خبر دینا۔ نَبِیّ فعیل ہے بمعنی
مفعول یا بمعنی فاعل یعنی وہ ذات مقدس
جو خدا اور دوسرے بندوں کے درمیان
واسطہ ہو۔ خدا کی طرف سے اُسے ان امور

کی خبر دی جائے۔ جو لوگوں کی معاش و معاد کی
صلاح و فلاح کی طرف رہ نمائی کریں۔
اور پھر وہ ان اُمور کی اپنی اُمت کو خبر دے
نبی عام ہے۔ اور رسول خاص۔ نبی ہر
پیغمبر کو کہتے ہیں۔ اور رسول اس پیغمبر کو
جس پر مستقل کتاب و شریعت اترے۔ نبی
کی جمع (مکسر) اَنبیاء اور (سالم) نبیوں، نبیین ہے

اَنتَ: تو۔ (ضمیر واحد مذکر حاضر مرفوع منفصل)

اَنتِ: تو (ضمیر واحد مؤنث حاضر مرفوع منفصل)

اِنتَبَذَت: وہ الگ ہوئی۔ گوشہ گیر ہوئی۔
اِنتِباذ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِنتَثَرَت: وہ جھڑ گئی۔ اِنتِثار سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

اِنتَشِرُوا: تم پھیل جاؤ، متفرق ہو جاؤ۔ اِنتِشار
سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِنتَصِر: تو بدلہ لے۔ اِنتِصار سے امر واحد مذکر حاضر

اِنتَصَرَ: اس نے بدلہ لیا۔ اِنتِصار سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اِنتَصَرُوا: انہوں نے بدلہ لیا۔ اِنتِصار سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

اِنتَظِر: تو انتظار کر۔ اِنتِظار سے امر واحد
مذکر حاضر۔

اِنتَظِرُوا: تم انتظار کرو۔ اِنتِظار

سے اَمر جمع مذکر حاضر۔

اِنتِقام: بدلہ لینا۔ باب افتعال سے مصدر

اِنتَقَمنَا: ہم نے بدلہ لیا۔ اِنتِقام سے ماضی
جمع متکلم۔

اَنتُم: تم (ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل)

اَنتُمَا: تم (ضمیر تثنیہ مذکر و مؤنث حاضر مرفوع
منفصل)

اِنتَهٰی: وہ باز آیا۔ اِنتِهاء سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

اِنتَهَوا: وہ باز آئے۔ اِنتِهاء سے ماضی جمع
مذکر غائب۔

اِنتَهُوا: تم باز آؤ۔ اِنتِهاء سے اَمر جمع مذکر حاضر

اُنثٰی: عورت۔ مادہ۔ جمع اِناث

اُنثَیَین: دو مادہ۔ اُنثٰی کا تثنیہ بحالت
نصبی و جری

اَنجٰی: اس نے نجات دی۔ اِنجاء سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اَنجَیتَ: تو نے نجات دی۔ اِنجاء سے ماضی
واحد مذکر حاضر۔

اَنجَینَا: ہم نے نجات دی۔ اِنجاء سے ماضی
جمع متکلم

اِنذِر: تو ڈرا ان کو۔ اِنذار سے امر واحد مذکر حاضر
(دیکھو نذر)

اَنْدَاد: ہمسر۔ شریک۔ واحد۔ نِدّ۔

اِنْجِیْل: وہ کتاب آسمانی جو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ بعض اہل لغت اسے نجل (اصل مادہ) سے مشتق قرار دیتے ہیں چونکہ یہ شریعت عیسوی کے احکام کا ماخذ اور اصل تھی اس لیے اسے "انجیل" کہا گیا۔ مگر قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔ کہ یہ تکلف ہے یہ لفظ عربی نہیں۔

اَنْذَرَ: اس نے ڈرایا۔ اِنْذَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُنْذِرُ: میں ڈراتا ہوں۔ اِنْذَار سے مضارع واحد متکلم۔

اَنْذِرْ: تو ڈرا۔ اِنْذَار سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَنْذَرْتُ: میں نے ڈرایا۔ اِنْذَار سے ماضی واحد متکلم

اَنْذَرْنَا: ہم نے ڈرایا۔ اِنْذَار سے ماضی جمع متکلم

اَنْذِرُوْا: تم ڈراؤ۔ اِنْذَار سے امر جمع مذکر حاضر

اَنْزَلَ: اس نے اُتارا۔ اِنْزَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُنْزِلَ: وہ اُتارا گیا۔ اِنْزَال سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب

اَنْزِلْ: تو اُتار۔ اِنْزَال سے امر واحد مذکر حاضر

اَنْزَلْتَ: تو نے اُتارا۔ اِنْزَال سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَنْزَلْتُ: میں نے اُتارا۔ اِنْزَال سے ماضی واحد متکلم۔

اُنْزِلَتْ: وہ اُتاری گئی۔ اِنْزَال سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اَنْزَلْتُمْ: تم نے اُتارا۔ اِنْزَال سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَنْزَلْنَا: ہم نے اُتارا۔ اِنْزَال سے ماضی جمع متکلم

اُنْس: اِنسان۔ آدمی ج اُناس

اَنْسٰی: اس نے بھلایا۔ اِنْسَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنْسَاب: ذاتیں۔ واحد نَسَب۔

اِنْسَان: آدمی۔ جمع اَنَاسِیّ۔ انسان کا ماخذ اُنس ہے چونکہ انسانی زندگی بغیر اُنس و محبت کے گزرنی ممکن نہیں اور انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے اس لیے آدمی کو انسان کہا گیا۔

اِنْسَلَخَ: وہ گزر گیا۔ اِنْسِلَاخ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنْسَوْا: انہوں نے بھلایا اِنْسَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِنْسِیّ: آدمی۔ جمع اِنْس۔ اَنَاسِیّ۔

اَنْشَأَ: اس نے پیدا کیا اِنْشَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْشَاء: پیدا کرنا۔ پرورش کرنا۔ باب افعال سے مصدر

اَنْشَأْتُمْ: تم نے پیدا کیا اِنْشَاء سے ماضی

جمع مذکر حاضر۔

اَنشَأنا۔ ہم نے پیدا کیا۔ پرورش کی۔ اِنشاء سے ماضی جمع متکلم۔

اَنشَرَہٗ۔ اس نے اٹھایا۔ دوبارہ زندہ کیا اِنشار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنشَرنا۔ ہم نے زندہ کیا۔ اِنشار سے ماضی جمع متکلم۔

اُنشُزُوا۔ تم اٹھ کھڑے ہو۔ نشز سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِنشَقَّ۔ وہ پھٹا۔ اِنشقاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنشَقَّت۔ وہ پھٹ گئی۔ اِنشقاق سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَنصاب۔ وہ پتھر جن کی زمانہ جاہلیت میں پوجا ہوتی تھی اور ان پر جانوروں کی قربانیاں کی جاتی تھیں۔ واحد نُصُب۔

اَنصار۔ مدد کرنے والے واحد ناصر۔ اصطلاح اسلام میں مدینہ منورہ کے وہ مسلمان جنہوں نے آغاز اسلام میں پیغمبر اسلام اور آپ کے ملی ساتھیوں کی ہر طرح مدد کی۔

یہ مدینہ منورہ کے دو قبیلوں اوس اور خزرج سے تعلق رکھتے تھے اور کاشتکاری کا پیشہ کرتے تھے۔ مدینہ کے آس پاس یہودیوں کی بستیاں تھیں۔ یہودی سوداگری اور مہاجنی کا کاروبار کرتے تھے اور انصار کو روپیہ قرض دے کر ان کو اپنے پھندے میں پھنسائے رکھتے تھے۔ کاروباری معاملات پر انصار کی یہودیوں سے لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ ایسے موقعوں پر یہودی انصار سے کہا کرتے کہ ہماری مذہبی کتابوں میں عرب میں نبی آخرالزماں کی بعثت کی خبر درج ہے۔ ان کا زمانہ اب قریب آگیا ہے۔ ہم ان کے ساتھ ہو کر تم لوگوں کو مزا چکھائیں گے۔

نبوت کے دسویں سال اوس و خزرج کے کچھ آدمی مکہ آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ کی ایک گھاٹی میں ان سے ملے۔ اور کلام الٰہی انہیں سنایا۔ رسول اکرم صلعم کی مقدس صورت کو دیکھ کر اور اس مبارک کلام کو سن کر انہوں نے آپس میں کہا۔ کہ یہ تو وہی پیغمبر منتظر معلوم ہوتے ہیں۔ یہودیوں سے پہلے ہم ان پر ایمان لا کر ان کے ساتھی کیوں نہ بن جائیں چنانچہ چھ آدمی اسی وقت مشرف باسلام ہوئے۔

دوسرے سال مدینہ سے بارہ آدمی آکر مشرف باسلام ہوئے۔ ان کی درخواست پر حضور نے مصعب بن عمیرؓ کو ان کی تعلیم اور دوسروں کی تبلیغ کے لئے مدینہ بھیجا۔ چنانچہ تیسرے سال بہتر (۷۲) آدمی حضور کی خدمت میں بیعت اسلام

کے لیے حاضر ہوئے۔
رات کے اندھیرے میں عقبہ کی تنہائی میں اُن لوگوں نے اسلام اور اس کے ساتھ دنیا بھر کی مصیبتوں کو قبول کرنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا حضور کے ساتھ ان کے چچا حضرت عباس رض تھے۔ انہوں نے کہا:۔
محمدؐ آج بھی اپنے قبیلہ میں عزت و حرمت کا مقام رکھتے ہیں۔ اب وہ تمہارے ساتھ جانا چاہتے ہیں اگر تم پوری وفاداری سے ان کا ساتھ دے سکو تو خیر ورنہ ابھی جواب دے دو"۔ اس پر ان کے ایک سردار براء بن معرور نے فوراً کہا "قسم ہے خدا کی ہم اپنے گھر والوں کی جس طرح حفاظت کرتے ہیں اسی طرح آپ کی کریں گے ہم جنگجو لوگ ہیں"۔
انصار کے دوسرے سردار ابو الہیثم نے کہا۔
"اے خدا کے رسول ہم سب اپنا تعلق توڑ کر آپ سے اپنا رشتہ جوڑتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں واپس تشریف لے جائیں"؟۔
حضورؐ نے مسکرا کر جواب دیا:۔
اَلدَّمُ اَلدَّمُ اَلْهَدْمُ اَلْهَدْمُ اَنْتُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکُمْ اُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ وَ اُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ۔ (تمہارا اور میرا خون ایک ہے تمہاری عزت اور میری عزت ایک ہے۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا تمہارے دوست میرے
اس گفتگو کے بعد مدینہ کے بہتر ۷۲ آدمیوں نے رسول اکرم صلعم کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی اور اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کر دیا۔
اس بیعت کے بعد حضور نے مکہ کے مصیبت زدہ مسلمانوں کو آہستہ آہستہ مدینہ منورہ بھیجنا شروع کر دیا۔ آخر خود رسول اکرم صلعم بھی چند ماہ بعد ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی کو مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ آپ کے استقبال کیلئے مدینہ کے انصار ان کی بیویاں اور ان کے بچے سراپا انتظار تھے، جیسے ہی حضور وہاں پہنچے۔ سارا مدینہ نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا۔
رسول اکرم صلعم پر تو وہ اپنا دل و جان قربان کر ہی چکے تھے انصار نے اپنے شکستہ حال اور پراگندہ بال مہاجر بھائیوں کی دلجوئی اور خاطر مدارات بھی جس انداز سے کی دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔
ہر انصاری نے ایک مہاجر کو اپنا بھائی بنا لیا۔ اسے اپنے گھر یا زمین میں جگہ دی۔ اپنے کھیت میں شریک کیا۔ اپنے کاروبار میں حصہ دار

بنایا اور اپنا آدھا مال اُسے بانٹ دیا۔ ان کی آپس کی نصرت و محبت کا قرآن کریم میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ھَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ دور حقیقت جو لوگ ایمان لائے۔ اور انہوں نے ہجرت کی! اور اپنی جانوں اور مالوں سے راہ خدا میں جہاد کیا۔ اور جن لوگوں نے اُنہیں رہنے سہنے کا ٹھکانا دیا اور ہر طرح ان کی مدد کی یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔)

اسلامؐ پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں کی یہی نصرت ان کا وہ امتیازی عمل تھا جس کی وجہ سے وہ اَنصار کے لقب سے ملقب ہوئے جس طرح راہ خدا میں اپنے اعزا و اقربا اور اپنے گھر بار کو چھوڑ دینا مہاجرین کا خصوصی وصف قرار پایا اور وہ اس وصف کی بنا پر مہاجرین کہلائے۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

اِنْصَبْ :- تو محنت کر مشقت اُٹھا نَصَب سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَنْصِتُوْا :- تم چپ رہو۔ کان لگائے رہو اِنصات سے امر جمع مذکر حاضر

اَنْصَحُ : میں نصیحت کرتا ہوں۔ خیر خواہی کرتا ہوں (بصلہ لام) نُصْح سے مضارع واحد متکلم۔

اُنْصُرْ :- تو مدد کر۔ نَصْر سے امر واحد مذکر حاضر

اِنْصَرَفُوْا :- وہ پھرے۔ اِنْصِرَاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُنْصُرُوْا :- تم مدد کرو۔ نَصْر سے اَمر جمع مذکر حاضر

اَنْطَقَ :- اس نے گویائی دی۔ اِنْطَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْطَلَقَ :- وہ چلا۔ اِنْطِلَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْطَلَقَا :- وہ دونوں چلے۔ اِنْطِلَاق سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اِنْطَلَقْتُمْ :- تم چلے۔ اِنْطِلَاق سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِنْطَلَقُوْا :- وہ چلے۔ اِنْطِلَاق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِنْطَلِقُوْا :- تم چلو۔ اِنْطِلَاق سے امر جمع مذکر حاضر

اُنْظُرْ :- تو دیکھ۔ غور کر۔ توجہ کر۔ نَظَر سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَنْظِرْ :- تو مہلت دے۔ اِنْظَار سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُنْظُرُوْا:۔ تم دیکھو۔ نَظَر سے امر جمع مذکر حاضر

اُنْظُرِی:۔ تو دیکھ۔ نَظَر سے امر واحد مؤنث حاضر

اَنْعَام:۔ چوپائے۔ اونٹ۔ واحد نَعَم۔

اَنْعُم:۔ احسانات۔ واحد نِعْمَۃ

اَنْعَمَ:۔ اس نے انعام کیا۔ اِنْعَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنْعَمْتَ:۔ تو نے احسان کیا۔ تو نے فضل کیا۔ اِنْعَام سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَنْعَمْتُ:۔ میں نے انعام کیا۔ اِنْعَام سے ماضی واحد متکلم۔

اَنْعَمْنَا:۔ ہم نے مہربانی کی فضل کیا۔ اِنْعَام سے ماضی جمع متکلم۔

اَنْف:۔ ناک۔ جمع آناف۔

اِنْفَاق:۔ خرچ کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔

اَنْفَال:۔ واحد نَفَل بمعنی غنیمت یعنی وہ مال جو لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے اس کو اسے نفل کہا گیا۔ کہ یہ خداوند قدوس کا عطیہ اور فضل ہوتا ہے جس سے وہ اجر آخرت کے علاوہ مجاہدین کو نوازتا ہے۔ مال غنیمت کا حکم آئندہ اپنے موقع پر بیان ہوگا۔ بعض علماء نے نفل اور غنیمت میں فرق کیا ہے۔ ان کی رائے ہے کہ نفل وہ غنیمت ہے جو بغیر لڑے ہاتھ آجائے۔ جسے فَیْ بھی کہتے ہیں۔ (بیضاوی و مفردات)

اِنْفَجَرَتْ:۔ وہ بہ نکلی پھوٹ نکلی۔ اِنْفِجَار سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَنْفُخُ:۔ میں پھونکتا ہوں۔ نَفْخ سے مضارع واحد متکلم۔

اُنْفُخُوْا:۔ تم پھونک مارو۔ دھونکو۔ نَفْخ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُنْفُذُوْا:۔ تم نکلو۔ نفوذ سے امر جمع مذکر حاضر

اِنْفِرُوْا:۔ تم کوچ کرو نکلو (جہاد کے لئے) نَفَر سے امر جمع مذکر حاضر

اَنْفُس:۔ جانیں۔ واحد نَفْس

اِنْفِصَام:۔ ٹوٹنا۔ باب انفعال سے مصدر

اِنْفَضُّوْا:۔ وہ منتشر ہوگئے۔ اِنْفِضَاض سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِنْفَطَرَتْ:۔ وہ پھٹ گئی۔ اِنْفِطَار سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَنْفَقَ:۔ اس نے خرچ کیا۔ اِنْفَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنْفَقْتَ:۔ تو نے خرچ کیا۔ اِنْفَاق سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَنْفَقْتُمْ:۔ تم نے خرچ کیا۔ اِنْفَاق سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَنْفَقُوْا:۔ انہوں نے خرچ کیا۔ اِنْفَاق سے ماضی جمع

مذکر غائب۔

اَنْفِقُوْا:۔ تم خرچ کرو۔ اِنْفَاق سے اَمر جمع مذکر حاضر۔

اِنْفَلَقَ:۔ وہ پھٹ گیا۔ وہ چر گیا۔ اِنْفِلَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنْقَذَ:۔ اس نے چھٹکارا دیا۔ اس نے نجات دی۔ اِنْقَاذ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُنْقُصْ:۔ تو کم کر۔ نَقْص سے امر واحد مذکر حاضر

اَنْقَضَ:۔ اس نے توڑا۔ اِنْقَاض سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْقَلَبَ:۔ وہ پلٹا۔ اِنْقِلَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْقَلَبْتُمْ:۔ تم پلٹے۔ اِنْقِلَاب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِنْقَلَبُوْا:۔ وہ پلٹے۔ اِنْقِلَاب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَنْكَاثٌ:۔ ٹکڑے۔ واحد۔ نِكْث۔

اَنْكَالٌ:۔ بھاری بیڑیاں۔ واحد نِكْل۔

اُنْكِحَ:۔ میں نکاح کر دوں۔ اِنْكَاح سے مضارع واحد متکلم۔

اِنْكِحُوْا: تم نکاح کر لو۔ نِكَاح سے اَمر جمع مذکر حاضر

اَنْكِحُوْا: تم نکاح کر دو۔ اِنْكَاح سے اَمر جمع مذکر حاضر

اِنْكَدَرَتْ:۔ میلی ہوئی۔ پراگندہ ہوئی۔ اِنْكِدَار سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَنْكَرُ:۔ بہت بُرا۔ نُكْر سے اسم تفضیل واحد مذکر

اِنَّمَا:۔ اس کے سوا نہیں ہے (کلمۂ حصر)

اِنْهَ:۔ تو منع کر۔ نَهْی سے امر واحد مذکر حاضر

اَنْهٰى:۔ میں منع کرتا ہوں نَهْی سے مضارع واحد متکلم

اَنْهَارٌ:۔ نہریں۔ واحد نَهَر

اِنْهَارَ:۔ ڈھ پڑا۔ گر گیا۔ منہدم ہو گیا۔ اِنْهِيَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُنِيْبُ:۔ میں رجوع کرتا ہوں۔ اِنَابَة۔ سے مضارع واحد متکلم۔

اَنِيْبُوْا:۔ تم رجوع کرو۔ اِنَابَة سے امر جمع مذکر حاضر

اَوْ:۔ یا، خواہ (حرفِ تردید)

اَوَّابٌ:۔ توبہ کرنے والا۔ بہت رجوع کرنے والا اَوْب سے مبالغہ واحد

اَوَّابِيْنَ:۔ بہت رجوع کرنے والے۔ اَوَّاب کی جمع۔

اُوَارِيْ:۔ میں چھپاتا ہوں۔ مُوَارَاة سے مضارع واحد متکلم۔

اَوَّاهٌ:۔ نرم دل۔ آہ و زاری کرنے والا اَوَّه سے مبالغہ واحد۔

اَوْبَارٌ:۔ اونٹ کے بال۔ واحد وَبَر

اَوِّبِيْ:۔ تو رجوع کر۔ تَاْوِيْب سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اُوْتِیْ: مجھ کو دیا جائے گا۔ اِیتاء سے مضارع مجہول واحد متکلم۔

لَمْ اُوْتَ: مجھ کو نہیں دیا گیا۔ اِیتاء سے مضارع نفی جحد بلم مجہول واحد متکلم۔

اَوْتَاد: میخیں۔ کھونٹیاں۔ واحد وَتَد۔

اُوْتُوْا: ان کو دیا گیا۔ اِیتاء سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُوْتِیَتْ: اس کو دیا گیا۔ اِیتاء ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اُوْتِیْتُ: مجھ کو دیا گیا۔ اِیتاء سے ماضی مجہول واحد متکلم۔

اُوْتِیْتُمْ: تم کو دیا گیا۔ اِیتاء سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

اُوْتِیْنَا: ہم کو دیا گیا۔ اِیتاء سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

اَوْثَان: بُت۔ پتھر جن کی کافر عبادت کرتے ہیں۔ واحد۔ وَثَن۔

اَوْجَسَ: جی میں گھبرایا۔ ہڑبڑایا۔ اِیجاس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَوْجَفْتُمْ: تم نے دوڑایا۔ اِیجاف سے ماضی جمع مذکر حاضر

اَوْحٰی: اس نے وحی بھیجی۔ "وحی" کے معنے ہیں اشارۂ خفی کے۔ اصطلاحاً خداوند قدوس کی طرف سے جو پیغام انبیاء کرام پر نازل ہوتا ہے۔ اُسے وحی کہتے ہیں حضرت الاستاذ علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:۔ وحی جو انبیاء پر اُترتی ہے اُس کی تین قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ پیغمبر کے باطن کو عالم قدس کی طرف مسخر کر لیا جائے اور اس میں پیغام الٰہی کا القاء کیا جائے۔ اس صورت میں نہ فرشتہ واسطہ بنتا ہے! ورنہ آواز سنائی دیتی ہے۔ دوم یہ کہ پیغمبر خدا کی آواز سنے۔ جیسی آواز بھی اس کے لائق ہے نہ اس میں مخارج ہوتے ہیں اور نہ تقطیع اور وہ ہر طرف سے سنی جاتی ہے۔ سوم یہ کہ فرشتہ آئے اور خدا کا پیغام سنائے۔

(فیض الباری ج ۱)

معنی لغوی کی مناسبت سے الہام خداوندی تسخیر اور وسوسہ شیطانی کو بھی وحی کہا گیا ہے۔ اور قرآن کریم میں یہ استعمالات موجود ہیں۔ (مفردات)

"وحی کے متعلق تفصیلی بحث علامہ رشید رضا مصری رح کی کتاب الوحی المحمدی میں دیکھی جائے۔"

اُوْحِیَ: وحی کی گئی۔ اِیحاء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اَوْحَیْنَا:۔ہم نے وحی کی۔ اِیْحَاء سے مَاضی جمع متکلم۔

اَوْدِیَۃ:۔نالے۔وادیاں۔واحد۔وَادِی

اُوْذُوْا:۔اُن کو ستایا گیا۔اِیْذَاء سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُوْذِیَ:۔وہ ستایا گیا۔اِیْذَاء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اُوْذِیْنَا:۔ہم ستائے گئے۔اِیْذَاء سے مَاضی مجہول جمع متکلم۔

اَوْرَثَ:۔اس نے وارث کیا۔اِیْرَاث سے مَاضی واحد مذکر غائب۔

اُوْرِثْتُمُوْھَا:۔تم اُس کے وارث بنائے گئے اِیْرَاث سے مَاضی مجہول جمع مذکر حاضر باضمیر منصوب متصل واحد مذکر غائب

اَوْرَثْنَا:۔ہم نے وارث بنایا۔اِیْرَاث سے مَاضی جمع متکلم۔

اُوْرِثُوْا:۔ان کو وارث بنایا گیا۔اِیْرَاث سے مَاضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اَوْرَدَ:۔اس نے داخل کیا۔لا ڈالا۔اِیْرَاد سے مَاضی واحد مذکر غائب۔

اَوْزَار:۔گناہ۔خطائیں۔بوجھ۔واحد وِزْر

اَوْزِعْ:۔توفیق دے۔نصیب کر۔اِیْزَاع سے امر واحد مذکر حاضر

اَوْسَط:۔بیچ والا۔درمیانی۔افضل وَسَط سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو وسط)

اَوْصٰی:۔اس نے تاکید کی۔وصیت کی۔ اِیْصَاء سے مَاضی واحد مذکر غائب۔

اَوْضَعُوْا:۔انہوں نے دوڑایا۔اِیْضَاع سے مَاضی۔جمع مذکر غائب۔

اَوْعٰی:۔اس نے نگاہ رکھا۔حفاظت سے رکھا اِیْعَاء سے مَاضی واحد مذکر غائب (اس کے اصل معنی برتن میں رکھنا ہیں)

اَوْعِیَۃ:۔خرجیاں۔برتن۔واحد۔وِعَاء

اَوْفِ:۔تو پورا کر۔اِیْفَاء سے امر واحد مذکر حاضر

اُوْفِ:۔میں پورا کروں گا۔اِیْفَاء سے مضارع واحد متکلم مجزوم

اَوْفٰی:۔اس نے پورا کیا۔اِیْفَاء سے مَاضی واحد مذکر غائب۔بہت پورا۔بالکل پورا۔ وَفَاء سے اسم تفضیل واحد مذکر)

اَوْفُوْا:۔تم پورا کرو۔اِیْفَاء سے امر جمع مذکر حاضر

اَوْقَدَ:۔اس نے روشن کیا۔سلگایا۔اِیْقَاد سے مَاضی واحد مذکر غائب۔

اَوْقِدْ:۔تو روشن کر۔تو سلگا۔اِیْقَاد سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَوْقَدُوْا:۔انہوں نے سلگایا۔اِیْقَاد سے مَاضی جمع مذکر غائب۔

اَوَّل:۔پہلا ج اَوَائِل۔

اُوْلیٰ: پہلی۔ ج اُوَل

اَوْلیٰ: بہتر۔ لائق تر۔ قریب تر۔ وَلی سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَوْلیٰ: خرابی۔ تباہی (بمعنی وَیْل) اَوْلیٰ لَکَ "دھمکی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بعض اہل لغت کی رائے ہے کہ اَوْلیٰ لَکَ کے معنی ہیں وَلِیَکَ الشَّرُّ فَاحْذَرْ (برائی تیرے قریب پہنچ گئی تو اس سے بچ)

اُوْلاءِ: یہ سب۔ اسم اشارہ جمع مذکر و مؤنث برائے قریب

اُولٰئِکَ: وہ لوگ اسم اشارہ جمع مذکر برائے بعید

اُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ: حمل والیاں۔ حاملہ عورتیں۔

اَوْلَاد: بچے۔ واحد وَلَد

اُوْلُوْ: والے۔ واحد ذُوْ (مِنْ غَیْرِ لَفْظِہٖ)

اُولِی النَّعْمَۃِ: عیش و آرام والے (بحالت نصبی)

اَوَّلُوْنَ: پہلے۔ اسلاف۔ واحد اَوَّل

اَوْلِیَاءُ: دوست۔ احباب۔ مدد کرنیوالے کارساز لوگ۔ واحد وَلِیّ۔

اَوْلَیَانِ: دو زیادہ قریب۔ اَوْلیٰ کا تثنیہ بحالت رفعی۔

اَوَّلِیْنَ۔ پہلے۔ اگلے (بحالت نصبی و جری) واحد اَوَّل۔

آوْهَن: بہت بودا۔ بہت کمزور۔ وَهْن سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَهَانَ: اس نے ذلیل کیا۔ اِهَانَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَهَانَنِ: اس نے مجھ کو ذلیل کردیا (اصل میں اَهَانَنِیْ تھا۔ وقف کی وجہ سے آخر سے یا گر گئی)

اَهَبُ: میں دوں (میں بخشوں)۔ هِبَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اِهْبِطْ: تو اُتر۔ هُبُوط سے امر واحد مذکر حاضر

اِهْبِطَا: تم دونوں اترو۔ هُبُوط سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔

اِهْبِطُوْا: تم اُترو۔ هُبُوط سے امر جمع مذکر حاضر

اِهْتَدٰی: اس نے راہ پائی۔ اس نے ہدایت پائی۔ اِهْتِدَاء سے ماضی واحد مذکر غائب

اِهْتَدَوْا: انہوں نے راہ پائی۔ اِهْتِدَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِهْتَدَیْتُ: میں نے راہ پائی۔ اِهْتِدَاء سے ماضی واحد متکلم۔

اِهْتَدَیْتُمْ: تم نے راہ پائی۔ اِهْتِدَاء سے ماضی جمع مذکر حاضر

اِهْتَزَّتْ: وہ جھومی جنبش میں آئی اِهْتِزَاز سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اُهْجُرْ۔ تو چھوڑ دے۔ دور رہ۔ هَجْرٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُهْجُرُوْا۔ تم چھوڑ دو۔ دور رہو هَجْرٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِهْدِ۔ تو ہدایت کر۔ هِدَايَه سے امر واحد مذکر حاضر۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں هِدَايَت کے معنی ہیں نرمی اور مہربانی کے ساتھ رہنمائی۔ ہدایت جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو کر استعمال ہو تو اس کی چار قسمیں ہیں۔ اول وہ ہدایت جو اللہ تعالیٰ نے ہر مکلف کو عقل و شعور اور ضروری واقفیت بقدر استعداد عطا فرما کر کی ہے۔ چنانچہ فرمایا رَبُّنَا الَّذِيْ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی بناوٹ دی۔ پھر اسے ہدایت بخشی) دوم وہ ہدایت جو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر پیغمبروں کے ذریعہ فرمائی۔ چنانچہ فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (اور ہم نے ان میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے ان کی ہدایت کرتے ہیں) سوم توفیق الٰہی جس سے وہ خوش قسمت سرفراز ہوتا ہے جس نے ہدایت کے دوسرے درجے سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور درجات ہدایت میں ترقی کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (اور جن لوگوں نے راہ ہدایت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہدایت عطا فرمائے گا۔) چہارم آخرت میں جنت کی طرف رہنمائی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا (تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہماری اس جنت کی طرف رہنمائی کی) یہی مراد ہے

ہدایت کی ان چاروں قسموں کا تحقق ترتیب وار ہی ہوگا پہلی ہدایت کے بغیر دوسری ممکن نہیں اور دوسری کے بغیر تیسری اور تیسری کے بغیر چوتھی۔

ہدایت جب بندہ کی طرف نسبت ہو کر آئے تو اس سے مراد "بتلانا" و "راستہ دکھانا" ہوتا ہے اور بس اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (درحقیقت تم سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتے ہو) میں یہی مراد ہے۔ ہدایت کی دوسری صورتیں انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ (اے پیغمبر تم جسے چاہو ہدایت نہیں کر سکتے۔ یہاں ہدایت سے ہدایت کی بقیہ مذکورہ صورتیں

مراد ہیں۔ (مفردات ملخصاً)
علامہ عبدۃ المصری نے تفسیر سورۃ فاتحہ میں اقسام ہدایت کی مزید تفصیل کی ہے اسے ھُدٰی کے تحت دیکھا جائے۔

اَهْدٰی :۔ زیادہ ہدایت والا۔ هِدَایَۃٌ سے اسم تفضیل واحد مذکر

اِهْدُوْا :۔ تم راہ بتاؤ۔ هِدَایَۃٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَهُشُّ :۔ میں پتے جھاڑتا ہوں ھَشٌّ سے مضارع واحد متکلم۔

اُهِلَّ :۔ وہ پکارا گیا۔ نام ذکر کیا گیا۔ اِهْلَالٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اَهْلٌ :۔ گھر والے۔ بال بچے۔ لائق۔ والا۔

اَهْلُ الْبَیْتِ :۔ گھر والے اہل خانہ۔

قرآن کریم میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا (اے اہل بیت نبی صلعم اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک صاف کردے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قرآن میں تدبر کرنے والے کو ایک لمحہ کے لیے اس میں شک و شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہاں اہل بیت کے مدلول میں ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں۔ کیونکہ پورے رکوع میں تمام تر خطابات انہی سے ہوئے ہیں۔ اور بیوت کی نسبت بھی پہلے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ میں اور آگے وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ میں ان کی طرف کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں یہ لفظ عموماً اسی سیاق میں مستعمل ہوا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سارہ کو خطاب کرتے ہوئے ملائکہ نے فرمایا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ حضرت یوسفؑ کے قصہ میں بیت کو زلیخا کی طرف منسوب کیا وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا بہرحال اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا خطاب اولاً ان ہی سے ہے لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت میں شامل ہیں۔ بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جیساکہ مسند احمد کی ایک روایت میں اَحَقّ کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے اس لیے آپ کا حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین

رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لے کر اَللّٰھُمَّ
ھٰؤُلَاءِ اَھلُ بَیتِی وغیرہ فرمانا یا حضرت
فاطمہ کے مکان کے قریب گزرتے ہوئے
اَلصَّلوٰۃ اَھلَ البَیت یُرِیدُ اللّٰہُ
لِیُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ الخ سے
خطاب کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے
لیے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج
کے حق میں ہوا اور ان ہی سے تخاطب ہو رہا
ہے۔ مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب
کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں باقی
ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآنی کی
اولیں مخاطب تھیں اس لیے اُن کی نسبت
اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت
نہیں سمجھی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اَھِلَّۃ: نئے چاند۔ واحد۔ ھِلَال۔

اَھلَکتَ: تو نے ہلاک کیا۔ اِھلَاک سے
ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَھلَکتُ: میں نے ہلاک کیا۔ برباد کیا۔
اِھلَاک سے ماضی واحد متکلم۔

اَھلَکنَا: ہم نے ہلاک کیا۔ اِھلَاک سے
ماضی جمع متکلم۔

اُھلِکُوا: وہ ہلاک کیے گئے۔ اِھلَاک سے
ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اَھَمَّت: اُسے فکر میں ڈال دیا۔ اِھمَام سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

اَھوَاء: نفسانی خواہشیں۔ خیالات۔ واحد ھَوٰی

اَھوٰی: اس نے دے پٹکا۔ اِھوَاء سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اَھوَن: بہت آسان۔ سہل تر۔ ھَون سے
اسم تفضیل واحد مذکر۔

اِیْ: ہاں (حرف ایجاب)

اَیّ: کون سا۔ جس۔ کس۔

اِیَاب: لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

اِیَّاکَ: تجھ ہی کو۔ تجھ ہی سے ضمیر منصوب منفصل
واحد مذکر حاضر۔

اِیَّاکُم: تم ہی کو۔ ضمیر منصوب منفصل جمع مذکر حاضر

اَیَّام: دن۔ واحد یَوم۔ "اَیَّامُ اللّٰہ" سے
اصطلاح قرآنی میں وہ دن مراد ہوتے ہیں جن
میں اللہ تعالیٰ کافروں کو کوئی خاص سزا
دے یا مومنوں کو کسی انعام سے نوازے۔

اَیَامٰی: بیوہ عورتیں۔ واحد۔ اَیِّم۔

اَیَّانَ: کب۔ (حرف استفہام زمانی)

اِیَّانَا: ہم ہی کو۔ ضمیر منصوب منفصل جمع متکلم۔

اِیَّاہُ: اسی کو۔ ضمیر منصوب منفصل واحد مذکر غائب

اِیَّاھُمَا: ان ہی کو۔ ضمیر منصوب منفصل تثنیہ
غائب۔

اِیّاھُمْ:۔ اُن ہی کو۔ ضمیر منصوب منفصل جمع مذکر غائب۔

اِیّایَ:۔ مجھ ہی کو۔ مجھ ہی سے ضمیر منصوب منفصل واحد متکلم

اِیْتَاءٌ:۔ دینا۔ عطا کرنا۔ باب افعال سے مصدر

اَیَّدَ:۔ اس نے طاقت دی۔ تائید کی۔ تائید سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَیَّدْتُّ:۔ میں نے طاقت دی۔ تائید سے ماضی واحد متکلم۔

اَیَّدْنَا:۔ ہم نے طاقت دی۔ مدد کی۔ تائید سے ماضی جمع متکلم۔

اَیْدِیْ:۔ ہاتھ۔ واحد۔ یَد۔

اَیْقَاظٌ:۔ بیدار۔ جاگنے والے۔ واحد یَقِظٌ

اَیْکَۃٌ:۔ بن۔ جھنڈ۔

اِیْلَافٌ:۔ اِلفت کرنا۔ باب افعال سے مصدر

اَیْمَانٌ:۔ داہنے ہاتھ۔ قسمیں۔ واحد یَمِیْنٌ

اِیْمَانٌ:۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔ اگر متعدی ہو تو اس کے معنے ہیں کسی کو امن دینا۔ مُؤمِن اسی معنی کے لحاظ سے خدا تعالےٰ کی صفت آئی ہے۔ غیر متعدی ہونے کی صورت میں امن والا ہو جانا۔ یا اعتماد کرنا۔ ایمان سے کبھی شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا السلام) کی ظاہری صورت قبول کرنا مراد ہوتا ہے۔ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ (اور ان میں سے اکثر ایسے مومن ہیں کہ شرک بھی کرتے ہیں) میں یہی مراد ہے اور اکثر نفس کا حق کے تابع ہو جانا بصورت تصدیق مراد ہوتا ہے اور یہ تین باتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ دل کی تحقیق۔ زبان کا اقرار اور ارکان کے مطابق اعضاء کا عمل وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ (اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر وہی صدیق ہیں) میں یہی ایمان کامل مراد ہے۔ ان مذکورہ تینوں امور میں سے ہر ایک پر علیحدہ بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ۔ (اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں) یہاں ایمان سے نماز مراد ہے۔ اور حدیث میں "حیا" اور موذی چیز کو دور کرنے کو اسی معنیٰ میں ایمان کہا گیا ہے۔ اور مَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ کُنَّا صٰدِقِیْنَ (اے باپ تم ہمارا یقین نہ کروگے اگرچہ ہم سچے ہوں) میں یقین اور اعتبار مراد ہے۔ اور قرآن میں کفار کے متعلق جو کہا گیا ہے کہ

یؤمنون بالجبت والطاغوت رؤ
ایمان لاتے ہیں بُت پر اور شیطان پر)
تو یہ بطور مذمت کے ہے جیسے کہا جائے کہ
ایمانہ الکفر (اس کا ایمان تو کفر ہے)
رسول اکرم صلعم نے ایمان کی اصل چھ چیزیں
قرار دی ہیں:۔ اللہ پر ایمان لانا۔ اس کے
فرشتوں پر ایمان لانا۔ اس کی کتابوں پر
ایمان لانا۔ اس کے رسولوں پر ایمان
لانا۔ قیامت کے دن پر ایمان لانا۔ تقدیر
پر ایمان لانا (کمافی حدیث جبریل)
(مفردات ملخصاً) "ایمان شرعی" کیا ہے؟
اس کے متعلق علماء میں بڑا اختلاف ہے۔
اور اس اختلاف کی تفصیلات سے کتابیں
بھری پڑی ہیں۔ جمہور محدثین کا مذہب یہ ہے،
کہ ایمان "تصدیق بالجنان اقرار باللسان
اور عمل بالارکان" (دل سے ماننا۔ زبان
سے اقرار کرنا۔ اور اعضاء سے عمل کرنے کا
نام ہے۔ ماتریدیہ اور اشاعرہ کی ایک بڑی
جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ایمان صرف
تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اور اقرار باللسان
احکام دنیاوی کے اجراء کے لئے شرط ہے
شیخ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:۔
"محققین کی رائے یہ ہے کہ اصل ایمان
یا حقیقت ایمانیہ صرف یقین قلبی" کا نام ہے
اور "ایمان کامل" وہ ہے جو یقین و اقرار و
عمل کا مجموعہ ہو۔ اصل ایمان دوزخ میں
ہمیشہ رہنے سے مانع ہے۔ اور ایمان کامل
دوزخ میں داخلہ سے۔ چنانچہ الایمان
أن تؤمن باللہ وملٰئکتہ الحدیث
میں ایمان کی پہلی صورت مراد ہے۔ اور
الایمان شہادۃ أن لا الٰہ إلا اللہ
وأن محمدا رسول اللہ وإقام
الصلوٰۃ الحدیث میں دوسری صورت۔
اس تشریح کی بنا پر اس مسئلہ میں اختلاف
محض لفظی رہ جاتا ہے۔ کیونکہ محدثین اور
امام شافعیؒ نے عمل کو جزو ایمان قرار دیا ہے
تو وہ معنی ثانی کے اعتبار سے ورنہ باوجود
عمل کے معدوم ہونے کے وہ معنی اول کے
لحاظ سے ایمان کی بقا کو مانتے ہیں۔ اور
دوسرے گروہ نے جو اقرار و عمل کے جزو
ہونے سے انکار کیا ہے تو وہ معنی اول کے
اعتبار سے ورنہ وہ ایمان کامل کا جزو ان
دونوں کو تسلیم کرتے ہیں (عینی شرح بخاری ۱۲۴)
علامہ راغب اصفہانی کی مذکورہ بالا
تشریح سے بھی محققین کی رائے کی تائید
ہوتی ہے۔

اصل ایمان یا حقیقت ایمانیہ کی تشریح استاذ علامہ انور شاہ رحؒ نے یہ کی ہے کہ "ایمان خدا کے پیغمبر پر اس کے لائے ہوئے مکمل پیغام کے بارہ میں کامل اعتماد کا نام ہے" چنانچہ اگر کوئی شخص شریعت محمدیہ کے ہر ہر جزو کی صداقت پر یقین رکھتا ہو۔ مگر اس کا یقین اپنی تحقیق کی بنا پر ہو۔ رسول پر اعتماد کی وجہ سے نہیں تو وہ کافر ہوگا۔ (فیض الباری ج ۱) یہ تشریح اُن لوگوں کو ملحوظ رکھنی چاہیئے جو محض اعمال حسنہ کی بنا پر کسی شخص کو مومن قرار دینا جائز رکھتے ہیں۔

آیمَن :۔ داہنی طرف والا

اَینَ : کہاں (کلمۂ استفہام زمانی)

اَینَمَا :۔ جہاں کہیں۔

ایُّوب :۔ ایوب بن موص بن رزاح بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السّلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک نبی جو صبر و شکر میں مشہور ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو دنیا میں بڑی فراغت اور آسودگی دی تھی۔ کھیت۔ مویشی۔ لونڈی۔ غلام۔ اولاد صالح اور بیوی مرضی کے مطابق۔ یہ ان نعمتوں میں آرام کی زندگی گزارتے اور اپنے منعم کی یاد سے کبھی غافل نہ رہتے پھر اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ اُن کو مصیبتوں میں آزمائے۔ چنانچہ کھیت جل گئے۔ مویشی مر گئے۔ اولاد بھی دب کر ختم ہو گئی۔ دوست ایک ایک کر کے جدا ہو گئے۔ صرف بیوی رہ گئی۔ جس نے حق رفاقت ادا کیا۔ ان حادثات کے بعد جب سخت بیمار ہوئے اور سارا جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا۔ تو وہ بے چاری غمگساری اور تیمارداری میں لگی رہتی۔

آخر عورت ذات تھی۔ ایک دن پچھلی فراغت و راحت کے زمانہ کا خیال کر کے کوئی ایسا کلمہ زبان سے نکل گیا جس سے ناشکری کا پہلو نکلتا تھا۔ حضرت ایوب کو بہت ناگوار گزرا۔ اور قسم کھائی کہ تندرستی کے بعد اس کے سو لکڑیاں ماریں گے۔ جب نعمت میں شکر کی طرح تکلیف میں بھی صبر کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ تو امتحان کا زمانہ ختم ہوا۔ حکم خداوندی ہوا کہ زمین پر پاؤں ماریں۔ چنانچہ پاؤں مارتے ہی ایک چشمہ ٹھنڈے پانی کا اُبل پڑا۔ اسی سے نہاتے۔ اور اسی کو پیتے۔ گویا غذا اور دوا دونوں کے کام آتا۔ چند ہی دن میں اچھے

بچے ہو گئے۔ اللہ نے اُن کو دوبارہ دنیوی
نعمتوں سے سرفراز کیا۔ پہلے سے دوگنی اولاد
دی۔ اس نیک بیوی کو بھی سزا سے بچانے
کے لئے حضرت ایوب کو حکم دیا کہ وہ جھاڑو
کا ایک مٹھا مار کر اپنی قسم پوری کر لیں۔ واضح
رہے کہ جس حیلے سے کسی مقصد دینی کا ابطال
ہوتا ہو وہ جائز نہیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں
نے زکوٰۃ کو باطل کرنے کا طریقہ نکالا کہ چھ
مہینے زیور شوہر اپنی ملکیت میں رکھے اور پھر
چھ مہینے کے لئے بیوی کو ہبہ کر دے۔ وغیرہ
من الحیل۔ یہ حیلہ شرعی نہیں۔ بلکہ خدا کو
نعوذ باللہ دھوکہ دینے کی کوشش ہے۔
البتہ ایسا حیلہ جو کسی نیکی کا ذریعہ بنتا ہو
کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ اکثر محققین کی یہ رائے
ہے۔ کہ حضرت ایوب عرب تھے۔ اُن کے نام
کا ایک صحیفہ توریت میں موجود ہے۔ جو سفر
ایوب کے نام سے موسوم ہے +

اَیُّھَا:۔ اے (یا حرف ندا اور منادی معرف
باللام میں فصل کے لئے اس لفظ کو بڑھا دیا
جاتا ہے۔ اور بسا اوقات حرف ندا کو حذف
بھی کر دیتے ہیں۔

ب

بِ:۔ میں۔ سے۔ پر۔ کو۔ ساتھ۔ بہ سبب۔
(حرفِ جار ہے)

بَاءَ:۔ اس نے کمایا۔ وہ لوٹا۔ وہ مستحق ہوا۔
(بھلا یا برا) بَوَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَائِسٌ:۔ بد حال۔ بھوکا۔ بُؤْسٌ سے اسم
فاعل واحد مذکر

بِئْسَ:۔ برا۔ خراب۔ فعل ذم ہے۔

بَاءُوْا:۔ انہوں نے کمایا۔ وہ لوٹے۔ بَوَاءٌ
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَئِیْسٌ:۔ سخت۔ بُؤْسٌ سے صفت مشبہ واحد

بَابٌ:۔ دروازہ۔ جمع اَبْوَابٌ۔

بَابِلُ:۔ عراق کا قدیم ترین شہر جو دریائے
فرات کے دونوں کناروں پر آباد تھا۔ کلدانی
تہذیب و تمدن کا جو دنیا کی قدیم ترین
تہذیبوں میں سے ایک ہے۔ مرکز تھا۔ ڈھائی
ہزار سال قبل مسیح سے پانچ سو سال قبل مسیح
تک یہ شہر تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت کا
مالک رہا ہے۔

دینوری کے بیان کے مطابق یہ حضرت نوح
کے پڑپوتے جم کا دار السلطنت تھا۔ اسی
کے زمانے میں اولاد نوح علیہ السلام کی

زبانوں میں اختلاف نمودار ہوا۔ اور وہ بابل
سے نکل کر دُنیا کے مختلف حصوں میں پھیل
گئے ۔

بنوکد رزار (بخت نصر) جس نے بیت المقدس
کی اینٹ سے اینٹ بجا کر یہودی حکومت کا
شیرازہ منتشر کر دیا تھا۔ اس کا دارالسلطنت
یہی شہر تھا۔ یہودی اِسی شہر میں غلام بنا
کر رکھے گئے تھے ۵۳۸ قبل مسیح میں ایران کے
مشہور بادشاہ سائرس یا خسرو نے بخت نصر
کے جانشین بیل شازار کو شکست دے کر بابل
پر قبضہ کر لیا۔ اور یہودیوں کو ذلت آمیز
غلامی سے نجات دی۔ پھر تقریباً بیس
سال بعد بابلی امیروں کی بغاوت کو
کچلنے کے لیئے دارا نے بابِل پر حملہ کر کے اسے
فتح کر لیا۔

بابل بخت نصر کے زمانہ میں اس عہد کے
علوم و فنون کا گہوارہ تھا خصوصاً سحر
سحر ود کا بڑا چرچا تھا۔ یہودیوں نے بابل
کی خواست کے زمانہ میں اِس فن میں بڑی
دلچسپی لی۔ چنانچہ قرآن کریم میں اِسی سلسلہ
میں بابل کا ذکر آیا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَاخِع :۔ غم کی وجہ سے خود کو ہلاک کرنے والا
بُخُوْع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

بَادِ :۔ بادیہ نشین جنگل کا رہنے والا۔ بَدَاوَۃ
سے اسم فاعل واحد مذکر۔

بَادُوْنَ :۔ گنوار جنگل میں رہنے والے بَدَاوَۃ
سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد بَادِ

بَادِی :۔ ظاہر۔ کھلا ہوا۔ بُدُوٌّ سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

بَارِد :۔ ٹھنڈا۔ بُرُوْدَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر

بَارِزَۃ :۔ کھلی ہوئی۔ بُرُوْز سے اسم فاعل
واحد مؤنث

بَارِزُوْن :۔ کھلے ہوئے۔ ظاہر۔ بُرُوْز سے
اسم فاعل جمع مذکر۔

بَارَكَ :۔ اس نے برکت دی۔ مُبَارَكَة
سے ماضی واحد مذکر غائب

بَارَكْنَا :۔ ہم نے برکت دی۔ مُبَارَكَة سے
ماضی جمع متکلم۔

بَارِئُ :۔ پیدا کرنے والا۔ بَرْءٌ سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

بَازِغ :۔ چمکنے والا۔ روشن۔ بُزُوْغ سے اسم
فاعل واحد مذکر۔ بَازِغَة: چمکنے والی بزوغ سے

بَأْس :۔ سختی۔ لڑائی۔ دبدبہ۔ آفت۔

بَأْسَاء :۔ سختی۔ مفلسی۔

بَاسِرَۃ :۔ اداس۔ پریشان۔ بے رونق۔
بُسُوْر سے اسم فاعل واحد مؤنث

بَاسِط :- پھیلانے والا - فراخ کرنے والا -
بَسط سے اسم فاعل واحد مذکر
بَاسِطُونَ :- کھولنے والے - بَسط سے اسم
فاعل جمع مذکر - واحد بَاسِط
بَاسِقَات - بلند قد لمبی لمبی - بُسُوق -
سے اسم فاعل جمع مؤنث - واحد بَاسِقَۃ
بَاشِرُوھُنَّ :- تم صحبت کرو - تم ملا کرو - مُبَاشَرَۃ
سے امر جمع مذکر حاضر - مُبَاشَرَۃ کے اصل
معنی کھال سے کھال ملانا ہیں - بطور کنایہ
یہ لفظ جماع کے لیے مستعمل ہوتا ہے -
بَاطِل :- بے ثبات - ناحق جھوٹی بات - غلط
بُطلَان سے اسم فاعل واحد مذکر ہر وہ
چیز جو بے ثبات ہو - باطل کہلاتی ہے جھوٹ
بات اور غلط کام کو بھی اسی لئے باطل
کہتے ہیں - کہ اس کو قیام و دوام حاصل
نہیں ہوتا (دیکھو حق)
بَاطِن :- چھپا ہوا - پوشیدہ - اندر - بُطُون
سے اسم فاعل واحد مذکر - اللہ تعالیٰ
کی صفت میں سورۂ حدید میں "الظاھر
والباطن" فرمایا گیا - تو اس حیثیت سے
کہ اس کے وجود و وحدت و خالقیت و
حاکمیت کے دلائل عالم آشکارا ہیں -
وہ ظاہر ہے اور اس حیثیت سے کہ اس
کی کنہ حقیقت تک رسائی سے مخلوق قاصر
ہے - وہ باطن ہے (کذا فی البیضاوی)
بَاطِنَۃ :- چھپی ہوئی - پوشیدہ - بُطُون سے اسم
فاعل واحد مؤنث
بَاعِدْ :- تو دوری ڈال دے - (بصلۂ بَیْنَ)
مُبَاعَدَۃ سے امر واحد مذکر حاضر -
بَاغٍ :- عدول حکمی کرنے والا - حد سے نکل جانے
والا - بَغْی سے اسم فاعل واحد مذکر جمع بُغَاۃ
بَاقِی :- ہمیشہ رہنے والا - بَقَاء سے اسم فاعل
واحد مذکر -
بَاقُون :- بچے ہوئے - بَقَاء سے اسم فاعل
جمع مذکر - واحد بَاقِی
بَاقِیَات :- باقی رہنے والیاں بَقَاء سے
اسم فاعل جمع مؤنث - واحد بَاقِیَۃ
بَاقِیَۃ :- پیچھے رہنے والی - بچ رہنے والی بَقَاء
سے اسم فاعل واحد مؤنث -
بَال :- حال - خبر -
بَالِغ :- پہنچنے والا - بُلُوغ سے اسم فاعل
واحد مذکر -
بَالِغَۃ - پہنچنے والی - بُلُوغ سے اسم فاعل
واحد مؤنث -
بَالِغُون :- پہنچنے والے - بَالِغ کی جمع (بحالت
رفعی)

بَالِغِیْہِ:- اس کو پہنچنے والے۔ بَالِغ کی جمع (بحالت جری) مضاف بہ ضمیر مجرور واحد مذکر غائب نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہوگیا۔

بَایِعْ:- تو بیعت لے۔ عہد لے۔ مُبَایَعَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔ مُبَایَعَۃ کے اصل معنے باہم خرید فروخت کرنا ہیں اصطلاح شرع میں امیر المومنین سے احکام اسلام کی پابندی اور نظام حکومتِ اسلامیہ کی وفاداری کے عہد کرنے کو مُبَایَعَۃ اور بیعت کہا جاتا ہے۔

بَایَعْتُمْ:- تم نے معاملہ کیا۔ سوداگری کی۔

بَثّ:- بے قراری۔ پراگندگی۔ باب نصر سے مصدر

بَثَّ:- اس نے بکھیرا۔ پھیلایا۔ بَثّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بِحَار:- دریا۔ سمندر۔ واحد بَحْر

بَحْرَیْن:- دو سمندر۔ بَحْر کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔ قرآن کریم میں سورۃ "الفرقان" میں ہے۔ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا (وہی ذات ہے جس نے ملے جلے دو دریا چلائے یہ میٹھا پیاس بجھانے والا ہے۔ اور یہ کھاری کڑوا اور رکھی ان دونوں کے درمیان پردہ اور آڑ روکی ہوئی)

یہاں خداوند تعالیٰ کی اس قدرت عظیمہ کا بیان ہے کہ میٹھے اور کھاری پانی کے دو دریا جہاں کہیں مل جاتے ہیں تو باوجود کسی ظاہری آڑ کے نہ ہونے کے ان کے خصوصیات و امتیازات اپنی اپنی جگہ باقی رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت تھانوی نے بیان القرآن میں مثالاً ذکر فرمایا ہے کہ "ارکان سے چاٹگام تک دو دریا ملے جلے چلتے ہیں۔ ایک کا پانی سفید ہے اور ایک کا سیاہ۔ سیاہ میں سمندر کی طرح تلاطم آتا ہے۔ مگر سفید ساکن رہتا ہے۔ کشتی سفید پانی میں چلتی ہے۔ اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری سی چلی گئی ہے سفید کا پانی میٹھا ہے۔ اور سیاہ کا کڑوا۔" اسی مضمون کی بعض دوسری آیات بھی ہیں

بَحِیْرَۃ:- وہ جانور جسے اہل کفر بتوں کے نام پر بطور علامتِ نیاز کان چیر کر چھوڑ دیتے تھے۔ ج بَحَائِر۔

بَخْس:- ناقص۔ بَخَسَ سے صفت مشبہ واحد بروزن صَعْب

بُخْل:- کنجوسی۔ بخل۔ باب سمع سے مصدر
بَخِلَ:- اس نے کنجوسی کی۔ اس نے بخل کیا۔ بُخْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔
بَخِلُوْا:- انہوں نے بخل کیا۔ بُخْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔
بَدَا:- ظاہر ہوا۔ نکل پڑا۔ بُدُوٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
بَدَءَ:- اس نے شروع کیا۔ بَدْءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
بِدَارًا:- شتابی کر کے۔ سرعت سے کام لے کر۔ باب مفاعلہ سے مصدر ہے۔ اس کے اصل معنے ہیں سبقت کرنا۔ سرعت سے کام لینا۔ چونکہ آیت کریمہ میں مفعول لہٗ واقع ہو رہا ہے اس لئے اس کے یہ معنے کئے جائیں گے۔
بَدَءُوْا:- انہوں نے شروع کیا۔ بَدْءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔
بَدَأْنَا:- ہم نے شروع کیا۔ بَدْءٌ سے ماضی جمع متکلم۔
بَدَتْ:- وہ ظاہر ہوئی۔ بُدُوٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
بَدْر:- ایک مقام جو مدینہ سے تین منزل ہے۔ جہاں ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد ۱۷ رمضان ۲ھ کو مسلمانوں اور کفار کی پہلی سخت جنگ ہوئی۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں نے کفار پر حیرت انگیز معجزانہ فتح پائی۔
بِدْع:- نیا۔ انوکھا۔
بَدَل:- عوض۔ بدلہ
بَدَّلَ:- اس نے بدل دیا۔ تبدیل سے ماضی واحد مذکر غائب۔
بَدِّلْ:- تو بدل دے۔ تبدیل سے امر واحد مذکر حاضر۔
بَدَّلْنَا:- ہم نے بدل دیا۔ تبدیل سے ماضی جمع متکلم۔
بَدَّلُوْا:- انہوں نے بدل دیا۔ تبدیل سے ماضی جمع مذکر غائب۔
بَدَن:- تن۔ جسم۔ جمع اَبْدَان۔
بُدْن:- قربانی کے اونٹ اور گائے۔ واحد بَدَنَۃ
بَدْو:- جنگل۔ صحرا۔
بَدِیْع:- ایجاد کرنے والا۔ کسی چیز کو بغیر نمونہ کے بنانے والا۔ اِبْدَاع کے معنے ہیں۔ کسی صنعت کو بغیر کسی سابقہ نمونے کے ایجاد کرنا اِبْدَاع جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو کر آئے۔ تو اس کے معنے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کسی شئے کو بلا واسطہ آلہ اور مادہ کے

اور بلا اعتبار زمان و مکان کے ایجاد کرنا"۔ ایجاد کی یہ صورت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ممکن ہے۔ اور کسی کے لئے نہیں۔ بَدِیعٌ جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو فَعِیلٌ بمعنی فاعل ہوتا ہے۔ دوسروں کی صفت میں بمعنی فاعل بھی آتا ہے! ور بمعنی مفعول بھی۔ (مفردات)

بِرٌّ:۔ نیکی۔ بھلائی۔ نیکی کرنا (باب سمع سے مصدر)

بَرٌّ:۔ جنگل۔ زمین خشکی۔

بَرٌّ:۔ احسان کرنے والا۔ نیک۔ بِرٌّ سے صفتِ مشبہ واحد مذکر۔

بَرَّأَ:۔ اس نے برائت دی۔ بری کر دیا۔ تَبرِئَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بُرَءَآءُ:۔ بیزار ہونے والے۔ الگ ہونے والے واحد بَرِیٌٔ۔

بَرَاءَۃٌ:۔ خلاصی۔ بیزاری۔ بیزار ہونا۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

بَرْدٌ:۔ ٹھنڈ۔ جاڑا۔

بَرَرَۃٌ:۔ نیک لوگ۔ واحد بَارٌّ۔

بَرَزَ:۔ وہ نکلا۔ بُرُوزٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بُرِّزَتْ:۔ وہ ظاہر کی گئی۔ تَبرِیزٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث۔ غائب۔

بَرْزَخٌ:۔ پردہ۔ آڑ۔ دنیا و آخرت کا درمیانی عالم۔ جہاں دنیا والوں سے پردہ ہو جاتا ہے۔ اور آخرت کے عذاب و ثواب کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے! اس عالم میں مرنے والا قیامت قائم ہونے تک رہے گا۔

بَرَزُوْا:۔ وہ نکلے۔ بُرُوزٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَرْقٌ:۔ بجلی۔ چمک۔ جمع بُرُوْقٌ۔

بَرِقَ:۔ چوندھیائی۔ خیرہ ہوئی۔ بَرَقٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَرَکَاتٌ:۔ برکتیں۔ واحد بَرَکَۃٌ۔

بُرُوْجٌ:۔ محلات۔ تارے۔ تاروں کے برج واحد بُرْجٌ۔ سورۂ حجر میں ہے وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا (ہم نے آسمان میں برج بنائے اسی طرح سورۂ بروج میں ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی، تو یہاں "بروج" سے مراد بڑے بڑے روشن ستارے ہیں جو قلعوں کے برج کی مانند ہیں۔ یا آسمانی قلعہ کے وہ حصے ہیں جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے آسمان کے وہ مصطلح بارہ برج (حصے) مراد ہوں جنہیں سورج اپنے دورہ میں ایک سال میں طے کرتا ہے لیکن

مولانا آزاد لکھتے ہیں :- عبدالرحمٰن بن عمر الصوفی
نے الکواکب والصُّور میں ان تمام کواکب
کے نام جمع کر دیئے ہیں جو عرب جاہلیت میں
مشہور تھے - اور جن کی تعداد ڈھائی سو
کے قریب ہے لیکن ان میں بارہ[۱۲] برجوں
کی صورتوں کا کوئی ذکر نہیں اور تبریزی
(شارح حماسہ) نے ابوالعلا (معری) کا
قول نقل کیا ہے کہ عرب ان کو پرانے زمانے
میں نہیں جانتے تھے (ملاحظہ ہو ترجمان القرآن
ج ۲ ص ۲۹۷)

بُرُوْزٌ - ظاہر ہونا - باب نصر
سے مصدر -

بُرْهَان - دلیل روشن - جمع بَرَاهِین

بُرْهَانَانِ :- دو روشن دلیلیں - بُرْهَان
کا تثنیہ بحالت رفعی -

بَرِیْءٌ :- بیزار - جمع بُرَءَاء -

بَرِیْئُوْنَ :- بیزار ہونے والے - واحد بَرِیْءٌ

بَرِیَّةٌ :- مخلوق - جمع بَرَایَا -

بَسٌّ :- توڑنا - ریزہ ریزہ کرنا - خلط ملط
کرنا - باب نصر سے مصدر -

بِسَاطٌ :- بچھونا - فرش -

بُسَّتْ :- وہ ریزہ ریزہ کی گئی - وہ آہستہ
آہستہ چلائی گئی - بَسٌّ سے ماضی مجہول

واحد مؤنث غائب -

بَسَرَ :- منہ بنایا - تیوری چڑھائی - بُسُوْر
سے ماضی واحد مذکر غائب -

بَسْط :- کشادگی - فراخی - باب نصر سے مصدر

بَسْطَة :- کشائش - کشادگی -

بَسَطْتَ :- تو نے پھیلایا - بَسْط سے ماضی واحد
مذکر حاضر -

بَشَر :- آدمی - ظاہری جسم - کھال -

بُشُر :- خوش خبری دینے والیاں - واحد بَشِیْرَة

بُشِّرَ :- اس کو خوش خبری دی گئی - تَبْشِیْر
سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب -

بَشِّرْ :- تو خوش خبری دے - مژدہ سنا دے -
تَبْشِیْر سے امر واحد مذکر حاضر -

بُشْرٰی :- خوشخبری - مژدہ -

بَشَّرْتُمْ :- تم نے خوش خبری دی - بشارت دی
تَبْشِیْر سے ماضی جمع مذکر حاضر

بَشَّرْنَا :- ہم نے خوش خبری دی تَبْشِیْر
سے ماضی جمع متکلم -

بَشَّرُوْا :- انہوں نے خوش خبری دی تَبْشِیْر
سے ماضی جمع مذکر غائب -

بَشَرَیْنِ :- دو آدمی - بَشَر کا تثنیہ بحالت
نصبی و جری - بَشِیْر - خوشخبری دینے والا -
بَشَارَت سے صفت مشبہ واحد مذکر

بَصَائِر :- روشن دلیلیں - ظاہر نصیحتیں -

واحد بَصِیرَۃ۔

بَصَر:۔ آنکھ۔ بینائی۔ جمع اَبصَار

بَصُرَتْ:۔ اُس نے دیکھا (بصلہ با) بَصَارَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَصُرْتُ:۔ میں نے دیکھا (بصلہ با) بَصَارَۃ سے ماضی واحد متکلم۔ بَصَارَۃ کے اصل معنی دیکھنا۔ نظر آنا ہیں۔ باء کے صلے سے اس کے معنے دیکھنے کے ہو جاتے ہیں۔

بَصَل:۔ پیاز۔

بَصِیر:۔ بینا۔ دانا۔ (خداوند تعالیٰ کا اسم صفت)

بَصِیرَۃ:۔ دل کی بینائی۔ سمجھ۔ دلیل۔ ج بَصَائِر۔

بِضَاعَۃ:۔ پونجی۔ سرمایہ۔ ج بَضَائِع۔

بِضع:۔ چند۔ کئی۔ تین سے نو تک

بَطَائِن۔ اَستر۔ واحد۔ بِطَانَۃ

بِطَانَۃ:۔ بھیدی۔ رازدار دوست۔ اَستر ج بَطَائِن۔

بَطَر:۔ اترانا۔ باب سمع سے مصدر۔

بَطِرَتْ:۔ وہ اترائی بَطَر سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَطش:۔ گرفت۔ سخت پکڑنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

بَطشَۃ۔ ایک گرفت۔ ایک پکڑ۔ مصدر۔ برائے مَرَّۃ

بَطَشْتُم:۔ تم نے پکڑا۔ بَطْش سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

بَطَلَ:۔ وہ نابود ہوا۔ بُطلَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔ (دیکھو بَاطِل)

بَطَنَ:۔ وہ پوشیدہ ہوا۔ بُطُون سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَطْن:۔ پیٹ۔ اندرون۔ جمع بُطُون۔

بُطُون:۔ پیٹ۔ واحد بَطْن۔

بَعْث:۔ زندہ کرنا۔ اُٹھا کھڑا کرنا۔ جی اٹھنا۔ بھیجنا

بَعَثَ:۔ اُس نے بھیجا۔ بَعْث سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بُعْثِرَ:۔ وہ اُٹھایا گیا۔ بَعْثَرَۃ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

بُعْثِرَتْ:۔ وہ اُٹھائی گئی۔ بَعْثَرَۃ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

بَعَثْنَا:۔ ہم نے بھیجا۔ بَعْث سے ماضی جمع متکلم

بَعْدَ:۔ بعد۔ پیچھے (ظرفِ زماں)

بُعْدًا:۔ دوری۔ ہلاکت۔ لعنت۔

بَعِدَتْ:۔ وہ ہلاک ہوئی۔ ملعون ہوئی۔ بُعْد سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَعْض:۔ تھوڑا حصہ۔ ٹکڑا۔ جمع اَبْعَاض۔

بَعْل:۔ شوہر۔ خاوند۔ ایک بُت کا نام۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔ بَعل کے معنے آقا اور مالک کے ہیں۔ اسی معنے کی مناسبت سے سامی الاصل قومیں اپنے بُت کو بَعل کہتی تھیں "بعلبک" ملک شام کا ایک قدیم شہر ہے۔ جو اسی بعل دیوتا کی طرف منسوب ہے۔ روایتوں میں ہے کہ یہ دیوتا سونے کا تھا۔ چودہ ہاتھ لمبا تھا۔ اور اس کے چار منہ تھے۔

مستشرقین یورپ کی تحقیق کے مُطابق بعل ستارہ زحل کا نام تھا۔ جس کی دوسری مانوس شکل ہبل ہے۔ اس کی مدین میں پرستش ہوتی تھی! اور اونٹ کی قربانی اس کے لئے بہتر سمجھی جاتی تھی (ارض القرآن ج ۲ ملخصاً)

یہ امر واضح رہے کہ بُت پرست قوموں میں مظاہر پرستی ہی سے اصنام پرستی کی بنیاد پڑی۔ اِن ہی کے ناموں پر بتوں کے نام رکھے گئے۔

بَعُوضَۃ:۔ مچھر۔

بُعُولَۃ:۔ شوہر۔ خاوند۔ واحد بَعل

بَعِید:۔ دور۔ بُعد سے صفت مشبہ واحد مذکر

بَعِیر:۔ اونٹ۔ اسم جنس ہے واحد و جمع اور مذکر و مؤنث پر بولا جاتا ہے۔

بَغیٰ:۔ اس نے سرکشی کی اُس نے ظلم کیا بَغی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بِغَاء:۔ بدکاری۔ زناکاری۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

بِغَال:۔ خچر۔ واحد بَغل

بَغَت:۔ اس نے سرکشی کی۔ اس نے بغاوت کی، بَغی سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَغْتَۃً:۔ اچانک۔ ناگاہ۔ ناگہاں

بَغْضَاء:۔ دشمنی۔ نفرت۔ بُغض سے اسم مصدر

بَغَوْا:۔ اُنہوں نے سرکشی کی۔ بَغی سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَغِیّ:۔ زناکار۔ ج بَغَایَا۔ بَغی سے صفت مشبہ

بَغْی:۔ ضد۔ سرکشی۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

بُغِیَ عَلَیْہِ:۔ اس پر ظلم کیا گیا۔ اس پر زیادتی کی گئی۔ بَغی سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب

بَقَر:۔ بیل۔ گائے۔ واحد بَقَرَۃ۔

بَقَرَات:۔ گائیں۔ واحد بَقَرَۃ۔

بَقَرَۃ:۔ ایک گائے۔

بُقْعَۃ:۔ قطعۂ زمین۔ جمع بِقَاع۔

بَقْل:۔ ساگ۔ ترکاری۔ جمع بُقُول

بَقِیَ:۔ وہ بچا۔ بَقَاء سے ماضی واحد مذکر غائب

بَقِیَّۃ:۔ بچا ہوا۔ بچی ہوئی چیز۔ ج بَقَایَا۔

بَکَّۃ:۔ مکہ۔ مکہ معظمہ کا پُرانا نام۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ بکہ مسجد یا مطاف کا نام ہے

جو مکہ میں واقع ہے بکت کے معنے ازدحام یا روندنے کے ہیں چونکہ اس مقام حج کے موقعہ پر بڑا ازدحام ہوتا ہے۔ اور ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے اس لئے بکّہ کہا گیا۔ یا اس لئے کہ جو اس پر حملہ آور ہوا۔ اس کو روند دیا گیا۔
(بیضاوی و مفردات) دیکھو مکّۃ

بَکَتْ :- وہ روئی۔ بُکاء سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بِکْرٌ - کنواری۔ دوشیزہ۔ بن بیاہی۔ ج اَبْکار۔

بُکْرَۃٌ :- صبح۔ دن کا اوّل حصہ۔

بُکْمٌ :- گونگے۔ واحد اَبْکَم۔

بُکِیّ :- رونے والے۔ واحد۔ بَاکِیْ۔

بَلْ :- بلکہ (حرفِ اضراب)

بَلیٰ :- کیوں نہیں۔ (حرفِ ایجاب)

بَلَاءٌ - امتحان۔ آزمائش۔ غم۔ تکلیف

بِلَادٌ :- بستیاں۔ شہر۔ واحد بَلْدَۃٌ

بَلَاغٌ :- کافی ہونا (بُلُوغ سے اسم مصدر) پہنچانا۔ تبلیغ کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

اَلْبَلَدُ الْاَمِیْنُ :- مکہ معظمہ اگر امانت سے ہے۔ تو فعیل بمعنی فاعل ہے یعنی امانت والا۔ کیونکہ ہر داخل ہونے والے کو وہ بطور امانت محفوظ رکھتا ہے۔ یا خداوند قدوس کی آخری امانت (قرآن کریم) اس میں اُتری۔ اگر اَمْن سے ہے تو بمعنے مفعول ہے یعنی وہ محفوظ ہے۔ اُسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

بَلَغَ :- وہ پہنچا۔ بُلُوغ سے ماضی واحد مذکر غائب

بَلِّغْ :- تو پہنچا دے۔ تَبْلِیْغ سے امر واحد مذکر حاضر

بَلَغَا :- وہ پہنچے۔ بُلُوغ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

بَلَغَتْ :- وہ پہنچی بُلُوغ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَلَغْتَ :- تو پہنچا۔ بُلُوغ سے ماضی واحد مذکر حاضر

بَلَّغْتَ :- تو نے پہنچایا۔ تَبْلِیْغ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

بَلَغْنَ :- وہ پہنچیں۔ بُلُوغ سے ماضی جمع مؤنث غائب

بَلَغْنَا :- ہم پہنچے۔ بُلُوغ سے ماضی جمع متکلم۔

بَلَوْنَا :- ہم نے آزمایا۔ بَلَاء سے ماضی جمع متکلم

بَلِیْغٌ :- مؤثر۔ پہنچنے والا۔ بلاغت والا۔ بَلَاغَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

بَنیٰ :- اس نے بنایا۔ بِنَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بِنَاءٌ :- عمارت۔ چھت۔ جمع اَبْنِیَۃ

بَنَّاءٌ:۔ عمارت بنانے والا۔ معمار۔

بَنَاتٌ:۔ بیٹیاں۔ واحد بِنْتٌ۔

بَنَانٌ:۔ پوروے۔ سرہائے انگشت۔ واحد بَنَانَۃٌ۔

بَنَوْا:۔ انہوں نے بنایا۔ بِنَاءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَنُوْنَ:۔ بیٹے۔ واحد۔ اِبْنٌ جمع بحالت رفعی

بُنَیَّ:۔ میرا چھوٹا بیٹا۔ میرا پیارا بیٹا۔ اِبْنٌ کی تصغیر۔ مضاف بہ یائے متکلم

بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ:۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد قوم یہود (دیکھو اِسْرائیل)

بُنْیَانٌ:۔ عمارت۔ دیوار۔ مصدر بمعنی مفعو(ل)

بَنِیْ:۔ بیٹے۔ واحد اِبْنٌ (یہ اصل میں بحالت نصبی وجری بَنِیْنَ ہے اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گئی ہے)

بَنَیْنَا:۔ ہم نے بنایا۔ بِنَاءٌ سے ماضی جمع متکلم

بَوَّءَ:۔ اس نے جگہ دی۔ تَبْوِئَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَوَّأْنَا:۔ ہم نے ٹھکانا دیا۔ تَبْوِئَۃٌ سے ماضی جمع متکلم

بَوَارٌ:۔ تباہی۔ ہلاکت۔ مصدر باب نَصَرَ

بُوْرًا:۔ تباہ ہونے والے۔ ہلاک ہونے والے واحد۔ بائِرٌ

بُوْرِکَ:۔ وہ برکت دیا گیا۔ مُبَارَکَۃٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

بُهِتَ:۔ ششدر ہو گیا۔ وہ حیران رہ گیا بَهْتٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب (اس مصدر کے اصل معنے حیران کر دینا۔ مبہوت کر دینا ہیں۔ لازمی معنے میں مجہولاً استعمال ہوتا ہے)

بُهْتَانٌ:۔ سخت جھوٹ۔ جو سننے والوں کو حیران کر دے۔ بہتان۔

بَهْجَۃٌ:۔ رونق۔ خوبی۔ تازگی۔

بَهِیْجٌ:۔ بارونق۔ تروتازہ۔ نفیس۔

بَهِیْمَۃٌ:۔ چوپایہ جانور۔ چرنے والا جانور۔ جمع بَهَائِمُ۔

بَیَاتٌ:۔ رات میں آپڑنا۔ شبخون مارنا۔ تَبْیِیْتٌ (مصدر از تفعیل) سے اسم مصدر۔

بَیَانٌ:۔ کھلی بات۔ بیان۔ وضاحت۔ بَیَّنَ باب تفعیل (تَبْیِیْنٌ) سے اسم مصدر

بَیْتٌ:۔ گھر۔ جمع۔ بُیُوْتٌ۔

اَلْبَیْتُ الْحَرَامُ:۔ خانہ کعبہ۔ محترم گھر۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: "حرام وہ جگہ جہاں رکنا چاہئے چونکہ خانہ کعبہ کی حد میں آدمی یا جانور کو مارنا گھاس اکھاڑنا اور مال اٹھانا منع ہے۔ اس لئے اسے

اَلْبَیْتُ الحرام کہا گیا۔

اَلْبَیْتُ الْعَتِیْقُ :۔ خانہ کعبہ۔ عَتِیْق کے لغوی معنے آزاد یا پرانا ہیں چونکہ خانہ کعبہ دنیا میں خدا کا پہلا گھر ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کے حملہ آوروں کے دستِ تطاول سے آزاد رکھا ہے۔ اِس لئے اُسے عَتِیْق کہا گیا۔

اَلْبَیْتُ الْمَعْمُوْر :۔ آباد گھر۔ خانہ کعبہ جو حاجیوں سے آباد رہتا ہے۔ آسمان ہفتم پر کعبہ کے محاذاۃ میں فرشتوں کا کعبہ جو فرشتوں کی کثرت آمد سے آباد رہتا ہے۔ قلب مومن جو معرفت و اخلاص سے آباد رہتا ہے (بیضاوی)

بَیَّتَ :۔ اس نے رات کو مشورہ کیا تَبْیِیْت سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بِئْرٌ۔ کنواں۔ جمع آبار

بِیْض :۔ سفید چیزیں (مذکر و مؤنث) واحد اَبْیَضُ (مذکر) بَیْضَاءُ (مؤنث)

بَیْض :۔ انڈے۔ واحد۔ بَیْضَۃ

بَیْع :۔ بیچنا۔ خریدنا۔ باب ضرب سے مصدر ہے

بِیَع :۔ عیسائیوں کے عبادتخانے واحد۔ بِیْعَۃ

بَیْنَ :۔ بیچ۔ درمیان۔ (اسم ظرف مکان)

بَیْنَ یَدَیْ۔ بَیْنَ اَیْدِیْ :۔ آگے سامنے لغوی معنے پہلے لفظ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان۔ اور دوسرے لفظ کے ہاتھوں کے درمیان ہیں۔

بَیِّن :۔ کھلی۔ ظاہر۔

بَیَّنَّا :۔ ہم نے بیان کیا۔ ہم نے واضح کیا۔ تَبْیِیْن سے ماضی جمع متکلم۔

بَیِّنَات :۔ کھلی دلیلیں۔ معجزات۔ واحد بَیِّنَۃ۔

بَیِّنَۃ :۔ کھلی دلیل۔ روشن نشانی۔ واضح رہنما بَیِّنَۃ کا استعمال محسوسات میں بھی ہوتا ہے اور معقولات میں بھی۔

بَیَّنُوْا :۔ اُنہوں نے بیان کیا۔ تَبْیِیْن سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بُیُوْت :۔ گھر۔ واحد۔ بَیْت۔

ت

تَ :۔ قسم ہے۔ (یہ حرف جارہ قسمیہ صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ جیسے تَاللّٰہِ خدا کی قسم)

تَائِب :۔ توبہ کرنے والا۔ تَوْبَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو تَوْبَۃ)

تَائِبَات :۔ توبہ کرنے والیاں۔ تَوْبَۃ

سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد تَائِبَۃ

تَائِبُوْن :۔ توبہ کرنے والے۔ تَوْبَۃ سے اسم
فاعل جمع مذکر، واحد تَائِب۔

تَابَ :۔ (اِلی) اسنے توبہ کی (علیٰ) اسنے توبہ قبول
کی۔ تَوْبَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَابَا :۔ انہوں نے توبہ کی۔ تَوْبَۃ سے ماضی
تثنیہ مذکر غائب۔

تَأْبٰی :۔ وہ انکار کرتی ہے۔ اِبَاء سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَابِع :۔ پیروی کرنے والا۔ تَبَع سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

تَابِعِیْن :۔ پیروی کرنے والے۔ ساتھ رہنے
والے۔ تَابِع کی جمع بحالت نصبی و جری
قرآن کریم میں اَوِالتَّابِعِیْنَ غَیْرِاُولِی
الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ میں تَابِعِیْن
سے گھر کے وہ کمیرے خدمت گزار مراد
ہیں۔ جو کھانے پینے سے مطلب رکھتے ہوں
تاک جھانک شوخی شرارت سے بے تعلق
ہوں کہ ان کے سامنے بھی حسب ضرورت
عورتوں کو بے پردہ ہونے کی اجازت ہے
(موضح القرآن)

تَابُوْا :۔ انہوں نے توبہ کی۔ تَوْبَۃ سے جمع
مذکر غائب۔ (دیکھو تَوْبَۃ)

تَابُوْت :۔ صندوق۔

تَأْتُنَّ :۔ اصل لفظ۔ لَتَأْتُنَّنِیْ بِہٖ ہے
تم ضرور اُس کو میرے پاس لاؤ گے۔
اِتْیَان (بصلۂ با) سے مضارع جمع مذکر
حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تَأْتُوْن :۔ تم آتے ہو۔ تم ارتکاب کرتے ہو۔
اِتْیَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَأْتِیْ :۔ تو آتا ہے۔ وہ آتی ہے۔ (بلا صلہ)
تو لاتا ہے۔ تو لائے۔ (بصلۂ بار) اِتْیَان
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ (پہلے اور
تیسرے اور چوتھے معنے میں) اور واحد
مؤنث غائب (دوسرے معنے میں)

تَأْتِیَنَّ :۔ وہ ضرور آئے گی۔ اصل لفظ۔
لَتَأْتِیَنَّ ہے۔ اِتْیَان سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَأْثِیْم :۔ گنا ہگاری۔ گناہ میں ڈالنا۔
باب تفعیل سے مصدر۔

تَأْجُرُ :۔ تو نوکری کرے گا۔ تو مزدوری کریگا
اُجْرَۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَأْجِیْل :۔ مہلت دینا۔ باب تفعیل سے مصدر

تَأْخُذُ :۔ تو پکڑے۔ تو لے۔ اَخْذ۔ سے
مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَأْخُذُوْن :۔ تم لیتے ہو۔ اَخْذ سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

تَأْخُذُوْنَ :- تم لیتے ہو۔ آخذ سے مضارع جمع مذکر حاضر

تَأَخَّرَ :- وہ پیچھے ہوا۔ وہ پیچھے رہا۔ تَأَخُّر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَأَذَّنَ :- خبر کر دی۔ اعلان کر دیا۔ تَأَذُّن سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَارَةً :- مرتبہ۔ دفعہ۔ بار۔

تَارِكٌ :- چھوڑنے والا۔ تَرْك سے اسم فاعل واحد مذکر۔

تَارِكُوْ :- چھوڑنے والے۔ تَرْك سے اسم فاعل جمع مذکر۔ نون بوجہ اضافت ساقط ہو گیا۔

تَؤُزُّ :- وہ ابھارتی ہے۔ أزّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لا) تَأْسَ : تو غم نہ کر۔ أسىً سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَأْسِرُوْنَ :- تم قید کرتے ہو۔ أسْر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لا) تَأْسَوْا :- تم غم مت کرو۔ أسىً سے نہی جمع مذکر حاضر

تُأْفِكُ :- تو منحرف کرے گا (بصلہ عن) أفك سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ دیکھو

تَأْكُلُ :- تو کھاتا ہے۔ وہ کھاتی ہے أكل سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے معنی میں) اور واحد مؤنث غائب (دوسرے معنے میں)

تَأْكُلُوْنَ :- تم کھاتے ہو۔ أكل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَأْلَمُوْنَ :- تم تکلیف پاتے ہو۔ ألم سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَالِيَات :- پڑھنے والیاں۔ تلاوت کرنے والیاں۔ تِلَاوَة سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد تَالِيَة۔ دیکھو تِلَاوَة

تَأْمُرُ :- تو حکم دیتا ہے۔ وہ حکم دیتی ہے۔ أمر سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے معنے میں) اور واحد مؤنث غائب (دوسرے معنے میں)

تَأْمُرُوْنَ :- تم حکم دیتے ہو۔ أمر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَأْمُرِيْنَ :- تو حکم دیتی ہے۔ أمر سے مضارع واحد مؤنث حاضر۔

تَأْمَنْ :- تو امانت رکھے تو امین بنائے أمانة سے مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم۔

تَأْوِيْل :- پھیرنا۔ درست معنی بیان کرنا۔ تعبیر بتانا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تُبْ :- تو معاف کر (بصلہ علی) تَوْبَة

سے امر واحد مذکر حاضر۔ دیکھو توبہ

تَبَّ :۔ وہ ہلاک ہوا۔ ٹوٹ گیا۔ تَباب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَباب :۔ ہلاکت۔ سدا ٹوٹے میں رہنا۔ باب ضرب سے مصدر۔

تَبار :۔ ہلاکی۔ ہلاک ہونا۔ ہلاک کرنا۔ تَبْر سے اسم مصدر۔

تَبارَكَ :۔ بابرکت ہے۔ تَبارُك سے ماضی واحد مذکر غائب۔

(لَا) تُباشِرُوا :۔ تم مت مباشرت کرو مُباشَرَة سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَبايَعْتُم :۔ تم نے خرید و فروخت کی تَبايُع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تُبْتُ :۔ میں نے توبہ کی۔ (بصلہ الی) توبَة سے ماضی واحد متکلم۔ (دیکھو توبہ)

تَبَّتْ :۔ ٹوٹ گئی۔ ہلاک ہوئی۔ تَباب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَبْتَئِسْ :۔ تو غمگین مت ہو۔ اِبْتِئاس سے نہی واحد مذکر حاضر

تُبْتُمْ :۔ تم نے توبہ کی۔ تَوْبَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تَبْتَغُوْنَ :۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈتے ہو اِبْتِغاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَبْتَغِي :۔ تو چاہتا ہے۔ تو تلاش کرتا ہے۔ اِبْتِغاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَبَتَّلْ :۔ تو کٹ جا۔ منقطع ہو جا۔ تَبَتُّل سے امر واحد مذکر حاضر۔

تَبْتِيل :۔ منقطع ہو جانا۔ کٹ جانا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

(لَا) تَبْخَسُوا :۔ تم مت گھٹاؤ۔ بَخْس سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَبْخَلُوا :۔ تم بخیلی کرنے لگو۔ بُخْل سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم (بحذف نون)

تُبْدَ :۔ وہ ظاہر کی جائے۔ اِبْداء سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب مجزوم

تَبَدَّلْ :۔ تو بدل ڈالے۔ تَبَدُّل سے مضارع واحد مذکر حاضر اس کے شروع سے ایک تاء حذف ہو گئی۔

تُبَدَّلُ :۔ بدلی جائے گی۔ تَبْدِيل سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تُبْدُوْنَ :۔ تم ظاہر کرتے ہو۔ اِبْداء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُبْدِي :۔ وہ ظاہر کرتی ہے۔ اِبْداء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَبْدِيل :۔ بدل ڈالنا۔ تغیر کر دینا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

(لا) تُبَذِّر :۔ تو فضول خرچی مت کر۔ تَبْذِیر
سے نہی واحد مذکر حاضر۔
تَبْذِیر :۔ فضول خرچی کرنا۔ بیجا خرچ کرنا۔
باب تفعیل سے مصدر (دراصل تَبْذِیر
کے معنے بکھیرنا ہیں) دیکھو مُبَذِّرِیْن
تَبَرَّأَ :۔ وہ بیزار ہوا۔ تَبَرُّء سے ماضی واحد
مذکر غائب۔
تُبْرِئُ :۔ تو چنگا کرتا ہے۔ تندرست کرتا ہے
اِبْرَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تَبَرَّأْنَا :۔ ہم بیزار ہوگئے۔ تَبَرُّء سے ماضی
جمع متکلم۔
تَبَرَّأُوْا :۔ وہ بیزار ہوئے۔ تَبَرُّء سے ماضی
جمع مذکر غائب۔
تَبَرُّج :۔ خودنمائی کرنا۔ بناؤ سنگار کرکے نکلنا
باب تفعّل سے مصدر۔
(لا) تَبَرَّجْنَ :۔ اپنی زیب وزینت ظاہر
مت کرو۔ بن سنور کر مت نکلو۔ تَبَرُّج
سے نہی جمع مؤنث حاضر۔ دیکھو مُتَبَرِّجَات
تَبَّرْنَا :۔ ہم نے ہلاک کردیا۔ تَتْبِیْر سے
ماضی جمع متکلم۔
تَبَرُّوْا :۔ تم بھلائی کرو۔ تم احسان کرو۔ بِرّ
سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بحذف نون
تَبْسُطُ :۔ تو کھولے گا۔ کشادہ کریگا۔ بَسْط
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُبْسَل :۔ وہ ہلاکت کے سپرد ہوجائے
اِبْسَال سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب
تَبَسَّمَ :۔ وہ مسکرایا۔ تَبَسُّم سے ماضی واحد
مذکر غائب۔
تُبَشِّرُ :۔ تو خوش خبری سنادے۔ تَبْشِیْر
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُبَشِّرُوْنَ :۔ تم خوش خبری سناتے ہو۔
تَبْشِیْر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَبْشِیْر :۔ خوشخبری دینا۔ باب تفعیل سے مصدر
تُبْصِرُ :۔ تو دیکھے گا۔ اِبْصَار سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
تَبْصِرَة :۔ دکھلانا۔ سمجھانا۔ باب تفعیل سے مصدر
تُبْصِرُوْنَ :۔ تم دیکھتے ہو۔ اِبْصَار سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
(لا) تُبْطِلُوْا :۔ تم باطل مت کرو۔ تم ضائع
مت کرو۔ اِبْطَال سے نہی جمع مذکر حاضر
تُبَّع :۔ شاہ یمن کا لقب۔ مورخ خضری بک لکھتے
ہیں: یمن کے قحطانی قبیلے ملک کے مختلف
حصوں میں پھیل گئے تھے۔ اور ہر قبیلہ نے جو
علاقہ اپنے زیر تصرف کرلیا تھا۔ اسے مخلاف
کہتے تھے۔ ہر مخلاف کا علیحدہ رئیس ہوتا
تھا جو اپنے چھوٹے سے علاقہ کا آزاد حاکم

ہوتا تھا۔ اِسے قِیل کہتے تھے۔ رئیس صنعا
کو امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ کیونکہ
صنعاء کا علاقہ بڑا اور زیادہ شاداب
آباد تھا۔ رئیس صنعاء کو مَلِک کہا جاتا تھا
ملوک صنعاء میں سے کبھی کبھی کوئی مَلِک
اپنے علاقے کے علاوہ دوسرے علاقوں
پر بھی قابض ہو جاتا تھا۔ چنانچہ جب اُس
کا قبضہ حضرموت اور شحر پر ہو جاتا تھا۔ تو
اسے تُبَّع کے لقب سے موسوم کرتے تھے۔
گویا تُبَّع کی حیثیت روسائے یمن میں شہنشاہ
کی ہوتی تھی۔

روسائے یمن میں ہی سے ایک ملکہ سبا،
بلقیس بھی تھی جس کا ذکر توراۃ اور قرآن
میں حضرت سلیمان سے نامہ و پیام کے
سلسلہ میں آیا ہے (تاریخ الامم الاسلامیہ
ملخصاً ج ۱)

حافظ ابن کثیر کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم
میں جس قوم تُبَّع کا ذکر ہے وہ قوم سبا ہی تھی

بہرحال قرآن کریم میں قوم تُبَّع سے،
یمن کے بڑے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ
کی قوم مراد ہے جس نے اپنی سلطنت اور
طاقت کے نشہ میں سرشار ہو کر خدا کی نافرمانی
کی اور آخر تباہ و برباد ہوئی۔ بعض احادیث
سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود تُبَّع ان نافرمانوں
میں شریک نہ تھا۔

تَبَعٌ :۔ پیروی کرنے والے۔ واحد تابِع۔

تَبِعَ :۔ وہ تابع ہوا۔ تَبِعَ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تُبْعَثُوْنَ :۔ تم کھڑے کئے جاؤ گے۔ تم اُٹھائے جاؤ گے۔ بَعْث سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر

تَبِعُوْا :۔ وہ تابع ہوئے۔ اُنہوں نے پیروی کی۔ تَبِعَ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

(لا) تَبْغِ :۔ تو مت چاہ۔ بُغاء سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَبْغُوْنَ :۔ تم چاہتے ہو۔ بُغاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَبْغِيْ :۔ وہ سرکشی کرتی ہے بَغْی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُبْقِيْ :۔ باقی رکھے گی۔ اِبقاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَبْكُوْنَ :۔ تم روتے ہو۔ بُکاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُبْلٰی :۔ وہ آزمائی جائے گی۔ بَلاء سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَبْلُغُ :۔ تو پہنچتا ہے تو پہنچے گا۔ بُلوغ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تبلغوا: تم پہنچو۔ بلوغ سے مضارع جمع مذکر مجزوم یا منصوب بحذف نون۔

تبلو: وہ آزمائے گی۔ بلاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تبلون: تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔ اصل لفظ لتبلونن ہے۔ بلاء سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تبنون: تم بناتے ہو۔ تعمیر کرتے ہو۔ بناء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تبوء: تو حاصل کرے۔ تو سمیٹے۔ تو کمائے (بصلہ باء) بوء سے مضارع واحد مذکر حاضر

تبوئ: تو جگہ دیتا ہے۔ تو اتارتا ہے تبوئہ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تبوأ: اس نے جگہ پکڑی۔ تبوء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تبوآ: تم دونوں جگہ بناؤ۔ تبوء سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔

تبوؤا: انہوں نے جگہ پکڑی۔ تبوء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تبور: وہ ہلاک ہوگی۔ وہ مٹے گی۔ بوار سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تبھت: وہ بھونچکا کر دے گی۔ وہ ہوش کھو دے گی۔ بھت سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تبیان: پوری پوری وضاحت۔ پوری تفصیل۔ باب تفعیل سے مصدر برائے مبالغہ

تبید: وہ خراب ہوگی۔ وہ ہلاک ہوگی بیود سے مضارع واحد مؤنث غائب

تبیض: وہ سفید ہوگی۔ ابیضاض سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تبیع: دعوے کرنے والا پیچھا کرنے والا مددگار۔ تبع سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

تبین: وہ ظاہر ہوگیا۔ تبین سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تبینت: اس نے جانا۔ تبین سے ماضی واحد مؤنث غائب

تبینن: تم ضرور بیان کروگے۔ اصل لفظ لتبیننن ہے۔ تبیین سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید نون ثقیلہ

تبینوا: تم تحقیق کر دیکھو۔ تبین سے امر جمع مذکر حاضر۔

(لا) تتبدلوا: تم مت بدلو۔ تبدل سے نہی جمع مذکر حاضر

تتبع: وہ پیچھے پیچھے آئے گی۔ تبع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لا) تَتَّبِعَانِّ :۔ تم ہرگز مت پیروی کرو۔
اِتِّبَاع سے نہی تثنیہ مذکر حاضر مؤکد بنون ثقیلہ۔
تَتَّبِعُوْنَ :۔ تم پیچھے چلتے ہو۔ تم پیروی کرتے
ہو۔ اِتِّبَاع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَتْبِیْب :۔ غارت کرنا۔ توڑنا۔ نقصان میں
رہنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔
تَتْبِیْر۔ ہلاک کرنا۔ ویران کرنا۔ باب
تفعیل سے مصدر۔
تَتَجَافٰی :۔ وہ الگ رہتی ہے۔ تَجَافِی سے
مضارع واحد مؤنث غائبا۔
تَتَّخِذُ :۔ تو پکڑتا ہے۔ تو اختیار کرتا ہے۔ تو
بناتا ہے۔ اِتِّخَاذ سے مضارع واحد مذکر حاضر
(لا) تَتَّخِذُوْا :۔ تم مت بناؤ۔ تم مت پکڑو
اِتِّخَاذ سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَتَّخِذُوْنَ :۔ تم پکڑتے ہو۔ تم بناتے ہو۔
اِتِّخَاذ سے مضارع جمع مذکر حاضر
تَتَذَكَّرُوْنَ :۔ تم نصیحت حاصل کرتے ہو
تم نصیحت حاصل کرو۔ تَذَكُّر سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
تَتْرَا :۔ پے در پے۔ مسلسل۔ لگاتار۔ یکے
بعد دیگرے اصل میں وَتْرٰی تھا۔ واؤ
کو بقاعدہ تقوی تاء سے بدل لیا گیا۔
تَتْرُكُ :۔ تو چھوڑے گا۔ تو چھوڑے۔ تَرْك
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُتْرَكُوْنَ :۔ تم کو چھوڑا جائے گا۔ تَرْك
سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔
(لا) تَتَفَرَّقُوْا :۔ تم متفرق مت ہو۔ تَفَرُّق
سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَتَفَكَّرُوْنَ :۔ تم فکر کروگے۔ تم دھیان کرتے
ہو۔ تم فکر کرو۔ تم دھیان کرو۔ تَفَكُّر سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَتَقَلَّبُ :۔ وہ پھر جائے گی۔ تَقَلُّب سے
مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَتَّقُوْنَ :۔ تم ڈرتے ہو۔ تم بچتے ہو۔ اِتِّقَاء
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَتَكَبَّرُ :۔ تو تکبر کرے گا۔ تو سرکشی کرے گا۔
تَكَبُّر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تُتْلٰی :۔ وہ پڑھی جاتی ہے۔ تِلَاوَة سے مضارع
مجہول واحد مؤنث غائب۔
تَتَلَقّٰی :۔ وہ لینے آئے گی۔ وہ ملاقات کرے
گی۔ تَلَقِّی سے مضارع واحد مؤنث غائب
تَتْلُوْ :۔ وہ پڑھتی ہے تو پڑھتا ہے۔ تِلَاوَة
سے مضارع واحد مؤنث غائب واحد مذکر حاضر
(كُنْتَ) تَتْلُوْ :۔ تو پڑھتا تھا۔ تِلَاوَة سے
ماضی استمراری واحد مذکر حاضر۔
تَتْلُوْنَ :۔ تم پڑھتے ہو۔ تم تلاوت کرتے ہو

تِلاوَة سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ دیکھو تِلاوۃ
تَتَمارٰی:۔ تو شک کرتا ہے۔ تَمارِی سے
مضارع واحد مذکر حاضر۔
(لَا) تَتَمَنَّوا:۔ تم تمنا مت کرو۔ تم آرزو
مت کرو۔ تَمَنِّیٌ سے نہی جمع مذکر حاضر۔
(لَا) تَتَناجَوا:۔ تم سرگوشی نہ کرو۔ کانا پھوسی
مت کرو۔ تَناجِی سے نہی جمع مذکر حاضر
تَتَنَزَّلُ:۔ وہ اُترتی ہے۔ تَنَزُّل سے
مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَتُوبا:۔ تم دونوں توبہ کرلو۔ تَوبَۃ سے مضارع
تثنیہ مؤنث حاضر۔
تَتَوَفّٰی:۔ وہ قبض کرتی ہے۔ پورا پورا لیتی ہے
تَوَفِّی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
اس کا مجرد وَفاء ہے جس کے معنیٰ ہیں۔
پورا کرنا۔ پورا ہونا۔ وفائے عہد میں بھی یہ
معنیٰ ملحوظ ہیں۔ مجازاً تَوَفِّی کا استعمال
قبض روح کے لئے ہو جاتا ہے (دیکھو
تَوَفِّیت)
تَتَوَلَّوا:۔ تم پھر گئے۔ تَوَلِّی (بصلہ عن) سے
مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم و منصوب
بحذف نون۔
(لَا) تَتَوَلَّوا:۔ تم دوستی مت کرو تَوَلِّی
سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَثبِیت:۔ ثابت کرنا۔ برقرار رکھنا۔ بابِ
تفعیل سے مصدر۔
تَثرِیب:۔ الزام۔ ملامت کرنا۔ بابِ تفعال
سے مصدر
تَثقَفُ:۔ تو پائے گا۔ ثَقف سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
تُثِیرُ:۔ وہ اُبھارتی ہے۔ برانگیختہ کرتی ہے۔
جوتتی ہے۔ اِثارَۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب
تُجادِلُ:۔ تو جھگڑتا ہے۔ وہ جھگڑتی ہے۔
مُجادَلَة سے واحد مذکر حاضر (پہلے معنے میں)
اور واحد مؤنث غائب (دوسرے معنے میں)
تُجادِلُونَ:۔ تم جھگڑتے ہو۔ مُجادَلَة سے جمع
مذکر حاضر۔
تِجارَۃ:۔ تجارت۔ سوداگری۔ باب نَصَرَ
سے مصدر۔
تَجئَرُونَ:۔ تم چیختے چلاتے ہو۔ گڑگڑاتے ہو
(بصلہ الی) جُؤار سے مضارع جمع مذکر حاضر
تُجاهِدُونَ:۔ مُجاهَدَہ سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔ تم جہاد کرتے ہو۔ اس کا
مادہ جَہد یا جُہد ہے جس کے معنیٰ طاقت
مشقت اور وسعت کے ہیں۔ جِهاد اور
مُجاهَدَہ کہتے ہیں دشمن کی مدافعت میں
پوری طاقت صرف کرنے کو۔ یہ دشمن خواہ

شیطان ہوں یا کفار ہوں۔ یا اپنی سوسائٹی ہو یا خود اپنا نفس ہو۔ کہ یہ بھی بڑا دشمن ہے۔ بلکہ رسول اکرم صلعم نے جہاد نفس کو جہاد اکبر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک غزوہ سے واپسی پر ارشاد ہوا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ (اب جہاد اصغر سے فارغ ہو کر ہمیں جہاد اکبر کرنا ہے)

رسول اللہ صلعم نے جہاد نفس کو جہاد اکبر اس لئے فرمایا کہ مومن کو کفار سے جہاد کی ضرورت تو کبھی کبھی پیش آتی ہے لیکن اپنے نفس سے جہاد وہ ہر وقت کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت اس پر ایک حق واجب کرتی ہے جس کا ادا کرنا اس کے لئے ضروری ہے۔ اس حق کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کے بندوں کے ساتھ احسان کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں کے حقوق کی ادائیگی اس کے نفس پر سخت شاق گزرتی ہے۔ اس لئے اُسے اپنے نفس کے ساتھ ہر وقت برسرِ جنگ رہنا پڑتا ہے۔

اس جہاد نفس کے بعد دوسرا درجہ سوسائٹی سے جہاد کرنے کا ہے۔ کبھی مردوں کو کسی سنت کو زندہ کرنے یا کسی بدعت کو مٹانے کے لئے اپنے ہی دینی بھائیوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ وہ اسے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ سب تکلیفیں اسے اپنے بھائیوں کے ہاتھوں پہنچتی ہیں۔ اس لئے اس پر زیادہ سخت گزرتی ہیں +

جہاد کی یہ قسمیں تو مقابل کے لحاظ سے ہوئیں وسائل کے اعتبار سے بھی جہاد کی قسمیں کی جا سکتی ہیں۔ جہاد بالسنان جہاد باللسان جہاد بالمال یعنی ہتھیار سے جہاد، زبان سے جہاد۔ مال سے جہاد وغیرہا۔

(مفردات امام راغب، تفسیر المنار ج ۵ ص ۱۵۶ و ابن کثیر)

(اِنْ) تَجْتَنِبُوْا۔ اگر تم پرہیز کرو۔ جو اِجْتِنَاب سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم بسقوط نون

تَجِدُ۔ وہ پائے گی۔ تو پائے گا۔ تو پاتا ہے۔ وِجْدَان سے مضارع واحد مؤنث غائب (پہلے معنے میں) اور واحد مذکر حاضر (دوسرے تیسرے معنے میں)

تَجِدُوْنَ۔ تم پاتے ہو۔ تم پاؤ گے۔ وِجْدَان سے مضارع جمع مذکر حاضر

تُجْرِمُوْنَ۔ تم گناہ کرتے ہو۔ تم جرم کرتے ہو۔ اِجْرَام سے جمع مذکر حاضر۔ مضارع

تَجْرِیْ :- وہ بہتی ہے۔ جریان سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَجْرِیَانِ :- وہ بہتی ہیں جریان سے مضارع تثنیہ مؤنث غائب۔

تُجْزٰی :- اس کو بدلہ دیا جائے گا۔ جزاء سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب

تُجْزَوْنَ :- تم کو جزا دی جائے گی۔ جزاء سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَجْزِیْ :- وہ کفایت کرے گی۔ کام آئیگی جزاء سے مضارع واحد مؤنث غائب

(لَا) تَجَسَّسُوْا :- تم عیب جوئی مت کرو۔ جاسوسی مت کرو۔ تجسُّس سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَجْعَلُ :- تو ٹھہراتا ہے۔ تو کریگا۔ تو بنائے گا جعل سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَجْعَلُوْا :- تم مت ٹھہراؤ۔ جعل سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَجْعَلُوْنَ :- تم ٹھہراتے ہو۔ بناتے ہو جعل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَجَلّٰی :- وہ روشن ہوا۔ ظاہر ہوا۔ تجلی کی۔ تجلّی سے واحد مذکر غائب۔

تَجْمَعُوْا :- تم جمع کرو۔ جمع سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَجُوْعُ :- تو بھوکا رہے۔ جوع سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَجْهَرْ :- تو جہر مت کر۔ آواز بلند مت کر جہر سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَجْهَرُوْا :- تم پکارتے ہو۔ جہر سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم بسقوط نون

تَجْهَلُوْنَ :- تم جہالت کرتے ہو۔ جہل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُحَاجُّوْنَ :- تم جھگڑا کرتے ہو۔ حجت بازی کرتے ہو۔ محاجّۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر

(لَا) تَحَاضُّوْنَ :- تم ایک دوسرے کو نہیں ابھارتے۔ رغبت نہیں دلاتے تحاضّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تتحاضّون تھا۔ ایک تاء کو گرا دیا گیا۔ کیونکہ باب تفعّل یا تفاعل یا تفعلل میں جب دو تاء جمع ہو جائیں تو ایک کا حذف کرنا جائز ہے۔

تَحَاوُرٌ :- گفتگو۔ سوال و جواب کرنا۔ باب تفاعل سے مصدر۔

تُحْبَرُوْنَ :- تمہاری آؤبھگت کی جائے گی۔ تمہیں آراستہ کیا جائے گا۔ حبر سے مضارع جمع مذکر حاضر مجہول۔

تَحْبِسُوْنَ :- تم روک لوگے۔ حبس سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحْبَطَ :- مٹ جائے۔ اکارت ہو جائے۔
حبط سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُحِبُّوْنَ :- تم دوست رکھتے ہو۔ محبت کرتے
ہو۔ اِحْبَاب سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحْتَ :- نیچے۔ (اسم ظرفِ مکان)

تُحَدِّثُ :- بتائے گی۔ خبر دے گی۔ تحدیث
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُحَدِّثُوْنَ :- تم بیان کر دیتے ہو۔ کہہ دیتے ہو۔
تحدیث سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحْذَرُوْنَ :- تم ڈرتے ہو۔ تم بچتے ہو۔ حذر
سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔

تَحْرُثُوْنَ :- تم بوتے ہو۔ حرث سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تَحْرِصَ :- تو للچائے۔ حرص کرے۔ حرص
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تُحَرِّكْ :- تو مت ہلا۔ تحریک سے
نہی واحد مذکر حاضر۔

تُحَرِّمُ :- تو حرام کرتا ہے۔ تحریم سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تُحَرِّمُوْا :- تم حرام مت ٹھہراؤ۔ تحریم
سے نہی جمع مذکر حاضر

قرآن کریم میں سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا
طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ (اے
ایمان والو! اپنے اوپر مت حرام کرو۔ وہ
لذیذ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال
کر دی ہیں)

یہاں حرام کرنے سے مراد یہ ہے کہ قسم کھا لی
جائے کہ میں فلاں چیز استعمال نہ کروں گا۔
یا زہد و ریاضت کے طور پر چھوڑ دے۔ یہ
دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ پہلی صورت
کفرانِ نعمت ہے۔ اور دوسری صورت
رہبانیت اور غلو فی الدین۔ علامہ رشید
رضا مصری فرماتے ہیں کہ "دینداری کے
طور پر حلال چیزوں کو ترک کر دینے کا طریقہ
بعض فرقِ اسلامیہ میں نصاریٰ اور ہنود
کے میل جول سے آیا ہے۔ جن کا خیال یہ ہے
نفس انسانی کا تزکیہ و تکمیل اسی طرح
ہو سکتا ہے۔ کہ اسے لذتوں سے محروم کیا
جائے۔ چنانچہ ہندوستان میں جوگی ننگ
دھڑنگ رہتے ہیں اور اپنے جسم کو طرح طرح
کی مشقتوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ اسلام کا
نقطۂ نظر اس سلسلہ میں یہ ہے کہ انسان جسم
و روح سے مرکب ہے۔ ضروری ہے کہ جسم
کو اس کا حق دیا جائے۔ اور روح کو اس
کا حق۔ اور دونوں کے حقوق کی ادائیگی

میں اعتدال و توسط کی راہ اختیار کیجائے
یہی راہ انسانیت کی تکمیل کی راہ ہے۔
اور اسی لئے جماعتِ مسلمہ کو اُمَّۃً وَّسَطًا
کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ اور دوسری
اُمتوں پر حق کی شہادت کا ذمہ دار بنایا
گیا ہے۔

بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہؓ سے
روایت کیا ہے۔ کہ بعض صحابہؓ نے حضورؐ کی
بیویوں سے حضورؐ کی تنہائی کی عبادت کے
متعلق معلومات کیں۔ تو بعض نے کہا میں
کبھی گوشت نہ کھاؤں گا۔ اور بعض نے کہا
میں شادی بیاہ نہ کروں گا۔ اور بعض نے
کہا کہ میں فرش پر نہ سوؤں گا۔ حضورؐ کو اسکا
علم ہوا تو آپ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہوگیا
ہے۔ کہ ایسی باتیں کہتے ہیں میں (ان سب سے
افضل ہوں تاہم) روزہ بھی رکھتا ہوں
اور افطار بھی کرتا ہوں۔ سوتا بھی ہوں۔
اور عبادت کے لئے کھڑا بھی ہوتا ہوں۔ اور
گوشت بھی کھاتا ہوں۔ اور شادی بیاہ
بھی کرتا ہوں۔ تو سن لو۔ جو شخص میری
سنت سے انحراف کرے گا تو وہ مجھ سے بے
تعلق ہوگا۔ (تفسیر المنار ج ۷، ص ۲۲)

تَحَرَّوْا:۔ اُنہوں نے قصد کیا۔ اٹکل کی۔ تَحَرِّی
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَحْرِیْر:۔ آزاد کرنا۔ بابِ تفعیل سے مصدر۔

(لا) تَحْزَنْ:۔ تو غم نہ کھا۔ حُزْن سے نہی واحد
مذکر حاضر۔

تَحْزَنُ:۔ وہ غمگین ہو۔ حُزْن سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَحْزَنُوْنَ:۔ تم غمگین ہوگے۔ حُزْن سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

(لا) تَحْزَنِیْ:۔ تو غم نہ کھا۔ حُزْن سے نہی واحد
مؤنث حاضر۔

تُحِسُّ:۔ تو آہٹ پاتا ہے تو دیکھتا ہے۔
اِحْسَاس سے مضارع واحد مذکر حاضر

تَحْسَبُ:۔ تو سمجھتا ہے۔ جانتا ہے۔ حِسْبَان
سے مضارع واحد مذکر حاضر

(لا) تَحْسَبُوْا:۔ تم مت سمجھو۔ مت گمان کرو
حِسْبَان سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَحْسَبُوْنَ:۔ تم سمجھتے ہو۔ گمان کرتے ہو۔
حِسْبَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحْسُدُوْنَ:۔ تم حسد کرتے ہو۔ جلتے ہو۔ حَسَد
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحَسَّسُوْا:۔ تم تلاش کرو۔ جستجو کرو۔
تَحَسُّس سے امر جمع مذکر حاضر۔

(اِنْ) تُحْسِنُوْا:۔ اگر تم نیکی کرو۔ اِحْسَان

سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم (دیکھو اِحْسَان)

تَحُسُّوْنَ:۔ تم کاٹتے ہو۔ حَسٌّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُحْشَرُوْنَ:۔ تم جمع کیے جاؤ گے۔ حَشْرٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَحَصُّن:۔ پارسائی۔ پرہیزگاری۔ بابِ تفعّل سے مصدر۔ اس کے معنے دراصل قلعہ بند ہونا ہیں۔ مجازاً عفت و پارسائی کے لیئے استعمال کیا گیا ہے۔

تُحْصِنُ:۔ بچائے۔ محفوظ رکھے۔ اِحْصَان سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُحْصِنُوْنَ:۔ تم روکے رکھو۔ بچائے رکھو۔ اِحْصَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تُحْصُوْا:۔ تم گن نہیں سکتے۔ شمار نہیں کرسکتے۔ اِحْصَاء سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر مجزوم۔

(لَنْ) تُحْصُوْا:۔ تم ہرگز نہیں نباہ سکو گے۔ ضبط نہ کرسکو گے۔ اِحْصَاء سے مضارع منفی بہ لَن جمع مذکر حاضر منصوب

(لَمْ) تُحِطْ:۔ تو نے احاطہ نہیں کیا۔ گھیرا نہیں۔ اِحَاطَة سے مضارع منفی بلم واحد مذکر حاضر مجزوم۔

تَحْكُمُ:۔ تو حکم کرے گا۔ تو حکم کرے۔ حُكْم سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَحْكُمُوْنَ:۔ تم حکم کرتے ہو۔ حُكْم سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحِلُّ:۔ حلال ہوتی ہے۔ حِلّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَحُلُّ:۔ اُترتی ہے۔ نازل ہوگی۔ حُلُوْل سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَحْلِقُوْا:۔ تم سر نہ منڈاؤ۔ حَلْق سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَحِلَّة:۔ کھولنا۔ کھول ڈالنا۔ حلال کرنا۔ قسم کا کفارہ ادا کرنا۔ بابِ تفعیل سے مصدر۔

(لَا) تُحِلُّوْا:۔ تم حلال مت سمجھو۔ اِحْلَال سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَحْمِلُ:۔ تو اُٹھاتا ہے۔ وہ اُٹھاتی ہے۔ حاملہ ہوتی ہے۔ حَمْل سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے معنے میں) اور واحد مؤنث غائب (دوسرے معنے میں)

(لَا) تَحْمِلْ:۔ تو بوجھ نہ ڈال۔ تَحْمِيْل سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تُحْمَلُوْنَ:۔ تمہیں لادا جاتا ہے۔ تم کو سوار کیا جاتا ہے۔ حَمْل سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر

(لا) تَحْنَثْ :- تو قسم نہ توڑ۔ حِنث سے نہی
واحد مذکر حاضر
تَحْوِیْل :- تغیر۔ تبدیلی۔ بدلنا۔ باب تفعیل سے مصدر
تَحِیَّۃٌ :- دعائے خیر۔ سلام۔ باب تفعیل سے
مصدر۔ دراصل اس کے معنے حَیَّاکَ اللّٰہُ
کہنا ہیں یعنی اللہ تجھ کو زندہ رکھے۔
اسلام سے پیشتر اہل عرب اپنے باہمی
سلاموں میں اس لفظ کو بھی استعمال کرتے
تھے۔ اب یہ لفظ اپنے اصل لغوی معنے سے
منقول ہو کر محض سلام کرنا کے معنے میں رہ
گیا ہے۔
تَحِیْدُ :- تو کنارہ کرتا ہے (بمعنی عن) حَیْدَانٌ
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تَحْیَوْنَ :- تم جیو گے۔ زندگی گزارو گے حَیَاۃٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تُحْیِیْ :- تو زندہ کرتا ہے۔ اِحْیَاءٌ سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
تَخَاصُم :- باہم جھگڑنا۔ باب تفاعل سے مصدر
(لا) تُخَاطِبْ :- تو مت بول۔ گفتگو مت کر
مُخَاطَبَۃٌ سے نہی واحد مذکر حاضر۔
تَخَافُ :- تو ڈرے گا۔ ڈرتا ہے خَوْفٌ سے
مضارع واحد مذکر حاضر۔
(لا) تَخَافَا :- تم مت ڈرو۔ خَوْفٌ سے نہی
تثنیہ مذکر حاضر۔
(لا) تُخَافِتْ :- تو آہستہ نہ پڑھ۔ مُخَافَتَۃٌ
سے نہی واحد مذکر حاضر۔
تَخَافُوْنَ :- تم ڈرتے ہو۔ خَوْفٌ سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
(لا) تَخَافِیْ :- تو مت ڈر۔ خَوْفٌ سے نہی واحد
مؤنث حاضر۔
(اِنْ) تُخَالِطُوْا :- اگر تم ملا جلا رکھو۔ شرکت رکھو
مُخَالَطَۃٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
مجزوم۔
تُخْبِتُ :- عاجزی کرے۔ جھکے۔ اِخْبَاتٌ
مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَخْتَانُوْنَ :- تم خیانت کرتے ہو۔ تم حق تلفی
کرتے ہو۔ اِخْتِیَانٌ سے مضارع۔ جمع
مذکر حاضر۔
(لا) تَخْتَصِمُوْا :- تم مت جھگڑا کرو۔ اِخْتِصَامٌ
سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَخْتَصِمُوْنَ :- تم جھگڑا کرتے ہو۔ جھگڑا کرو گے۔
اِخْتِصَامٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَخْتَلِفُوْنَ :- تم اختلاف کرتے ہو اِخْتِلَافٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَخِرُّ :- وہ گر پڑے گی۔ خُرُوْرٌ سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَخْرُجُ :- تو نکلتا ہے تو نکلے گا۔ وہ نکلتی ہے۔ نکلے گی۔ خُرُوج سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے دو معنے میں) اور واحد مؤنث غائب (آخری دو معنے میں)

تُخْرِجُ :- تو نکالتا ہے نکالے گا۔ اِخْرَاج سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُخْرِجُوْنَ :- تم نکالتے ہو۔ اِخْرَاج سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔

تُخْرَجُوْنَ :- تم نکالے جاؤگے۔ اِخْرَاج سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَخْرُصُوْنَ :- تم تجویزیں کرتے ہو اٹکل پچّو باتیں کہتے ہو۔ خَرْص سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔

(لَنْ) تَخْرِقَ :- تو ہرگز نہ پھاڑ سکے گا۔ خَرْق سے مضارع واحد مذکر حاضر منصوب

(لَا) تُخْزِ :- تو رسوا مت کر۔ اِخْزَاء سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تُخْسِرُوْا :- تم مت گھٹاؤ۔ اِخْسَار سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَخْسِیْر :- زیاں کاری۔ نقصان دینا۔ باب تفعیل سے مصدر

تَخْشٰی :- تو ڈرتا ہے۔ تو ڈرے گا۔ خَشْیَۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر

تَخْشَعُ :- وہ گڑگڑاتی ہے۔ عاجزی کرتی ہے۔ خُشُوْع سے مضارع واحد مؤنث غائب

(لَا) تَخْشَوْا :- تم مت ڈرو۔ خَشْیَۃ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَخْشَوْنَ :- تم ڈرتے ہو۔ خَشْیَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَخْضَعْنَ :- تم نرمی مت کرو۔ ملائمت مت کرو۔ خُضُوْع سے نہی جمع مؤنث حاضر

تَخُطُّ :- تو لکھتا ہے۔ خَطّ سے مضارع واحد مذکر حاضر

تَخْطَفُ :- وہ اُچک لیجاتی ہے۔ خَطْف سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَخْفٰی :- وہ چھپے گی۔ خِفَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُخْفُوْنَ :- تم چھپاتے ہو۔ اِخْفَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُخْفِیْ :- تو چھپاتا ہے۔ وہ چھپائے گی اِخْفَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر (بمعنے اول) اور واحد مؤنث غائب (بمعنے ثانی)

تَخْفِیْف :- ہلکا کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر

تَخَلَّتْ :- خالی ہوگئی۔ تَخَلِّیْ سے ماضی واحد مؤنث غائب

تَخْلُدُوْنَ :- تم ہمیشہ رہوگے۔ خُلُوْد سے

مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُخْلِفُ :۔ تو خلاف کرتا ہے۔ خلاف کرے گا اِخْلاف سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَخْلُقُ :۔ تو بناتا ہے۔ تو بنائے گا۔ پیدا کرتا ہے خَلْق سے مضارع واحد مذکر حاضر (دیکھو اَخْلُقُ)

تَخْلُقُوْنَ :۔ تم پیدا کرتے ہو۔ بناتے ہو خَلْق سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ (دیکھو اَخْلُقُ)

تَخَوُّف :۔ ڈرنا۔ ڈرانا۔ گھٹانا۔ باب تفعل سے مصدر۔

(لَا) تَخُوْنُوْا :۔ تم خیانت نہ کرو۔ خِیَانَۃ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

قرآن کریم سورۃ انفال میں ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ (اے ایمان والو نہ خیانت کرو اللہ سے اور رسول سے اور نہ خیانت کرو آپس کی امانتوں میں) تو یہاں امانت میں خیانت سے تو بددیانتی کرنا مراد ہے اور خدا اور خدا کے رسول کی خیانت سے مراد ہے کہ ان کے حکموں کی خلاف ورزی کی جائے یا جس کام پر خدا و رسول نے مامور کیا ہو اس میں دخل و فصل کیا جائے۔

تَخْوِیْف :۔ ڈرانا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَخَیَّرُوْنَ :۔ تم پسند کرتے ہو۔ تَخَیُّر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَخَیَّرُوْنَ تھا ایک تاء ساقط ہو گئی۔

تَدَارَکَ :۔ اس نے سمیٹ لیا۔ اس نے پا لیا۔ تَدَارُک سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَدَایَنْتُمْ :۔ تم نے ایک دوسرے کو قرض دیا۔ تَدَایُن سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تَدَّخِرُوْنَ :۔ تم جمع کرتے ہو۔ ذخیرہ کرتے ہو۔ اِدِّخَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِدِّخَار اصل میں اِذْتِخَار تھا۔ تاء کو دال اور پھر ذال کو بھی دال سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

تُدْخِلُ :۔ تو داخل کرتا ہے تو داخل کرے۔ اِدْخَال سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَدْخُلُوْا :۔ تم داخل ہوگے۔ دُخُوْل سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم۔

(لَا) تَدْخُلُوْا :۔ تم مت داخل ہو۔ دُخُوْل سے نہی جمع مذکر حاضر

تَدْرُسُوْنَ :۔ تم پڑھتے ہو۔ دَرْس سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُدْرِکُ :۔ وہ پالے۔ وہ پکڑ لے۔ اِدْرَاک سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لا) تُدْرِکُ: نہیں پاسکتی ہے اِدْرَاك
سے مضارع منفی واحد مونث غائب۔
قرآن کریم کی آیت یوں ہے۔ لَا تُدْرِکُهُ
الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ
(نہیں پاسکتیں اس (خدا) کو آنکھیں اور
وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو) دَرْك کے معنے
سمندر کی سب سے نچلی تہ کے ہیں۔ اسی سے
قرآن کریم میں دوزخ کے سب سے نچلے درجے
کے لئے دَرْك کا استعمال ہوا ہے دَرْك
مصدری معنے میں نیچے اترنے کے لئے استعمال
ہوتا ہے اور اِدْرَاك کسی چیز کی انتہائی
حد تک پہنچ جانے کے لئے۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لَا تُدْرِکُهُ
الْاَبْصَارُ کا مطلب یہ ہے۔ کہ نگاہیں
جمال خداوندی کی حقیقت کو نہیں پا
سکتیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار
ہی ممکن نہیں جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے
علاوہ ازیں اگر اِدْرَاك سے مطلق دیکھنا
بھی مراد لیا جائے۔ تب بھی حضرت شاہ
عبدالقادر رح کی توضیح کے مطابق مطلب
یہ ہوگا کہ:۔
آنکھیں یہ قوت نہیں کہ اُس کو دیکھ لے۔
ہاں وہ خود از راہ لطف و کرم اپنے کو دکھانا
چاہے تو آنکھوں میں ویسی قوت بھی پیدا فرما
سکتا ہے۔ مثلاً آخرت میں مومنین کو حسب
مراتب رویت ہوگی۔ جیسا کہ نصوص کتاب و
سنت سے ثابت ہے۔ یا بعض روایات
کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
لیلۃ الاسراء میں رویت ہوئی تھی۔
بعض علماء نے بَصَر سے بَصِیْرَۃ مراد لی
ہے۔ تو اس صورت میں یہ مطلب یہ ہوگا
کہ اللہ تعالیٰ کی کنہ اور حقیقت تک پہنچنے
سے اہل عقل کی عقلیں اور اہل علم کے علوم
قاصر ہیں۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی نے
فرمایا یَا مَنْ غَایَۃُ مَعْرِفَتِہِ الْقُصُوْرُ
عَنْ مَعْرِفَتِہٖ (اے وہ ذات جس کی
معرفت کی آخری حد اس کی معرفت سے
عاجز رہنے کا اقرار ہے (مفردات موضح وغیرہ)
تَدْرُوْنَ: تم جانتے ہو دِرَایَۃ سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
تَدْرِیْ: تو جانتا ہے۔ وہ جانے گی دِرَایَۃ
سے مضارع واحد مذکر حاضر (بمعنی اول)
اور واحد مونث غائب (بمعنی ثانی)
(لَا) تَدْعُ: تو مت پکار۔ دُعَاء سے
نہی واحد مذکر حاضر۔
(اِنْ) تَدْعُ: اگر پکارے۔ دُعَاء سے مضارع

واحد مؤنث غائب مجزوم۔
تُدْعیٰ:۔ بلائی جائے گی۔ دُعاء سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔
تَدْعُوْ:۔ تو پکارتا ہے۔ تو پکارے۔ وہ پکارتی ہے۔ دُعاء سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے دو معنے ہیں) اور واحد مؤنث غائب (تیسرے معنے ہیں)
تَدْعُوْنَ:۔ تم پکارتے ہو۔ دُعاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَدَّعُوْنَ:۔ تم چاہتے ہو۔ آرزو کرتے ہو۔ اِدِّعَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَدَلّٰی:۔ اتر آیا۔ تَدَلِّیٌ سے واحد مذکر غائب تَدَلِّی کے معنے کسی کے قریب اُترنے کے ہیں قرآن کریم میں دَنیٰ فَتَدَلّٰی الآیہ میں رسول اکرم صلعم کے سامنے حضرت جبرئیل کا اصلی اپنی صورت میں اُترنا مراد ہے۔ جبکہ آپ غار حرا میں مصروف عبادت تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جبریل آسمان کے کنارے پر مشرق کی طرف نمودار ہوئے۔ اور ان کے وجود سے مغرب تک تمام کنارہ آسمان بھر گیا۔ رسول اکرم صلعم کو غش آگیا۔ تب حضرت جبریل نے حضور کو انسانی شکل میں نمودار ہو کر تسکین دی۔

جبریل امین حضور کے سامنے اپنی اصلی شکل میں دو مرتبہ ظاہر ہوئے ہیں۔ ایک اس مرتبہ اور دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (جامع التفاسیر)
تُدْلُوْا:۔ تم مت پہنچاؤ۔ اِدْلَاء سے نہی جمع مذکر حاضر بحذف لائے نہی یہ آیت کریمہ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ ہے۔ پس فعل تُدْلُوْا کا عطف لائے نہی کے تحت فعل تَاْكُلُوْٓا پر ہے +
تُدَمِّرُ۔ ہلاک کرتی ہے۔ ہلاک کرے گی تَدْمِيْرٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب
تَدُوْرُ۔ پھرتی ہے۔ گردش کرتی ہے دَوَرَانٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تُدْهِنُ:۔ تو نرمی کرے ملائمت کرے۔ اِدْهَان سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِدْهَان کے اصل معنے چکنا کرنا تیل لگانا ہیں۔ مجازاً اس کا اطلاق فریب کاری لو چکنی چپڑی مگر اُصول اور عقیدہ سے گری ہوئی باتیں کرنے پر ہوتا ہے۔ آیت کریمہ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ میں یہی آخری معنے مراد ہیں۔ یعنی اے رسول کفار آپ سے یہ چاہتے ہیں۔ کہ آپ اُن کی خاطر اپنے بعض

اُصول و عقائد کو جو انہیں ناپسند ہیں چھوڑ کر ان کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کریں۔ (آپ کو ہرگز اس کے لیے تیار نہ ہونا چاہیے) اس سے معلوم ہوا کہ حق پرست انسان اور سچے مسلمان کے لیے غیر مسلم کے ساتھ مداہنت برتنا ناجائز اور قرآنی تعلیم کے بالکل مخالف ہے۔ البتہ خوش اخلاقی ایک امر دیگر ہے۔ مسلم کو خوش خو ہونا چاہیے نہ کہ مداہن۔ کیونکہ مداہنت تو دراصل اپنی اور اپنے دین کی شکست اور کفر کی برتری کا خود اپنی عملی شہادت سے اعتراف ہے۔

تُدِیْرُوْنَ:۔ تم پھراتے ہو۔ لین دین کرتے ہو۔ اِدَارَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(اَنْ) تَذْبَحُوْا:۔ تم ذبح کرو۔ ذَبْحٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَذَرُ:۔ تو چھوڑتا ہے۔ چھوڑے گا۔ وَذْرٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ وَذْرٌ سے اس معنے میں مضارع اور امر و نہی کے علاوہ کوئی اور صیغہ مستعمل نہیں ہے۔

(لَا) تَذَرُ:۔ وہ نہ چھوڑے گی۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَذَرْ:۔ تو مت چھوڑ۔ نہی واحد مذکر حاضر۔

تَذْرُوْہُ:۔ پراگندہ کرتی ہے۔ بکھیرتی ہے اڑاتی ہے۔ ذَرْوٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَذَرُوْنَ:۔ تم چھوڑتے ہو۔ وَذْرٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَذَرُنَّ:۔ تم ہرگز مت چھوڑنا۔ وَذْرٌ سے نہی جمع مذکر حاضر مؤکد بنون ثقیلہ۔

تَذَکَّرُ:۔ تو یاد کرے گا۔ تو یاد کرتا ہے ذِکْرٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ دیکھو تَذَکُّرٌ

تَذَکَّرَ:۔ اس نے نصیحت پکڑی۔ تَذَکُّرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تُذَکِّرُ:۔ وہ یاد دلائے۔ تَذْکِیْرٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَذْکِرَۃٌ:۔ نصیحت۔ یاد دہانی تَذْکِیْرٌ سے اسم مصدر۔ قرآن کریم پر تَذْکِرَۃ کا اطلاق اس لیے کیا گیا ہے۔ کہ وہ سرتاپا نصیحت ہے۔

تَذْکُرُوْنَ:۔ تم یاد کروگے۔ ذِکْرٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَذَکَّرُوْا:۔ اُنہوں نے یاد کیا۔ وہ چونک گئے۔ تَذَکُّرٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَذْکُرُوْا:۔ تم یاد کرو۔ ذِکْرٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَذَکَّرُوْنَ تم نصیحت پکڑو۔ تَذَکُّرٌ

تَذْکِیْرٌ:۔ یاد دلانا۔ نصیحت کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تُذِلُّ :- تو ذلیل کرتا ہے۔ ذلّت دیتا ہے۔ اِذلال سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَذْلِیْل :- جھکا دینا۔ باب تفعیل سے مصدر

تَذُوْدَانِ :- ہٹاتی ہیں۔ روکتی ہیں ذَوْد سے مضارع تثنیہ مونث غائب۔

تَذُوْقُوْا :- تم چکھو۔ تمہیں چکھنا پڑے ذَوْق سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَذْهَبُ :- وہ جاتی ہے۔ ذَهَاب سے مضارع واحد مونث غائب۔

تَذْهَبُوْنَ :- تم جاتے ہو۔ ذَهَاب سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَذْهَلُ :- وہ غافل ہو جائے گی (بھول جائے گی) ذُهُوْل سے مضارع واحد مونث غائب

تَرٰى :- تو دیکھتا ہے۔ رُؤْيَة سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

لَمْ تَرَ :- تو نے نہیں دیکھا۔ رُؤْيَة سے مضارع نفی جحد بہ لَمْ واحد مذکر حاضر۔

تَرَآءَ :- ایک دوسرے کو دیکھنے لگا۔ مقابل ہوا۔ تَرَائِي سے ماضی واحد مذکر غائب

تَرَائِب :- سینہ کی ہڈیاں۔ واحد تَرِيْبَة

تَرَآءَتْ :- مقابل ہوئی۔ رو در رو ہوئی تَرَائِي سے ماضی واحد مونث غائب۔

تُرَاب :- مٹی۔ خاک

تُرَاث :- مرنے کا مال۔ ترکہ۔ میراث۔ اصل میں یہ لفظ وُرَاث تھا۔ واؤ کو اوّل میں مضموم ہونے کی وجہ سے تاء سے بدل لیا۔

تَرَاضٍ :- آپس کی رضامندی۔ باب تفاعل سے مصدر۔

تَرَاضَوْا :- وہ باہم راضی ہوئے تَرَاضِی سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَرَاضَیْتُمْ :- تم باہم راضی ہوئے۔ تَرَاضِی سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تَرَاقِی :- گلے کی ہنسلیاں (یعنی ہڈیاں) واحد تَرْقُوَة۔

تُرَاوِدُ :- پھسلاتی ہے۔ مُرَاوَدَة سے مضارع واحد مونث غائب۔

تَرَبُّص :- ٹھیرنا۔ انتظار کرنا۔ باب تفعل سے مصدر

تَرَبَّصْتُمْ :- تم نے انتظار کیا۔ تَرَبُّص سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تَرَبَّصُوْا :- تم انتظار کرو۔ تَرَبُّص سے امر جمع مذکر حاضر۔

لَا تَرْتَابُوْا :- تم شک نہ کرو۔ تم شبہ نہ کرو۔ اِرْتِیَاب سے مضارع منفی جمع مذکر۔

لَا تَرْتَدُّوْا :- تم مت پھرو۔ تم مت لوٹو اِرْتِدَاد سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَرْتِیْل :- ٹھیر ٹھیر کر پڑھنا۔ واضح اور صاف

پڑھنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔
تَرِثُوا:۔ تم وارث ہو جاؤ۔ وِرَاثَۃ سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔
لَا تَرِثُوا:۔ تم وارث مت ہو۔ وِرَاثَۃ
سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تُرْجَعُ:۔ وہ پھیری جاتی ہے۔ رَجْعٌ سے
مضارع مجہول واحد مؤنث۔ غائب
تُرْجَعُوْنَ:۔ تم کو لوٹایا جائے گا۔ رَجْع
سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔
تَرْجِعُوْنَ:۔ تم پھیرتے ہو۔ تم لوٹاتے ہو۔
اِرْجَاع سے مضارع جمع مذکر حاضر
تَرْجُفُ:۔ تو کانپے گی۔ رَجْفٌ سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تَرْجُمُوْنِ:۔ تم مجھے سنگسار کرو۔ تم مجھے قتل
کرو۔ رَجْم سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
(نون وقایہ اور اس کے آخر سے یائے متکلم
حذف ہو گئی)
تَرْجُوْ:۔ تو امید رکھتا ہے۔ رَجَاء سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
تَرْجُوْنَ:۔ تم امید رکھتے ہو۔ رَجَاء سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔
تُرْجِیْ:۔ تو ڈھیل دے۔ اِرْجَاء سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

لَا تَرْحَمْ:۔ تو رحم نہ کرے۔ رَحْم سے مضارع
نفی جحد واحد مذکر حاضر (حرف شرط کی وجہ
سے مستقبل کے معنے ہو گئے)
تُرْحَمُوْنَ:۔ تم پر رحم کیا جائے۔ رَحْم
سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔
تُرَدُّ:۔ وہ رد کی جاتی۔ پھیری جائے۔ رَدّ
سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔
تَرْدٰی:۔ تو ہلاک ہوگا۔ رَدٰی سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
تَرَدّٰی:۔ ہلاک ہوا۔ گڑھے میں گرا۔ تَرَدِّی
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
تُرِدْنَ:۔ تم چاہتی ہو۔ ارادہ کرتی ہو۔ اِرَادَۃ
سے مضارع جمع مؤنث حاضر۔
تُرَدُّوْنَ:۔ تمہیں پھیرا جائے گا۔ رَدّ سے مضارع
مجہول جمع مؤنث حاضر۔
تُرْدِیْنِ:۔ تو مجھ کو ہلاک کردے۔ گڑھے میں ڈال
دے۔ اِرْدَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر
(نون وقایہ (محذوف) یائے متکلم۔)
تَرْزُقُ:۔ تو رزق دیتا ہے۔ رِزْق سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
تُرْزَقَانِ:۔ تم کو رزق دیا جائے گا۔ رِزْق
سے مضارع مجہول تثنیہ مذکر حاضر۔
تَرْضٰی:۔ تو راضی ہوگا۔ تو راضی ہوتا ہے۔

برضوان سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُرْضِعُ ۔ دودھ پلائے۔ اِرضاع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ (دیکھو رَضاعۃ)

تَرْضَوْنَ : ۔ تم پسند کروگے۔ رِضوان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَرْغَبُوْنَ : ۔ تم خواہش کرتے ہو۔ (بصلۂ فی) رَغبۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُرْفَعُ : ۔ بلند کی جائے گی۔ رَفع سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَرْفَعُوْا : ۔ مت بلند کرو۔ رَفع سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَرْقیٰ : ۔ تو چڑھ جائے۔ رُقِیّ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَمْ) تَرْقُبْ : ۔ تو نے انتظار نہیں کیا۔ رُقوب سے مضارع نفی جحد واحد مذکر حاضر

تَرَکَ : ۔ اُس نے چھوڑا۔ تَرک سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَرْکَبُنَّ ۔ تم ضرور سوار ہوگے۔ اصل لفظ لَتَرْکَبُنَّ ہے۔ رُکوب سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تَرْکَبُوْنَ ۔ تم سوار ہوتے ہو۔ رُکوب سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَرَکْتُ : ۔ میں نے چھوڑا۔ تَرک سے ماضی واحد متکلم۔

تَرَکْتُمْ ۔ تم نے چھوڑا۔ تَرک سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَرْکُضُوْا : ۔ مت ایڑ لگاؤ۔ رَکض سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَرَکْنَ : ۔ اُنہوں نے چھوڑا۔ تَرک سے ماضی جمع مؤنث غائب۔ تَرَکْنَا ہم نے چھوڑا۔

تَرْکَنُ : ۔ تو جھکے۔ تو مائل ہو (بصلۂ اِلیٰ) رُکون سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَرْکَنُوْا : ۔ مت جھکو۔ مت مائل ہو رُکون سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَرَکُوْا : ۔ انہوں نے چھوڑا۔ تَرک سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَرْمِیْ : پھینکتی ہے۔ رَمی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَرَیْنِ : ۔ تو مجھے دیکھتا ہے۔ تو مجھے سمجھتا ہے۔ رُؤیۃ یا رأی سے مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم بانون وقایہ۔ (بحذف یائے متکلم)

تَرَوْنَ : ۔ تم دیکھتے ہو۔ رُؤیۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَرَوُنَّ : ۔ تم ضرور دیکھوگے۔ اصل لفظ لَتَرَوُنَّ ہے۔ رُؤیۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تُرْهِبُوْنَ :- تم ڈراتے ہو۔ ڈراؤ گے اِرْهَابٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تُرْهِقُ :- چڑھتی ہے۔ چھا جاتی ہے۔ رَهَق
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
لَا تُرْهِقْ :- تو مت مسلط کر۔ مت ڈال
اِرْهَاق سے نہی واحد مذکر حاضر۔
تُرِي :- تو دکھلائے گا۔ اِرَاءَۃ سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
تَرٰى :- تو دیکھے گا۔ تو دیکھتا ہے رُؤْيَۃ
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُرِيْحُوْنَ :- تم شام کو چرا کر واپس لاتے ہو
اِرَاحَۃ سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔
تُرِيْدُ :- تو چاہتا ہے تو چاہے گا۔ اِرَادَۃ
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُرِيْدُوْنَ :- تم چاہتے ہو۔ ارادہ کرتے ہو
اِرَادَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَرَيِنَّ :- تو دیکھے۔ رُؤْيَۃ سے مضارع
واحد مؤنث حاضر با نون ثقیلہ۔
تُرِيَنَّ : تو دکھلائے۔ اِرَاءَۃ سے مضارع
واحد مذکر حاضر با نون ثقیلہ۔
لَا تَزَالُ :- تو ہمیشہ رہے گا۔ زَوَال سے
مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ چوں کہ
زَوَال کے معنے ہٹ جانا۔ مٹ جانا۔

ہیں اور نفی کی نفی اثبات ہوتا ہے لہٰذا حرف
نفی کے داخل ہونے کے بعد اس کے معنی دوام
و استمرار کے ہو گئے۔ البتہ اس معنی میں اس کے
اسم فاعل و مفعول۔ ظرف و آلہ اور اسم
تفضیل نہیں آتے۔ صرف ماضی و مضارع
اور امر و نہی کے صیغے آتے ہیں۔ مگر حرف نفی
ہر فعل پر اس کے مناسب ہی داخل ہوتا ہے
یعنی ماضی پر مَا اور مضارع پر لَا یا لَنْ یا لَمْ۔
تَزٰوَرُ :- کترا جاتی ہے۔ تَزَاوُر سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَزَاوَرُ
تھا۔ شروع سے ایک تاء ساقط ہو گیا۔
لَا تَزِدْ :- تو مت بڑھا۔ مت زیادہ کر۔
زِیَادَۃ سے نہی واحد مذکر حاضر۔
تَزْدَادُ :- زیادہ کرتی ہے۔ زیادہ ہوتی ہے
اِزْدِیَاد سے مضارع واحد مؤنث غائب
تَزْدَرِيْ :- حقیر جانتی ہے۔ اِزْدِرَاء سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تَزِرُ :- بوجھ اٹھائے گی۔ وِزْر سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تَزْرَعُوْنَ :- تم اگاتے ہو۔ تم بوؤ گے۔ زَرْع
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَزْعُمُوْنَ :- تم گمان کرتے ہو۔ دعویٰ کرتے ہو
زَعْم سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(كنتم) تزعمون :- تم گمان کرتے تھے۔
زعم سے ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔
(لا) تزغ :- تو کج مت کر۔ مت پھیر۔ اِزاغة
سے نہی واحد مذکر حاضر۔
تزکّی :- وہ پاک ہوا۔ سنور گیا۔ تزکّی سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
(لا) تزکّوا :- مت پاکیزہ بتاؤ۔ مت
پاکیزہ سمجھو۔ تزکیة سے نہی جمع مذکر حاضر
تزکّی :- تو پاکیزہ کرے۔ تزکیة سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
تزلّ :- ڈگمگا جائے پھسل جائے۔ زلّ
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تزوّدوا :- تم زادِ راہ لو۔ تم توشہ لو۔
تزوّد سے امر جمع مذکر حاضر۔
تزول :- وہ اپنے مقام سے ہٹ جائے
زوال سے مضارع واحد مؤنث غائب
تزولا :- وہ اپنے مقام سے ہٹ جائیں۔
زوال سے مضارع تثنیہ مؤنث غائب
(بسقوط نون)
تزھق :- وہ نکلے گی۔ زھوق سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تزیدون :- تم بڑھاؤ گے۔ زیادہ کروگے
زیادة سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تزیّلوا :- وہ ایک طرف ہوئے۔ جدا ہوئے
تزیّل سے ماضی جمع مذکر غائب۔
تساءلون :- تم باہم سوال کرتے ہو۔ تساءل
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ (اس کے شروع
سے ایک تاء ساقط ہوگیا)
تساقط :- وہ گرائے گی۔ تساقط سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تسأل :- تو پوچھتا ہے۔ سؤال سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
تُسأل :- تجھ سے پوچھا جائے گا۔ سؤال سے
مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔
تُسألُنّ :- تم سے پوچھا جائیگا۔ تُسألُنّ
تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ اصل لفظ
لتُسألُونَنّ ہے۔ سؤال سے مضارع
جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ
(لا) تسئموا :- تم کاہلی مت کرو۔ مت اکتاؤ
سئامة سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تسبّح :- پاکی بیان کرتی ہے۔ تسبیح
سے مضارع واحد مؤنث غائب (دیکھو
تسبیح)
تسبّحون :- تم پاکی بیان کرتے ہو۔ تسبیح
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تسبق :- وہ آگے نکلتی ہے۔ سبق سے
مضارع واحد مؤنث غائب۔

وَلَا تَسُبُّوْا :- تم گالی مت دو۔ برا بھلا مت کہو سَبٌّ سے نہی۔ جمع مذکر حاضر۔

تَسْبِیْحٌ :- پاکی بیان کرنا۔ اس کا مادہ سَبْحٌ ہے۔ جس کے معنے پانی یا ہوا میں تیزی سے گزرنے کے ہیں۔ اسی سے تسبیح کے معنے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تیزی سے مصروف رہنے کے ہوئے۔ تسبیح ہر قسم کی عبادتوں کے لئے عام ہے۔ خواہ وہ "قولی" ہوں۔ یا "فعلی" ہوں۔ یا "نیت" کے ساتھ پھر تسبیح اختیاری بھی ہوتی ہے۔ اور تسخیری یا حالی بھی۔ تسبیح تسخیری تو تمام مخلوقات کے لئے عام ہے۔ کہ سب جن و انس آسمان و زمین اور شجر و حجر تکوینی طور پر خداوند قدوس کے تابع فرمان ہیں۔ اور زبانِ حال سے اس کی قہاری و خلاقی کے اقرار میں مشغول ہیں۔ البتہ تسبیح اختیاری بعض علماء کی رائے میں صرف ذوی العقول کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ بھی سب مخلوقات کے لئے عام ہے۔ ہاں بعض کی تسبیح ہم سمجھ سکتے ہیں۔ اور بعض کی نہیں۔ امام راغب اصفہانی نے اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (ہر چیز خداوند قدوس کی تسبیح و تحمید کرتی ہے۔ مگر تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں پاتے۔) سے اس دوسرے قول کی صحت پر استدلال کیا ہے! اس لئے کہ تسبیح تسخیری کے سمجھ میں نہ آنے کے کوئی معنی نہیں۔

پھر ہندوستان کے مشہور سائنس داں ڈاکٹر بوس نے تو اپنی تحقیقات سے ثابت کر دیا ہے کہ بے زبان مخلوق بھی اپنی ایک زبان رکھتی ہے۔ لہٰذا آج تو اہل عقل کے لئے کوئی شبہ کا کوئی موقعہ نہ رہا۔

تَسْتَاخِرُوْنَ :- تم دیر کرو گے۔ اِسْتِیْخَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا :- یہاں تک کہ تم اجازت لے لو۔ اِسْتِیْنَاس سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بحذف نون۔ اِسْتِیْنَاس کے متعلق علامہ زمخشری نے تین احتمال لکھے ہیں (۱) اُنْس سے ماخوذ ہے۔ یعنی اُنس حاصل کرنا۔ اور یہ کنایہ ہے۔ اجازت کے حاصل ہو جانے سے۔ کیونکہ در غیر پر جا کر وحشت سی ہوتی ہے۔ کہ اجازت ملے یا نہ ملے۔ پھر جب اجازت ہو جاتی ہے تو وحشت دور ہو جاتی ہے اور ایک قسم کا سکون و اُنس حاصل ہو جاتا ہے پس لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا کے معنے ہوئے۔ اجنبی گھروں میں داخل مت ہو تا آنکہ تم اجازت لے کر اُنس و سکون حاصل کر لو (۲) اِسْتِیْنَاس

یعنی استعلام و استکشاف ہے۔ یعنی حقیقت
حال سمجھنا۔ اطلاع حاصل کرنا۔ چنانچہ کہا
جاتا ہے۔ اِسْتَأْنَسْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا
(میں نے خوب غور کرکے دیکھا۔ مگر کوئی نظر
نہیں آیا) پس آیت کے معنے یہ ہوئے تم اجنبی
گھروں میں داخل ہو۔ یہاں تک کہ یہ معلوم
کرلو۔ کہ تمہیں اندر داخل ہونے کی اجازت ہے
(۳) یہ اِنْس بمعنے انسان سے ماخوذ ہے
بمعنے انسان کا ہونا معلوم کرنا۔ بہ این توجیہ
آیت کے معنے یہ ہیں۔ تم اجنبی گھروں میں
مت گھسو۔ یہاں تک کہ تم یہ معلوم کرلو کہ
اندر کوئی آدمی بھی ہے (پھر اجازت چاہو
اگر اجازت ہو جائے۔ تو داخل ہو جاؤ)
بہر حال کسی کے گھر جانے کے لئے اجازت
طلبی اسلامی معاشرت کا ایک محکم وغیر
منسوخ فریضہ ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں
کی عظیم اکثریت نے اس اہم فرض کو پس
پشت ڈال رکھا ہے۔

تَسْتَبْدِلُوْنَ :۔ تم بدلتے ہو۔ اِسْتِبْدَال
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَبِیْنَ :۔ وہ ظاہر ہو جائے۔ اِسْتِبَانَۃ
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَسْتَتِرُوْنَ :۔ تم چھپتے ہو۔ اِسْتِتَار سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَجِیْبُوْنَ :۔ تم جواب دوگے اِسْتِجَابَۃ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَخْرِجُوْنَ :۔ تم نکالتے ہو۔ اِسْتِخْرَاج سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَخِفُّوْنَ :۔ تم ہلکا جانتے ہو۔ اِسْتِخْفَاف
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَرْضِعُوْا :۔ تم دودھ پلواؤ۔ اِسْتِرْضَاع
سے مضارع جمع مذکر حاضر (بسقوط نون) دیکھو
رضاعۃ)

(لَمْ) تَسْتَطِعْ :۔ تو نہ کرسکا۔ تو نے طاقت نہ
رکھی۔ اِسْتِطَاعَۃ سے مضارع نفی جحد واحد
مذکر حاضر۔

(لَنْ) تَسْتَطِیْعَ : تو ہرگز نہ کرسکے گا۔ تو ہرگز
طاقت نہ رکھے گا۔ اِسْتِطَاعَۃ سے مضارع
واحد مذکر حاضر منصوب۔

(لَنْ) تَسْتَطِیْعُوْا :۔ تم ہرگز طاقت نہ رکھو گے
اِسْتِطَاعَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر منفی

تَسْتَطِیْعُوْنَ :۔ تم طاقت رکھتے ہو اِسْتِطَاعَۃ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَسْتَعْجِلْ :۔ تو جلدی نہ کر اِسْتِعْجَال
سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَسْتَعْجِلُوْا :۔ تم جلدی مت طلب کرو

اِسْتِقْبَال سے بھی جمع مذکر حاضر۔
تَسْتَغْفِرُ۔ تو بخشش چاہتا ہے اِسْتِغْفَار
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ دیکھو غافِر
(لَا تَسْتَغْفِرْ)۔ تو مغفرت مت چاہ۔
اِسْتِغْفَار سے بھی واحد مذکر حاضر۔
تَسْتَغْفِرُوْنَ:۔ تم مغفرت چاہتے ہو۔
اِسْتِغْفَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَسْتَغِیْثُوْنَ:۔ تم فریاد کرتے ہو۔ اِسْتِغَاثَۃ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
(لَا تَسْتَفْتِ:۔ تو سوال مذکر۔ مت پوچھ
اِسْتِفْتَاء سے بھی واحد مذکر حاضر۔
تَسْتَفْتِحُوْا:۔ تم فیصلہ چاہتے ہو۔ تم فتح چاہتے
ہو۔ اِسْتِفْتَاح سے مضارع جمع مذکر حاضر
مجزوم۔ یا ان (بسقوط نون)
تَسْتَفْتِیَانِ:۔ تم دونوں تحقیق چاہتے ہو۔
پوچھتے ہو۔ (بصلۂ فِیْ) اِسْتِفْتَاء سے مضارع
تثنیہ مذکر حاضر۔
تَسْتَقْدِمُوْنَ:۔ تم آگے بڑھو گے۔ اِسْتِقْدَام
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَسْتَقْسِمُوْا:۔ تم قسمت معلوم کرو۔ تقسیم چاہو
اِسْتِقْسَام سے مضارع جمع مذکر حاضر
منصوب (دیکھو اَزْلَام)
تَسْتَکْبِرُوْنَ:۔ تم غرور کرتے ہو۔ خود کو بڑا
سمجھتے ہو۔ اِسْتِکْبَار سے مضارع جمع مذکر حاضر
تَسْتَکْثِرُ:۔ تو زیادہ چاہے۔ اِسْتِکْثَار سے
مضارع واحد مذکر حاضر۔
تَسْتَمِعُوْنَ:۔ تم کان لگا کر سنتے ہو۔ اِسْتِمَاع
سے مضارع جمع مذکر حاضر
تَسْتَوُوْا:۔ تم اچھی طرح سوار ہو جاؤ (بصلۂ
عَلٰی) اِسْتِوَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر
منصوب۔
تَسْتَوِیْ:۔ برابر ہوتی ہے۔ یکساں ہوتی ہے۔
اِسْتِوَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب
تَسْتَهْزِءُوْنَ:۔ تم ٹھٹھا کرتے ہو۔ مذاق اڑاتے
ہو۔ اِسْتِهْزَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَسْجُدُ:۔ تو سجدہ کرے۔ سُجُوْد سے
مضارع واحد مذکر حاضر (دیکھو اُسْجُدْ)
(لَا تَسْجُدُوْا)۔ تم سجدہ مت کرو۔ سُجُوْد
سے بھی جمع مذکر حاضر۔
تَسْجُدُوْنَ:۔ تم سجدہ کرتے ہو۔ سُجُوْد سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَسْحَرُ:۔ تو جادو کرے۔ سِحْر سے مضارع جمع
مذکر حاضر (دیکھو سِحْر)
تُسْحَرُوْنَ:۔ تم فریب زدہ ہو جاتے ہو۔
سِحْر سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔
تَسْخَرُوْا:۔ تم ہنستے ہو۔ مذاق اڑاتے ہو۔ (بصلہ

مِن؛ تسخر سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم
بہ اِن (بسقوط نون)

تَسۡخَرُوۡنَ :- تم ہنستے ہو۔ مذاق اُڑاتے ہو۔
سُخر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسُرُّ :- خوش کرتی ہے۔ سُرُور سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَسۡرَحُوۡنَ :- تم صبح کے وقت (جانوروں کو
جنگل میں چرانے کے لیے لیجاتے ہو۔ سَرح
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لا) تُسۡرِفُوۡا :- تم اسراف نہ کرو۔ اِسۡراف
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ امام راغب
لکھتے ہیں۔ اِسراف کے معنے ہیں کسی کام میں
حد سے تجاوز کرنا۔ اگرچہ انفاق (خرچ کرنا)
میں حد سے تجاوز کرنے کے معنے میں زیادہ مشہور
ہے۔ یہ حد سے تجاوز مقدار کے اعتبار سے بھی
ہوسکتا ہے۔ یعنی ضرورت سے زیادہ خرچ
کرے۔ اور کیفیت کے اعتبار سے بھی یعنی بے
موقع خرچ کرے۔ چنانچہ سفیان ثوری نے
فرمایا ہے۔ کہ مَا اَنۡفَقۡتَ فِیۡ غَیۡرِ طَاعَۃِ
اللہِ فَھُوَ سَرَفٌ وَّاِنۡ کَانَ قَلِیۡلًا
(جو کچھ تم طاعت اللہ کے سوا دوسرے
موقعوں میں صرف کرو۔ وہ اگرچہ تھوڑا ہو
پھر بھی اسراف ہے)

علامہ عثمانی لکھتے ہیں۔ اسراف کی کئی
صورتیں ہیں:- مثلاً حلال کو حرام کرلے یا
حلال سے گزر کر حرام سے بھی تمتع کرنے لگے۔ یا
اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے
پر گر پڑے۔ یا بدون اشتہاء کے کھانے لگے
یا ناوقت کھائے۔ یا اس قدر کم کھائے جو
صحت جسمانی اور قوت عمل کے لئے کافی نہ ہو
یا مضر صحت چیزیں استعمال کرے۔ وغیر
ذالک لفظ اسراف اِن سب امور کو شامل
ہوسکتا ہے۔ اِسی لئے بعض سلف نے فرمایا
کہ خدا نے ساری طب آدھی آیت میں اکٹھی
کردی"۔

تُسِرُّوۡنَ :- تم چھپاتے ہو۔ پوشیدہ بات
کہتے ہو۔ اِسۡرَار سے مضارع جمع مذکر حاضر

تَسۡرِیۡحٌ :- رخصت کرنا۔ چھوڑ دینا۔ باب
تفعیل سے مصدر۔ سورۃ بقرہ میں فرمایا
گیا ہے۔ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ
تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ یعنی اگر مرد عورت کو
دو مرتبہ طلاق دیدے۔ تو اس کے لئے دو
صورتیں ہیں۔ بھلائی کے ساتھ عورت کو بھی
رجعت کرکے روک لے یا سہولت اور عمدگی
کے ساتھ اُسے رخصت کردے۔

اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو معلق

در کھا جائے۔ جیساکہ جاہلیت میں دستور تھا
کہ مرد عورت کو جتنی مرتبہ چاہتا طلاق دے
دیتا۔ پھر عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت
کرلیتا۔ عورت نہ اِدھر کی رہتی اور نہ اُدھر
کی۔ قرآنِ کریم نے فیصلہ کر دیا کہ ایک یا
دو مرتبہ طلاق کے بعد تو مرد کو اختیار ہے
کہ عدت کے اندر رجعت کرلے۔ اور اس
کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ زندگی بسر
کرے۔ مگر عدت گزر جانے کے بعد یا تیسری
مرتبہ طلاق دینے کے بعد یہ اختیار باقی
نہیں رہتا۔ بلکہ تیسری مرتبہ طلاق دینے
کے بعد تو جب تک دوسرا خاوند اس سے
صحبت نہ کرلے۔ پہلا خاوند اس سے نکاح
بھی نہیں کرسکتا۔ (تفصیل کے لئے کتب
فقہ دیکھئے۔)

تِسۡعٌ :۔ نو (مؤنث) 9

تِسۡعَۃ :۔ نو (مذکر) 9

تِسۡعَۃَ عَشَرَ :۔ اُنیس (مذکر) 19

تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ :۔ ننانوے (مؤنث) 99

تَسۡعٰی :۔ وہ کوشش کرتی ہے۔ وہ دوڑتی
ہے۔ سَعۡیٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب

تَسۡفِکُوۡنَ :۔ بہاؤ گے۔ خوں ریزی کروگے
سَفۡکٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسۡقُطُ :۔ وہ گرتی ہے۔ سُقُوۡطٌ سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تُسۡقِطُ :۔ تو گرائے۔ اِسۡقَاطٌ سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

تُسۡقٰی :۔ وہ سیراب کی جائے گی۔ اُس کو پلایا
جائے گا۔ سَقۡیٌ سے مضارع مجہول واحد
مؤنث غائب۔

تَسۡقِیۡ :۔ وہ پلاتی ہے۔ سیراب کرتی ہے۔
سَقۡیٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَمۡ) تُسۡکَنۡ :۔ وہ نہیں بسائی گئی۔ اُس میں
سکونت نہیں کی گئی۔ سَکَنٌ سے مضارع
مجہول نفی جحد واحد مؤنث غائب۔

تَسۡکُنُوۡا :۔ تم آرام پاؤ۔ چین پاؤ۔ سُکُوۡنٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَسۡکُنُوۡنَ :۔ تم چین پاتے ہو۔ سُکُوۡنٌ سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسۡلُکُوۡا :۔ تم چلو۔ پھرو۔ سُلُوۡکٌ سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم۔

تُسَلِّمُوۡا :۔ تم سلام کرو۔ تَسۡلِیۡمٌ سے
مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تُسۡلِمُوۡنَ :۔ تم اطاعت کرتے ہو۔ اِسۡلَامٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر (دیکھو اِسۡلَامٌ)۔

تَسۡلِیۡمٌ :۔ سلام کرنا۔ سلام بھیجنا۔ سونپنا

سر اطاعت خم کرنا۔ چھڑانا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَسْمَعُ :۔ تو سنتا ہے۔ سَمْع سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُسْمِعُ :۔ تو سناتا ہے۔ اِسْمَاع سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَسْمَعُنَّ :۔ تم ضرور سنوگے۔ اصل لفظ۔ لَتَسْمَعُنَّ ہے۔ سَمْع سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تَسْمَعُوْنَ :۔ تم سنتے ہو۔ سَمْع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُسَمّٰی :۔ اُس کا نام رکھا جاتا ہے۔ اُسے کہا جاتا ہے۔ تَسْمِیَۃ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَسْمِیَۃ :۔ نام رکھنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَسْنِیْم :۔ جنت کے ایک چشمہ کا نام تَسْنِیْم کے معنے بلند کرنا ہیں چونکہ اس چشمہ کی شراب بہت اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ اس لئے اس کا نام تسنیم ہے۔

تَسُوْءُ :۔ بری لگتی ہے۔ سَوْء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُسَوّٰی :۔ برابر کردی جائے۔ تَسْوِیَۃ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَسْوَدُّ :۔ وہ سیاہ ہوگی۔ اِسْوِدَاد سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَسَوَّرُوْا :۔ اُنہوں نے دیوار پھاندی تَسَوُّر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَسِیْرُ :۔ وہ چلے گی۔ سَیْر سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُسِیْمُوْنَ :۔ تم چراتے ہو۔ اِسَامَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَشَاءُ :۔ تو چاہے۔ تو چاہتا ہے۔ مَشِیْئَۃ

تَشَابَہَ :۔ مشابہ ہوا۔ شبہ میں پڑا۔ تَشَابُہ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَشَابَہَتْ :۔ وہ مشابہ ہوئی۔ تَشَابُہ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تُشَاقُّوْنَ :۔ تم مخالفت کرتے ہو۔ ضد کرتے ہو۔ مُشَاقَّۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر

تَشَاوُر :۔ آپس میں مشورہ کرنا۔ باب تفاعل سے مصدر۔ دیکھو شُوْرٰی

لَا تَشْتَرُوْا :۔ تم مت خرید و مول نہ لو اِشْتِرَاء سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَشْتَکِیْ :۔ وہ شکایت کرتی ہے اِشْتِکَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَشْتَہِیْ :۔ وہ چاہتی ہے۔ خواہش کرتی ہے اِشْتِہَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب

تَشْخَصُ :- وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھے گی۔ شخوص سے مضارع واحد مؤنث غائب

تَشْرَبُوْنَ :- تم پیتے ہو۔ شرب سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُشْرِكَ :- تو شرک کرے۔ شریک کرے اشراک سے مضارع واحد مذکر حاضر (دیکھو شرک)

تُشْرِكُوْنَ :- تم شرک کرتے ہو۔ اشراک سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لا) تُشْرِكْ :- تو مت شریک ٹھہرا۔ اشراک سے نہی واحد مذکر حاضر (دیکھو شرک)

(لا) تُشْطِطْ :- تو زیادتی نہ کر۔ اشطاط سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَشْعُرُوْنَ :- تم شعور رکھتے ہو۔ سمجھتے ہو۔ شعور سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَشْقٰی :- تو محنت میں پڑ جائے مشقت میں مبتلا ہو جائے۔ بدبخت ہو جائے شقاوۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر

تَشَقَّقُ :- پھٹ جائے گی۔ تشقق سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تتشقق تھا۔ ایک تاء حذف ہو گیا۔

تَشْكُرُوْنَ :- تم شکر کرو۔ احسان مانو۔ شکر کرتے ہو۔ شکر سے مضارع جمع مذکر حاضر (دیکھو اشکر)

(لا) تُشْمِتْ :- تو خوش نہ کر (دشمن کو) اشمات سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَشْهَدُ :- وہ گواہی دے۔ تو گواہی دے۔ شہادۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب (بمعنی اول) اور واحد مذکر حاضر (بمعنی ثانی) (دیکھو شہادۃ)

تَشْهَدُوْنَ :- تم گواہی دیتے ہو۔ تم حاضر ہو۔ شہادۃ سے (بمعنی اول) اور شہود سے (بمعنی ثانی) مضارع جمع مذکر حاضر (دیکھو شہادۃ)

تَشِيْعَ :- پھیلے۔ فاش ہو۔ شیوع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لا) تُصَاحِبْ :- مت ساتھ رکھ۔ ساتھی مت بنا۔ مُصاحبۃ سے نہی واحد مذکر حاضر

تُصْبِحُ :- ہو جاتی ہے۔ ہو جائے گی۔ اِصباح سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُصْبِحُوْنَ :- تم صبح کرتے ہو۔ اِصباح سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَصْبِرُ - تو صبر کرے گا۔ صبر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ صبر کے معنے میں استقلال وثبات اور حبس وضبط کا مفہوم داخل ہے۔ اصطلاح شرع میں صبر اپنے نفس کو

احکامِ خداوندی پر ثابت و قائم رکھنے کو کہتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ صبر انسان کے خواص میں سے ہے۔ اور یہ صفت بہائم و ملائکہ میں نہیں۔ کیونکہ بہائم (جانوروں) پر شہوات اور مادی خواہشیں مسلط ہیں اور ان کے تسلط کو دفع کرنے کے لئے وہ قوتِ عقل سے محروم ہیں۔ اور ملائکہ معصوم ہیں۔ ان کے اندر کوئی ایسی قدرت ودیعت نہیں رکھی گئی۔ جس کے مقتضا پر عمل کرنے سے اُن کی عصمت پر حرف آسکے۔ اور اس کے لئے انہیں صبر کی ضرورت پیش آئے۔ مگر انسان کی حالت درمیانی ہے وہ اپنی عمر کے آغاز میں محض ایک حیوان ہوتا ہے۔ اور شہوت اکل و شرب کے شکستہ نہ ہونے والے جال میں گرفتار رہتا ہے کچھ اور بڑھتا ہے تو شہوت لہو و لعب کا پری نما دیو اس پر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد شہوت نکاح کی بنیادیں مضبوط ہونے لگتی ہیں۔ اور اس تمام عرصہ میں وہ بالکل ایک حیوان کی طرح اپنی شہوت کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مصروف اور ان کے دفعیے سے عاجز رہتا ہے۔ اور اس کے اندر صفتِ صبر پیدا نہیں ہوتی۔

مگر جب انسان سن بلوغ کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے جذبات میں کش مکش برپا ہو جاتی ہے۔ شہوت اس کو فانی لذتوں کے حصول پر اُبھارتی۔ اور دارِ آخرت سے اعراض کرنے پر اُکساتی ہے۔ اور عقلِ سلیم شہوت کے مقابلہ میں محاذِ جنگ پیدا کر کے چاہتی ہے کہ انسان محض دنیوی لذات کا بندہ نہ بنے۔ بلکہ ضروری ہے کہ لذاتِ روحانیہ باقیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہو اور دنیوی لذات کو بھی لذاتِ اُخرویہ کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ پس عقلِ سلیم شہوت کے تقاضوں کو عمل میں لانے سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور انسان کا شہوت کے تقاضوں کو پورا کرنے سے باز آنا ہی صبر ہے۔

حدیث میں آیا ہے اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ (صبر آدھا ایمان ہے) مطلب یہ ہے کہ کمالِ ایمان دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے (۱) مناسب چیزوں کا اکتساب (۲) غیر مناسب چیزوں سے اجتناب اور یہ دونوں چیزیں صبر و استقامت کی محتاج

ہیں۔ مگر اس اکتساب اجتناب کے بعض
جزئیات ایسے بھی ہیں جو دل کی خواہش
کے مطابق ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اس قسم کے
احکام پر کاربند ہونے کے لیے صبر کی ضرورت
نہیں اور بعض جزئیات ایسے ہیں جو
دل کی خواہش اور من کی چاہ کے مطابق
نہیں ہوتے۔ اور یقیناً ان احکام پر عمل
کرنے کے لیے صبر ضروری ہے۔ لہٰذا صبر
کو نصف ایمان قرار دیا گیا۔

(لَا) تَصْبِرُوْا۔ تم صبر مت کرو۔ صَبْرٌ
سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔

تَصْبِرُوْنَ۔ تم صبر کرتے ہو۔ صبر کرو گے۔
صَبْرٌ سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔

تَصَدَّقَ۔ اس نے صدقہ دیا۔ خیرات کی
تَصَدُّقٌ سے ماضی واحد مذکر غائب
(دیکھو صَدَقَة)

تَصَدَّقْ۔ تو مہربانی کر۔ تو صدقہ دے۔ تَصَدُّقٌ
سے امر واحد مذکر حاضر۔ یہ قول سورۃ
یوسف میں برادران یوسف کا ہے جب
وہ دوبارہ غلہ لینے کے لیے مصر پہنچے تو حضرت
یوسف سے کہا (جنہیں انہوں نے پہچانا نہ تھا)
اے عزیز ہم اور ہمارے اہل خانہ مصیبت
میں مبتلا ہیں۔ ہم کھوٹی پونجی لے کر آئے
ہیں۔ لیکن آپ سے درخواست کرتے ہیں
ہمیں پورا غلہ دیجئے وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا
اور ہم پر مہربانی کیجئے۔

تَصَدُّقٌ کے اصل معنے مہربانی اور احسان
کرنے کے ہیں۔ چنانچہ حدیث نماز قصر کے
متعلق ہے۔ هٰذِهٖ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ
اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ہمارے یہ اللہ کی طرف سے
مہربانی اور کرم ہے جو تم پر کیا گیا ہے۔ پھر
عرف شریعت میں اس مہربانی کے لیے
استعمال کیا جانے لگا۔ جس پر اللہ تعالیٰ
سے ثواب مطلوب ہو۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دوسرے نبیوں
کو بھی صدقہ لینا حرام ہے یا نہیں۔ جو لوگ
حرمت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک
تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم پر یہ مہربانی
کیجئے کہ ہمارے بھائی بن یامین کو واپس
کر دیجئے۔ یا ہمارے درہموں کی جانچ نہ
کیجئے۔ اور جو لوگ حرمت صدقہ کے قائل
نہیں۔ ان کے نزدیک یہ مطلب بھی ہو سکتا
ہے۔ کہ ہمارے حصہ کا پورا اناج دینے کے علاوہ
کچھ ہمیں بطور خیرات بھی دیجئے۔ واللہ
أعلم (بیضاوی باختصار)

تَصَدَّقُوْا:۔ تم صدقہ دو تَصَدُّق سے امر جمع مذکر حاضر

تُصَدِّقُوْنَ:۔ تم سچ مانتے ہو تَصْدِیْق سے مضارع جمع مذکر حاضر

تَصُدُّوْنَ:۔ تم روکتے ہو۔ صَدّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَصَدّٰی:۔ تو در پے ہوتا ہے (اصل میں تَتَصَدّٰی تھا ایک تاء حذف ہو گئی) تَصَدِّی سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَصْدِیَۃ:۔ تالی بجانا۔ باب تفعیل سے مصدر

تَصْدِیْق:۔ سچ ماننا۔ سچا ماننا۔ باب تفعیل سے مصدر (دیکھو صدق)

تَصْرِفُ:۔ تو پھیرے گا۔ صَرْف سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُصْرَفُوْنَ:۔ تم پھیرے جاؤ گے صَرْف سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَصْرِیْف:۔ پھیرنا۔ گردش دینا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَصْطَلُوْنَ:۔ تم تاپو۔ اِصْطِلَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ (باب افتعال کی تاء۔ طاء سے بدل گئی)

تُصْعِدُوْنَ:۔ تم چڑھتے ہو۔ دُور جاتے ہو۔ اِصْعَاد سے مضارع جمع مذکر حاضر

(لا) تُصَعِّرْ:۔ مت پھلا۔ مت پھیر تَصْعِیْر سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَصْغٰی:۔ جھکے صَغْی سے مضارع واحد مؤنث غائب

تَصِفُ:۔ بیان کرتی ہے۔ وَصْف سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَصْفَحُوْا:۔ تم درگزر کرو صَفْح سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَصِفُوْنَ:۔ تم بیان کرتے ہو۔ وَصْف سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُصْلِحُوْا:۔ تم اصلاح کرو۔ اِصْلَاح سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم بہ اِن (بسقوط نون) تم صلح کراؤ (بصلہ بَیْنَ)، اصلاح سے

تَصْلٰی:۔ وہ (آگ میں) داخل ہوگی صُلِیّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُصْنَعَ:۔ تو تیار کیا جائے تجھے تربیت دی جائے صَنْع سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر (منصوب)

تَصْنَعُوْنَ:۔ تم بناتے ہو تم تیار کرتے ہو۔ صَنْع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَصُوْمُوْا:۔ تم روزہ رکھو۔ صَوْم سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون) (دیکھو صَوْم)

تُصِیْبُ:- وہ پہنچتی ہے اِصَابَت سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تُصِیْبُوْا:- تم جا پڑو۔ اِصَابَۃ سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

(لَا) تُصِیْبَنَّ:- ہرگز نہ پہنچے گی اِصَابَۃ
سے مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔
مؤکد بنونِ ثقیلہ۔

تَصِیْرُ:- پھرتی ہے۔ لوٹتی ہے۔ صَیْرٌ سے
مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تُضَارَّ:- نقصان نہ پہنچایا جائے۔
ایذا نہ پہنچائی جائے۔ مُضَارَّۃ سے
نہی واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تُضَارُّوْا:- تم ایذا مت دو۔ مُضَارَّۃ
سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَضْحٰی:- تو دھوپ نہ کھائے گا ضُحیٰ
سے مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔

تَضْحَکُوْنَ:- تم ہنستے ہو۔ ضِحْک سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَضْرِبُوْا:- تم بیان مت کرو ضَرْبٌ
سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَضَرُّعٌ:- گڑگڑانا۔ عاجزی کرنا۔ باب
تفعّل سے مصدر۔

تَضَرَّعُوْا:- وہ گڑگڑائے۔ تَضَرُّعٌ سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

(لَا) تَضُرُّوْا:- تم نقصان نہ پہنچا سکو گے
ضَرٌّ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر منصوب
(بہ تقدیر اَنْ) (بسقوط نون)

(لَا) تَضُرُّوْنَ:- تم نقصان نہیں پہنچاتے
ضَرٌّ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔

تَضَعُ:- وہ رکھتی ہے۔ جنتی ہے۔ ڈال دے گی
وَضْعٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَضَعُوْنَ:- تم رکھتے ہو۔ تم اتارتے ہو وَضْعٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَضِلَّ:- بھول جائے۔ بہک جائے ضَلَال
سے مضارع واحد مؤنث غائب (دیکھو
ضَالّ)

تُضِلُّ:- تو گمراہ کرتا ہے اِضْلَال سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

تَضِلُّوْا:- کہیں تم بہک جاؤ۔ گمراہ ہو جاؤ۔
ضَلَال سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب
بہ اَن (بسقوط نون) دیکھو ظلمی

تَضْلِیْل:- گمراہ کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر

تُضَیِّقُوْا:- تم تنگی کرو۔ تَضْیِیْق سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب بسقوط نون

تَطَؤُوْا:- تم کچلتے ہو۔ پامال کرتے ہو وَطْأٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم

بسقوط نون

تَطَاوَلَ :- وہ دراز ہوا۔ تَطَاوُل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

(لَا) تَطْرُدْ :- تو مت دفع کر۔ مت دور کر۔ طَرْد سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَطْرُدُ :- تو دفع کرے۔ تو ہانکے۔ طَرْد سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُطِعْ :- تو کہا مانے۔ تو اطاعت کرے۔ اِطَاعَۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم بہ اِن۔

(لَا) تُطِعْ :- مت اطاعت کر۔ اِطَاعَۃ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تُطْعِمُوْنَ :- تم کھلاتے ہو۔ اِطْعَام سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَطْغَوْا :- تم سرکشی مت کرو۔ زیادتی مت کرو۔ طُغْیَان سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَطَّلِعُ :- وہ جھانکے گی۔ پہنچے گی۔ تو دیکھ لیتا ہے۔ خبردار ہوتا ہے۔ اِطِّلَاع (بصلہ علیٰ) سے مضارع واحد مؤنث غائب (پہلے دو معنے میں) اور واحد مذکر حاضر (بعد کے دو معنے میں)

تَطْلُعُ :- طلوع ہوتی ہے۔ نکلتی ہے طُلُوْع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَطْمَئِنُّ :- وہ آرام پاتی ہے، وہ مطمئن ہو جائے اِطْمِیْنَان سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَطْمَعُوْنَ :- تم اُمید رکھتے ہو۔ توقع کرتے ہو طَمَع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَطَوَّعَ :- اُس نے اپنی خوشی سے نیکی کی تَطَوُّع سے ماضی واحد مذکر غائب۔ جو افعال حسنہ شرع میں واجب نہ ہوں اُن کی ادائیگی کو تَطَوُّع کہا جاتا ہے۔

تُطَهِّرُ :- تو پاک کرے۔ تَطْهِیْر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَطَهَّرْنَ :- خوب پاک ہو گئیں۔ تَطَهُّر سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

تَطْهِیْر :- پاک کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر

تَطَیَّرْنَا :- ہم نے بد فالی لی۔ تَطَیُّر سے ماضی جمع متکلم۔

تُطِیْعُوْا :- تم اطاعت کرو۔ اِطَاعَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم بہ اِن (بسقوط نون)

تَظَاهَرَا :- انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کی۔ تَظَاهُر سے ماضی تثنیہ مذکر غائب

تَظَاهَرُوْنَ :- تم آپس میں مدد کرتے ہو۔ تَظَاهُر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَظَاهَرُوْنَ تھا۔ ایک تا گر گیا+

تُظَاهِرُوْنَ :- تم ظہار کرتے ہو۔ ظِهَار سے

مضارع جمع مذکر حاضر۔ ظَہر عربی میں کمر
کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں مرد کا
اپنی بی بی سے یہ کہنا کہ تو مجھ پر ایسی ہے
جیسی ماں کی پیٹھ" یا محرمات ابدیہ یا اُن
کے اُن اعضائے تشبیہ دینا جن کا
دیکھنا اس کو جائز نہیں۔ ظِہار کہلاتا ہے،
ظہار کا حکم یہ ہے کہ شوہر کے لیئے اس عورت
سے صحبت کرنا یا محرکات صحبت کا ارتکاب
کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ جب تک کفارہ
ادا نہ کرے۔

کفارہ ظہار یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے
یہ ممکن نہ ہو تو دو مہینے کے مسلسل روزے
رکھے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو
دونوں وقت کھانا کھلائے یا اس کی
قیمت ادا کرے۔ تفصیلات کتب فقہ
میں ملاحظہ ہوں۔

تُظْلَمُ:۔ اس پر ظلم کیا جائے گا۔ ظُلْمٌ سے
مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

(لَمْ) تَظْلِمْ:۔ اس نے نہیں گھٹایا۔ ظُلْم
سے مضارع نفی جحد واحد مؤنث غائب
(دیکھو ظُلْم)

(لَا) تَظْلِمُوْا:۔ تم ظلم نہ کرو۔ ظُلْمٌ سے نہی
جمع مذکر حاضر (دیکھو ظُلْم)

تَظْلِمُوْنَ:۔ تم ظلم کرتے ہو۔ ظُلْم سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تُظْلَمُوْنَ:۔ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ ظُلْم سے
مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَظْمَأُ:۔ تو پیاسا نہ ہوگا۔ ظَمَأٌ سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

تَظُنُّ:۔ وہ گمان کرتی ہے۔ ظَنٌّ سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔ دیکھو ظَنٌّ

تَظُنُّوْنَ:۔ تم گمان کرتے ہو ظَنٌّ سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تُظْهِرُوْنَ:۔ تم ظہر کا وقت پاتے ہو۔ اِظْهَار
سے مضارع جمع مذکر حاضر

تَعَارَفُوْا:۔ تم باہم ایک دوسرے کو پہچانو
تَعَارُف سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب
اصل میں تَتَعَارَفُوْا تھا۔ ایک تاء گرگئی

تَعَاسَرْتُمْ:۔ تم نے آپس میں ضد کی۔ تم نے
آپس میں تنگی کی۔ تَعَاسُر سے ماضی جمع
مذکر حاضر۔

تَعَاطٰی:۔ اس نے ہاتھ چلایا۔ دست درازی کی
تَعَاطِی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَعَالٰی:۔ وہ اونچا ہوا۔ وہ برتر ہے تَعَالِی
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَعَالَوْا:۔ آؤ۔ تَعَالِی سے امر جمع مذکر حاضر

تَعَالَیْنَ :۔ آؤ۔ تعالیٰ سے امر جمع مؤنث حاضر

تَعَاوَنُوْا :۔ باہم مدد کرو۔ تعاوُن سے امر جمع مذکر حاضر۔

تَعْبَثُوْنَ :۔ تم کھیلتے۔ بیکار مشغول ہوتے ہو عَبَث سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَعْبُدُ :۔ وہ پوجتی ہے۔ تو پوجتا ہے عِبَادَۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب (پہلے اول) واحد مذکر حاضر (پیچھے ثانی) دیکھو عِبادۃ

تَعْبُدُوْنَ :۔ تم پوجتے ہو پوجوگے۔ عِبادۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر دیکھو عِبادۃ

تَعْبُرُوْنَ :۔ تم تعبیر بیان کرتے ہو عِبارۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَعْتَدُّوْنَ :۔ تم عدت پوری کراؤ۔ اِعْتِدَاد سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ عِدَّۃ کے لغوی معنے گنتی اور شمار ہیں اصطلاحِ شرع میں عدت اس مدت کو کہتے ہیں۔ جو عورت شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد سوگ اور رحم کی صفائی کے لیے گزارتی ہے۔ موت کی عدت چار ماہ دس روز اور طلاق کی عدت تین حیض یا تین مہینے ہیں لیکن حاملہ کی عدت بہر حال وضع حمل ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں دیکھیے۔

(لا) تَعْتَدُوْا :۔ تم زیادتی مت کرو۔ اِعْتِدَاء سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لا) تَعْثَوْا :۔ تم فساد مت مچاؤ۔ عُثِیّ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(اِن) تَعْجَبْ :۔ اگر تو تعجب کرے۔ عَجَب مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم۔

تُعْجِبُ :۔ پسند آتی ہے۔ تعجب میں ڈالتی ہے اِعْجَاب سے مضارع واحد مؤنث غائب

تَعْجَبُوْنَ :۔ تم تعجب کرتے ہو۔ عَجَب سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَعْجَبِیْنَ :۔ تو تعجب کرتی ہے۔ عَجَب سے مضارع واحد مؤنث حاضر۔

تَعَجَّلَ :۔ اس نے جلدی کی۔ تَعَجُّل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

(لا) تَعْجَلْ :۔ تو جلدی مت کر۔ عَجَلَۃ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لا) تَعْدُ :۔ وہ نہ پھرے۔ نہ دوڑے۔ عَدْو سے نہی واحد مؤنث غائب۔

تَعِدُ :۔ تو وعدہ کرتا ہے۔ وَعْد سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَعِدَانِ :۔ تم وعدہ کرتے ہو۔ وَعْد سے مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔

تَعْدِلُ :۔ وہ بدلہ دیتی ہے۔ عَدْل سے مضارع واحد مؤنث غائب (دیکھو عدل)

تَعْدِلُوا:۔ تم برابر رکھو۔ تم انصاف کرو۔
عَدْل سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر منصوب
(دیکھو عَدْل)

تَعْدِلُوْنَ:۔ تم انصاف کرتے ہو عَدْل
سے مضارع جمع مذکر حاضر (دیکھو عَدْل)

(لَا) تَعْتَدُوْا:۔ تم زیادتی مت کرو۔
عُدْوَان سے نہی۔ جمع مذکر حاضر۔

تَعُدُّوْنَ:۔ تم گنتے ہو۔ شمار کرتے ہو۔ عَدّ
سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔

تُعَذِّبُ:۔ تو عذاب دے گا۔ تَعْذِیْب
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَعْرٰی:۔ تو ننگا ہوگا۔ عُرْی سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

تَعْرُجُ:۔ چڑھتی ہے۔ عُرُوْج سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تُعْرِضُ:۔ تو منہ پھیرے گا۔ تو منہ پھیرتا ہے۔
اِعْرَاض (بعلّتِ عن) سے مضارع واحد
مذکر حاضر۔

تُعْرِضُوْا:۔ تم منہ پھیروگے۔ اِعْرَاض سے
مضارع۔ جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم
(بسقوط نون)

تُعْرَضُوْنَ:۔ تم پیش کیے جاؤگے عَرْض
سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر

تَعْرِفُ:۔ تو پہچانتا ہے۔ مَعْرِفَت سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

تَعْرِفُوْنَ:۔ تم پہچانوگے۔ مَعْرِفَت سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تُعِزُّ:۔ تو عزت دیتا ہے۔ اِعْزَاز سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

تُعَزِّرُوْا:۔ تم مدد کرو۔ تَعْزِیْر سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)

تَعْزِیْر کے معنے ادب اور احترام کے ساتھ
مدد کرنا ہیں۔ سزا دینے کو بھی تعزیر کہتے ہیں
کہ وہ مجرم کی ایک قسم کی مدد ہوتی ہے جو اسے
آئندہ ارتکاب جرم سے باز رکھتی ہے (مفردات)

(لَا) تَعْزِمُوْا:۔ تم قصد مت کرو۔ مضبوط
مت کرو۔ عَزْم سے نہی۔ جمع مذکر حاضر۔

تَعْس:۔ ہلاکی۔ ٹھوکر لگنا۔ اوندھے منہ گر پڑنا
اور نہ سنبھلنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

(لَا) تَعْضُلُوْا:۔ مت روکو۔ عَضْل سے نہی
جمع مذکر حاضر۔

تَعِظُوْنَ:۔ تم نصیحت کرتے ہو۔ وَعْظ سے
مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ امام راغب اصفہانی
لکھتے ہیں:۔ وعظ وہ تنبیہ ہے جس کے ساتھ
تخویف (ڈرانا) شامل ہو۔ اور خلیل لغوی
نے کہا ہے کہ وہ بھلے کام کی اس طرح

نصیحت کرتا ہے کہ دل میں گداز پیدا ہو۔

تَعَفُّف:۔ سوال نہ کرنا۔ سوال سے بچنا۔ باب تفعّل سے مصدر ہے۔

تَعْفُوْا:۔ تم معاف کر دو۔ عَفْوٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)

تَعْقِلُوْنَ:۔ تم سمجھتے ہو۔ تم عقل رکھتے ہو۔ عَقْلٌ سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ عَقْلٌ کے معنے لغوی باندھنے اور روکنے کے ہیں۔ اسی لئے عِقَال اس رسی کو کہا جاتا ہے جس سے اونٹ کے پاؤں باندھے جائیں۔ عقل کو جو ایک قوت باطنی ہے۔ اسی لئے عقل کہتے ہیں۔ کہ وہ آدمی کو برائیوں سے روکتی ہے۔ اور بھلائیوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ عقل وہ قوت ہے جو علم کے قبول کے لئے آمادہ رہتی ہے۔ نیز جو علم اس قوت کے ذریعہ حاصل ہو اُسے بھی عقل کہا جاتا ہے۔ ارشاد نبوی مَا خَلَقَ اللّٰہُ خَلْقًا اَکْرَمَ عَلَیْہِ مِنَ الْعَقْلِ (اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق عقل سے زیادہ معزز پیدا نہیں فرمائی) میں معنی اول مراد ہیں اور مَا اکْتَسَبَ اَحَدٌ شَیْئًا اَفْضَلَ مِنْ عَقْلٍ یَھْدِیْہِ اِلٰی ھُدًی اَوْ یَرُدُّہٗ عَنْ رَدًی (ایک شخص کی سب سے بہتر کمائی وہ عقل ہے۔ جو اُسے ہدایت کا راستہ دکھاتی ہے۔ اور ہلاکت سے بچاتی ہے) میں معنی دوم مراد ہیں۔

جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے بے عقلی کی بنا پر کفار کی مذمت کی ہے۔ وہاں دوسرے معنے مراد ہیں۔ مثلاً صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (کافر بہرے گونگے اور اندھے ہیں سو وہ عقل نہیں رکھتے۔) اور جہاں بندہ سے بے عقلی کی وجہ سے تکلیف شرعی کے اُٹھانے کا ذکر ہے۔ وہاں پہلے معنے مراد ہیں۔ (مفردات)

تَعْلَمُ:۔ وہ جانتی ہے تو جانتا ہے عِلْمٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب (بمعنے اول) اور واحد مذکر حاضر (بمعنے ثانی)

تُعَلِّمُ:۔ تو سکھلاتا ہے۔ تَعْلِیْمٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَعْلَمُوْا:۔ تم جان لو۔ تم جانتے ہو۔ تم جانو گے عِلْمٌ سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم۔

تَعْلَمُوْنَ:۔ تم جانتے ہو۔ تم جانو گے عِلْمٌ سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر

تُعَلِّمُوْنَ:۔ تم سکھلاتے ہو۔ تَعْلِیْمٌ سے جمع مذکر حاضر۔

تُعْلِنُوْنَ:۔ تم ظاہر کرتے ہو اِعْلَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَعْلُوْا:۔ تم سرکشی مت کرو (بصلہ علیٰ) عُلُوٌّ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَعْمیٰ:۔ اندھی ہوتی ہے عَمًی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَعَمَّدَتْ:۔ اس نے ارادہ کیا۔ اس نے قصد کیا۔ تَعَمُّدٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب

تَعْمَلُ:۔ وہ کام کرے گی۔ تو کام کرے گا عَمَلٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب (بمعنے اول) اور واحد مذکر حاضر (بمعنے ثانی)

تَعْمَلُوْنَ:۔ تم کام کرتے ہو عَمَلٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَعُوْدُوْنَ:۔ تم پھر آؤگے۔ لوٹوگے۔ عَوْدٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَعُوْلُوْا:۔ تم ناانصافی نہ کرو۔ نہ جھکو۔ عَوْلٌ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر منصوبان (بسقوط نون)

تَعِیَ:۔ یاد رکھے۔ وَعْیٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَغَابُنٌ:۔ نقصان پہنچانا۔ باب تفاعُل سے مصدر۔ غَبْنٌ کہتے ہیں "معاملہ کرتے ہوئے کسی کو پوشیدہ طور پر نقصان پہنچانا" اسی سے یَوْمُ التَّغَابُنِ قیامت کو کہا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ اور اس کے بندوں میں جو معاملہ ہوا اور جس کا ذکر وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہٗ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ (اور بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کو رضائے خداوندی کے حصول کے لئے بیچ دیتے ہیں۔) وغیرہ آیات میں کیا گیا۔ اس دن اس معاملہ میں ان کا غبن ظاہر ہو کر سامنے آجائے گا (مفردات)

تَغْتَسِلُوْا:۔ تم غسل کر لو۔ اِغْتِسَال سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)

تَغُرَّ:۔ وہ فریب دے۔ غُرُوْرٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَغْرُبُ:۔ وہ غروب ہوتی ہے۔ چھپتی ہے غُرُوْبٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُغْرِقَ:۔ تو ڈبوئے گا۔ اِغْرَاقٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَغْشیٰ:۔ وہ ڈھانکے لیتی ہے۔ ڈھانک لے گی۔ غَشَیَان سے مضارع واحد مؤنث غائب

تَغَشّٰی:۔ اس نے ڈھانپ لیا (یعنی جماع کیا) تَغَشِّیْ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَغْفِرْ:۔ تو معاف کرے (بصلۂ لام) غُفْرَانٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَغْفِرُوْا: ۔ تم بخشو۔ معاف کرو۔ غُفْرَان سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم (بسقوط نون)

تَغْفُلُوْنَ: ۔ تم غافل ہو۔ غَفْلَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَغْلِبُوْنَ: ۔ تم غالب ہو جاؤ۔ غَلَبَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَغْلُوْا: ۔ تم زیادتی مت کرو۔ غُلُوٌّ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تُغْمِضُوْا: ۔ تم چشم پوشی کرو۔ اِغْمَاض سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم (بسقوط نون)

تُغْنِ: ۔ وہ کام آئے۔ فائدہ دے۔ (بصلہ عن) اِغْنَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب مجزوم (بسقوط یاء)

(لَمْ) تَغْنَ: ۔ وہ نہیں بسی۔ نہیں آباد ہوئی۔ غِنًی سے مضارع نفی جحد واحد مؤنث غائب (بسقوط یاء)

تُغْنِیْ: ۔ کام آئے گی۔ فائدہ دے گی (بصلہ عن) اِغْنَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَغِیْضُ: ۔ گھٹاتی ہے۔ کم کرتی ہے۔ غَیْض سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَغَیُّظ: ۔ جھنجلانا۔ غیظ و غضب ظاہر کرنا۔ باب تفعل سے مصدر۔

تَفَاخُر: ۔ ڈینگ مارنا۔ باہم فخر کرنا۔ باب تفاعل سے مصدر۔

تُفَادُوْا: ۔ تم فدیہ دیتے ہو۔ مُفَادَاۃ۔ فِدَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم (بسقوط نون) (دیکھو فِدَاء)

تَفَاوُت: ۔ فرق۔ بے ضابطگی۔ باب تفاعل سے مصدر۔

تَفْتَؤُ: ۔ تو ہمیشہ رہے گا (کرتا رہے گا) فعل ناقص ہے۔ اصل میں لَاتَفْتَؤُ تھا۔ حرفِ نفی معرض قسم میں حذف ہو گیا۔

تُفَتَّحُ: ۔ کھولی جائے گی۔ تَفْتِیْح سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَفْتَرُوْنَ: ۔ تم بہتان باندھتے ہو۔ اِفْتِرَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَفْتَرِیْ: ۔ تو بہتان باندھے۔ اِفْتِرَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَفْتِنِّیْ: ۔ تو فتنہ میں نہ ڈال۔ فُتُوْن سے نہی واحد مذکر حاضر۔ دیکھو فِتْنَۃ

تُفْتَنُوْنَ: ۔ تمہارا امتحان کیا جائے گا۔ تمہیں آزمایا جائے گا۔ فُتُوْن سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ مجہول۔

تَفَث: میل کچیل۔

تَفْجُرُ: تو پہاڑ نکالے چیر ڈالے۔ فَجْر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُفَجِّرَ: تو بہا نکالے۔ خوب جاری کرے تَفْجِیْر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَفْجِیْر: بہانا۔ پہاڑ ڈالنا۔ باب تفعیل سے مصدر

(لا) تَفْرَحْ: مت اترا فَرَح سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لا) تَفْرَحُوْا: (تاکہ) تم نہ اتراؤ۔ فَرَح سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر منصوب (یہ نہی نہیں ہے) (بسقوط نون)

تَفْرِضُوْا: تم مقرر کرو۔ متعین کرو۔ فَرْض سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)

تَفَرَّقَ: پراگندہ ہوا۔ جدا ہوا۔ تَفَرُّق سے ماضی واحد مذکر غائب

(لا) تَفَرَّقُوْا: تم متفرق و پراگندہ مت ہو تَفَرُّق سے نہی جمع مذکر حاضر

تَفِرُّوْنَ: تم بھاگتے ہو۔ فِرَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَفْرِیْق: جدا کرنا۔ تفرقہ ڈالنا۔ باب تفعیل سے مصدر

تَفَسَّحُوْا: تم کھل کر بیٹھو۔ کشادگی کرو۔ تَفَسُّح سے امر جمع مذکر حاضر۔

(لا) تُفْسِدُوْا: فساد مت کرو۔ اِفْسَاد سے نہی جمع مذکر حاضر

تُفْسِدُوْا: تم فساد کرو۔ اِفْسَاد سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

تُفْسِدُنَّ: تم ضرور فساد ڈالو گے۔ اصل لفظ لَتُفْسِدُوْنَنَّ ہے۔ اِفْسَاد سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

فساد صلاح کی ضد ہے جو چیز اپنی اس حالت پر باقی نہ رہے جس سے وہ صالح اور نافع تھی تو کہا جائے گا کہ وہ فاسد ہو گئی اور ایک شخص کا وہ عمل جو کسی چیز کو فاسد کر دے۔ اِفْسَاد کہلائے گا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ اِفْسَاد فِی الْاَرْض (زمین میں فساد پھیلانے) کا ذکر آیا ہے۔ اِفساد فی الارض سے مراد مفسدوں کا لوگوں کی جان مال اور عزت کو غیر محفوظ بنا دینا اور شریعت عادلہ کے نظام کی مزاحمت کرنا ہے۔ کہ ان کے اس عمل سے کاروبار معطل ہو جاتا ہے۔ یہ عمل اگر جماعتی طور پر ہو یعنی مفسدین طاقت جمع کر کے دارالاسلام میں فساد پھیلائیں۔ اور حکام مسلمین کی مزاحمت پر کمربستہ ہو جائیں

تو وہ کافر ہوں یا مسلم اُن کا حکم یہ ہے کہ
ضرورت اور مصلحت کو دیکھتے ہوئے حاکم
ان کو قتل کرے۔ یا پھانسی پر لٹکائے یا ان
کے ہاتھ پاؤں قطع کرے یا انہیں جلا وطن
کر دے۔ اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ الآیہ (مائدہ ع ۹)
میں یہی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ بعض اہل
علم کی رائے ہے۔ کہ اگر مفسدین نے صرف
قتل کا ارتکاب کیا ہو تو انہیں قتل کیا جائے
اور اگر قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو
قتل کرنے کے بعد سولی پر لٹکایا جائے۔
اور اگر صرف مال چھینا ہو تو ہاتھ پاؤں
مخالف جانب سے کاٹے جائیں۔ اور اگر
فساد کا ارادہ ہی کیا تھا کہ گرفتار ہو گئے تو
صرف جلا وطن کر دیا جائے۔ یہ تفصیل حضرت
ابن عباس رض کی ایک روایت پر مبنی ہے۔
مگر ظاہر ہے کہ قتل نفس اور اہلاک مال
کے علاوہ دیگر جرائم بھی ہو سکتے ہیں۔ اس
لئے بہتر ہے کہ سزا کی تعیین کو حاکم کی رائے
پر محول کیا جائے۔ یہ رائے حضرت سعید
بن مسیب، عطاء اور حسن رح وغیرہم کی طرف
منسوب ہے۔
(ملخص از تفسیر المنار ج ۶ ص ۳۵۶)

تَفْسُقُوْنَ: تم فسق کرتے ہو۔ بدکاری کرتے
ہو فُسُوْق سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔
(دیکھو فِسق)

تَفْشَلَا: بزدلی کریں۔ فَشَل سے مضارع
تثنیہ مؤنث غائب منصوب بہ اَن (بسقوط
نون)

تَفْشَلُوْا: تم بزدل ہو جاؤ گے سست ہو جاؤ گے
فَشَل سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب
بہ تقدیر اَن (بسقوط نون)

تَفْصِيْل: بیان کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر

(لا) تَفْضَحُوْا: مت رسوا کرو فضح سے نہی
جمع مذکر حاضر۔

تَفْضِيْل: بزرگی دینا فضیلت دینا۔
باب تفعیل سے مصدر۔

تَفْعَلُوْنَ: تم کرتے ہو فَعَل سے مضارع جمع
مذکر حاضر۔

تَفْعَل: تو کرتا ہے۔ فَعَل سے مضارع واحد
مذکر حاضر۔

تَفَقَّدَ: اس نے ڈھونڈا۔ تلاش کیا تَفَقُّد
سے ماضی واحد مذکر غائب

تَفْقِدُوْنَ: گم پا رہے ہو۔ فَقْد سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تَفْقَهُوْنَ: تم سمجھتے ہو فِقه سے مضارع

جمع مذکر حاضر (دیکھو یُفَقِّهُ)

تَفَکَّهُوْنَ :۔ تم باتیں بناؤ گے۔ تَفَکُّه سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَفَکَّهُوْنَ تھا۔ ایک تاء ساقط ہو گئی فُکَاهَه کہتے ہیں دوستانہ بات چیت کو۔ اِسی لئے تَفَکُّه کے معنے باتیں بنانے کے ہوئے۔

تُفْلِحُوْنَ :۔ تم کامیاب ہو جاؤ۔ مراد کو پہنچو اِفْلَاح سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔

تُفَنِّدُوْنَ :۔ تم سٹھیا ہوا بتاؤ گے۔ مخبوط الحواس کہو گے۔ تَفْنِیْد سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَفُوْرُ :۔ جوش مارتی ہے۔ فَوْر سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَفِیْءَ :۔ لوٹ آئے۔ پھر آئے فَیْءٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَفِیْضُ :۔ بہہ پڑتی ہے فَیْض سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُفِیْضُوْنَ (تم باتوں میں) لگتے ہو۔ مشغول ہوتے ہو۔ اِفَاضَة سے مضارع جمع مذکر حاضر

تُقَاة :۔ بچنا۔ ڈرنا (دیکھو تقویٰ)

تُقَاتِلُ :۔ لڑتی ہے۔ جنگ کرتی ہے۔ مُقَاتَلَة سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُقَاتِلُوْنَ :۔ تم جنگ کرتے ہو۔ جنگ کرو گے۔ مُقَاتَلَة سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَقَاسَمُوْا :۔ تم باہم قسم کھاؤ۔ تَقَاسُم سے امر جمع مذکر حاضر۔

تُقْبَلُ :۔ قبول کی جائے گی۔ قُبُوْل سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَقَبَّلَ :۔ اس نے قبول کیا۔ تَقَبُّل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تُقُبِّلَ :۔ وہ قبول کیا گیا۔ تَقَبُّل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

تَقَبَّلْ :۔ تو قبول کر۔ تَقَبُّل سے امر واحد مذکر حاضر

(لا) تَقْبَلُوْا :۔ تم قبول نہ کرو۔ قُبُوْل سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَقْتُلُ :۔ تو قتل کرے گا۔ قَتْل سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لا) تَقْتُلُوْا :۔ تم قتل نہ کرو۔ قَتْل سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَقْتُلُوْنَ :۔ تم قتل کرتے ہو۔ قَتْل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَقْتِیْل :۔ خوب قتل کرنا۔ بہت ذلیل کرنا باب تفعیل سے مصدر۔

تَقْدِرُوْا :۔ تم قدرت پاؤ۔ قابو پاؤ (بصلہ علی) قُدْرَة سے مضارع جمع مذکر حاضر

منصوب ۔

تَقْدِیْرٌ:۔ تقدیر۔ اندازہ کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔ تقدیر کے لغوی معنی اندازہ ٹھہرانا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی مصلحت کے مطابق اسے ایک خاص اندازہ سے جو ظاہری و باطنی قویٰ عطا فرمائے اُسے بھی تَقْدِیْرٌ کہا گیا ہے۔ اور ہر چیز پر اسباب ظاہری و باطنی کی تاثیر سے جو نپے تلے نتائج مرتب ہوتے ہیں اُن پر بھی تقدیر کا اطلاق ہوتا ہے۔ پہلے معنے کی تشریح فرماتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :۔

تقدیر کے معنے اندازہ کر دینے کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کے لئے ایک خاص طرح کی حالت ٹھہرا دینے کے۔ خواہ یہ ٹھہراؤ کمیت میں ہو یا کیفیت میں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت نے ہر وجود کی جسمانی ساخت اور معنوی قویٰ کے لئے ایک خاص طرح کا اندازہ ٹھہرا دیا ہے جس سے وہ باہر نہیں جا سکتا۔ اور یہ اندازہ ایسا ہے جو اس کی زندگی اور نشو و نما کے تمام احوال و ظروف سے ٹھیک ٹھیک مناسبت رکھتا ہے۔ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا (اور اس نے تمام چیزیں پیدا کیں۔ پھر ہر چیز کے لئے اس کی حالت اور ضرورت کے مطابق ایک خاص اندازہ ٹھہرا دیا) اس کا یہ قانون تقدیر صرف حیوانات و نباتات ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ کائنات ہستی کی ہر چیز کے لئے ہے ستاروں کا یہ پورا انتظام گردش بھی اسی تقدیر کی حد بندیوں پر قائم ہے :۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (اور دیکھو سورج کی حرکت اس کے ٹھہرنے کی جگہ کے لئے ہے جو اس کے لئے ٹھہرا دی گئی ہے اور یہی اس عزیز و علیم کی تقدیر ہے یعنی اس کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے)

(ترجمان القرآن مقدمہ)

دوسرے معنی کی توضیح فرماتے ہوئے حضرت شاہ عبدالقادر تحریر فرماتے ہیں :۔

دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے بعض ظاہر ہیں بعض چھپے۔ اسباب کی تاثیر کا ایک بھی اندازہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے ان کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کر دے جب چاہے ویسی ہی رکھے۔ چنانچہ کبھی آدمی کنکر سے مر جاتا ہے۔ گولی سے نہیں مرتا۔ اور

ایک اندازہ ہر چیز کا ران اسباب کی
تاثیر کا بھی، اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے جو ہرگز
نہیں بدلتا۔ اندازہ ہی کو تقدیر کہتے ہیں۔
لہٰذا یہ دو تقدیریں ہوئیں۔ ایک بدلتی ہے
اور ایک نہیں بدلتی جو تقدیر بدلتی ہے اس
کو معلّق اور جو نہیں بدلتی اس کو مبرم کہتے
ہیں (موضح القرآن بتغییر یسیر)
مسئلہ تقدیر کو سمجھنے کے لئے اس قدر توضیح
کافی ہے۔ زیادہ کی نہ ضرورت نہ اجازت۔
تَقَدَّمَ:۔ وہ آگے ہوا۔ پہلے ہوا۔ تَقَدُّم
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
تُقَدِّمُوا:۔ تم آگے بڑھو۔ آگے بھیجو۔ تَقْدِیم
سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم
(بسقوط نون)
تَقَرُّ:۔ وہ ٹھنڈی ہوتی ہے۔ قُرَّۃ سے
مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَقْرَءُ:۔ تو پڑھتا ہے۔ قِرَاءَۃ سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
تُقَرِّبُ:۔ وہ نزدیک کردے۔ تَقْرِیب
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
(لا) تَقْرَبَا:۔ تم پاس نہ جاؤ۔ قُرْب سے
نہی تثنیہ حاضر۔
تَقْرِضُ:۔ وہ کترا جاتی ہے قَرْض سے مضارع

واحد مؤنث غائب۔
تُقْرِضُوا:۔ تم قرض دو۔ اِقْرَاض سے مضارع
جمع مذکر حاضر مجزوم بہ اِن (بسقوط نون)
تُقْسِطُوا:۔ تم انصاف کرو۔ اِقْسَاط سے
مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ آن
(بسقوط نون) (دیکھو قِسْط)
تُقْسِمُوا:۔ تم قسم کھاؤ۔ اِقْسَام سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم (بسقوط نون)
تَقْشَعِرُّ:۔ کانپتی ہے۔ اِقْشِعْرَار سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تَقْصُرُوا:۔ تم کم کردو۔ قَصْر سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب بہ آن (بسقوط نون)
(لا) تَقْصُصْ:۔ تو بیان نہ کر قَصَص سے نہی
واحد مذکر حاضر۔ دیکھو قصص
تَقْضِیْ:۔ تو حکم کرے گا۔ قَضَاء سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔ دیکھو قَضَیْنَا
تَقَطَّعَ:۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تَقَطُّع سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
تَقَطَّعُ:۔ وہ پارہ پارہ ہو جائے۔ تَقَطُّع سے
مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں
تَتَقَطَّعُ تھا ایک تاء حذف ہو گئی۔
تُقَطَّعَ:۔ اس کو کاٹا جائے۔ تَقْطِیع سے
مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَقَطَّعَتْ :- وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تَقَطُّع سے ماضی واحد مونث غائب۔

تَقَطَّعُوا :- انہوں نے کاٹ دیا۔ تَقَطُّع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَقْطَعُونَ :- تم کاٹتے ہو یعنی رہزنی کرتے ہو۔ قَطْع سے مضارع جمع مذکر حاضر

تُقَطِّعُوا :- تم ٹکڑے ٹکڑے کرو۔ تَقْطِيع سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بوجہ آن (بسقوط نون)

تَقَعَ :- وہ گر پڑے۔ وُقُوع سے مضارع واحد مونث غائب۔

تَقْعُدُ :- تو بیٹھے۔ قُعُود سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَقْعُدْ :- تو مت بیٹھ قُعُود سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَقْعُدُوا :- تم مت بیٹھو۔ قُعُود سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَقْفُ :- تو پیچھے نہ پڑ۔ قَفْو سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تُقَلَّبُ :- اس کو اوندھا ڈالا جائے گا۔ تَقْلِيب سے مضارع واحد مونث غائب

تَقَلُّب :- الٹا پلٹنا۔ باب تفعّل سے مصدر

تُقْلَبُونَ :- تم پھیرے جاؤ گے۔ قَلْب سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لِ) تَقُمْ :- وہ کھڑی ہو۔ قیام سے امر واحد مونث غائب۔

(لَا) تَقُمْ :- تو کھڑا نہ ہو۔ قیام سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَقْنَطُوا :- تم نا امید مت ہو۔ قُنُوط سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَقْوَىٰ :- بچنا۔ پرہیزگاری۔ اسم مصدر ہے اِتِّقَاء سے۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :- تقویٰ کے اصل معنے ہیں نفس کو خوف کی چیز سے بچانا۔ پھر مجازاً کبھی خوف بول کر تقویٰ اور تقویٰ کہہ کر خوف بھی مراد لے لیا جاتا ہے۔ اصطلاح شرع میں تقویٰ کہتے ہیں گناہ کی بات سے نفس کی حفاظت کو۔ اس کے حاصل کرنے کے لئے ممنوعات شرعیہ کو چھوڑنا ضروری ہے۔ اور اس کی تکمیل کے لئے احتیاطاً بعض مباحات کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَمَنْ وَقَعَ حَوْلَ الْحِمٰى فَيُوْشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيْهِ (حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام

بھی (لیکن حرام کے پاس پھٹکنے سے بھی بچنا
چاہیے) کیونکہ جو شخص محفوظ چراگاہ کے قریب
اپنے جانور چرائے گا وہ اس میں داخل ہو
سکتا ہے ۔ (مفردات راغب)

تَقَوَّلَ :۔ وہ بنا لایا ۔ اُس نے گھڑ لیا ۔ تَقَوُّل
سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

تَقُوْلُ :۔ وہ کہتی ہے تو کہتا ہے ۔ قَوْل سے مضارع
واحد مؤنث غائب (معنے اوّل) اور واحد
مذکر حاضر (معنے ثانی)

تَقُوْلُوْنَ :۔ تم کہتے ہو ۔ قَوْل سے مضارع جمع
مذکر حاضر ۔

تَقُوْمُ :۔ تو کھڑا ہوتا ہے ۔ وہ کھڑی ہوتی ہے
قِیَام سے مضارع واحد مذکر حاضر (معنے
اول) اور واحد مؤنث غائب (معنے ثانی)

تَقُوْمُوْا :۔ تم کھڑے ہو ۔ قِیَام سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

تَقْوِیْمٌ :۔ سیدھا کرنا ۔ درست کرنا ۔ انداز
کے ساتھ بنانا ۔ باب تفعیل سے مصدر ۔

(لا) تَقْهَرْ :۔ مت دبا ۔ مت ستا ۔ قَهْر
سے نہی واحد مذکر حاضر ۔

تَقِیْ :۔ وہ بچاتی ہے ۔ وَقَایَۃ سے مضارع
واحد مؤنث غائب ۔

تَقِیٌّ :۔ پرہیزگار ۔ متقی ۔ صفت مشبہ ۔ اَتْقِیَاء
(دیکھو تقویٰ)

تُقِیْمُوْا :۔ تم قائم کرو ۔ اِقَامَۃ سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم (بسقوط نون)

(اِنْ) تَكُ :۔ اگر وہ ہو ۔ کَوْن سے مضارع واحد
مؤنث غائب مجزوم ۔ اصل میں اِنْ تَكُنْ
تھا ۔ خلافِ قیاس کثرتِ استعمال کی وجہ
سے نون کو حذف کر دیا ۔

(لَمْ) تَكُ :۔ تو نہ تھا ۔ کَوْن سے مضارع
نفی جحد بہ لَمْ واحد مذکر حاضر (بسقوط نون)

(لَا) تَكُ :۔ تو نہ ہو ۔ کَوْن سے نہی واحد مذکر
حاضر (بسقوط نون)

تَكَاثُرٌ :۔ کثرت پر فخر کرنا ۔ زیادہ طلبی ۔ باب
تفاعل سے مصدر ۔

تَكَادُ :۔ وہ قریب ہے ۔ کَوْد سے مضارع
واحد مؤنث غائب ۔

تُكَبِّرُوْا :۔ تم بڑائی بیان کرو ۔ تَكْبِیْر سے
مضارع جمع مذکر حاضر منصوب ۔

تَكْبِیْرٌ :۔ بڑائی بیان کرنا ۔ عظمت کا اقرار کرنا
تعظیم کرنا ۔ تکبیر کہنا ۔ باب تفعیل سے مصدر

تُكْتَبُ :۔ وہ لکھی جائے گی ۔ کِتَابَۃ سے
مضارع مجہول واحد مؤنث غائب ۔

تَكْتُبُوْا :۔ تم لکھو ۔ کِتَابَۃ سے مضارع جمع
مذکر حاضر منصوب (بہ اَن)

(لا) تَکْتُمُوا :- تم مت چھپاؤ۔ کِتمان سے
نہی جمع مذکر حاضر۔

تَکْتُمُوْنَ :- تم چھپاتے ہو۔ کِتمان سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تُکَذِّبَانِ :- تم جھٹلاتے ہو۔ تکذیب سے
مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔

تُکْرِمُوْنَ :- تم عزت کرتے ہو۔ اِکرام سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُکْرِہُ :- تو زبردستی کرتا ہے۔ اِکراہ سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

(لا) تُکْرِھُوا :- تم مجبور مت کرو۔ اِکراہ سے
نہی جمع مذکر حاضر۔

تَکْرَھُوا :- تم برا جانو۔ کَراھۃ سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

تَکْسِبُ :- وہ کماتی ہے کَسب سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَکْسِبُوْنَ :- تم کماتے ہو کَسب سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

(لا) تَکْفُرْ :- تو کافر نہ بن۔ کُفر سے نہی واحد
مذکر حاضر۔ دیکھو اَکفر

تَکْفُرُوْنَ :- تم کفر کرتے ہو منکر ہوتے ہو۔
کُفر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لا) تُکَلَّفُ :- تو ذمہ دار قرار نہیں دیا جاتا
ذمہ دار قرار نہیں دی جاتی۔ تکلیف
سے مضارع مجہول منفی واحد مذکر حاضر (بمعنے
اوّل) اور واحد مؤنث غائب (بمعنی ثانی)

تُکَلِّمُ :- تو باتیں کرتا ہے۔ تکلیم سے مضارع

تَکَلَّمُ :- بات کرے گی۔ تکلّم سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تتکلّم
تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔

(لا) تُکَلِّمُوا :- تم بات مت کرو۔ تکلیم
سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَکْلِیْم :- بات کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر

تُکْمِلُوا :- تم پورا کرو۔ اِکمال سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب

تُکِنُّ :- وہ چھپاتی ہے۔ اِکنان سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَکُنْ :- وہ ہووے۔ کَون سے مضارع واحد
مؤنث غائب مجزوم۔

تَکْنِزُوْنَ :- تم گاڑتے ہو۔ ذخیرہ جمع کرتے ہو
کَنز سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ (دیکھو کَنز)

تُکْوٰی :- داغ دیا جائے گا۔ کَیّ سے مضارع
مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَکُوْنُ :- تو ہوگا۔ وہ ہوگی۔ کَون سے مضارع
واحد مذکر حاضر (بمعنے اوّل) اور واحد
مؤنث غائب (بمعنے ثانی)

تَکُوْنَا:- تم ہو جاؤ گے۔ کَوْن سے مضارع
تثنیہ حاضر منصوب (بسقوط نون)
(لَا) تَکُوْنُوْا:- تم مت ہو جاؤ۔ مت بنو۔
کَوْن سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَکُوْنُوْا:- تم بنو۔ تم ہو۔ کَوْن سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)
تَکُوْنُوْنَ:- تم ہو گے۔ کَوْن سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
تَلَّ:- اس نے پچھاڑا۔ تَلّ سے ماضی واحد
مذکر غائب۔
تَلَا:- وہ پیچھے ہوا۔ تُلُوٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب
تِلَاوَۃ:- تلاوت کرنا۔ پیروی کی نیت سے
پڑھنا۔ مصدر باب نصر سے۔
تلاوۃ کے لغوی معنی ہیں کسی کی پیروی
کرنا۔ اصطلاح میں تلاوۃ کہتے ہیں اللہ
تعالیٰ کی کتابوں کی پیروی کرنا۔ قرأۃ
(پڑھنے) کے ذریعہ ہو یا ان کے مضامین
کو اپنے صفحۂ دل پر نقش کرنے کے ذریعہ۔
بہرحال قرأۃ عام ہے اور تلاوۃ خاص
تلاوۃ اسی قرأۃ کو کہہ سکتے ہیں جو کتب
مقدسہ کی ہو اور بغرض اتباع ہو۔ یَتْلُوْنَہٗ
حَقَّ تِلَاوَتِہٖ (وہ اس کی تلاوت کرتے
ہیں جیسا کہ تلاوت کا حق ہے) میں مراد
کامل پیروی ہے۔ جو علم اور عمل دونوں
صورتوں میں ہو اور وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا
الشَّیٰطِیْنُ (اور انہوں نے پیروی کی
اُن کتابوں کی جو شیاطین تلاوت کرتے
تھے) یں کتب سحر وغیرہ کے لئے جو تلاوۃ
استعمال کیا گیا ہے تو مراد یہ ہے کہ وہ
شیاطین ان کتابوں کو اس انداز پر اور
یہ سمجھ کر پڑھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے ہیں۔
جب تلاوۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف
ہو تو نازل کرنا مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا
گیا۔ ذٰلِکَ نَتْلُوْہُ عَلَیْکَ مِنَ
الْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ (یہ ہم تم
پر آیات اور حکمت بھرا ذکر اتار رہے ہیں)
(مفردات بتصرف)
تَلَبُّثٌ:- ٹھہرنا۔ توقف کرنا۔ باب تَفَعُّلٌ سے
مصدر۔
تَلَبَّثُوْا:- وہ ٹھہرے۔ انہوں نے توقف
کیا۔ تَلَبُّثٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔
تَلْبَسُوْنَ:- تم پہنتے ہو۔ لُبْس سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
تَلْبِسُوْنَ:- تم ملاتے ہو۔ مخلوط کرتے ہو
لَبْس سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لا) تَلْبِسُوا :- مت مخلوط کرو۔ مت ملاؤ
لَبْس سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَلَذُّ :- لذت پائے گی۔ لَذَاذَۃ سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَلَظّٰی :- وہ شعلہ مارتی ہے بھڑکتی ہے تَلَظِّی
سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اصل میں
تَتَلَظّٰی تھا ایک تاء حذف ہوگئی۔

تَلْفِتُ :- تو پھیرے۔ لَفْت سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

تَلْفَحُ :- وہ جلائے گی۔ جھلسے گی لَفْح سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تِلْقَاءَ :- طرف۔ سمت۔ اصل میں یہ ملاقات
کرنے کے معنے میں مصدر ہے پھر بمعنے ظرف بھی
مستعمل ہونے لگا۔

تُلْقٰی :- تو ڈالا جائے گا۔ اِلْقَاء سے مضارع
مجہول واحد مذکر حاضر۔

تَلَقّٰی :- سیکھا۔ حاصل کیا۔ تَلَقِّی سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

تُلَقّٰی :- تجھے سکھایا جاتا ہے۔ تَلْقِیَۃ سے مضارع
مجہول واحد مذکر حاضر۔

تَلْقَفُ :- وہ نگلتی ہے۔ لَقْف سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

(لا) تُلْقُوا :- تم مت ڈالو۔ اِلْقَاء سے نہی
جمع مذکر حاضر۔

تُلْقُوْنَ :- تم پیغام بھیجتے ہو۔ ڈالتے ہو اِلْقَاء
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَلَقَّوْنَ :- تم لیتے ہو تَلَقِّی سے مضارع جمع
مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَلَقَّوْنَ تھا ایک
تاء حذف ہوگئی۔

تُلْقِیْ :- تو ڈالے گا۔ اِلْقَاء سے مضارع واحد
مذکر حاضر۔

تُلْقٰی :- تو ڈالا جائے گا۔ اِلْقَاء سے مضارع
مجہول واحد مذکر حاضر۔

تِلْکَ :- وہ۔ یہ (اسم اشارہ مفرد مؤنث بعید
کے لیئے)

تِلْکُمَا تِلْکُمْ :- وہ۔ یہ۔ اسم اشارہ برائے مفرد
مؤنث۔ واضح رہے کہ یہ ضمیر متصل معنی میں اثر
انداز نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف خطاب کے لیے آتی ہے
مثلاً تم دو آدمیوں سے خطاب کرتے ہوئے۔
یہ میرا قول ہے کہو تو اس کی عربی۔ ذٰلِکَ
قَوْلِیْ۔ کے علاوہ ذٰلِکُمَا قَوْلِیْ بھی ہوگی
اور اگر کئی مخاطب ہوں تو۔ ذٰلِکُمْ قَوْلِیْ
کہا جائے گا۔ اور اس ضمیر سے اشارہ کے
واحد یا تثنیہ یا جمع ہونے پر کوئی اثر نہ
پڑے گا۔

(لا) تَلْمِزُوْا: مت عیب لگاؤ۔ لَمْز
سے نہی جمع مذکر حاضر۔
(ما) تَلَوْتُ: میں نہ پڑھتا۔ تِلَاوَۃ سے
ماضی منفی واحد متکلم۔ دیکھو تِلَاوَۃ
(لا) تَلُوْمُوْا: مت ملامت کرو۔ لَوْم
سے نہی جمع مذکر حاضر۔
(لا) تَلْوٗن: تم نہیں مڑتے۔ لَیّ سے مضارع
منفی جمع مذکر حاضر۔
تَلَهّٰی: تو غفلت کرتا ہے۔ (بصلہ عن) تَلَهِّی
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ اصل میں یہ
تَتَلَهّٰی تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔
(لا) تُلْهِیْ: غافل نہیں کرتی۔ اِلْهَاء سے
مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔
تُلِیَتْ: تلاوت کی گئی۔ تِلَاوَۃ سے ماضی
مجہول واحد مؤنث غائب۔
تَلِیْنُ: نرم ہو جاتی ہے۔ لِیْن سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تَمَّتْ: وہ پورا ہوا۔ تمام ہوا۔ تَمَام سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
تَمَاثِیْل: مورتیں۔ مجسمے۔ تصویریں۔ واحد
تِمْثَال۔ یہ لفظ ایک جگہ حضرت ابراہیم
کی قوم کے تذکرہ میں آیا ہے مَا هٰذِهِ
التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْ اَنْتُمْ لَهَا عٰکِفُوْنَ
(یہ مورتیں کیا ہیں جن کے آگے تم جھکے بیٹھے ہو)
یہاں وہ بت مراد ہیں جن کے آگے وہ سر
بسجود ہوتے تھے۔

دوسری جگہ حضرت سلیمان کے تذکرہ میں
استعمال ہوا ہے یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ
مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ
الآیہ (جن اُن کے واسطے جو وہ چاہتے۔
محرابیں تصویریں بڑے بڑے لگن بناتے)
یہاں وہ تصویریں مراد ہیں جن میں انبیاء
وملائکہ علیہم السلام کو بحالت عبادت
دکھایا جاتا تھا۔ تاکہ دیکھنے والے ان سے
متاثر ہوں اور اُن کی تقلید کریں۔ یا وہ
تصویریں مراد ہیں جو اظہار شوکت و زینت
کے لئے بنائی جاتی تھیں۔ چنانچہ بیان کیا
گیا ہے۔ حضرت سلیمان کے تخت شاہی
کے نچلے حصہ میں دو شیر بنائے گئے تھے۔ اور اوپر
کے حصہ میں دو کرگس۔ جب حضرت سلیمان
تخت پر چڑھنے کا ارادہ کرتے تو یہ شیر اپنے بازو
کو پھیلا دیتے۔ تاکہ اُن پر پاؤں رکھ کر چڑھ
جائیں۔ اور جب بیٹھ جاتے تو کرگس اپنے
پروں کو پھیلا دیتے۔ تاکہ سایہ ہو جائے۔
(بیضاوی)

واضح رہے کہ عقل انسانی ابتدائی مدارج

میں اس درجہ کامل نہ ہوئی تھی۔ کہ وہ تشبیہ
وتمثیل سے بالکل بے نیاز ہو جاتی اِسی
لئے پرانے نبیوں کے زمانے میں ایسی تصویر
اور مجسمے بنانے کی اجازت تھی جو شرک
سے خالی ہوں۔

(لا) تُمَارِ :- تو جھگڑا نہ کر۔ مُمَارَاۃ۔ مِرَاء
سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَمَارَوْا :- اُنہوں نے جھگڑا کیا تَمَارِی سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

تُمَارُوْنَ :- تم جھگڑتے ہو۔ مِرَاء سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تَمَام :- پورا کرنا۔ پورا ہونا۔ باب ضَرَبَ
سے مصدر۔

تَمَّتْ :- پوری ہوئی۔ تَمَام سے ماضی واحد
مؤنث غائب۔

تَمْتَرُوْنَ :- تم تردد کرتے ہو۔ شک کرتے ہو
اِمْتِرَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمَتَّعَ :- اس نے فائدہ اُٹھایا۔ تَمَتُّع سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

تَمَتَّعْ :- تو فائدہ اُٹھا۔ تَمَتُّع سے امر واحد مذکر حاضر

تَمَتَّعُوْا :- تم فائدہ اُٹھاؤ تَمَتُّع سے امر جمع
مذکر حاضر۔

تُمَتَّعُوْنَ :- تم کو فائدہ دیا جائے گا تَمْتِیْع
سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَمَثَّلَ :- اس نے صورت پکڑی۔ تَمَثُّل سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

(لا) تَمُدَّنَّ :- تو ہرگز مت پھیلا مَدّ سے
نہی واحد مذکر حاضر مؤکد بہ نون ثقیلہ۔

تُمِدُّوْنَ :- تم مدد کروگے۔ اِمْدَاد سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تَمُرُّ :- وہ چلتی ہے۔ مُرُوْر سے مضارع واحد
مؤنث غائب۔

تَمْرَحُوْنَ :- تم اتراتے ہو۔ مَرَح سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تَمُرُّوْنَ :- تم گزرتے ہو۔ مُرُوْر سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تَمَسُّ :- وہ چھوئے مَسّ سے مضارع واحد
مؤنث غائب۔

(لَنْ) تَمَسَّ :- ہرگز نہ چھوئے گی مَسّ سے
مضارع منفی بہ لَنْ واحد مؤنث غائب۔

تَمْسَسْ :- وہ چھوئے۔ مَسّ سے مضارع واحد
مؤنث غائب مجزوم۔

(لا) تُمْسِکُوْا :- مت روکو اِمْسَاک سے
نہی جمع مذکر حاضر۔

(لا) تَمَسُّوْا :- تم مت چھوؤ۔ مَسّ سے نہی

جمع مذکر حاضر۔

تُمسُونَ :۔ تم شام کرتے ہو۔ اِمسَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمشُونَ :۔ تم چلتے ہو۔ مَشی سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمشِی :۔ وہ چلتی ہے مَشی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَمکُرُونَ :۔ تم مکر کرتے ہو۔ مَکر سے مضارع جمع مذکر حاضر (دیکھو مَاکِرِین)

تَملِکُ :۔ تو مالک ہو۔ وہ مالک ہے۔ وہ حکومت کرتی ہے۔ مِلک سے مضارع واحد مذکر حاضر (معنے اول) اور واحد مؤنث غائب (معنے ثانی)

تَملِکُونَ :۔ تم مالک ہوگے۔ مِلک سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُملٰی :۔ وہ لکھوائی جاتی ہے اِملاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُمنٰی :۔ وہ ٹپکائی جاتی ہے۔ مَنی سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَمَنّٰی :۔ اُس نے تمنا کی۔ تَمَنّی سے ماضی واحد مذکر غائب۔ دیکھو یَنسَخُ

تَمنَعُ :۔ وہ اُن کو منع کرتی ہے۔ مَنع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لا) تَمنُن :۔ تو احسان نہ کر۔ احسان نہ جتا مَنّ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لا) تَمُنُّوا :۔ تم احسان مت جتلاؤ۔ مَنّ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَمَنَّوا :۔ تم تمنا کرو۔ تَمَنّی سے امر جمع مذکر حاضر

تُمنُونَ :۔ تم منی ٹپکاتے ہو۔ اِمنَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمُوتُ :۔ وہ مرتی ہے۔ مَوت سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَمُوتُونَ :۔ تم مروگے۔ مَوت سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمُورُ :۔ وہ کانپتی ہے پھٹتی ہے۔ پھٹ جائے گی۔ مَور سے مضارع واحد مؤنث غائب

تَمهِید :۔ تیار کرنا ہموار کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر

تَمِیدُ :۔ وہ جھکے۔ ڈھلے۔ مَید سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَمَیَّزُ :۔ وہ پھٹ پڑے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ تَمَیُّز سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَمَیَّزُ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی

(لا) تَمِیلُوا :۔ تم مت جھک پڑو۔ مَیل سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لا) تَنَابَزُوا :۔ مت پکارو۔ (برے لقب سے) تَنَابُز سے نہی جمع مذکر حاضر۔ قرآن

ہیں ہے لَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ایک
دوسرے کو بُرے ناموں سے نہ پکارو) یہ
اس طرح کہ کسی کو "لنگڑا" یا "کانا" کہہ کر پکارا جائے
اگرچہ وہ فی نفسہ ایسا ہو۔ کیونکہ یہ تلقیب
دل آزاری کے پہلو سے خالی نہیں۔ اور
مومن کی دل آزاری کسی حال میں جائز نہیں
تَنَاجَوْا :۔ تم سرگوشی کرو۔ تَنَاجِی سے امر
جمع مذکر حاضر۔ دیکھو نجویٰ
تَنَاجَیْتُمْ :۔ تم نے کان میں بات کہی تَنَاجِی
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
تَنَادِ :۔ پکارنا۔ فریاد کرنا۔ باب تفاعُل
سے مصدر
تَنَادَوْا :۔ انہوں نے پکارا۔ تَنَادِی سے
ماضی جمع مذکر غائب۔
تَنَازَعْتُمْ :۔ تم نے جھگڑا کیا۔ تَنَازُع سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔
(لَا) تَنَازَعُوْا :۔ تم باہم جھگڑا مت کرو۔
تَنَازُع سے نہی جمع مذکر حاضر۔
(لَا) تَنَاصَرُوْنَ :۔ تم ایک دوسرے کی مدد
نہیں کرتے۔ تَنَاصُر سے مضارع جمع مذکر
حاضر۔ اصل میں تَتَنَاصَرُوْنَ تھا ایک
تاء کو حذف کر دیا گیا۔
تَنَالُ :۔ وہ پاتی ہے نَیْل سے مضارع واحد

مؤنث غائب۔
(لَنْ) تَنَالُوْا :۔ تم ہرگز نہ پاؤ گے۔ نَیْل سے
مضارع جمع مذکر حاضر نفی مستقبل بہ لَنْ۔
تَنَاوُش :۔ لینا۔ باب تفاعُل سے مصدر
تَنْهَوْنَ :۔ تم منع کرتے ہو۔ روکتے ہو نَهْی سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔
تُنَبِّئُ :۔ تو جتائے گا۔ خبردار کرے گا تَنْبِئَة
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُنَبِّئُوْنَ :۔ تم جتاتے ہو تَنْبِئَة سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
تَنْبُتُ :۔ وہ اُگتی ہے (بلا صلہ) وہ اُگاتی ہے
(بصلہ باء) نَبَات سے مضارع واحد
مؤنث غائب۔
تُنْبِتُ :۔ وہ اُگاتی ہے اِنْبَات سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تُنْبِتُوْنَ :۔ تم اُگاتے ہو۔ اِنْبَات سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
تَنْتَشِرُوْنَ :۔ تم پھیلتے ہو۔ اِنْتِشَار سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَنْتَصِرَانِ :۔ تم بدلہ لو گے اِنْتِصَار سے
مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔
(لَمْ) تَنْتَهِ :۔ تو باز نہ آیا۔ اِنْتِهَاء سے
مضارع نفی جحد واحد مذکر حاضر۔

تَنتَھُوا:- تم باز آجاؤ- اِنتِھاء سے مضارع
جمع مذکر حاضر-
(لَم) تَنتَھُوا:- تم باز نہیں آئے- اِنتِھاء
سے مضارع نفی جحد جمع مذکر حاضر-
تُنجِی:- وہ نجات دے- اِنجاء سے مضارع
واحد مؤنث غائب-
تَنحِتُون:- تم تراشتے ہو- نحت سے مضارع
جمع مذکر حاضر-
تُنذِر:- تو ڈراتا ہے- اِنذار سے مضارع
واحد مذکر حاضر-
تَنزِع:- تو چھین لیتا ہے نزع سے مضارع
واحد مذکر حاضر-
تَنَزَّل:- وہ اُترتی ہے تَنَزُّل سے مضارع
واحد مؤنث غائب-
تُنَزِّلُ:- تو اُتارتا ہے- تنزیل سے مضارع
واحد مذکر حاضر-
تَنَزَّلَت:- وہ اُتری- تَنَزُّل سے ماضی
واحد مؤنث غائب-
تَنزِیل (تھوڑا تھوڑا کرکے) اُتارنا- باب تفعیل
سے مصدر- اِنزال مطلق اُتارنے کے
معنے میں آتا ہے- اور تنزیل کے معنے ہیں
تھوڑا تھوڑا کرکے اُتارنا- اِسی لئے آیت کریمہ
اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ
لَحٰفِظُون (یقیناً ہم نے ہی اِس کتاب
نصیحت کو نازل فرمایا ہے- اور ہم ہی بلا
شبہ اُس کی حفاظت کرنے والے ہیں) میں
ذِکر سے مراد صرف قرآن کریم ہے نہ کہ اور
کوئی آسمانی کتاب کیونکہ قرآن کریم
ہی وہ مخصوص کتاب ہے جو ۲۳ سال
کے عرصہ میں حسب مصلحت و ضرورت
تھوڑی تھوڑی کرکے نازل کی گئی- اور
باقی کتابیں بیک دفعہ نازل ہوئی ہیں
(لا) تَنسَ:- تو نہ بھول- نِسیان سے نہی
واحد مذکر حاضر (دیکھو نسی)
(لا) تَنسَوا:- تم نہ بھولو- نِسیان سے نہی
جمع مذکر حاضر-
تَنسیٰ:- تو بھولتا ہے- تو بھولے گا- نِسیان
سے مضارع واحد مذکر حاضر-
تُنسیٰ:- تو بھلا دیا جائے گا- اِنساء سے
مضارع مجہول واحد مذکر حاضر-
تَنسَون:- تم بھولتے ہو- نِسیان سے مضارع
جمع مذکر حاضر-
تَنشَقُّ:- پھٹ جائے گی- اِنشِقاق
سے مضارع واحد مؤنث غائب-
تَنصُرُنَّ:- تم ضرور مدد کروگے- اصل لفظ
لَتَنصُرُنَّ ہے نصر سے مضارع

جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ

تَنْصُرُوْا:۔ تم مدد کرو۔ نَصْر سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم بہ اِن

(لَا) تَنْصُرُوْا:۔ تم مدد نہ کرو۔ نَصْر سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر مجزوم بہ اِن

تُنْصَرُوْنَ:۔ تمہاری مدد کی جائے گی۔ نَصْر سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَنْطِقُوْنَ:۔ تم بولتے ہو۔ نُطْق سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَنْظُرُ:۔ وہ دیکھے۔ وہ دیکھے۔ نَظَر سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَنْظُرُوْنَ:۔ تم دیکھتے ہو نَظَر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُنْظِرُوْنِ:۔ تم مجھے ڈھیل دو۔ مجھے مہلت دو اِنْظَار سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر مجزوم یا منصوب با نون وقایہ (بحذف یائے متکلم)

تَنْفُخُ:۔ تو پھونک مارتا ہے۔ نَفْخ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَنْفَدَ:۔ ختم ہو جائے۔ نَفَاد سے مضارع واحد مؤنث غائب منصوب بہ اَن

تَنْفُذُوْا:۔ تم نکل جاؤ۔ تم نکل بھاگو۔ نُفُوْذ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

(لَا) تَنْفُذُوْنَ:۔ تم نہ نکلو گے۔ نُفُوْذ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَنْفِرُوْا:۔ تم کوچ مت کرو نَفَار سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَنَفَّسَ:۔ اس نے سانس لیا۔ تَنَفُّس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَنْفَعُ:۔ وہ نفع کرے گی۔ نفع دے گی نَفْع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُنْفِقُوْنَ:۔ تم خرچ کرتے ہو۔ اِنْفَاق سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُنْقِذُ:۔ تو نجات دے گا۔ اِنْقَاذ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَنْقُصُ:۔ وہ گھٹاتی ہے۔ نَقْص سے مضارع

(لَا) تَنْقُصُوْا:۔ تم مت گھٹاؤ۔ نَقْص سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَنْقُضُوْا:۔ تم مت توڑو۔ نَقْض سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَنْقَلِبُوْا:۔ تم پھر جاتے ہو۔ تم پلٹ جاؤ گے۔ اِنْقِلَاب سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم یا منصوب۔

تَنْقِمُ:۔ تو برا سمجھتا ہے۔ عداوت رکھتا ہے انکار کرتا ہے۔ نَقْم سے مضارع واحد مذکر حاضر

تَنْقِمُوْنَ:۔ تم بیر رکھتے ہو۔ برا سمجھتے ہو۔ نَقْم سے مضارع جمع مذکر حاضر

تَنْكِحَ :- وہ نکاح کرے۔ وطی کرے۔ نِکاح سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَنْكِحُوا :- تم نکاح مت کرو۔ نِکاح سے نہی جمع مذکر حاضر

تُنْكِحُوا :- تم نکاح میں دو۔ اِنکاح سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم۔

تُنْكِرُوْنَ :- تم انکار کرتے ہو۔ اِنکار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَنْكِصُوْنَ :- تم پھرتے ہو۔ لوٹتے ہو۔ نکوص سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَنْكِيْل :- عذاب دینا۔ باب تفعیل سے مصدر

تَنُوْءُ :- تھکا دیتی ہے۔ (بصلہ با) نَوْءٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں نَوْءٌ لازم ہے۔ صلہ باء کی وجہ سے متعدی ہو گیا۔

تَنُّوْر :- نان پکانے کا چولھا۔ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ طوفان کے ذکر میں ہے: حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ (یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے جوش مارا) علامہ عثمانی اس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

تنور کے معنے میں اختلاف ہے بعض مطلق روٹی پکانے کا تنور مراد لیتے ہیں (گویا جب اتنا پانی برسا کہ چولھے تک پانی سے محفوظ نہ رہ سکے بعض کہتے ہیں کہ ایک تنور حضرت حوا سے منتقل ہوتے ہوتے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچا تھا۔ وہ ان کے گھر میں طوفان کا نشان ٹھیرایا گیا تھا۔ بعض کے نزدیک تنور کوئی خاص چشمہ کوفہ یا جزیرہ میں تھا۔ بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ تنور صبح کے اُجالے اور روشنی کو کہا گیا ہے یعنی جب صبح کی روشنی خوب چمکنے لگے۔ ابو حیان رح کہتے ہیں کہ فَارَ التَّنُّوْرُ ممکن ہے ظہور عذاب اور شدت ہول سے کنایہ ہو۔ ابن عباس رض سے منقول ہے کہ تنور کے معنے سطح ارض کے ہیں (یعنی سطح زمین سے پانی چشموں کی طرح اُبلنے لگا) ہم نے اوپر جو تفسیر کی مقدم اسی معنے کو رکھا ہے۔ حافظ ابن کثیر یہی تفسیر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں یہی قول جمہور سلف و علماء خلف کا ہے۔" علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں:- فَارَ التَّنُّوْرُ سے مجازاً غضب خداوندی کا بھڑک اٹھنا مراد ہے۔ جیسے حَمِیَ الْوَطِیْسُ سے معرکۂ جنگ کا گرم ہونا اس کی تفصیل میں مفسرین نے متعدد قول نقل کئے ہیں جن میں اکثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔ ان میں اقرب یہ قول ہے کہ فَارَ التَّنُّوْرُ سے صبح کے اُجالے کا پھیل جانا مراد ہے

یہ قول حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے۔
(تفسیر المنار ج ۱۲)

لَا تَنْهَرْ :۔ تو مت جھڑک۔ مت ڈانٹ
نَهْرٌ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَنْهَوْنَ :۔ تم منع کرتے ہو۔ نَهْیٌ سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تُنْهَوْنَ : تمہیں منع کیا جاتا ہے نَهْیٌ سے
مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَنْهٰی :۔ وہ روکتی ہے نَهْیٌ سے مضارع واحد
مؤنث غائب۔

لَا تَنِيَا :۔ تم سستی مت کرو۔ وَنْیٌ سے
نہی تثنیہ حاضر۔

تَوَّاب :۔ توبہ قبول کرنے والا۔ بہت توبہ کرنے
والا۔ تَوْبَۃٌ سے مبالغہ واحد پہلے معنی میں
خداوند تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور دوسرے
معنی میں بندہ کی۔ (دیکھو تَوْبَۃ)

تَوَّابِیْنَ : بہت توبہ کرنے والے تَوَّاب کی
جمع بحالت نصبی۔

لَا تُؤَاخِذْ :۔ تو مت پکڑ۔ گرفت نہ کر۔
مُؤَاخَذَۃٌ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَوَارَتْ :۔ وہ چھپ گئی۔ تَوَارٍ سے ماضی واحد مؤنث غائب

تَوَاصَوْا : انہوں نے باہم وصیت کی۔ تَوَاصِی
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَوَاعَدْتُّم :۔ تم نے باہم وعدہ کیا۔ تَوَاعُدٌ
سے ماضی جمع مذکر حاضر

لَا تُوَاعِدُوا : تم وعدہ نہ کرو۔ مُوَاعَدَۃٌ
سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَوْبٌ :۔ توبہ۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔ اس
کے اصل معنے رجوع کرنا اور لوٹنا ہیں۔

تَوْبَۃٌ :۔ گناہ سے باز آنا۔ توبہ کرنا۔ توبہ۔
علامہ راغب اصفہانی مفردات میں
توبہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔
توبہ کہتے ہیں۔ گناہ کو مناسب ترین طریقہ
پر چھوڑ دینے کو۔ اور وہ معذرت کی
مقبول ترین صورت ہے۔ کیونکہ معذرت
کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) گنہ گار جھوٹ بول کر گناہ کا انکار کرے
(۲) یا اپنے گناہ کی توجیہات بیان کرے
"عذر گناہ بدتر از گناہ" کا مصداق ہو
(۳) یا صاف بیانی کے ساتھ اپنے گناہ
کا اقرار کرے، اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔
اور آئندہ کے لئے مکمل احتراز کا عہد کرے
یہی تیسری صورت توبہ کہلاتی ہے
اصطلاح شریعت میں توبہ کی تعریف یہ
ہے کہ:۔ گناہ کو برا سمجھ کر چھوڑ دیا جائے
جو کچھ ہو چکا ہے اس پر شرمندگی

کا اظہار کیا جائے اور آئندہ کے لیے عزم
بالجزم کیا جائے کہ پھر گناہ کی طرف مائل
نہ ہوگا۔ اور سابقہ گناہوں کی تلافی کریگا
(مفردات امام راغب)

تُوْبُوْا :۔ تم توبہ کرو۔ تَوْبَۃ سے امر جمع مذکر حاضر

(لَا) تُؤْتُوْا :۔ تم مت دو۔ اِیتَاء سے
نہی جمع مذکر حاضر۔

تُؤْتُوْا :۔ تم دو۔ اِیْتَاء سے مضارع جمع
مذکر حاضر منصوب بہ حتیٰ (بسقوط نون)

تُؤْتُوْنَ :۔ تم ان کو دیتے ہو۔ اِیْتَاء سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تُؤْتِیْ :۔ تو دیتا ہے تو دے گا۔ وہ دے گی
اِیْتَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے
دو معنے میں) اور واحد مؤنث غائب آخری
معنے میں)

تُؤْثِرُوْنَ :۔ تم اختیار کرتے ہو۔ ترجیح دیتے ہو
اِیْثَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَوْجَلْ :۔ تو مت ڈر۔ وَجَل سے نہی
واحد مذکر حاضر۔

تَوَجَّہَ :۔ اس نے رخ کیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ تَوَجُّہ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَوَدُّ :۔ وہ چاہے گی۔ وُدّ سے مضارع واحد
مؤنث غائب۔

تُؤَدُّوْا :۔ تم ادا کرو۔ تم پہنچا دو۔ تَادِیَۃ
سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن
(بسقوط نون)

تَوَدُّوْنَ :۔ تم چاہتے ہو۔ وُدّ سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تُؤْذُوْنَ :۔ تم ستاتے ہو۔ دکھ دیتے ہو۔ اِیْذَاء
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُوْرُوْنَ :۔ تم سلگاتے ہو۔ روشن کرتے ہو۔
اِیْرَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَوْرٰىۃ :۔ وہ کتاب جو اللہ تعالیٰ کی طرف
سے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر
اتاری گئی۔ اس کا مادہ امام راغبؒ کے
بقول وَرْی ہے جس کے معنے آگ روشن
کرنا ہیں چونکہ اس کتاب نے بنی اسرائیل کو
گمراہی کے اندھیرے سے نکال کر ہدایت
کی روشنی دکھائی تھی اس لئے اس کو توراۃ
کہا گیا۔
مگر بیضاوی لکھتے ہیں کہ یہ تکلف ہے توراۃ
اور انجیل دونوں عجمی نام ہیں۔

تَؤُزُّ :۔ وہ ابھارتی ہے۔ اَزّ سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تُوَسْوِسُ :۔ وسوسہ ڈالتی ہے وَسْوَسَۃ
سے مضارع واحد مؤنث غائب (وَسْوَسَہ

یہ قول حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے۔
(تفسیر المنار ج ۱۲)

(لا) تَنْھَرْ:۔ تو مت جھڑک۔ مت ڈانٹ
نَھْر سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَنْھَوْنَ:۔ تم منع کرتے ہو۔ نَھْی سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تُنْھَوْنَ: تمہیں منع کیا جاتا ہے نَھْی سے
مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَنْھٰی:۔ وہ روکتی ہے نَھْی سے مضارع واحد
مؤنث غائب۔

(لا) تَنِیَا:۔ تم سستی مت کرو۔ وَنْیٌ سے
نہی تثنیہ حاضر۔

تَوَّاب:۔ توبہ قبول کرنے والا۔ بہت توبہ کرنے
والا۔ تَوْبَۃ سے مبالغہ واحد پہلے معنے میں
خداوند تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور دوسرے
معنی میں بندہ کی۔ (دیکھو تَوْبَۃ)

تَوَّابِیْنَ: بہت توبہ کرنے والے تَوَّاب کی
جمع بحالت نصبی۔

(لا) تُؤَاخِذْ:۔ تو مت پکڑ گرفت نہ کر۔
مُؤَاخَذَہ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَوَارَتْ:۔ وہ چھپ گئی۔ تُوَارِیْ سے ماضی واحد مؤنث غائب

تَوَاصَوْا: انہوں نے باہم وصیت کی۔ تَوَاصِی
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَوَاعَدْتُّمْ:۔ تم نے باہم وعدہ کیا۔ تَوَاعُد
سے ماضی جمع مذکر حاضر

(لا) تُوَاعِدُوْا:۔ تم وعدہ نہ کرو۔ مُوَاعَدَۃ
سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَوْبٌ:۔ توبہ۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔ اس
کے اصل معنے رجوع کرنا اور لوٹنا ہیں۔

تَوْبَۃ:۔ گناہ سے باز آنا۔ توبہ کرنا۔ توبہ۔
علامہ راغب اصفہانی مفردات میں
توبہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
توبہ کہتے ہیں۔ گناہ کو مناسب ترین طریقہ
پر چھوڑ دینے کو۔ اور وہ معذرت کی
مقبول ترین صورت ہے کیونکہ معذرت
کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) گنہگار جھوٹ بول کر گناہ کا انکار کرے
(۲) یا اپنے گناہ کی توجیہات بیان کرے
جو "عذر گناہ بدتر از گناہ" کا مصداق ہوں
(۳) یا صاف بیانی کے ساتھ اپنے گناہ
کا اقرار کرے اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔
اور آئندہ کے لئے مکمل احتراز کا عہد کرے
یہی تیسری صورت توبہ کہلاتی ہے
اصطلاح شریعت میں توبہ کی تعریف یہ
ہے کہ۔ گناہ کو برا سمجھ کر چھوڑ دیا جائے
جو کچھ ہو چکا ہے اس پر شرمندگی

کا اظہار کیا جائے اور آئندہ کے لیے عزم بالجزم کیا جائے کہ پھر گناہ کی طرف مائل نہ ہوگا۔ اور سابقہ گناہوں کی تلافی کریگا (مفردات امام راغب)

تُوبُوا :۔ تم توبہ کرو۔ تَوْبَۃ سے امر جمع مذکر حاضر

(لَا) تُؤْتُوا :۔ تم مت دو۔ اِیتاء سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تُؤْتُوا :۔ تم دو۔ اِیتاء سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ حتیٰ (بسقوط نون)

تُؤْتُونَ :۔ تم ان کو دیتے ہو۔ اِیتاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُؤْتِی :۔ تو دیتا ہے تو دے گا۔ وہ دے گی اِیتاء سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے دو معنے میں) اور واحد مؤنث غائب (آخری معنے میں)

تُؤْثِرُونَ :۔ تم اختیار کرتے ہو۔ ترجیح دیتے ہو اِیثار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَوْجَلْ :۔ تو مت ڈر۔ وَجَل سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَوَجَّہَ :۔ اس نے رخ کیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ تَوَجُّہ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَوَدُّ :۔ وہ چاہے گی۔ وُدّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُؤَدُّوا :۔ تم ادا کرو۔ تم پہنچا دو۔ تَأْدِیَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

تَوَدُّونَ :۔ تم چاہتے ہو۔ وُدّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُؤْذُونَ :۔ تم ستاتے ہو۔ دکھ دیتے ہو۔ اِیذاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُورُونَ :۔ تم سلگاتے ہو۔ روشن کرتے ہو۔ اِیراء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَوْرٰىۃ :۔ وہ کتاب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر اتاری گئی۔ اس کا مادہ امام راغب کے بقول وَرْی ہے جس کے معنے آگ روشن کرنا ہیں چونکہ اس کتاب نے بنی اسرائیل کو گمراہی کے اندھیرے سے نکال کر ہدایت کی روشنی دکھائی تھی اس لئے اس کو توراۃ کہا گیا۔

مگر بیضاوی لکھتے ہیں کہ یہ تکلف ہے توراۃ اور انجیل دونوں عجمی نام ہیں۔

تَؤُزُّ :۔ وہ ابھارتی ہے۔ اَزّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُوَسْوِسُ :۔ وسوسہ ڈالتی ہے وَسْوَسَۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ وَسْوَسَہ

کہتے ہیں برے خیال کو جو دل میں آئے۔
صحیحین کی ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے
کہ میری اُمت سے حدیث نفس کو معاف
فرما دیا گیا ہے تو وہاں حدیث نفس سے
وَسوَسہ ہی مراد ہے۔ امام غزالیؒ
فرماتے ہیں۔ کہ وارداتِ قلب کی چار
قسمیں ہیں۔ مثلاً یوں سمجھو کہ تم بازار میں
سے گزر رہے ہو۔ یکایک تمہیں کسی وجہ سے
خیال آئے۔ کہ کوئی عورت تمہارے پیچھے
آرہی ہے۔ اگر منہ پھیر کر دیکھو تو دیکھ سکتے ہو
اسے "حدیث نفس" کہتے ہیں۔ دوسرا درجہ یہ ہے
کہ تمہارے دل میں اُسے دیکھنے کا شوق
پیدا ہو تو اُسے میل طبع کہتے ہیں تیسرا درجہ
یہ ہے کہ دل حکم کرے کہ دیکھنا چاہیے اور
اطمینان دلائے کہ اِس میں کوئی نقصان
نہ ہوگا اُسے حکم دل کہتے ہیں۔ چوتھا درجہ
یہ ہے کہ تم پختہ ارادہ دیکھنے کا کر لو اُسے
عزم کہیں گے۔ پہلے ۲ دو درجے معاف ہیں
ان پر مواخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ان میں
اِنسان کے اختیار کو دخل نہیں (اسی
لیے سورۂ ناس میں اِس وسوسہ کو
شیاطین کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔)
البتہ آخری ۲ دو درجوں پر مواخذہ ہو سکتا
ہے۔ اگرچہ وہ عمل میں نہ آئے۔ (کیمیائے سعادت)
(تفصیل مزید کے لیے دیکھو وَسوَسہ)

تُوصُوْنَ: تم وصیت کرتے ہو۔ اِیصَاء سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَوْصِیَۃ:- وصیت کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر

وَصِیَّۃ:- کہتے ہیں "کار خیر کی نصیحت" کو اصطلاح
میں مرنے والا مرنے کے قریب پس ماندگان
کو جو کچھ نصیحت یا ہدایت کرتا ہے۔ اُسے
وصیّت کہتے ہیں۔ اگر یہ وصیت اس کے
مال سے متعلق ہے۔ تو ایک تہائی ترکہ
سے زائد میں جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ قرآن
کریم میں وَصِیَّۃ کے ساتھ غیر مُضَار
(بے ضرر) کی قید لگائی گئی ہے۔ اور ایک
تہائی سے زائد میں وارثوں کا ضرر ہے۔ نیز حدیث
سعد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ الثُّلُث کثیر (تہائی بہت ہے)
قرآن کریم میں وَصِیَّۃ کا استعمال لغوی
اور اصطلاحی دونوں معنوں میں ہوا ہے۔
چنانچہ فرمایا تَوَاصَوا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا
بِالصَّبْرِ (اور انہوں نے ایک دوسرے
کو سچائی اور صبر کی نصیحت کی)

تُوعِدُوْنَ: تم ڈراتے ہو۔ اِیعَاد سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تُوعَدُوْنَ :- تم سے وعدہ کیا جاتا ہے
تمہیں ڈرایا جاتا ہے وَعْد سے (بمعنے
اول) اور اِیْعَاد سے (بمعنے ثانی) مضارع
مجہول جمع مذکر حاضر۔

تُوْعَظُوْنَ : تمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔
وَعْظ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر
(دیکھو تَعِظُوْنَ)

تَوَفَّ :- تو اٹھائے۔ تو قبض کرے تَوَفِّیْ
سے امر واحد مذکر حاضر۔

تُوَفّٰی :- پورا دیا جائے گا۔ تَوْفِیَۃ سے مضارع
مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَوَفّٰی :- اس نے اٹھایا۔ قبض کیا۔ تَوَفِّیْ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَوَفَّتْ : قبض کیا (فرشتوں نے) تَوَفِّیْ سے ماضی

تُؤْفَكُوْنَ :- تم پھیرے جاتے ہو۔ اَفْك سے
مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تُوَفَّوْنَ :- تم کو پورا پورا دیا جائے گا۔ تَوْفِیَۃ
سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَوَفَّیْتَ :- تو نے پورا اٹھایا۔ تو نے پورا لیا۔
تَوَفِّیْ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
وَفَاء پورا کرنے کے معنے میں اردو میں بھی
مستعمل ہے۔ اسی سے تَوَفِّیْ کے معنے کسی چیز
کو پورا لینا ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت عیسی
علیہ السلام کے ذکر کے سلسلہ میں ہے فَلَمَّا
تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ
(تو جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی میری امت
کے لوگوں کا نگراں تھا) تو یہاں تَوَفِّیْ سے
حضرت عیسی علیہ السلام کو جسم و جان کے
ساتھ اٹھا لینا اور اللہ تعالی کا انہیں بالکل
بیکار ہونے دیئے بغیر اپنی حفاظت میں لے لینا
مراد ہے۔ اور یہ معنی بالکل لغت کے مطابق
اور احادیث صحیحہ کے موافق ہیں۔

تَوَفِّیْ کا اطلاق موت پر بھی ہوا ہے۔ کیونکہ
اس میں اللہ تعالی جان کو پورے طور پر
لے لیتا ہے۔ اور نَوْم (نیند) پر بھی کیونکہ
اس میں ہوش و حواس کو لے لیا جاتا ہے۔
چنانچہ فرمایا گیا وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰىكُمْ
بِاللَّيْلِ (اللہ ہی رات کے وقت تمہارے
ہوش و حواس اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے) اسی
طرح حضرت عیسی کے سلسلہ میں اس کا اطلاق
جسم و جان دونوں کو لے لینے کے لیے ہوا۔
کلیات ابوالبقاء میں ہے۔ التوفی الاماتة
وقبض الروح وعليه استعمال العامة
والاستيفاء واخذ الحق وعليه
استعمال البلغاء (توفی کا لفظ عام طور
پر موت دینے اور جان لینے کے لیے استعمال

ہوتا ہے۔ لیکن بلغاء کے نزدیک اس کے
معنے ہیں پورا لینا اور حق وصول کرنا۔)
علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں توَفّی
کے معنے ہیں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ موت
پر توفی کا اطلاق اس لیئے کیا گیا کہ اس
میں روح مکمل طور پر قبض کر لی جاتی ہے
نوم (نیند) پر اس کا اطلاق اس لیے کیا
گیا کہ اس میں بھی موت کی طرح حواس کا
احساس زائل ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار
سے نوم پر توَفّی کا اطلاق مجازی ہوگا
مگر فلاسفہ مغرب کے ایک جدید گروہ
کی رائے میں انسان کی دو روحیں ہیں۔
نیند کی حالت میں ان میں سے ایک سلب
کر لی جاتی ہے۔ اور موت کی صورت میں
دونوں۔ اس رائے کے مطابق نوم پر بھی
توَفّی کا اطلاق حقیقی ہوگا (تفسیر المنار
جلد ۷ صفحہ ۴۷)
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں: موت اور
نوم میں لفظ توَفّی کا استعمال قرآن کریم
ہی نے شروع کیا ہے۔ جاہلیت والے تو گویا
اس حقیقت سے ہی ناآشنا تھے کہ موت
یا نوم میں خدا تعالیٰ کوئی چیز آدمی سے
وصول کر لیتا ہے۔ اس لئے لفظ توَفّی
کا استعمال موت اور نوم پر ان کے یہاں
شائع نہ تھا۔ قرآن کریم نے موت وغیرہ کی
حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لیئے اوّل اس
لفظ کا استعمال شروع کیا تو اسی کو حق
ہے کہ موت و نوم کی طرح "اخذ روح مع
البدن" کے نادر مواقع میں بھی اُسے استعمال
کرلے۔ بہر حال آیت ہٰذا میں جمہور کے
نزدیک توَفّی سے موت مراد نہیں اور
ابن عباسؓ سے بھی صحیح ترین روایت یہی
ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا
لیئے گئے۔ کما فی روح المعانی وغیرہ۔ زندہ
اُٹھائے جانے یا دوبارہ نازل ہونے کا انکار
سلف میں کسی سے منقول نہیں۔ بلکہ تلخیص
الحبیر میں حافظ ابن حجر نے اس پر اجماع
نقل کیا ہے۔ اور ابن کثیر وغیرہ نے احادیث
نزول کو متواتر کہا ہے اور اکمال کمال المعلم
میں امام مالک سے اس کی تصریح نقل کی
ہے + (فوائد القرآن)

توَفِیق: موافقت کرنا۔ بن آنا۔ باب تفعیل
سے مصدر۔

توُقِدُوْنَ: تم آگ سلگاتے ہو ایقاد
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُوَقِّرُوْا: تم ادب کرو، تعظیم کرو۔ توقیر

سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔
توقنون:۔ تم یقین کرتے ہو۔یقین کرو۔
ایقان سے مضارع جمع مذکر حاضر
توکل:۔ توبھروسہ کر۔ توکل سے امر واحد
مذکر حاضر۔

توکل کے لغوی معنی کسی پر بھروسہ کرنا
ہیں۔ شریعت میں "توکل علی اللہ" کے
معنے یہ ہیں کہ بندہ کسی کام کے سلسلہ میں
اس کے اسباب ظاہری شرعی کو عمل میں
لاکر نتائج کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردے
اور اس کی کارسازی وکاربرآری پر
پورا اعتماد کرے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔
توکل احوال دل میں سے ایک حالت
ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنے وکیل
(خداوند جل وعلیٰ) پر دلی اعتماد رکھے اور
اس کی کارسازی پر پوری طرح مطمئن ہو۔
اور اسباب ظاہر کے شکستہ ہوجانے سے
دل شکستہ نہ ہو"۔

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ توکل اسے کہتے
ہیں کہ آدمی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے۔
یہ توکل نہیں تعطل ہے اور نظام عالم میں
سنت اللہ کی خلاف ورزی ہے۔ اس کی
مثال ایسی ہے کہ کوئی بھوکا سامنے رکھے ہوئے
کھانے کو منہ میں نہ رکھے۔ اور یہ سوچے کہ یہ
خود بخود حلق میں چلا جائے گا۔ یا اولاد کا
خواہش مند شادی نہ کرے اور گمان کرے
کہ بغیر نکاح اور صحبت کے اس کے اولاد
پیدا ہوجائے گی۔ تو اس شخص کا یہ خیال حماقت
اور دیوانگی سے تعبیر کیا جائے گا۔ بہرحال
توکل عمل کے منافی نہیں ہے۔ توکل کا تعلق
قلب سے ہے اور عمل کا اعضاء وجوارح
سے اور دونوں اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں۔

قرآن کریم میں سورہ آل عمران میں نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے
فرمایا گیا:۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِينَ (اے نبی اہم معاملات
میں آپ کا دستور العمل یہ ہونا چاہیئے کہ
آپ صحابہ کرام سے مشورہ کریں۔ مشورہ کے
بعد جب آپ کسی بات کا عزم کریں تو اسے
کر گزریئے۔ اور اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ
اس پر بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

ابن کثیرؒ نے حضرت علی کی ایک روایت
نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا گیا کہ "عزم" کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا "مُشاوَرَۃُ اھلِ الرَّأیِ ثُمَّ اِتّباعُھُمْ" اہل الرائے سے مشورہ کرنے کے بعد اس کی پیروی کرنا۔ اور ان کی رائے پر عمل کرنا۔

بہر حال اس آیت میں مہمات اُمور کے متعلق یہ طریقہ کار بتایا گیا ہے کہ (۱) اصحاب دانش و بینش سے مشورہ کیا جائے (۲) مشورہ کے مطابق کام کو عمل میں لایا جائے (۳) نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اس کی کارسازی پر اعتماد کیا جائے +

علامہ عبدہ نے آیۂ بالا کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے: کسی کام کا عزم اگرچہ غور و فکر رائے و مشورہ اور ساز و سامان کے بعد ہو۔ تاہم یہ کامیابی کی ضمانت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق بہر حال درکار ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کچھ خارجی موانع اور عوائق پیدا ہو جائیں اور وہ کام پورا نہ ہو سکے۔ اس لئے مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ کرے اور اسی کی طاقت و رحمت پر اعتماد کرے"

احادیث صحیحہ سے بھی یہی مضمون ثابت ہوتا ہے:۔

صحاح کی ایک حدیث ہے جسے ترمذی نے "حسن صحیح" قرار دیا ہے۔ لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ۔ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَ تَرُوْحُ بِطَانًا (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر تم اللہ پر توکل کرو۔ جیسا کہ توکل کا حق ہے تو اللہ تمہیں اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے۔ کہ صبح کو خالی پیٹ گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں)

سطحی النظر اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ توکل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پرندوں کی طرح مفت میں غذا دے گا مگر امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی توکل یہ ہے کہ اس میں اسباب ظاہری کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ اس میں پرندوں کو رزق دینے کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صبح کو اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکل جاتے ہیں۔ اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ

وہ اپنے گھونسلوں میں پڑے رہتے ہیں۔
اور ان پر ان کا رزق آسمان سے برس
جاتا ہے۔

ترمذی نے انسؓ سے ایک دوسری روایت
نقل کی ہے کہ ایک شخص رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔
اور پوچھا "یا رسول اللہ میں اپنی اونٹنی
کو باندھ دوں پھر توکل کروں یا کھلا چھوڑ
کر توکل کروں" حضور نے جواب دیا:۔
اَعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ باندھ دو اور پھر اللہ
تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ الغرض جس شخص
کی قرآن وحدیث پر نظر ہے۔ ان سیکڑوں
آیات پر نظر ہے جن میں عملی قوتوں کو کام
میں لانے کا حکم دیا گیا ہے مثلاً فَامْشُوْا
فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِزْقِهٖ ۶۷/۱۵
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ
۴/۷۱ اور وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ
وغیرہا اُن ہزاروں حدیثوں پر نظر ہے جن
میں کسب وعمل کے صحیح طریقوں کو اختیار
کرنے اور غلط طریقوں سے احتراز کرنے کا
حکم دیا گیا ہے۔ وہ ایک منٹ کے لئے
گمان نہیں کر سکتے۔ کہ توکل اپاہج بن کر
مسجدوں یا خانقاہوں میں بیٹھ جانے
کا نام ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر
متوکل علی اللہ کون ہوگا۔ تاہم بوریائے
خلافت پر متمکن ہونے کے دوسرے ہی دن
آپ اپنے کاندھوں پر کپڑے کا تھان رکھ کر
بازار کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ اور جب
حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما
نے آپ سے پوچھا اے صدیق کدھر؟ تو
آپ نے جواب دیا "اپنے بال بچوں کا فکر
معاش کرنے، بازار کو"۔

ایک شخص نے امام احمدؒ سے کہا کہ میں متوکل
بن کر حج کرنا چاہتا ہوں"۔ امام صاحب
نے فرمایا "تو قافلہ کے ساتھ نہ جانا" اس
نے جواب دیا "یہ تو مشکل ہے" حضرت امام
صاحب نے فرمایا "تو تمہارا توکل اللہ پر نہیں
ہے۔ بلکہ دوسروں کے توشہ دانوں پر"

تَوَكَّلْتُ: میں نے بھروسہ کیا۔ تَوَكُّلٌ سے
ماضی واحد متکلم

تَوَكَّلْنَا: ہم نے بھروسہ کیا۔ تَوَكُّلٌ سے ماضی
جمع متکلم۔

تَوَكَّلُوْا: تم بھروسہ کرو۔ تَوَكُّلٌ سے امر جمع
مذکر حاضر۔

تَوْكِيْدٌ: مضبوطی پختگی۔ باب تفعیل سے مصدر

تَوَلَّ :- تو پھر آ۔ ہٹ جا۔ منہ پھیر لے۔ تَوَلِّی
سے امر واحد مذکر حاضر۔
تُولِجُ :- تو داخل کرتا ہے۔ تو لے آتا ہے اِیْلَاج
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُوَلُّوْا :- تم رخ کرو۔ تم پھر جاؤ۔ تَوَلِّیَة سے
مضارع جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)
تُوَلُّوْنَ :- تم منہ موڑو گے۔ تَوَلِّیَة سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَوَلّٰی :- اس نے منہ موڑا۔ اس نے اٹھایا
وہ متولی ہوا۔ وہ دوست ہوا تَوَلِّی
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
تَوَلَّیْتُمْ :- تم قائم ہوئے۔ تم نے منہ موڑا۔
تَوَلِّی سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
تُؤْمَرُ :- تجھے حکم دیا جاتا ہے اَمْر سے مضارع
مجہول واحد مذکر حاضر۔
تُؤْمَرُوْنَ :- تمہیں حکم دیا جاتا ہے اَمْر سے
مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔
تُؤْمِنُ :- وہ ایمان لاتی ہے اِیْمَان سے
مضارع واحد مؤنث غائب۔
(لَمْ) تُؤْمِنْ :- تو ایمان نہیں لایا۔
اِیْمَان سے مضارع نفی جحد واحد مذکر حاضر
تُؤْمِنُنَّ :- تم ضرور ایمان لانا۔ اصل لفظ
لَتُؤْمِنُنَّ ہے۔ اِیْمَان سے مضارع

جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ
تُؤْمِنُوْنَ :- تم ایمان لاتے ہو۔ اِیْمَان سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔
تُؤْوِیْ :- تو جگہ دیتا ہے تو جگہ دے گا۔
اِیْوَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُهَاجِرُوْا :- تم ہجرت کر جاؤ۔ مُهَاجَرَة
سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ
تقدیر اَنْ۔ دیکھو مُهَاجِر
تَهْتَدُوْنَ :- تم راہ پالو۔ ہدایت حاصل
کرلوگے۔ اِهْتِدَاء سے مضارع جمع مذکر
حاضر (دیکھو هِدَایَة)
تَهْتَدِیْ :- وہ راہ پاتی ہے۔ اِهْتِدَاء
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَهْتَزُّ :- وہ ہلتی ہے۔ بل کھاتی ہے۔ اِهْتِزَاز
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَهَجَّدْ :- تو نماز تہجد پڑھ۔ تو جاگ اٹھ۔
تَهَجُّد سے امر واحد مذکر حاضر ہجود
نیند کو کہتے ہیں۔ تہجد کے معنی ہیں۔ نیند
کو زائل کرنا۔ اور بیدار ہو جانا تو مُتَهَجِّد
اس شخص کو کہیں گے جو نیند کو چھوڑ کر رات
کے وقت نماز میں لگ جائے۔
(مفردات امام راغب)
تَهْجُرُوْنَ :- تم چھوڑتے ہو۔ هُجْر سے مضارع

جمع مذکر حاضر۔
هُدُوا :۔ تم راہ پر لاؤ۔ هِدَایَۃ سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم۔ (بسقوط نون)
دیکھو هِدَایَۃ
تَهْدِیْ :۔ تو راہ بتاتا ہے۔ تو راہ دکھائے
گا۔ هِدَایَت سے مضارع واحد مذکر حاضر
تُهْلِكُ :۔ تو ہلاک کرے گا اِہلاک سے
مضارع واحد مذکر حاضر۔
تَهْلُكَة :۔ ہلاکت۔ تباہی۔ بربادی هلاک
سے اسم مصدر۔
(لَا) تَهِنُوا :۔ تم سست نہ ہو۔ کمزور نہ
ہو وَهْن سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَهْوِیْ :۔ مائل ہوتی ہے (متعدی بہ باء)
هُوِیّ سے مضارع واحد مؤنث غائب
تَهْوٰی :۔ وہ خواہش کرتی ہے هَوٰی
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
(لَا) تَيْأَسُوا :۔ تم ناامید مت ہو۔ یأس
سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَيَسَّرَ :۔ وہ آسان ہوا سہل ہوا۔ تیسّر
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
تَيَمَّمُوا :۔ تم قصد کرو۔ تم تیمم کرو۔ تیمّم
سے امر جمع مذکر حاضر۔ تیمّم سے شرعاً
دونوں ہاتھ مٹی وغیرہ پر مار کر پہلے چہرہ
پر پھر دونوں ہاتھوں کی کہنیوں تک مسح کرنا
مراد ہوتا ہے۔ یہ پانی نہ ملنے کی صورت
میں وضو کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ تفصیل
کتب فقہ میں دیکھیے۔
(لَا) تَيَمَّمُوا :۔ تم قصد مت کرو۔ تیمّم سے
نہی جمع مذکر حاضر۔
تِيْن :۔ انجیر۔ سورۃ وَالتِّيْن میں خداوند
تعالیٰ نے تِيْن و زَيْتُوْن کی قسم کھا کر
انسان کے بہترین سانچہ میں ڈھلے ہوئے
ہونے کو ثابت فرمایا ہے۔ یہ اس لیے
کہ یہ دونوں پھل جامع الفوائد اور
کثیر المنافع ہیں جس طرح انسان اپنی
حقیقت میں جامع الکمالات اور کثیر
الاوصاف ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا
ہے کہ یہاں انجیر و زیتون سے مراد بیت
المقدس کی سرزمین ہے۔ جہاں یہ دونوں
درخت بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ گویا اللہ
تعالیٰ بیت المقدس طور سینا اور بلد
امین (مکہ معظمہ) کی قسم کھا کر جہاں دنیا
کے تین عظیم المرتبت اور جلیل المنزلت
نبی مبعوث ہوئے اور انہوں نے دنیا
کو اپنی انسانیت عظمیٰ کے کمالات سے
حیران کیا۔ انسان کے احسن تقویم

ہوتے پر تاریخ کی وہ روشن دلیل پیش کر رہا ہے۔ جس سے دُنیا کی کوئی متمدن قوم انکار نہیں کر سکتی۔

ث

ثَابِت:۔ استوار۔ محکم۔ مضبوط۔ ثبات سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ثَاقِب:۔ چمکنے والا ثُقُوب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ثَالِث:۔ تیسرا۔

ثَالِثَۃ:۔ تیسری۔

ثَامِن:۔ آٹھواں۔

ثَانِی:۔ دوسرا۔

ثَانِی:۔ موڑنے والا۔ ثَنْیٌ سے اِسم فاعل واحد مذکر۔

ثَاوِی:۔ رہنے والا۔ مقیم۔ ثَوَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ثُبَات:۔ گروہ گروہ۔ جُدا جدا۔ واحد ثُبَۃ

ثَبِّتْ:۔ تو قائم رکھ۔ تو ٹھیرا دے تَثْبِیت سے امر واحد مذکر حاضر۔

ثَبَّتْنَا:۔ ہم نے قائم رکھا تَثْبِیت سے ماضی جمع متکلم۔

ثَبِّتُوا:۔ تم قائم رکھو۔ تم ثابت رکھو تَثْبِیت سے امر۔ جمع مذکر حاضر۔

ثَبَّطَ:۔ اس نے باز رکھا۔ روک دیا تَثْبِیط سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ثُبُوت:۔ ٹھیرنا۔ جمنا۔ استوار ہونا۔ بابِ نصر سے مصدر۔

ثُبُور:۔ ہلاکت۔ موت۔ تباہی۔ باب نصر سے مصدر۔

ثَجَّاج:۔ موسلا دھار برسنے والا۔ ثَجّ سے صیغہ مبالغہ۔

ثَرٰی:۔ نیچے کی زمین۔ خاکِ نمناک۔

ثُعْبَان:۔ اژدھا۔ ج ثَعَابِین۔

ثِقَال:۔ بھاری۔ بوجھل۔ واحد ثَقِیل۔

ثَقِفْتُمْ:۔ تم نے پایا۔ ثَقْف سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

ثُقِفُوا:۔ وہ پائے گئے۔ ثَقْف سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب

ثَقَلَانِ:۔ دو بھاری چیزیں یعنی انسان و جن ان کو ثقلان اس لئے کہا گیا کہ یہ اپنے وجود میں بھاری بھرکم ہیں۔ نیز ان کی عقل اور مرتبہ وزن دار ہے اور ان پر تکالیفِ شرعیہ کا بوجھ ڈالا گیا ہے (بیضاوی)

ثَقُلَتْ:۔ وہ بھاری ہوئی۔ ثِقَل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

ثُلُث :- تین تین۔

ثُلَاث :- تین (مؤنث)

ثَلٰثَۃ :- تین (مذکر)

ثَلٰثُوْنَ۔ ثَلٰثِیْنَ :- تیس ۳۰۔ اوّل حالت رفعی میں اور ثانی حالت نصبی وجری میں۔

ثُلَّۃ :- انبوہ۔ جماعت کثیر۔

ثُلُث :- تہائی۔ تیسرا حصہ۔

ثُلُثَانِ :- دو ۲ تہائی۔ ثُلُث کا تثنیہ بحالت رفعی

ثُلُثَا :- دو ۲ تہائی بحالت رفعی۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

ثُلُثَیْ :- دو ۲ تہائی بحالت نصبی وجری اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

ثُمَّ :- پھر (حرفِ عطف ہے)

ثَمَّ :- اُس جگہ۔ وہاں۔ وہیں۔ (اسم ظرف مکان)

ثَمَانِیْ :- آٹھ (مؤنث)

ثَمَانِیَۃ :- آٹھ (مذکر)

ثَمَانِیْنَ :- اسّی۔ بحالت نصبی وجری۔

ثَمَر :- پھل۔ جمع اَثْمَار۔ ثِمَار۔

ثَمَرَۃ :- پھل۔ میوہ۔ جمع ثَمَرَات

ثَمَن :- مول۔ قیمت۔ جمع اَثْمَان۔

ثُمُن :- آٹھواں حصہ۔

ثَمُوْد :- عرب بائدہ۔ (وہ قدیم عرب قومیں جو مٹ چکیں) میں سے ایک قوم کا نام۔ یہ عرب کے اُس حصہ میں آباد تھی جو حجاز و شام کے درمیان وادی القریٰ تک چلا گیا ہے اسی مقام کو دوسری جگہ الحِجْر کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔

علامہ رشید رضا وجہ تسمیہ کے متعلق لکھتے ہیں یہ ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ بزرگ قبیلہ کے نام پر ان کا نام ثمود مشہور ہوا۔ عمرو بن علاء کہتے ہیں چونکہ اُن کے علاقہ میں پانی کم تھا۔ اِس لئے ثمود کے نام سے موسوم ہوئے۔ کیونکہ ثَمَد کے معنیٰ مالِ قلیل کے ہیں (تفسیر المنار ج ۸ ص ۵۰۲)

مگر علامہ سید سلیمان ندوی کی رائے میں عبری میں ایک لفظ "تَامِیدْ" ہے جس کے معنیٰ خالد (ہمیشہ رہنے والا) ہیں۔ عربی کی ث اور عبری کی ت ایک چیز ہے۔ لہٰذا یہ ثمود اسی تَامِیدْ کا معرب ہے۔ (ارض القرآن ج ۱ ص ۱۸۸)

یہ قوم عاد اولیٰ کے بعد برسرِ اقتدار آئی۔ قوم عاد کی طرح فن تعمیر، سنگتراشی و نقاشی میں مہارت رکھتی تھی۔ میدانوں میں سر بفلک محل کھڑے کرتے تھے۔ اور پہاڑوں کو تراش تراش کر خوبصورت اور محفوظ مکانات بنائے تھے۔ یہ قوم بت پرست تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کی رہنمائی کے لئے

مبعوث ہوئے۔ اُنہوں نے اُن سے معجزہ
کا مطالبہ کیا۔ خداوند تعالیٰ نے پہاڑوں
میں سے ایک عجیب و غریب اونٹنی نکال
کھڑی کی۔ مگر ان ظالموں نے حضرت صالحؑ
کی تصدیق کی بجائے اس اونٹنی کی ہی
کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اور حضرت صالحؑ
کے قتل کی سازش کی۔ آخر ہولناک زلزلہ
کی صورت میں عذاب نازل ہوا اور یہ قوم
تباہ و برباد ہوگئی۔

ثَوَابٌ:- بدلہ۔ نیکی کا بدلہ۔ یہ ماخوذ ہے۔
ثَوْبٌ سے جس کے معنے لوٹنا۔ جمع ہونا ہیں
کسی فعل کی جزا و سزا میں بھی چونکہ اس
فعل کا نتیجہ اکثر فاعل کی طرف لوٹایا
جاتا ہے۔ اِس لیئے بدلہ کو ثواب کہا گیا۔
اور عرف عام میں اس کا غالب اطلاق
جزائے خیر کے لیئے ہونے لگا۔

ثُوِّبَ:- بدلہ دیا گیا۔ تَثْوِیبٌ سے ماضی
مجہول واحد مذکر غائب۔

ثِیَابٌ:- کپڑے۔ واحد ثَوْبٌ

ثَیِّبَاتٌ:- بیوہ عورتیں۔ واحد ثَیِّبٌ اصل
لغت میں ثَیِّبٌ مطلقاً شوہر دیدہ اور
شادی شدہ عورت کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد
وہ ہیں جو باکرہ نہ ہوں۔

ج

جَاءَ:- وہ آیا (بلا صلہ) وہ لایا (بصلۂ باء)
مَجِیْئٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جَاءَتْ:- وہ آئی۔ مَجِیْئٌ سے ماضی واحد
مؤنث غائب۔

جَائِرٌ:- کج۔ ٹیڑھا۔ جَوْرٌ سے اسم فاعل
واحد مذکر۔

جَاءُوْا:- وہ آئے مَجِیْئٌ سے ماضی جمع
مذکر غائب۔

جِئْتَ:- تو آیا۔ تو لایا (بصلہ باء) مَجِیْئٌ
سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

جِئْتُ:- میں آیا۔ مَجِیْئٌ سے ماضی واحد متکلم

جِئْتُمْ:- تم آئے۔ مَجِیْئٌ سے ماضی جمع
مذکر حاضر۔

جِئْنَا:- ہم آئے۔ ہم لائے (بصلہ باء) مَجِیْئٌ
سے ماضی جمع متکلم۔

جَابُوْا:- انہوں نے تراشا۔ جَوْبٌ سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

جَاثِمِیْنَ:- اوندھے گرنے والے جُثُوْمٌ
سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔ واحد
جَاثِمٌ۔

جَاثِیَةٌ:- گھٹنے کے بل بیٹھنے والی۔ جُثُوٌّ سے

اسم فاعل واحد مؤنث

جَادِلْ:- تو جھگڑا کر۔ بحث کر۔ مُجَادَلَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

جَادَلْتَ:- تو نے جھگڑا کیا۔ مُجَادَلَۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

جَادَلْتُمْ:- تم نے جھگڑا کیا۔ مُجَادَلَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

جَادَلُوْا:- انہوں نے جھگڑا کیا۔ مُجَادَلَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جَار:- ہمسایہ۔ پڑوسی۔ جمع جِیْرَان۔

جَارِیَات:- چلنے والیاں۔ جَرْی سے اسم فاعل جمع مؤنث، واحد جَارِیَۃ

جَارِیَۃ:- کشتی۔ چلنے والی۔ جَرْی سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ جمع جَوَارِی۔

جَازٍ:- بدلہ دینے والا۔ کام آنے والا جَزَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

جَاسُوْا:- وہ منتشر ہوئے غارتگری کے لئے جَوْس سے ماضی جمع مذکر غائب

جَاعِل:- بنانے والا۔ جَعْل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

جَاعِلُوْنَ:- بنانے والے جَاعِلٌ کی جمع بحالتِ رفعی۔

جَالُوْت:- ایک کافر بادشاہ کا عجمی نام۔

جس سے بنی اسرائیل کی لڑائی ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد کچھ زمانے تک بنی اسرائیل عزت و حکومت کے مالک رہے۔ پھر جب ان کے اطوار بگڑے تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایک ظالم و کافر بادشاہ جالوت نامی کو مسلط کر دیا۔ جالوت نے ان کو قتل و غارت کیا۔ شہر وں سے نکال دیا۔ اور کچھ کو غلام بنا لیا۔ جو باقی بچے وہ بیت المقدس میں جمع ہوئے اور اس زمانہ کے نبی حضرت شمویل سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہمارے لئے تجویز فرما دیجئے جس کی زیر کمان ہم جالوت کا مقابلہ کریں۔ اور اس سے اپنے چھنے ہوئے ملک و مال کو واپس لیں۔ حضرت شمویلؑ نے بحکم خداوندی طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا۔ طالوت اگرچہ علم و فہم اور قوت و طاقت اور مہارت فنِ جنگ میں سب سے بہتر تھے۔ مگر غریب آدمی تھے۔ اور کم قوم کے سمجھے جاتے تھے۔ بنی اسرائیل نے ان کی بادشاہی کو قبول کرنے میں حیل و حجت کی آخر خداوند قدوس کی طرف سے ان کی فرمائش پر تابوت سکینہ (ایک صندوق جس میں حضرت

موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے بزرگان
بنی اسرائیل کے تبرکات تھے اور جب جالوت
لوٹ کر لے گیا تھا، ان کی بادشاہی کی دلیل
کے طور پر واپس کرا دیا گیا۔ تب مجبوراً
وہ طالوت کے ساتھ ہو کر جالوت کے مقابلے
کو نکلے۔ طالوت نے اُن کی بددلی اور عدولِ
حکمی کو دیکھ کر صرف تین سو تیرہ وفادار
جاں نثار اور دیندار آدمی چھانٹ لیے
جن میں حضرت داؤد علیہ السلام (جو
بعد کو پیغمبر اور بادشاہ ہوئے) اور ان
کے بھائی بھی تھے۔

آخر ان مٹھی بھر جاں بازوں کا جالوت
کے لشکرِ عظیم سے مقابلہ ہوا۔ اور جالوت
حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ طالوت
بادشاہ نے اپنی لڑکی کا نکاح حضرت
داؤدؑ سے کر دیا۔ اور اس کے بعد وہی
بادشاہ ہوئے +

یہ واقعہ اختصار کے ساتھ دوسرے پارہ
کے آخر میں مذکور ہے۔

جَامِدَةٌ:۔ جمی ہوئی۔ ٹھہری ہوئی۔ جُمُود
سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

جَامِع:۔ اکٹھا کرنے والا۔ جَمْع سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

جَانٌّ:۔ جن کی ایک قسم۔ باریک سانپ۔ جَنٌّ سے
اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو جِنٌّ)

جِئْنَا:۔ ہم آئے۔ مَجِیْءٌ سے ماضی جمع متکلم۔

جَانِب:۔ کنارہ۔ طرف۔ رخ۔ جمع جَوَانِب

جَاوَزَ:۔ وہ آگے بڑھا۔ پار ہوا۔ مُجَاوَزَة
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جَاوَزَا:۔ وہ گزرے۔ مُجَاوَزَة سے ماضی
تثنیہ مذکر غائب۔

جَاوَزْنَا:۔ ہم نے گزارا۔ ہم نے پار اُتارا
(بصلۂ باء) مُجَاوَزَة سے ماضی جمع متکلم

جَاهَدَ:۔ وہ راہِ خدا میں لڑا۔ اس نے
سخت کوشش کی۔ مُجَاهَدَة۔ جِهَاد
سے ماضی واحد مذکر غائب (دیکھو
مُجَاهِدُوْن)

جَاهِدْ:۔ تو جہاد کر۔ راہِ خدا میں لڑ۔ جِهَاد
سے امر واحد مذکر حاضر۔

جَاهَدَا:۔ انتہائی کوشش کی۔ مُجَاهَدَة
سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

جَاهَدُوْا:۔ وہ لڑے۔ انہوں نے جہاد
کیا۔ جِهَاد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جَاهِدُوْا:۔ تم جہاد کرو۔ جِهَاد سے امر
جمع مذکر حاضر۔

جَاهِل:۔ نادان۔ جَهْل سے اسم فاعل واحد

مذکر۔ جمع جَہَلَة

جَاہِلُوْنَ :- نادان لوگ۔ جاہل کی جمع
بحالت رفعی

جَاہِلِیَّة :- نادانی۔ کفر۔ اسلام سے پہلے کا
زمانہ جبکہ ہر طرف جہالت کا دور دورہ
تھا۔

جُبّ :- گہرا کنواں جسکی کوٹھی نہ بنی ہو۔

جَبَّار :- شکستگی کو جوڑنے والا۔ جبر کرنے والا۔
زبردست۔ سرکش۔ جَبْر سے مبالغہ واحد۔
جَبْر کے معنی۔ زبردستی۔ ظلم۔ غلبہ۔ اور
شکستگی کو جوڑنا ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا اسم
صفت جبّار۔ آخری دو معنی کے اعتبار سے ہے

جَبَّارِیْنَ :- بڑے زبردست۔ زور آور لوگ
جبّار کی جمع بحالت نصبی و جری۔

جِبَال :- پہاڑ۔ واحد۔ جَبَل۔

جِبَاہ :- پیشانیاں۔ واحد۔ جَبْھَة۔

جِبْت :- بت۔ جادو۔ کاہن۔ اصل میں
جبت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ
کو چھوڑ کر بندگی و عبادت کی جائے۔ خواہ
وہ پتھر ہو یا جن یا شیطان یا کوئی آدمی۔
(کشاف)

جِبْرِیْل :- ایک فرشتہ کا نام۔ جو اللہ تعالیٰ کی
طرف سے پیغمبروں کے پاس وحی لاتے تھے۔
یہ عبرانی لفظ ہے۔ بمعنی بندۂ خدا۔ جبریل
میکائیل اسرافیل اور عزرائیل افضل ملائکہ
ہیں اور خداوند قدوس کی طرف سے اہم ترین
خدمات پر مامور ہیں۔ یہ رُسل ملائکہ بھی
کہلاتے ہیں۔

جَبَل :- پہاڑ۔ جمع جِبَال۔

جِبِلّ :- بڑا گروہ۔

جِبِلَّة :- خلقت۔ مخلوقات۔

جَبِیْن :- پیشانی۔

جِثِیّ :- گھٹنوں کے بل گرنے والے۔ واحد جاثی

جَحَدُوْا :- انھوں نے انکار کیا۔ جُحُود سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

جَحِیْم :- بھڑکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ جُحُوم
(آگ کا مشتعل ہونا) سے صفت مشبہ واحد۔
یا جَحْم (آگ کو بھڑکانا مشتعل کرنا) سے
فَعِیْل بمعنے مفعول۔

جَدّ :- شان۔ عزت۔

جِدَار :- دیوار۔ جمع جُدُر۔

جِدَال :- جھگڑا۔ بحث بازی۔ باب مفاعلہ
سے مصدر۔

جُدَد :- راہیں۔ گھاٹیاں۔ واحد۔ جُدَّة

جُدُر :- دیواریں۔ واحد جِدَار۔

جَدَل :- بحث جھگڑنا۔ باب سمع سے مصدر۔

جَدِیْد :- نیا۔

جُذَاذ :- ٹکڑے ٹکڑے۔

جِذْع :- تنا۔ شاخ۔ جمع جُذُوع۔

جُذْوَۃ :- چنگاری۔ انگارا۔ شعلہ۔

جُذُوع :- تنے۔ واحد۔ جِذْع۔

جَرَاد :- ٹڈیاں۔ واحد۔ جَرَادۃ۔

جَرَحْتُم :- تم نے کمایا۔ جَرْح سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

جُرُزًا :- چٹیل اور بنجر زمین۔

جُرُف :- کھائی۔ کھاڑی۔ پانی جمع ہونیکی جگہ۔

(لا) جَرَمَ :- لامحالہ۔ ناچار۔

جُرُوح :- زخم۔ واحد۔ جُرْح۔

جَرَیْنَ :- وہ بہیں۔ جاری ہوئیں۔ جَرَیَان سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

جُزْء :- ٹکڑا۔ حصہ۔ جمع اَجْزَاء۔

جَزَاء :- بدلہ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

جَزِعْنَا :- ہم بے قرار ہوئے۔ جَزَع سے ماضی جمع متکلم۔

جَزُوع :- بے قرار۔ گھبرانے والا۔ جَزَع سے صفت مشبہ یا مبالغہ۔

جَزَیْتُ :- میں نے بدلہ دیا۔ جَزَاء سے ماضی واحد متکلم۔

جِزْیَۃ :- جزیہ "جزیہ" وہ رقم جو ان غیر مسلموں کو جو اسلامی حکومت میں سکونت اختیار کریں۔ سالانہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس کا مادہ جَزَی یَجْزِی ہے جس کے معنے ادا کرنے کے آتے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی کی رائے ہے کہ یہ فارسی لفظ "گزیت" سے معرب ہے۔ یا ان لفظوں میں سے ہے۔ جو مختلف زبانوں میں لفظاً و معنًا متشابہ ہیں۔

جزیہ کی حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے حکومت اسلامیہ کی حفاظت اور نظام اسلامی کی بقاء کی ذمہ داری ہر مسلمان پر عائد کی ہے۔ خلیفۂ اسلام بوقتِ ضرورت اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے ہر بالغ مرد اور عورت کو فوجی مقاصد کیلئے طلب کر سکتا ہے۔

نیز حالتِ امن میں بھی نظام اسلامی کے اقتصادی و معاشی پروگرام کو بروئے کار لانے کے لئے مسلمانوں پر مختلف ٹیکس عائد کئے گئے ہیں۔ زکوٰۃ۔ عشر۔ صدقۃ الفطر وغیرہ کے علاوہ ضرورت پیش آجانے پر ان خصوصی امداد کا مطالبہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن غیر مسلموں پر جو "نظام اسلامی" کی حقانیت پر عقیدہ نہیں رکھتے۔ اسلام نے اس کی مدافعت کے لئے تلوار اٹھانیکی ذمہ داری

عائد نہیں کی۔ لیکن جب وہ اس نظام کے ماتحت امن و اطمینان کی زندگی بسر کریں۔ اور تقریباً ان تمام حقوقِ شہریت سے استفادہ کریں۔ جن سے مسلمان استفادہ کرتے ہیں تو لازم تھا کہ وہ اس کا کچھ معاوضہ بھی ادا کریں۔ یہی معاوضہ جزیہ کہلاتا ہے۔

اگر غیر مسلم اپنی خوشی سے رضاکارانہ اپنی فوجی خدمات پیش کریں تو پھر یہ جزیہ کی رقم معاف کی جاسکتی ہے۔ اسلامی فتوحات کے سلسلہ میں خلفاءِ راشدین کے مختلف فرمانوں میں اس کی تصریحات ملتی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مسلمانوں نے باب الابواب پر حملہ کیا تو وہاں کے رئیس نے اسی شرط پر صلح کی تھی۔ جزیہ کن لوگوں سے مصالحت ہو سکتی ہے۔ تمام غیر مسلموں سے یا صرف اہلِ کتاب سے؟ اس میں ائمہ اسلام کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ جزیہ کا معاملہ صرف اہلِ کتاب کے لئے مخصوص ہے۔ مگر وہ مجوس کو بھی اہلِ کتاب کے حکم میں شامل قرار دیتے ہیں۔ امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ بجز مرتد کے ہر کافر سے جزیہ پر مصالحت

ہو سکتی ہے۔ امام اعظمؒ کا مسلک بالفاظ شیخ آلوسی یہ ہے کہ:-

تؤخذ عند ابی حنیفةؒ من اهل الکتاب مطلقاً و من مشرکی العجم والمجوس لا من مشرکی العرب لان کفرهم قد تغلظ لما ان النبی صلعم نشأ بین اظهرهم وارسل الیهم وهو علیه الصلوٰة والسلام من انفسهم ونزل القرآن بلغتهم وذٰلك من اقوی البواعث علیٰ ایمانهم فلا یقبل منهم الا السیف او الاسلام (روح المعانی ج ۳ ص ۲۹۴)

ترجمہ:- جزیہ اہلِ کتاب سے تو سب سے لیا جائے گا۔ لیکن مشرکین میں یہ تخصیص ہے کہ مشرکینِ عجم اور مجوس سے تو لیا جائے گا۔ مگر عرب کے مشرکوں سے قبول نہ کیا جائیگا کیونکہ ان کا کفر بہت سخت ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان پلے بڑھے۔ آپ ان کی قوم کے ایک فرد تھے اور آپ کے مخاطب اوّل وہی تھے۔ قرآن کریم ان ہی کی زبان میں اترا۔ ان سب امور کا یہی اقتضاء تھا کہ ایمان قبول کرنے۔ اگر وہ اب بھی ہٹ دھرمی سے باز نہیں

آتے تو ان کے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ جنگ یا اسلام"۔

جزیہ کی مقدار امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اُمراء کے لئے ۴۸ درہم سالانہ۔ متوسطین کے لئے ۲۴ درہم سالانہ اور غرباء کے لئے جو کماتے ہوں ۱۲ درہم سالانہ ہے۔ بیکاروں اور محتاجوں اور فقیروں پر کچھ نہیں۔

یہ وہ "جزیہ" ہے جسے مخالفینِ اسلام نے ہوا بنا رکھا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جزیہ کو سب سے پہلے مشہور ایرانی شہنشاہ کسریٰ نوشیرواں نے اپنی حکومت میں جاری کیا۔ ارکانِ خاندانِ شاہی امراء دربار اور جنگی خدمات انجام دینے والوں کو مستثنیٰ کر کے عوام پر جزیہ کی مختلف شرحیں عائد کیں۔ موصوف نے اس دعویٰ کی دلیل میں ابن جریر طبری اور ابو حنیفہ دینوری جیسے معتبر مورخین کی عبارتیں بھی نقل کی ہیں۔

علامہ رشید رضا مصریؒ نے تفسیر المنار کی جلد دہم میں "فصل فی حقیقۃ الجزیۃ والمراد منھا" کے زیرِ عنوان اس موضوع پر بڑی مفصل بحث کی ہے جو لائقِ مطالعہ ہے۔

جَزَیْنَا :- ہم نے بدلہ دیا۔ جَزَاء سے ماضی جمع متکلم۔

جَسَد :- دھڑ۔ بدن۔ جمع اَجْسَاد۔

جِسْم :- جسم۔ بدن۔

جَعَلَ :- اس نے بنایا۔ کیا۔ جَعْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جُعِلَ :- وہ مقرر کیا گیا۔ لازم کیا گیا۔ جَعْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

جَعَلَا :- انھوں نے ٹھیرایا۔ جَعْل سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

جَعَلَتْ :- اس نے کیا۔ اس نے بنا دیا۔ جَعْل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

جَعَلْتُ :- میں نے کیا۔ میں نے بنایا۔ جَعْل سے ماضی واحد متکلم۔

جَعَلْتُمْ :- تم نے ٹھیرایا۔ تم نے کیا جَعْل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

جَعَلْنَا :- ہم نے کیا۔ ہم نے بنایا۔ جَعْل سے ماضی جمع متکلم۔

جَعَلُوا :- انھوں نے ٹھیرایا۔ انھوں نے کیا جَعْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جُفَاء :- کوڑا۔ ناکارہ۔ ناچیز۔

جِفَان :- لگنین۔ بڑے پیالے۔ واحد جَفْنَۃ

جَلَاء :- اجڑنا۔ جلاوطنی۔ باب نَصَرَ سے مصدر

جَلّٰی :- اس نے روشن کیا۔ تجلیۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جَلَابِیب :- چادریں۔ واحد جِلْبَاب۔

جَلَال :- بزرگی۔ عظمت۔ بلندی مرتبہ۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

جَلْدَة :- دِرّہ مارنا۔ کوڑے مارنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

جُلُوْد :- کھالیں۔ واحد۔ جِلْد۔

جَمّ :- بہت جی بھر کر۔ کثیر۔ دراصل یہ صفت کے معنی میں مصدر ہے۔ نَصَرَ سے جَمٌّ پورا ابھرنا۔

جَمَال :- رونق۔ خوبصورتی۔ آبرو۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

جِمٰلَت :- اونٹ۔ واحد۔ جِمَالَہ جِمَالَہ جمع ہے جَمَل کی۔

جَمَعَ :- اس نے جمع کیا۔ جَمْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جُمِعَ :- وہ اکٹھا کیا گیا۔ جَمْع سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

جَمْعَانِ :- دو فوجیں۔ جَمْع کا تثنیہ۔ اس معنی میں مصدر بمعنی مفعول ہے۔

جُمُعَة :- جمع ہونے کا دن۔ روزِ جمعہ۔

جَمَعْنَا :- ہم نے جمع کیا۔ جَمْع سے ماضی جمع متکلم

جَمَعُوْا :- انھوں نے اکٹھا کیا (فوج اور سامان جنگ کو) جَمْع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جَمَل :- اونٹ۔ جمع جِمَالَۃ۔ جِمَال

جُمْلَة :- اکٹھا۔ سارا۔

جَمِیْع :- سب۔ سارے جَمْع سے فَعِیْل بمعنی مفعول۔

جَمِیْل :- بہتر۔ خوبصورت۔ نیک جَمَال سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

جَنَّ :- اس نے ڈھانپا۔ جَنّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جِنّ :- جن۔ ایک مخلوق جو انسانوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہتی ہے۔ جَنّ کے معنی ڈھانپنا اور پوشیدہ کرنا ہیں۔ لہذا اس مادہ سے جو لفظ آتے ہیں سب میں پوشیدگی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ جَنِین اس بچہ کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ اور قبر کو بھی کہتے ہیں۔ جَنَّۃ گھنے باغ کو کہتے ہیں جو زمین کو ڈھانپ لے۔ جُنُوْن اور جِنَّۃ اس بیماری کو کہتے ہیں جو عقل کو پوشیدہ کردے وغیرہا۔

جِنّ کا استعمال کبھی اِنس کے مقابلہ پر ہوتا ہے اس صورت میں اس سے مراد ہر روحانی مخلوق ہوتی ہے۔ خواہ وہ فرشتے ہوں یا شیطان ہوں یا جن۔ اسی بنا پر ابوصالح نے کہا ہے کہ

تمام فرشتے جن ہیں۔ اور کبھی اس سے مراد وہ مخصوص روحانی مخلوق ہوتی ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور عرفِ عام میں جن کہلاتی ہے۔

علماء نے روحانی مخلوق کی تین قسمیں کی ہیں:۔

(۱) وہ جو نیک ہی نیک ہیں اور وہ فرشتے ہیں۔

(۲) وہ جو بد ہی بد ہیں اور وہ شیطان ہیں

(۳) وہ جن میں نیک بھی ہیں اور بد بھی وہ جن ہیں۔ چنانچہ سورۂ جن کی تفصیل سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ (مفردات بہ تغیر)

جَنًا:۔ میوہ چنی ہوئی چیز۔ جمع اَجْنَاء۔

جَنَّات:۔ جنتیں۔ گھنے باغات۔ واحد جَنَّۃ۔

جَنَّۃ اس مقام کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد خدا کے نیک بندوں کا ٹھکانا ہوگا۔ جنت کو جنت اس لئے کہا گیا کہ وہاں گھنے باغات ہیں۔ یا اس لئے کہ اُسے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ تاکہ ایمان بالغیب کا منشا پورا ہو۔ وغیرہ۔

(بیضاوی)

ایک حدیث قدسی میں جنت کی لذتوں کی تشریح اِن الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:۔

اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا۔ اور نہ کسی انسان کے دل میں گذرا)۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ان ظاہری حواس سے جنت کی باطنی نعمتوں کا اندازہ ہی کیا ہو سکتا ہے۔ صالحین کے درجوں کے لحاظ سے جنت کے بھی کئی درجے ہیں۔ ترمذی کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا:۔

"جنّت کے سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔ "فردوس" ان سب میں اعلیٰ درجہ ہے۔ یہیں سے جنّت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں۔ اس کے اوپر عرشِ الٰہی ہے۔ تم اللہ تعالیٰ سے اسی کو مانگو"

اکرمنا اللہ تعالیٰ وایاکم بنعمائھا

جَنَاح:۔ بازو۔ ہاتھ۔ جمع اَجْنِحَۃ۔

جَنَاحَیْ:۔ دو بازو۔ جناح کا تثنیہ بحالت جری نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔

جُنُب :- ناپاک - دور - اجنبی

جَنْب :- پہلو - حق - جمع جُنُوب - جَنْب کے اصل معنی پہلو اور کنارہ ہیں - کنایۃً اس کا استعمال بمعنے حق بھی ہوتا ہے - جیسے یٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ (افسوس جو کوتاہی کی میں نے اللہ کے حق میں) اور اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کرنے سے مراد اس کی حکم عدولی کرنا اور اس کی عبادت و اطاعت میں کوتاہی برتنا ہے -

جِنَّۃ :- جنوں کا گروہ - جنون - دیوانگی - پہلے معنے میں جِنّیّ کی جمع ہے - اور آخری دو معنے میں جُنُون کا اسم مصدر ہے -

جُنَّۃ :- ڈھال - آڑ - جمع جُنَن -

جَنَّۃ :- باغ - جمع جَنّات - (دیکھو جنّات) -

جَنَّتَانِ :- دو باغ - جَنَّۃ کا تثنیہ بحالتِ رفعی -

جَنَّتَیْنِ :- دو باغ - جَنَّۃ کا تثنیہ بحالتِ نصبی و جری -

جَنَحُوْا :- وہ مائل ہوئے - جھکے - جُنُوح سے ماضی جمع مذکر غائب -

جُنْد :- فوج - لشکر - مددگار - جمع جُنُود

جَنَف :- طرفداری - ظلم - کجی - باب سَمِعَ سے مصدر -

جُنُوب :- پہلو - واحد - جَنْب -

جُنُود :- فوجیں - واحد - جُنْد -

جَنِیّ :- تازہ چُنا ہوا میوہ - جنی سے فعیل بمعنی مفعول -

جَوّ :- فضا - آسمان و زمین کا مابین -

جَوَاب :- جواب جمع اَجْوِبہ -

جَوَابِ :- تالاب - حوض - واحد جَابِیَۃ

جَوَارِ :- کشتیاں - جہاز - واحد جَارِیَۃ -

جَوَارِح :- شکاری جانور - زخمی کرنے والے - واحد جَارِحَۃ -

جُودِیّ :- وہ پہاڑ جس پر طوفان کے فرو ہونے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی آکر لگی تھی - تورات کی سفر تکوین میں اس کا نام ارارات بیان کیا گیا ہے - قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ پہاڑ موصل میں یا شام میں یا آمل میں ہے - مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :- زمانہ حال کے بعض شارحین تورات کے خیال میں جودی اس سلسلۂ کوہ کا نام ہے جس نے ارارات اور جارجیا کے سلسلہا کوہ کو ملا دیا ہے وہ کہتے ہیں سکندر کے زمانہ کی یونانی تحریرات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے - کم از کم یہ واقعہ تاریخی ہے کہ آٹھویں صدی مسیحی تک وہاں ایک معبد موجود تھا - اور لوگوں نے اس کا نام کشتی کا معبد رکھ دیا تھا -

حال ہی میں ایک مضمون نگار نے لکھا ہے :-
حضرت نوح کی کشتی کا ڈھانچہ بھی اس پہاڑ کی چوٹی پر اب تک موجود ہے -

سیاح اس کو دیکھنے کے لئے جاتے رہتے ہیں۔
کئی مرتبہ حکومت روس نے اس کشتی کو محفوظ
طور پر اُتارنے کی کوشش کی مگر یہ کوشش
کامیاب نہ ہو سکی۔ (واللہ اعلم)

جُوْع :۔ بھوک۔

جَوْف :۔ پیٹ۔ اندرونی حصہ جمع اَجْوَاف

جِھَاد :۔ اللہ کی راہ میں جان و مال اور زبان سے انتہائی کوشش کرنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر (دیکھو مُجَاھِدُوْن)

جِھَار :۔ برملا۔ پکارنا۔ آواز بلند کرنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

جَھَاز :۔ اسباب۔ سامان۔ جمع اَجْھِزَہ

جَھَالَۃ :۔ نادانی۔ باب سمع سے مصدر۔

جَھْد :۔ کوشش۔ طاقت۔ تاکید باب فتح سے مصدر

جَھْر :۔ پکارنا۔ ظاہر کرنا۔ باب فتح سے مصدر

جَھَرَ :۔ اس نے پکارا۔ جَھْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جَھْرَۃً :۔ کھلم کھلا۔

جَھَّزَ :۔ اس نے تیار کر دیا۔ تجہیز سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جَھَنَّم :۔ دوزخ۔ دوزخ کا ایک طبقہ۔

(علم غیر منصرف)۔

جَھُوْل :۔ بڑا نادان۔ جَھْل سے مبالغہ واحد

جِیَاد :۔ تیز رو گھوڑے۔ واحد جَوَاد۔

جَیْب :۔ گریبان۔ جمع جُیُوْب۔

جِیْد :۔ گردن جمع جُیُوْد۔

جُیُوْب :۔ گریبان۔ واحد جَیْب۔

جِیْٓءَ :۔ وہ لایا گیا (بصلہ باء) مَجِیْء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

ح

حَاجّ :۔ حاجی۔ حج کرنے والا۔ حج سے اسم فاعل واحد مذکر۔

حَاجَّ :۔ اس نے حجت بازی کی۔ بحث کی۔ مُحَاجَّۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَاجَۃ :۔ ضرورت۔ خواہش۔ جمع حَوَائج۔

حَاجَجْتُمْ :۔ تم نے جھگڑا کیا۔ مُحَاجَّۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

حَاجِز :۔ روکنے والا۔ منع کرنے والا۔ حائل۔ حَجْز سے اسم فاعل واحد مذکر۔

حَاجِزِیْن :۔ روکنے والے۔ حاجز کی جمع بحالت نصبی و جری۔

حَاجُّوا :- انھوں نے جھگڑا کیا۔ مُحَاجَّۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

حَادَّ :- اس نے مقابلہ کیا۔ مخالفت کی۔ مُحَادَّۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَاذِرُوْنَ :- ڈرنے والے۔ ہتھیار لگانے والے۔ حَذَر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد۔ حَاذِر۔

حَارَبَ :- اس نے جنگ کی مُحَارَبَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَاسَبْنَا :- ہم نے حساب لیا۔ مُحَاسَبَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

حَاسِبِیْنَ :- حساب لینے والے مُحَاسَبَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد۔ حَاسِب (بحالت نصبی وجری)

حَاسِدٌ :- بدخواہ۔ برا چاہنے والا حَسَد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

حَاشَ :- پاک ہے۔ دور ہے۔ یہ کلمہ تعجب اور تنزیہ کے لئے مستعمل ہے۔

حَاشَ لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا۔ سبحان اللہ یہ انسان نہیں ہے۔

حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ۔

توبہ توبہ۔ اس کے دامن پاک پر ہمارے علم میں کسی برائی کا دھبہ نہیں ہے۔

حَاشِرِیْنَ :- جمع کرنے والے۔ نقیب۔ حَشْر سے اسم فاعل جمع مذکر واحد۔ حَاشِر (بحالتِ نصبی وجری)۔

حَاصِبًا :- سنگبار ہوا۔ سخت آندھی

حَاضِرَۃ :- کنارے۔ روبرو۔

حَاضِرِیْ :- باشندے۔ حَضَارَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالتِ نصبی وجری)۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

حَافِرَۃ :- پہلی حالت۔ قبر کی زمین۔ حَفْر سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ حفر کے معنی کھودنا ہیں۔ حَافِرَہ بمعنی مَحْفُوْرَہ ہے۔ یعنی کھدی ہوئی (زمین) قیامت کی زلزلہ کے وقت کافر کہیں گے ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ۔ کیا ہم دوبارہ لوٹائے جائیں گے۔ حالانکہ ہم کھدی ہوئی زمین (قبر) میں ہیں۔ نیز رَجَعَ فُلَانٌ عَلٰی حَافِرَتِہٖ۔ محاورہ بھی ہے جس کے معنے ہیں وہ اپنے پہلے راستہ پر لوٹ گیا۔ گویا حَافِرَۃ سے وہ راستہ مراد لیا جاتا ہے جو نشانات قدم سے کھد چکا ہو۔ اس صورت

میں یہ معنے ہوں گے کہ "کیا ہم کو اپنی سابقہ زندگی کی طرف لوٹنا ہوگا۔"

حَافِظ :- نگہبان۔ حِفظ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

حَافِظُوا :- تم نگاہ رکھو۔ پابندی کرو مُحَافَظَة سے امر جمع مذکر حاضر۔

حَافِظَات :- نگہبانی کرنے والیاں حِفظ سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد حَافِظَة

حَافِّین :- گرد اگرد کھڑے ہونے والے حَفّ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد حَافّ

حَاقَ :- گھیر لیا۔ نازل ہوا (بصلہ با) حُیُوق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَاقَّة :- ثابت ہونے والی (قیامت) نہ ٹلنے والی مصیبت۔ حَقّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

حَاکِمِین :- فیصلہ کرنے والے حُکم سے اسم فاعل جمع مذکر واحد حَاکِم۔ بحالتِ نصبی وجری)۔

حَالَ :- وہ حائل ہوا۔ بیچ میں آپڑا (بصلہ بَین) حَول سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَامِی :- وہ اونٹ جس کی پشت سے دس سواری اور باربرداری کے لائق اونٹ پیدا ہو چکتے تھے۔ ایسے اونٹ پر اہلِ عرب بوجھ لادنا موقوف کردیتے۔ نہ اس پر سوار ہوتے۔ اور نہ اُسے گھاس اور چارہ سے روکتے۔ اور کہتے حَمٰی ظَہرَہٗ اس اونٹ نے دس بچے پیدا کرکے اپنی پشت کو سواری اور باربرداری سے بچالیا۔ پس یہ حِمَایَة سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔

حَامِدُون :- تعریف کرنے والے۔ حَمد سے اسم فاعل جمع مذکر واحد حَامِد۔ (دیکھو حَمد)

حَامِلَات :- اُٹھانے والیاں۔ حَمل سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد حَامِلَة۔

حَامِلِین :- اُٹھانے والے حَمل سے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی وجری۔ واحد حَامِل۔

حَامِیَة :- گرم۔ دہکتی ہوئی۔ حَمی سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

حَبّ :- اناج۔ دانہ۔ غلہ۔ جمع حُبُوب

حُبّ :- دوستی۔ محبت۔ باب ضَرَبَ و کَرُمَ سے مصدر۔

حِبَال :- رسیاں۔ واحد حَبل۔

حَبَّبَ :- اس نے محبوب بنادیا۔ تَحبِیب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَبَّة :- ایک دانہ اناج کا۔

حَبِطَ :- وہ اکارت ہوگیا۔ حَبْط سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَبِطَتْ :- وہ ضائع ہوئی۔ حَبْط سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

حُبُكٌ :- راہیں۔ راستے۔ واحد حِبَاكٌ یا حَبِيكَة۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:-
وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ قسم ہے آسمان کی جو راہوں والا ہے تو آسمان کے راستوں سے مراد وہ راہیں ہیں جن پر ستارے گردش کرتے ہیں یا خود ستاروں سے جو ہیئتیں شکلیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ مراد ہیں یا اہلِ نظر کے لئے عجائب سماوی میں غور و فکر کی جو راہیں ہیں وہ مراد ہیں۔ (بیضاوی مفردات)

حَبْلٌ :- رسّی۔ عہد۔ پیمان۔ جمع حِبَال۔ پہلے معنیٰ میں حقیقت ہے۔ اور بعد کے دونوں معنیٰ میں مجاز۔

حَبْلُ الْوَرِيدِ :- رگِ جاں۔ شہ رگ۔ وہ رگ جو دل سے دماغ تک ہے اور جس کے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

حَتّٰى :- تک۔ جب تک۔ یہاں تک (حرف جار ہے) اور مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ تو تقدیر اَنْ کی وجہ سے مضارع منصوب ہو جاتا ہے۔

حَتْمٌ :- ضرور۔ لازم۔ قضا مقدر۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

حَثِيثٌ :- دوڑتا ہوا۔ شتاب۔ حَثّ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

حَجّ :- قصد کرنا۔ ارادہ کرنا۔
لغت میں حج کے معنے مطلق قصد و ارادہ کرنا ہیں۔ لیکن اصطلاح شریعت میں حج کہتے ہیں زیارت بیت اللہ کا اس کے آداب و شروط کے ساتھ ارادہ کرنے کو۔ انسان کی فطرت ہے۔ کہ وہ وعظ و نصیحت سے اتنا متاثر نہیں ہوتا۔ جتنا عملی نمونہ سے۔ اسی لئے خداوند تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جہاں اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً قانون بندگی آسمانی کتابوں کی صورت میں نازل فرمایا۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ ایسے بندگانِ خاص (انبیاء علیہم السلام) کو بھی مبعوث فرمایا جو اپنے کمال بندگی کی وجہ سے عام بندوں کے لئے نمونہ اور مثال بن سکتے ہیں۔ خداوند قدوس نے قرآن کریم میں اپنے صالح بندوں کا ہماری نصیحت پذیری کے لئے جا بجا ذکر فرمایا ہے۔
ان مقدس انبیاء کرام (صلوات اللہ علیہم وسلام) میں یوں تو ہر ایک [illegible]

رکھتا ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم گل سرسبد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قرآن کریم نے ان دونوں بزرگوں کی زندگی اور زندگی کی قربانی کو خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے لئے نمونۂ عمل قرار دیا ہے۔

حج حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی راہ مولیٰ میں فداکاری وجاں سپاری کے اس منظر کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جب وہ اپنے آقا و مولیٰ کے حکم سے اپنی پیاری بیوی اور معصوم بچے کو ایک لق ودق وادی میں تن تنہا اس لئے چھوڑ کر چلے گئے تھے کہ وہ سب سہاروں سے الگ ہو کر صرف اللہ کے سہارے زندگی کی منزلیں طے کریں۔ پھر جب وہ معصوم بچہ کچھ بڑا ہو تو اپنے رب کے ایک خفی اشارہ پر مسکراتے ہوئے لبوں کے ساتھ خاک وخوں میں تڑپنے کے لئے تیار ہو جائے۔ پھر جب اور بڑا ہو تو اپنے باپ کے ساتھ شریک ہو کر دنیا کے بت کدہ میں خدا کا پہلا گھر تعمیر کرے اور اپنی ساری عمر اللہ کی عبادت اور بیت اللہ کی خدمت میں صرف کر دے۔

"سفر حج" خدا کے ان اولوالعزم رسولوں کی فداکارانہ وجاں سپارانہ زندگی کے ان مناظر کی یاد تازہ کر کے ایمان کی روشنی اور محبت کی چاشنی کو تیز کرتا ہے۔ اِسی لئے اُسے اسلام کا جو خدا کی کامل فرماں برداری ہی کا نام ہے چوتھا رکن قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر اس مسلمان پر جو زاد وراحلہ کی قوت رکھتا ہو عمر بھر میں ایک مرتبہ اسکی ادائیگی فرض قرار دی گئی ہے۔ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (جو شخص سفرِ حج کی طاقت رکھتا ہو اس پر اللہ کے واسطے خانہ کعبہ کا حج کرنا فرض ہے)۔

حَجَّ :۔ اُس نے حج کیا۔ حَجّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حِجّ :۔ حج۔ اسم مصدر ہے۔

حِجَاب :۔ پردہ۔ اوٹ۔ جمع حُجُب

حِجَارَة :۔ پتھر۔ واحد حَجَر۔

حُجَّة :۔ دلیل۔ جمع حُجَج۔ حُجّة کے اصل معنی غلبہ کے ہیں۔ چوں کہ دلیل سے آدمی مخاطب پر غالب ہو جاتا ہے۔ اِس لئے دلیل کو حُجّة کہتے ہیں۔

حِجَج :۔ برس۔ سال۔ واحد حِجّة

حَجَر :۔ پتھر۔ جمع اَحْجَار۔ حِجَارَة۔

حِجْر :۔ ممنوع۔ عقل۔ قوم ثمود کی بستیاں

(دیکھو تَسَوُّر)

حُجُرَات :- حجرے - کوٹھریاں - واحد حُجْرَۃ

حُجُوْر :- گودیں - آغوش - واحد حِجْر -

حَدَائِق :- چار دیواری سے گھرے ہوئے باغات - واحد حَدِیْقَۃ -

حِدَاد :- تیز - واحد - حَدِیْد -

حَدَب :- اونچی جگہ - بلندی -

حَدِّث :- تو بات کہہ - تو بیان کر تَحْدِیْث سے امر واحد مذکر حاضر -

حُدُوْد :- قاعدے - احکام - حدیں - واحد - حَدّ - حُدُوْدُ اللّٰہ سے مراد وہ احکام الٰہی ہیں جو حق اور باطل کے درمیان حدِ فاصل ہیں اور جن کو نظر انداز کرنا ایسا ہی جرم ہے جیسا کہ اپنے ملک کی سرحد کو عبور کر کے دشمن کی سرحد میں داخل ہو جانا -

حَدِیْث :- بات - جمع اَحَادِیْث - رسولِ اکرم صلعم کے قول کو بھی حدیث کہتے ہیں - مگر یہ اصطلاح بعد کی ہے -

حَدِیْد :- لوہا - تیز چیز (دوسرے معنے میں حِدَّۃ - بمعنی تیزی - سے صفت مشبہ واحد مذکر)

حَذَر :- ڈرنا - ڈر - باب سَمِعَ سے مصدر -

حِذْر :- بچاؤ - جس کے ذریعہ بچاؤ ہو -

حُرّ :- آزاد - جمع اَحْرَار -

حَرّ :- گرمی - باب نَصَرَ و ضَرَبَ سے مصدر -

حَرَام :- ناروا - ممنوع - باحرمت - جمع حُرُم (تیسرے معنی میں) (دیکھو مشعر حرام)

حَرْب :- لڑائی - جنگ - جمع حُرُوْب -

حَرْث :- کھیت - کھیتی - باب نَصَرَ سے مصدر

حَرَج :- تنگی - تکلیف - گناہ - سَمِعَ سے مصدر

حَرْد :- تیزی اور غصے کے ساتھ روکنا - باب نَصَرَ سے مصدر -

حَرَس :- نگہبان - چوکیدار - واحد حَارِس

حَرَصْتَ :- تو نے حرص کی - حِرْص سے ماضی واحد مذکر حاضر -

حَرَصْتُمْ :- تم نے حرص کی - حرص سے ماضی جمع مذکر حاضر -

حَرَض :- بے کار - بیمار - حَرَاضَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر -

حَرِّض :- تو رغبت دلا - برانگیختہ کر (صلہ عَلٰی) تَحْرِیْض سے امر واحد مذکر حاضر -

حَرْف :- کنارہ - رُخ - طرف - جمع حُرُوْف

حَرِّقُوْا :- تم جلاؤ - تَحْرِیْق سے امر جمع مذکر حاضر

حُرُم :- احرام باندھنے والے - حرام جیسے ادب اور احترام والے - واحد - حَرَام

حَرَّمَ :- اس نے حرام کیا - تَحْرِیْم سے

ماضی واحد مذکر غائب۔

حَرَم :۔ پناہ کی جگہ۔ مکۂ مکرمہ کا وہ مخصوص علاقہ جس کی حدود میں اللہ تعالےٰ نے بعض چیزیں حرام فرمادی ہیں۔

حُرُمَات :۔ عزت کی چیزیں۔ بزرگیاں۔ واحد حُرْمَة۔

حُرِّمَتْ :۔ وہ حرام کی گئی۔ تَحْرِیْم سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

حَرَّمْنَا :۔ ہم نے حرام کیا۔ روک دیا تَحْرِیْم سے ماضی جمع متکلم۔

حَرَّمُوْا :۔ انھوں نے حرام ٹھیرایا تَحْرِیْم سے ماضی جمع مذکر غائب۔

حَرُوْر :۔ لُو۔ گرم ہوا۔ حَرَارَة سے صیغہ مبالغہ واحد۔

حَرِیْر :۔ ریشم۔

حَرِیْص :۔ لالچی۔ حِرْص سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع حِرَاص۔

حَرِیْق :۔ جلانے والا۔ آتش سوزاں حَرَاق سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

حِزْب :۔ گروہ جتھا۔ جمع اَحْزَاب۔

حِزْبَیْنِ :۔ دو گروہ۔ حِزْب کا تثنیہ بحالتِ نصبی وجری۔

حُزْن :۔ غم۔ رنج۔ جمع اَحْزَان۔

حِسَاب :۔ گمان۔ اندازہ۔ شمار کرنا۔ گننا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔ یَوْمُ الْحِسَاب سے روزِ قیامت مراد ہے کہ اس دن اعمال کا حساب ہوگا۔

حِسَابِیَہْ :۔ میرا حساب۔ اس میں لفظ حساب یائے متکلم مفتوح کی طرف مضاف ہے اور آخر میں ہائے سکتہ ہے۔

حِسَان :۔ خوبصورت۔ حسین۔ نفیس۔ واحد حَسِیْن (مذکر) اور حَسِیْنَة (مؤنث)

حَسْبُ :۔ بس۔ کافی۔ (اسم فعل ہے)

حَسِبَ :۔ اس نے خیال کیا حِسْبَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَسِبَتْ :۔ وہ سمجھی۔ اس نے خیال کیا۔ حِسْبَان سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

حَسِبْتَ :۔ تو نے خیال کیا۔ حِسْبَان سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

حَسِبْتُمْ :۔ تم نے خیال کیا۔ حِسْبَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

حَسِبُوْا :۔ وہ سمجھے حِسْبَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

حَسَدَ :۔ اس نے حسد کیا حَسَد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَسَدًا :۔ حسد کرنا۔ دوسرے کو اچھی حالت

میں دیکھ کر جلنا - باب نصر سے مصدر۔
ایک شخص جب یہ دیکھتا ہے کہ مثلاً زید کسی
دینی یا دنیوی فضیلت کا حامل ہے - اور
میں اس سے محروم ہوں - تو اس کے دل میں
ایک رنجیدہ تکلیف اور خلش ہو جاتی ہے۔
اور وہ دو کیفیتوں میں سے کسی ایک کا احساس
کرتا ہے۔

(۱) یا تو وہ چاہتا ہے کہ یہ سعادت زید
سے زائل ہو جائے (۲) یا وہ زید سے اس
سعادت کے زوال کی تمنا تو نہیں کرتا۔ مگر
یہ چاہتا ہے کہ مجھے بھی یہ نعمت حاصل ہو جائے
پہلی کیفیت کا نام حسد ہے - اور دوسری
غبطہ کہلاتی ہے - حسد نہایت قبیح و
رذیل عادت ہے - کیونکہ اس دنیا کے مدبر
وخالق کا مقصودِ اول یہ ہے کہ اپنی مخلوق
پر احسان و انعام کرے - اور اس کے
دامانِ جسم و روح کو اپنے جود و کرم کے بیبہا
موتیوں سے بھرے - مگر۔ ع

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

اس نے جس کسی کو جو نعمت عطا فرمائی
ہے تو اپنی حکمت و مصلحت سے ایسا کیا ہے
پس جب کسی انسان پر اس نعمت و احسان
کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور کوئی بدبخت اس سے
اس نعمت کے زوال و فنا کی تمنا کرتا ہے
تو گویا کہ وہ خداوند تعالیٰ کی خلق و تدبیر
پر اعتراض کرتا ہے - پس حسد ایک
کافرانہ عادت ہے - جو انسان کو کفر و ضلال
کی تاریکی میں ڈال سکتی - اور اس کے دل سے
ایمان کی روشنی زائل کر سکتی ہے - پھر
جس طرح حسد دینی خرابی کا سبب ہے
اسی طرح دنیوی فساد کا بھی موجب ہے۔
کیونکہ اس خبیث عادت کی وجہ سے محبت
ومودت اور موالات کے باہمی رشتے منقطع
ہو جاتے ہیں۔

حَسَرَات :- افسوس - حسرتیں واحد حَسْرَۃ

حَسْرَۃ :- افسوس -

(یا) حَسْرَتٰی :- وا دریغا - ہائے میرے افسوس
یہ اصل میں حَسْرَتِی تھا یائے متکلم کو الف
سے بدل لیا گیا۔

حُسْن :- خوبصورتی - نیکی - باب کرم سے
مصدر۔

حَسَن :- نیک - عمدہ - اچھا - حُسْن سے
صفت مشبہ واحد مذکر -

حُسْنٰی :- بہت اچھی - بہت عمدہ - حُسْن
سے اسم تفضیل واحد مؤنث -

حَسَنَات :- نیکیاں - خوبیاں واحد حَسَنَۃ

حَسَنَۃ :- نیکی - خوبی - بھلائی - نعمت -

حُسْنَیَیْن :- دو خوبیاں - دو اچھی چیزیں یا حُسْنٰی کا مؤنث بحالت جری - (اس سے مراد فتح یا شہادت ہے) -

حُسُوْم :- نحس - کاٹنے والے - پے در پے - جڑ سے کاٹ دینا - آخری معنے میں باب نَصَرَ سے مصدر ہے - اور پہلے معنوں میں حاسِم حَسْمٌ سے اسم فاعل واحد مذکر کی جمع -

حَسِیْب :- حساب لینے والا - حِسَاب سے صفت مشبہ واحد مذکر -

حَسِیْر :- عاجز - تھکا ہوا - ماندہ - حَسْرٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر -

حَسِیْس :- آواز - آہٹ -

حَشْرًا :- جمع کرنا - اکٹھا کرنا - باب نَصَرَ سے مصدر - یَوْمُ الْحَشْر قیامت کے دن کو کہتے ہیں - کیوں کہ اس دن لوگوں کو قبروں سے نکال کر ایک میدان میں اکٹھا کیا جائے گا - (دیکھو قیامۃ)

حَشَرَ :- اس نے جمع کیا - حَشْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب

حُشِرَ :- وہ جمع کیا گیا - حَشْرٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب -

حَشَرْتَ :- تو نے اُٹھایا - حَشْرٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر -

حُشِرَتْ :- وہ جمع کی گئی - حَشْرٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب -

حَشَرْنَا :- ہم نے جمع کیا - حَشْرٌ سے ماضی جمع متکلم -

حَصَاد :- کاٹنا (کھیتی کا) باب نَصَرَ سے مصدر -

حَصَب :- ایندھن -

حَصْحَصَ :- وہ ظاہر ہو گیا - حَصْحَصَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب -

حَصَدْتُّمْ :- تم نے کاٹا - حَصَاد سے ماضی جمع مذکر حاضر -

حَصِرَتْ :- وہ تنگ ہوئی - حَصْرٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب -

حُصِّلَ :- وہ حاصل کیا گیا - ظاہر کیا گیا - تَحْصِیْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب

حَصُوْر :- پاک باز - عورتوں سے علیحدہ رہنے والا - حَصْر (روکنا) سے مبالغہ کا صیغہ ہے - "حَصُوْر" اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے نفس کو ایسی باتوں سے روکے جو فضل و کمال کے منافی ہوں - عورتوں سے الگ تھلگ رہنے والے کو بھی حصور کہتے ہیں - اور اکثر مفسرین نے یہی معنی مراد لئے ہیں - یہ لفظ قرآن کریم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے -

حُصُون :۔ قلعے ۔ واحد ۔ حِصن ۔

حَصِیدا :۔ کٹی ہوئی کھیتی ۔ حَصاد سے فعیل بمعنی مفعول ۔

حَصِیر :۔ قیدخانہ ۔ حَصر سے صفت مشبہ کا صیغہ

حَضَرَ :۔ وہ حاضر ہوا ۔ حُضُور سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

حَضَرُوا :۔ وہ موجود ہوئے ۔ حُضُور سے ماضی جمع مذکر غائب ۔

حُطام :۔ ریزہ ریزہ ۔ روندی ہوئی حَطم سے فُعال بمعنے مفعول ۔

حَطَب :۔ ایندھن ۔ لکڑی ۔

حِطّۃ :۔ اے اللہ ہمارے گناہ ہم سے دور کر دے ہم بخشش مانگتے ہیں ۔ ماخوذ ہے حَط سے جس کے معنے ہیں کسی چیز کو اوپر سے گرانا ۔ وادیٔ تیہ سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ یہ کلمہ کہتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہوں ۔ مگر انھوں نے اس کی بجائے حِنطۃ کہا یعنی اے خدا ہمیں گیہوں دے ۔ اس پر وہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے ۔

حُطَمَۃ :۔ روندنے والا ۔ ریزہ ریزہ کر دینے والا حطم سے صیغہ مبالغہ اصطلاح میں مراد دوزخ ہے ۔

حَظّ :۔ حصہ ۔ قسمت ۔ نصیب ۔ ج حُظُوظ ۔

حَفَدَۃ :۔ پوتے ۔ واحد حافِد ۔

حُفرۃ :۔ گڑھا ۔ جمع حُفَر ۔

حِفظ :۔ نگہبانی ۔ حفاظت ۔ باب سَمِعَ سے مصدر ۔

حَفِظَ :۔ اُس نے نگہبانی کی ۔ حِفظ سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

حَفَظَۃ :۔ نگہبان ۔ حفاظت کرنے والے واحد حافِظ ۔

حَفِظنا :۔ ہم نے محفوظ رکھا ۔ حِفظ سے ماضی جمع متکلم ۔

حَفِیّ :۔ بڑا مہربان ۔ حَفاوۃ سے صفت مشبہ

حَفِیظ :۔ نگہبان ۔ جمع حُفَظاء ۔

حَقّ :۔ ثابت ۔ قائم ۔ واجب ۔ لازم ۔ جائز ۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :۔ حَق اُسی چیز کو کہتے ہیں جو ثابت و قائم اور اٹل ہو ۔ اور باطل کے معنی ہی یہ ہیں کہ مٹ جانا اور قائم و باقی نہ رہنا ۔ پس جب وہ (قرآن) کسی بات کے لئے کہتا ہے کہ حق ہے تو صرف دعویٰ نہیں ہوتا ۔ بلکہ دعوے کے ساتھ اس کے جانچنے کا ایک معیار بھی پیش کر دیتا ہے ۔ یہ بات حق ہے ۔ یعنی نہ مٹنے والی اور نہ ٹلنے والی بات ہے ۔ یہ بات باطل ہے ۔ یعنی نہ ٹک سکنے والی اور مٹ جانے والی بات ہے ۔ پس جو بات اٹل ہو گی اس

کا اٹل ہونا کسی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ جو بات مٹ جانے والی ہے۔ اس کا مٹنا ہر آنکھ دیکھ لے گی۔

چنانچہ وہ اللہ کی نسبت بھی اَلْحَقّ کی صفت استعمال کرتا ہے۔ کیوں کہ اس کی ہستی سے بڑھ کر اور کون سی حقیقت ہے۔ جو ثابت اور اٹل ہو سکتی ہے فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ (پس یہ ہے تمہارا پروردگار الحق)۔

وحی و تنزیل کو بھی وہ الحق کہتا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کی ایک قائم و ثابت حقیقت ہے۔ جن قوتوں نے اُسے مٹانا چاہا وہ خود مٹ گئیں۔ حتیٰ کہ آج ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔ لیکن وحی و تنزیل کی حقیقت ہمیشہ قائم رہی۔ اور آج تک قائم ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ (کہہ دو کہ اے افرادِ نسلِ انسانی بلاشبہ تمہارے پروردگار کی طرف سے وہ چیز تمہارے لئے آگئی ہے جو حق ہے)۔

اسی طرح جب وہ علامت تعریف کے ساتھ کسی بات کو اَلْحَقّ کہتا ہے تو اس سے بھی مقصود یہی حقیقت ہوتی ہے۔ اور اسی لئے وہ اکثر حالتوں میں صرف اَلْحَقّ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ اور اس سے زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتا۔

(مقدمہ ترجمان القرآن)

حَقَّ :۔ وہ حق ہوا۔ سچ ہوا۔ ثابت ہوا۔ حق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حُقُبٌ :۔ مدتہائے دراز۔ سالہا سال۔ زمانہ۔ جمع اَحْقَاب۔

حَقَّتْ :۔ وہ ثابت ہوئی حَقّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

حُقَّتْ :۔ وہ اس لائق ہے۔ وہ ثابت کی گئی ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

حَقِيْقٌ :۔ سزاوار۔ لائق۔ ثابت۔ حقّ سے صفت مشبہ

حُكَّامٌ :۔ حاکم لوگ۔ واحد۔ حَاكِمٌ۔

حُكْمٌ :۔ حکومت کرنا۔ حکم کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

حَكَمٌ :۔ منصف۔ فیصلہ کرنے والا۔ حُكْمٌ سے صفت مشبہ واحد۔

حَكَمَ :۔ اُس نے حکم کیا۔ فیصلہ کیا۔ حُكْم سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حِكْمَةٌ :۔ عقل مندی۔ علم۔ تدبیر۔ عقل۔ جمع حِكَمٌ۔ حِكْمَة کے معنیٰ ہیں: عقل و علم

کے ذریعہ حق کو پالینا" جب حکمۃ کی اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نسبت کی جائے تو اس سے اشیاء
کی معرفت اور ان کا بہترین طریقہ پر ایجاد
کرنا مراد ہے۔ اور جب بندہ کی طرف نسبت
کی جائے تو اس سے موجودات کی معرفت
اور نیک کاموں کا انجام دینا مقصود ہوتا
ہے۔ لہذا حکیم جب اللہ تعالیٰ کے لئے
استعمال ہو تو اس کے معنی اور ہوتے ہیں
اور بندہ کے لئے استعمال ہو تو اور۔ اور قرآن
کریم کو حکیم اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ اس
میں حکمت کی باتیں ہیں۔

اور قرآن کریم میں جو فرمایا گیا ہے:۔
یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ (رسول
ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دے)
تو یہاں حکمت کی تفسیر میں مختلف قول ہیں۔
(۱) یہ کہ قرآن کے ناسخ و منسوخ اور محکم
و متشابہ کا علم مراد ہے (۲) یہ کہ قرآن کریم
کے دلائل اور حکمتوں کا علم مراد ہو (۳) یہ
کہ حقائق قرآنیہ کا فہم مراد ہے۔ وغیرہا۔
(مفردات ملخصاً)

حَکَمْتَ :۔ تو نے فیصلہ کیا۔ حُکْم سے ماضی
واحد مذکر حاضر۔

حَکَمْتُمْ :۔ تم نے فیصلہ کیا۔ حُکْم سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

حَکِیْم :۔ دانا۔ پختہ کار حکمت والا۔ جمع
حُکَمَاء۔ (دیکھو حِکْمَۃ)

حِلٌّ :۔ حلال۔ نازل۔ مصدر بمعنی صفت۔

حَلَائِل :۔ بیویاں۔ وہ عورتیں جن سے شرعاً
جماع جائز ہو۔ واحد۔ حَلِیْلَۃ۔

حَلَّاف :۔ بہت قسمیں کھانے والا۔ حَلْف
سے مبالغہ واحد۔

حَلَال :۔ جائز۔ روا۔ حلال ہونا۔ اسم
مصدر و مصدر۔

حَلَفْتُمْ :۔ تم نے قسم کھائی۔ حَلْف سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

حُلْقُوْم :۔ گلا۔ حلق۔ جمع حَلَاقِیْم۔

حَلَلْتُمْ :۔ تم حلال ہوئے (یعنی تم نے احرام
کھولا) حَلَال سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

حُلُم :۔ زمانہ بلوغ۔ جمع اَحْلَام۔

حُلُّوْا :۔ ان کو زیور پہنایا گیا تَحْلِیَۃ سے
ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

حُلِیٌّ :۔ زیورات۔ واحد حَلْی۔

حَلِیْم :۔ بردبار۔ عقل مند۔ باوقار۔ حِلْم سے
صفت مشبہ واحد مذکر۔

حٰمٓ :۔ یہ حروف مقطعات ہیں۔

حَمَاٍ :۔ گارا۔ کیچڑ۔

حِمَارٌ:- گدھا- جمع حُمُر۔

حَمَّالَۃَ:- خوب اٹھانے والی- حَمْل سے مبالغہ واحد مؤنث۔

حَمِئَۃٍ:- کیچڑ والا- دلدل والا- حَمَاٌ سے صفت مشبہ واحد مؤنث۔

حَمْد:- تعریف- ثناء- امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

حمد مدح سے خاص ہے- اور شکر سے عام ہے- کیونکہ مدح اس تعریف کو کہتے ہیں جو اوصاف اختیاری وغیر اختیاری دونوں پر ہو- کسی شخص کے حسن وجمال کی جو تعریف کی جائے وہ بھی مدح ہے- اور اس کی سخاوت وعلم کی جو تعریف کی جائے وہ بھی مدح ہے- لیکن حمد اسی تعریف کو کہیں گے جو اوصاف اختیاری پر ہو- چنانچہ سخاوت وعلم کی تعریف کو حمد کہہ سکتے ہیں- حسن وجمال کی تعریف کو حمد نہ کہیں گے- اور شکر اس تعریف کو کہیں گے جو اوصاف اختیاری پر ہو- اور اس میں نعمت کا مقابلہ بھی ملحوظ ہو- لہذا ہر شکر کو حمد کہا جا سکتا ہے- لیکن ہر حمد کو شکر نہیں کہا جا سکتا- اور ہر حمد کو مدح کہا جا سکتا ہے- لیکن ہر مدح کو حمد نہیں کہا جا سکتا

(مفردات)

مگر قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ:-

شکر زبان سے بھی ہو سکتا ہے- عمل سے بھی ہو سکتا ہے اور دل سے بھی- لہذا شکر ایک لحاظ سے حمد و مدح سے عام ہے- اور دوسرے اعتبار سے خاص- پھر آگے لکھتے ہیں:-

چونکہ حمد (شکر باللسان) شکر کی دوسری صورتوں کے مقابلہ میں منعم کی نعمتوں کو اظہار کی زیادہ عام وسہل صورت ہے اس لئے اسے رأس الشکر قرار دیا گیا- چنانچہ حضور نے ارشاد فرمایا:-

اَلْحَمْدُ رَاسُ الشکر ما شکر اللہ من لم یحمدہ (حمد بہترین شکر ہے- جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے شکر کا حق ادا نہیں کیا)-

حمد کی ضد ذم ہے- اور شکر کی کفران-

(نوٹ:- حمد کی تفصیل کے سلسلہ میں بعض مشہور لغات القرآن میں مفردات کی تشریح کو غلط طور پر پیش کیا گیا ہے)-

حُمُرٌ:- لال چیزیں- واحد اَحْمَر-

حَمْلٌ:- حمل- پیٹ کا بچہ- جمع اَحْمَال-

حِمْلٌ:- بوجھ- جمع اَحْمَال-

حَمَلَ:- اس نے اٹھایا- حَمْل سے ماضی واحد مذکر غائب-

حُمِّلَ :- وہ لادا گیا۔ وہ اٹھوایا گیا۔ تَحْمِیل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
حَمَلَتْ :- اس نے اٹھایا۔ حَمْل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
حَمَلْتَ :- تو نے اُٹھایا۔ حَمْل سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
حُمِلَتْ :- وہ اٹھائی گئی۔ حَمْل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔
حُمِّلْتُمْ :- تم لادے گئے۔ تم سے بوجھ اٹھوایا گیا۔ تَحْمِیل سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔
حَمَلْنَا :- ہم نے اٹھایا۔ ہم نے سوار کرایا۔ حَمْل سے ماضی جمع متکلم۔
حُمِّلْنَا :- ہم لادے گئے۔ ہم سے اُٹھوایا گیا۔ تَحْمِیل سے ماضی مجہول جمع متکلم۔
حُمِّلُوا :- وہ لادے گئے۔ ان پر بوجھ ڈالا گیا۔ تَحْمِیل سے ماضی جمع مذکر غائب مجہول۔
حَمُوْلَۃ :- باربردار جانور حَمْل سے مبالغہ واحد
حَمِئَۃ :- کیچڑ والا۔ حَمْأ سے صیغہ صفت مشبہ۔
حَمِیَّۃ :- غیرت۔ پچ۔ ضد۔ حمیت۔
حَمِیْد :- سراہا ہوا۔ تعریف کیا ہوا۔ تعریف کے لائق۔ حَمْد سے فَعِیْل بمعنی مفعول۔
حَمِیْر :- گدھے۔ حِمَار کا اسم جمع ہے۔
حَمِیْم :- گہرا دوست۔ سخت گرم پانی حَمَم سے صفت مشبہ واحد مذکر۔
خَنَاجِر :- گلے۔ نرخرے۔ واحد خَنْجَرَۃ۔
حَنَان :- شفقت۔ مہربانی۔ رحمت۔ باب ضَرَب سے مصدر۔
حِنْث :- گناہ۔ قسم توڑنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔
حِنْطَۃ :- گیہوں۔
حُنَفَاء :- مسلمان لوگ۔ اللہ کی طرف رُخ کرنے والے۔ واحد حَنِیْف۔
حَنِیْذ :- تلا ہوا۔ بھونا ہوا۔ حَنْذ سے فَعِیْل سے بمعنی مفعول۔
حَنِیْف :- سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار۔ سب کی طرف سے کٹکر خدا کا ہو جانیوالا۔ حَنَف سے صفت مشبہ۔ امام راغب فرماتے ہیں :- "حَنَف" کے معنے ہیں "راہ راست کو چھوڑ کر ادھر اُدھر بھٹک جانا"۔ اور حَنَف کے معنے ہیں "ہر گمراہی کو چھوڑ کر راہ راست کو اختیار کرنا" اساس میں ہے۔ حَنِیْف وہ ہے جو ہر باطل مذہب سے روگرداں ہو جائے۔ علامہ رشید رضا لکھتے ہیں "کسی غلط راستہ سے روگرداں ہو جانیوالیکو حَنِیْف نہیں کہتے۔ بلکہ حَنِیْف اُسے کہینگے جو اس راہ کج سے منہ پھیر کر سیدھے راستہ پر آئے۔ جس پر ساری دنیا چل رہی ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ

وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کو اسی لئے اس
وصف سے موصوف کیا گیا کہ ان کے زمانہ میں
ساری دنیا کفر کے راستے پر دوڑ رہی تھی مگر
انھوں نے سب سے یہانتک کہ اپنے قریب ترین
عزیزوں سے علیحدہ ہو کر۔ راہِ حق کو اختیار
کیا۔ اور ہر قسم کی ترغیب و ترہیب کے باوجود اس
پر ثابت قدم رہے۔" (تفسیر المنار ج ۱)

شریعتِ محمدیہ چونکہ اُصول دین توحید و
رسالت و بعث و جزا کے علاوہ ان کلیاتِ
دین میں بھی جن سے شریعت کے احکام جزئیہ
مستنبط ہوتے ہیں۔ شریعتِ ابراہیمیہ کیموافق
ہے۔ اسلئے اُسے "مِلّۃِ ابراھیمیہ" اور
"حَنِیْفِیّۃ" کہا گیا۔

ایک حدیث میں رسولِ اکرم صلعم نے فرمایا:۔
ترکتُ فیکم الحنیفیّۃَ البَیْضَاءَ السَّمحۃَ
لیلُھا کنھارِھا (میں تمہارے درمیان ملتِ
حنیفیہ کو چھوڑ رہا ہوں جو سپید اور سہل ہے
اس کی رات بھی دن کیطرح روشن ہے) یہاں
حَنِیفِیّۃ کی صفتِ بَیْضَاء (سپید) غالباً
اِسی لئے لائی گئی کہ جس طرح سپید رنگ اصل
رنگ ہے۔ اور اس میں کسی اور رنگ کی ملاوٹ
نہیں ہوتی۔ بر خلاف دوسرے رنگوں کے
کہ وہ سپیدی پر طاری کئے جاتے ہیں۔ نیز
ایک میں دوسرے کی آمیزش ہوتی ہے۔ اسی
طرح مِلّۃ حَنِیفِیّۃ بھی فطرتِ انسانی کا اصل مذہب
ہے۔ اسکی شاہراہ تمام باطل کی پگڈنڈیوں سے
علیحدہ اور ممتاز ہے۔ واللہ اعلم۔

حُنَیْن:۔ ایک مقام جو مکہ اور طائف کے
درمیان ہے۔ شوال ۸ھ میں قبیلہ ہوازن سے
یہاں خوں ریز جنگ ہوئی تھی۔ جس میں غرورِ
کثرت کی وجہ سے ابتداءً مسلمانوں کے پاؤں
اُکھڑ گئے تھے۔ مگر آخر کار انہیں فتح کامل
حاصل ہوئی۔

حَوَارِیُّوْنَ:۔ مخلص۔ ساتھی۔ سفید پوش۔
دھوبی۔ واحد حَوَارِیّ۔

حَوَارِیّ۔ حَوَر سے بنایا گیا ہے۔ جس کے معنی
ہیں خالص سپیدی کے۔ حَوَارِیُّون
قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
ان بارہ ۱۲ ساتھیوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے
جنھوں نے سب سے پہلے ان کی دینی دعوت
قبول کی۔

ان کو حواری کیوں کہا گیا؟ اس سلسلہ میں
مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں منجملہ
اُن کے یہ ہیں:۔

(۱) چونکہ اُن کے دل کفر کی آلودگی
اور نفاق کے داغ دھبّوں سے پاک صاف

تھے۔ اس لئے ان کو حواری کہا گیا۔

(۲) یہ لوگوں کے دلوں کو کفر کی آلودگی سے اپنے علمی و دینی فیوض کے ذریعہ پاک کرتے تھے۔ اس لئے ان کو حواری کہا گیا۔

(۳) یہ لوگ امراء و اشراف تھے سپید لباس استعمال کرتے تھے۔ اسلئے حواری کہا گیا۔

(۴) یہ لوگ قوم کے دھوبی تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان سے کہا۔ کپڑے کیا دھوتے ہو میرے پاس آؤ کہ میں تمہیں دل دھونا سکھا دوں۔

قرآن کریم کے اس استعمال کے بعد حواری رفیق و مددگار کے معنی میں استعمال ہونے لگا چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِیٌّ وَحَوَارِیَّ الزُّبَیر

ہر نبی کا کوئی رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ [illegible]

[illegible]

حُوْر :- جنت کی عورتیں۔ حوریں۔ واحد حَوْراء

حَوْراء وہ حسین عورت کہلاتی ہے جس کی آنکھ کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی بہت سیاہ ہو۔

حَوْل :- پھرنا۔ بدلنا تغیر تبدل۔ حَوْل کا اسم مصدر۔

حَوْل :- برس۔ گرداگرد۔

حَوْلَیْنِ :- دو برس۔ حَوْل کا تثنیہ بحالتِ نصبی و جری۔

حَیّ :- زندہ۔ باقی۔ جمع اَحْیَاء۔

حَیِیَ :- وہ زندہ رہا۔ حیوٰۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَیٰوۃ :- زندگی۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

حَیَّۃ :- سانپ۔ جمع حَیَّات۔

حِیْتَان :- مچھلیاں۔ واحد حُوْت۔

حَیْثُ :- جہاں۔ جس جگہ (ظرفِ مکان)

حَیْثُمَا :- جس جگہ۔ (اسم ظرف متضمن بمعنی شرط)۔

حَیْرَان :- پریشان۔ بہکا ہوا۔ جمع حَیَارٰی

حِیْلَ :- حائل کردیا گیا۔ حَوْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

حِیْلَۃ :- تدبیر۔ بہانہ۔ جمع حِیَل۔

حِیْن :- وقت۔ جمع اَحْیَان۔

حِینَئِذٍ :- اُس وقت۔
حَیُّوا :- تم دعا دو۔ سلام کہو۔ تَحِیَّۃٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔
حَیَوَان :- زندگی۔ جینا۔ باب سَمِعَ سے مصدر
حَیُّوا :- انھوں نے سلام کیا۔ تَحِیَّۃٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔
حُیِّیتُم :- تم کو سلام کیا گیا تَحِیَّۃٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

خ

خائِبِین :- ناکام و نامراد لوگ۔ خَیْبَۃٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری واحد خائب۔
خائِضِین :- گھسنے والے۔ بحث کرنے والے۔ خَوْض سے اسم فاعل جمع مذکر واحد خائض
خائِف :- ڈرنے والا۔ خَوْف سے اسم فاعل واحد مذکر۔
خائِفِین :- ڈرنے والے۔ خائف کی جمع بحالت نصبی وجری۔
خَائِنَۃ :- خیانت۔ دغا۔ باب نصر سے مصدر
خَائِنِین :- خیانت کرنے والے۔ خِیَانَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصبی وجری واحد۔ خائن۔

خَابَ :- وہ نامراد ہوا۔ خَیْبَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
خَاتَم :- (بفتح التاء) مہر (بکسر التاء) مہر۔ ختم کرنے والا۔ رسولِ اکرم صلعم کو قرآنِ کریم میں خَاتَمُ النَّبِیِّیْن اسی لئے کہا گیا کہ آپ کی تشریف آوری سے سلسلۂ نبوت پر مُہر لگ گئی۔ اب کسی کو یہ منصب کسی حیثیت سے نہ ملے گا۔ آپ نے اس سلسلہ کو ختم کردیا امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-
وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ لِاَنَّہٗ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ اَی تَمَّمَھَا بِمَجِیْئِہٖ (اور خاتم النبیین اس لئے کہا گیا کہ آپ نے تشریف لاکر نبوت کو ختم کردیا)۔
رہا حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آخر زمانہ میں نزول (جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے) تو وہ بحیثیت نبی کے نہ ہوگا۔ بلکہ حضور کے ایک امتی کی حیثیت سے ہوگا وہ آپ ہی کے دین کی تبلیغ واشاعت فرمائیں گے۔
خَادِع :- دھوکا دینے والا۔ خَدْع سے اسم فاعل واحد مذکر
خَارِج :- نکلنے والا خُرُوْج سے اسم فاعل واحد مذکر۔
خَارِجِیْن :- نکلنے والے۔ خَارِج کی جمع۔

بحالتِ نصبی وجری۔

خَازِنِینَ :۔ جمع کرنے والے۔ خَزن سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصبی وجری) واحد خَازِن۔

خَاسِئِینَ :۔ دھتکار کھانے والے۔ خوار وذلیل لوگ۔ خَاسِئ کی جمع بحالتِ نصبی وجری

خَاسِئ :۔ دھتکارا ہوا۔ ذلیل وخوار۔ خَسأ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

خَاسِرَۃ :۔ نقصان والی۔ گھاٹے والی خُسر سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَاسِرُوْنَ :۔ نقصان پانے والے۔ خُسر سے اسم فاعل جمع مذکر واحد خاسِر۔

خَاشِع :۔ عاجزی کرنے والا۔ خُشُوع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

خَاشِعَات :۔ عاجزی کرنے والی عورتیں خُشُوع سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد خَاشِعَہ۔

خَاشِعَۃ :۔ پست۔ جھکی ہوئی۔ خُشُوع سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَاشِعُوْنَ :۔ عاجزی کرنے والے۔ خُشُوع سے اسم فاعل جمع مذکر۔

خَاصَّۃ :۔ خاصکر۔ چن کر۔ خُصُوص سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَاضِعِیْنَ :۔ جھکنے والے۔ خُضُوع سے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی واحد۔ خَاضِع۔

خَاضُوْا :۔ وہ گھسے۔ انھوں نے بحث کی۔ خَوض سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خَاطِئَۃ :۔ گناہ۔ گناہگار۔ پہلے معنے میں مصدر اور دوسرے میں خَطَأ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ دیکھو خَطأ۔

خَاطِئُوْنَ :۔ گنہگار لوگ۔ واحد۔ خَاطِئ۔

خَاطَبَ :۔ اس نے بات کی۔ مُخَاطَبَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَافَ :۔ وہ ڈرا۔ خَوف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَافَتْ :۔ وہ ڈری۔ خَوف سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

خَافِضَۃ :۔ پست کرنے والی۔ خَفض سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَافُوْا :۔ وہ ڈر گئے۔ تم ڈرو۔ خَوف سے ماضی جمع مذکر غائب (بمعنی اول) اور امر جمع مذکر حاضر (بمعنے ثانی)

خَافِیَۃ :۔ چھپنے والی۔ خِفَاء سے اسم فاعل واحد مؤنث :۔

خَال :۔ ماموں۔ جمع اَخْوَال۔

خَالَاتَ:۔ خالائیں۔ واحد خَالَۃ۔

خَالِدٌ:۔ ہمیشہ رہنے والا۔ خُلُوْد سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع خَالِدُوْنَ (بحالت رفعی) اور خَالِدِیْنَ (بحالت نصبی وجری)۔

خَالِدَیْنِ:۔ ہمیشہ رہنے والے۔ خَالِد کا تثنیہ بحالتِ نصبی۔

خَالِصٌ:۔ صاف۔ بے میل۔ خُلُوْص سے اسم فاعل واحد مذکر۔

خَالِصَۃً:۔ نری۔ خالص۔ خُلُوْص سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَالِفِیْنَ:۔ پیچھے رہنے والے۔ خَلْف سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالتِ نصبی وجری)۔ واحد۔ خَالِف۔

خَالِقٌ:۔ پیدا کرنے والا۔ بنانے والا۔ خَلْق سے اسم فاعل واحد مذکر۔

خَالِقُوْنَ:۔ پیدا کرنے والے۔ خَلْق سے اسم فاعل جمع مذکر۔

خَالِیَۃ:۔ گذشتہ۔ گذرنے والی۔ خُلُوّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَامِدُوْنَ:۔ بجھے ہوئے بجھنے والے۔ خُمُوْد سے اسم فاعل جمع مذکر واحد۔ خَامِد۔

خَامِسَۃ:۔ پانچویں۔

خَانَتَا:۔ ان دونوں نے خیانت کی۔ خِیَانَۃ سے ماضی تثنیہ مؤنث غائب۔

خَانُوْا:۔ انھوں نے خیانت کی۔ خِیَانَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خَاوِیَۃ:۔ خالی۔ کھوکھلی۔ ویران۔ خَوَاء سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَبْءٌ:۔ چھپی ہوئی چیز۔ باب فَتَحَ سے مصدر بمعنی مفعول

خَبَائِث:۔ گندے کام۔ واحد خَبِیْثَۃ۔

خَبَال:۔ تباہ کرنا۔ تباہی۔ باب نَصَرَ سے مصدر و اسم مصدر۔

خَبَتْ:۔ وہ بجھی۔ خُبُوّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

خَبُثَ:۔ وہ ناپاک ہوا۔ خُبْث سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَبَرٌ:۔ حال۔ خبر۔ جمع اَخْبَار۔

خُبْرٌ:۔ آگاہی۔ خبرداری۔ سمجھ۔ باب کَرُمَ سے اسم مصدر۔

خُبْزٌ:۔ روٹی۔

خَبِیْثٌ:۔ ناپاک۔ پلید۔ گندی چیز۔ خُبْث سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع خُبُث

خَبِیْثَۃ:۔ گندی۔ ناپاک۔ جمع خَبَائِث

خَبِیْثُوْنَ:۔ گندے۔ خُبْث سے صفت مشبہ جمع مذکر بحالتِ رفعی۔

خَبِیْر:۔ دانا۔ خبردار۔ خداوند تعالیٰ کا
اسم صفت۔ خُبْر سے صفت مشبہ واحد
مذکر۔

خَتَّار:۔ بڑا [illegible]۔ عہد شکن۔ خَتْر سے
مبالغہ واحد۔

خِتَام:۔ مہر جمانے کا مسالہ۔ خاتمہ۔

خَتَمَ:۔ اس نے مہر لگائی۔ خَتْم سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

خَدّ:۔ گال۔ رخسار۔ جمع خدود۔

خُذْ:۔ تو پکڑ۔ تو لے۔ اَخْذ سے امر واحد
مذکر حاضر۔

خُذُوْا:۔ تم لو۔ تم پکڑو۔ اَخْذ سے امر
جمع مذکر حاضر۔

خَذُوْل:۔ مصیبت میں تنہا چھوڑنے والا
خُذْلان سے مبالغہ واحد۔

خَرَّ:۔ وہ گر پڑا۔ خُرُوْر سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

خَرَاب:۔ ویران ہونا۔ ویرانی۔ اجڑنا۔
باب سَمِعَ سے مصدر۔

خَرَاج:۔ رزق۔ مال۔ ہر چیز جو زمین وغیرہ
سے نکلے۔ خَراج اور خَرج کہلاتی ہے۔

خَرَّاصُوْنَ:۔ اٹکل دوڑانے والے۔ تخمینہ
کرنے والے۔ خَرْص سے مبالغہ جمع مذکر۔

خُرُوْج:۔ [illegible]

خَرَجَ:۔ وہ نکلا۔ خُرُوْج سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

خَرَجْتَ:۔ تو نکلا۔ خُرُوْج سے ماضی واحد
مذکر حاضر۔

خَرَجْتُمْ:۔ تم نکلے۔ خُرُوْج سے ماضی جمع
مذکر حاضر۔

خَرَجْنَ:۔ وہ نکلیں۔ خُرُوْج سے ماضی جمع
مؤنث غائب۔

خَرَجْنَا:۔ ہم نکلے۔ خُرُوْج سے ماضی جمع متکلم

خَرَجُوْا:۔ وہ نکلے۔ خُرُوْج سے ماضی جمع مذکر
غائب۔

خَرْدَل:۔ رائی۔ واحد۔ خَرْدَلَۃ۔

خُرْطُوْم:۔ سونڈ۔ جمع خَرَاطِیْم (قرآن کریم
میں تحقیراً اس لفظ کو کافر کی ناک کے لئے
بطور استعارہ استعمال فرمایا گیا ہے)۔

خَرَقَ:۔ اس نے پھاڑا۔ خَرْق سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

خَرَقْتَ:۔ تو نے پھاڑا۔ خَرْق سے ماضی واحد
مذکر حاضر۔

خَرَقُوْا:۔ انھوں نے گھڑا۔ انھوں نے تراشا۔
خَرْق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خَرُّوْا:۔ وہ گر پڑے۔ خُرُوْر سے ماضی جمع

مذکر غائب۔

خُرُوج :۔ نکلنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

خَزَائِن :۔ خزانے۔ دفینے۔ واحد خِزَانَۃ

خَزَنَۃ :۔ نگہبان۔ چوکیدار۔ واحد خَازِن

خِزْی :۔ ذلت۔ رسوائی۔ باب سَمِعَ سے مصدر

خَسَار :۔ ٹوٹا۔ نقصان۔ زیاں۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

خُسْر :۔ ٹوٹا۔ زیاں کاری۔ نقصان۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

خَسِرَ :۔ وہ نقصان میں پڑا۔ خُسْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خُسْرَان :۔ ٹوٹا۔ نقصان۔ باب سَمِعَ سے مصدر

خَسِرُوا :۔ انھوں نے ٹوٹا پایا۔ خُسْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خَسَفَ :۔ چاند گہن میں آیا (بلا صلہ) دھنسا دیا (بصلۂ با) خُسُوف سے (بمعنی اول) اور خَسْف سے (بمعنی ثانی) ماضی واحد مذکر غائب

خَسَفْنَا :۔ ہم نے دھنسا دیا (بصلۂ با) خَسْف سے ماضی جمع متکلم۔

خُشُب :۔ لکڑیاں۔ واحد خَشَب۔

خُشَّع :۔ عاجزی کرنے والے۔ واحد خَاشِع

خَشَعَتْ :۔ عاجز ہوگی۔ دب گئی خُشُوع سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

خُشُوع :۔ عاجزی۔ فروتنی۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

خَشِیَ :۔ وہ ڈرا۔ خَشْیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَشِیْتُ :۔ میں ڈرا۔ خَشْیَۃ سے ماضی واحد متکلم۔

خَشْیَۃ :۔ ڈر۔ خوف۔ ہیبت۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔ خَشْیَۃ اس خوف کو کہتے ہیں جسکے ساتھ تعظیم ملی ہوئی ہو۔ یہ اسوقت ہو سکتا ہے کہ جس سے ڈرا جائے اسکی عظمت کا علم ہو اسی لئے فرمایا گیا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ (اللہ تعالیٰ سے اسکے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں)۔

خَشِیْنَا :۔ ہم ڈرے۔ خَشْیَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

خَصَاصَۃ :۔ بھوک۔ محتاجی۔ فاقہ۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

خِصَام :۔ جھگڑا کرنا۔ جھگڑا کرنیوالے پہلے معنی میں باب مفاعلہ سے مصدر۔ اور دوسرے میں خَصِیْم کی جمع۔

خَصْم :۔ مدعی۔ دشمن۔ جھگڑنیوالا۔ جمع خُصُوم

خَصِمُوْن :۔ جھگڑالو لوگ۔ واحد خَصِم

خَصِیْم :۔ سخت جھگڑالو۔ جمع خِصَام۔

خُضْتُمْ :۔ تم گھسے۔ تم نے بحث کی۔ خَوْض سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

خُضْر :۔ سبز۔ ہرے۔ واحد اَخْضَر۔

خَضِر :۔ سبز۔ سبزی۔ خُضْرَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر

خطا:- چوک۔ بھول۔ گناہ۔ قصور۔ ج خطایا۔
خطا کے معنی ہیں صحیح مقصد سے ہٹ جانا۔ اس کی کئی
صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) کسی برے کام کا ارادہ
کر کے کیا جائے یہ خطا تام ہے جس پر مواخذہ ہوگا
اس کا مصدر خِطأ اور خِطأۃ استعمال ہوتے ہیں
اور باب سمع سے آتا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے۔
اِنّ قتلھم کان خِطأً کبیراً۔ ان کا قتل
کرنا بڑا گناہ ہے (۲) کسی اچھے کام کا ارادہ
ہو۔ مگر غلطی سے اس کے برخلاف واقع ہو جائے۔
اس کا مصدر باب افعال سے اخطاء آتا ہے۔
رسول اللہ صلعم کے فرمان من اجتہد فاخطأ
فلہ اجر۔ جس عالم نے اجتہاد کیا پھر غلطی کی تو
اسے ایک ثواب ملے گا۔ یہی مراد ہے خطا کا
ہے (۳) کسی اچھے کام کا ارادہ کرے۔ مگر
اتفاقاً اس کے موافق واقع ہو جائے اس فعل
کے صادر ہونے پر تعریف نہیں کی جا سکتی بلکہ
[illegible]
خطا کار:- چوک۔ خطا کرنے والا۔ [illegible]
خطاب:- بات۔ گفتگو۔ باب مفاعلہ کا مصدر
خطایا:- گناہ۔ خطائیں۔ واحد خطیئۃ۔
خَطب:- حال۔ مقصد۔ کام۔ جمع خُطوب۔
خِطبۃ:- پیغام نکاح۔ منگنی۔ نکاح کی بات چیت
خَطِف:- اس نے اچک لیا۔ خَطْف سے ماضی

واحد مذکر غائب۔
خَطفۃ:- اچک لینا۔ باب [illegible] کا مصدر
خُطوات:- قدم۔ واحد خُطوۃ۔ لغت میں
دونوں پاؤں کے درمیان کی مسافت کو
خُطوۃ کہتے ہیں۔
خَطِیئۃ:- خطا۔ قصور۔ ج خطیئات۔ خطیئۃ
اور سیّئۃ (برائی) دونوں کے معنی قریب قریب
ہیں۔ لیکن اکثر خطیئۃ اس برائی کو کہتے ہیں
جو قصداً نہ کیجائے بلکہ ارادہ کسی اور کام کا
ہو اور وہ ارادہ اس برائی کا سبب بنجائے
اب اگر یہ ارادہ بھی برا ہے تو یہ خطا قابل
معافی نہیں۔ مثلاً کسی شخص نے ارادہ کر کے
شراب پی اور نشہ میں کسی کو گالی دی۔ تو
اس گالی پر اس سے مواخذہ ہوگا۔ لیکن اگر
یہ ارادہ بھی [illegible] جو برائی
اتفاقاً [illegible] قابل معافی
ہوگی [illegible] ارادہ ہوگی
بلا ارادہ [illegible]
خِلاف:- [illegible]
خَلَف:- [illegible]
مونث حاضر۔
خطفت:- وہ اچک لی [illegible]
مونث غائب۔

خِفْتُم :- تم ڈرے۔ خوف سے ماضی جمع مذکر حاضر

خَفَّفَ :- اس نے ہلکا کیا۔ تخفیف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَفِیّ :- پوشیدہ۔ چھپی چیز۔ خفاء سے فعیل بمعنی مفعول۔

خُفْیَة :- پوشیدہ ہونا مصدر۔

خَفِیف :- ہلکا۔ سُبک۔ خِفَّة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

خَلَا :- وہ گذرا۔ ہو چکا۔ خُلُوّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَلَائِف :- جانشین۔ نائب۔ واحد خَلِیفَة (دیکھو خلیفہ)

خِلَاف :- ضد۔ اُلٹا۔ مخالفت۔ پیچھا۔ مفاعلہ سے مصدر

خَلَاق :- حصّہ۔ فضیلت۔

خَلَّاق :- پیدا کرنے والا۔ خداوند تعالےٰ کا اسم صفت۔

خِلَال :- دوستی۔ باہمی محبت۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

خَلَتْ :- وہ گذری۔ خُلُوّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

خُلَّة :- دوستی۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

خُلْد :- ہمیشگی۔ دوام بقا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

خَلَصُوا :- وہ اکیلے بیٹھے۔ خُلُوص سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خُلَطَاء :- شریک۔ ساجھی۔ واحد خَلِیط۔

خَلَطُوا :- انھوں نے ملایا۔ مخلوط کیا۔ خلط سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خَلَفَ :- وہ پیچھے آیا۔ جانشین ہوا۔ خِلَافَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَلْف :- نالائق جانشین۔ جمع اَخْلَاف (اور بالفتح۔ خَلَف لائق جانشین کو کہتے ہیں)

خُلَفَاء :- جانشین۔ واحد خَلِیفَة (دیکھو خلیفہ)

خِلْفَة :- یکے بعد دیگرے آنے والے۔ دراصل خَلْف سے مصدر برائے حالت ہے۔ جیسے رُکُوب سے رِکْبَة جُلُوس سے جِلْسَة پس خِلْفَة کے اصل معنی یکے بعد دیگرے آنے کی حالت ہیں۔ آیتِ کریمہ میں اس لفظ کا مضاف ذُو محذوف ہے۔

خَلَفْتُم :- تم نے جانشینی کی۔ خِلَافَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

خُلِّفُوا :- وہ پیچھے چھوڑے گئے۔ تخلیف سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

خَلْق :- پیدائش۔ پیدا کرنا۔ بنانا۔ گھڑنا۔ خَلْق کے اصل معنی ہیں "صحیح اندازہ کرنا"۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو

اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو بغیر نمونہ کے عدم سے وجود میں لانا۔ چنانچہ فرمایا گیا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا) کبھی ایک چیز سے دوسری چیز کو بنانے کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَۃٍ (انسان کو اس نے نطفہ سے بنایا) جب خلق کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو تو کبھی ایک چیز کو دوسری چیز کی صورت میں تبدیل کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا گیا:۔

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ (اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرند کی صورت بناتے تھے) اور کبھی جھوٹ گھڑنے کے لئے جیسے تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا (تم جھوٹ باتیں گھڑتے ہو) اور کبھی اندازہ کرنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ کو اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ اسی معنے کے لحاظ سے کہا گیا۔

(مفردات مختصاً)

خَلَقَ:۔ اس نے بنایا۔ پیدا کیا۔ خَلْق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خُلِقَ:۔ وہ پیدا کیا گیا۔ خَلْق سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

خُلُق:۔ عادت۔ چلن۔ سیرت۔ جمع اَخْلَاق

خَلَقْتَ:۔ تو نے پیدا کیا۔ خَلْق سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

خَلَقْتُ:۔ میں نے پیدا کیا۔ خَلْق سے ماضی واحد متکلم۔

خُلِقَتْ:۔ وہ پیدا کی گئی۔ خَلْق سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

خَلَقْنَا:۔ ہم نے پیدا کیا۔ خَلْق سے ماضی جمع متکلم۔

خَلَقُوْا:۔ انھوں نے پیدا کیا۔ انھوں نے [illegible]ن سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خُلِقُوْا:۔ وہ پیدا کئے گئے۔ خَلْق سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

خَلَوْا:۔ وہ تنہائی میں ہوئے۔ وہ گذرے۔ خَلْوَۃ سے (بمعنی اوّل) اور خُلُوّ سے (بمعنی ثانی) ماضی جمع مذکر غائب۔

خَلُّوْا:۔ تم چھوڑ دو۔ تَخْلِیَۃ سے امر جمع مذکر حاضر

خُلُوْد:۔ ہمیشہ رہنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

خَلِیْفَہ:۔ نائب۔ قائم مقام۔ کسی کے بعد آنے والا۔ جمع خُلَفَاء و خَلَائِف۔ قرآن کریم میں سورۂ بقرہ میں دنیا کی پیدائش کے ذکر میں فرمایا گیا۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

(جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا
میں دُنیا میں خلیفہ بنانا چاہتا ہوں)

یہاں "خلیفہ" سے نوعِ انسانی کو مراد لیا گیا ہے یا خاص آدم علیہ السلام کو۔ اگر نوعِ انسانی کو مراد لیا گیا ہے۔ تو اس کی خلافت کی نوعیت کیا ہے اور اگر آدم علیہ السلام کو مراد لیا گیا ہے۔ تو انکی خلافت کی حیثیت کیا ہے؟ اس پر مفسرین نے طویل بحثیں کی ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ یہاں خلیفہ سے نوع انسانی مراد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسانوں سے پہلے زمین پر ایک دوسری مخلوق آباد تھی۔ جو حیوان ناطق ہی کی ایک قسم تھی۔ اور انسان سے اپنے اعضاء ظاہری و قوائے باطنی میں ملتی جلتی تھی۔ اس مخلوق نے زمین پر فساد مچایا اور خونریزی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا اور انسان کو اسکا قائم مقام بنایا
علامہ عبدہ مصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو آدم علیہ السلام صرف حیوان ناطق کی اس جدید قسم کے ابوالآباء ہیں"

بہرحال اس قول پر خلافۃ سے مراد ہلاک شدہ گروہ۔ حیوان ناطق کی قائم مقامی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی قائم مقامی مگر بعض محققین کی رائے میں اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی خلافت مراد لی جاسکتی ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ:۔

انسان کے علاوہ تمام مخلوقات کو وہ فرشتے ہوں یا جن، حیوانات ہوں یا نباتات اللہ تعالیٰ نے محدود قوتیں دی ہیں۔ جن سے وہ ایک محدود دائرہ میں تصرفات کر سکتی ہیں مگر انسان کو ایک خاص قوۃ عقل عطا فرمائی ہے جس سے اسکے تصرفات کے حدود بے حد وسیع ہو گئی ہیں اس قوت سے کام لیکر اس نے زمین کا سینہ چاک کر دیا ہے۔ ہوا کی گردن پر سوار ہو گیا ہے سمندر کی تہوں کو کھنگال ڈالا ہے۔ بجلی کی لہروں کو تابعِ فرمان بنا لیا ہے اور اب ستاروں پر حملہ آور ہونیکی تیاریاں کر رہا ہے۔ تاہم اگر انسان کو اس قوت کے استعمال کیلئے آزاد چھوڑ دیا جائے، تو یہ انسانیت کے لئے پیام فنا بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ اسلئے خداوند تعالیٰ شانہ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ جنھوں نے قانونِ شریعت کے ذریعہ اس قوت کے استعمال کی حدود متعین فرما دیں۔ اگر انسان نوامیس فطرت سے جن کی پردہ کشائی اس نے عقل کے ذریعہ کی ہے قوانین شریعت کے تحت استفادہ کرے تو وہ نہ صرف انسانیت کو بلکہ کائنات کو امن و سعادت کا گہوارہ بنا سکتا ہے۔

انسان عقلِ انسانی کے ان وسیع تصرفات

اور مخلوقات کی آسودگی وبہبودی میں اپنے
عظیم اختیارات کی بنا پر بے شبہ "خلیفۃ اللہ"
کے خطاب کا مستحق ہے۔

اگر "خلیفہ" سے آیتِ مذکورہ بالا میں آدم علیہ
السلام مراد لئے جائیں تو پھر خلافتِ تشریعی مراد
ہوگی جو خلافت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ یہ درجہ انبیاء
کرام اور ان کے ان مقدس پیروؤں کے ساتھ مخصوص
ہے جو کائنات میں خالقِ کائنات ہی کی حکومت
کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی کے بھیجے ہوئے قانونِ
شریعت کے مطابق دنیا کی نظامِ حکومت کو چلاتے ہیں
"خلیفہ" کے لئے اسلام (خداوند تعالیٰ کی حاکمیت
کو تسلیم کرنے) کے علاوہ عالم عادل اور صاحب
قوت واختیار ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ان
اوصاف کے بغیر وہ خلافتِ الٰہی کے مقصد کو
پورا نہیں کرسکتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام
کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے یٰدَاوٗدُ
اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ
بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى
فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ص ٢) (اے
داؤد ہم نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔
تو تم خدا کی مخلوق پر انصاف کے ساتھ حکومت
کرو اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ تم
شریعتِ الٰہی کے راستہ سے ہٹ جاؤ گے)۔

جہاں کہیں مسلمان استطاعت رکھتے ہوں،
ان پر خلافت کا قائم کرنا بقول حضرت شاہ
ولی اللہ دہلویؒ واجب ہے۔ کیونکہ نظامِ
شریعت کے ایک بہت بڑے حصہ پر (جو
زکوٰۃ خیرات وحدود و قصاص وغیرہ سے متعلق
ہے) اس کے بغیر عمل ممکن نہیں۔ اور یہ مسلمہ
اصول ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب
ہوتا ہے۔ (تفسیر المنار ج ١ و حجۃ اللہ البالغہ
وغیرہما)۔

خَلِیْل:۔ گہرا دوست۔ خُلّۃ سے صفت مشبہ
واحد مذکر جمع اَخِلّاء۔ خُلّۃ یا تو خِلال
(درمیان) سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ یہ وہ محبت
ہے جو دل کے اندر گھس جاتی ہے یا خَلّ سے
کیونکہ ہر خلیل اپنے خلیل کی پریشانی اور خلل
کو دور کرتا ہے۔ یا خَلّ (ریگستان میں راستہ)
سے کیونکہ دونوں دوست دشوار گذار راستے
میں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں۔ یا
خَلّۃ (خصلت) سے کیونکہ دونوں کی خصلتیں
ملتی جلتی ہوتی ہیں۔ روایت ہے کہ ابراہیم
علیہ السلام نے قحط کے زمانہ میں اپنے کسی دوست
سے جو مصر میں رہتا تھا غلہ منگایا۔ دوست نے
حضرت کے غلاموں کو یہ کہہ کر واپس کردیا
کہ ابراہیم تو مہمانوں کو کھلانے کے لئے مانگتے

ہیں۔ اس زمانہ میں اتنا غلہ ہمارے پاس کہاں
کہ ان کے مہمانوں کی ضیافت کا انتظام
کر سکیں۔ اپنے لئے مانگتے تو دے بھی دیتے۔ غلام
واپس لوٹے تو راستہ میں سے انھوں نے سنگریزوں
اور ریت سے بورے بھر لئے تاکہ ابراہیم علیہ
السلام کو دوست کے انکار سے دوسروں کے
سامنے شرمندگی نہ ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کو
جب واقعہ معلوم ہوا تو رنجیدہ ہوئے اور اسی
عالم میں آنکھ لگ گئی۔ حضرت سارہ کو اصل واقعہ
کا علم نہ ہوا تھا۔ وہ سمجھیں کہ بوروں میں اناج
ہے۔ ایک بورے کا منھ کھولا تو باریک میدہ
نکلا۔ انھوں نے اسے نکالکر مہمانوں کے لئے
روٹی پکالی۔ حضرت ابراہیمؑ بیدار ہوئے اور
روٹی کی بو آئی تو بیوی سے پوچھا آٹا کہاں سے
آیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تمہارے مصری دوست
کا بھیجا ہوا آٹا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا
نہیں بلکہ میرے خلیل اللہ عز وجل کا۔ اس پر
اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو خلیل کے لقب سے ملقب
فرمایا۔ (بیضاوی ص۳۰۰)۔

خَمْر:۔ انگوری شراب۔ نشہ آور چیز۔ جمع خُمُور

خُمُر:۔ چادریں۔ اوڑھنیاں۔ دوپٹے۔ واحد خِمار

خُمُس:۔ پانچواں حصہ۔ جمع اَخماس۔

خَمْسَۃ:۔ پانچ (مذکر)

خَمْسِیْنَ:۔ پچاس (بحالت نصبی و جری)۔

خَمْط:۔ کڑوا۔ کسیلا۔ بدمزہ میوہ۔

خَنَازِیْر:۔ سوّر۔ واحد خِنْزِیْر۔

خَنَّاس:۔ چھپنے والا۔ پیچھے ہٹ جانے والا (شیطان)
خُنُوس سے صیغہ مبالغہ واحد۔ شیطان کو
خنّاس اس لئے کہا گیا کہ یہ نگاہ سے اوجھل رہ کر
آدمی کو بہکاتا پھسلاتا ہے۔ لیکن جب آدمی اس
کے دھوکہ سے واقف ہو کر اللہ کو یاد کرتا ہے
تو یہ پیچھے بھاگ جاتا ہے۔

خِنْزِیْر:۔ سوّر۔ جمع خَنَازِیْر۔

خُنَّس:۔ چھپ جانے والے۔ پیچھے ہٹ جانے
والے۔ واحد خانس۔ پارہ عم میں فرمایا گیا ہے
فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ (قسم
ہے ان ستاروں کی جو چلتے چلتے پیچھے ہٹ جاتے
ہیں پھر سیدھے چلنے لگتے ہیں پھر نگاہوں سے
اوجھل ہو جاتے ہیں۔ یہ تینوں اوصاف ان
پانچ ستاروں کے ہیں جنھیں خمسہ متحیرہ کہتے ہیں یعنی
زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ زہرہ۔ عطارد۔ ان ستاروں
کی عجب چال ہے۔ کبھی سیدھے چلتے ہیں اس لحاظ سے
ان کو جوار کہتے ہیں۔ کبھی الٹے چلنے لگتے ہیں اور
جدھر سے چلے تھے لوٹ کر اُدھر ہی آجاتے ہیں۔
اس لحاظ سے ان کو خُنَّس کہتے ہیں اور کبھی غائب
ہو جاتے ہیں یا حرکت منقطع ہو جاتی ہے اس لحاظ سے

ان کو کُنَّس کہتے ہیں۔ ان ستاروں کی یہ ہیر پھیر اس
امر کی دلیل ہے کہ ان کی باگ ڈور کسی قادرِ مطلق
اور حکیم برحق کے ہاتھ میں ہے جو انھیں حسب ضرورت
و مصلحت حرکت دیتا رہتا ہے۔

خُوَار:۔ بچھڑے کی آواز۔ گائے بیل کی آواز۔

خَوَالِف:۔ پیچھے رہنے والیاں۔ واحد خَالِفَة۔

خَوَّان:۔ بڑا دغا باز۔ خیانت کرنے والا خِیَانَة
سے صیغہ مبالغہ واحد

خَوْض:۔ باتیں بنانا۔ بکواس کرنا (بصلہ فی)
باب نَصَرَ سے مصدر۔

خَوْف:۔ ڈر۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

خَوَّلَ:۔ اس نے بخشا۔ عطا فرمایا تَخْوِیْل سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

خَوَّلْنَا:۔ ہم نے عطا فرمایا۔ تَخْوِیْل سے ماضی
جمع متکلم۔

خِیَاط:۔ سوئی۔

خِیَام:۔ ڈیرے۔ خیمے۔ واحد خَیْمَة۔

خِیَانَة:۔ دغا۔ خیانت۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

خَیْبَة:۔ محرومی۔ ناکامی۔ نامرادی۔ باب
ضَرَبَ سے مصدر۔

خَیْر:۔ نیکی۔ بھلائی۔ نیک کام۔ پسندیدہ۔ بہتر۔ مال (پانچویں
معنی میں اسم تفضیل ہے اور اس کی اصل اَخْیَرُ ہے
اور چھٹے معنی میں مجازی اطلاق ہے)۔

خَیْرَات:۔ نیکیاں۔ خوبیاں۔ حسین و خوشرو
عورتیں۔ واحد خَیْرَة۔

خِیَرَة:۔ اختیار۔ اسم مصدر ہے۔

خَیْط:۔ دھاگا۔ ڈورا۔ جمع خُیُوط۔

اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ:۔ سفید دھاگا۔ سفید ڈورا۔
(صبح صادق مراد ہے)۔

اَلْخَیْطُ الْاَسْوَدُ:۔ کالا تاگا۔ کالا ڈورا۔ (یعنی
رات کی تاریکی)۔

خِیْفَة:۔ ڈر۔ رعب۔ خَوْف سے اسم مصدر۔

خَیْل:۔ گھوڑے۔ گھوڑوں پر سوار ہونیوالے
(پہلے معنی میں حقیقت ہے اور واحد کے لفظوں
کے بغیر جمع ہے اور دوسرے معنی میں مجاز ہے)

د

دَائِبَیْنِ:۔ ایک دستور پر چلنے والے۔
دَأَبَ سے اسم فاعل تثنیہ مذکر واحد دَائِب

دَائِرَة:۔ گردش۔ چکر۔ مصیبت۔ شکست
عَافِیَة کے وزن پر باب نَصَرَ سے مصدر او
آخری دو معنے میں مجازاً مستعمل ہوتا ہے۔

دَائِم:۔ ہمیشہ رہنے والا۔ دَوَام سے اس
فاعل واحد مذکر۔

دَائِمُوْنَ:۔ ہمیشہ رہنے والے دائم کی جمع
بحالتِ رفعی۔

ہیں۔ اس زمانہ میں اتنا غلہ ہمارے پاس کہاں
کہ ان کے مہمانوں کی ضیافت کا انتظام
کرسکیں۔ اپنے لئے مانگتے تو دے بھی دیتے۔ غلام
واپس لوٹے تو راستہ میں سے انھوں نے سنگریزوں
اور ریت سے بورے بھر لئے تاکہ ابراہیم علیہ
السلام کو دوست کے انکار سے دوسروں کے
سامنے شرمندگی نہ ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کو
جب واقعہ معلوم ہوا تو رنجیدہ ہوئے اور اسی
عالم میں آنکھ لگ گئی۔ حضرت سارہ کو اصل واقعہ
کا علم نہ ہوا تھا۔ وہ سمجھیں کہ بوروں میں اناج
ہے۔ ایک بورے کا منھ کھولا تو باریک میدہ
نکلا۔ انھوں نے اسے نکالکر مہمانوں کے لئے
روٹی پکالی۔ حضرت ابراہیمؑ بیدار ہوئے اور
روٹی کی بو آئی تو بیوی سے پوچھا آٹا کہاں سے
آیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تمہارے مصری دوست
کا بھیجا ہوا آٹا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا
نہیں بلکہ میرے خلیل اللہ عزوجل کا۔ اس پر
اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو خلیل کے لقب سے ملقب
فرمایا۔ (بیضاوی ص ۲۰۲)۔

خَمر:۔ انگوری شراب۔ نشہ آور چیز۔ جمع خُمور
خُمُر:۔ چادریں۔ اوڑھنیاں۔ دوپٹے۔ واحد خِمار
خُمس:۔ پانچواں حصہ۔ جمع اَخماس۔
خمسۃ:۔ پانچ (مذکر)

خَمسِین:۔ پچاس (بحالتِ نصبی وجری)۔
خَمط:۔ کڑوا۔ کسیلا۔ بدمزہ میوہ۔
خَنازِیر:۔ سوّر۔ واحد خِنزِیر۔
خَنّاس:۔ چھپنے والا۔ پیچھے ہٹ جانے والا (شیطان)
خُنُوس سے صیغہ مبالغہ واحد۔ شیطان کو
خنّاس اس لئے کہا گیا کہ یہ نگاہ سے اوجھل ہوکر
آدمی کو بہکاتا پھسلاتا ہے۔ لیکن جب آدمی اس
کے دھوکہ سے واقف ہوکر اللہ کو یاد کرتا ہے
تو یہ پیچھے بھاگ جاتا ہے۔

خِنزِیر:۔ سوّر۔ جمع خَنازِیر۔

خُنَّس:۔ چھپ جانے والے۔ پیچھے ہٹ جانے
والے۔ واحد خانس۔ پارۂ عم میں فرمایا گیا ہے
فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (قسم
ہے ان ستاروں کی جو چلتے چلتے پیچھے ہٹ جاتے
ہیں، پھر سیدھے چلنے لگتے ہیں، پھر نگاہوں سے
اوجھل ہوجاتے ہیں۔ یہ تینوں اوصاف ان
پانچ ستاروں کے ہیں جنھیں خمسہ متحیرہ کہتے ہیں یعنی
زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد۔ ان ستاروں
کی عجب چال ہے۔ کبھی سیدھے چلتے ہیں اس لحاظ سے
ان کو جوار کہتے ہیں۔ کبھی الٹے چلنے لگتے ہیں اور
جدھر سے چلے تھے لوٹ کر ادھر ہی آجاتے ہیں۔
اس لحاظ سے ان کو خُنَّس کہتے ہیں اور کبھی غائب
ہوجاتے ہیں یا حرکت منقطع ہوجاتی ہے اس لحاظ سے

ان کو کُنَّس کہتے ہیں۔ ان ستاروں کی یہ ہیر پھیر اس امر کی دلیل ہے کہ ان کی باگ ڈور کسی قادرِ مطلق اور حکیم برحق کے ہاتھ میں ہے جو انھیں حسب ضرورت و مصلحت حرکت دیتا رہتا ہے۔

خُوَار :۔ بچھڑے کی آواز۔ گائے بیل کی آواز۔

خَوَالِف :۔ پیچھے رہنے والیاں۔ واحد خَالِفَة۔

خَوَّان :۔ بڑا دغاباز۔ خیانت کرنے والا۔ خِیَانَة سے صیغہ مبالغہ واحد

خَوْض :۔ باتیں بنانا۔ بکواس کرنا (بصلہ فی) باب نَصَرَ سے مصدر۔

خَوْف :۔ ڈر۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

خَوَّلَ :۔ اس نے بخشا۔ عطا فرمایا۔ تَخْوِیل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَوَّلْنَا :۔ ہم نے عطا فرمایا۔ تَخْوِیل سے ماضی جمع متکلم۔

خِیَاط :۔ سوئی۔

خِیَام :۔ ڈیرے۔ خیمے۔ واحد خَیْمَة۔

خِیَانَة :۔ دغا۔ خیانت۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

خَیْبَة :۔ محرومی۔ ناکامی۔ نامرادی۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

خَیْر :۔ نیکی۔ بھلائی۔ نیک کام۔ پسندیدہ۔ بہتر۔ مال (پانچویں معنی میں اسم تفضیل ہے اور اس کی اصل اَخْیَر ہے اور چھٹے معنی میں مجازی اطلاق ہے)۔

خَیْرَات :۔ نیکیاں۔ خوبیاں۔ حسین و خوشرو عورتیں۔ واحد خَیْرَة۔

خِیَرَة :۔ اختیار۔ اسم مصدر ہے۔

خَیْط :۔ دھاگا۔ ڈورا۔ جمع خُیُوط۔

اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ :۔ سفید دھاگا۔ سفید ڈورا۔ (صبح صادق مراد ہے)۔

اَلْخَیْطُ الْاَسْوَدُ :۔ کالا تاگا۔ کالا ڈورا۔ (یعنی رات کی تاریکی)۔

خِیْفَة :۔ ڈر۔ رعب۔ خَوْف سے اسم مصدر۔

خَیْل :۔ گھوڑے۔ گھوڑوں پر سوار ہونیوالے (پہلے معنی میں حقیقت ہے اور واحد کی لفظوں کے بغیر جمع ہے اور دوسرے معنی میں مجاز ہے)

د

دَائِبَیْنِ :۔ ایک دستور پر چلنے والے۔ دَأَب سے اسم فاعل تثنیہ مذکر واحد دَائِب

دَائِرَة :۔ گردش۔ چکر۔ مصیبت۔ شکست۔ عَافِیَة کے وزن پر باب نَصَرَ سے مصدر اور آخری دو معنے میں مجازاً مستعمل ہوتا ہے۔

دَائِم :۔ ہمیشہ رہنے والا۔ دَوَام سے اسم فاعل واحد مذکر۔

دَائِمُوْنَ :۔ ہمیشہ رہنے والے دائم کی جمع بحالتِ رفعی۔

داؤدؑ:- بنی اسرائیل کے مشہور اور جلیل القدر نبی اور بادشاہ تھے۔

حضرت شموئیل علیہ السلام کے زمانہ میں جب جالوت نے بنی اسرائیل کو قتل و غارت کیا تو انھوں نے طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا کر جالوت کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔ طالوت کی فوج میں حضرت داؤد علیہ السلام اور اور ان کے چھ بھائی بھی تھے۔ پرانے زمانے کے قاعدہ کے مطابق جالوت نے طالوت کے لشکر میں سے ممتاز بہادروں کو مبارزت (مقابلہ) کے لئے بلایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام میدان میں نکلے۔ آپ نے تین پتھر فلاخن میں رکھ کر مارے۔ جالوت سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ صرف ماتھا کھلا تھا۔ پتھر وہیں جا کر لگے اور اس کا کام تمام ہو گیا۔ حضرت داؤد کی یہ بہادری دیکھ کر طالوت نے ان کو اپنا داماد بنا لیا۔ اور اس کے بعد یہی بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے۔ حضرت داؤد کی حکومت شام و عراق فلسطین اور شرق اردن کے تمام علاقوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ اور خداوند تعالےٰ نے نبوت کے خلعت سے بھی سرفراز کیا تھا۔

حضرت داؤد پر اللہ تعالیٰ نے زبور اتاری تھی۔ آپ اس کو ایسی خوش آوازی کے ساتھ تلاوت کرتے تھے کہ پرندے اور ارد گرد کے پہاڑ آپ کے ہمنوا ہو جاتے تھے اور آپ کے ساتھ مل کر خدا کی تسبیح و تحمید کے ترانے گاتے تھے۔ (دیکھو تسبیح)

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ (انبیاء)

(اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا ہے کہ وہ داؤد کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھتے ہیں۔ اور ہم ایسا کر سکتے ہیں) باوجود بادشاہ ہونے کے آپ محنت مشقت کر کے کھانا پسند کرتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو زرہ سازی کی صنعت میں کمال عطا فرمایا تھا لوہا آپ کے ہاتھ میں موم کر دیا گیا تھا جس طرح چاہتے اسے موڑ کر فراخ اور کشادہ زرہیں جن کے حلقے اور کڑیاں موزوں و متناسب ہوتیں تیار کر لیتے تھے۔ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ (اور ہم نے ان کے لئے لوہا نرم کر دیا کہ کشادہ زرہیں بناؤ)۔ پھر باوجود ان مشغلوں کے خداوند تعالےٰ کی عبادت کا حق بھی پورا پورا ادا کرتے تھے۔ رات کا کافی حصہ شب بیداری میں گذارتے تھے۔ اور ایک دن بیچ میں ناغہ کر کے ہر دوسرے دن روزہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم نے

ارشاد فرمایا کہ:-

"سب سے پیارا روزہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے" حضرت سلیمان علیہ السلام آپ ہی کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔ یہودی اور عیسائی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو نبی نہیں، بلکہ بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ توریت (عہدِ عتیق) کے سفر شموئیل وغیرہ میں ان دونوں کے متعلق ایسی روایات ملتی ہیں جو جلالتِ نبوت اور عصمتِ رسالت کے بالکل منافی ہیں۔ ان میں سے بعض روایات بعض غیر محتاط مفسرین نے اپنی تفسیروں میں بھی نقل کردی ہیں۔ منجملہ ان کے نعوذ باللہ آپ کا اوریا کی بیوی پر فریفتہ ہوکر اسے قتل کرا دینے اور پھر اس کی بیوی سے نکاح کر لینے کا واقعہ ہے۔ جسے سورہ ص میں ھَلْ اَتٰکَ نَبَؤُ الْخَصْمِ الآیہ کے تحت بعض مفسرین نے ذکر کردیا ہے چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:- "بعض مفسرین نے یہاں ایک قصہ بیان کیا ہے جس کا بیشتر حصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے حدیث صحیح سے اس باب میں کچھ ثابت نہیں۔"

دَأْب:- عادت۔ رسم۔ دستور۔

دَابَّۃ:- زمین پر رینگنے والا۔ چلنے والا حیوان۔ دَبَّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ سورہ نمل میں وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۝

(ترجمہ) اور جب پڑ چکے گی ان پر بات نکالیں گے ہم ان کے آگے ایک جانور زمین سے جو ان سے باتیں کرے گا۔ اس واسطے کہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہیں کرتے تھے۔

یہاں دابۃ الارض سے کیا مراد ہے؟

حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں:-

"قیامت سے پہلے مکہ کا صفا پہاڑ پھٹے گا۔ اس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور سچے ایمان والوں اور چھپے منکروں (منافقوں) کو نشان دے کر جدا جدا کر دیگا۔"

علامہ عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:-

"بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل آخر زمانہ میں طلوع الشمس من المغرب (مغرب سے سورج نکلنے) کے دن ہوگا۔ قیامت تو نام ہی اس کا ہے کہ عالم کا سب موجودہ نظام درہم و برہم کردیا جائے۔ لہٰذا اس قسم کے خوارق پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ جو قیامت کی علامات قریبہ اور اس کی پیش خیمہ

کے طور پر ظاہر کی جائیں گی۔ شاید دَابّۃُ الْاَرْض کے ذریعہ یہ دکھانا ہو کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مانتے تھے آج وہ ایک جانور کی زبانی ماننی پڑ رہی ہے۔ مگر اس وقت کا ماننا نافع نہیں صرف مکذبین (جھٹلانے والوں) کی تحمیق و تجہیل (ان کی حماقت و جہالت کا ظاہر کرنا) مقصود ہے۔ ماننے کا جو وقت تھا گذر گیا۔

دَابِر :۔ اصل۔ جڑ۔ پچھاڑی۔ دَبْر اور دُبُور سے اسم فاعل واحد مذکر۔

دَاحِضَۃ :۔ ناچیز ہونے والی۔ باطل دُحُوض سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

دَاخِرُوْنَ :۔ ذلیل ہونے والے۔ دُخُور سے اسم فاعل جمع مذکر واحد دَاخِر۔

دَاخِلُوْن :۔ داخل ہونے والے۔ دُخُول سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد دَاخِل۔

دَار :۔ گھر۔ شہر۔ جمع دِیَار۔

دَاعِ :۔ بلانے والا۔ دعا کرنے والا۔ دُعَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع دُعَاۃ۔

دَافِعٌ :۔ ہٹانے والا۔ دَفع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

دَافِق :۔ اچھلنے والا۔ دَفْق سے اسم فاعل واحد مذکر

(۱۲) دَامَتْ :۔ جب تک رہے۔ فعل ناقص ماضی واحد مؤنث غائب۔

(۱۲) دَامُوْا :۔ جب تک رہیں۔ فعل ناقص ماضی جمع مذکر غائب۔

دَانٍ :۔ جھکنے والا۔ نزدیک ہونے والا۔ دُنُوّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

دَانِیَۃ :۔ جھکنے والی۔ نزدیک ہونے والی۔ دُنُوّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

دُبُر :۔ پیٹھ۔ پشت۔ جمع اَدْبَار۔

دَحَا :۔ اس نے ہموار کیا۔ پھیلایا۔ دَحْو سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دُحُوْر :۔ ہانکنا۔ بھگانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

دُخَان :۔ دھواں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ دو جگہ آیا ہے۔ ایک سورۂ حٰمٓ میں ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ وَهِیَ دُخَانٌ (پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ دھواں تھا) اس جگہ دُخَان سے مراد آسمان کا مادّہ ہے جس کی شکل دھوئیں کی ہو گی۔

دوسری جگہ سورۂ دُخَان میں ہے:۔

فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ یَّغْشَی النَّاسَ (تو انتظار کر اس دن کا جب آسمان میں دھواں ہی دھواں پھیل جائے گا۔ جو لوگوں پر چھا جائے گا)۔

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:۔

دھوئیں سے یہاں کیا مراد ہے۔ اس میں

سلف کے دو قول ہیں - ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں کہ قیامت کے قریب ایک دھواں اُٹھے گا جو تمام لوگوں کو گھیرے گا - نیک آدمی کو اس کا اثر خفیف پہنچے گا - جس سے زکام سا ہو جائے گا - اور کافر و منافق کے دماغ میں گھس کر بے ہوش کر دے گا - وہی یہاں مراد ہے - شاید یہ دھواں وہی آسمانوں کا مادہ ہو گا جس کا ذکر ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ میں ہوا ہے گویا آسمان تحلیل ہو کر اپنی پہلی حالت کی طرف عود کرنے لگیں گے اور یہ اس کی ابتدا ہو گی اور ابن مسعودؓ زور شور کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد وہ دھواں نہیں ہے جو علاماتِ قیامت میں سے ہے - بلکہ قریش کے تمرد وطغیان (سرکشی و نافرمانی) سے تنگ آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ ان پر بھی سات سال کا قحط مسلط کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر مسلط ہوا تھا - چنانچہ قحط پڑا جس میں مکہ والوں کو مردار اور چمڑے ہڈیاں کھانے کی نوبت آ گئی - اور قاعدہ ہے کہ شدت کی بھوک اور مسلسل خشک سالی کے زمانہ میں جو یعنی آسمان و زمین کے درمیان دھواں سا آنکھوں کے سامنے نظر آیا کرتا ہے اور ویسے بھی مدت دراز تک بارش بند رہنے سے گرد و غبار وغیرہ چڑھ کر آسمان پر دھواں سا معلوم ہونے لگتا ہے اسکو یہاں دُخَان سے تعبیر فرمایا ہے۔"

(فوائد القرآن از علامہ عثمانیؒ)

دَخَلَ :- وہ داخل ہوا - دُخُول سے ماضی واحد مذکر غائب -

دَخَلٌ :- بہانہ - مکر -

دَخَلَتْ :- وہ داخل ہوئی - دُخُول سے ماضی واحد مؤنث غائب -

دَخَلْتَ :- تو داخل ہوا - دُخُول سے ماضی واحد مذکر حاضر -

دَخَلْتُ :- میں داخل ہوا - دُخُول سے ماضی واحد متکلم -

دُخِلَتْ :- داخل کیا گیا اس میں (یعنی مدینہ میں)، دُخُول سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب - اس فعل مجہول میں ضمیر "هي" نائب مفعول فیہ ہے اور فعل کا فاعل محذوف ہے یعنی جنودِ قریش جیسے دُخِلَ الْبَلَدُ (شہر میں داخل کیا گیا) پس گویا کہ تقدیر عبارت وَلَوْ دَخَلَتْ تِلْكَ الْجُنُوْدُ الْمَدِيْنَةَ (اگر وہ فوجیں مدینہ میں داخل ہو جاتیں) ہے - جیسے دَخَلْتُ الْبَلَدَ (میں شہر میں داخل ہوا) (ش ا)

دَخَلتُمُ :- تم نے جماع کیا۔ (بصلہ با) دُخُول سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

دَخَلُوا :- وہ داخل ہوئے۔ دُخُول سے ماضی جمع مذکر غائب۔

دُخُول :- داخل ہونا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

دِرَاسَة :- پڑھنا پڑھانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

دَرَاهِم :- چاندی کے سکے۔ واحد دِرْهَم ایک درہم تقریباً چار آنہ کی برابر ہوتا ہے۔

دَرَجَات :- درجے۔ مرتبے۔ واحد دَرَجَة

دَرَجَة :- مرتبہ۔ پایہ۔ رتبہ (دیکھو دَرَكٌ)

دَرَسْتَ :- تو نے پڑھا۔ دِرَاسَة سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

دَرَسُوا :- انھوں نے پڑھا۔ دِرَاسَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

دَرَك :- انجام بد۔ برا نتیجہ۔

دَرَكٌ :- طبقہ۔ واحد دَرَكَة۔ جمع دَرَكَات۔ دراصل دَرَجَة سیڑھی کے بالائی پایہ اور دَرَكَة اس کے زیریں پایہ کو کہتے ہیں۔ پس دَرَجَة کے اطلاق میں بلندی اور دَرَكَة کے اطلاق میں پستی کا مفہوم ہوتا ہے۔ (ش ا)

دُرِّیٌّ :- درخشندہ۔ تابندہ۔ چمکنے والا۔ (منسوب ہے دُرّ (موتی) کی طرف) جمع دَرَارِی

دَسّٰى :- اس نے خاک میں ملا دیا۔ گاڑ دیا۔ تَدْسِيَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دُسُر :- میخیں۔ کیلیں۔ واحد دِسَار۔

دَعْ :- تو چھوڑ۔ وَدْع سے امر واحد مذکر حاضر۔ اس مصدر سے اکثر مضارع اور اس کے مشتقات ہی مستعمل ہوتے ہیں۔

دَعٌّ :- دھکیلنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

دَعَا :- اس نے بلایا۔ پکارا۔ دُعَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دُعَاء :- پکار۔ مانگنا۔ بلانا۔ پکارنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر و اسم۔

دُعَاءِ :- میری دعا۔ اصل میں دُعَاءِی تھا آخر سے یائے متکلم حذف ہو گئی۔

دَعَوَا :- انھوں نے بلایا۔ دُعَاء سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

دُعُوا :- انھیں بلایا گیا۔ وہ پکارے گئے۔ دُعَاء سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

دَعْوٰى :- دعا۔ پکار۔ باب نَصَرَ سے مصدر

دَعْوَة :- دعا۔ پکار۔ پکارنا۔ بلانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

دَعَوْتُ :- میں نے پکارا۔ بلایا۔ دُعَاء سے

ماضی واحد متکلم۔

دَعَوْتُمْ :۔ تم نے بُلایا۔ تم نے پکارا۔ دُعَاء سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

دُعِیَ :۔ وہ پکارا گیا۔ بلایا گیا۔ دُعَاء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

دُعِیْتُمْ :۔ تم بلائے گئے۔ تم پکارے گئے۔ دُعَاء سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

دِفْءٌ :۔ جاڑے میں پہننے کا لباس۔ جمع اَدْفَاء۔

دَفْعٌ :۔ دور کرنا۔ دفع کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

دَفَعْتُمْ :۔ تم نے دے دیا۔ (لصلہٗ الیٰ) دَفْع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

دَکٌّ :۔ ڈھا کر برابر کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

دُکَّتْ :۔ وہ ریزہ ریزہ کی گئی۔ دَکٌّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

دَکَّۃ :۔ ایک دم ریزہ ریزہ کر دینا۔ باب نَصَرَ سے مصدر برائے مرّہ۔

دُکَّتَا :۔ وہ دو پاش پاش کی گئیں۔ دَکٌّ سے ماضی مجہول تثنیہ مؤنث غائب۔

دَلَّ :۔ اس نے خبر دی۔ دَلَالَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دَلّٰی :۔ اس نے گرا دیا۔ اس نے ڈھلا لیا۔ تَدْلِیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دَلْوٌ :۔ ڈول۔ جمع دِلَاءٌ۔

دُلُوْكٌ :۔ سورج کا ڈھلنا۔ سورج کا غروب ہونا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

دَلِیْلٌ :۔ رہ نما۔ نشانی۔ دَلَالَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر جمع اَدِلَّۃ۔

دَمٌ :۔ خون۔ جمع دِمَاءٌ۔

(ما) دُمْتَ :۔ تو جب تک رہا۔ فعل ناقص ماضی واحد مذکر حاضر۔

(ما) دُمْتُ :۔ میں جب تک رہا فعل ناقص ماضی واحد متکلم۔

(ما) دُمْتُمْ :۔ تم جب تک رہے فعل ناقص۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔

دَمْدَمَ :۔ اس نے ہلاکت ڈال دی (بصلہٗ علیٰ) دَمْدَمَۃ سے ماضی مذکر واحد غائب۔

دَمَّرَ :۔ اس نے تباہ کر دیا۔ اُکھاڑ ڈالا تَدْمِیْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دَمَّرْنَا :۔ ہم نے تباہ کر دیا۔ اُکھاڑ ڈالا۔ تَدْمِیْر سے ماضی جمع متکلم۔

دَمْعٌ :۔ آنسو۔ جمع دُمُوْعٌ۔

دَنَا :۔ وہ نزدیک ہوا۔ دُنُوٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دُنیا :۔ دنیا۔ نزدیکتر۔ ذلیل تر۔ دُنُوّ (بمعنی نزدیکی) اور دَنیٰ (بمعنے ضعف و ذلت) سے اسم تفضیل واحد مؤنث دنیا کو دنیا اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ آخرت کے مقابلہ میں نزدیک بھی ہے۔ اور بے حقیقت بھی۔

دَوَائِر :۔ گردشیں مصیبتیں واحد دَائِرَۃ (دیکھو دائرہ)

دَوَابّ :۔ جانور۔ چوپائے۔ واحد دَابَّۃ۔

دُوْلَۃ :۔ دست گرداں۔ جو چیز ایک ہاتھ سے نکل کر دوسرے ہاتھ میں جاتی رہے۔ مال۔ دولت۔ قرآن کریم میں سورۂ حشر میں فَیْ (وہ مال غنیمت جو دشمنوں سے بغیر لڑے ہاتھ آجائے) میں اللہ، رسول، اہلِ قرابت، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق قائم فرما کر اس کی وجہ یہ بتائی گئی :۔

کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (تاکہ مال تمہارے دولتمندوں ہی کے درمیان ہیر پھیر میں نہ رہ جائے) دراصل اس آیۃ میں اسلام میں دولت کے صحیح مقام کو متعین کر دیا گیا ہے۔

آج کی طرح آغازِ اسلام میں بھی، انسانی سوسائٹی کی اکثریت دو طبقوں میں تقسیم تھی۔ مزدوروں اور مفلسوں کا گروہ جو نانِ شبینہ کا محتاج تھا۔ مالداروں اور ساہوکاروں کی جماعت جو دولت کے انبار جمع کر رہی تھی اور غریبوں کے خون پانی ایک کر کے جمع کئے ہوئے روپے سے گل چھرّے اڑا رہی تھی۔ عشرہ میں طائف، مکہ اور مدینہ ان کے مرکز تھے۔ خصوصاً مدینہ کے یہودی اس درندگی میں اپنی قومی خصوصیات کی بنا پر سب سے آگے تھے۔ اسلام نے اپنے اصلاحی پیغام میں اس غیر متوازن مالی نظام کو درہم و برہم کر کے جو متوازن اور عادلانہ نظام قائم کیا اس کا مقصد یہ قرار دیا کہ دولت جوئے آب کی طرح رواں دواں رہے۔ گڑھے میں گھرے ہوئے پانی کی طرح سڑ کر سوسائٹی کے دماغ کو متعفن نہ کر دے۔ صرف گنے چنے سرمایہ داروں اور ساہوکاروں کی ہمیانیاں ہی اس سے پُر نہ ہوں۔ بلکہ غریبوں اور محتاجوں کے سترِ رمق کا بھی انتظام ہو۔ دولتمندوں ہی کے درمیان ہیر پھیر میں نہ رہ جائے۔ ضرورت مندوں کو بھی اس سے استفادہ کا حق حاصل ہو۔

اس مقصد کے حصول کے لئے جو اصول بطور طریقہ کار کے تجویز کیے ان کا ملخص یہ ہے :۔

(۱) مال کو فتنہ اور آزمائش قرار دیا۔

کہ کون اسے مصارفِ خیر میں صرف کرکے نعمتِ
خداوندی کا شکر ادا کرتا ہے اور کون اس سے
روگردانی کرکے کفرانِ نعمت کا مرتکب ہوتا
ہے۔ لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ
۳/۱۸۶) ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ
لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ ۲۷/۴۰ ۔)

(۲) "بخل" کو سخت مذموم قرار دیا۔ اور
بتایا کہ بخیلوں کا مال قیامت کے دن ان کے
گلوں میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔
(وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ
بِمَاۤ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ
خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ
سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ
الْقِیٰمَۃِ ۳/۱۸۰)

(۳) سونے اور چاندی کو دبا کر رکھنے والوں
کو عذابِ الیم کی دھمکی دی گئی۔
(وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ
وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۹/۳۴)

(۴) اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کو
اور اپنی خواہشوں کو نظر انداز کرکے عزیزوں،
غیروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں
اور غلاموں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کو اصل
نیکی قرار دیا گیا۔ اور اس کا درجہ ایمان باللہ
والرسل کے بعد قرار دیا گیا۔
(لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ الآیہ ۲/۱۷۷)

(۵) سود اور اس کے متعلقات کو حرام
کیا گیا۔ کیونکہ یہ روپے کی گردش کو روکنے اور
ضرورتمندوں کی امداد سے باز رکھنے کا سب سے
بڑا سبب ہے۔ اور فرمایا گیا کہ سود خوار قیامت
کے دن دیوانوں کی طرح اٹھے گا۔

(۶) ہر مالدار پر سونے چاندی اور مالِ تجارت
میں سالانہ ۱/۴۰ (۲ ۱/۲ فیصد) انکم ٹیکس زکوٰۃ
کی ادائگی فرض قرار دی گئی۔ (یہ امر قابلِ لحاظ
ہے کہ بنکوں کی شرح سود بھی اوسطاً ۲ ۱/۲ فیصد
ہی ہوتی ہے) اسی طرح زرعی پیداوار اور
جانوروں کے ریوڑوں میں لازمی خیرات کا
حصہ مقرر کیا گیا۔ (تفصیل کے لئے کتبِ فقہ
ملاحظہ ہوں۔ نیز لفظ "زکوٰۃ" دیکھیں)۔

(۷) بعض اعمالِ خیر کو نکھارنے اور بعض گناہوں
کے وبال کو دور کرنے کے لئے صدقات واجب
قرار دیئے گئے۔ مثلاً کفارۂ صوم۔ کفارۂ ظہار
اعمالِ حج کے سلسلہ کے کفارات۔ صدقۂ فطر
وغیرہ۔

(۸) مرنے والے کے مال وجائداد کو لازمی طور پر

تقسیم کرنے کے لئے ایسا قانونِ وراثت تجویز کیا گیا کہ بڑی سے بڑی تعلقہ داری اور جاگیر داری بھی دو تین پشتوں کے بعد اپنی موت آپ ختم ہو جائے۔

اسلام کا یہ عادلانہ مالیاتی نظام اگر آج بھی دنیا کے کسی حصّہ میں جاری و ساری ہو جائے تو امریکی اور برطانوی امپیریلزم اور روسی کمیونزم کے درمیان ان دونوں کی حریفانہ کشاکش سے پریشان مخلوقِ خدا کو وہ سیدھا اور صاف راستہ نظر آجائے جو امن و سلامتی و صلح و آشتی و مواخات و محبّت و الفت کی منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔

دُوْنَ:۔ ورے۔ سوائے۔ غیر۔ کم۔

دِھَاق:۔ چھلکتا ہوا۔ لبالب بھرا ہوا۔ دَھْق سے فِعَال بمعنی مفعول۔

دِھَان:۔ تیل کا تلچھٹ۔ سُرخ چمڑا۔ تَری۔ جمع اَدْھِنَۃ۔

دَھْر:۔ زمانہ۔ جمع دُھُوْر۔ دَھر اصل میں دنیا کی ابتداء سے اس کی انتہا تک کی مدّت کا نام ہے۔ هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا (کیا انسان پر زمانہ کا کوئی ایسا حصہ بھی آیا ہے جب کہ وہ قابلِ ذکر چیز نہ تھا) پھر دہر یوں کہ بڑی مدّت مراد لی جانے لگی برخلاف لفظ زمان کے کہ اس کا اطلاق تھوڑی اور بہت دنوں مدتوں پر ہوتا ہے اور حدیث میں جو آیا ہے کہ لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ۔ (زمانہ کو بُرا نہ کہو۔ کیونکہ اللہ ہی دہر ہے) تو اسکا مطلب یہ ہے کہ اچھائی برائی خوشی اور غم جو کچھ زمانہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے در اصل اس کا فاعل اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ تو جب تم نے اپنے مزعوم فاعل (دہر) کو بُرا کہا تو در اصل اللہ تعالیٰ کو بُرا کہا۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حدیث میں دوسرا "دہر" مصدر بمعنی فاعل ہے۔ یعنی دہر کو بُرا نہ کہو۔ کیونکہ اللہ ہی داہر (زمانہ کو الٹنے پلٹنے والا اور اس میں تصرفات کرنے والا ہے۔ اور قرآن کریم میں جو مشرکین عرب کا قول نقل کیا گیا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (اور ہمیں زمانہ ہی مارتا ہے) تو یہاں زمانہ مراد ہے۔ یعنی جیسے بارش ہونے پر سبزہ زمین سے اُگتا ہے پھر دھوپ کی تپش سے خشک ہو کر مرجھا جاتا ہے۔ یہی آدمی کا حال ہے کہ زمانہ کا چکر اسے پیدا کرتا ہے اور پھر مار دیتا ہے۔ (مفردات امام راغب اصفہانی بہ تغییر یسیر)۔

دُھن:۔ تیل۔ چکنائی۔ جمع اَدْھَان۔

دِیَار:۔ شہر۔ بستیاں۔ گھر۔ واحد۔ دار۔

دَیَّار:۔ رہنے والا۔ بسنے والا۔

دِیَة:۔ خوں بہا۔ جمع دِیَات۔ اس کی نقد مقدار حنفیہ کے نزدیک تقریباً دو ہزار ساتسو چالیس روپے ہیں۔ یہ روپیہ قاتل کی برادری کو ادا کرنا ہوتا ہے۔

دَیْن:۔ اُدھار۔ قرض۔ جمع دُیُون۔

دِیْن:۔ مذہب۔ جزا۔ بدلہ۔ اطاعت۔ جمع اَدْیَان۔ دِین اصل لغت کے اعتبار سے اطاعت اور جزا کے معنی میں ہے۔ پھر بطور استعارہ شریعت کے لئے استعمال ہوا۔ کیونکہ شریعت کی روح اطاعتِ خداوندی ہی ہے۔ قرآنِ کریم میں مختلف مواقع پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (درحقیقت دین جو اللہ کے نزدیک مقبول ہے اسلام ہے) میں شریعت مراد ہے۔ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰہِ (اور انھوں نے اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیا) میں اطاعت مراد ہے۔ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن (مالک ہے روزِ جزا کا) میں جزا مراد ہے۔

دِیْنَار:۔ ایک سونے کا سکہ جو تقریباً دو روپیہ آٹھ آنہ کے مساوی ہے۔ جمع دَنَانِیْر۔

ذ

ذَا:۔ صاحب۔ والا۔ یہ۔ (پہلے دو معنی میں اسمائے ستہ میں سے ایک اسم معرب ہے اور تیسرے معنی میں اسم اشارہ مبنی برائے واحد مذکر)

ذَاالْکِفْل:۔ ایک پیغمبر علیہ السلام کا نام بحالتِ نصبی۔ قرآن کریم میں ذُوالْکِفْل کا ذکر سورۂ "انبیاء" اور سورہ "ص" میں انبیاء کے تذکرہ کے ضمن میں دو جگہ آیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ بھی صالحین اور اخیار میں تھے۔ اور انھوں نے رحمتِ الٰہی کے آغوش میں جگہ پائی۔ اس سے زیادہ ان کا ذکر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں نہیں ملتا۔

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:۔ ذوالکفل کی نسبت اختلاف ہے کہ نبی تھے جیسا کہ انبیاء کے ذیل میں تذکرہ فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے یا محض ایک مردِ صالح تھے کہتے ہیں ایک شخص کی ضمانت ہو کر کئی برس قید میں رہے اور للہ یہ محنت اٹھائی۔ (تنبیہ) مسند احمد اور جامع ترمذی میں ایک شخص کا قصہ آتا ہے جو پہلے سخت بدکار و فاسق و فاجر تھا۔ بعدہ تائب ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کی بشارت

اسی دنیا میں لوگوں کو سنادی۔ اس کا نام
حدیث میں کِفل آیا ہے۔ بظاہر یہ وہ ذوالکفل
نہیں ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا۔ ہمارے
زمانہ کے بعض مصنفین کا خیال ہے کہ ذوالکفل
وہی ہیں جن کو حزقیل کہا جاتا ہے۔

ذَاالنُّوْنِ :۔ مچھلی والا۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام
جو مچھلی کے پیٹ میں رہتے تھے۔ (دیکھو صاحب الحوت)

ذَائِقَۃ :۔ چکھنے والی۔ ذَوْق سے اسم فاعل واحد
مؤنث۔

ذَائِقُوْنَ :۔ چکھنے والے۔ ذَوْق سے اسم فاعل
جمع مذکر۔

ذِئْب :۔ بھیڑیا۔ جمع ذِئَاب۔

ذَات :۔ والی۔ صاحب۔ ذُوْ کا مؤنث۔

ذَارِیَات :۔ بکھیرنے والیاں۔ پراگندہ کرنے
والیاں۔ ذَرْو سے اسم فاعل جمع مؤنث۔

ذَاقَا :۔ انھوں نے چکھا۔ ذَوْق سے ماضی تثنیہ
مذکر غائب۔

ذَاقَتْ :۔ اس نے چکھا۔ ذَوْق سے ماضی واحد
مؤنث غائب۔

ذَاقُوْا :۔ انھوں نے چکھا۔ ذَوْق سے ماضی جمع
مذکر غائب۔

ذَاکَ :۔ یہ (اسم اشارہ واحد مذکر باضمیر
برائے خطاب واحد مذکر حاضر۔

ذَاکِرَات :۔ یاد کرنے والیاں۔ ذِکْر سے اسم
فاعل جمع مؤنث۔ واحد ذَاکِرَۃ۔

ذَاکِرِیْنَ :۔ یاد کرنے والے۔ ذِکْر سے اسم فاعل
جمع مذکر بحالت نصبی و جری واحد ذاکر۔

ذٰلِکَ :۔ یہ۔ وہ (اسم اشارہ واحد مذکر باضمیر
برائے خطاب واحد مذکر حاضر)۔

ذٰلِکُمَا :۔ یہ وہ (اسم اشارہ واحد مذکر باضمیر
برائے خطاب تثنیہ حاضر)

ذٰلِکُنَّ :۔ یہ۔ یہی (اسم اشارہ واحد مذکر
باضمیر برائے خطاب جمع مؤنث حاضر)۔

ذَانِ :۔ یہ دو۔ اسم اشارہ تثنیہ مذکر بحالت رفعی

ذَانِکَ یہ دو۔ اسم اشارہ تثنیہ مذکر باضمیر
خطاب برائے واحد مذکر حاضر۔

ذَاھِب :۔ جانے والا۔ ذَھَاب سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

ذُبَاب :۔ مکھی۔ جمع اَذِبَّۃ۔

ذِبْح :۔ ذبح کرنے کا جانور۔ قربانی۔

ذُبِحَ :۔ وہ ذبح کیا گیا۔ ذَبْح سے ماضی مجہول
واحد مذکر غائب۔

ذَبَحُوْا :۔ انھوں نے ذبح کیا۔ ذَبْح سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

ذَرْ :۔ تو چھوڑ۔ وَذَر (باب فتح) سے امر
واحد مذکر حاضر۔ اس مادہ سے اس معنی میں

صرف مضارع اور اس کے مشتقات ہی مستعمل ہوتے ہیں۔

ذَرَءَ:۔ اس نے بکھیرا۔ پھیلایا۔ پیدا کیا۔ ذَرْءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ذِرَاعٌ:۔ ہاتھ یعنی انگلیوں سے کہنی تک۔ جمع اَذْرُعٌ۔

ذِرَاعَیْ:۔ دو ہاتھ۔ ذِرَاعٌ کا تثنیہ بحالتِ نصبی ذِرَاعَیْنِ تھا نون اضافت کیوجہ سے ساقط ہو گیا۔

ذَرَأْنَا:۔ ہم نے پیدا کیا۔ ذَرْءٌ سے ماضی جمع متکلم۔

ذَرَّةٌ:۔ ایک سُرخ چیونٹی۔ ریت کا ذرہ۔ جمع ذَرَّات۔

ذَرْعٌ:۔ طاقت۔ گنجائش۔ اصل معنی ناپ۔ پیمائش۔

ذَرُوْا:۔ تم چھوڑ دو۔ وَذْرٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

ذُرِّيَّةٌ:۔ اولاد۔ جمع ذَرَارِی یہ لفظ جمع ہے جس کا کوئی واحد نہیں۔

ذُقْ:۔ تو چکھ۔ ذَوْقٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

ذِکْرٌ:۔ ذکر کے اصل معنی زبان یا دل سے یاد کرنے کے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا۔

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَاءَکُمْ (تم اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اپنے بزرگوں کو یاد کرتے ہو) لیکن یہ لفظ قرآن کریم کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ءَ اُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ مِنْ بَیْنِنَا (کیا اس پر قرآن نازل ہوا ہم میں سے) دوسری آسمانی کتابوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ (تم اہل کتاب سے پوچھو) عزت و شرف کے معنی میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ اِنَّهٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِكَ (یہ عزت ہے تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے) رسول اکرم صلعم کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ اس حیثیت سے کہ کتب سابقہ میں ان کا ذکر ہے یعنی "مذکور" کے معنی ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا (اللہ نے تمہاری طرف رسول بھیجا جس کا ذکر کتب سابقہ میں آچکا ہے) اور نصیحت و پند کے معنی میں بھی کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (البتہ ہم نے آسان کیا قرآن کو نصیحت لینے کے لئے تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا)۔

ذِکریٰ کے معنی بھی ذکر اور نصیحت کے ہیں مگر ذکریٰ میں مبالغہ زیادہ ہے۔ (مفردات ملخصاً)

ذَکَر:۔ نر۔ مذکر جمع ذُکُور۔

ذَکَرَ:۔ اس نے یاد کیا۔ ذِکْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ذُکِرَ:۔ وہ یاد کیا گیا۔ ذِکْر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

ذُکِّرَ:۔ اس کو نصیحت کی گئی۔ تَذْکِیْر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

ذَکِّرْ:۔ تو نصیحت کر۔ تَذْکِیْر سے امر واحد مذکر حاضر۔

ذِکْرٰی:۔ نصیحت۔ موعظت (دیکھو ذِکْر)

ذُکْرَان:۔ مرد۔ مذکر۔ واحد۔ ذَکَر۔

ذَکَرْتَ:۔ تو نے ذکر کیا۔ تو نے یاد کیا۔ ذِکْر سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

ذُکِّرْتُمْ:۔ تم کو نصیحت کی گئی۔ تَذْکِیْر سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

ذَکَرُوْا:۔ انھوں نے یاد کیا۔ ذِکْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

ذُکِّرُوْا:۔ ان کو نصیحت کی گئی۔ تَذْکِیْر سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

ذَکَرَیْنِ:۔ دو نر۔ ذَکَر کا تثنیہ بحالتِ نصبی وجری۔

ذُکُوْر:۔ نر۔ مذکر۔ واحد ذَکَر۔

ذَکَّیْتُمْ:۔ تم نے ذبح کیا۔ تذکیۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

ذُلّ:۔ خواری۔ ذلت۔ تواضع۔ عاجزی باب کَرُمَ سے مصدر۔

ذِلَّۃ:۔ ذلت۔ خواری۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

ذُلُل:۔ فرمانبردار۔ مطیع۔ واحد۔ ذَلُوْل۔

ذُلِّلَتْ:۔ اسکو مسخر کیا گیا۔ اس کو جھکایا گیا۔ تَذْلِیْل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

ذَلُوْل:۔ نرم۔ فرمانبردار۔ مطیع۔ ذُلّ سے مبالغہ واحد جمع ذُلُل۔

ذِمَّۃ:۔ عہد۔ جمع۔ ذِمَم۔

ذَنْب:۔ گناہ۔ جمع ذُنُوْب۔

ذَنُوْب:۔ پانی سے بھرا ہوا ڈول۔ حصہ نصیب

ذُوْ:۔ صاحب۔ والا۔

ذَوَا:۔ والے۔ صاحب۔ ذُو کا تثنیہ بحالتِ رفعی۔

ذَوَاتَا:۔ والیاں ذات کا تثنیہ بحالتِ رفعی۔

ذَوَاتَیْ:۔ والیاں ذات کا تثنیہ بحالتِ نصبی وجری۔

ذُوْقُوْا:۔ تم چکھو۔ ذَوْق سے امر جمع مذکر حاضر۔

ذَوَیْ:۔ والے۔ ذُو کا تثنیہ بحالتِ نصبی وجری۔

ذَوِیْ:۔ والے۔ صاحبان ذُو کی جمع بحالتِ نصبی وجری۔

ذَھَابًا :- لے جانا۔ دور کر دینا بصلہٗ باء، باب فتح سے مصدر۔

ذَھَبٌ :- سونا

ذَھَبَ :- وہ گیا۔ ذَہَاب سے ماضی واحد مذکر غائب

ذَھَبَتْ :- وہ گئی ذَہَاب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

ذَھَبْنَا :- ہم گئے۔ ذَہَاب سے ماضی جمع متکلم

ذَھَبُوْا :- وہ گئے ذَہَاب سے ماضی جمع مذکر غائب

ذِیْ :- صاحب۔ والا۔ بحالتِ جری

ذِی الْقَرْنَیْنِ :- ایک نیک بادشاہ جس نے مشرق و مغرب کا سفر کیا تھا۔

ر

رَأیٰ :- اس نے دیکھا۔ رُؤْیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَابِطُوْا :- تم لگے رہو۔ دل لگاتے رہو۔ مُرَابَطَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

رَابِعٌ :- چوتھا۔ چہارم۔

رَابِیْ :- بلند ہونے والا۔ چڑھنے والا۔ رُبُوٌّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

رَابِیَۃً :- سخت۔ بہت۔ رُبُوٌّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

رَأَتْ :- اس نے دیکھا رُؤْیَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

رَاجِعُوْنَ :- پھر جانے والے۔ لوٹنے والے۔ رُجُوْع سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد۔ رَاجِع

رَاجِفَۃ :- کانپنے والی۔ رَجْف سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ سورہ نازعات میں رَاجِفَہ سے وہ اجرام ساکنہ مراد ہیں جن کی قیامت کے قریب حرکت تیز ہو جائے گی اور رَادِفہ سے وہ اجرام متحرکہ جو پھٹ جائیں گے اور بکھر جائیں گے۔ یا رَاجِفہ سے نفخۂ اولی اور رَادِفہ سے نفخۂ ثانیہ۔ حضرت شاہ صاحب رح نے دونوں سے بھونچال مراد لیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ لگاتار بھونچال چلے آئیں گے۔ (بیضاوی و موضح)

رَاحِمِیْنَ :- رحم کرنے والے رَحْمَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد رَاحِم

رَآدٌّ :- پھیرنے والا۔ رَدٌّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

رَادِفَۃ :- پیچھے آنے والی۔ صور کی دوسری آواز رَدْف سے اسم فاعل واحد مؤنث دیکھو رَاجِفَہ

رَآدُّوْ :- پھیرنے والے۔ لوٹانے والے۔ رَدٌّ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفعی نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ واحد رَادٌّ۔

رَادِّیْ :- پھیرنے والے رَدٌّ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا

رَازِقِیْنَ :- روزی دینے والے رِزْق سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔

رَأْسٌ :- سر۔ جمع۔ رُءُوْس

رَاسِخُوْن :- مضبوط۔ گہرے۔ رُسُوْخٌ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد رَاسِخٌ۔ رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ سے مراد دین کا مضبوط علم رکھنے والے ہیں۔ جن کو وحی الٰہی کے بارہ میں کوئی شبہ پیش نہ آئے جو کچھ اور جتنا کچھ نص قطعی سے ثابت ہوتا ہو اس کو تسلیم کریں اور باقی کو اللہ پر چھوڑ دیں۔

رَاسِيَاتٌ :- جمی رہنے والیاں۔ رُسُوٌّ سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد رَاسِيَة قرآن کریم میں قُدُوْر (ہانڈیوں) کی صفت ہے۔

رَاشِدُوْنَ :- راہ ہدایت پانے والے۔ رُشْدٌ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد رَاشِدٌ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ رَشَدٌ اور رُشْدٌ ہدایت (صلاحیت) غَيٌّ (گمراہی) کی ضد ہے۔ ہدایۃ کی طرح اس کا استعمال بھی (مختلف مدارج پر) ہوتا ہے۔ (دیکھو ھدایۃ) چنانچہ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا (اگر تم ان (یتیموں) میں صلاحیت پاؤ) اور لَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ (ہم نے ابراہیم کو ایسی ہدایت دی جو اس کے لائق تھی) میں بڑا فرق ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ رُشْدٌ ہدایت دنیوی اخروی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور رَشَدٌ صرف ہدایت اخروی کے لئے۔ اور رَاشِدٌ (اسم فاعل) اور رَشِيْدٌ (صفت) کا استعمال بھی دونوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (وہی دنیا و دین میں ہدایت پانے والے ہیں) (مفردات)

رَاضِيَة :- خوش ہونے والی۔ پسندیدہ۔ رِضْوَانٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

رَاعِنَا :- ہماری رعایت کر مُرَاعَاةٌ سے امر واحد مذکر حاضر با ضمیر منصوب متصل جمع متکلم صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنے کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے اور یہود بھی .... مگر یہود "ع" کے زیر کو اتنا کھینچ کر رَاعِيْنَا بن جاتا۔ اس کے معنی ہوتے ہیں "ہمارا چرواہا" یہود کی اس حرکت کی وجہ سے مسلمانوں کو بھی منع کر دیا گیا۔ کہ رَاعِنَا مت کہو بلکہ اس کے بجائے "اُنْظُرْنَا" کہو۔

رَاعُوْنَ :- نباہنے والے۔ نگاہ رکھنے والے رِعَايَةٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد رَاعٍ

رَاغَ :- چپکے سے چلا گیا (صلہ اِلٰی) رَوْغٌ سے ماضی واحد مذکر غائب

رَاغِبٌ :- رغبت کرنے والا (صلہ اِلٰی) منہ پھیرنے والا (صلہ عن) رَغْبَةٌ سے اسم فاعل واحد مذکر

رَاغِبُوْنَ :- رغبت کرنے والے رَغْبَةٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔

رَأْفَةٌ :- مہربانی۔ نرمی۔ ترس۔ باب کرُم سے
مصدر۔

رَافِعٌ :- اٹھانے والا۔ رَفْعٌ سے اسم فاعل واحد
مذکر۔

رَافِعَةٌ :- اٹھانے والی۔ بلند کرنے والی۔ رَفْعٌ
سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

رَاقٍ :- جھاڑ پھونک کرنے والا۔ منتر پڑھنے والا
رُقْيَةٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

رَاكِعٌ :- جھکنے والا۔ رُکُوعٌ سے اسم فاعل واحد مذکر
رُکُوعٌ کے معنی جھکنا ہیں کبھی رُکُوعٌ سے نماز کی
ہیئت مخصوصہ مراد ہوتی ہے۔ کبھی رُکُوعٌ بول کر نماز
مراد لی جاتی ہے کہ یہ نماز کے اہم اجزاء میں سے ہے
اور کبھی محض تذلل اور عاجزی مراد ہوتی ہے خواہ
وہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ (مفردات)

رَاكِعُوْنَ :- جھکنے والے۔ رُکُوعٌ سے اسم فاعل جمع مذکر

رَانَ :- اس نے زنگ پکڑا۔ رَيْنٌ سے ماضی
واحد مذکر غائب۔ حدیث میں ہے کہ جب بندہ
کوئی گناہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل پر ایک سیاہ
نقطہ پڑ جاتا ہے اگر توبہ کر لیتا ہے تو مٹ جاتا ہے
ورنہ گناہوں کے اعادہ سے روز بروز بڑھتا رہتا
ہے یہاں تک کہ قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور
حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت باقی نہیں
رہتی۔ قرآن کریم میں رَيْنٌ سے مراد یہی ہے۔

رَأَوْا :- انہوں نے دیکھا۔ رُؤْيَةٌ سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

رَاوَدَتْ :- اس نے پھسلایا۔ مُرَاوَدَةٌ سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔

رَاوَدْتُّ :- میں نے پھسلایا۔ مُرَاوَدَةٌ سے ماضی
واحد متکلم

رَاوَدْتُّنَّ :- تم نے پھسلایا مُرَاوَدَةٌ سے ماضی
جمع مؤنث حاضر

رَاوَدُوْا :- انہوں نے پھسلایا مُرَاوَدَةٌ سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

رُءُوْسٌ :- سر۔ واحد رَأْسٌ

رَءُوْفٌ :- بڑا مہربان۔ رَأْفَةٌ سے مبالغہ
واحد۔

رَاهِبٌ :- تارک الدنیا زاہد۔ رَهْبَانِيَّةٌ
سے اسم فاعل واحد مذکر جمع رُهْبَانٌ اہل
کتاب میں سے یہ وہ لوگ ہوتے تھے جو دنیا سے
بے تعلق ہو کر غاروں میں جا بیٹھتے اور ساری
عمر وہیں گزار دیتے۔ اسلام نے جو مذہب فطرت
ہے۔ ایسی بے تعلقی کو جائز نہیں رکھا اور رسول
اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا۔ لَا
رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ (اسلام میں
رہبانیت نہیں ہے)

رَأْيٌ :- دیکھنا۔ باب فتح سے مصدر۔

رِءْيًا :- منظر۔ نمود۔

رُؤیا :- خواب۔ دکھاوا۔ نظارہ۔ انبیاء علیہم السلام حالت بیداری میں جو عالم غیب کے مشاہدات اپنی آنکھوں سے کرتے ہیں ان کو کبھی رُؤیا سے اور کبھی "نوم" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح سونے والا خواب میں دنیا بھر کے مناظر دیکھتا پھرتا ہے۔ اور پاس بیٹھنے والے کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح انبیاء کرام جو مشاہدہ کرتے ہیں دوسروں کو ان کا احساس نہیں ہوتا وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنٰكَ میں "رویا" سے مراد یہی نظارہ و مشاہدہ ہے اسی لئے حضرت ابن عباس نے فرمایا رُؤیا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُولُ اللّٰہ صلعم آنکھوں کا نظارہ تھا جو حضور کو دکھایا گیا) حضرت شاہ صاحب نے "دکھاوا" ترجمہ کرکے اسی مفہوم کو ادا فرمایا ہے۔ (فیض الباری ج ۱ ک ۱ وغیرہ)

رَأَيْتَ :- تو نے دیکھا۔ رُؤْيَة سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

رَأَيْتُ :- میں نے دیکھا رُؤْيَة سے ماضی واحد متکلم۔

رَأَيْتُم :- تم نے دیکھا رُؤْيَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

رَأَيْنَ :- انہوں نے دیکھا رُؤْيَة سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

رَبّ :- مالک۔ پروردگار۔ حاکم۔ حاجت روا جمع أَرْبَاب۔ رَبّ اصل میں مصدر ہے بمعنی تربیت۔ اور تربیت کہتے ہیں کسی چیز کو تدریجاً درجہ کمال کو پہنچانا پھر مصدر کو بمعنی صفت استعمال کیا جانے لگا۔ جیسے رَجُلٌ عَدْل بمعنے عَادِلٌ بغیر اضافت کے جب استعمال ہو تو اس سے مراد ذات باری تعالیٰ ہی ہوتی ہے۔ اور اضافت کے ساتھ غیر اللہ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ مَعَاذَ اللّٰہِ إِنَّهٗ رَبِّيْ خدا کی پناہ وہ (عزیز مصر) میرا مربی اور آقا ہے۔ (بیضاوی)

رُبَّ :- بہت۔ کم (حرف جر ہے)

رَبَائِب :- بیوی کی بیٹیاں جو دوسرے خاوند سے ہوں واحد۔ رَبِيْبَة

رِبَاط :- باندھنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر

رُبَاع :- چار چار۔

رَبَّانِيُّوْنَ :- درویش۔ علماء۔ اللہ والے واحد رَبَّانِي رَبّ کی طرف منسوب ہے۔ جیسا کہ جسمانی (منسوب بہ جسم) الف نون کے اضافہ کے ساتھ۔ اس لئے رَبَّانِي کے معنی ہوئے اللہ والا۔ اسی طرح رِبِّي بھی رَبّ کی طرف منسوب ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ دونوں سریانی ہیں (مفردات)

رَبَتْ :- وہ ابھری۔ بلند ہوئی۔ پھولی۔ رُبُوٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

رَبِحَتْ :- فائدہ مند ہوئی۔ رِبْحٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

رَبَطْنَا :- ہم نے باندھا۔ رَبْط سے ماضی جمع

رُبُعٌ :- چوتھائی۔ جمع أَرْبَاع۔

رُبَمَا :- کسی وقت۔ بسا اوقات۔ رُبَّ حرف جر با ما کافہ)

رِبٰوا :- سود۔ یہ رَبَا یَرْبُوْ سے ہے جس کے معنی بڑھنا اور بلند ہونا ہیں۔ اس مادہ کے لحاظ سے رِبٰوا کے لغوی معنی "زیادتی" اور "بڑھوتری" کے ہوتے ہیں۔

اصطلاحِ شریعت میں بقول ابوبکر ابن عربی رح "رِبوا ہر ایسی زیادتی کو کہیں گے جس کے مقابلہ میں مال کا عوض نہ ہو"

(احکام القرآن ج ا ص۱۰۳) شاہ ولی اللہ رح لکھتے ہیں" ربوا وہ قرض ہے جو اس شرط پر ہو کہ مقروض قرض خواہ کو جتنا لیا ہے اس سے زیادہ یا اس سے بہتر واپس کرے۔" حقیقی ربوا تو یہی ہے مگر شریعت اسلامیہ نے ناجائز فائدہ کی دوسری صورتوں کو بھی ربوا قرار دیا ہے فقہ حنفی کی رو سے مکیل یا موزون اشیاء (جو چیزیں پیمانہ یا وزن سے اندازہ کر کے بیچی ہوں) میں سے "ہم جنس چیزوں کے باہمی تبادلہ میں جو زیادتی بلا عوض ہوا سے بھی ربوا کہتے ہیں" گویا زیادتی کے ربوا ہونے کی شرط یہ ہے۔ کہ دونوں چیزیں جن کا تبادلہ کیا جا رہا ہے۔ موزون یا مکیل ہوں اور ہم جنس ہوں۔ چنانچہ ایک سیر گیہوں کا تبادلہ اگر سوا سیر گیہوں سے کیا جائے تو پاؤ سیر کی زیادتی ربوا ہے۔ یہ ربوا "ربوا الفضل" کہلاتا ہے۔ اسی طرح یہ تبادلہ اگر دست بدست نہ ہو تو یہ بھی ربوا کی ایک قسم ہے۔ جسے "ربوا النساء" کہتے ہیں ربوا النساء کے لئے صرف مکیل و موزون ہونا یا صرف ہم جنس ہونا کافی ہے۔ دونوں شرطوں کا پایا جانا ضروری نہیں۔ مثلاً اگر ایک سیر گیہوں کا تبادلہ ایک سیر چنے سے کیا جائے۔ مگر دست بدست نہ ہو تو یہ ربوا النساء ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ ہو

امام رازی رح نے ممانعت ربوا کی حکمتوں پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

(۱) سودی کاروبار کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک انسان کی دولت بغیر کسی عوض کے دوسرے کے پاس چلی جاتی ہے حالانکہ رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ "انسان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کے مانند ہے۔"

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ سودی قرضہ میں قرضدار

کو جو مہلت ملتی ہے وہ نفع سے خالی نہیں۔ وہ اس مدت میں اس کے روپے سے نفع کماتا ہے۔ لہٰذا یہ سود اس نفع کے بدلے میں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نفع امر موہوم ہے۔ کبھی حاصل ہوتا ہے اور کبھی نہیں اور زائد ادائگی (سود) امر یقینی ہے۔ لہٰذا ان دونوں کا مبادلہ صحیح نہیں

(۲) دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ سود سود خوار دولت کو زندگی کی جد وجہد میں حصہ لینے سے روک دیتا ہے وہ کسب ہنر اور تجارت و صنعت سے بے تعلق اور عام لوگ ان کے فوائد سے محروم ہو جاتے ہیں۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ سود کی وجہ سے صلۂ رحمی، ہمدردی اور احسان کے جذبات مفقود ہو جاتے ہیں (دیکھا ملخصاً از تفسیر کبیر) سود کی حرمت کا اعلان ساڑھے تیرہ سو برس پہلے اسلام نے کیا آج کی تمدنی دنیا اس کی صحت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ روس کی اشتراکی حکومت نے تو اسے ممنوع قرار دے ہی دیا ہے۔ حکومت برطانیہ کے مشیر معاشیات پروفیسر کینز بھی اعلان کر رہے ہیں کہ دنیا کی تمام معاشی برائیاں حتیٰ کہ بے روزگاری بھی سود خواری کے باعث ہے۔ جس قوم میں سود کی شرح جتنی کم ہوگی اس کے تہذیب و تمدن اتنے ہی بلند و مستحکم سمجھے جائیں گے جس قوم میں سود بالکل ممنوع ہو وہ مطمح حالت کو پہنچ جائے گی (از اسلام کے معاشی نظریے ج ۲ ص ۸۱۲)

رُبْوَة :۔ بلندی۔ ٹیلا۔ جمع رُبیٰ

رِبِّيُّوْن :۔ درویش لوگ۔ اللہ والے۔ واحد رِبِّیٌّ (دیکھو رَبَّانِیُّوْن)

رَتْقٌ :۔ منہ بند۔ جڑا ہوا۔ مصدر بمعنی مفعول

رَتِّلْ :۔ آہستہ آہستہ پڑھ۔ تَرْتِیْل سے امر واحد مذکر حاضر۔

رَتَّلْنَا :۔ ہم نے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔ تَرْتِیْل سے ماضی جمع متکلم۔

رَجٌّ :۔ لرزانا۔ ہلانا۔ باب نصر سے مصدر

رِجَال :۔ مرد۔ پیادے۔ واحد رَجُل (بمعنی اول) اور رَاجِل (بمعنی ثانی)

رُجَّتْ :۔ ہلائی گئی رَجٌّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

رِجْز :۔ عذاب۔ بلا۔ ناپاکی

رُجْز :۔ بت۔ صنم

رِجْس :۔ ناپاک۔ پلید۔ (خواہ طبعی طور پر ہو یا عقلی یا شرعی طور پر)

رَجْع :۔ بارش۔ مینہ۔ چکر قرآن کریم میں ذَاتِ الرَّجْع آسمان کی صفت آئی ہے بمعنی بارش برسانے والا یا چکر کاٹنے والا۔

رَجَعَ :۔ وہ پھرا۔ لوٹا۔ رُجُوْع سے ماضی واحد

ذکر غائب۔

رُجْعٰی :۔ رجوع۔ واپسی۔ بازگشت رُجُوع سے اسم مصدر

رُجِعْتُ :۔ میں پھر آگیا۔ رَجْع سے ماضی مجہول واحد متکلم۔

رَجَعْتُمْ :۔ تم پھرے۔ لوٹے۔ رُجُوع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

رَجَعْنَا :۔ ہم پھرے رُجُوع سے ماضی جمع متکلم

رَجَعُوْا :۔ وہ پھرے رُجُوع سے ماضی جمع مذکر غائب

رَجْفَة :۔ بھونچال۔ زلزلہ

رِجْل :۔ پاؤں۔ جمع اَرْجُل

رَجِل :۔ پیادہ رَجْل سے صفت مشبہ واحد مذکر

رَجُل :۔ مرد جمع رِجَال

رَجُلَانِ :۔ دو مرد۔ رَجُل کا تثنیہ بحالت رفعی

رَجُلَیْنِ :۔ دو مرد رَجُل کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

رَجْمًا بِالْغَیْبِ :۔ اٹکل سے کوئی بات کہنا۔ بلا دلیل قیاس آرائی کرنا۔ رَجْم کے اصل معنے "پتھر مارنا" ہیں۔

رَجَمْنَا :۔ ہم نے سنگسار کیا۔ رَجْم سے ماضی جمع متکلم۔

رُجُوْم :۔ اسباب سنگساری۔ واحد رَجْم۔

رَجِیْم :۔ دھتکارا ہوا۔ مردود۔ رَجْم سے فعیل بمعنے مفعول۔

رِحَال :۔ کجاوے۔ واحد رَحْل

رَحُبَتْ :۔ وہ کشادہ ہوئی رَحَابَت سے ماضی واحد مؤنث غائب

رَحْل :۔ کجاوہ۔ پالان شتر۔ جمع رِحَال

رِحْلَة :۔ کوچ۔ سفر۔ باب فتح سے مصدر اصل میں اس کے معنے اونٹ پر کجاوہ کسنا ہیں مجازاً سفر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

رُحْم :۔ مہربانی۔ شفقت۔ رَحْم سے اسم مصدر

رَحِمَ :۔ اس نے مہربانی کی۔ رَحْمَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رُحَمَاء :۔ مہربان۔ رحم کرنے والے۔ واحد رَحِیْم

رَحْمَة :۔ مہربانی۔ باب سمع سے مصدر

رَحْمٰن :۔ بڑا مہربان۔ رَحْمَة سے مبالغہ واحد اس لفظ میں "رَحِیْم" کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ ہے چنانچہ بعض علماء کا قول ہے کہ رَحِیْم میں وہ رحمت ملحوظ ہے جو آخرت میں ہوگی۔ صرف مومنوں کے لئے اور "رَحْمٰن" میں وہ رحمت ملحوظ ہے جو دنیا میں ہے اور مسلم و کافر سب کے لئے عام ہے

رَحِمْنَا :۔ ہم نے رحم کیا۔ رَحْمَة سے ماضی جمع متکلم۔

رَحِیْق :۔ خالص شراب۔ بادۂ ناب۔

رَحِیْم :۔ نہایت رحم والا۔ رَحْمَة سے صفت

مشبہ واحد مذکر۔ جمع رُحَمَاء (دیکھو رحمٰن)

رُخَاءً :- نرم نرم۔ ملائم۔

رَدَّ :- اس نے پھیر دیا۔ رَدّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رِدْءً :- مددگار۔ رَدْءٌ سے صفت مشبہ واحد

رُدَّتْ :- وہ پھیری گئی۔ رَدّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

رُدِدْتُ :- میں پھیرا گیا۔ رَدّ سے ماضی مجہول واحد متکلم

رَدَدْنَا :- ہم نے پھیرا۔ رَدّ سے ماضی جمع متکلم

رَدِفَ :- وہ پیچھے ہوا رَدْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَدْم :- موٹی دیوار۔ مضبوط دیوار۔ جمع رُدُوم

رَدُّوا :- انھوں نے پھیرا۔ رَدّ سے ماضی جمع مذکر غائب قرآن کریم میں ہے۔ رَدُّوا اَیْدِیَھُمْ فِیْ اَفْوَاھِھِمْ اس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں (۱) کفار فرط غیظ سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے (۲) انبیاء کرام کی باتیں سن کر فرط تعجب اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لئے۔ (۳) ہاتھ منہ کی طرف لیجا کر انہیں خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ (۴) پیغمبروں کی باتوں پر ہنسی دبانے کے لئے منہ پر ہاتھ رکھے تھے (۵) اپنے ہاتھ یا ان کے ہاتھ پیغمبروں کے منہ میں ٹھونسنے لگے وغیرہ سب کا حاصل یہ ہے کہ کفار عاد و ثمود وغیرہ نے انبیاء کی باتیں نہ سنیں اور ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے

رُدُّوا :- تم پھیرو۔ وہ پھیرے گئے۔ رَدّ سے امر جمع مذکر حاضر (بمعنے اول) اور ماضی مجہول جمع مذکر غائب (بمعنے ثانی)

رَزَّاق :- خوب روزی دینے والا۔ رِزْق سے مبالغہ واحد۔

رِزْق :- روزی۔ خواہ دینی ہو یا دنیاوی فِعْل بمعنے مفعول۔

رَزَقَ :- اس نے روزی دی رَزْق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَزَقْنَا :- ہم نے روزی دی رَزْق سے ماضی جمع متکلم۔

رُزِقْنَا :- ہمیں روزی دی گئی رَزْق سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

رُزِقُوا :- ان کو عطا کیا گیا۔ رَزْق سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

رَسّ :- ایک کنوئیں کا نام جس کے محل وقوع میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وہ قوم ہے جس نے اپنے نبی کو اس کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ پھر ان پر عذاب خداوندی آیا اور وہ اسی کنوئیں میں دھنسا دئے گئے۔

رِسَالَۃ :- پیغام۔ وحی۔ جمع رِسَالَات

رُسُل :- خدا کا پیغام لانے والے واحد رَسُول

رَسُول :- پیغمبر۔ خبر لانے والا
شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اپنی کتاب "النبوات"
میں رقمطراز ہیں۔ نبی وہ ہے جو انسانوں کو وہ چیزیں
بتلائے جو اللہ تعالیٰ نے اسے بتائی ہیں پھر اگر اس کی
بعثت مخالفین و منکرین کی طرف ہوتی ہے۔ تو وہ
نبی قرآن کی اصطلاح میں رسول ہے ورنہ فقط
نبی رسول ہونے کے لئے شریعت جدیدہ کا حامل
ہونا ضروری نہیں کیونکہ قرآن کریم کی تصریح کے
مطابق حضرت یوسف۔ داؤد اور سلیمان علیہم
السلام رسول تھے حالانکہ حضرت یوسفؑ شریعت
ابراہیم علیہ السلام اور حضرت داؤد و سلیمان علیہما
السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے
پیرو تھے اور یہ بزرگ کسی جدید شریعت کے حامل
نہ تھے مگر قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:۔ رسول
وہ ہے جو شریعت جدیدہ لیکر آیا ہو اور نبی کے لئے
یہ ضروری نہیں۔ پس نبی رسول سے عام ہے اور
اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے
کہ رسول اکرم صلعم سے انبیاء کی تعداد پوچھی گئی تو
آپ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی اور رسولوں
کی تین سو تیرہ۔ بعض نے شریعت جدیدہ کی
بجائے رسول کے لئے کتاب کا حامل ہونے کی قید
لگائی ہے۔ الغرض، علامہ رشید رضا لکھتے ہیں
نبی وہ ہے جسے وحی الٰہی کے ذریعہ ان احکام
و اخبار سے آگاہ کیا جائے جن سے آگاہی انسانی
سعی سے ممکن نہیں اور اس بنا پر اسے خود بھی
یقین ہو جائے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے اور
رسول وہ نبی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ دین
اور دعوت شریعت اور اپنی ذات کو دوسروں
کے لئے عملی نمونہ بنانے کا حکم دیا ہو۔ یہ ضروری
نہیں کہ شریعت جدیدہ یا کتاب جدید بھی لیکر آیا
ہو۔ (تفسیر المنار ج ۹) بہرحال ان تینوں اقوال
کی روشنی میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ باعتبار
"دعوت" اور "مدعوین" کے نبی عام ہے۔ اور رسول
خاص لیکن باعتبار حیثیت داعی کے رسول عام
ہے کہ اس کا اطلاق رُسُلِ بشر پر بھی ہوتا ہے
اور رُسُلِ ملائکہ پر بھی اور نبی خاص کہ اس
کا اطلاق رُسُلِ ملائکہ پر نہیں ہوتا۔

رَشَاد :- نیکی۔ راستی۔ باب نصر سے مصدر

رُشد :- بھلائی۔ سمجھ بوجھ۔ نیکی۔ راستی۔ باب
کرم سے مصدر۔ (دیکھو رَاشِدُوْن)

رَشَد :- بھلائی۔ بہتری۔ نیکی (دیکھو راشدون)

رَشِیْد :- نیک۔ بھلا۔ اچھا۔ رَشَاد سے صفت
مشبہ واحد مذکر۔

رَصَد :- گھات۔ نگہبان۔ گھات میں بیٹھنے
والا (واحد تثنیہ و جمع اس میں یکساں ہیں)

رَضَاعَۃ :- دودھ پلانا۔ باب فتح سے مصدر

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت اڑھائی برس ہے۔ اس مدت کے اندر اگر کسی بچے نے کسی عورت کا دودھ پیا تو وہ اس کی رضاعی ماں بن جائے گی اور اس مدت کے بعد حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

رَضُوْا : وہ خوش ہوئے۔ انہوں نے پسند کیا۔ رِضًا سے ماضی جمع مذکر غائب۔

رِضْوَان :۔ خوشنودی۔ رضامندی۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

رَضِیَ :۔ وہ خوش ہوا۔ اس نے پسند کیا رِضًا سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَضِیٌّ :۔ پسندیدہ۔ رِضًا سے فَعِیْل بمعنے مفعول

رَضِیْتُ :۔ میں نے پسند کیا۔ رِضًا سے ماضی واحد متکلم۔

رَضِیْتُمْ :۔ تم نے پسند کیا۔ رِضًا سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

رُطَب :۔ تازہ کھجوریں۔

رَطْب :۔ ہرا۔ تازہ۔ رَطُوْبَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

رِعَاء :۔ چرواہے۔ واحد رَاعِی

رِعَایَۃ :۔ نباہنا۔ حفاظت کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

رُعْب :۔ ڈر۔ دھاک۔ ہیبت

رَعْد :۔ بادل کی گرج۔ جمع رُعُوْد

رَعَوْا :۔ انہوں نے رعایت کی۔ انہوں نے نباہا۔ رِعَایَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب

رَغَب :۔ حرص خواہش۔ توقع۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔ یہ معنی اس وقت ہیں جب اس کا صلہ فی یا الیٰ آئے جیسے اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رَاغِبُوْن (ہم اپنے رب سے رغبت رکھتے ہیں) لیکن جب صلہ عَنْ آئے تو معنی بیزاری اور اعراض کے ہو جاتے ہیں جیسے اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ آلِھَتِیْ (کیا تو بیزار ہے میرے معبودوں سے)

رَغَدًا :۔ خوب۔ بافراغت۔ باب سَمِعَ سے مصدر

رُفَات :۔ بوسیدہ چورا۔ ریزہ ریزہ۔ رَفْت سے فُعَال بمعنی مفعول۔

رَفَث :۔ جماع۔ عورتوں سے اختلاط۔ بےحجابی۔ فحش گفتگو۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

رِفْد :۔ انعام بخشش۔ رَفْد سے فِعْل بمعنے مفعول۔

رَفْرَف :۔ چاندنیاں۔ قیمتی بچھے اور بچھونے سبز کپڑے واحد۔ رَفْرَفَۃ۔

رَفَعَ :۔ اس نے اٹھایا۔ چڑھایا۔ رَفْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رُفِعَتْ :۔ وہ اونچی کی گئی۔ رَفْع سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

رَفَعْنَا :۔ ہم نے اٹھایا۔ اونچا کیا۔ رَفْع سے ماضی جمع متکلم۔

رَفِیْق :۔ یار۔ ساتھی۔ جمع رُفَقَاء۔ رِفَاقَہ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

رَفِیْع :۔ بلند کرنے والا۔ بلند مرتبے والا۔ رَفْع سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

رَقّ :۔ جھلی۔ کاغذ۔ رَقّ

اصل میں باریک چمڑہ یا جھلی کو کہتے ہیں چونکہ پرانے زمانے میں اسی کو بطور کاغذ کے استعمال کیا جاتا تھا اس لئے رَقّ کا ترجمہ کاغذ یا ورق کیا جاتا ہے۔

رِقَاب :۔ گردنیں (باندی۔ غلام) واحد رَقَبَۃ (دیکھو رَقَبَۃ)

رَقَبَۃ :۔ گردن۔ (باندی۔ غلام)

رَقَبَۃ کے اصل معنی "گردن" ہیں۔ پھر اس کو بول کر انسان مراد لیا جانے لگا۔

اور عرف میں "غلام" کا نام پڑ گیا جیسا کہ رَاس اور ظَہر بول کر "مَرکوب" سواری مراد لی جاتی ہے۔ (مفردات)

رُقُوْد :۔ سونے والے۔ واحد رَاقِد

رَقِیْب :۔ نگہبان۔ راہ دیکھنے والا۔ رِقَابَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

رَقِیْم :۔ نوشتہ۔ کتبہ۔ ایک شہر کا نام قرآن کریم میں ہے۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا (کیا تم نے جانا کہ غار اور رقیم والے ہماری قدرت کی ایک عجیب نشانی تھے)

اَصْحٰبُ الرَّقِیْم کے متعلق مفسرین کی مختلف رائیں ہیں بعض کی رائے ہے کہ یہ وہ تین شخص ہیں جو بارش سے بچنے کے لئے ایک غار میں جا چھپے تھے پھر ایک بڑا پتھر اوپر سے آگرنے سے غار کا دہانہ بند ہو گیا تھا۔ ان تینوں نے اپنے اپنے بہترین عمل کا واسطہ دیکر خدا سے دعا مانگی تھی اور وہ پتھر آہستہ آہستہ کھسک گیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے طبرانی کی ایک حدیث نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے اصحاب رقیم کا ذکر فرماتے ہوئے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ لیکن اکثر کی رائے یہ ہے کہ اصحاب کہف ہی کو اصحاب رقیم بھی کہا گیا۔ کیوں کہا گیا اس میں بھی دو قول ہیں۔ (۱) رقیم وہ تختی ہے جس پر ان کے نام رقم کرکے غار کے دہانہ پر لگا دیا تھا اس تختی کی طرف منسوب ہو کر یہ اصحاب رقیم مشہور ہوئے۔ (۲) رقیم اس وادی یا کوہ کا نام ہے۔ جس میں ان کا غار واقع تھا۔ پہلا قول سعید بن جبیرؒ کی طرف منسوب ہے اور دوسرا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف۔

اصحاب الکہف اور اصحاب الرقیم کو ایک ماننے کے بعد ان کے محل و مقام کو متعین کرنا بہت مشکل ہے علامہ سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن میں اور مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں رقیم کو پیٹرا (عربی میں بطرا) قرار دیا ہے یہ شرق اردن کا ایک برباد شدہ شہر ہے اور جنگ عظیم اوّل کے بعد سے یہاں اثری تحقیقات کا کام جاری ہے۔

پیٹرا کے اکتشافات جدیدہ کے متعلق مولانا آزاد کی تصریحات تو ہم لفظ "اصحاب الکہف" سے متعلق نوٹ میں درج کر چکے ہیں۔ یہاں ہم مجلہ المستمع العربی سے (جو دوران جنگ عظیم دوم میں لندن سے عربی میں شائع ہوتا تھا) مارگریٹ میری کے ایک دلچسپ مضمون کا ملخص ترجمہ درج کرتے ہیں۔ مضمون نگار خاتون جو غالباً خود ان اثری تحقیقات میں شریک رہی ہیں لکھتی ہیں۔

بطرا اس وادی میں واقع ہے جو بحر میت کو خلیج عقبہ سے ملاتی ہے۔ یہ ایک محفوظ شہر اور مضبوط قلعہ تھا جس کے مکانات شرق اردن کے پہاڑوں کے درمیان سخت چٹانوں کو تراش کر بنائے گئے تھے۔ تاریخ میں یہ کئی ہزار سال سے معروف ہے۔ بنی اسرائیل جب فلسطین پر حملہ کے لئے نکلے تھے تو ایک بادشاہ سے جس کا نام رقیم تھا ان کا مقابلہ ہوا تھا۔ رقیم چونکہ بطرا کا پرانا نام ہے اس لئے اس بادشاہ کا اس شہر سے تعلق مستبعد نہیں پرانے زمانہ میں بطرا یا رقیم کی تجارتی نقطۂ نظر سے بہت اہم حیثیت تھی۔ بندرگاہ عقبہ سے غزہ (بندرگاہ فلسطین) کو جو سڑک جاتی ۔ اور بحر احمر کو بحر ابیض متوسط سے ملاتی تھی یہ شہر اس کے بیچ میں پڑتا تھا۔ یہ سڑک اس قدیم شاہراہ عظیم کا ایک ٹکڑا تھی جس کے راستہ مشرق بعید اور ہندوستان کے تجارتی قافلے باب المندب اور بحر احمر سے گزرتے ہوئے بحر ابیض متوسط کے ممالک مصر، شام، ترکی، یونان اور روم تک پہنچتے تھے۔

عقبہ سے اس شاہراہ کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے ایک دمشق کو جاتا تھا۔ یہ بے آب و گیاہ علاقہ سے گزرتا تھا اور دوسرا غزہ کو اس کا راستہ آباد و شاداب تھا اور شہر بطرا اسی ٹکڑے پر واقع تھا۔

بطرا کی بنطی عربی حکومت چار سو سال تک مشرق و مغرب کے درمیان تجارت کا اہم مرکز بن جانے کے سبب دولت و ثروت کی گود میں کھیلتی رہی۔ قدیم مورخین نے لکھا ہے کہ وہ دنیا کی متمول ترین مملکت تھی۔ قدیم ترین مورخین نے بھی دنیا کی اہم ترین تجارتی منڈی ہونے کی حیثیت سے اس کا ذکر کیا ہے۔

امن اطمینان، اور دولت و ثروت کی کثرت کی وجہ سے بطرا اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ حسین شہر بن گیا تھا۔

عمارتیں شاندار اور خوبصورت، سڑکیں پختہ اور صاف ستھری، وادیوں اور دروں پر جابجا مضبوط پل، اور سب سے زیادہ شیریں پانی شہر کی گلی گلی میں پہنچنے کا عمدہ انتظام۔ یہ پانی عین موسیٰ سے جو شہر سے چار میل دور ایک چشمہ تھا، زمین دوز نالیوں کے ذریعہ شہر کے مختلف محلوں میں پہنچایا جاتا تھا اور وہاں حوضوں میں محفوظ کر لیا جاتا تھا تاکہ کسی موسم میں بھی پانی کی دقت نہ ہو۔ بطرا کے سوداگروں کو اپنا قیمتی تجارتی سامان محفوظ رکھنے کے لئے گوداموں کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے پہاڑی چٹانوں کو تراش کر غار اور عمیق تہ خانے بنائے تھے

ان گوداموں کے علاوہ اپنے پہاڑی علاقہ میں چٹانوں ہی کو تراش کر انہوں نے خوبصورت کوٹھی نما مکانات اور قبہ نما عبادت گاہیں بھی بنائی تھیں ان عمارتوں کا بیرونی حصہ نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔ (مضمون نگار نے چند فوٹو بھی دئے ہیں ان میں سے ایک فوٹو عبادت خانہ کا ہے جسے "مَعبدُ الدّیر الکبیر" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے یہ معبد ایک بڑی چٹان کو کھود کر بنایا گیا ہے اور اس کی شکل ایسی ہے جیسے کسی گھڑے پر صراحی رکھدی گئی ہو)

تقریباً پانسو سال ہجرت سے پہلے، رومیوں نے بطرا پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ رومیوں کے استیلاء کے بعد تجارتی راستہ بطرا سے تدمر کو جو شمالی شام کا ایک شہر تھا منتقل ہو گیا۔ اب تدمر تجارتی قافلوں کی منڈی بن گیا اور بطرا کے بین الاقوامی تاجر بھی وہیں منتقل ہو گئے۔

اس طرح بطرا کی نہ صرف سیاسی بلکہ تجارتی حیثیت بھی ختم ہو گئی اور وہ آہستہ آہستہ بالکل ویران ہو گیا۔

آج عرب کے مسافر جب اس راستہ سے گزرتے ہیں تو بطرا کے آثار قدیمہ اپنی شکستہ گردنیں اٹھا اٹھا کر اپنے عروج و زوال کی داستان عبرت انہیں سناتے ہیں۔ (مجلہ المستمع العربی ج ۳ ع ۱۲)

بیٹرا عرب کی سرحد سے ساٹھ ستر میل کے فاصلہ پر تھا۔ بنطیوں کے تجارتی قافلے جو برابر حجاز آتے رہتے تھے اور اہل حجاز کے تجارتی قافلے جو ہر سال شام جایا کرتے تھے بیٹرا ہو کر ہی گزرتے تھے بلکہ بیٹرا اس نواح کی سب سے پہلی تجارتی منڈی تھا

ان امور کو تو خود مولانا آزاد نے تسلیم کیا ہے علاوہ ازیں بیٹرا کا قدیم نام رقیم بھی کچھ غیر معروف نہ تھا۔ کثیر نے یزید بن عبد الملک (متوفی ۱۰۵ھ) کی مدح میں کہا ہے۔

يَخِدْنَ عَلَى تَنَائِيهِ يَزِيْداً
بِأَكْنَافِ الْمُوَقَّرِ وَالرَّقِيْمِ
تُهَنِّئُهُ الْوُفُوْدُ إِذَا أَتَوْهُ
بِنَصْرِ اللّٰهِ وَالْمُلْكِ الْعَظِيْمِ

(اونٹنیاں باوجود دوری کے یزید کے پاس موقر اور رقیم کے اطراف میں پہنچتی ہیں۔ اور مختلف قبیلوں کے وفود اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور عظیم الشان سلطنت کی مبارکباد دیتے ہیں) بلکہ ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان بنی امیہ شکار یا سیر و تفریح کی غرض سے اس نواح میں مقیم ہوتے تھے تاہم یہ امر تعجب انگیز ہے کہ اصحاب کہف و رقیم کو ایک ماننے ہوئے بھی حضرت ابن عباس رقیم سے چیز مراد نہیں لیتے بلکہ ایک قول میں فرماتے ہیں ما ادری ما الرقیم الکتاب ام بنیان میں نہیں کہہ سکتا کہ رقیم کیا ہے کتبہ کو کہا گیا ہے یا بستی مراد لی گئی ہے اور دوسرے قول میں فرماتے ہیں اسم مدینتھم التی خرجوا منھا افسوس و رستاقھا الرس واسم الکھف الرقیم (جس شہر سے وہ نکلے اس کا نام افسوس ہے اور اس کے پرگنہ کا نام رس ہے۔ اور کھوہ کا نام رقیم) اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ عبادہ بن صامت عہد صدیقی میں قسطنطنیہ کے قریب اصحاب الکہف و الرقیم کے مقبرہ پر اپنی حاضری کا ذکر فرماتے ہیں اور واثق باللہ کا فرستادہ محمد بن موسیٰ بھی بلاد روم میں اصحاب کہف کے غار کی زیارت کا دعویٰ کرتا ہے اور علی بن یحییٰ بلاد اندلس میں اس کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک ان تمام عجیب و غریب تفصیلات کو بیان کرتا ہے جو اصحاب کہف کے متعلق مشہور ہیں۔ (قصص القرآن ج ۳ ص ۱۹۲) غالباً اسی لئے علامۃ العصر مولانا سید انور شاہ کشمیری رح نے اصحاب الکہف کو ہی اصحاب الرقیم مانا۔ مگر ان کے مقام کی تعیین سے سکوت فرمایا حقیقت یہ ہے کہ رَبِّیْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِہِمْ (میرا رب ان کی تعداد کو بہتر جانتا ہے) اور اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا (اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت غار میں مقیم رہے) کی طرح یہ اعتراف مناسب ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کہاں آسودۂ خواب ہیں۔"

رِكَاب : اونٹ۔ سواری۔ جمع رُكُب۔

رَكْب : شتر سواروں کا قافلہ۔ واحد رَاكِب

رَكَّبَ : اس نے جوڑ دیا۔ تَرْكِيْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَكِبَا : وہ دو سوار ہوئے۔ رُكُوْب سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

رَكِبُوْا : وہ سوار ہوئے رُكُوْب سے ماضی جمع

مذکر غائب

رِکز :- بھنک - کھٹکا -

رُکَّع :- رکوع کرنے والے واحد رَاکِع -

(دیکھو رکوع)

رُکْن :- زور - طاقت - سہارا

رَکُوب :- سواری کشتی - فعول بمعنی مفعول ہے

رَمٰی :- تیر چلایا - پھینکا - رَمْی سے ماضی واحد مذکر غائب

رِمَاح :- نیزے - واحد رُمْح -

رَمَاد :- راکھ - خاکستر -

رُمَّان :- انار - واحد رُمَّانۃ

رَمْز :- ہاتھ یا سر یا آنکھ سے اشارہ - جمع رُمُوز

رَمَضَان :- معروف مہینہ کا نام جس میں روزے فرض ہیں صاحب کشاف لکھتے ہیں - رمضان کے اصل معنے سخت گرمی میں جلنا اور تکلیف برداشت کرنا ہیں - وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں روزہ رکھنا اور بھوک کی گرمی برداشت کرنا ایک عبادت قدیمہ تھی یا یہ کہ جب اس مہینہ کا نام تجویز کیا گیا تو وہ اتفاق سے سخت گرمی کا زمانہ تھا کشاف

رَمَیْتَ :- تو نے پھینکا - رَمْی سے ماضی واحد مذکر حاضر -

رَمِیْم :- گلی ہوئی ہڈی - رِمَّۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر -

رَوَاح :- شام - سہ پہر - شام کا چلنا باب نصر سے مصدر -

رَوَاسی :- پہاڑ - واحد رَاسِیَۃ

رَوَاکِد :- ٹھہرنے والیاں - واحد رَاکِدَۃ -

رُوْح :- جان - فرشتہ - قرآن کریم حضرت عیسیٰ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے - وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (کافر تم سے "روح" کے متعلق سوال کرتے ہیں کہدو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے -) یہ سوال یہود نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کے لئے کیا تھا - حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں :- کہ حضرت کے زمانے کے یہود نے پوچھا سو اللہ نے نہ بتایا کیونکہ ان کو سمجھنے کا حوصلہ نہ تھا آگے پیغمبروں نے بھی مخلوق سے ایسی باریک باتیں نہیں کہیں - اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی - وہ جی اٹھا - جب نکل گئی مر گیا "

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے - کہ "حقیقت روح" اور اسی قسم کی دوسری معلومات چونکہ ضروریات دین میں سے نہیں نیز ان کی فہم سے بھی بالاتر تھیں اس لئے ان کی تفصیل سے اعراض فرمایا گیا مگر علامہ عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اسی

اجمال کے پس پردہ، اصحاب فکر و نظر کے لئے روح
کی پوری حقیقت جلوہ گر ہے ۔ مولانا فرماتے ہیں
دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانے کی ہے جس میں
مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوں ۔ کوئی کپڑا بن رہی
ہے کوئی آٹا پیس رہی ہے ۔ کوئی کتاب چھاپتی
ہے کوئی شہر میں روشنی پہنچا رہی ہے کسی سے پنکھے
چل رہے ہیں وغیر ذالک ہر ایک مشین میں بہت
سے کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض و غایت کا
لحاظ کرکے ایک معین انداز سے ڈھلے جاتے
اور لگائے جاتے ہیں ۔ پھر سب پرزے جوڑ کر مشین
کو فٹ کیا جاتا ہے ۔ جب تمام مشینیں فٹ ہو کر
کھڑی ہو جاتی ہیں تب بجلی کے خزانہ سے ہر مشین کی
طرف جدا جدا راستہ سے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے
آنِ واحد میں ساکن و خاموش مشینیں اپنی اپنی
ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ
جاتی ہیں ۔ بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اس کی
مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے
حتیٰ کہ جو قلیل و کثیر کہربائیہ روشنی کے لیمپوں
اور قمقموں میں پہنچتی ہے ۔ وہاں پہنچ کر انہی قمقموں
کی ہیئت اور رنگ اختیار کر لیتی ہے ۔ اس
مثال میں یہ بات واضح ہو گئی کہ مشین کا ڈھانچہ
تیار کرنا اور اس کے کل پرزوں کا ٹھیک اندازہ
پر رکھنا پھر فٹ کرنا ایک سلسلہ کے کام ہیں جس کی
تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لئے ایک دوسری
چیز (بجلی) اس کے خزانہ سے لانے کی ضرورت
ہے اسی طرح سمجھو حق تعالیٰ نے اوّل آسمان و
زمین کی تمام مشینیں بنائیں جس کو "خلق" کہتے ہیں ۔
ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق کیا جسے
"تقدیر" کہا گیا ہے قَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا سب کل پرزہ
کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جسے تصویر کہتے ہیں ۔
خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ یہ سب افعال
"خلق" کی مد میں تھے ۔ اب ضرورت تھی کہ جس
مشین کو جس کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے ۔
آخر مشین کو چالو کرنے کے لئے "امر الٰہی" کی بجلی چھوڑ
دی گئی ۔ ادھر سے حکم ہوا چل فوراً چلنے لگی
اسی امر الٰہی کو فرمایا ۔ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ
اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ
(اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے
یہ ہے کہ کہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے) دوسری
جگہ نہایت وضاحت کے ساتھ امر کن کو خلق
جسد پر مرتب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ۔ خَلَقَہٗ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔
(اس کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا ہو جا پس
وہ ہو گیا)
ہاں یہ امر کن باری تعالیٰ شانہ سے صادر ہو کر
ممکن ہے جو ہر مجرد کے لباس میں یا ایک ملک

اکبر اور روح اعظم کی صورت میں ظہور پکڑے
جس کا ذکر بعض آثار میں ہوا ہے اور جسے
ہم گہر بائیہ روحیہ کا خزانہ کہہ سکتے ہیں گویا
یہیں سے روح حیات کی لہریں دُنیا کی
ذوی الارواح پر تقسیم کی جاتی ہیں۔ اور
اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ کے آلات
کا یہیں کنکشن ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ کُن
کا حکم جو قسم کلام سے ہے جوہر مجرد یا جسم
نورانی لطیف کی شکل کیوں کر اختیار کر سکتا
ہے۔ اُسے یوں سمجھو کہ تمام عقلاء اس پر
متفق ہیں کہ ہم خواب میں جو اشکال وصور
دیکھتے ہیں بعض اوقات وہ محض ہمارے
خیالات ہوتے ہیں جو دریا۔ پہاڑ شیر بھیڑئیے
وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ جب ایک
آدمی کی قوت متصورہ میں اس نے اس قدر
طاقت رکھی ہے کہ وہ اپنی بساط کے موافق
غیر مجسم خیالات کو جسمی سانچہ میں ڈھال لے
اور ان میں وہی خواص وآثار باذن اللہ
پیدا کرے۔ جو عالم بیداری میں اجسام سے
وابستہ تھے۔ پھر تماشہ یہ ہے کہ وہ خیالات
خواب دیکھنے والے کے دماغ سے ایک منٹ
کو علیحدہ بھی نہیں ہوئے۔ ان کا ذہنی وجود
بدستور قائم ہے تو کیا اس حقیر سے نمونے

کو دیکھ کر ہم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے کہ
قادر مطلق اور مصور برحق جل وعلیٰ کا اُمر
بے کیف (کُن) باوجود صفت قائمہ بذاتہٖ
تعالیٰ ہونے کے کسی ایک یا متعدد صورتوں
میں جلوہ گر ہو جائے۔ اِن صورتوں کو ہم
ارواح یا فرشتے یا کسی اور نام سے پکاریں
اور وہ ارواح و ملائکہ وغیرہ سب حادث
ہوں اور امر الٰہی بحالہ قدیم رہے۔ امکان
وحدوث کے آثار و احکام ارواح تک
محدود رہیں اور امر الٰہی اُن سے پاک و
برتر ہو۔ جیسے جو صورت خیالیہ بحالت خواب
آگ کی صورت میں نظر آتی ہے اِس صورت
ناریہ میں احراق سوزش گرمی وغیرہ سب
آثار ہم محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ اسی آگ
کا تصور سالہا سال بھی دماغوں میں رہے
تو ہمیں ایک سکنڈ کے لیے بھی آثار محسوس
نہیں ہوتے۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ روح
انسانی خواہ جوہر مجرد ہو یا جسم لطیف
روحانی امر ربی کا مظہر ہے لیکن یہ ضروری
نہیں کہ مظہر کے سب احکام و آثار ظاہر
پر جاری ہوں۔ کما ہو الظاہر۔ بے شک
میں یہ ہی سمجھتا ہوں۔ کہ ہر مخلوق کی ہر ایک
نوع کو اس کی استعداد کے موافق قویٰ یا

ضعیف زندگی ملی ہے۔ یعنی جس کام کے لیے چیز پیدا کی گئی ہے۔ ڈھانچہ تیار کر کے اس کو حکم دینا کُن (اس کام میں لگ جا) بس یہی اُس کی رُوح حیات ہے۔ جب تک اور جس حد تک یہ اپنی غرض ایجاد کو پورا کرے گی۔ اسی حد تک زندہ سمجھی جائے گی۔ اور جس قدر اُس سے بعید ہو کر معطل ہوتی جائے گی۔ اسی قدر موت کے نزدیک یا مردہ کہلائے گی۔ (ملخص از فوائد القرآن)

علامہ سید انور شاہ کشمیری ثم دیو بندیؒ سے بھی فیض الباری (ص۲۲۳) میں اس موضوع پر کچھ افادات منقول ہیں۔ مگر وہ عوام تو کیا خواص کی فہم سے بھی بالا ہیں۔ چنانچہ حضرت جامع نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ من شاء فلیراجع الیہ

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں اونچے درجہ کے فرشتوں کو بھی "رُوح" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا (جس دن روح اور ملائکہ صف باندھ کر کھڑے ہوں گے) اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی "رُوحٌ مِنْہُ" (روح اللہ کی طرف سے) کہا گیا ہے۔ کیوں کہ اُن کو مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا تھا۔ اور قرآن کریم کے متعلق بھی فرمایا گیا۔ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (اور ایسے ہی ہم نے آپ کی طرف روح (قرآن کریم) کی وحی بھیجی) کیوں کہ اس سے حیات اُخروی حاصل ہوتی ہے۔

رُوْحُ الْقُدُسِ:۔ پاک رُوح۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام۔

اَلرُّوْحُ الْاَمِیْنُ:۔ امانت دار روح یعنی جبرئیل علیہ السلام۔

رَوْحٌ:۔ آرام۔ رحمت۔ فیض۔

رَوْضَاتٌ:۔ باغات۔ واحد۔ رَوْضَۃٌ۔

رَوْضَۃٌ:۔ باغ۔ جمع رِیَاض۔

رَوْعٌ:۔ خوف۔ ڈر۔ باب نَصَرَ سے مصدر

رُوْمٌ:۔ رومی لوگ۔ باشندگانِ روم واحد رُوْمِیٌّ۔

رُوَیْدًا:۔ تھوڑے دنوں۔ تھوڑی سی مہلت

رِھَانٌ:۔ جو چیز گروی رکھی جائے۔ گروی رکھنا۔ پہلے معنی میں فِعَال بمعنے مفعول اور دوسرے معنے میں باب مفاعلہ سے مصدر

رَھْبٌ:۔ ڈر۔ باب سَمِعَ سے اسم مصدر۔

رَهَب :- ڈرنا۔ باب سمع سے مصدر۔

رُهبَان :- اہل کتاب کے درویش۔ واحد رَاهِب۔

رَهبَانِيَّة :- ترکِ دُنیا۔ گوشہ نشینی۔ حضرت شاہ صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں۔ اِس فقیری اور ترک دُنیا کی رسم نصاریٰ نے نکالی۔ جنگل میں تکیہ بنا کر بیٹھتے۔ نہ بیوی رکھتے نہ بچے نہ کماتے نہ جوڑتے۔ لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیتے۔ بس عبادت میں لگے رہتے۔ اسلام نے اِس طریقہ کو باقی نہیں رکھا۔ (موضح القرآن) اسلام نے جو دین فطرت ہے۔ عبادت اس کو قرار دیا کہ اِنسان دُنیا میں رہ کر دُنیا کے پیدا کرنے والے سے غافل نہ ہو۔ وہ شادی بیاہ بھی کرے۔ اور جائز طریقہ سے روزی بھی کمائے۔ کھائے پیئے بھی۔ مگر ہر ایک کام میں خدا کے مقرر کیے ہوئے آداب و احکام کا لحاظ رکھے۔ اس طرح اس کی دُنیا بھی دین بن جائے گی۔ اُس نے رَهبَانِيَّه کو جو قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ دین میں بدعت (نئی راہ) قرار دیا۔ اور فرمایا رَهبَانِيَّةَ ابتَدَعُوهَا مَا كَتَبنٰهَا عَلَيهِم (رہبانیت تو اُنھوں نے نیا نکالا ہم نے اُس کا حکم نہیں دیا تھا)

رَهبَة :- خوف۔ ڈر۔ اندیشہ۔

رَهط :- قوم۔ گروہ۔ جمع رُهُوط۔ دس سے کم کی جماعت رَهط کہلاتی ہے۔

رَهَق :- سرکشی۔ ظلم۔ چھا جانا۔ باب سمع سے مصدر۔

رَهو :- ساکن۔ ٹھہرا ہوا۔

رَهِين :- گرو کیا ہوا۔ رَهن سے فَعِيل بمعنی مفعول۔

رَهِينَة :- گرو رکھی ہوئی۔ رَهن سے فَعِيلَة بمعنی مفعولة۔

رِئَاء :- نام نمود کے لیے کام کرنا۔ لوگوں کو دکھلانے کے لیے عمل کرنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

رِيَاح :- ہوائیں۔ واحد۔ رِيح (دیکھو رِيح)

رَيب :- شک۔ دھوکا۔ باب ضرب سے مصدر

رَيبُ المَنُون :- گردش زمانہ۔

رِيبَة :- شک۔ شبہ۔ جمع رِيَب

رِيح :- ہوا۔ بُو۔ مجازاً غلبہ جمع رِيَاح امام راغبؒ لکھتے ہیں :- عام طور پر قرآن کریم میں جہاں رِيح مفرد استعمال ہوا ہے۔ وہاں عذاب کا جھکڑ مراد ہے۔ اور جہاں رِيَاح جمع کی صورت میں آیا ہے۔ وہاں رحمت کی ہوائیں مراد ہیں۔ مثلاً اِنَّا اَرسَلنَا

عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا (ہم نے ان پر تیز
جھکڑ بھیجا۔) اور يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا
(وہ بھیجتا ہے ہواؤں کو خوش خبری کے طور پر)

رَيْحَان :۔ روزی۔ خوشبودار گھاس۔ جمع
رَيَاحِين۔

رِيْش :۔ رونق۔ آرائش۔ لباس۔ مال

رِيْع :۔ ٹیلہ۔ بلند زمین جمع رِيَاع۔

ز

زَاجِرَات :۔ ڈانٹنے والیاں زَجْر سے اسم
فاعل جمع مؤنث۔ واحد زَاجِرَة اِس
سے مراد فرشتے ہیں جو شیطان کو ڈانٹ کر
بھگاتے رہتے ہیں۔

زَاد :۔ توشہ۔ زادِ راہ۔ جمع اَزْوَاد

زَادَ :۔ اُس نے بڑھایا۔ زِيَادَة سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

زَادَتْ :۔ اس نے بڑھایا زِيَادَة سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔

زَادُوْا :۔ اُنہوں نے بڑھایا۔ زِيَادَة سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

زَارِعُوْنَ :۔ کھیتی کرنے والے۔ اُگانے والے
زَرْع سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد
زَارِع۔

زَاغَ :۔ وہ ٹیڑھا ہوا۔ وہ بہکا۔ زَيْغ سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
امام راغب اصفہانی نے زَيْغ کے معنے
"راہِ راست سے ہٹ جانا" لکھے ہیں تو مَا
زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى کا مطلب بالفاظ
علامہ عثمانی یہ ہوگا: "آنکھ نے جو کچھ دیکھا
پورے تمکن و اتقان سے دیکھا۔ نہ نگاہ
ٹیڑھی ترچھی ہو کر دائیں بائیں ہٹی۔ نہ
مُبْصَر (جسے دیکھا جا رہا ہو) سے تجاوز کر کے
آگے بڑھی بس اسی پر جمی رہی جس کا دکھانا
منظور تھا" بادشاہوں کے دربار میں جو چیز
دکھلائی جائے۔ اُس کو نہ دیکھنا۔ اور جو چیز
نہ دکھلائی جائے۔ اُس کو تاکنا دونوں عیب
ہیں۔ آپ دونوں سے پاک تھے۔

زَاغَتْ :۔ وہ بہکی۔ وہ کج ہوئی۔ زَيْغ سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔

زَاغُوْا :۔ وہ پھر گئے۔ اُنہوں نے کجروی کی۔
زَيْغ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

(مَا) زَالَتْ :۔ وہ ہمیشہ رہی۔ فعل ناقص
ماضی واحد مؤنث غائب۔

زَالَتَا :۔ وہ ہٹ گئیں۔ زَوَال سے ماضی
تثنیہ مؤنث غائب۔

زَانِي :۔ زنا کرنے والا۔ زِنَا سے اسم فاعل

واحد مذکر۔

زَانِیَۃٌ:۔ زنا کرنے والی۔ زِنٰا سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

زَاھِدِیْن:۔ بیزار ہونے والے (بصلۃ فی) زُھْد سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد زَاھِد۔

زَاھِق:۔ مٹ جانے والا۔ زُھُوْق سے اسم فاعل واحد مذکر۔

زَبَانِیَۃ:۔ دوزخ کے فرشتے جو عذاب پر متعین ہیں۔ یہ لفظ زَبْن سے ماخوذ ہے جس کے معنے دھکیلنا ہیں۔ چونکہ یہ دوزخ کی طرف دھکیلیں گے۔ اس لیئے زبانیہ کہلائے

زَبَد:۔ پانی وغیرہ کے جھاگ۔

زُبَر:۔ لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے، واحد زُبْرَۃ۔

زُبُر:۔ تختیاں۔ اوراق۔ کتابیں۔ واحد زَبُوْر۔

زَبُوْر:۔ وہ کتاب آسمانی جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اُتری۔ زَبْر سے (جس کے معنے لکھنا ہیں) بمعنے مَزْبُوْر (لکھی ہوئی) امام راغبؒ فرماتے ہیں:۔ زَبُوْر اُس کتاب کو کہتے ہیں جس کی لکھائی تیز ہو۔ یا اُس کتاب الٰہی کو جس کا مطلب آسانی سے سمجھ میں نہ آئے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ زَبُوْر اُس آسمانی کتاب کو کہتے ہیں۔ جس میں صرف حکمتیں اور دانائی کی باتیں بیان کی گئیں ہوں۔ احکام شریعت بیان نہ ہوں۔ اور "کتاب" اسے کہتے ہیں جس میں دونوں چیزیں ہوں۔ چنانچہ زَبُوْر میں احکام شریعت نہیں ہیں۔ (مفردات امام راغبؒ)

مسند امام احمد کی ایک روایت ہے کہ زبور رمضان کے مہینے میں اُتری اور وہ نصیحتوں اور حکمتوں کا مجموعہ تھی"۔ غرض "زُبور" منظوم و مسجع عبارتوں میں خداوند قدوس کی حمد وثنا اور مضامین حکمت وموعظت کا ایک ایسا دل پذیر مجموعہ تھی۔ کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی سُریلی آواز میں اُسے پڑھتے۔ تو جن و انسان اور وُحوش وطیور وجد میں آجاتے موجودہ زبور "مزبور" کہلاتی ہے۔ اور ڈیڑھ سو ابواب پر مشتمل ہے۔ مگر دیگر کتب سابقہ کی طرح محرف ہوچکی ہے۔

زُجَاجَۃ:۔ شیشہ۔ جمع زُجَاج۔

زَجْر:۔ جھڑکنا۔ ڈانٹنا۔ باب نصر سے مصدر۔

زَجْرَۃ:۔ جھڑکی۔ ڈپٹ۔

زُحْزِحَ :- وہ دُور کیا گیا۔ ہٹایا گیا۔ زَحْزَحَۃ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

زَحْفٌ :- میدانِ جنگ۔ بڑا لشکر۔

زُخْرُفٌ :- سونا۔ ٹیپ ٹاپ۔

زِدْ :- تو زیادہ دے۔ زیادہ کر۔ زِیَادَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

زِدْنَا :- ہم نے بڑھایا۔ زیادہ دیا۔ زِیَادَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

زَرَابِیُّ :- مسندیں لطیف بچھونے۔ واحد زِرْبِیٌّ

زُرَّاع :- کھیتی والے۔ کسان لوگ۔ واحد زَارِع۔

زُرْتُمْ :- تم نے دیکھا۔ زیارت کی زِیَارَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

زُرْق :- اندھے۔ بلی جیسی آنکھوں والے۔ واحد اَزْرَق۔

زَرْع :- کھیتی۔ جمع زُرُوْع۔ فعل، بمعنے مفعول۔

زَعْم۔ گمان۔ دعویٰ۔ باب فَتَحَ سے مصدر

زَعَمَ :- اُس نے گمان کیا۔ دعویٰ کیا زَعْمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

زَعَمْتَ :- تو نے دعویٰ کیا۔ گمان کیا زَعْمٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

زَعَمْتُمْ :- تم نے گمان کیا۔ زَعْمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

زَعِیْمٌ :- ضامن۔ ذمہ دار۔ کہنے والا۔ جمع زُعَمَاء۔

زَفِیْرٌ :- لمبا سانس لینا۔ چیخنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

زَقُّوْمٌ :- سینڈ کا درخت۔ اصل میں یہ ایک درخت کا نام ہے جو دوزخیوں کا کھانا ہوگا قرآن کریم سے اس کی صفت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ درخت دوزخ کی جڑمیں اُگتا ہے اس کے خوشے سانپوں کے پھنوں کی طرح ٹوکدار اور تکلیف دہ ہوں گے۔ دوزخی اس سے اپنا پیٹ بھریں گے۔ جب اسے کھا کر سخت پیاس لگے گی تو سخت جلتا پانی پلایا جائے گا جس سے آنتیں کٹ کر باہر آپڑیں گی۔ اعاذنا اللہ منہ

زَکّٰی :- اس نے سنوارا تزکیۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

زَکَرِیَّا :- بنی اسرائیل کے ایک مشہور پیغمبر کا نام نامی۔ جو حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں تھے۔ ملک شام میں مبعوث ہوئے تھے اور بیت المقدس کے امام و متولی تھے حضرت مریم کی والدہ حنہ بنت فاقوذا نے جب اپنی بیٹی مریم کو اپنی نذر کے مطابق

بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کرنا چاہا۔ تو حضرت زکریا ہی کی کفالت میں دی گئیں۔ اور اُن کی نگرانی اور تربیت انہی کے سپرد ہوئی۔

ابن اسحٰق اور ابن جریر کی روایت کے مطابق حضرت زکریا کی بیوی حنہ کی بہن تھیں اس طرح حضرت زکریا حضرت مریم کے خالو ہوتے تھے۔ مگر ایک حدیث صحیح کے الفاظ فاذا بیحیی و عیسی وھما ابنا الخالۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا کی بیوی خود حضرت مریم کی بہن تھیں۔ اور حضرت یحیٰی و عیسیٰ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے دونوں قول نقل کر کے اوّل کو ترجیح دی ہے۔ اور حدیث کے الفاظ کو توسع پر محمول کیا ہے۔

حضرت زکریا یوں تو بیت المقدس کے امام و متولی تھے۔ اور اپنی قوم کے دینی پیشوا تھے۔ مگر مسلم کی روایت کے مطابق اپنی گزر بسر کے لیے بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے۔

حضرت زکریا کی عمر ۷۷ سال کی ہو چکی تھی مگر بیوی کے بانجھ ہونے کی وجہ سے اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔

جب حضرت مریم ان کی کفالت میں آئیں تو اُنہوں نے الطاف خداوندی کی اُن پر غیر معمولی بارش دیکھی کہ جب وہ مریم کی دیکھ بھال کے لیے اُن کی محراب میں داخل ہوتے تو وہاں تازہ بتازہ بے موسم میوے رکھے پاتے۔ یہ دیکھ کر اُن کے دل میں اُمنگ اُٹھی کہ میں بھی اللہ سے دُعا کروں۔ کہ وہ مجھے بھی بے موسم کا میوہ (بڑھاپے میں اولاد) عطا کرے۔ چنانچہ دُعا کی اور بارگاہ خداوندی میں قبول ہوئی۔ اور حضرت زکریا کے گھر حضرت یحیٰی (علیہما السلام) پیدا ہوئے حضرت یحیٰی اور حضرت عیسیٰ تقریباً ہم عمر تھے۔ مگر حضرت یحیٰی کی پیدائش کچھ پہلے ہوئی تھی

حافظ ابن کثیرؒ نے مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللہ کی تفسیر میں ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ حضرت یحیٰی کی والدہ حضرت مریم سے کہا کرتی تھیں کہ میں اپنے حمل کو تیرے حمل کی طرف سر جھکاتے محسوس کرتی ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱/۳۶) قرآن کریم نے حضرت زکریا اور اُن کے اہل خانہ کو نیکی کے کاموں میں سبقت کرنے والا۔ اُمید و خوف کے ساتھ خدا سے دُعا مانگنے والا۔ اور عجز و نیاز کے ساتھ اُس کے آگے جھکنے والا بتایا ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۔ وَكَانُوْا
لَنَا خَاشِعِيْنَ (انبیاء)

زکوٰۃ ۔ افزونی ۔ زیادتی ۔ پاکیزگی ۔ اصطلاحِ شرعی میں مال کا وہ حصہ جسے مالدار (صاحبِ نصاب) شریعت کے حکم کے مطابق راہ خدا میں نکالتا ہے اسے زکوٰۃ اسی لئے کہتے ہیں ۔ کہ یہ مالدار کے مال میں زیادتی اور پاکیزگی پیدا کرتی ہے ۔ نیز صاحب مال کے اخلاق میں جلا اور اس کے درجات میں اضافہ کا باعث بنتی ہے ۔

"زکوٰۃ" نظام اسلامی کا جس کا مقصد انسان کو دُنیا اور آخرت کی سعادت سے بہرہ اندوز کرنا ۔ اور اُس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اُسے کامیاب بنانا ہے ۔ ایک اہم جزو ہے :۔

(۱) انسان اپنی دنیوی زندگی میں قدم قدم پر مال کا محتاج ہے ۔ مال کی یہ ضرورت اس کے دل میں مال کی طرف رغبت پیدا کرتی رہتی ہے ۔ یہی رغبت جب محبت میں تبدیل ہو جائے ۔ تو دو سخت قسم کے اخلاقی امراض پیدا کر دیتی ہے ۔ جنہیں حرص و بخل کہتے ہیں ۔

حریص و بخیل یہ تو چاہتا ہے کہ ساری دنیا کی دولت اُس کے گھر میں آجائے ۔ مگر وہ اسے اس کے مصرف میں استعمال نہیں کرنا چاہتا دولت کو اللہ تعالےٰ نے اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا وسیلہ بنایا تھا ۔ مگر وہ اسے اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیتا ہے ۔ اس طرح وہ خود بھی اس کے فوائد سے محروم رہتا ہے ۔ اور دوسروں کو بھی محروم رکھتا ہے ۔

حرص و بخل کے امراض کو دور کرنے کے لئے زکوٰۃ و خیرات بہترین علاج ہے یہ مال کی محبت دل میں پیدا نہیں ہونے دیتا ۔ اس طرح اس مرض کی جڑیں نہیں جمنے پاتیں ۔

(۲) زکوٰۃ سے فقیروں کی امداد اور بیکسوں کی دستگیری ہوتی ہے ۔ لہٰذا وہ لوگ جنہیں اللہ تعالےٰ نے دولت کے حصول کے لئے بہتر ذرائع نہیں دئیے ۔ جب اپنی ضرورتوں میں اصحاب خیر کو کام آتے دیکھیں گے تو قدرتی طور پر ان کے دل میں اپنے محسنوں کی محبت پیدا ہوگی ۔ وہ ان کی ضرورتوں میں کام آئیں گے ۔ اور کسی تکلیف کے وقت ان پر جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کریں گے ۔

(۳) غرباء جب یہ دیکھیں گے کہ امراء

کی دولت صرف اُنہی کو فائدہ نہیں پہنچاتی بلکہ اِن کے دُکھ درد میں بھی کام آتی ہے تو وہ اُن کی دولت کے اضافہ میں پوری جدوجہد کرتے رہیں گے ۔ اور ان کے نفع کو اپنا نفع سمجھیں گے ۔ اس طرح ان کی دولت نہ صرف محفوظ رہے گی ۔ بلکہ اُس میں اضافہ ہوتا رہے گا ۔

(۴) زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عملی شکر ہے ۔ زکوٰۃ دینے والا خدا کے اُس فضل وکرم کا احسان مانتا ہے کہ اس نے اسے اس قابل کیا کہ وہ اپنے محتاج بھائیوں کی مدد کرسکا ۔ اور اس لائق بنایا کہ دوسروں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا ۔ بلکہ اُنہیں کچھ دیدیتا ہے کہ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی (اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے) اور اپنے منعم حقیقی کی شکر گزاری نہ صرف آخرت کے عذاب سے بچانے والی ہے ۔ بلکہ دُنیا میں بھی موجب رحمت وبرکت ہے ۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝

(۵) زکوٰۃ کی ادائیگی مردِ مسلم کو خدا کا سچا فرماں بردار بناتی ہے ۔ مال انسان کے لیے دنیا کی عزیز ترین چیزوں میں سے ہے ۔ بلکہ بعض اوقات وہ مال پر جان تک کو قربان کردینے کے لئے تیار ہوجاتا ہے ۔ مشہور ہے گر جاں طلبی مضائقہ نیست وگر زر طلبی سخن دریں ست ۔ زکوٰۃ کا ادا کرنے والا راہ خدا میں اِس عزیز ترین چیز کو قربان کرکے تسلیم و رضا کی رُوح کو بیدار کرتا ہے وہ اپنے آقا و مولیٰ کا وفادار بندہ بنجاتا ہے ۔ اور اس کے حکم پر کسی عزیز سے عزیز چیز کو قربان کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا ۔ الغرض زکوٰۃ اگر ایک طرف انسان کو اپنے خالق کا وفادار بندہ بناتی ہے تو دوسری طرف مخلوق کو ایک دوسرے کے گلے ملاتی ہے ۔ اور ان کے دلوں میں محبت کی گنگا بہاتی ہے ۔ آج بھی اگر دنیا اسلام کے اِس عادلانہ نظام کو قبول کرے ۔ جو اشتراکیت اور سرمایہ داری کی افراط و تفریط کے درمیان ایک معتدل راہ ہے اور جس کا ایک جزو "زکوٰۃ" بھی ہے تو وہ تباہی وبربادی کی اس خوفناک منزل پر پہنچنے سے محفوظ رہ سکتی ہے ۔ جہاں غریب امیروں کا خون چوسنے اور امیر غریبوں کی ہڈیاں چبانے کے لئے تیار کھڑے ہیں ۔ اسلام کے اس حیرت انگیز انقلاب آفریں اجتماعی

نظام ہے مسیو رہو کراٹلی کا مشہور مورخ کاتیانی یہ
کہنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ کہ اسلام کی ظاہری صورت
مذہبی ہے مگر اس کی روح اقتصادی و اجتماعی
ہے اور اسی طرح الحرکات الفکریۃ فی الاسلام
کا روسی مصنف بندلی جوزی دعوی کرتا ہے کہ اسلام
ایک دینی فکر نہ تھا بلکہ ایک اقتصادی اجتماعی
مسئلہ تھا۔

مگر یہ دعوی ان لوگوں کی کم نظری کی وجہ سے ہے۔
اگر اسلام محض ایک اقتصادی نظام ہوتا تو خلفاء
راشدین اور صحابہ کرام کی جو اسلام کی چلتی پھرتی تصویر
تھے یہ شان نہ ہوتی کہ فی النہار فرسان و فی اللیل
رہبان دن کے وقت شہ سوار ہیں اور رات کو عابد
شب زندہ دار حقیقت وہی ہے جو بیان کی جا چکی
کہ اسلام انسان کی روحانی و جسمانی سعادت کا
کفیل اور اس کی اجتماعی و انفرادی ضروریات
کا بہترین حل ہے۔

زَکِیٌّ :- پاکیزہ۔ زکاء سے صفت مشبہ واحد مذکر

زَکِیَّۃ :- پاکیزہ زکاء سے صفت مشبہ واحد مؤنث

زِلْزَال :- ہلانا۔ جھنجھوڑنا۔ رباعی مجرد کا مصدر

زُلْزِلَتْ :- وہ ہلائی گئی۔ زَلْزَلَۃ سے ماضی مجہول
واحد مؤنث غائب۔

زَلْزَلَۃ :- بھونچال۔ زلزلہ۔ رباعی مجرد کا مصدر

زُلْزِلُوْا :- وہ ہلائے گئے۔ زَلْزَلَۃ سے ماضی مجہول
جمع مذکر غائب۔

زُلَفْ :- رات کے حصے۔ واحد زُلْفَۃ

زُلْفَۃ :- نزدیکی۔ رات کا ایک حصہ جمع زُلَف

زَلَق :- چٹیل میدان

زَلَلْتُمْ :- تم پھسلے۔ تم نے ٹھوکر کھائی۔ زَلٌّ سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

زُمَر :- جتھے۔ گروہ گروہ۔ واحد زُمْرَۃ

زَمْھَرِیْر :- سخت جاڑا۔

زِنا :- حرام کاری۔ باب ضرب سے مصدر

زَنْجَبِیْل :- سونٹھ۔ جنت کے ایک چشمہ کا نام۔

زِنُوْا :- تم تولو۔ وَزْن سے امر جمع مذکر حاضر۔

زَنِیْم :- زناکار۔ حرام زادہ۔ بدذات۔ بدنام

زَوَال :- معدوم ہونا۔ زائل ہونا۔ باب نصر سے مصدر

زَوْج :- جوڑا۔ خاوند۔ بیوی۔ جمع۔ اَزْوَاج

زَوْجَان :- دو جوڑے۔ زوج کا تثنیہ بحالت رفعی

زُوِّجَتْ :- وہ ملائی گئی۔ جوڑی گئی تَزْوِیْج سے
ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

زَوَّجْنَا :- ہم نے ملایا۔ ہم نے جوڑا دیا تَزْوِیْج سے
ماضی جمع متکلم۔

زَوْجَیْن :- میاں بیوی۔ دو قسمیں۔ زوج کا تثنیہ
بحالت نصبی۔

زُوْر :- جھوٹ۔ غلط

زَھْرَۃ :- تازگی۔ آرائش۔ سرسبزی۔ باب فتح سے

مصدر۔

زَھَقَ :۔ وہ نابود ہوا۔ مٹ گیا۔ زُھُوق سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

زَھُوق :۔ نابود ہونے والا۔ زُھُوق سے مبالغہ واحد

زِیَادَۃ :۔ زیادتی۔ بڑھوتری۔ زیادہ ہونا۔ زیادہ
کرنا۔ مصدر ضرب سے۔

زَیْت :۔ روغنِ زیتون۔

زَیْتُون :۔ ایک درخت کا نام جس سے روغن نکلتا
ہے۔ ایک پہاڑ بیت المقدس کے متصل (دیکھو تین)

زَیْتُونَۃ :۔ زیتون کا ایک درخت۔

زَیْد :۔ ان کے والد کا نام حارثہ بن شرجیل ہے
بنی کلب کے قبیلہ سے تھے۔ بچپن میں غارتگروں کے
ہاتھ قید ہو گئے۔ بازار عکاظ میں حضرت خدیجہؓ کے
لئے خرید لئے گئے۔ انھوں نے رسول اکرم صلعم کو ہدیہ
کے طور پر پیش کر دیا۔

حضور نے ان کو اپنی اولاد کی طرح پالا۔ یہاں تک
کہ زید بن محمد کے نام سے مشہور ہو گئے۔

اسلام نے غلاموں کو جو عزت دی تھی اس کا عملی
ثبوت دینے کے لئے حضور نے ان کی شادی اپنی پھوپھی
کی بیٹی زینب بنت جحش کے ساتھ کر دی۔ مگر بعد
میں نبھاؤ نہ ہو سکا اور طلاق تک نوبت پہنچی۔ چونکہ
زینب نے زید کے ساتھ شادی کر کے حضور کے حکم
کی تعمیل میں اپنے جذبات اور قوم کے رسم و رواج
کے خلاف زبردست جہاد کیا تھا۔ اس لئے حضور
نے بحکم خداوندی خود ان کے ساتھ شادی کر کے
ان کی عزت افزائی کی۔

حضرت زید سنہ ۸ھ میں غزوہ موتہ میں امیر لشکر کی
حیثیت سے شریک ہوئے اور وہیں شہادت پائی۔ یہ
واحد صحابی ہیں جن کا ذکر نام کے ساتھ قرآن کریم میں
کیا گیا ہے۔

زَیْغ :۔ کجی۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

زَیَّلْنَا :۔ ہم نے جدا کر دیا۔ تفریق ڈال دی۔ تَزْیِیل
سے ماضی جمع متکلم۔

زَیَّنَ :۔ اس نے سنوارا۔ تَزْیِین سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

زُیِّنَ :۔ وہ سنوارا گیا۔ تَزْیِین سے ماضی
مجہول واحد مذکر غائب۔

زَیَّنَّا :۔ ہم نے زینت دی۔ تَزْیِین سے ماضی
جمع متکلم۔

زِیْنَۃ :۔ بناؤ۔ سنگھار۔ گہنا۔

(یَوْمُ) الزِّیْنَۃ :۔ جشن کا دن۔ روز عید۔ یوم عید

زَیَّنُوْا :۔ انہوں نے سنوارا۔ تَزْیِین سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

س

سَ :۔ عنقریب۔ جلد۔ حرف استقبال

ہے مضارع پر داخل ہوتا ہے جیسے سَيَصْلىٰ
نَارًا (جلد آگ میں داخل ہوگا)

سَاءَ :- برا ہوا۔ برا ہے۔ پہلے معنی میں سُوْءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب اور دوسرے معنی میں فعل ذم

سَائِبَةٌ :- وہ جانور جو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیا جاتا جیسے ہمارے زمانہ میں سانڈ چھوڑ دیتے ہیں (بخاری)
جمع - سَوَائِبُ

سَاءَتْ :- بری ہے۔ فعلِ ذم واحد مؤنث غائب

سَائِحَات :- پارسا عورتیں۔ روزہ دار عورتیں ہجرت کرنے والیاں سِيَاحَة سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد - سَائِحَة (دیکھو سائحون)

سَائِحُونَ :- پارسا مرد - روزہ دار مرد ہجرت اور جہاد کرنے والے سِيَاحَة سے اسم فاعل جمع مذکر واحد - سَائِحٌ - سائحون کے اصل معنی سِيَاحَة کرنے والے" ہیں۔ مفسرین نے اس کی مراد کی تعیین میں مختلف قول نقل کئے ہیں۔ بعض نے سائحون سے روزہ دار مراد لئے ہیں کہ جس طرح سیّاح حظ نفس اور آرام بدن کو خیرباد کہہ دیتا ہے۔ اسی طرح روزہ دار بھی۔ بعض نے اس سے مہاجرین مراد لئے ہیں کہ وہ بھی اپنا گھر بار چھوڑ کر راہ خدا میں غربت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بعض نے مجاہدین مراد لئے ہیں کہ وہ بھی دشمنوں کے مقابلہ کے لئے راہ خدا میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض نے طلبہ علوم دینیہ مراد لئے ہیں کہ وہ بھی اپنے گھر کے آرام و آسائش کو چھوڑ کر طلب علم دین میں دنیا کے گوشہ گوشہ کی خاک چھانتے پھرتے ہیں اور بعض نے زاہد و پارسا مراد لئے ہیں جو دنیا کی زندگی مسافرانہ طریقہ سے گزارتے ہیں اور آخرت کی زندگی ہی کو اصل زندگی سمجھتے ہیں اور كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ پر عامل ہیں۔ یہ آخری معنی اپنے اندر جامعیت رکھتے ہیں اسی لئے حضرت شیخ الہند رح نے السائحون کا ترجمہ "بے تعلق رہنے والے" فرما کر ان معنی کو ترجیح دی ہے۔

سَائِغٌ :- خوش ذائقہ - مزہ دار - سَوْغٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سَائِقٌ :- پیچھے سے ہانکنے والا۔ سَوْقٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سَائِلٌ :- پوچھنے والا۔ مانگنے والا۔ سُؤَالٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سَائِلِيْنَ :- مانگنے والے۔ پوچھنے والے۔ سائل کی جمع بحالت نصبی و جری

سَابِحَات :- تیرنے والیاں۔ کشتیاں۔ فرشتے جو روحوں کو لیکر تیزی سے اڑتے ہیں۔ سَبْحٌ (جس کے معنی تیزی سے تیرنا اور اڑنا ہیں) سے اسم فاعل جمع مؤنث - واحد سَابِحَة

سَابِغَات :- کشادہ زرہیں سُبُوْغٌ سے اسم

فاعل جمع مؤنث، واحد سابقۃ

سابق :۔ بڑھنے والا۔ آگے ہونے والا۔ سَباق سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سابقات :۔ آگے بڑھنے والیاں (فرشتے) سَباق سے اسم فاعل جمع مؤنث، واحد سابقۃ

سابقوا :۔ آگے بڑھو۔ سبقت کرو۔ مُسابقۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

سابقون :۔ آگے ہونے والے۔ سبقت کرنے والے سَباق سے اسم فاعل جمع مذکر واحد سابق۔

سابقین :۔ آگے ہونے والے۔ سابق کی جمع بحالتِ نصبی وجری۔

ساجد :۔ سجدہ کرنے والا۔ سُجُود سے اسم فاعل واحد مذکر۔ (دیکھو اُسْجُدُوا)

ساجدون :۔ سجدہ کرنے والے سُجُود سے اسم فاعل جمع مذکر۔ (دیکھو اُسْجُدُوا)

ساجدین :۔ سجدہ کرنے والے۔ ساجد کی جمع بحالتِ نصبی وجری (دیکھو اُسْجُدُوا)

ساحۃ :۔ آنگن۔ کشادہ جگہ۔ میدان

ساحر :۔ جادوگر۔ سِحر سے اسم فاعل واحد مذکر جمع سَحَرۃ۔ (دیکھو سِحر)

ساحران :۔ دو جادوگر۔ ساحر کا تثنیہ بحالتِ رفعی

ساحرون :۔ جادوگر۔ ساحر کی جمع بحالتِ رفعی (دیکھو سِحر)

ساحل :۔ دریا کا کنارہ۔ جمع سَوَاحِل

ساخرین :۔ ہنسی کرنے والے۔ مذاق اڑانے والے سُخر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد ساخر۔

سادۃ :۔ سردار لوگ۔ واحد سیّد۔

سادس :۔ چھٹا۔ ششم۔

سار :۔ اس نے سیر کی۔ وہ چلا۔ سَیر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سارب :۔ راستوں میں پھرنے والا۔ ظاہر ہونے والا۔ سُرُوب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سارعوا :۔ تم دوڑو۔ جلدی کرو۔ مُسارعۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

سارق :۔ چور۔ چرانے والا۔ سَرِقۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سارقۃ :۔ چرانے والی۔ سَرِقۃ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

سارقون :۔ چور۔ سَرِقۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ رفعی۔

سارقین :۔ چور۔ سَرِقۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی وجری۔

ساعۃ :۔ گھڑی۔ وقت۔ روزِ قیامت۔ قیامت کو ساعت اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ اس دن اللہ تعالیٰ بندوں کا حساب اس قدر جلد لے لیگا گویا کہ ایک ساعت میں لیا گیا ہے جیسا کہ

أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ (بہت جلد حساب لینے والا)
سے معلوم ہوتا ہے۔ یا اس لئے کہ اس دن دنیا کی
زندگی کی مدت دن کی ایک ساعت کے برابر معلوم
ہوگی جیسا کہ ارشاد ہے۔ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً
مِنْ نَهَارٍ (وہ دنیا میں نہیں ٹھہرے بجز دن کی ایک
ساعت کی مدت کے) (امام راغب اصفہانی)

سَافِل :۔ نیچے رہنے والا۔ نیچے ہونے والا۔ سفال
سے اسم فاعل :۔ واحد مذکر۔

سَافِلِیْن :۔ نچلے۔ سافل کی جمع بحالت نصبی وجری۔

سَاق :۔ ٹہنی۔ پنڈلی۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا
ہے۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ
إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۞
(جس دن ساق کھولی جائے گی اور کافر سجدہ
کرنے کے لئے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے)
مولانا عثمانی لکھتے ہیں :۔

"ساق" پنڈلی کو کہتے ہیں۔ اور یہ کوئی خاص صفت
یا حقیقت ہے صفات وحقائق الٰہیہ میں سے جس کو
کسی خاص مناسبت سے "ساق" فرمایا۔ جیسے
قرآن میں یَدْ اور وَجْہ کا لفظ آیا ہے۔ یہ مفہومات
متشابہات میں سے کہلاتے ہیں ان پر اسی طرح بلا
کیف ایمان رکھنا چاہئے جیسے اللہ کی ذات وجود،
حیات اور سمع و بصر وغیرہ صفات پر ایمان
رکھتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت
میں اپنی ساق ظاہر فرمائے گا اس تجلی کو دیکھ
مومنین و مومنات سجدہ میں گر پڑیں گے مگر جو شخص ریاء
سے سجدہ کرتا تھا اس کی کمر نہیں مڑے گی (ختم کلامہ رحمہ اللہ
تعالیٰ) بعض علماء نے کشف الساق کے معنی مصیبت
پیش آنا بھی لکھے ہیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے
کہ جس دن مصیبت پیش آئے گی۔"

سَاقِط :۔ گرنے والا۔ سُقُوط سے اسم فاعل واحد
مذکر۔

سَاقَیْ :۔ دو پنڈلیاں۔ ساق کا تثنیہ بحالت رفعی
وجری نون بوجہ اضافت ساقط ہوگیا۔

سَاکِن :۔ رہنے والا۔ ٹھہرنے والا۔ سُکُون سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

سَأَلَ :۔ اس نے پوچھا۔ اس نے مانگا۔ سُؤَال
سے ماضی واحد مذکر غائب۔ بمعنے اوّل متعدی
بیک مفعول ہوتا ہے اور جس امر کے متعلق سوال
واقع ہو اس پر لفظ "عَنْ" داخل ہوتا ہے جیسے
سَأَلْتُ زَيْدًا عَنْ خَالِدٍ (میں نے زید
سے خالد کے متعلق پوچھا) اور بمعنے ثانی متعدی بدو
مفعول ہوتا ہے۔ جیسے أَسْأَلُ اللهَ الْمَغْفِرَةَ
(میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں)

سُئِلَ :۔ وہ پوچھا گیا (سُؤَال سے ماضی مجہول
واحد مذکر غائب۔

سَأَلْتَ :۔ تو نے پوچھا (سُؤَال) سے ماضی واحد مذکر

حاضر۔

سَأَلْتُ :- میں نے پوچھا۔ سُؤال سے ماضی واحد متکلم

سَأَلَتْ :- اس نے پوچھا۔ سُؤال سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

سُئِلَتْ :- وہ پوچھی گئی سُؤال سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

سَأَلْتُمْ :- تم نے پوچھا۔ تم نے مانگا۔ سُؤال سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

سَالِمُوْنَ :- صحیح۔ تندرست۔ سلامۃ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد۔ سالِم۔

سَأَلُوْا :- انھوں نے پوچھا۔ سُؤال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سُئِلُوْا :- وہ پوچھے گئے۔ سُؤال سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

سَامِدُوْنَ :- کھلاڑیاں کرنے والے۔ غافل۔ سُمُوْد سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد۔ سَامِد۔

سَامِر :- افسانہ گو۔ کہانی کہنے والا۔ سَمَر سے اسم فاعل، واحد مذکر۔

سَامِرِیّ :- ایک شخص کا نام جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف لیجانے کے بعد ان کی قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا کیا۔

سامریؔ کی تحقیق کرتے ہوئے مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں: "قیاس کہتا ہے کہ یہاں سامری سے مقصود سمیری قوم کا فرد ہے۔ کیونکہ جس قوم کو ہم نے سمیری کے نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے۔ عربی میں اس کا نام قدیم سے سامری چلا آرہا ہے۔ اور اب بھی عراق میں ان کا بقایا اسی نام پکارا جاتا ہے۔

یہاں قرآن کا "السامری" کہہ کے اسے پکارنا صاف کہہ رہا ہے کہ یہ نام نہیں ہے۔ اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے۔

یعنی وہ شخص اسرائیلی نہ تھا سامری تھا ــــ

سمیری قبائل کا اصل وطن عراق تھا مگر یہ دور دور تک پھیل گئے تھے۔ مصر سے ان کے تعلقات کا سراغ ایک ہزار سال قبل مسیح تک روشنی میں آچکا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے۔ اسی قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ کا بھی معتقد ہو گیا اور جب بنی اسرائیل نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ نکل آیا۔ اسی کو قرآن نے "السامری" کے لفظ سے یاد کیا ہے۔

گائے بیل اور بچھڑے کی تقدیس کا خیال سمیریوں میں بھی تھا اور مصریوں میں بھی۔ مصری اپنے دیوتا حورس کا چہرہ گائے کی شکل کا بناتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ کرۂ زمین ایک گائے کی پشت پر قائم ہے جب سامری نے دیکھا بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی سے مضطر ہو رہے ہیں تو اس نے کہا مجھے سونے کے زیور لادو

پھر انہیں گلا کر بچھڑے کی ایک مورتی بنا دی۔ مصری مندروں کی مخفی کاریگریاں اسے معلوم تھیں اس نے مورتی کے اندر ہوا کے نفوذ و خروج کی ایسی کل بٹھا دی کہ اس سے ایک طرح کی آواز نکلنے لگی۔ (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۴۶۵)

سُئِل :۔ مانگا ہوا۔ مطلوب فُعِلَ بمعنے مفعول

سَاوٰی :۔ برابر کیا اُس نے مُسَاوَاۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَاهِرَة :۔ صاف وہموار زمین۔ میدان قیامت جمع سَوَاهِر۔

سَاهَمَ :۔ اس نے قرعہ ڈالوایا مُسَاهَمَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَاهُوْنَ :۔ بھولنے والے۔ غافل۔ (الجملۃ عن السّہو) سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد سَاهِیٍ

سَبَأ :۔ ایک شخص کا نام جو یمن کے قبائل کا جد امجد تھا۔ یمن کی ایک قدیم قوم کا نام یمن کے ایک قدیم شہر کا نام۔ مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ اس کی تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

توراۃ میں شبا ایک جد قبیلہ کا نام ہے عرب روایت کے مطابق اس جد قبیلہ کا نام عمر یا عبد شمس اور لقب سبا تھا محققین جدید بھی زیادہ تر اس کو لقب خیال کرتے ہیں۔ لغویین عرب کی رائے ہے کہ یہ سبی سے مشتق ہے جس کے معنی غلام بنانے کے ہیں چونکہ عبد شمس بہت بڑا فاتح تھا اور اس نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر کے غلام بنایا اس لیے اس کا لقب سبا قرار دیا گیا۔

تحقیق جدید یہ ہے کہ سبی اور سبا اس معنی سے ماخوذ ہے جس کا مفہوم تجارت ہے۔ کتبات میں عموماً سبا کا مادہ تجارتی سفر کے معنی میں استعمال ہوا ہے عربی زبان میں یہ اب تک شراب کی تجارت اور خرید و فروخت اور اس کے لیے سفر کے معنی میں مستعمل ہے۔ سبا چونکہ تاجر قوم تھی اس لیے اس لقب سے مشہور ہوئی۔ (ارض القرآن) بلقیس ملکہ سبا جس کا قرآن کریم اور توراۃ میں ذکر ہے اسی قوم سے تھی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو لفظ۔ تُبَّع

سُبَات :۔ آرام۔ راحت

سَبَب :۔ رسی۔ حیلہ۔ ذریعہ۔ جمع۔ اَسْبَاب

سَبْت :۔ ہفتہ کا دن۔ سنیچر۔ جمع سُبُوْت سَبْت کے مصدری معنے "آرام لینا۔ کام ختم کرنا" ہیں چونکہ موسوی شریعت میں ہفتہ کے روز دنیا کا کام کاج کرنا ممنوع اور اس دن عبادت میں مشغول رہنا ضروری تھا۔ اس لیے بنی اسرائیل کی اصطلاح میں اس دن کا نام سَبْت ہو گیا اور یہودیوں کے میل جول کی وجہ سے اہلِ عرب بھی سنیچر کو اسی نام سے پکارنے لگے۔

سَبْح :۔ تیرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

سَبَّحَ :- اس نے پاکی بیان کی۔ پاکی سے یاد کیا
تَسْبِیْح سے ماضی واحد مذکر غائب۔
تَسْبِیْح کے اصطلاح شرع میں معنی یہ ہیں کہ خدا
تعالیٰ کی ذات کو جملہ نقائص وعیوب سے منزہ
ومقدس اور پاک یقین کیا جائے۔ حدیث میں ہے۔
مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ فَلَہٗ عَشْرَۃُ
حَسَنَاتٍ (جو شخص "سبحان اللہ" کہے تو اسے دس
نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عقیدہ
مذکورہ کے ساتھ اپنی زبان سے یہ کلمات نکالے اور
زبان و دل کو ہم آہنگ کرے تو اسے دس نیکیاں
ملتی ہیں۔ یہ گمان کرلینا صحیح نہیں ہے۔ کہ محض
سبحان اللہ کہنے سے یہ مرتبہ حاصل ہو جائے گا۔
خواہ ان کلمات طیبہ کے معانی دل میں راسخ نہ ہوں
(امام غزالی) (ش۔ ا)

سَبِّحْ :- تو پاکی سے یاد کر۔ تَسْبِیْحٌ سے امر
واحد مذکر حاضر۔

سُبْحَان :- پاک ہے۔ مقدس ہے۔ دراصل یہ
تَسْبِیْح کا اسم مصدر ہے۔

سَبَّحُوْا :- انہوں نے تسبیح کی۔ تَسْبِیْحٌ سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

سَبِّحُوْا :- تم پاکی سے یاد کرو۔ تَسْبِیْحٌ سے امر جمع
مذکر حاضر۔

سَبُعٌ :- درندہ۔ جمع سِبَاعٌ

سَبْعٌ :- سات۔ (مؤنث)

سَبْعَۃٌ :- سات (مذکر)

سَبْعُوْنَ :- ستر۔ (بحالت رفعی)

سَبْعِیْنَ :- ستر۔ (بحالت نصبی وجری)

سَبَقَ :- وہ گذر چکا۔ آگے بڑھ گیا۔ سَبْقٌ سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

سَبْقٌ :- آگے ہونا۔ مقدم ہونا۔ باب ضرب
سے مصدر۔

سَبَقَتْ :- وہ آگے ہو چکی پہلے سے ٹھہر چکی۔ سَبْقٌ
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

سَبَقُوْا :- وہ آگے نکلے۔ سَبْقٌ سے ماضی جمع مذکر
غائب۔

سُبُلٌ :- راہیں۔ راستے واحد سَبِیْلٌ

سَبِیْلٌ :- راستہ امام راغب فرماتے ہیں
سبیل "سہل راستہ" کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع
سُبُلٌ آتی ہے۔ اور سبیل کو جب مطلق بولا جائے تو
اس سے مراد سبیل حق (صحیح راستہ) ہوتا ہے چنانچہ
فرمایا ہے۔ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ (پھر راہ
حق کو اس کے لئے آسان کیا) اور اِبْنُ السَّبِیْل
مسافر کو کہتے ہیں کیونکہ وہ راہ ہی سے اسے ہر وقت
لگاؤ رہتا ہے (مفردات)

سِتَّۃٌ :- چھ (مذکر)

سِتْرٌ :- پردہ۔ جمع اَسْتَار

سِتِّینَ :- ساٹھ (بحالتِ نصبی و جری)

سَجٰی :- اس نے ڈھانپ لیا۔ وہ چھایا۔ سُجُوٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَجَدَ :- اس نے سجدہ کیا۔ سُجُوْدٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ دیکھو اُسْجُدُوْا)

سُجَّدًا :- سجدہ کرنے والے واحد سَاجِد (دیکھو اُسْجُدُوْا)

سَجَدُوْا :- انہوں نے سجدہ کیا۔ سُجُوْد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سُجِّرَتْ :- وہ جھونکی گئی۔ وہ خالی کی گئی۔ تَسْجِیْرٌ سے ماضی مجہول، واحد مؤنث غائب۔

سِجِلّ :- طومار۔ قبالہ۔ محضر۔ نوشتہ۔ فرشتہ
امام راغب فرماتے ہیں کہ سجل ایک پتھر کو کہتے تھے جس پر لکھا جاتا تھا۔ پھر ہر اس چیز کو جس پر لکھا جائے سِجل کہا جانے لگا" بعض نے لکھا ہے کہ سِجِلّ رسول اکرم صلعم کے کاتب کا نام ہے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔

سِجْن :- قیدخانہ۔ جمع سُجُوْن

سُجُوْد :- سجدہ کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر (دیکھو اُسْجُدُوْا)

سِجِّیْل :- کھنگر۔ (یہ لفظ "سنگ و گل" سے معرب ہے)

سَحَاب :- بدلیاں۔ واحد سَحَابَۃ

سَحَابَۃ :- بدلی۔ ابر۔

سَحَّار :- بڑا جادوگر۔ سِحْر سے مبالغہ واحد

سُحْت :- رشوت۔ حرام۔

سَحَر :- صبح۔ جمع۔ اَسْحَار۔

سِحْر :- جادو۔ لغت میں ہر اس شے کو سحر کہتے ہیں جس کا سبب پوشیدہ ہو۔ اس کا ماخذ سَحَر ہے جس کے معنی "پھیپھڑا" ہیں۔ جو ایک اندرونی عضو ہے۔ اور اپنی لطیف و نازک صنعت کے لحاظ سے حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ دھوکہ کو جس کی حقیقت کچھ ہو اور ظاہر کچھ کیا جائے۔ اور عشاق کے دل میں آہو چشم حسینوں کی نگاہِ بیمار کی تاثیر کو، اور اہل ذوق کے دل میں فصیح و بلیغ کلام کے اثر کو جن کے اسباب ظاہری نگاہوں سے مخفی ہوتے ہیں۔ سحر کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے۔ عُیُوْن سَوَاحِر اور فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

سحر کیا ہے! اس کے متعلق علماء قدیم و جدید کی آراء مختلف ہیں:۔ امام راغب اصفہانی رح لکھتے ہیں سحر کا اطلاق چند معانی پر کیا جاتا ہے:۔

(۱) دھوکہ اور تخیلات جن کی کوئی اصل و حقیقت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ شعبدہ باز لوگوں کی نگاہوں سے بچا کر ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اور فرعون کے مقابلہ کے واقعہ میں سَحَرُوْا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ

(جادوگروں نے لوگوں کی نگاہوں کو دھوکہ دیا اور انہیں ہیبت زدہ کر دیا) میں یہی مراد ہے۔

(۲) شیطانوں سے تقرب پیدا کر کے ان کی مدد حاصل کرنا اور ان کی امداد سے محیر العقول کام انجام دینا۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ
تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ

(میں تم کو بتاؤں کس پر شیطان اترتے ہیں۔ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں) میں یہی مراد ہے۔

(۳) وہ جو جہلاء میں مشہور ہے ایسا فعل (غیر معلوم الحقیقت) جس کی قوت سے صورتوں اور طبیعتوں کو بدل دیا جاتا ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں۔

علامہ رشید رضاء مصری لکھتے ہیں:۔

سحر کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) اسباب طبیعیہ کے ذریعہ، مادہ کے مخفی خواص سے واقف لوگ ناواقفوں کو جو کرتب دکھاتے ہیں۔

مثلاً جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ فرعون کے جادوگروں نے پارہ بھری ہوئی لکڑیاں اور رسیاں بنائی تھیں اور پھر زمین کے نیچے آگ دھکا کر انہیں اس پر متحرک کیا تھا۔ اگر علماء طبعیات دکیمیاء چاہیں تو آج وسط افریقہ کے علاقہ میں خود کو کامیاب جادوگر بنا کر پیش کر سکتے ہیں اور ان جاہلوں میں اگر خدائی کا بھی دعوی کریں تو قبول کیا جا سکتا ہے۔

(۲) شعبدہ بازی جس میں مہارت کا دارومدار ہاتھ کی صفائی پر ہوتا ہے۔ کہ ایک چیز کو جلدی سے چھپا کر دوسری چیز دکھا دیتے یا اسی چیز کو صورت بدل کر پیش کر دیتے ہیں۔

اس قسم کی شعبدہ بازی آج کل ہر جگہ عام ہے۔ اور اسے اب جادو نہیں کہا جاتا۔

(۳) قوی الارادہ لوگ ضعیف الارادہ اور وہم پرست لوگوں پر مخصوص طریقوں سے اثر ڈالتے ہیں۔ جسے جدید اصطلاح میں ہپناٹزم اور مسمریزم وغیرہ کہتے ہیں یہی وہ چیز ہو جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اس میں شیطانوں کی ارواح سے مدد لی جاتی ہے۔

حافظ ابو حیان اندلسی اور امام ابو بکر جصاص وغیرہما نے سحر کی اور بھی بہت سی قسمیں شمار کرائی ہیں حتی کہ چغلخوروں کی عیارانہ گفتگو اور کٹھ پتلیوں کے تماشہ کو بھی ان اقسام میں شمار کرایا گیا ہے۔

اس تفصیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سحر ایک جنس جامع ہے جس کے تحت بہت سی انواع داخل ہیں جہاں تک شعبدہ بازی اور کیمیاوی عجائب آفرینی اور اس سے ملتی جلتی قسموں کا تعلق ہے کسی کو اس کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا۔ پہلے بھی اور آج تو شہر شہر اور قریہ قریہ

یہ چیزیں مشاہدہ اور معروف ہیں۔
البتہ وہ "سحر" جس میں شیطانوں کی مدد سے، یا کلمات وتعویذ کی تاثیر سے معمول کا قلب ماہیت کر دیا جائے مثلاً آدمی کو گدھا یا مکھی بنا دیا جائے . . . . یا صحت کو مرض میں اور مرض کو صحت میں تبدیل کر دیا جائے تو ایسے سحر کے وجود و ثبوت کے متعلق علماء میں اختلاف رہا ہے۔
بعض علماء "سحر" کی اس نوع کا بالکل انکار کرتے ہیں اور اسے تخیلات فاسدہ اور اوہام باطلہ سے زیادہ کوئی درجہ نہیں دیتے۔
محققین کی رائے یہ ہے کہ "سحر" کی یہ نوع بھی اپنی جگہ ثابت ہے اگر اس کی تاثیر کا درجہ صرف یہ ہو کہ صحت کو مرض میں اور مرض کو صحت میں تبدیل کر دے باقی قلب ماہیت میں اس کو کچھ دخل نہیں امام بخاریؒ زور و شور کے ساتھ اسی رائے کے موید ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ترجمۃ الباب میں تمام ان آیات کو جمع کر دیا ہے جو سحر پر صراحۃً یا اشارۃً دال ہیں اور مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ میں نفّاثات کا ترجمہ سواحر (جادوگرنیاں) کیا ہے۔ پھر اس حدیث کو ذکر کیا ہے جس میں لبید بن اعصم کے رسول اکرم صلعم پر کنگھی میں جادو کرنے اور اسے بئر ذی اروان میں دفن کرنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھولے بھولے ہو جانے کا ذکر ہے۔
علامہ انور شاہ کاشمیریؒ اس حدیث پر گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "سحر میں یہ تاثیر ہے کہ وہ صحت کو مرض سے اور مرض کو صحت سے بدل دیتا ہے۔ مگر قلب ماہیت اس کے ذریعہ ممکن نہیں اور وہ جو بعض اوقات ساحروں کے عمل میں قلب ماہیت محسوس ہوتی ہے تو وہ خیال بندی کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ اور ساحران فرعون کے تذکرہ میں فرمایا ہے۔ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (موسیٰ کو ان کے جادو کے زور سے ایسا خیال ہوتا تھا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں چل رہی ہیں، تو درحقیقت رسیاں سانپ نہیں بن گئی تھیں۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو ایسا خیال ہونے لگا تھا یہی وہ بات ہے جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے۔ کہ سحر محض خیال بندی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام صاحب کو سحر کی تاثیر سے انکار ہے کہ وہ ظاہر و باہر ہے۔ بلکہ وہ قلب ماہیت کی تاثیر کے منکر ہیں"
اس کے بعد شاہ صاحبؒ سحر اور معجزہ کا فرق بیان فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:-
"یہیں سے معجزہ اور سحر کے درمیان خط فاصل کھینچا

ہے۔ کیونکہ معجزہ میں خیال بندی بالکل نہیں
ہوتی بلکہ حقیقت محضہ ہوتی ہے اور واقعی انقلابِ
ماہیت ہو جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں عصائے موسوی کے متعلق
ارشاد فرمایا گیا۔ فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا صَنَعُوْا
(جو کچھ ساحروں نے بنایا تھا اسے نگلنے لگی) یعنی
فی الحقیقۃ اژدھا بن گئی اور وہ کام کرنے لگی جو اژدھے
کرتے ہیں" (فیض الباری ۱۲۔)

امام ابوبکر جصاص نے بھی معجزہ اور سحر کے درمیان
فرق پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔

معجزاتِ انبیاء کرام اور تخییلاتِ سحرہ کے درمیان
فرق یہ ہے کہ معجزات سراسر حقیقت ہوتے ہیں ان
کا ظاہر اور باطن یکساں ہوتا ہے جس قدر ان
کو نگاہ غائر سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کی واقعیت اور
اصلیت نمایاں ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور اگر ساری
مخلوق بھی ان کے مقابلہ و معارضہ کی کوشش کرے
تو یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ برخلاف اس
کے ساحرین کی عجوبہ آفرینیاں حیلہ گری اور چابکدستی
سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ ذرا سے تأمل
سے ان کی بے حقیقتی اور فریب کا پردہ چاک ہو جاتا
ہے۔ نیز ہر شخص اپنی ذاتی کوشش سے دوسرے
علوم کسی کی طرح اس علم میں مہارت حاصل کر
سکتا ہے۔ اور وہ سب کچھ شعبدے دکھا سکتا ہے
جو ایک ماہر ساحر دکھاتا ہے۔ (احکام القرآن)

ان فرق کے علاوہ انبیاء کرام اور ساحرین
کی زندگیاں بھی دونوں کو ایک دوسرے سے
جدا کرتی ہیں۔ انبیاء کرام کی زندگی عبودیت کاملہ
اور حسن عمل کا اسوۂ حسنہ ہوتی ہے۔ اور ساحرین
کی زندگی شیطنت اور بدکرداری کا بدترین نمونہ
ساحرین کا مقصد دنیا طلبی ہوتی ہے اور وہ
اس مقصد کے حصول کے لئے ہر امیر و سلطان
کے دروازے کی خاک چھانتے پھرتے ہیں اور
انبیاء کرام کا مقصد رضائے مولیٰ اور ہدایت
خلق کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ بڑی بڑی دنیوی
دولت کو بھی اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ کہہ کر پائے
استحقار سے ٹھکرا دیتے ہیں۔

اس موضوع پر اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا تھا
مگر افسوس کہ اس مختصر کی تنگ دامانی اس سے
زیادہ کی اجازت نہیں دیتی واللہ اعلم

سِحْرَانِ :۔ دو جادو۔ سحر کا تثنیہ

سَحَرَۃ :۔ جادوگراں۔ واحد۔ ساحر

سَحَرُوْا :۔ انہوں نے جادو کیا۔ انہوں نے نظر
بندی کی۔ سحر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سُحْقٌ :۔ دوری۔ لعنت۔ باب کرُم سے مصدر

سَحِیْقٌ :۔ بہت دور۔ سُحْقٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر

سَخِرَ :۔ اس نے ٹھٹھا کیا۔ سُخْر سے ماضی واحد مذکر غائب

سَخَّرَ:- اس نے بس میں کیا۔ فرمانبردار بنایا تسخیر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَخَّرْنَا:- ہم نے فرمانبردار بنایا۔ تسخیر سے ماضی جمع متکلم۔

سَخِرُوْا:- انہوں نے ہنسی کی (بصلہ مِن) سُخر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سِخْرِیّ:- ٹھٹھا۔ ہنسی۔ دل لگی

سُخْرِیّ:- خدمت گار۔ مزدور۔ فرمانبردار۔

سَخَطٌ:- سخت غصہ۔ عذاب۔ باب سمع سے مصدر۔

سَدّ:- روک۔ دیوار

قرآن کریم نے سورہ "کہف" میں ایک "سدّ" کا ذکر کیا ہے جسے ذوالقرنین نے اپنی شمالی فتوحات کے دوران میں یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچنے کے لئے مقامی باشندوں کی درخواست پر تعمیر کیا تھا۔ مولٰنا ابوالکلام آزاد نے اس موضوع پر "ترجمان القرآن" میں ایک مفصّل مورخانہ بحث کی ہے۔ مولٰنا نے یہ ثابت کرتے ہوئے کہ ذُوالقرنین "چھٹی صدی قبل مسیح کا مشہور بادشاہ سائرس (یا خورس یا کے خسرو) تھا۔ اور یاجوج و ماجوج منگولیا (چینی ترکستان) کے قبائل "گاگ" اور "میگاگ"" .... تحریر فرمایا ہے کہ انہی قبائل کے حملوں کو روکنے کے لئے جن سے چھٹی صدی قبل مسیح میں مغربی ایشیا کا تمام علاقہ پامال ہو رہا تھا سائرس نے یہ دیوار تعمیر کی تھی۔ اس دیوار کے محل وقوع کی مولٰنا ان الفاظ کے ساتھ تعین فرماتے ہیں

"بحر خزر کے مغربی ساحل پر ایک قدیم شہر دربند آباد ہے۔

یہ ٹھیک اس مقام پر واقع ہے۔ جہاں کاکیشیا کا سلسلہ کوہ ختم ہوتا اور بحر خزر سے مل جاتا ہے اس مقام پر قدیم زمانہ سے ایک عریض طویل دیوار موجود ہے۔ جو سمندر سے شروع ہو کر تقریباً تیس میل تک مغرب میں چلی گئی ہے۔ اور اس مقام تک پہنچ گئی ہے۔ جہاں کاکیشیا کا مشرقی حصّہ بہت زیادہ بلند ہو گیا ہے اس طرح اس دیوار نے ایک طرف بحر خزر کا ساحلی مقام بند کر دیا تھا۔ دوسری طرف پہاڑ کا تمام وہ حصّہ بھی روک دیا تھا جو ڈھلوان ہونے کی وجہ سے قابل عبور ہو سکتا تھا۔ ساحل کی طرف یہ دیوار دوہری ہے ___ لیکن یہ دوہری دیوار صرف دو میل تک گئی ہے۔ اس کے بعد اکہری دیوار کا سلسلہ ہے دونوں دیواریں جہاں جا کر ملی ہیں وہاں ایک قلعہ ہے قلعہ تک پہنچ کر دونوں کا درمیانی فاصلہ سو گز سے زیادہ نہیں رہتا لیکن ساحل کے پاس پانچسو

گز ہے اور اسی پانچسو گز کے عرض میں دربند آباد ہے اس دہری دیوار کو ایرانی قدیم سے دوبارہ کہتے آئے ہیں یعنی دہرا سلسلہ — مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری میں جب یہ علاقہ فتح کیا تو ساسانیوں کی طرح انہوں نے بھی اس مقام کی اہمیت محسوس کی وہ اسے "باب الابواب" اور "الباب" کے نام سے پکارنے لگے۔ کیونکہ مملکت کے لئے یہی مقام شمال کا دروازہ تھا اور ان بہت سے دروازوں میں سے آخری دروازہ جو اس دیوار کے طول میں بنائے گئے تھے۔ (حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ۲۱ھ میں سراقہ بن عمرو نے باب پر حملہ کیا شہر براز حاکم باب نے اس شرط پر صلح کر لی کہ بجائے جزیہ کے اس سے فوجی خدمات لیلی جائیں اور حکومت اسلامیہ کی ماتحتی قبول کی۔ (از مرتب)

اس مقام سے جب مغرب کی طرف کاکیشیا کے اندرونی حصّوں میں اور آگے بڑھتے ہیں تو ایک اور مقام ملتا ہے جو درّہ داریال کے نام سے مشہور ہے اور موجودہ زمانہ کے نقشہ میں اس کا محلّ لاڈی کیوکز اور تفلس کے درمیان دکھایا جاتا ہے۔ یہ کاکیشیا کے نہایت بلند حصّوں میں سے ہو کر گذرتا ہے۔ اور دور تک دو بلند چوٹیوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہاں بھی قدیم زمانہ سے ایک دیوار موجود ہے۔ اور ارمنی روایتوں میں اسے آہنی دروازہ کے نام سے پکارا گیا ہے — یہ استحکامات سکندر سے دو برس برس پہلے سائرس نے تعمیر کئے تھے اور درہ داریال کی سد وہی سد ہے جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے۔ درہ داریال کا مقام ٹھیک ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے۔ یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سد تعمیر کی گئی ہے۔ اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کر دی ہے۔ چونکہ اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا تھا۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں "آہنی دروازہ" کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے۔ اسی کا ترجمہ ترکی میں دامرکپو مشہور ہو گیا۔ (ترجمان القرآن) جلد دوم سورۂ کہف

سُدًی:۔ بے کار۔ بے قید۔ (سُدیٰ) اصل میں شتر بے مہار کو کہتے ہیں جس کی کوئی روک تھام اور نگرانی کرنے والا نہ ہو۔

سِدْر:۔ بیری کا درخت۔ واحد۔ سِدْرَۃ

سِدْرَۃُ المُنْتَھیٰ:۔ ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے عرش اعظم کے داہنی طرف۔ ملائکہ وغیرہ کی اس سے آگے رسائی نہیں۔ (راغب)

سُدُس:۔ چھٹا حصّہ۔ جمع۔ اَسْدَاس۔

سَدِیْد:۔ درست۔ سیدھا۔ سَدَاد سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

سَدَّیْنِ:۔ دو دیواریں۔ سَدّ کا تثنیہ بحالت

نصبی و جری۔

سِرٌّ :۔ چھپا ہوا۔ بھید۔ جمع۔ اَسْرَار

سَرَّاء :۔ خوشی۔ فراخی۔ سُرُوْر سے اسم مصدر

سَرَائِر جمع :۔ بھید۔ واحد۔ سَرِیْرَۃ

سَرَاب :۔ دھوکا۔ ریت جو میدان میں دور سے پانی کی طرح معلوم ہوتا ہے

سَرَابِیْل :۔ کرتے۔ واحد۔ سِرْبَال

سِرَاج :۔ چراغ۔ آفتاب۔ جمع۔ سُرُج

سَرَاح :۔ رخصت کرنا۔ چھوڑ دینا۔ تَسْرِیْح سے اسم مصدر

سُرَادِق :۔ سراپردہ۔ شامیانہ۔ خیمہ۔ جوالیقی کہتے ہیں کہ [illegible] سرادق (معلوب در سرا) کا معرب ہے اور بعض کا قول ہے کہ فارسی کے سراپردہ کا معرب ہے۔ (الاتقان ج ۱ ص ۱۳۹)

سِرَاع :۔ دوڑنے والے۔ واحد۔ سَرِیْع

سَرَب :۔ سرنگ۔ نشیبی جگہ۔

سَرِّحُوا :۔ تم چھوڑ دو۔ رخصت کر دو۔ تَسْرِیْح سے امر جمع مذکر حاضر۔

سَرْد :۔ زرہ وغیرہ بننا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

سُرُر :۔ تخت۔ واحد۔ سَرِیْر۔

سَرَقَ :۔ اس نے چرایا۔ سَرِقَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَرْمَدًا :۔ ہمیشہ۔ دائم۔

سُرُوْر :۔ خوشی۔ خوشحالی۔ باب نَصَرَ سے مصدر

سَرِیٌّ :۔ جاری چشمہ۔ بزرگ۔ سردار۔ جمع اَسْرِیَۃ (معنی اول) اور سَرَاۃ (معنی ثانی)

سَرِیْر :۔ تخت۔ جمع۔ سُرُر۔

سَرِیْع :۔ تیز۔ جلدی کرنے والا۔ سُرْعَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

سُطِحَتْ :۔ وہ بچھائی گئی۔ سَطْح سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

سَعٰی :۔ [illegible] کوشش کی۔ سعی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَعَۃ :۔ فراخی۔ وسعت۔ مقدور۔ طاقت

سُعِدُوْا :۔ وہ نیکبخت بنائے گئے۔ سَعَادَۃ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

سُعُر :۔ دیوانگی۔ جنون۔

سُعِّرَتْ :۔ وہ دہکائی گئی۔ تَسْعِیْر سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

سَعَوْا :۔ انہوں نے کوشش کی۔ سَعْی سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سَعْی :۔ محنت۔ دوڑ۔ کوشش۔ کمائی۔ باب فَتَحَ سے مصدر

سَعِیْد :۔ نیک بخت۔ سَعَادَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

سَعِیْر :۔ دوزخ۔ دہکتی آگ۔ سَعْر سے

فعیل بمعنے مفعول۔

سَفَاهَة :۔ بے وقوفی۔ بے عقلی۔ باب کرُم سے مصدر۔

سَفَر :۔ مسافرت۔ پردیس۔ سفر۔ حنفیہ کے نزدیک سفرِ شرعی کی کم از کم مقدار تین دن اور تین رات کی مسافت ہے۔ علماء نے اس کی تعیین اڑتالیس میل سے کی ہے۔ سفر کے احکام مخصوصہ اس مقدار پر جاری ہوتے ہیں۔

سَفَرَة :۔ لکھنے والے۔ واحد۔ سافِر

سُفْلیٰ :۔ بہت نیچی سَفَال سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

سَفَه :۔ نادانی۔ بیوقوفی۔ باب سَمِعَ سے مصدر

سَفِهَ :۔ اس نے بیوقوف بنایا سَفَه سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سُفَهَاء :۔ احمق۔ نادان۔ واحد سَفِیه

سَفِینَة :۔ کشتی۔ جمع۔ سُفُن

سَقیٰ :۔ اس نے پلایا۔ سَقْی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سِقَایَة :۔ پانی پلانا۔ پانی پلانے کا برتن

سَقَر :۔ دوزخ کا نام (غیر منصرف ہے) ماخوذ ہے سَقَر سے جس کے معنی جھلس دینا ہیں

سُقِطَ فِی اَیْدِیهِم :۔ وہ بہت پچھتائے۔ سُقُوط سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب

اور جار و مجرور بمنزلہ نائب فاعل ہیں۔ سُقُوط کے اصل معنی گرنا ہیں۔ انتہائی افسوس و حسرت کے وقت آدمی اپنے ہاتھوں کو کاٹتا ہے اور اس وجہ سے اس کے ہاتھوں میں دانتوں کا نشان واقع ہو جاتا ہے پس کنایۃً سُقُوط فی الید (مجہولاً) انتہائی حسرت و افسوس کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ (کشاف) (ش۔ ا)

سَقَطُوا :۔ وہ گر پڑے۔ سُقُوط سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سَقْف :۔ چھت۔ جمع۔ سُقُوف۔ السَّقْف المرفوع آسمان۔

سُقْنَا :۔ ہم نے چلایا۔ سَوْق سے ماضی جمع متکلم +

سُقُوا :۔ وہ سیراب کیے گئے۔ سَقْی سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

سُقْیَا :۔ پانی پلانا۔ سَقْی سے اسم مصدر

سَقَیْتَ :۔ تو نے پلایا۔ سَقْی سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

سَقِیم :۔ بیمار۔ سَقَام سے صفت مشبہ واحد مذکر

سُکٰرىٰ :۔ بیہوش۔ مست۔ واحد۔ سَکْرَان

سَکَتَ :۔ وہ تھما۔ خاموش ہوا۔ سُکُوت سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَکَرٌ:۔ نشہ کی چیز۔ شراب۔ نبیذ۔ کھانا۔ بقدر ضرورت کھانا۔ جمع اَسْکار۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا۔ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِیلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَکَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا (اور پلاتے ہیں ہم کھجور اور انگور کے میووں سے، تم اس سے سکر اور اچھی روزی بناتے ہو) تو یہاں اگر "سکر" سے شراب مراد لی جائے تو اس بناء پر لی جاسکتی ہے۔ کہ آیۃ مکی ہے حرمت خمر سے پہلے کی یا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ ہم تو یہ نعمتیں تمہیں اس لئے دیں کہ تم ان کو طاعات کا ذریعہ بناؤ اور تمہاری حالت یہ ہے کہ تم ان کو معاصی کا وسیلہ بھی بنا لیتے ہو۔ گویا آیۃ عتاب اور منت (احسان) دونوں مضامین کو جامع ہے۔ اگر دوسرے معانی مراد لئے جائیں تو کسی توجیہ کی ضرورت ہی نہیں۔

(بیضاوی ج ۱ ص ۴۴۶)

سَکْرَةٌ:۔ بیہوشی۔

سُکِّرَتْ:۔ اس کی نظر بندی کی گئی۔ تَسْکِیْرٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

سَکَنٌ:۔ راحت۔ اطمینان۔

سَکَنَ:۔ وہ ٹھیرا۔ اس نے آرام پکڑا۔ سُکُوْنٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَکَنْتُمْ:۔ تم بسے۔ سُکُوْنٌ سے ماضی جمع مذکر غائب

سِکِّیْنٌ:۔ چھری۔ چاقو۔ جمع سَکَاکِیْن

سَکِیْنَةٌ:۔ تسکین۔ چین۔ آرام۔

سَلْ:۔ تو پوچھ۔ سوال کر۔ سُؤَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

سُلٰلَةٌ:۔ خلاصہ۔ نچوڑ۔

سَلَاسِلُ:۔ زنجیریں۔ واحد۔ سِلْسِلَةٌ

سَلَامٌ:۔ سلامتی۔ دعا۔ سلام۔ امان۔ سالم اللہ تعالیٰ کا نام۔ دَارُ السَّلَامِ جنّت کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہاں داخل ہو کر اہل جنّت تمام کلفتوں، پریشانیوں، برائیوں۔ عیبوں دشمنوں اور عداوتوں سے محفوظ و سلامت رہیں گے۔ یا اس لئے کہ جنّت میں اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کو بربنائے خلوص و محبّت بار بار سلام کریں گے۔ نیز فرشتے اور خود باری تعالیٰ عزاسمہ بھی انہیں سلام فرماتے رہیں گے۔ یا اس لئے کہ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے۔ اور جنّت کو تشریفاً و تعظیماً اللہ تعالیٰ کا گھر کہا گیا (تفسیر المنار ج ۱۱ ص ۳۵۰)

سَلْسَبِیْلٌ:۔ صاف جاری پانی۔ جنت کے ایک چشمہ کا نام۔

سِلْسِلَةٌ:۔ زنجیر۔ جمع سَلَاسِلُ

سَلَّطَ:۔ اس نے تعینات کیا۔ تَسْلِیْطٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سُلْطٰنٌ:۔ دلیل۔ حجّت۔ اقتدار۔ غلبہ

سُلطان کے اصل معنی غلبہ اور اقتدار کے ہیں۔
قرآن کریم میں یہ حجت اور دلیل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کہ اہل علم کے قلوب پر اس کا دباؤ ہوتا ہے۔ عام استعمال میں سُلطان بادشاہ کے معنی میں بھی اسی لئے استعمال ہوا کہ وہ مظہر غلبہ و اقتدار ہوتا ہے۔

سَلَف :۔ گیا گذرا۔ مصدر بمعنی مفعول

سَلَفَ :۔ وہ آگے ہوا۔ گذرا۔ سَلَف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَلَقُوا :۔ انہوں نے زبان درازی کی۔ سَلق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سَلَكَ :۔ وہ چلا ۔ اس نے چلایا۔ سُلُوك سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَلَكْنَا :۔ ہم نے داخل کیا۔ سَلَك سے ماضی جمع متکلم۔

سِلْم :۔ اسلام۔ صلح۔

سَلْم :۔ صلح۔

سَلَم :۔ فرمانبرداری۔ صلح۔ عاجزی۔ پورا سالم۔

سَلَّمَ :۔ اس نے حفاظت کی۔ تسلیم سے ماضی۔ واحد مذکر غائب۔

سُلَّم :۔ سیڑھی۔ جمع سَلَالِیم

سَلَّمْتُم :۔ تم نے سپرد کیا۔ تسلیم سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

سَلِّمُوا :۔ تم سلام کرو۔ سلام بھیجو۔ تسلیم سے امر جمع مذکر حاضر۔

سَلْوىٰ :۔ بٹیر۔ (ایک پرندہ)

سَلِیم :۔ بے عیب۔ تندرست۔ سلامۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

سُلَیمان :۔ بنی اسرائیل کے مشہور جلیل القدر نبی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ارجمند تھے یہ بچپن سے ہی ہونہار تھے اور اپنے والد ماجد کے کے ساتھ فصل مقدمات کے اہم کام میں شریک رہتے تھے۔

سورۂ انبیاء میں ایک مقدمہ کا ذکر ہے جس میں یہ اپنے والد کے ساتھ شریک سماعت تھے۔ حضرت ابن عباس نے اس کی توضیح اس طرح فرمائی ہے ایک دفعہ حضرت داؤد کے دربار میں دو شخص حاضر ہوئے اور ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس کی بکریاں اس کے کھیت میں آگھسیں اور چر چگ کر سارا کھیت برباد کر ڈالا۔ حضرت داؤد نے فیصلہ دیا کہ "مدعی کی کھیتی کا نقصان چونکہ مدعا علیہ کے گلہ کی قیمت کی برابر ہے لہٰذا مدعا علیہ اپنا گلہ مدعی کو دیدے"۔

حضرت سلیمان نے فرمایا آپ کا فیصلہ صحیح ہے مگر بہتر صورت یہ ہے۔ کہ مدعا علیہ کا ریوڑ مدعی

کو دیدیا جائے اور اس کو اجازت دی جائے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے اور مدعی کا کھیت مدعا علیہ کے حوالہ کر دیا جائے۔ اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے بوئے جوتے جب کھیت کی کھیتی پورے طور پر تیار ہو جائے تو مدعی کو اس کی کھیتی دلوا دی جائے اور مدعا علیہ کو اس کا ریوڑ واپس کرا دیا جائے قرآن کریم نے حضرت سلیمان کے اس فیصلہ کی ان الفاظ میں توصیف فرمائی۔ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ (ہم نے سلیمان کو اس فیصلہ کی فہم عطا فرمائی)

حضرت داؤد کے انتقال کے بعد نبوت اور سلطنت کی مسند پر فائز ہوئے۔ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے) شرف نبوت اور عظیم الشان سلطنت کے علاوہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو چند امتیازات عطا فرمائے تھے۔

(۱) انسانوں کے علاوہ جن اور جانور بھی آپ کے تابع فرمان تھے۔ جو خدمت جس طرح چاہتے ان سے لیتے چنانچہ قرآن کی تصریح کے مطابق جن آپ کے حکم پر قلعے، عبادت گاہیں۔ تماثیل، (تصاویر و نقوش) بڑے بڑے لگن جو حوضوں کی مانند ہوتے تھے۔ اور بڑی بڑی دیگیں جو زمین میں گڑی رہتی تھیں بناتے تھے (سبا) اور پرندے آپ کے حکم کے انتظار میں پرے باندھے کھڑے رہتے تھے (نمل) چنانچہ بیت المقدس کی تعمیر میں جنوں نے کام کیا اور ہدہد نے ملکہ سبا کے دربار میں پیغامبری کی خدمت انجام دی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا تھا۔ آپ اسی طرح جانوروں کی زبان سمجھتے تھے جس طرح انسانوں کی چنانچہ جب وادی نمل میں آپ کا گزر ہوا اور چیونٹیوں کے سردار نے چیونٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے بلوں میں گھس جائیں ایسا نہ ہو کہ لشکر سلیمان ان کو روند ڈالے" تو سلیمان علیہ السلام یہ ہدایت سن کر ہنس پڑے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ہوا کو آپ کے لئے مسخر کر دیا حضرت سلیمان اپنے ہوائی تخت پر سوار ہو کر یمن سے شام اور شام سے یمن جاتے اور ایک مہینہ کا سفر آدھے دن میں طے کر لیتے۔

اس سلطنت و حکومت اور وسائل دولت و ثروت کے باوجود آپ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کیا کرتے تھے۔

ملک سبا کی ملکہ بلقیس آپ کی ہم عصر تھی جب آپ نے اس کو طلب فرمایا تو گراں قدر تحائف لیکر حاضر خدمت ہوئی اور مشرف باسلام ہوئی۔ قرآن کریم نے

آپ کو صاحب حکم و علم، بیکراں عطایا سے خداوندی
سے بہرہ ور بہترین بندہ اطاعت گزار قرار دیا ہے
مگر یہودی اور عیسائی آپ کو صرف بادشاہ مانتے
ہیں اور بہت سی لغو باتیں نعوذ باللہ آپکی طرف منسوب
کرتے ہیں۔

سَمّ :۔ سوراخ ۔ سوئی کا ناکہ۔

سَمَاء :۔ آسمان۔ بلندی ۔ ابر ۔ بارش۔

سَمَّاعُوْنَ :۔ خوب سننے والے ۔ جاسوس ۔ سَمْع
سے مبالغہ جمع مذکر۔ واحد ۔ سَمَّاع

سِمَان :۔ موٹی۔ واحد سَمِیْن

سَمٰوَات :۔ آسمان۔ واحد سَمَاء

سَمْع :۔ کان ۔ سننا ۔ قوت سماعت ۔ جمع
اَسْمَاع نیز سَمْع بھی واحد اور جمع دونوں طرح
استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اصل میں یہ مصدر ہے
اور مصدر کی جمع نہیں لائی جایا کرتی چنانچہ فرمایا گیا
خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ
(اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے)
(تفسیر مظہری ج ۱)

سَمِعَ :۔ اس نے سنا۔ سَمْع سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

سَمِعَتْ :۔ اس نے سنا۔ سَمْع سے ماضی واحد
مونث غائب۔

سَمِعْتُمْ :۔ تم نے سنا ۔ سَمْع سے ماضی جمع مذکر حاضر

سَمِعْنَا :۔ ہم نے سنا۔ سَمْع سے ماضی جمع متکلم

سَمِعُوْا :۔ انہوں نے سنا۔ سَمْع سے ماضی جمع
مذکر غائب۔

سَمْك :۔ بلندی۔ چھت ۔ اونچائی ۔ باب نَصَرَ
سے مصدر۔

سَمُّوْا :۔ تم نام بتاؤ ۔ تَسْمِیَة سے امر جمع مذکر
حاضر۔

سَمُوْم :۔ گرم ہوا۔ لُو۔ سُمُوْم سے صفت
مشبہ واحد۔

سَمّٰى :۔ اس نے نام رکھا۔ تَسْمِیَة سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

سَمِیّ :۔ ہمنام۔ فَعِیْل کا وزن شراکت کے لئے بھی
آتا ہے جیسے اَکِیْل ساتھ کھانے والا شَرِیْب پینے

سَمَّیْتُ :۔ میں نے نام رکھا۔ تَسْمِیَة سے ماضی
واحد متکلم۔

سَمَّیْتُمْ :۔ تم نے نام رکھا تَسْمِیَة سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

سَمِیْع :۔ سننے والا۔ سَمْع سے صفت مشبہ واحد مذکر

سَمِیْن :۔ موٹا ۔ فربہ ۔ جمع ۔ سِمَان

سِنّ :۔ دانت ۔ جمع ۔ اَسْنَان

سَنَا :۔ روشنی ۔ بجلی کی کوند۔

سَنَابِل :۔ خوشے بالیاں ۔ واحد۔
سُنْبُلَہ

سُنْۢبُلَة:۔ ایک خوشہ

سِنَة:۔ اونگھ۔ وَسَن سے اسم مصدر

سَنَة:۔ برس۔ سال۔ قحط کا سال سنۃ کا اکثر استعمال قحط کے سال اور عام کا فراخی کے سال کے لئے ہوتا ہے (راغب) جمع سَنَوٰات

سُنَّة:۔ طریقہ۔ رسم۔ چلن۔ عادت۔ جمع سُنَن "سُنَّةَ اللّٰہ" سے مراد اللہ کا دستور حکمت اور قانونِ قدرت ہوتا ہے۔ اور "سُنَّۃُ النَّبِیّ" سے مراد وہ طریقہ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل پیرا رہے۔ حدیث کو سُنَّة اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس سے اس طریقہ کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

سُنْدُس:۔ باریک کپڑا۔ ریشمی باریک دیبا

سُنَن:۔ طریقے۔ دستور۔ واحد سُنَّة

سِنِیْن:۔ قحط کے برس (بحالت نصبی وجری) واحد سَنَة۔

سُوْء:۔ برائی۔ عیب۔ گناہ۔

امام راغب رح فرماتے ہیں:۔ سُوء ہر وہ چیز ہے جو آدمی کو رنجیدہ کرے خواہ وہ امور دنیوی میں سے ہو یا امور اخروی میں سے احوال نفسیہ میں ہو یا احوال بدنیہ میں سے یا ان کیفیات میں سے ہو جو جاہ، مال اور دولت کی مہجوری کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔

سَوّٰی:۔ اس نے برابر کیا۔ ٹھیک بنایا۔ تَسْوِیَة سے ماضی اور مذکر غائب۔

سُوًی:۔ ہموار۔ بیچوں بیچ۔

سَوَاء:۔ برابر یکساں۔ بیچ۔ متفقہ۔

سَوْء:۔ برا ہونا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

سَوْءَة:۔ شرمگاہ۔ جمع۔ سَوْءَات

سُوَاع:۔ ایک بت کا نام جس کی پرستش حضرت نوح کی قوم کرتی تھی۔ سورہ نوح میں۔ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَ یَعُوْقَ وَنَسْرًا (اور کفار کے سرداروں نے کہا اے لوگو تم وَدّ سُوَاع یَغُوث یَعُوق نسر کی پوجا نہ چھوڑو) کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رح لکھتے ہیں:۔ یہ پانچوں حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام ہیں جو بہت نیک تھے۔ ان کے بہت زمانہ بعد لوگوں نے ان کے اوصاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے مجسمے تراش لئے جیسا کہ بعض جہال حضرت علی کی اسد اللہی کی صفت کے پیش نظر ان کی صورت شیر کی طرح بناتے ہیں۔ پھر انہوں نے ان کی پرستش شروع کر دی اس طرح یہ نام ان بتوں کے قرار پائے۔

(تفسیر عزیزی)

قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ ان پانچوں بتوں

کی پوجا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ہوتی رہتی۔ عرب میں عمرو بن لحی خزاعی کے زمانہ تک بت پرستی کا رواج نہ تھا۔ یہ شخص جب شام گیا تو وہاں سے اس مرض کو ساتھ لایا۔ بت پرست قوموں کے پرانے بتوں کے ہم شکل بت بنا کر کعبہ میں آویزاں کئے پھر یہ وبا سارے ملک میں پھیل گئی قوم ہذیل نے سواع کو اپنا قومی بت قرار دیا تھا ینبع کے قریب رہاط کے مقام پر ایک مندر بنا کر اسے گاڑا گیا تھا مضری جو اس کے آس پاس رہتے تھے اس کی عبادت کرتے تھے۔ بنی لحیان اس مندر کے مہنت تھے (تاریخ الامم خضری ج ۱ صـ۲ـ)۔

سُؤَال :۔ پوچھنا۔ مانگنا۔ باب فتح سے مصدر

سُوْد :۔ کالے۔ سیاہ۔ واحد۔ اَسْوَد

سُوْرا :۔ شہر پناہ۔ فصیل۔ جمع اَسْوَار

سُوْرَۃ :۔ قرآنِ کریم کا مخصوص حصہ جس کے شروع میں بسم اللہ ہوتی ہے۔ (صرف ایک سورت یعنی سورہ براءۃ ایسی ہے۔ جس کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے اس لئے کہ صحابۂ کرام کو یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سورۃ انفال اور سورۃ براءۃ دونوں ایک ہی سورت ہیں یا علیحدہ علیحدہ دو سورتیں) اور جس کا مخصوص نام ہوتا ہے۔ یہ کم از کم تین آیات کا مجموعہ ہوتا ہے یہ یا سُور المدینۃ (شہر پناہ) سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ بھی قرآن کریم کے ایک حصّہ کو محیط ہوتی ہے۔ یا علوم و معارف کی مختلف انواع کو محیط ہوتی ہے یا سُورَہ بمعنی رتبہ سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ ہر سورت کا فضل و شرف وغیرہ میں ایک مرتبہ ہے یا سُؤرَہ بمعنی قطعہ اور ٹکڑے سے ماخوذ ہے کیونکہ ہر سورت قرآن کریم کا ایک ٹکڑا ہوتی ہے (بیضاوی بتغیر یسیر)

سَوْط :۔ کوڑا۔ جمع۔ اَسْوَاط

سَوْف :۔ عن قریب۔ (یہ حرف استقبالِ بعید کے معنی دیتا اور مضارع پر داخل ہوتا ہے)

سُوْق :۔ پنڈلیاں۔ کھیتی کی جڑیں۔ نالیں اس کا مفرد "سَاق" ہے۔

سَوَّل :۔ اس نے فریب دیا۔ بات بنائی تَسْوِیْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَوَّلَتْ :۔ اس نے فریب دیا۔ اچھا کر کے دکھایا تَسْوِیْل سے ماضی واحد مؤنث غائب

سَوِیّ :۔ سیدھا۔ برابر۔ درست۔ موزوں قامت مرد۔ سَوَاءٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر

سَوَّیْتُ :۔ میں نے برابر کیا۔ درست بنایا

تسویتہ ؛ ماضی واحد متکلم۔

سہول :۔ نرم زمینیں۔ ہموار زمینیں۔ واحد سہل

سیئ بہم :۔ وہ اُن کی وجہ سے ناخوش ہوا سوء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

سیئات :۔ برائیاں۔ بدیاں۔ واحد سیئۃ

سیئۃ :۔ برائی۔ گناہ۔ سیئۃ اور حسنہ کی دو قسمیں ہیں۔ شرعاً ناپسندیدہ اور پسندیدہ اور طبعاً ناپسندیدہ اور پسندیدہ۔ قرآن کریم میں دونوں میں اس کا استعمال ہوا ہے (مفردات)

سیئت :۔ بدشکل کی گئی۔ سوء سے ماضی مجہول واحد مونث غائب۔

سیارۃ :۔ قافلہ۔ کارواں۔ سیر سے مبالغہ واحد

سیحوا :۔ تم پھرو چلو۔ سیاحت سے امر جمع مذکر حاضر

سید :۔ سردار۔ پیشوا۔ جمع سادۃ

سیر :۔ چلنا۔ پھرنا۔ باب ضرب سے مصدر

سیرۃ :۔ عادت وخصلت۔ چال ڈھال جمع سیر۔

سیرت :۔ وہ چلائی گئی۔ تسییر سے ماضی مجہول واحد مونث غائب۔

سیروا :۔ تم پھرو۔ سیر کرو۔ سیر سے امر جمع مذکر حاضر۔

سیق :۔ وہ ہانکا گیا۔ سوق سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

سیل :۔ بہاؤ۔ سیلاب۔ جمع سیول

سیما :۔ نشان۔ علامت۔ چہرہ۔

سینا :۔ (فتح سین وکسر سین) کوہ طور۔ (ملک شام میں ایک پہاڑ ہے۔ جو جدہ سے مصر جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے اسی پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہمکلام اور نبوت سے سرفراز ہوئے۔

سینین :۔ سینا پہاڑ کا دوسرا نام

ش

شاء :۔ اس نے چاہا۔ ارادہ کیا۔ مشیئۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

شئت :۔ تو نے چاہا مشیئۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

شئتما :۔ تم نے چاہا مشیئۃ سے ماضی تثنیہ مذکر حاضر۔

شئتم :۔ تم نے چاہا مشیئۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

شئنا :۔ ہم نے چاہا مشیئۃ سے ماضی جمع متکلم۔

شاخصۃ :۔ کھلی کی کھلی رہ جانے والی شخوص

شُهُور سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

شَارِبُونَ: پینے والے۔ شُرب سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد شَارِب۔

شَارِكْ: تو شریک ہو۔ مُشَارَكَة سے امر واحد مذکر حاضر۔

شَاطِئ: کنارہ۔ جانب۔ جمع۔ شَوَاطِئ

شَاعِر: شعر کہنے والا۔ جمع شُعَرَاء (دیکھو شعر)

شَافِعِينَ: سفارش کرنے والے۔ شَفَاعَة سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد شَافِع (دیکھو شَفَاعَة)

شَاقُّوا: انہوں نے مخالفت کی مُشَاقَّة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

شَاكِر: احسان ماننے والا۔ شکر گذار۔ شُكْر سے اسم فاعل واحد مذکر۔ (دیکھو شُكُور)

شَاكِرُونَ: شکر کرنے والے۔ شاکر کی جمع بحالت رفعی

شَاكِرِينَ: شکر کرنے والے۔ شاکر کی جمع بحالت نصبی

شَاكِلَة: عادت۔ روش۔ جمع۔ شَوَاكِل

شَامِخَات: بلند رہونے والیاں۔ شُمُوخ سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد شَامِخَة۔

شَأْن: کام۔ حال۔ فکر۔ جمع شُئُون۔

شَانِئ: دشمن۔ بغض رکھنے والا۔ شَنَآن سے اسم فاعل واحد مذکر۔

شَاوِرْ: تو مشورہ کر۔ مُشَاوَرَة سے امر واحد مذکر حاضر۔

شَاهِد: گواہ۔ حاضر ہونے والا۔ شَهَادَة اور شُهُود سے علی الترتیب اسم فاعل واحد مذکر۔

شَاهِدُونَ و شَاهِدِينَ: گواہی دینے والے [illegible] شَاهِد کی جمع بحالت رفعی و نصبی و جری علی الترتیب

شُبِّهَ: وہ مشتبہ کیا گیا۔ مانند کیا گیا۔ تَشْبِيه سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

شِتَاء: جاڑے کا موسم۔

شَتَّى: پراگندہ۔ جدا جدا۔ واحد شَتِيت

شَجَر: درخت۔ جمع۔ أَشْجَار۔

شَجَرَ: جھگڑا ہوا۔ اختلاف ہوا۔ (بینہم) شُجُور سے ماضی واحد مذکر غائب۔

شَجَرَة: ایک درخت۔ جمع۔ أَشْجَار۔

شُحّ: حرص۔ بخل۔ باب کَرُمَ سے مصدر

شُحُوم: چربیاں۔ واحد۔ شَحْم۔

شِدَاد: زبردست۔ مضبوط۔ واحد شَدِيد

شَدَدْنَا: ہم نے مضبوط کیا۔ شَدّ سے ماضی جمع متکلم۔

شُدُّوا: تم مضبوط باندھو۔ شَدّ سے امر جمع مذکر حاضر۔

شَدِيد: سخت۔ زور آور۔ مضبوط۔ شِدَّة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

شَرّ: برائی۔ جمع۔ شُرُور۔

شَرَاب :۔ ہر پینے کی چیز۔ جمع ۔ اَشْرِبَۃ ۔

شِرْب :۔ پانی کی باری۔ پانی کا حصہ۔

شَرِبَ :۔ اس نے پیا۔ شُرْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

شَرِبُوْا :۔ انہوں نے پیا۔ شُرْب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

شَرَحَ :۔ اس نے کھولا۔ شَرْح سے ماضی واحد مذکر غائب۔

شَرِّدْ :۔ تو بے چینی کے ساتھ بھگا دے تَشْرِیْد سے امر واحد مذکر حاضر۔

شِرْذِمَۃ :۔ تھوڑے سے لوگ۔ جمع شَرَاذِم

شَرَر :۔ چنگاریاں۔ واحد۔ شَرَرَۃ ۔

شُرَّع :۔ پانی پر ظاہر ہونے والے۔ واحد شَارِع ۔

شَرَعَ :۔ اس نے راہ ڈالی۔ شَرْع سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

شِرْعَۃ :۔ دستور۔ شریعت۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ شَرْع کے معنی ہیں صاف اور کشادہ راستہ اصل میں مصدر ہے۔ پھر اسے طریق واضح کے معنی میں بطور اسم استعمال کیا گیا اور شِرْع شَرْع اور شَرِیْعَۃ تینوں طرح کہا گیا پھر ''راہ خداوندی'' کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا۔ چنانچہ فرمایا۔ شِرْعَۃً وَّمِنْهَاجًا

یہاں شِرْعَۃ (راہ خداوندی) سے اس ''راہ فطرت'' کی طرف بھی اشارہ ہے جسے اختیار کرنے کے لئے ہر انسان طبعاً مجبور ہے کیونکہ اس سے انسانوں کی مصالح اور بستیوں کی آبادی وابستہ ہے۔ اور اس دین کی طرف بھی اشارہ ہے جسے اپنے ارادہ واختیار سے قبول کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں :۔ شِرْعَۃ وہ احکام ہیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اور منہاج وہ جو سنت رسول اللہ صلعم سے سمجھے گئے۔

چنانچہ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ میں ان اصول دین کی طرف اشارہ ہے جن میں تمام مذاہب آسمانی متفق ہیں اور ان میں نسخ واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً معرفت خداوندی ایمان بالرسل، ایمان بالکتب روز قیامت کا یقین، ملخصاً (ص) مفردات امام راغب)

شَرَعُوْا :۔ انہوں نے مقرر کیا۔ انہوں نے راہ ڈالی۔ شَرْع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

شَرْقِیّ :۔ مشرقی۔ مشرق والا۔

شَرْقِیَّۃ :۔ مشرق کی طرف والی

شِرْک :۔ شریک کرنا۔ خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک سمجھنا۔ شرک کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) شرک فی الذات یعنی جوہر الوہیت میں

کسی کو خداوند تعالیٰ کا شریک سمجھنا۔ کسی اور کو واجب الوجود اور ازلی و ابدی جاننا۔

(۲) شرک فی الصفات یعنی جو صفات اللہ کے لئے مخصوص ہیں (جیسے مارنے جلانے کی قدرت۔ علم محیط رحمت کاملہ ربوبیت تامہ وغیرہا) ان میں سے کسی صفت میں کسی کو اس کا ساجھی ٹھہرانا (۳) شرک فی الحقوق یعنی اپنی مخلوق کا خالق و مالک ہونے کی حیثیت سے جو حقوق کہ تنہا وہی خدا کے ہیں ان میں سے کسی حق میں کسی اور کو شریک ماننا۔ جیسے عبادت سجدہ و نذر وغیرہ

(۴) شرک فی الاختیارات یعنی خداوند تعالیٰ کو خالق و مالک اور حاکم مقتدر ہونے کے اعتبار سے جو اختیارات ہیں ان میں سے کسی میں کسی اور کو اس کا حصہ دار اور سہیم خیال کرنا۔ جیسے جنت و دوزخ میں داخل کرنے کا اختیار۔ انسانوں کی زندگی کے لئے قانون ہدایت مرتب کرنے کا اختیار وغیرہ یہ چاروں قسمیں شرک ہیں جس کے متعلق قرآن کریم کا حتمی فیصلہ ہے کہ توبہ کے بغیر مشرک کی مغفرت نہیں ہو سکتی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہیگا۔

(ش۔ ا)

شُرَکاء:۔ ساجھی۔ معبودان باطل۔ مشرکوں کے گھڑے ہوئے خدا۔ واحد۔ شریک۔

شَرَدٌ:۔ انہوں نے بیچا۔ شِرَاءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

شَرِیْعَۃٌ:۔ سیدھی راہ۔ دین۔ جمع شرائع (دیکھو شرع)

شَطْأٌ:۔ پٹھا۔ انکھوا۔ سوئی۔

شَطْرٌ:۔ طرف۔ سمت۔ جانب۔

شَطَطٌ:۔ جھوٹ۔ ناحق۔

شَعَائِرُ:۔ نشانیاں واحد شِعَارٌ و شَعِیْرَۃٌ۔ شعائر اللہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اللہ کی عظمت کے لئے نشان قرار دی گئی ہیں جیسے خانہ کعبہ۔ مسجد کتب مقدسہ وغیرہ کہ ان سے بے اختیار خداوند قدوس کی جلالت و کبریائی یاد آجاتی ہے۔

شُعَبٌ:۔ شاخیں۔ جماعتیں۔ واحد۔ شُعْبَۃٌ

شِعْرٌ:۔ شعر اصطلاح میں اس کلام موزوں و مقفیٰ کو کہتے ہیں جس میں شاعر اپنے دماغی خیالات اور قلبی احساسات کو اس انداز سے پیش کرے کہ سننے والے کے دل و دماغ پر زیادہ سے زیادہ اثر ہو۔ چونکہ شاعر کا مقصد سننے والے کو زیادہ سے زیادہ متاثر کرنا ہوتا ہے اس لئے وہ سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں کرتا بلکہ وہ جتنا زیادہ جھوٹ بولتا ہے اتنا ہی اپنے مقصد سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ چنانچہ شعر کے متعلق کہا گیا ہے کہ۔

"در شعر مپیچ و در فن او
چوں اکذب اوست احسن او"

اس کے برخلاف پیغمبر کا مقصد حقیقت واقعیت کی طرف رہنمائی ہوتا ہے۔ وہ اس مقصد کے

لیے صداقت کے راستہ سے ایک قدم ادھر ادھر نہیں ہٹتا۔ کذب یا مبالغہ اور خیالی نکتہ آفرینی اور دماغی بلند پروازی جو شاعری کی جان ہیں انہیں وہ اپنے لئے عیب سمجھتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر کو شاعر نہیں بنایا گیا وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ہم نے اس کو شعر نہیں سکھایا اور یہ اس کے لائق بھی نہیں چنانچہ حضورؐ نے کبھی کوئی شعر موزوں نہیں کیا۔ اگر کبھی زبان سے بلا قصد کوئی موزوں یا مقفیٰ عبارت نکل گئی ہو تو شعر کی تعریف میں داخل نہیں۔

لیکن محض کلام موزوں و مقفیٰ کہنا ممنوع نہیں بلکہ اگر اس کا مقصد حق و صداقت کی حمایت اور کفر و باطل کی مخالفت ہو اور اسی مقصد کے لئے اسے ایک حربہ کے استعمال کیا جائے تو انداز بیان میں بھی صداقت کی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے شعر کہنا نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر ہے۔

سورۂ شعراء میں فرمایا گیا ہے۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ - إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ؁

اور شاعروں کا حال عام طور پر یہ ہے کہ ان کی راہ پر چلنے والے گمراہ ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ تخیلات کی ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں

ان کے قول و فعل میں کوئی مطابقت نہیں ہوتی البتہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل اختیار کئے اور بہ کثرت یاد الٰہی میں مصروف رہے اور ظلم سہنے کے بعد ظالموں سے اپنا بدلہ لیا۔

قاضی بیضاوی ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

مستثنیٰ فرمایا گیا ہے ان ایماندار صالح شعراء مومنین کو جو بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے اکثر اشعار توحید الٰہی، حمد باری، اور طاعت خداوندی پر مشتمل ہوتے ہیں اور اگر وہ ہجو بھی لکھتے ہیں تو اس سے مقصود کافر شاعروں کی ہجو نگاری کا بدلہ لینا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلعم حسان بن ثابت سے فرماتے تھے:۔ ہجو کہو روح القدس تمہارے ساتھ ہے اور کعب بن مالک سے آپ نے فرمایا: ان کی ہجو کرو، خدا کی قسم یہ ان کے حق میں تیر و نشتر سے زیادہ سخت ہے۔ (انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۱۱)

تاہم پیغمبروں کے لئے اسے بھی پسند نہ کیا گیا تاکہ ان کا کلام حقیقت التیام شاعری سے بالکل ممتاز رہے اور کسی کو شبہ بھی نہ ہو کہ پیغمبر کی حقیقت طرازی شاعروں کی دماغی بلند پروازی سے کوئی تعلق بھی رکھتی ہے۔

شُعَرَاء: شعر کہنے والے۔ واحد شاعر دیکھو شعر

شِعْریٰ: ایک تارے کا نام جسے مشرکین پوجتے تھے اسی

لے "وَاِنَّہٗ ھُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی" میں
اس کی تخصیص کی گئی ہے۔

شُعُوب: جمع شَعْب۔ قومیں۔ واحد شَعْب

شُعَیب: ایک مشہور پیغمبر کا نام تھا۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ یہ شعیب بن میکیل بن یشجر بن لاوی بن یعقوب ہیں ابن اسحٰق نے یہی کہا ہے۔ مگر صحاح میں ثبوت ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ شعیب بن صفور بن ماہت بن عنقا بن مدین ہیں۔ مدین حضرت ابراہیم کے چھ بیٹوں میں سے ایک تھے۔ ابن حبان نے حضرت ابو ذر سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے۔

اربعۃ من العرب ھود و صالح و شعیب و محمد (چار پیغمبر عرب کے ہیں ہود، صالح، شعیب اور محمد علیہم السلام)

اس حدیث کی بنیاد پر حضرت شعیب عرب عاربہ سے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ بنی عنزہ بن اسد سے ہیں۔ طبرانی نے سلمہ بن سعید سے روایت نقل کی ہے کہ جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عنزہ کی طرف اپنی نسبت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا۔

نعم الحی عنزۃ مبغی علیھم منصورون رھط شعیب واختان موسیٰ (عنزہ قبیلہ کے کیا کہنے ان پر ظلم کیا گیا۔ اور اللہ کی ان کو مدد حاصل ہوئی۔ شعیب کے اہل خاندان اور موسیٰ کے سسرالی) مگر اس کی سند میں مجہول راوی بھی ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۴۹)

حضرت شعیب مدین کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ مدین اس قبیلہ کا نام ہے جو مدین بن ابراہیم کی نسل میں تھا۔ پھر اس بستی کا نام بھی مدین پڑ گیا جہاں یہ قبیلہ سکونت پذیر تھا۔ یہ بستی حجاز و شام کے درمیانی راستہ میں معان کے قریب تھی (ابن کثیر ص ۲۳۲)

مگر ڈاکٹر وسٹ امرکانی نے لکھا ہے کہ یہ حضرت کسی ایک شہر میں ہی نہیں رہتے تھے بلکہ ان کی بستیاں خلیج عقبہ سے مواب اور طور سینا تک پھیلی ہوئی تھیں۔

(قاموس کتاب مقدس بحوالہ المنار ص ۵۶۷)

قوم مدین میں بت پرستی اور مشرکانہ طور طریقوں کے علاوہ بہت سی معاشرتی و اجتماعی برائیاں بھی پھیل گئی تھیں۔ چوری رہزنی، دوسروں کی حق تلفی اور تجارت میں بے ایمانی ان کے پسندیدہ مشغلے تھے۔

حضرت شعیب نے بڑی ہمدردی اور دلسوزی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ان کو توجہ

دعوت دی۔ اور معاشرتی و اجتماعی اصلاح کی طرف متوجہ کیا۔ مگر انہوں نے ایک نہ سُن کر دی۔ آخر آسمان سے بجلی کے شعلے برسے اور زمین سے زلزلہ آیا۔ وہ تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے سورۂ اعراف)

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے اعوان کے مظالم سے بچنے کے لیے جب مصر سے مدین پہنچے تو وہاں بالفاظ قرآن ایک شیخ کبیر (بوڑھے بزرگ) نے اُن کو پناہ دی۔ اور اپنی ایک صاحبزادی سے اُن کی شادی بھی کر دی۔

شیخ کبیر حضرت شعیب ہی تھے یا کوئی اور حافظ ابن کثیر نے اس سلسلہ میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں۔ مگر اُن کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعیب علیہ السلام نہ تھے۔

ہمارے ایک محترم معاصر نے بھی حافظ ابن کثیر ہی کے دلائل کی بنیاد پر اسے قول راجح قرار دیا ہے۔ مگر ہمیں راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کبیر حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

(۱) خود حافظ ابن کثیر نے اس قول کو سب سے پہلے نقل کیا ہے اور فرمایا ہے هٰذا هو المشهور عند كثير من العلماء (بہت سے علماء کے نزدیک یہی مشہور قول ہے) پھر فرمایا ہے کہ حضرت حسن بصری اور متعدد دیگر علماء اسی کے قائل ہیں۔ نیز مالک بن انس سے بروایت نقل کی ہے کہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ شعیب ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ کی داستان سُن کر ان الفاظ میں تسلی دی لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ پھر طبرانی کی سلمہ بن سعد والی روایت نقل کی ہے۔ جو اوپر مذکور ہوئی۔

(۲) جن لوگوں نے وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ (اور قوم لوط تم سے کچھ دُور نہیں ہے) سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت شعیب حضرت لوط علیہ السلام کے قریب کے زمانہ میں تھے۔ (حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت لوط کے درمیان تقریباً چار سو سال کی مدت پڑتی ہے۔) لہٰذا وہ حضرت موسیٰ کے خسر نہیں ہو سکتے تو یہ صحیح نہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ یہاں بعد سے بعد زمانی نہیں بلکہ مکانی مراد ہو یعنی حضرت شعیب نے اپنی قوم سے فرمایا کہ قوم لوط کی برباد شدہ

بستیاں بھی تم سے دور نہیں"۔
اور یہ جغرافیائی حقیقت ہے کہ بحر میت (جہاں سدوم وعمورہ آباد تھے) اور معان (جہاں مدین کی عملداری تھی) بمقابلہ مساکن عاد وثمود ایک دوسرے سے دور نہیں۔ نیز اگر بعد زمانی بھی مراد ہو تب بھی تاریخ حل دا قوام میں چار سو سال کوئی بڑی مدت نہیں
(۳) بعض کتب بنی اسرائیل سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خسر موسیٰ یَثرُون یا یَثری تھے اور بعض صحابہ کے اقوال سے بھی (جو اسرائیلیات ہی پر مبنی ہیں اور جن کو ابن جریر وابن کثیر نے نقل کیا ہے) تو اس سے بھی شعیب علیہ السلام کے حضرت موسیٰ کے خسر ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں شعیب علیہ السلام ہی کے نام تھے۔
خود حافظ ابن کثیر بھی سورۂ قصص میں فرماتے ہیں اور ابن اسحٰق کا حوالہ دیتے ہیں کہ شعیب ھوا بن میکیل بن یشجر قال واسمہ بالسریانیۃ یثرون۔
(شعیب ابن میکیل ابن یشجر ہیں اور ابن اسحق کہتے ہیں کہ ان کا سریانی نام یثرون ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳/۲۳۳)
شارحین تورات میں سے ڈاکٹر پوسٹ امریکانی لکھتا ہے یثرون مدین کا امیر یا بزرگ تھا۔ وہ موسیٰ کا خسر تھا (خروج ۳/۱) اس کو رعوئیل بھی کہتے تھے (خروج ۲/۱۸) اور یتر بھی۔ ...ہے کہ یہ

یثرون منصب کے اعتبار سے اس کا لقب تھا وہ ابراہیم بنی قطورہ کی نسل سے تھا (ڈکشنری کتاب مقدس بحوالہ تفسیر المنار ج ۸/۵۲۴)
ہم اس کو یا ہمارے محترم معاصر کا بحوالہ ابن کثیر یہ کہنا کہ اگر صاحب موسیٰ شعیب علیہ السلام ہوتے تو قرآن عزیز ضرور ان کے نام کی تصریح کرتا اور اس طرح مجمل ومبہم نہ چھوڑتا" تو یہ دلیل بھی کچھ قوت نہیں رکھتی۔ اس لیے کہ دوسرے صاحب موسیٰ (حضرت خضر علیہ السلام) کے ذکر میں بھی قرآن نے صرف عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا۔ (ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ) کہنے پر اکتفا کیا ہے حالانکہ محترم معاصر کے نزدیک بھی راجح قول یہ ہے کہ وہ نبی تھے"۔ (ملاحظہ ہو قصص القرآن ج اوّل از مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہاروی)
شَغَفَ: وہ اس کے دل کے اندر تک گیا۔ شَغْفٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
شُغُلٌ: کام دھندا مصروفیت جو دوسری طرف سے غافل کردے۔ جمع اَشْغَالٌ۔
شَغَلَتْ: اس نے مشغول کیا یا رکھا۔ (بصلہ عن) شَغْلٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب
شَفَا: کنارہ
شِفَاءٌ: تندرستی۔ آرام۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

شَفَاعَة :- کسی صاحب عزت و حرمت کا اپنے سے کم درجہ والے کی مدد کے لئے اس کی طرف سے سائل بننا۔ کسی کو بھلائی یا برائی کا راستہ دکھانا اور اس کا اسے قبول کر لینا (مفردات) سفارش۔

شَفَة :- ہونٹ۔ جمع شِفَاہ

شَفَتَیْنِ :- دو ہونٹ شَفَة کا تثنیہ بحالت نصبی وجری۔

شَفْع :- جوڑا۔ جفت۔

شَفْع مصدر ہے جس کے معنی کسی چیز کا اپنے جیسے کے ساتھ ملانا ہیں۔ پھر یہ بمعنی مَشْفُوع (ملایا ہوا) استعمال ہونے لگا۔ والشفع والوتر (قسم ہے شفع اور وتر کی) میں شفع سے مراد مخلوق اور وتر سے خالق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے جوڑا جوڑا ہے اور صرف وہی واحد لاشریک لہ ہے یا شفع سے مراد یوم نحر ہے کہ اگلے دن اس کے مثل موجود ہیں اور وتر سے یوم عرفہ یا شفع سے اولاد آدم اور وتر سے خود آدم علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ وہ بے والد کے پیدا ہوئے تھے۔ وغیر ذالک (مفردات)

شُفَعَاء :- سفارش کرنے والے۔ واحد شَفِیع

شَفَق :- کنارہ آسمان کی سرخی جو غروب آفتاب کے بعد ہوتی ہے۔ یا وہ سپیدی جو اس سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں: سورج کے غروب کے وقت دن کی روشنی کا رات کی سیاہی سے ملنا شفق ہے۔

شَفِیع :- سفارش کرنے والا۔ جمع شُفَعَاء

شِقّ :- مشقت۔ سختی۔

شَقّ :- پھاڑنا۔ باب نصر سے مصدر۔

شِقَاق :- دشمنی۔ لڑائی۔ مخالفت۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

شُقَّة :- سفر کی مسافت۔

شَقَقْنَا :- ہم نے پھاڑا۔ شَقّ سے ماضی جمع متکلم

شَقُوْا :- وہ بدبخت ہوئے۔ شَقَاء سے ماضی جمع مذکر غائب

شِقْوَة :- بدبختی (دنیوی و اخروی)

شَقِیّ :- بدبخت۔ جمع اَشْقِیَاء۔ شَقَاوة سے صفت مشبہ واحد مذکر

شَکّ :- شبہ۔ دھوکا۔

شک ہے انسان کے نزدیک دو نقیضوں (باہم مخالف باتوں) کا برابر ہونا۔ یہ صورت کبھی تو اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ دونوں نقیضوں میں یکساں علامتیں پائی جاتی ہیں یا اس لئے کہ دونوں علامتوں سے خالی ہوتی ہیں (تو اس وجہ سے انسان تمیز نہیں کر سکتا کہ بات یہ

ہے یادہ)۔ شک کبھی کسی شے کے وجود میں ہوتا
ہے۔ کبھی اس کی جنسیت میں ہوتا ہے۔ کبھی اس
کے اوصاف میں ہوتا ہے کبھی اس کی غرض
کے تعین میں ہوتا ہے۔ شک کبھی جہل کی ایک
قسم ہے مگر اس سے خص ہے کہ جہل میں کبھی
نقیضین کا مطلقاً علم ہی نہیں ہوتا۔

اس کا اشتقاق یا شک (پھاڑنا) سے ہے گویا
شک کی صورت میں انسان کی خیال کسی چیز کے بارہ
میں ثابت اور راسخ نہیں ہوتی بلکہ اس کو
پھاڑتی ہے یا شکت (بازو کا پہلو) سے ملتا ہے
ہے۔ گویا شک کی صورت میں دونوں نقیضین ایک
دوسرے سے ملی جلی ہوتی ہیں (مفردات
امام راغبؒ)

شُکْرٌ: حق ماننا۔ شکر کرنا (دیکھو اَشْکُرُ)

شَکَرَ: اس نے شکر کیا۔ شُکْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب

شَکَرْتُمْ: تم نے شکر کیا۔ شکر سے ماضی جمع مذکر حاضر

شَکْلٌ: مانند۔ صورت۔ جمع اَشْکَال

شُکُوْرٌ: شکر گزار ہونا۔ باب نصر سے مصدر۔

شَکُوْرٌ: بڑا شکر گزار۔ بڑا قدر شناس۔ شُکْر
سے مبالغہ واحد۔ (دوسرے معنی کے اعتبار
سے خداوند تعالیٰ کی صفت ہے)

شِمَال: بایاں۔ بائیں طرف

شَمَائِل: بائیں سمتیں۔ واحد شِمال

شَمْسٌ: سورج۔ جمع شُمُوس۔

شَنَآن: دشمنی۔ عداوت۔ باب فتح سے مصدر

شَوٰی: اطراف جسم۔ ہاتھ پاؤں۔ واحد
شَوَاۃ۔

شُوَاظٌ: مشعلہ۔ بے دھوئیں کی آنچ

شَوْبٌ: آمیزش۔ باب نصر سے مصدر

شُوْرٰی: مشورہ۔ مشورہ کرنا۔ مصدر از باب
مفاعلہ جن امور میں وحی الٰہی اور سنت نبوی
کی واضح تصریح موجود نہیں ہے اور وہ جماعتی
اہمیت رکھتے ہیں ان کو مشورہ باہمی سے
طے کرنے کا حکم دیا گیا ہے

سورۃ شوریٰ میں اہل ایمان کے اوصاف
بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ وَاَمْرُهُمْ
شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (اور ان کے
معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں)
اور آل عمران میں جناب رسول اکرم صلعم
کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:-
وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور آپ اپنے
صحابہ سے معاملات میں مشورہ لیتے رہئے
اور جب آپ کسی بات کا فیصلہ کر لیں تو
پھر اللہ پر بھروسہ کر کے اسے کر گزریئے)
مفسرین کرام نے تصریح کی ہے کہ جناب رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دینے کا مقصد امت کو مشورہ کی اہمیت جتلانا اور جماعتی امور کی انجام دہی کا جمہوری طریقہ بتلانا تھا۔ چنانچہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہم معاملات صلح و جنگ وغیرہ میں صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے رہا کرتے تھے۔

مشورہ کن لوگوں سے کیا جاتے؟ کیا ساری امت سے کیا جاتے یا خاص امت سے؟ اس سلسلہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو معاملات اہم پیچیدہ اور رازداری کے ہوں ان کا صرف خواص امت سے جنہیں اصطلاح میں اہل حل و عقد اور قرآن کریم کے الفاظ میں "اولوالامر" کہا گیا ہے۔ مشورہ ہونا چاہیئے۔ اگر عوام میں یہ امور عام کر دئے جائیں تو اس سے بجائے فائدہ کے نقصان کا سخت اندیشہ ہے۔ سورۃ نساء میں فرمایا گیا۔ وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (اور عام لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب کوئی بات امن یا خوف کی ان کو معلوم ہوتی ہے اسے شہرت دیتے ہیں اور اگر وہ اسے سونپ دیتے رسول اور اپنے اولی الامر کو تو مدبرین اور محققین اس کی حقیقت کو معلوم کر لیتے) نساء۔ ۸۳ البتہ جو امور پیچیدہ اور رازداری کے نہ ہوں اور عام لوگوں متعلق ہوں ان میں جمہور سے رائے لی جائے۔

جناب رسول اکرم صلعم جب غزوہ بدر کے لئے نکلنے لگے تو عام صحابہ کرام سے رائے لی اور مہاجرین وانصار سب سے عمومی مشورہ فرمایا۔

اسی طرح غزوہ احد میں اس مسئلہ میں کہ آیا مدینہ میں رہ کر جنگ کرنی چاہیئے یا باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے جمہور) صحابہ حتی کہ منافقین تک سے مشورہ فرمایا اور اپنی ذاتی رائے کو ان کی اجتماعی رائے کے مقابلہ میں نظر انداز فرما دیا۔ لیکن بدر کے قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دینے یا قتل کر دینے کے معاملہ میں جو خاص سیاسی اہمیت رکھتا تھا۔ صرف خصوصی جماعت سے مشورہ فرمایا اور حضرت ابو بکر کی رائے پر عمل فرمایا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں (حادثہ افک کے سلسلہ میں) جو خانوادہ نبوت کی عزت و حرمت کا معاملہ تھا

حضرت علی وابن عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ فرمایا
اسی طرح مدینہ منورہ کی ہجرت کے متعلق جو
تاریخ اسلام میں ایک انقلابی ورق تھا
خواص صحابہ اور ان میں بھی اہم ترین تفصیلات
میں اخص الخواص (حضرت ابوبکر صدیق رض)
سے مشورہ لیا نیز بعض معاملات میں کسی فرد واحد
کی خصوصی بصیرت و واقفیت کے پیش نظر
صرف اسی کی رائے پر عمل فرمانا پسند فرمایا
چنانچہ غزوہ احزاب میں حضرت سلمان
فارسی کی رائے پر جو ایرانی طریقہ جنگ سے
واقف تھے خندق کھود کر لڑنے کی تجویز کو
پسند فرمایا اور بدر کے میدان میں پڑاؤ
ڈالنے کے لئے جناب حباب بن منذر بن جموح کی
رائے پر عمل فرمایا۔

بہرحال ہر معاملہ کی اہمیت وحیثیت کو پیش
نظر رکھتے ہوئے یہ اختیار امیر اسلام کو ہے
کہ وہ جمہور سے یا نمائندگان جمہور سے مشورہ
کرے یا کسی فرد واحد سے مشورہ پر اکتفا کرلے

ایک دوسری بحث یہ ہے کہ مشورہ کے بعد
امیر اسلام اہل شوریٰ کی (اجتماعی یا اکثریتی)
رائے کا پابند ہے یا نہیں اگرچہ یہ مسئلہ اہل
علم میں مختلف فیہ ہے تاہم محققین کی رائے
یہ ہے۔ کہ امیر یا خلیفہ اہل شوریٰ کی اکثریت
کی رائے کا پابند ہے اسے ان کی رائے کو نافذ
العمل کرنا ضروری ہے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ
تعالیٰ نے آیۃ مذکورہ وَشَاوِرْهُمْ
فِی الْاَمْرِ کے تحت میں لکھا ہے کہ "حضرت علی
نے فرمایا۔ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم عن
العزم قال مشاورۃ اھل الرای ثم
اتباعھم (جناب رسول اکرم صلعم سے عزم
کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اہل شوریٰ
سے مشورہ کرنے کے بعد ان کی رائے پر عمل کرنا
ہی عزم ہے) نیز حافظ صاحب نے عبدالرحمان
بن غنم کی ایک روایت درج کی ہے کہ حضور
نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا
لو اجتمعتما فی مشورۃ ما خالفتکما
(اگر تم دونوں کسی رائے پر متفق ہو جاؤ گے تو میں
تمہارے خلاف نہ کروں گا) (تفسیر ابن کثیر ج ۱
صفحہ ۴۲۰)

در مجمع الزوائد میں حضرت علی رض سے روایت
ہے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ جو بات
ہم کتاب و سنت میں نہ پائیں اس میں کیا طریقہ
اختیار کریں آپ نے جواب دیا سمجھ دار خدا
پرستوں سے مشورہ کرو وَلَا تمضوا فیہ
رای خاصۃ (اور کسی ایک فرد کی رائے
جاری نہ کرو) غزوہ احد کے موقعہ پہ مدینہ

شورہ سے نکلنے اور نہ نکلنے کے معاملے میں بھی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے کے برخلاف صحابہ کرام کی اکثریت ہی کی رائے پر عمل فرمایا تھا۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھو لفظ عزم)

شَوْکَۃٌ :۔ کانٹا۔ ہتھیار۔ سختی۔ تکلیف۔

ذَاتُ الشَّوْکَۃِ :۔ ہتھیار والی۔ تکلیف والی۔

شِہَابٌ :۔ چمکدار شعلہ۔ ٹوٹنے والا ستارہ جمع شُہُبٌ۔

شَہَادَۃٌ :۔ گواہی۔ خبر۔ اظہار۔ اقرار۔
امام راغب فرماتے ہیں: شَہَادَۃٌ وہ بیان ہے جو اس علم کی بنا پر ہو جس کی بنیاد مشاہدہ بصارت (آنکھوں کا دیکھنا) یا مشاہدہ بصیرت (دل کا دیکھنا) ہو۔
کبھی شہادۃ حکم اور فیصلہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ اَہْلِہَا (اور امراۃ العزیز کے رشتہ داروں میں سے ایک نے یہ فیصلہ دیا) کبھی اقرار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے لَمْ یَکُنْ لَّہُمْ شُہَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُہُمْ (ان کے نفس خود ہی اقراری تھے) کبھی خبر دینے کے معنی میں جیسے مَا شَہِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا۔ (ہم نے اسی بات کی خبر دی جس کا ہمیں علم ہوا) قرآن کریم میں جو فرمایا گیا شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (اللہ نے شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور اہل علم نے) تو اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے کہ اس نے کائنات کو اس حسن و نظم کے ساتھ بنایا کہ اس کا ذرہ ذرہ اس کی الوہیت اور وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے اور فرشتوں کی شہادت یہ ہے کہ خدا نے ان کے سپرد جو خدمات کی ہیں وہ ان میں لگے ہوتے ہیں اور اہل علم کی شہادت یہ ہے کہ وہ کارخانہ عالم کے اسرار و حکم سے اچھی طرح واقف ہیں اور اس کی صناعی اور عجوبہ کاری کا اقرار کرتے ہیں
(مفردات امام راغب)

شَہَادَاتٌ :۔ گواہیاں۔ واحد۔ شَہَادَۃٌ

شُہُبٌ :۔ ٹوٹنے والے ستارے۔ واحد شِہَابٌ۔

شَہِدَ :۔ اس نے گواہی دی۔ وہ حاضر ہوا شَہَادَۃٌ اور شُہُوْدٌ سے ماضی واحد مذکر غائب

شُہَدَاءُ :۔ گواہ۔ شہید۔ مددگار۔ واحد شَہِیْدٌ (دیکھو شہید)

شَہِدْتُّمْ :۔ تم نے گواہی دی۔ شَہَادَۃٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

شَہِدْنَا :۔ ہم نے گواہی دی۔ ہم حاضر ہوئے

شَهَادَة اور شُهُود سے ماضی جمع متکلم

شَهِدْنَا۔ انہوں نے گواہی دی۔ شَهَادَة

سے ماضی جمع مذکر غائب۔

شَهْر :۔ مہینہ۔ جمع۔ شُهُور

شَهْرَيْن :۔ دو مہینے۔ شَهْر کا تثنیہ بحالت

نصبی و جری۔

شَهْوَة :۔ خواہش۔ آرزو۔ جمع شَهَوَات

شَهَوَات :۔ خواہشیں۔

شُهُود :۔ گواہ۔ حاضرین۔ نگراں۔ واحد

شَاهِد۔

شُهُور :۔ مہینے۔ واحد۔ شَهْر

شَهِيد :۔ حق کی شہادت دینے والا۔ گواہ

(فعیل بمعنی فاعل۔ جس کے حق میں جنت کی

گواہی دی گئی ہو۔ فعیل بمعنی مفعول)

شہید اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جس

نے راہ خدا میں کافروں کا مقابلہ کرتے ہوئے

اپنی جان دی ہو۔ مگر قرآن میں یہ لفظ اس

سے زیادہ عام معنی میں استعمال ہوا ہے قرآن

کریم میں سورہ نساء میں فرمایا گیا ہے۔ وَ

مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ

النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ

وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ

رَفِيْقًا۔ (۴/۶۹) (اور جن لوگوں

نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی

وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر

اللہ کا انعام ہوا۔ یعنی نبیوں کے صدیقوں

کے شہیدوں کے اور صالحوں کے ایمان کی

رفاقت کے کیا کہنے ہیں۔)

اس آیۃ میں انعام خداوندی سے سرفراز

ہونے والوں کے جو چار درجے بیان فرمائے

گئے ہیں حضرت شاہ عبد القادر رح ان کی

تشریح میں فرماتے ہیں:۔

نبی وہ لوگ جن کو اللہ کی طرف سے وحی آئے

یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام کہہ جاوے اور

صدیق وہ کہ جو وحی میں آوے اس کا جی آپ

ہی اس پر گواہی دے اور شہید وہ جن کو پیغمبر

کے حکم پر ایسا صدق (یقین) آیا کہ اس پر جان

دیتے ہیں اور نیک بخت (صالح) وہ جن

کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ یہاں شہید سے

کافروں کے ہاتھوں سے مر جانے والا مراد

نہیں لیا جا سکتا کیونکہ آیۃ میں جس شہادت

کا ذکر ہے وہ دین کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور کافروں

کے ہاتھ سے قتل تو بعض اوقات فاسق بھی

ہو جاتے ہیں۔ نیز اللہ کے مومن بندے اس سے

دعا کرتے ہیں کہ وہ انہیں شہادت نصیب کرے

اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ یہ چاہتے ہیں
کہ خدا ان پر کافروں کو مسلط کر کے ان کے
ہاتھ سے انہیں قتل کرائے۔

بلکہ شہید سے وہ حق پرست مراد لیا جائے گا
جو اللہ تعالیٰ کے دین کی حقانیت و صداقت
کی گواہی کبھی زبان و برہان سے دے اور
کبھی شمشیر و سنان سے دے اور اپنے
دائرہ عمل میں مرکز عدل سے ذرا بھی ادھر
ادھر نہ ہٹے چنانچہ فرمایا گیا۔ شَهِدَ اللّٰهُ
أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ
قَائِمًا بِالْقِسْطِ (اللہ اور فرشتے اور اہل علم
عدل پر قائم رہتے ہوئے گواہی دیتے ہیں کہ
اس کے سوا کوئی معبود نہیں) اللہ کے راستے
میں قتل ہونے والے کو اسی لئے شہید کہا جاتا
ہے۔ کہ وہ اپنی جان دے کر اللہ کے دین
کی حقانیت کی شہادت ادا کرتا ہے۔ اور
جو شخص دنیا میں یہ شہادت ادا کریگا وہ
آخرت میں بھی شہادت کے اس مرتبہ پر
سرفراز ہوگا جس کا ذکر لِتَكُونُوا
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (تاکہ تم دوسری امتوں پر اللہ
کے گواہ بنو) میں ہے۔

علامہ عبدہ المصری فرماتے ہیں:۔

"شہداء وہ جماعت ہے جس میں شامل ہونے
کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے
(لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ)
یہ جماعت ان اصحاب عدل و انصاف کی
جو اہل حق کی صداقت کی گواہی دیکر حق کی
تائید کریں اور اہل باطل کے بطلان کو
آشکارا کر کے ان کے خلاف حجت قائم کریں
ان کا درجہ صدیقین کے قریب قریب ہے۔ صدیقین میں
شہدا کے اوصاف بھی ہوتے ہیں اور کچھ زیادہ بھی۔

اپنے استاد کے اس قول کو نقل کرنے
کے بعد، علامہ رشید رضا فرماتے ہیں۔

وہ شہادت جس کے ذریعہ اہل حق اہل
باطل پر حجت قائم کرتے ہیں۔ اقوال سے بھی
ہوتی ہے۔ اعمال سے بھی، اخلاق سے بھی
ہوتی ہے احوال سے بھی۔ لہٰذا شہدا اپنی
سیرۃ کی عمدگی کی بناء پر اہل باطل پر، دنیا
اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی حجت ہوتے ہیں
(تفسیر المنار ج ۵ ص ۲۴۵)

شَهِيدَيْنِ:۔ دو گواہ شَهِيد کا تثنیہ بحالت
نصبی و جری۔

شَهِيق:۔ گدھے کا رینکنا۔ باب فتح سے مصدر

شَيْءٌ:۔ چیز۔ جمع۔ أَشْيَاء

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ کہا گیا
ہے کہ شَيْءٌ ہر وہ چیز ہے جس کو جانا جائے

اور اس کی خبر دی جا سکے۔ اکثر متکلمین کے
نزدیک وہ اسم مشترک المعنی ہے کیونکہ اسے
اللہ تعالےٰ اور مخلوق دونوں کے لئے استعمال
کیا جاتا ہے۔ اور اس کا اطلاق موجود اور معدوم
دونوں پر ہوتا ہے مگر بعض کی رائے ہیں صرف
موجود پر ہوتا ہے۔ یہ شَاءَ یَشِیئُ (چاہنا)
کا مصدر ہے جب اس کا اطلاق اللہ پر ہوگا
تو مصدر بمعنی فاعل (شَاءٍ) ہوگا اور جب
مخلوق پر ہوگا تو مصدر بمعنی مفعول (مَشِیئ)
ہوگا۔ (مفردات)

شَیَاطِیْنُ :۔ سرکش لوگ۔ شیاطین۔ واحد
شَیْطَان (دیکھو شَیْطَان)

شَیْبٌ :۔ بڑھاپا۔ بالوں کی سفیدی۔ باب
ضَرَبَ سے مصدر

شَیْبَۃٌ :۔ بڑھاپا۔

شِیْبٌ :۔ بوڑھے۔ واحد اَشْیَبُ

شِیَۃٌ :۔ داغ۔ (اس کا مادہ وَشْیٌ ہے)

شَیْطَانٌ :۔ ابلیس۔ سرکش۔ شریر
شیطان "شَطَنٌ" سے بنا ہے جس کے معنی دور
ہونے کے ہیں۔ چونکہ وہ خیر سے دور ہوتا
ہے اس لئے اسے شیطان کہتے ہیں۔ یا شَیَّطَ
سے بنا ہے جس کے معنی جلنے کے ہیں چونکہ وہ
آگ سے بنا ہے اور آگ ہی میں داخل
ہوگا اس لئے اسے شیطان کہا گیا۔
آگ چونکہ اس کا مادہ تخلیق ہے اسی لئے اس
میں قوۃ غضبیہ وفخر مذموم زیادہ ہے یہی
اوصاف آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے
روکنے والے ہوتے ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ ہر
شریر و سرکش جن انسان اور حیوان کو
شیطان کہتے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں ہے
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ
(اور ایسے ہی ہم نے شریر جنوں اور انسانوں
کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا) نیز ہر بری عادت
کو بھی شیطان کہتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے
فرمایا۔ اَلْحَسَدُ شَيْطَانٌ وَالْغَضَبُ
شَيْطَانٌ (حسد شیطان ہے اور غصہ
شیطان ہے) (مفردات القرآن بتصرف)

شِيَعٌ :۔ فرقے۔ مددگار۔ واحد شِيْعَةٌ

شِيْعَةٌ :۔ رفیق۔ پیرو۔ گروہ۔

شُيُوْخٌ :۔ بوڑھے۔ واحد شَيْخٌ

ص

صٓ :۔ حروف مقطعات سے ہے۔

صَائِمٌ :۔ روزہ دار۔ صَوم سے اسم فاعل
واحد مذکر (دیکھو صوم)

صائمین:- روزہ دار لوگ۔ صائم کی جمع
بحالت نصبی

صائمات:- روزہ دار عورتیں۔ صوم سے اسم
فاعل جمع مونث واحد۔ صائمۃ

صابئین:- ایک ستارہ پرست قوم۔ واحد
صابی۔ امام ابوبکر جصاص احکام القرآن میں
اہل بابل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
اہل بابل "صابی" تھے۔ کواکب سبعہ کو
معبود مانتے تھے۔ اور تمام حوادث عالم
کو انہیں کی تاثیرات کا نتیجہ جانتے تھے۔ زحل
مشتری۔ عطارد وغیرہ ہر ستارہ کے
نام پر علیحدہ علیحدہ مندر بنا رکھے تھے۔
جہاں ان ستاروں کے بت رکھے ہوئے
تھے۔ جس ستارہ سے متعلق کام ہوتا اس
کے مندر میں جاتے۔ اور انہی کے مخصوص
آداب و رسوم کے مطابق اس کی پوجا
پاٹ کرتے۔ مثلاً عافیت صحت اور دولت درکار ہوتی
تو مشتری کے مندر میں جاتے۔ دشمن کی
ہلاکت و بربادی مطلوب ہوتی تو زحل
کے مندر میں۔

بابل پر اہل فارس کے حملہ سے پہلے وہاں
فنون شعبدہ گری طلسمات و نجوم کا بڑا
چرچا تھا۔ یہودیوں نے بھی یہ فنون اسیری
بابل کے زمانہ میں وہیں سیکھے تھے۔ اور
انہیں فرشتوں کی طرف منسوب کرکے علوم
سماوی قرار دیتے تھے۔ قرآن کریم میں ؎
مَا اُنزِلَ عَلَی المَلکَین بِبَابِل ھَاروت
الآیہ میں اسی کی تردید کی گئی ہے۔

نمرود اسی قوم کا بادشاہ تھا۔ اور
حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں کی طرف
مبعوث ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے دعوتِ
حق کو قبول نہ کیا۔ اور حضرت ابراہیم کو
ان کے وطن بابل سے ہجرت کرنی پڑی۔
اسی زمانہ سے صابئیت اور حنیفیت دو
متقابل ملتیں قرار پائیں۔ جیسے آج کل اسلام
اور کفر۔

اہل بابل کے علاوہ اہل شام و مصر
و روم بھی ستارہ پرست ہی تھے۔ جو در
اصل بت پرستی کی ایک صورت تھی۔

جب اہل فارس نے عراق پر قبضہ
کرلیا۔ اور صابئین ان کے محکوم ہوئے
تو انہوں نے انہیں جبراً بت پرستی
سے روک دیا۔ اسی طرح قسطنطین شہنشاہ
روم نے جب دین نصرانیت کو قبول کیا
تو اسنے تلوار کے زور سے ان میں دین
عیسوی کی اشاعت کی۔ ان حالات میں

کچھ صابی سچے دل سے مجوسی یا مسیحی بن گئے اور کچھ نے ظاہری طور پر اپنے فاتحین کے دین کو قبول کر لیا اور در پردہ اپنے مذہب کی رسوم کو ادا کرتے رہے۔ انھوں نے اپنے اعتقادات پر پردہ ڈالنے کے لئے عجب عجب حیلے تراش رکھے تھے اور جوں ہی ان کا بچہ سن شعور کو پہنچتا اسے یہ حیلے سکھا دیتے تھے۔ جب عراق و شام و مصر میں اسلام کا علم بلند ہوا تو یہ بھی اس کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور عیسائیوں کے زمرہ میں شریک ہو کر انھوں نے اسلام قبول کر لیا تاہم ان میں سے کچھ اپنے اصل مذہب پر کھلم کھلا قائم رہے اور کچھ اپنے قدیم دستور کے مطابق تقیہ کا پردہ ڈال کر کافرانہ اعمال میں مصروف ہو گئے۔ فرقہ اسماعیلیہ کی حیلہ گری اسی فرقے کے تقیہ کی ایک نمود ہے۔

(اسی سلسلہ میں ابوبکر جصاص اپنے زمانہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں)

صابئین جو حران اور واسط کے اطراف میں پائے جاتے ہیں وہ صنم پرست ہیں۔ اہل کتاب نہیں ہیں۔ ان کا اصل مذہب ستارہ پرستی ہے (پھر لکھتے ہیں) میرا خیال ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ نے ان کے کسی گروہ کو یہ دیکھ کر کہ وہ انجیل کی تلاوت کرتے ہیں اور خود کو دین مسیحی کا پیرو بتاتے ہیں ان سے جزیہ قبول کرنے کا حکم دیا ہو گا ورنہ فقہاء کی اکثریت کے قول کے مطابق جو گروہ (جزیرۃ العرب میں) اس قسم کے اعتقادات رکھتا ہو اس کے لئے اسلام یا تلوار کے علاوہ تیسری چیز نہیں ہے (احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۴۳ و ج ۲ ص ۲۸۸ ملخصاً)

صابئین کی اسی حیلہ گری اور منافقت شعاری کی وجہ سے سلف میں ہم ان کی تعریف اور ان کے متعلق احکام کے بارہ میں کافی اختلاف پاتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح فرماتے ہیں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کے نزدیک صابئین اہل کتاب میں سے ہیں مگر حضرت عمر ان کا ذبیحہ حلال قرار دیتے ہیں اور ابن عباس حرام۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ اہل کتاب ہیں اور ان کا دین مجوسیت اور یہودیت کے درمیان ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ ان کا دین نصرانیت اور یہودیت کے درمیان ہے قتادہ کہتے ہیں کہ یہ زبور پڑھتے ہیں فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کا دین مختلف

ادیان کا مجموعہ مرکب ہے (تفسیر مظہری سورہ بقرہ)

حضرت الاستاذ العلامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ابو بکر جصاص رح کے مذکورہ بالا بیان کو قول محقق و شافی قرار دیا ہے اور حافظ ابن تیمیہ رح کے اس قول کی کہ صابی بھی یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح اپنے زمانہ میں فرقہ ناجیہ تھے سخت تردید کی ہے۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۲۸)

صَابِر:۔ صبر کرنے والا۔ صَبْر سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو صَبْر)

صَابِرَۃ:۔ صبر کرنے والی صَبْر سے اسم فاعل واحد مؤنث

صَابِرُوْا ۔ تم مضبوطی کے ساتھ جمے رہو۔ مُصَابَرَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

صَابِرُوْنَ:۔ صبر کرنے والے۔ صَبْر سے اسم فاعل جمع مذکر۔

صَاحِب:۔ رفیق۔ یار۔ ساتھی۔ جمع اَصْحَاب۔

صَاحِبُ الْحُوْتِ:۔ مچھلی والا۔ مراد حضرت یونس علیہ السلام جنہیں مچھلی نگل گئی تھی (دیکھو یونس)

صَاحِبْ:۔ تو ساتھ رہ۔ رفاقت کر۔ مُصَاحَبَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

صَاحِبَۃ:۔ بیوی۔ ساتھن۔ جمع صَوَاحِب۔

یَا صَاحِبَیِ:۔ اے میرے دو ساتھیو۔ صَاحِب کا تثنیہ مضاف بہ یائے متکلم۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گئی۔

صَاخَّۃ:۔ سخت آواز جو کانوں کو بہرا کردے (یعنی صور قیامت) صَخّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

صَادِق:۔ سچا۔ صِدْق سے اسم فاعل واحد مذکر

صَادِقَات:۔ سچی عورتیں۔ صِدْق سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد صَادِقَۃ۔

صَادِقُوْنَ:۔ سچے صِدْق سے اسم فاعل جمع مذکر۔

صَادِقِیْنَ:۔ سچے صَادِق کی جمع بحالت نصبی و جری۔

صَارِمِیْنَ:۔ توڑنے والے۔ کاٹنے والے صَرْم سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری واحد صَارِم۔

صَاعِقَۃ:۔ کڑک۔ دھماکہ۔ عذاب۔ موت

صَاغِرُوْنَ:۔ ذلیل و خوار لوگ۔ صَغَار سے اسم فاعل جمع مذکر واحد صَاغِر۔

صَافَّات:۔ صف باندھنے والیاں (فرشتے) صَفّ سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد صَافَّۃ۔

صَافِنَات:۔ گھوڑے جو تین پاؤں پر کھڑے ہونے اور ایک پاؤں کے سم پر ٹیک لگانے

والے ہوں۔ صُفُون سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد صافِنَۃ۔

صَافُّونَ :۔ قطار باندھنے والے۔ صَفّ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد صَافّ۔

صَالِی :۔ آگ میں جلنے والا۔ صِلِی سے اسم فاعل واحد مذکر۔

صَالِح :۔ نیک۔ اچھا۔ صَلاح سے اسم فاعل واحد مذکر۔ نیز۔ ایک مشہور پیغمبر علیہ السلام کا نام نامی۔ حافظ بغوی نے آپ کا نسب صالح بن عبید بن اسف بن ماشح بن عبید بن حاذر بن ثمود بیان کیا ہے۔ اور ثمود کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ثمود بن عاثر بن ارم بن سام بن نوح اس سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کی دسویں پشت میں تھے۔

آپ قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے۔ یہ قوم مقام حجر میں جو حجاز و شام کے درمیان وادی القریٰ تک پھیلا ہوا ہے سکونت پذیر تھی۔ علاقہ کی سرسبزی و شادابی، مال و دولت کی فراوانی۔ بلند و بالا قصور و محلات۔ نظر افروز و دلکشا نہریں اور باغات غرض دنیا کا سب کچھ سامان عیش و راحت اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ مگر وہ خدا کے شکر گذار بندے بننے کی بجائے اس کی نافرمانی پر کمربستہ ہوئے۔ انھوں نے حضرت صالح کے پیغام نبوت کو رد کرتے ہوئے کہا۔ تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پوجا ہمارے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں ہم کو تمہارے پیغام کی صداقت میں بڑا شک ہے"

جب حضرت صالح اپنی دعوت پر اصرار کئے گئے تو انھوں نے کہا "اچھا اگر تم خدا کے بھیجے ہوئے ہو تو اپنے خدا سے کہو کہ وہ اس پہاڑی کی ٹھوس چٹان میں سے ایک حاملہ اونٹنی نکال دے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے"۔ حضرت صالح (علیہ السلام نے خدا سے دعا کی اور سنت اللہ کے مطابق جو کافروں پر اتمام حجت کے لئے ہمیشہ سے جاری رہی ہے۔ ایک موٹی تازی گیابھن اونٹنی پہاڑ کی چٹان شق ہو کر نمودار ہوئی اور اس نے فوراً بچہ بھی دیدیا۔ یہ بدبخت بجز چند غریب لوگوں کے اب بھی صالح پر ایمان نہ لائے اور اپنی کافرانہ و فاسقانہ زندگی پر قائم رہے۔ حضرت صالح نے فرمایا اگر تم ایمان کی سعادت سے محروم ہی رہنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی میں تمہیں مجبور تو نہیں کر سکتا مگر اتنا خیال رکھو کہ یہ اونٹنی جو تمہاری فرمائش پر خداوند تعالیٰ نے معجزانہ طور پر

پیدا کی ہے اس کے کھانے پینے میں آڑے نہ آنا اور اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچانا۔

یہ اونٹنی ایسی ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں چرتی وہاں کے دوسرے مویشی اس سے ڈر کر بھاگ جاتے اور جس کنوئیں سے پانی پیتی اس کا پانی خالی کر دیتی پہلے پہل تو قوم کے سرداروں نے اس بات کو منظور کر لیا کہ ایک خاص کنوئیں سے ہر دوسرے روز وہ پانی پئے گی اور اس روز پانی کے معاوضہ میں وہ اس کا دودھ دوہ سکیں گے۔ مگر جلد ہی وہ اس اونٹنی کے کھانے پینے سے اکتا گئے اور انھوں نے آپس میں اتفاق کر کے اس کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔

آخر فیصلہ کے مطابق ایک دن ایک بدبخت شخص قدار بن سالف نے جس کو ایک حسین وجمیل عورت کا لالچ دیا گیا تھا اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور اونٹنی کا کام تمام کر دیا۔

اونٹنی کے مرنے کے بعد اس کا بچہ چیختا ہوا پہاڑی میں غائب ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو معلوم ہوا تو انھوں نے رو کر فرمایا "افسوس تم نے بہت برا کیا اب تین دن کے بعد تم سب ہلاک کر دئے جاؤ گے"۔

ان نابکاروں نے آپس میں حضرت صالح کو بھی قتل کرنے کی سازش کی اور کہنے لگے اگر صالح سچ کہتا ہے تو اپنے مرنے سے پہلے اسے بھی کیوں ہم ٹھکانے نہ لگا دیں اور اگر جھوٹ بولتا ہے تو اسے بھی ناقہ کے پاس کیوں نہ پہنچا دیں۔

مگر حضرت صالح کو قتل کرنے کے لئے جو جماعت آئی اللہ تعالیٰ نے ان پر سنگباری کر کے ان کو ہلاک کر دیا۔ اور پھر تیسرے روز پوری قوم پر اللہ تعالےٰ کا عذاب نازل ہوا جس سے سب ہلاک ہو گئے۔ سورۂ اعراف میں اس عذاب کو رَجْفَۃ (زلزلہ) کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے (فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ) اور سورۂ ہود میں صیحہ (چیخ) سے (فَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ) مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ دونوں صورتیں واقع ہوئیں۔ جبریل علیہ السلام اس زور سے چیخے کہ ان کے دل لرز گئے" یا "نیچے سے زلزلہ آیا اور اوپر سے ہولناک گرج"۔ زمخشری نے لکھا ہے کہ عذاب کی گرج ایسی شدید تھی کہ اس سے زمین پر زلزلہ آگیا" (تفسیر المنار ص ۵۰۹)

اس عذاب کے بعد قوم ثمود کا یہ شاداب
وآباد علاقہ بالکل برباد ہو گیا۔ حضرت صالح
اپنے گنے چنے متبعین کو لیکر شام یا مکہ معظمہ
کی طرف تشریف لے گئے اور زندگی کے
باقی دن وہیں بسر کئے۔
حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ہر نبی اپنی قوم
کی بربادی کے بعد مکہ معظمہ ہی میں اقامت
گزیں ہوا ہے۔
سنہ ۹ھ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب
مدینہ منورہ سے تبوک تشریف لے گئے تو راہ
میں قوم ثمود کی برباد شدہ بستیاں پڑیں
آپ نے سر مبارک ڈھانپ لیا۔ سواری کی
رفتار تیز کر دی اور صحابہ سے فرمایا کہ جن
قوموں پر خدا کا عذاب آیا ہے ان کے
پاس سے گزرو تو روتے ہوئے گزرو۔ رونا
نہ آئے تو رونے والوں کی صورت ہی بنا لو
خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ جس عذاب میں وہ
مبتلا ہوئے تھے تم بھی اس میں مبتلا ہو جاؤ"۔
قوم ثمود کی برباد شدہ بستیوں کے کھنڈر
آج بھی موجود ہیں اور اہل نظر کو دعوت
عبرت و بصیرت دیتے ہیں۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۹ وغیرہ)
صَالِحَات :- نیک عورتیں۔ بھلے کام (یعنی
وہ افعال واعمال جو آنحضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی سنت کے مطابق ہوں)
صَلَاح سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد
صَالِحَۃ۔
صَالِحُون :- نیک لوگ۔ صَالِح کی جمع
بحالت رفعی۔
صَالِحِین :- دو نیک مرد۔ صَالِح کا تثنیہ
بحالت نصبی و جری۔
صَامِتُون :- چپ رہنے والے۔ صَمْت سے
اسم فاعل جمع مذکر واحد صَامِت۔
صَبّ :- اوپر سے ڈالنا۔ بکھیرنا۔ باب
نصر سے مصدر۔
صَبَّ :- اس نے ڈالا۔ اوپر سے گرایا۔
صَبّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
صَبَاح :- صبح۔ سویرا۔ دن کا ابتدائی حصہ۔
صَبَّار :- بڑا صبر کرنے والا۔ صَبْر سے
مبالغہ واحد۔
صَبَبْنَا :- ہم نے اوپر سے ڈالا۔ برسایا۔
صَبّ سے ماضی جمع متکلم۔
صُبْح :- فجر۔ صبح۔ دن کا ابتدائی حصہ۔
صَبَّحَ :- وہ صبح کو اترا۔ صبح کے وقت غارت
کیا۔ تَصْبِیح سے ماضی واحد مذکر
غائب۔

صَبْرٌ :- صبر کے معنی ہیں "سختی اور تکلیف میں روکے رکھنا" عربی کا محاورہ ہے صَبَرْتُ الدَّابَّۃَ (میں نے جانور کو بغیر چارہ کے روکے رکھا) اصطلاح شریعت میں صبر کہتے ہیں عقل اور شریعت جن امور کا حکم دیتی ہیں ان پر نفس کو جمائے رکھنا اور جن سے منع کرتی ہیں ان سے باز رکھنا"

صبر کے مواقع استعمال کے لحاظ سے اس کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے مصیبت کے موقعہ پر صبر کو "صبر" ہی کہتے ہیں۔ جنگ کے موقع پر صبر کو "شجاعت" کہتے ہیں سخت مصیبت کے وقت صبر کو "رحب الصدر" (کشادہ دلی یا اطمینان قلب) کہتے ہیں بات کو چھپانے کے موقعہ پر صبر کو کتمان (رازداری) کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے ان تمام مواقع کے لئے "صبر" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ابو عبیدہ کی رائے کے مطابق جرأت بے جا کے لئے بھی "صبر" کا استعمال ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری۔ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ وہ (کافر) دوزخ پر کیسے صبر کرنے والے ہیں"! میں یہی معنی مراد ہیں یعنی وہ دخول دوزخ پر کیسی جرأت بے جا کر رہے ہیں"!

حدیث میں روزہ کو بھی "صبر" کہا گیا ہے کیونکہ وہ بھی گویا "صبر" کی ایک قسم ہے چنانچہ ارشاد ہے صِیَامُ شَهْرِ الصَّبْرِ (صبر کے مہینہ کے روزے)

(مفردات امام راغب رح)

صَبَرَ :- اس نے صبر کیا۔ صَبْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَبَرْتُمْ :- تم نے صبر کیا۔ صَبْرٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

صَبَرْنَا :- ہم نے صبر کیا۔ صَبْرٌ سے ماضی جمع متکلم۔

صَبَرُوْا :- انھوں نے صبر کیا۔ صَبْرٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

صِبْغٌ :- سالن۔ جمع اَصْبَاغ

صِبْغَۃٌ :- رنگ۔ جمع اَصْبَاغ

صِبْغَۃَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَۃً (ہم نے اللہ تعالیٰ کے رنگ کو قبول کر لیا۔ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے) اس آیۃ میں صبغۃ اللہ سے "دین خداوندی" مراد ہے کیونکہ جس طرح رنگ کپڑے پر چڑھ جاتا ہے اسی طرح دین حق بھی دیندار کے رگ و

پے میں رچ جاتا ہے۔ نصاریٰ کے ہاں
رواج ہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے
تو آٹھویں دن اسے ایک زرد رنگ میں
جسے معمودیہ کہتے ہیں غوطہ دیتے ہیں۔ اور
سمجھتے ہیں کہ اب یہ پکا نصرانی ہوگیا اس
رسم کو "اصطباغ" کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ نصاریٰ کو یہ
جواب دیں کہ تم تو مصنوعی رنگ میں رنگے
ہوئے ہو اور ہم دین خداوندی کے رنگ
میں رنگے ہوئے ہیں جو رنگ فطرت ہے۔

صُبِّغُوا :- وہ ڈالے گئے۔ گرائے گئے صَبٌّ
سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

صَبِیّ :- بچہ۔ جمع صِبْیَان۔

صِحَاف :- رکابیاں۔ پیالے۔ جمع صَحْفَة

صُحُف :- اوراق۔ کتابیں۔ صحیفے۔ صَحِیْفَة
واحد "صحیفہ" ہر چیز کے پھیلے ہوئے حصے
کو کہتے ہیں چنانچہ صَحِیْفَةُ الْوَجْه چہرہ کو
کہتے ہیں اور صحیفۃ الکتاب کتاب
کے ورق کو جس میں لکھا جائے مُصْحَف
اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں صحیفے لکھے
ہوئے جمع کئے جائیں۔ يَتْلُوْ صُحُفًا
مُطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (یہاں
تک کہ آئے اللہ کا رسول) تلاوت کرتا ہوا
مقدس اوراق جن میں مضبوط کتابیں
لکھی ہوں (پ ۳۰ بیّنہ) میں صُحُف مُطَهَّرَة
سے مراد قرآن پاک ہے اور کُتُبٌ قَيِّمَة
سے مراد پرانے نبیوں کی کتابیں ہیں جن
کے مضامین کو قرآن کریم جامع ہے یا قرآن
کریم کی مختلف سورتیں ہیں جو اپنی اپنی جگہ
مستقل کتاب ہیں یا قرآن کریم کے محکم اور
ناقابل تردید مضامین ہیں۔

صَخْر :- سخت پتھر۔ جمع صُخُوْر۔

صَخْرَة :- سخت پتھر۔ جمع صَخَرَات۔

صَدّ :- روکنا۔ باز رکھنا۔ (بصلہ عن) باب نَصَرَ
سے مصدر۔

صَدَّ :- اس نے روکا۔ صَدّ سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

صُدَّ :- وہ روکا گیا۔ صَدّ سے ماضی مجہول
واحد مذکر غائب۔

صَدَدْتُّمْ :- تم نے روکا۔ صَدّ سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

صَدَدْنَا :- ہم نے روکا۔ صَدّ سے ماضی
جمع متکلم۔

صَدْر :- سینہ۔ جمع صُدُوْر۔

صَدْع :- نباتات۔ روئیدگی۔ دراڑ۔ پھاڑنا
ظاہر کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر پہلے دو معنی

میں اس کا استعمال مجازاً ہے۔

صَدَف :- اس نے پہلو تہی کی۔ کترایا (بصلہ عن) صُدُوف سے ماضی واحد مذکر غائب

صَدَفَیْن :- دو پھانکیں (پہاڑ کی) صَدَف کا تثنیہ بحالت نصبی وجری۔ صَدَف دیوار وغیرہ ہر بلند چیز کو کہتے ہیں (قاموس) سورۂ کہف میں پہاڑ کی دو پھانکیں مراد ہیں۔ نیز صَدَف کنارہ کو بھی کہتے ہیں تو اس جگہ دو پہاڑوں کے دو کنارے مراد ہونگے

صِدْق :- سچائی۔ سچ۔ سچا۔ معزز۔ "صدق" اور "کذب" کا اصل استعمال تو قول (بات) میں ہوتا ہے اور قول کی قسموں میں سے بھی "خبر" میں بلاواسطہ اور امر، استفہام دعا وغیرہ میں بالواسطہ مثلاً کوئی شخص کہتا ہے کہ وَاسِنِی (تو میری غمگساری کر) تو اس کے اس قول کو بھی صدق یا کذب سے موسوم کرسکتے ہیں۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انا محتاج الی مُواساتِك (میں تیری غمگساری کا محتاج ہوں) "صدق" کہتے ہیں قول کا قائل کے ضمیر اور واقعہ دونوں کے مطابق ہونے کو "یعنی جو بات کہنے والے کے عقیدہ کے مطابق بھی ہو اور واقعہ کے مطابق بھی اسی کو سچ کہیں گے۔ اگر صرف کہنے والے کے عقیدہ کے مطابق ہو یا صرف واقعہ کے مطابق ہو تو یا تو اس پر صدق (سچ) کا اطلاق ہی نہ ہوگا، یا ایک حیثیت سے اسے صدق کہا جائے گا اور دوسری حیثیت سے کذب" مثلاً کوئی کافر جب کہتا ہے "محمد رسول اللہ" تو اس کے اس قول کو اس حیثیت سے صدق کہیں گے کہ یہ واقعہ کے مطابق ہے لیکن اس لحاظ سے کذب کا اطلاق کیا جائے گا کہ یہ کہنے والے کے عقیدہ کے خلاف ہے چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت میں اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ - (اے پیغمبر جب تمہارے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم اللہ کے رسول ہو اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں) میں منافقین کو اسی دوسری حیثیت سے کاذب کہا گیا ہے۔

قول کے علاوہ صدق و کذب کا اطلاق کبھی عقیدہ اور خیال پر بھی ہوتا ہے جیسے صَدَقَ ظَنِّی (میرا گمان صحیح ہوا) کبھی عقلاء کے افعال پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے

جبکہ ان افعال کو اس طرح انجام دیا جائے
کہ ان کا حق ادا ہو جائے اور ان میں کوئی
کسر باقی نہ رہے۔ چنانچہ صَدَقَ فِی الْقِتَالِ
کے معنی یہ ہیں کہ لڑنے والے نے لڑنے کا حق
ادا کر دیا۔ اور رِجَالٌ صَدَقُوا مَا
عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ کا مطلب یہ ہے کہ وہ
لوگ جنھوں نے ان کاموں کو جن کا انھوں نے
اللہ سے عہد کیا تھا کر کے دکھا دیا اور ان کا
حق ادا کر دیا۔ اسی طرح لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ
عَنْ صِدْقِهِمْ اس کا مطلب یہ ہے کہ
اللہ معلوم کرے گا کہ جنھوں نے زبان سے
کلمہ حق کا اقرار کیا انھوں نے اپنے عمل سے
بھی اس کا ثبوت دیا یا نہیں؟ کبھی ہر اس
شے پر جو ظاہراً و باطناً فضل و شرف کی حامل
ہو صدق کا اطلاق کیا جاتا ہے چنانچہ
"مَقْعَدَ صِدْقٍ" اور "قَدَمَ صِدْقٍ"
سے مراد معزز مجلس اور معزز مرتبہ ہے۔
(مفردات راغب اصفہانی رح)

صَدَقَ:۔ اس نے سچ کہا، سچ کر دکھایا۔ صِدْق
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَدَّقَ:۔ اس نے سچ جانا۔ تَصْدِيْق سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

صَدُقَات:۔ مہر عورتوں کے۔ واحد صَدُقَة

صَدَقَات:۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔ واحد صَدَقَة

صَدَقَة:۔ خیرات اللہ کی راہ میں بغرض ثواب
مال خرچ کرنا۔ اس مفہوم کے اعتبار سے
یہ صدقہ واجبہ و غیر واجبہ دونوں کو شامل
ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں زکوٰۃ اور نفلی
خیرات دونوں کے لئے اس لفظ کو استعمال
فرمایا ہے لیکن جب زکوٰۃ کے مقابلہ میں
اس کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے نفلی
خیرات ہی مراد ہوتی ہے۔ اور یہ ماخوذ ہے
"صدق" بمعنے راستی سے چونکہ اللہ کی راہ
میں مال خرچ کرنے والا اپنے عمل سے اپنا
سچا بندہ ہونا ثابت کر دیتا ہے اس لئے
اس کا یہ عمل صَدَقَہ کہلاتا ہے کیونکہ
ظاہر ہے کہ جب تک کوئی شخص خداوند تعالےٰ
کی ذات و صفات اس کی الوہیت اور اپنی
عبدیت و بندگی کا معتقد نہ ہوگا وہ اپنا
مال اللہ کی راہ میں مخلصانہ خرچ کر ہی نہیں
سکتا۔ پس جب ہم ایک شخص کو دیکھتے ہیں کہ
وہ مومن ہونے کا مدعی ہے اور اپنے معبود کی
خوشنودی حاصل کرنے کیلئے جانی و مالی قربانیاں
کرنے سے دریغ نہیں رکھتا۔ تو اس کا یہ عمل ثابت
کر دیتا ہے کہ وہ واقعی مومن ہے۔ اسی لئے
احادیث میں بخل کو منافقین کا شیوہ اور صدقہ

ہ انفاق کو مؤمن کی لازمی صفت
بتلایا گیا ہے (ش ا)

صَدَقَتْ:۔ اس نے سچ کہا۔ صِدْق
سے ماضی واحد مونث غائب

صَدَقْتَ:۔ تو نے سچ کہا۔
صِدْق سے ماضی واحد مذکر
حاضر۔

صَدَّقْتَ:۔ تو نے تصدیق کی۔
تَصْدِیْق سے ماضی واحد
مذکر حاضر۔

صَدَّقْنَا:۔ ہم نے تصدیق کی
تَصْدِیْق سے ماضی جمع
متکلم۔

صَدَقْنَا:۔ ہم نے سچ کہا
صِدْق سے ماضی جمع
متکلم۔

صَدَقُوْا:۔ انھوں نے سچ کہا
صِدْق سے ماضی جمع مذکر
غائب۔

صَدُّوْا:۔ انھوں نے روکا
صَدّ سے ماضی جمع مذکر
غائب۔

صُدُّوْا:۔ وہ روکے گئے۔
صَدّ سے ماضی مجہول جمع
مذکر غائب۔

صُدُوْد:۔ منہ پھیرنا۔
اعراض کرنا۔ باب نَصَرَ
سے مصدر۔

صَدِیْد:۔ پیپ۔

صَدِیْق:۔ سچا دوست۔ جمع اَصْدِقَاء

صِدِّیْق:۔ بڑا سچا۔ سراپا صدق۔
صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے۔ امام راغب
اصفہانی فرماتے ہیں کہ صدیق وہ ہے
کہ راہ صدق سے اس کا قدم کبھی نہ
ڈگمگائے (ملاحظہ ہو لفظ صِدْق) بلکہ صدق
وحقانیت اس کی فطرت اور عادت
بن جائے۔ سچائی اس کے دل میں جاگزیں
ہو کلمہ حق اس کی زبان پہ جاری ہو اور
اس کا ہر عمل اس کی صداقت کی شہادت
دے۔
شیخ اسمٰعیل بروسوی صاحب روح البیان
آیہ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ
مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ
النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ
وَالصّٰلِحِیْنَ (جنھوں نے اللہ اور رسول
کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر

اللہ کی نعمت تمام ہوئی یعنی نبیوں، صدیقوں شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ آیۃ میں تنبیہ ہے کہ بندہ کو چاہیئے کہ وہ صلاح کے مراتب میں ترقی کرتا رہے حتی کہ مرتبہ شہادت اور پھر مرتبہ صدیقیت پر فائز ہو۔ اور مرتبہ صدیقیت وہ مرتبہ ہے کہ اس کے اور نبوت کے درمیان کوئی اور واسطہ نہیں ہے، رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ بندہ صدق اختیار کرتا ہے اور اس راہ میں قدم بڑھاتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں اس کا نام صدیق کی حیثیت سے لکھدیا جاتا ہے۔" صدق کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ ظاہر و باطن یکساں ہو۔ اور صادق وہ ہے جو اپنے قول میں سچا ہو اور صدیق وہ جس کے اقوال افعال اور احوال سب صدق کے معیار پر پورے اتریں (روح البیان ج ۲ ص ۲۳۵)

افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر تھے جیسے ہی صدق کی نمود دیکھی بے ساختہ اسے قبول کرلیا اور ہر وقت اور ہر حالت میں اس پر قائم رہے۔ رحمہ اللہ تعالےٰ اسی لئے فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ ابوبکر کی فضیلت روزہ اور نماز کی زیادتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خاص صفت کی وجہ سے ہے جس کا تعلق ان کے قلب سے ہے۔"

صِدِّیْقَۃ :- بہت سچی عورت۔ صِدْق سے مبالغہ واحد مؤنث۔

صِدِّیْقُوْنَ :- سچے مؤمن۔ ایمان والے بڑے سچے۔ صِدْق سے مبالغہ۔ جمع مذکر

صُرْ :- تو ہلالے۔ آواز دے۔ بلا۔ صَوْر سے امر واحد مذکر حاضر۔

صِرٌّ :- ٹھر۔ سردی۔

صِرَاطٌ :- راہ۔ راستہ۔ جمع صُرُطٌ

صَرَّۃٌ :- فریاد۔ شور

صَرْحٌ :- محل۔ بلند مکان۔ جمع صُرُوْحٌ

صَرْصَرٌ :- آندھی۔ ٹھنڈی ہوا۔ سخت ہوا

صَرْعٰی :- پچھڑے ہوئے لوگ۔ واحد صَرِیْع

صَرْف :- پھیرنا۔ دور کرنا۔ (بصلہ عن) باب ضَرَبَ سے مصدر۔

صَرَفَ :- اس نے پھیرا۔ صَرْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صُرِفَتْ :- وہ پھیری گئی۔ صَرْف سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

صَرَفْنَا :- ہم نے پھیرا۔ متوجہ کیا (بصلہ الیٰ) صَرْف سے ماضی جمع متکلم۔

صَرَّفْنَا :- ہم نے طرح طرح سے بیان کیا۔

تصریف سے ماضی جمع متکلم۔
صَرِیخ :- فریادرس۔ مددگار۔ صُراخ سے
صفت مشبہ واحد مذکر۔
صَرِیمہ :- تاریک رات۔ کاٹی ہوئی کھیتی
صَرم سے فَعِیل بمعنے مفعول (دیکھئے
ثانی)
صَعَد :- سخت عذاب۔ گھاٹی۔ امر شدید
صَعِقَ :- وہ بے ہوش ہوا۔ صَعَق سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
صَعِق :- بے ہوش آدمی۔ صَعَق سے
صفت مشبہ واحد مذکر۔
صُعُود :- بلندی۔ دشوار گذار گھاٹی۔
صَعِید :- روئے زمین۔ سطح زمین۔
صَغَار :- خرابی۔ ذلت۔ باب سَمِعَ
سے مصدر
صَغَت :- وہ جھک پڑی۔ کج ہوئی۔
صَغو سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
صَغِیر :- چھوٹا۔ صِغَر سے صفت مشبہ
واحد مذکر۔ جمع صِغَار۔
صَغِیرَۃ :- چھوٹی۔ صِغَر سے صفت
مشبہ واحد مؤنث۔ جمع صَغَائِر۔
صَفَا :- صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے
نام ہیں مکہ معظمہ میں حضرت ابراہیم علیہ
السلام جب بحکم خدا اپنے ننھے بچے اسمٰعیل
اور ان کی ماں حضرت ہاجرہ کو مکہ کی لق و دق
وادی میں تن تنہا چھوڑ گئے اور ان کا پانی
کا مشکیزہ اور کھجوروں کی تھیلی خالی ہو گئی
اور معصوم اسماعیل پیاس سے ایڑیاں رگڑنے
لگا تو حضرت ہاجرہ نے مایوسی اور پریشانی
کے عالم میں پانی کی تلاش میں ان پہاڑیوں
کے سات چکر لگائے۔ یہ ادا ان کی اللہ
تعالٰے کو ایسی پسند آئی کہ ملت حنیفیہ
کے لئے اسے ارکان حج میں سے قرار دیا گیا
مشرکین مکہ بھی حج کرتے تو ان دونوں پہاڑیوں
کے درمیان چکر لگاتے۔ مگر انھوں نے یہاں
بھی ہر پہاڑی پر ایک بت رکھ دیا تھا مسلمانوں
کو خیال گزرا کہ جب بت پرستی قطعاً ممنوع
ہے تو ان پہاڑیوں کے درمیان سعی بھی نہ
ہونی چاہیئے کیونکہ یہ بتوں کی تعظیم کے لئے تھی
اس پر آیۃ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ
شَعَائِرِ اللهِ نازل ہوئی اور ان کو بتایا گیا
کہ "صفا اور مروہ" اللہ تعالٰی کی عظمت و محبت
کی نشانیاں ہیں۔ اور ان کے درمیان چکر
لگانے عشاق خدا کے جذبہ بے اختیار کی
یادگار ہے۔
صَفَح :- کنارہ پکڑنا۔ اعراض کرنا۔ معاف کرنا

باب فَتَحَ سے مصدر (آخری دو معنے میں
عَنْ کے صلہ کے ساتھ)

صُفْر :- زرد۔ واحد۔ اَصْفَرُ۔

صَفْرَاءُ :- زرد۔ صُفْرَۃ سے صفت مشبہ
واحد مؤنث۔

صَفْصَف :- چٹیل میدان۔ جمع صَفَاصِف

صَفْوَان :- ہموار چکنے اور صاف پتھر۔ واحد
صَفْوَانَۃ۔

صَکَّتْ :- اس نے پیٹ لیا۔ طمانچہ مارا۔
صَکٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب

صَلِّ :- تو نماز پڑھ۔ امر واحد مذکر حاضر
(دیکھو صلوٰۃ)

صَلّٰی :- اس نے نماز پڑھی۔ صلوٰۃ سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

صَلوٰۃ :- نماز۔ دعا۔ استغفار۔ بزرگی بیان
کرنا۔ پاکی بیان کرنا۔ پاک کرنا۔ عبادتگاہ
امام راغبؒ لکھتے ہیں۔ صلوٰۃ کے معنی دعاء
تبریک اور تمجید کے ہیں۔ نماز کو صلوٰۃ اسی
لئے کہتے ہیں کہ وہ ان امور کو شامل ہوتی
ہے۔ گویا وہ از قسم تسمیۃ الشئ باسم بعضہٖ"
(کسی چیز کو اس نام سے پکارنا جو اس کے حصہ
کا ہے) ہے۔

بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ صلوٰۃ کی اصل
صِلاءٌ (ایندھن، آگ) ہے اسی سے فعل بنا
صَلَّی الرَّجُلُ (آدمی نے آگ کو اپنے نفس
سے دور کیا) جیسے کہ مَرَّضَ کے معنی بیماری
کو دور کیا۔ چونکہ صلوٰۃ آتش جہنم سے بچاتی ہے
اس لئے اسے صلوٰۃ کہا گیا۔ صلوٰۃ کی نسبت
جب فرشتوں کی طرف ہو تو اس سے مراد
دعا و استغفار ہی ہوتی ہے لیکن جب
اللہ تعالیٰ کی طرف ہو (اور مفعول عام بندے
ہوں) تو اس سے مراد گناہوں سے پاک
کرنا ہوتا ہے۔

"صلوٰۃ" ان عبادتوں میں سے ہے جس کا
حکم تمام شریعتوں میں دیا جاتا ہے، البتہ
اس کی ظاہری صورت مختلف رہی ہے
علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں۔
ہر وہ عبادت جس میں مخلوق کی طرف سے
خالق کی عظمت اور اپنی بیچارگی و خشیت
کا اظہار ہو اسے "صلوٰۃ" کہیں گے، اس
معنی کے لحاظ سے "صلوٰۃ" تمام مخلوق
کا وظیفہ بندگی قرار پائے گا، اگرچہ اسکی
صورتیں مختلف ہوں۔ ہر چیز کی صلوٰۃ
اس کے مناسب حال ہو گی۔ اسی
طرف اشارہ ہے اس آیت میں "کُلٌّ
قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ" اور

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ سجدہ تمام مخلوق میں مشترک ہے لیکن ہر چیز کے سجدہ کرنے کا انداز اپنی حالت کے مطابق ہے سایہ کا زمین پر پڑنا اور گھٹنا بڑھنا ہی اس کا سجدہ ہے
وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ پچھلی امتوں کی نمازوں میں رکوع تھا یا نہیں۔ بعض نے مسند ابی یعلی کی ایک روایت کی بناء پر انکار کیا ہے اور بعض نے وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ سے استدلال کرتے ہوئے اس کا اثبات کیا ہے میں نے ایک عیسائی کی کتاب میں دیکھا کہ ان کے ہاں منفرد کی نماز بصورت سجدہ اور جماعت کی بصورت رکوع ہے۔ اور یہودیوں کی نماز کھڑے ہو کر ہے۔ اور بعض حالتوں میں سجدہ میں پڑ کر۔ تاہم صف بندی کا التزام اس امت کے خصائص میں سے ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۷)

نماز دین کا اصل اصول اور اس کی بنیاد ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ مَنْ اَقَامَھَا اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ ھَدَمَھَا ھَدَمَ الدِّیْنَ (نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے گرا دیا اس نے دین کو گرا دیا)

بات یہ ہے کہ دین کا مفہوم اور مقصود اللہ تبارک و تعالیٰ کی کامل اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اور نماز کا ہر قول اور عمل اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ مثلاً جب تم دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہو تو تم زبان سے اس کا اقرار اور دل میں اس کا شعور پیدا کرتے ہو کہ عظمت و کبریائی اللہ ہی کے لئے ہے اس کا حکم سب کے حکموں سے بالا اور اس کی اطاعت ہر طاقت کی اطاعت سے مقدم ہے۔ جب تم سورۂ فاتحہ پڑھتے ہو تو تمام محامد کا منبع اسی کی ذات والاصفات کو قرار دیتے ہو۔ سب جہانوں کا پالن ہار، رحم و کرم کا دریائے ناپیدا کنار، روز جزا کا مالک و مختار اسی کو تسلیم کرتے ہو، پھر عہد کرتے ہو کہ تمہاری عبادت و استعانت اسی کے لئے مخصوص ہے تمہارا سر اسی کی چوکھٹ پر جھک سکتا ہے اور تمہارا ہاتھ اسی کے آگے پھیل سکتا ہے۔ پھر ہزار عجز و انکسار کے ساتھ تم اس سے التجا کرتے ہو کہ وہ تمہیں دین کی وہ سیدھی

اور صاف راہ دکھائے جس پر چل کر تم سے پہلے
اس کے نیک بندے مستحق انعام واکرام
واجر و ثواب ہوئے اور باطل کے اس
ٹیڑھے راستہ سے بچائے جس پر پڑ کر تم سے
پہلے اس کے نافرمان بندے مستوجب عتاب
وعذاب ہوئے۔ وغیر ذالک۔

کیا جو شخص دن میں پانچ مرتبہ اس عبادت
کو اس کی اصل حقیقت پر نظر رکھتے ہوئے ادا
کرے وہ خداوند قدوس کے نافرمانی
کر سکتا ہے۔ ملت سے غداری کر سکتا ہے
اس کے بندوں کے حقوق تلف کر سکتا
ہے۔ زناکاری، شراب خواری، قماربازی
جیسے فواحش اور ظلم، بددیانتی، سرقہ،
ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹنگ اور
رشوت خواری جیسے منکرات اس سے سرزد
ہو سکتے ہیں۔؟

یہی وہ نماز ہے جسے عمادُ الدین کہا
گیا ہے کہ دین کی عمارت اسی کے سہارے
قائم ہے۔ یہی وہ نماز ہے جس کے متعلق
فرمایا گیا ہے کہ اِنَّ الصَّلوٰۃَ تَنْھٰی
عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (نماز شرمناک
اور معیوب باتوں سے روکتی ہے) اور یہی
وہ نماز ہے جس کے متعلق رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
کہ نماز اس صاف و شفاف چشمہ کی طرح ہے
جو کسی کے گھر کے سامنے بہ رہا ہو۔ کیا جو شخص
اس چشمہ میں دن میں پانچ مرتبہ نہائے اس کے
بدن پر کسی قسم کا میل رہ سکتا ہے؟ افسوس
آج ہمارا دین محض رسوم و ظواہر کا مجموعہ
بن کر رہ گیا ہے اور ان رسوم پر عمل کرنیوالے
بھی بہت تھوڑے ہیں۔

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

صُلب:۔ پیٹھ۔ مرد کی پیٹھ کی ہڈی جمع اَصْلاب

(مَا) صَلَبُوْا:۔ انھوں نے سولی نہیں دی صَلَب
سے ماضی منفی جمع مذکر غائب۔
صَلَب کے معنی سولی دینا ہیں چونکہ سولی دینے
میں صُلب (پیٹھ) کو کسی تختہ پر باندھ دیا
جاتا ہے۔ اس لئے اسے صَلب کہا گیا۔

صُلح:۔ موافقت۔ میل ملاپ۔

صَلَحَ:۔ وہ نیک ہوا۔ صَلَاح سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

صَلْد:۔ سخت و صاف پتھر۔

صَلْصَال:۔ کھنکھناتی ہوئی مٹی۔

صَلُّوْا:۔ تم درود بھیجو۔ صلوٰۃ (بصلہ علیٰ) سے
سے امر جمع مذکر حاضر (دیکھو صَلوٰۃ)

صَلُّوا :- تم آگ میں ڈالو۔ تَصْلِیَتٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

صَلَوَات :- نمازیں۔ رحمتیں۔ یہود کی عبادت گاہیں واحد۔ صَلٰوۃ۔ آخری معنی میں مجازاً استعمال ہے۔ کیونکہ وہ مقامات مواضع صلوٰۃ تھے اس لئے ان کو بھی صَلَوَات کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ایک قول یہ بھی ہے کہ صلوتا عبرانی میں عبادت خانہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے معرب ہو کر آخری معنی میں استعمال ہوا۔

(بیضاوی)

صِلِیٌّ :- آگ میں داخل ہونا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

صُمٌّ :- بہرے۔ واحد۔ اَصَمّ

صُنْعٌ :- کاری گری۔ باب فَتَحَ سے مصدر

صَنَعُوْا :- انھوں نے بنایا۔ صُنْعٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

صِنْوَان :- ایک درخت کی جڑ سے نکلی ہوئی دو شاخیں۔ تثنیہ۔ واحد صِنْو

صَوَاب :- درست۔ ٹھیک بات۔

کسی شے پر صَوَاب کا اطلاق دو صورتوں سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ وہ شے فی نفسہ محمود اور پسندیدہ ہو جیسے الکَرَمُ صَوَابٌ (کرم صواب ہے) دوسرے یہ کہ ارادہ کرنے والے کے ارادہ کے مطابق ہو خواہ فی نفسہ محمود ہو یا غیر محمود۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں اَصَابَ کَذَا (فلاں شخص اس بات میں صواب کو پہنچا۔) یعنی اپنی مراد کو پالیا۔

(مفردات)

صُوَاع :- ایک پیمانہ جس سے پانی وغیرہ پینے اور ناپنے کا کام لیا جاتا تھا۔

صَوَاعِق :- کڑاکے۔ بجلیاں۔ واحد صَاعِقَة امام راغب کہتے ہیں۔ صَاعِقَہ اس سخت آواز کو کہتے ہیں جو فضا میں پیدا ہو۔ پھر مجازاً اس کا استعمال کبھی بجلی اور آگ کے لئے ہوتا ہے کبھی "عذاب" کے لئے اور کبھی موت کے لئے جو اس کی تاثیرات ہیں۔

صَوَافّ :- قطار باندھنے والیاں۔ واحد صَافَّة۔

صَوَامِع :- راہبوں کے عبادت خانے واحد صَوْمَعَة۔

صَوْت :- آواز۔ جمع اَصْوَات

صُوْر :- حافظ ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت نقل کی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ صور کیا چیز ہے؟ حضور نے جواب دیا قَرْنٌ یُنْفَخُ فِیْهِ ایک نرسنگھا ہے۔

جس میں (قیامت برپا کرنے کے لئے) پھونک ماری جائے گی۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں "ایک بار نفخ صور ہے عالم کے فنا کا، دوسرا ہے زندہ ہونے کا، تیسرا بعد حشر کے بے ہوشی کا، چوتھا خبردار ہونے کا۔ اس کے بعد اللہ کے ہاں سب کی پیشی ہوگی۔"

مگر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ اکثر علمائے محققین کے نزدیک دو نفخے ہوں گے پہلی مرتبہ زندے مرجائیں گے اور مردوں کی روحوں پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوجائے گی اور دوسری مرتبہ مردوں کی روحیں بدن کی طرف واپس آجائیں گی واللہ اعلم۔

صُوَر :- صورتیں شکلیں۔ واحد صُورَۃ

صُورَۃ :- شکل۔ صورت۔ چہرہ۔

صَوَّرَ :- اس نے صورت بنائی۔ پیدا کیا تَصْوِیر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَوَّرْنَا :- ہم نے شکل بنائی۔ تَصْوِیر سے ماضی جمع متکلم۔

صَوم :- روزہ۔

صوم کے معنی لغت میں رکنے کے ہیں، خواہ وہ کھانے پینے سے ہو، کلام سے ہو یا کسی اور کام سے۔ اصطلاحِ شرعی میں خالص اللہ کے واسطے کھانے پینے جماع اور دیگر ممنوعاتِ شرعیہ سے، فجر سے غروب آفتاب تک رکنے کو صَوم کہتے ہیں۔"

روزہ (رمضان) سنہ ۲ھ میں فرض ہوا۔ فرمایا گیا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (اے ایمان والو، روزہ تم پر فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔)

اس آیت سے چند امور واضح ہوتے ہیں

(۱) روزہ دین کے ان بنیادی احکام میں سے ہے جو تمام امتوں میں مشترک رہے ہیں۔ اگرچہ ہر زمانہ کی مخصوص مصلحتوں کے پیش نظر اس کے آداب و شرائط میں فرق رہا ہو۔ مثلاً حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ پچھلی امتوں میں روزوں کے دنوں میں نمازِ عشاء کے بعد جب کوئی سو جاتا تھا تو پھر اسے کھانے پینے وغیرہ کی اجازت نہ رہتی تھی۔ یا حضرت معاذ وغیرہ سے مروی ہے کہ پچھلی امتوں میں روزہ ہر مہینہ میں تین دن کا ہوتا تھا۔ یا قرآن کریم میں حضرت مریم

کے قصہ میں ان کا قول نقل کیا گیا ہے ۔

إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا (میں نے رحمن کے نام پر روزہ کی نیت کر رکھی ہے لہذا آج کسی سے نہ بولوں گی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں روزہ کی شرائط میں سے ایک شرط خاموشی بھی تھی۔

(۲) روزہ کوئی سزا نہیں ہے جس کا مقصد جسم کو تکلیف پہنچا کر معبود کی ناراضی کو دور کرنا ہو۔ جیسا کہ بت پرست اقوام میں رواج تھا کہ جب وہ سمجھتے تھے کہ کسی بدعملی کی وجہ سے ان کے دیوتا ان سے ناراض ہو گئے ہیں تو وہ اس کے غیظ و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے روزہ رکھتے تھے بلکہ یہ ایک جسمانی وروحانی ریاضت ہے جس میں بہت سے منافع متصور ہیں۔ اپنے بے حد فوائد کی وجہ سے ہر امت میں یہ عبادت کے طور پر جاری رہا ہے۔

(۳) روزہ کا مخصوص اور اہم فائدہ یہ ہے کہ روزہ تقوے کی روح پھونکتا ہے جب خدا کا ایک بندہ محض اپنے آقا و مولی کی تعمیل حکم او حصول رضا کے لئے ایک مہینہ تک مسلسل اپنی طبعی اور جائز خواہشوں کو روکے رکھتا ہے تو اس کے نفس میں یہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سال کے باقی دنوں میں بھی ناجائز اور حرام خواہشوں سے پرہیز کرے اور اپنے آقا کے ان تمام احکام کی تعمیل کرے جو اس نے اپنے کرم سے اپنے بندہ ہی کو فائدہ کیلئے اس پر لازم کئے ہیں۔ اور اگر اس راہ میں اسے تکلیفیں اور مصیبتیں پیش آئیں تو صبر و شکر کے ساتھ ان کو برداشت کرے۔

اسی لئے ایک حدیث میں رسول اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے الصَّوْمُ جُنَّةٌ (روزہ ڈھال ہے) اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ الصِّيَامُ نصف الصَّبر (روزے نصف صبر ہیں) اور جو روزہ ان مقاصد کا وسیلہ نہ بنے اس کو مردود قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا:۔

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ (جو شخص قول باطل اور اس پر عمل کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالی کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنے کھانے اور پینے کو چھوڑے) (بخاری عن ابی ہریرۃ رض)

پھر دیکھئے روزہ ایک ایسا عمل ہے جس کا
نگراں صرف خداوند قدوس ہے کوئی روزہ
دار کے پیچھے پیچھے لگا نہیں ہوتا اگر وہ چاہے
تو تنہا مقام میں جہاں کوئی انسان اسے نہ
دیکھتا ہو سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر روزہ دار
محسوس کرتا ہے کہ تہ خانہ کی اندھیری میں بھی
عالم الغیب والشہادہ اس کے احوال سے
بے خبر نہیں۔ یہ احساس اسے سات تالوں
میں بھی ممنوعات کا ارتکاب نہیں کرنے دیتا
اس طرح روزہ گناہوں سے بچنے کی جو
قوت پیدا کرتا ہے اس کی حدود عمل ظاہر
و باطن کو حاوی ہوتی ہیں۔

اسی طرح روزہ ایک ایسا عمل ہے جس کا
علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔ نماز
پڑھنے والے کو رکوع و سجود کرتے دیکھ کر
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ نماز ادا کر رہا ہے
حج کرنے والے کو سعی و طواف میں مشغول
دیکھ کر ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ حج کر رہا ہے
لیکن اگر روزہ دار خود ہی ظاہر نہ کرے تو
کسی کو اس کے اس عمل کا علم نہیں ہو سکتا
اسی لئے ایک حدیث قدسی میں فرمایا گیا
ہے۔ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ۔
(روزہ خالص میرے ہی لئے ہے اور میں خود
طور پر اس کا بدلہ دوں گا) (یا میں ہی اس کا
بدلہ ہوں) تو روزہ ایسی پرہیزگارانہ زندگی
کا ڈھانچہ تیار کرتا ہے جس کے رگ و ریشہ
میں اخلاص کی روح جاری و ساری ہو۔

آیہ مذکورہ بالا میں لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ فرما کر
جو "تقویٰ" کو روزہ کی غرض و غایت قرار
دیا گیا ہے تو وہاں یہی تقویٰ مراد ہے جو
ان تمام پہلوؤں کو حاوی ہو۔

اس کے علاوہ روزہ اور متعدد معاشرتی
معاشی، سیاسی اور طبی فوائد کو مشتمل ہے
جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

صِهْر:۔ دامادی کا رشتہ۔ داماد۔ جمع
أَصْهَار۔

صَيَاصِي:۔ قلعے۔ پناہ گاہیں۔ واحد
صِيْصَة۔

صِيَام:۔ روزہ رکھنا۔ باب نَصَرَ سے
مصدر۔

صَيِّب:۔ مینہ کی جھڑی۔ گاڑھی بدلی۔

صَيْحَة:۔ چنگھاڑ۔ چیخ۔ باب ضَرَبَ
سے مصدر برائے مَرَّہ

صَيْد:۔ شکار۔ شکار کرنا۔ باب ضَرَبَ
سے مصدر۔

صَيْف:۔ موسم گرما۔ جمع أَصْيَاف

ض

ضَائِق :- تنگ ہونے والا - ضِیق سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ضَاحِك :- ہنسنے والا - ضِحك سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ضَاحِكَة :- ہنسنے والی - ضِحك سے اسم فاعل واحد مؤنث ۔

ضَارّ :- نقصان دینے والا - ضرر پہنچانے والا ضَرّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ضَارِّین :- نقصان پہنچانے والے - ضَارّ کی جمع بحالت جری ۔

ضَاقَ :- وہ تنگ ہوا - ضِیق سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

ضَاقَت :- وہ تنگ ہوئی ضِیق سے ماضی واحد مؤنث غائب ۔

ضَالّ :- گمراہ - سرگشتہ - حیران ضَلَال ہدایت کی ضد ہے ۔ اس کے معنی ہیں سیدھے راستہ (صراط مستقیم) سے ہٹ جانا ۔ اور پھر جانا - یہ ہٹ جانا خواہ تھوڑا ہو یا بہت - جان بوجھکر ہو یا نادانستہ اس پر ضلال کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طریق مستقیم پر قائم رہنا کوئی آسان بات نہیں - بلکہ بہت مشکل ہے ۔ بعض علماء نے لکھا ہے طریق مستقیم کی مثال "نشانہ" کی ہے ۔ اگر تیر ذرا اس سے ادہر ادھر ہٹ جائے تو نشانہ بہرحال خطا ہو جائے گا ۔ خواہ وہ بال برابر ہٹا ہو ۔ اسی طرح طریق مستقیم سے ذرا بھی ہٹ جانا ضلال کہلا سکتا ہے اسی لئے نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے ۔ اِستَقِیمُوا وَلَن تُحصُوا ۔ طریق مستقیم کو اختیار کرو ۔ اگرچہ تم اس میں پورے طور پر کامیاب نہ ہوسکو گے۔

بعض صالحین سے مروی ہے کہ انھوں نے حضورؐ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حضور! آپ نے فرمایا ہے مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا " تو اس کی کس آیت نے بوڑھا کیا ؟ آپ نے ارشاد فرمایا فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ " (استقامت اختیار کرو ایسی جیسی تم سے مطلوب ہے) نے

ضلال کے معنی میں جو عمومیت ہے اس کے پیش نظر معمولی سی خطا اور لغزش پر بھی اسکا اطلاق ہوسکتا ہے خواہ وہ نادانستہ ہو اسی لئے بعض جگہ انبیاء کرام کے لئے بھی جو گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اسی لفظ کا استعمال ہوا ہے ۔ اگرچہ وہاں نسبۃً

اس کی حیثیت صحرا کے مقابلہ میں ذرہ کی بھی
نہیں ہوتی (مفردات امام راغب اصفہانی
ملخصاً)

اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
متعلق جو ارشاد فرمایا گیا ہے وَوَجَدَكَ
ضَالًّا فَهَدٰى (اور اللہ نے آپ کو ضال
پایا تو رہنمائی کی) تو یہاں وہ حیرانی و سرگشتگی
مراد ہے جو نزول وحی سے پہلے آپ کو لاحق
تھی کہ کس طرح آپ مخلوق خدا کو کفر و عصیان
کی اندھیریوں سے نکال کر ایمان و عمل
صالح کی روشن شاہراہ پر ڈالیں؟ آخرکار
ہدایت ربانی نے آپ کی دستگیری کی وحی
الٰہی اپنی پوری تابانی کے ساتھ آپ پر نازل
ہوئی اور دعوت و تبلیغ امت کا مکمل لائحہ
عمل آپ کو کرامت فرمایا گیا۔ علامہ عبدہ
مصری رح نے "رسالۃ التوحید" میں اور
الاستاذ العلامہ شبیر احمد عثمانی رح نے اپنے
"فوائد القرآن" میں اسی تشریح کو اختیار کیا
ہے اور یہی قرین حق ہے۔

ضَالِّیْنَ } بہکنے والے، بھٹکے ہوئے، گمراہ لوگ
ضَالُّوْنَ } ضَالّ کی جمع اول بحالت نصبی وجری
اور ثانی بحالت رفعی۔

ضَامِر :- دبلا۔ لاغر جانور (جو بوجہ مشقت
کے لاغر ہو۔) ضُمُوْر سے اسم فاعل واحد
مذکر۔

ضَأْن :- اون والی بھیڑ۔

ضَبْح :- گھوڑے کا ہانپنا۔ باب فَتَحَ
سے مصدر۔

ضُحٰی :- دن چڑھے۔ چاشت کا وقت۔

ضَحِكَتْ :- وہ ہنس پڑی۔ ضِحْك سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

ضِدّ :- مخالف۔ جمع اَضْدَاد۔

ضُرّ :- تکلیف۔ نقصان۔ ضرر۔ باب نَصَرَ
سے مصدر۔

ضَرّ :- ضرر، نقصان پہنچانا۔ باب نَصَرَ سے
مصدر۔

ضَرَّاء :- سختی۔ مصیبت۔ نقصان۔

ضِرَار :- ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا۔ باب
مفاعلہ سے مصدر۔

ضَرْب :- مارنا۔ بیان کرنا (مثل)، چلنا (سفر کرنا)

ضَرَبَ :- اس نے مارا۔ بیان کیا۔ ضَرْب
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ضُرِبَ :- وہ بیان کیا گیا۔ وہ مارا گیا۔
ضَرْب سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب

ضُرِبَتْ :- بیان کی گئی۔ مسلط کی گئی۔ ضَرْب
سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

ضَرَبْتُمْ :- (فِی الْاَرْضِ) تم زمین میں چلے تم نے سفر کیا۔ ضَرْب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

ضَرَبْنَا :- ہم نے مارا۔ ضَرْب سے ماضی جمع متکلم۔

ضَرَبُوْا :- انھوں نے مارا۔ انھوں نے بیان کیا۔ وہ چلے۔ (فِی الْاَرْضِ) ضَرْب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

ضُرِبُوْا :- وہ مارے گئے۔ ضَرْب سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

ضَرَر :- نقصان۔

ضَرِیْع :- خاردار گھاس۔ دوزخ کا ایک خاردار درخت جو بہت کڑوا اور بدبودار ہوگا۔

ضِعَاف :- کمزور۔ ناتواں۔ واحد ضَعِیف

ضُعْف۔ ضَعْف :- کمزوری۔ سستی ناتوانی۔ باب کَرُمَ سے مصدر

ضِعْف :- دوچند۔ دو مثل۔ جمع اَضْعَاف

ضَعُفَ :- وہ کمزور ہوا۔ ضُعْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ضُعَفَاء :- کمزور۔ واحد۔ ضَعِیف

ضَعُفُوْا :- وہ کمزور ہوئے۔ ضُعْف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

ضِعْفَیْنِ :- دوگنا۔ دونا۔ ضِعْف کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔ یہ لفظ جب بغیر اضافت کے آئے تو زَوْجَیْنِ کی طرح "دوگنا" کے معنی میں آتا ہے اور جب کسی عدد کی طرف مضاف ہو تو اس عدد سے سہ گنا مراد ہوگا جیسے ضِعْفَیِ الْوَاحِدِ تو اس سے مراد تین ہے

ضَعِیْف :- ناتواں۔ سست۔ جمع ضِعَاف۔ ضُعَفَاء۔

ضِغْث :- گھاس یا شاخوں کا مٹھا۔ جمع اَضْغَاث۔

ضَفَادِع :- مینڈک۔ واحد۔ ضِفْدِع

ضَلَّ :- وہ راہ بھولا۔ بھٹکا۔ گمراہ ہوا ضَلَال سے ماضی واحد مذکر غائب (دیکھو ضالّ)

ضَلَال :- گمراہی۔ نافہمی باب ضَرَبَ سے مصدر (دیکھو ضالّ)

ضَلَالَۃ :- راہ بھولنا۔ گمراہ ہونا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

ضَلَلْتُ :- میں گمراہ ہوا۔ ضَلَال سے ماضی واحد متکلم۔

ضَلَلْنَا :- ہم گمراہ ہوئے۔ ضَلَال سے ماضی جمع متکلم۔

ضَلُّوْا :- وہ گمراہ ہوئے ضَلَال سے

ماضی جمع مذکر غائب

ضَنْك :- تنگی۔ تنگ۔ باب کَرُمَ سے مصدر اور صفت مشبہ۔

ضَنِیْنٌ :- بخیل۔ ضَنٌّ سے صفت مشبہ واحد مذکر

ضِیَاءٌ :- روشنی۔

اسم مصدر بمعنی روشنی بھی ہے اور ضَوْءٌ کی جمع بھی جیسے سِیَاط سَوْط کی جمع ہے۔ قاموس وغیرہ میں ہے کہ ضَوْء "نور" کو کہتے ہیں اور یہ دونوں لفظ اہل لغت کے نزدیک مترادف ہیں۔ مگر زمخشری (صاحب کشاف) نے لکھا ہے کہ ضَوْء زیادہ تیز روشنی کو کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کو نور سے تشبیہ دی۔ اگر ضَوْء سے تشبیہ دی جاتی تو پھر کوئی اس سے محروم نہ رہنا چاہئے تھا۔ طیبی نے بھی اس کی تائید کی ہے اور ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو چاندنا) سے استدلال کیا ہے اور صاحب کشف نے لکھا ہے کہ ضوء نور سے پھیلنے والی شعاع کو کہتے ہیں چونکہ سورج کی شعاعیں لمبی ہوتی ہیں اس لئے اس کی روشنی کو ضیاء کہا گیا) ایک قول یہ بھی ہے کہ ضوء اس روشنی کو کہتے ہیں جو کسی کی ذاتی ہو اور نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو دوسرے سے مستفاد ہو۔ اور مذکورہ بالا آیت کو دلیل میں پیش کیا گیا ہے۔

بعض مفسرین نے زجاج کے اس قول کو کہ اس آیت میں ضِیَاء جمع ہے واحد نہیں بعید قرار دیا ہے۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے اس لئے کہ تحقیقات جدیدہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سورج کی شعاع سات رنگ کی روشنی سے مرکب ہے جیسا کہ قوس قزح میں انکی نمود ہوتی ہے۔ لہذا یہ ایک روشنی نہیں بلکہ سات روشنیاں ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کے ان دقائق میں سے ہے جو علوم جدیدہ کی روشنی میں آج منظر عام پر آ رہے ہیں اور اس کی صحت وحقانیت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔

(تفسیر المنار ص۱۱)

ضَیْزٌ :- نقصان۔ تنگی۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

ضِیْزٰی :- بھدی۔ ناقص۔ ضَیْزٌ سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

ضَیْفٌ :- مہمان۔ جمع اَضْیَاف۔

ضَیْقٌ :- تنگی دل۔ غم۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

ضَیِّقٌ :- تنگ۔ صفت۔ ضِیْقٌ سے

ط

طائِر:- اڑنے والا۔ پرندہ۔ فالِ بد۔ نحوست (چونکہ) جاہلیت میں اہل عرب پرندوں سے بدفالی لیا کرتے تھے اس لئے مجازاً "طائر" کا استعمال نحوست کے معنی میں ہونے لگا)

طائِعِینَ:- اپنی خوشی و رغبت سے کام کرنے والے طَوع سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔ واحد طائِع۔

طائِف:- گھومنے والا۔ چکر لگانے والا۔ عذاب مصیبت۔ طَواف سے اسم فاعل واحد مذکر (پہلے دو معنی میں حقیقت ہے اور بعد کے معنی میں مجاز۔)

طائِفَة:- جماعت۔ گروہ۔ طَواف سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ جمع طَوائِف

طائِفَتَانِ:- دو گروہ۔ طائِفَہ کا تثنیہ بحالت رفعی۔

طائِفَتَیْنِ:- دو گروہ۔ طائِفَہ کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

طائِفِیْنَ:- گھومنے والے۔ طواف کرنے والے طواف سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد۔ طائِف۔

طَابَ:- وہ اچھا معلوم ہوا۔ طِیب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طارِد:- ہانکنے والا۔ دھتکارنے والا۔ طَرد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

طارِق:- رات کو آنے والا (ستارہ) طُرُوق سے اسم فاعل۔ واحد مذکر۔

طاعَة:- فرمانبرداری۔

طاعِم:- کھانے والا۔ طُعم سے اسم فاعل واحد مذکر۔

طاغُوت:- شیطان۔ سرکش۔ بت معبود باطل ہر وہ چیز جس کی خدا کے حکم کے برخلاف اطاعت و بندگی کی جائے۔ جمع طَواغِیت

طاغُون:- سرکش و شریر۔ طُغیان سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد طاغی

طاغِیَة:- حد سے بڑھی ہوئی سرکشی و شرارت طُغیان سے اسم فاعل واحد مؤنث (بمعنے اول) اور دوسرے معنی میں فاعِلَة کے وزن پر مصدر ہے جیسے عافِیَة سورہ "حاقّہ" میں ہے وَ اَمَّا ثَمُودُ فَاُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَة لیکن ثمود تو وہ ہلاک کئے گئے "طاغیہ" سے) تو یہاں طاغیہ سے مراد وہ زلزلہ ہے جو شدت میں حد سے بڑھا ہوا تھا اور اگر سرکشی و شرارت کے معنی لئے جائیں تو "با" "سببیت" کے لئے ہوگی اور معنی آیۃ کے

یہ ہوں گے" لیکن ثمود تو وہ ہلاک کئے گئے بسبب اپنی سرکشی اور شرارت کے"

امام راغب اصفہانی کو یہاں عجب مغالطہ ہوا ہے انھوں نے طَاغِیَۃ کو "طوفان آب" کی طرف اشارہ بتایا ہے۔ حالانکہ طوفان آب سے قوم نوح ہلاک ہوئی تھی نہ کہ قوم ثمود۔

طَاغِیْنَ :- شریر و سرکش۔ طُغْیَان سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد طَاغِی۔

طَافَ :- اس نے چکر لگایا (بصلہ علیٰ) طَوَاف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَاقَۃ :- قوت۔ توانائی۔ اسم مصدر

طَالَ :- دراز ہوا طُوْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَالِبُ :- ڈھونڈھنے والا۔ طَلَب سے اسم فاعل واحد مذکر غائب۔

طَالُوْت :- ایک مومن بادشاہ کا نام جو حضرت داؤد علیہ السلام کے خُسر تھے۔ حضرت شمویل علیہ السلام کے زمانہ میں جب ایک کافر جابر بادشاہ "جالوت" بنی اسرائیل پر مسلط ہو گیا اور ان کو جلاوطن کر دیا تو حضرت نے طالوت کو جو ایک بہادر اور مدبر مگر غریب آدمی تھا بنی اسرائیل کا سردار بنا کر حکم دیا کہ جالوت سے لڑیں۔ اکثر بنی اسرائیل اس سردار کی اطاعت کے امتحان میں ناکام رہے مگر تین سو تیرہ صالحین نے تعمیل حکم کی۔ جنگ ہوئی اور جالوت بادشاہ حضرت داؤد کے ہاتھ سے (جو ابھی نبی نہیں ہوئے تھے) مارا گیا اور بنی اسرائیل کی گئی ہوئی ریاست دوبارہ حاصل ہو گئی۔ اس فتح کے بعد طالوت نے اپنی لڑکی کی شادی حضرت داؤد سے کر دی اور وہی اس کے بعد اس کے جانشین ہوئے یہ واقعہ سورۂ بقرہ میں مذکور ہے۔

طَامَّۃ :- غلبہ کرنے والی۔ بڑی مصیبت یعنی قیامت طَمّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

طِبَاق :- تہ بہ تہ۔ کئی پرت ہونا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔ یہ مصدر بمعنی صفت

طِبْتُمْ :- تم پاک ہوئے۔ طِیْب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

طَبَعَ :- اس نے مہر کی۔ طَبْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت میں قبول حق کی استعداد و صلاحیت رکھی ہے مگر جب کوئی شخص اپنی نفسانی خواہشات یا غلط ماحول کی وجہ سے

تقاضائے فطرت کے برخلاف باطل
کوشی حق فراموشی اور عناد و فساد کا طریقہ
اختیار کرنے لگ جاتا ہے تو قانونِ قدرت
یہ ہے کہ یہ استعداد و صلاحیت گھٹتی
جاتی ہے حتیٰ کہ ایک وقت وہ آتا ہے
کہ بالکل مٹ جاتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جب کوئی
بندہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو ایک
سیاہ نقطہ اس کے دل میں لگ جاتا ہے
اب اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور آیندہ
احتیاط برتتا ہے تو وہ نقطہ صاف ہو جاتا
ہے ورنہ گناہوں کی زیادتی کے ساتھ
ساتھ وہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ
ایک وقت وہ آتا ہے کہ سارے قلب کو
گھیر لیتا ہے"

قلب کی یہی ظلمت کامل جو استعدادِ قبولِ
حق کے فقدان کی دوسری تعبیر ہے۔ اس
حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے
مطابق وجود میں آتی ہے اللہ تعالیٰ کی
طرف منسوب ہو کر طبع یا ختم کہلاتی
ہے گویا کافر کے لفافۂ قلب پر اس مہر کے
لگ جانے کے بعد اس کا کفر محفوظ و مضبوط
ہو جاتا ہے۔ فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور
خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ میں یہی مراد ہے۔

طُبِعَ :۔ اس پر مہر کی گئی۔ طَبْع سے ماضی
مجہول واحد مذکر غائب۔

طَبَق :۔ درجہ۔ گشتہ۔ سورۂ بروج میں حیات دنیوی
و اخروی کے وہ مدارج مختلفہ مراد ہیں جن سے
انسان کو گذرنا ہے۔ واحد طَبَقَة

طَحٰی :۔ اس نے پھیلایا۔ بچھایا۔ طَحْوٌ سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

طَرَائِق :۔ راہیں۔ فرقے۔ واحد طَرِیْقَة

طَرَدْتُّ :۔ میں نے دور کیا۔ ہانکا۔ طَرْد
سے ماضی واحد متکلم۔

طَرَف :۔ کنارہ۔ حصہ۔ جمع اَطْرَاف

طَرَفَیِ النَّهَارِ :۔ دن کے دو کنارے یعنی صبح
و شام۔ طَرَف کا تثنیہ بحالت نصبی و
جری۔ اصل میں طَرَفَیْنِ تھا اضافت
کی وجہ سے نون ساقط ہوا۔ پھر اجتماع
ساکنین کے باعث ی کو کسرہ دیدیا

طَرِیْقَة :۔ راستہ۔ جمع طَرَائِق

طَرِیْق :۔ جمع طُرُق

طٰسٓ :۔ حروف مقطعات سے ہے۔ اس کی
مراد اللہ ہی کو معلوم ہے۔

طٰسٓمٓ :۔ یہ بھی حروف مقطعات میں سے
ہے۔

طَعَام :- کھانا۔ خوراک۔ جمع۔ اَطْعِمَة۔

طَعْم :- مزہ۔ جمع طُعُوْم

طَعِمْتُم :- تم نے کھایا۔ طَعْم سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

طَعِمُوْا :- انھوں نے کھایا۔ طَعْم سے ماضی جمع مذکر غائب۔

طَعْن :- عیب لگانا (بصلۂ فی) باب فَتَحَ سے مصدر۔

طَعَنُوْا :- انھوں نے عیب لگایا۔ طَعْن سے ماضی جمع مذکر غائب۔

طَغٰی :- وہ حد سے بڑھا۔ سرکشی کی۔ طُغْیَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَغَوْا :- انھوں نے سرکشی کی۔ طُغْیَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

طَغْوٰی :- شرارت۔ سرکشی۔ نافرمانی۔ طُغُوّ سے اسم مصدر۔

طُغْیَان :- سرکشی۔ نافرمانی میں حد سے بڑھ جانا باب فَتَحَ سے مصدر۔

طَفِقَ :- اس نے شروع کیا۔ طُفُوْق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَفِقَا :- ان دونوں نے شروع کیا۔ طُفُوْق سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

طِفْل :- لڑکا۔ جمع۔ اَطْفَال۔

طَل :- شبنم۔ خفیف بارش۔ اس کی ضد وَابِل ہے۔

طَلَاق :- لغت میں طلاق کے معنی ہیں "پابندی کو دور کردینا۔ اور "رہائی دینا" اصطلاح شریعت میں طلاق کے معنی ہیں نکاح کی وجہ سے زوجین پر جو پابندی ایک دوسرے کے حقوق سے متعلق عائد ہوگئی تھی اس کو دور کردینا۔

نکاح کا مقصد۔ اسلام نے یہ قرار دیا ہے کہ میاں بیوی مل جل کر خانگی زندگی کی گاڑی کو کھینچیں معاشی الجھنوں میں پھنس کر بھی سکون و اطمینان کے کچھ سانس لیں اور دنیوی مشکلات میں گھر کر بھی آرام و راحت اور مودت و رحمت کی چند گھڑیاں پا سکیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

(اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی کا تعلق قائم کیا)

تاہم بعض اوقات بعض غلطیوں یا غلط فہمیوں کی وجہ سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو پاتا۔ اور ازدواجی تعلقات ناخوشگوار ہو جانے کی وجہ سے خانگی زندگی کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے۔

ان حالات میں اسلام نے جو مذہب فطرت ہے زوجین کو یہ حق دیا ہے کہ وہ مناسب طریقہ سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں اور نکاح کا صحیح مقصد حاصل کرنے کے لئے اپنے اپنے لئے کوئی نئی راہ نکالیں۔ اسی کا نام اصطلاح شریعت اسلامیہ میں "طلاق" ہے۔

تاہم اسلام نے "طلاق" کے لئے جو شرائط و آداب تجویز کئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ کوئی شخص انتہائی مجبوری ہی کے عالم میں اس کا اقدام کر سکتا ہے۔ مثلاً

(۱) طلاق کو مباحات میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیا۔ رسول اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا۔ أَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ الطَّلَاقُ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال باتوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے)

(۲) جب زوجین کے تعلقات ناخوشگوار ہونے لگیں تو اس کا علاج یہ تجویز کیا کہ دونوں کے اقارب میں سے ایک ایک شخص کو حکم بنا کر مصالحت کی گفتگو کے لئے بھیجا جائے یہ دونوں حکم زوجین میں موافقت پیدا کرنے کی پوری جدوجہد کریں۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللهُ بَيْنَهُمَا (اگر تمکو زوجین کی باہمی مخالفت کا خوف ہو تو مصالحت کے لئے ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک حکم عورت کے رشتہ داروں میں سے بھیجو۔

اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالےٰ دونوں کے درمیان اصلاح کرا دے گا)

(۳) اگر طلاق کے سوا چارہ کار نہ رہے تو طلاق کا طریقہ یہ تجویز کیا گیا کہ مرد متفرق طور پر تین مہینوں میں ہر حیض کے بعد ایک طلاق دے۔ دو طلاقوں تک اسے روکنے کا اختیار دیا گیا۔ البتہ تیسری طلاق کے بعد مرد کا یہ حق ساقط ہو جائے گا۔ اس امہال کا مقصد یہ ہے کہ مرد کو اس سلسلہ میں آخری اقدام سے پہلے سوچنے سمجھنے کا پورا موقع مل جائے اور ناگواری یا عجلت میں یہ سخت قدم نہ اٹھا دیا جائے۔

(۴) طلاق کے بعد مرد کے لئے پورے مہر کی عورت کو ادائگی فوراً ضروری قرار دی گئی طلاق سے پہلے مرد عورت کو جو کچھ بھی مہر یا تبرع کے طور پر دے چکا ہو اسے واپس لینا ممنوع قرار دیا گیا۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا (اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرنا چاہو اور تم پہلی کو بہت سامان دے چکے ہو تو اب اس میں سے کچھ واپس نہ لو)

(۵) مہر کے علاوہ زمانہ عدت کا نفقہ اور سکنیٰ (رہائش) مرد کے ذمہ لازم قرار دیا گیا

(۶) طلاق مغلظہ کے بعد مرد کو دوبارہ عورت کے نکاح میں لانے کی اس وقت تک اجازت نہیں دی گئی جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کر کے ہم بستر نہ ہو لے۔

ظاہر ہے کہ ایک معمولی غیرت وحمیت کے انسان کے لئے بھی یہ بہت سخت چیز ہے اور طلاق کے لئے بڑی روک ہے۔

(۷) طلاق دینے کا حق مرد کو دیا گیا عورت کو نہیں دیا گیا کیونکہ عورت غیر مستقل مزاج زود رنج اور غیر مآل اندیش ہوتی ہے تاہم اسے یہ حق دیا گیا کہ وہ جائز وجوہ کی بناء پر بذریعہ عدالت اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے

اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ایک طرف بعض واقعی معاشرتی مجبوریوں کے پیش نظر اسلام نے طلاق کو جائز رکھا ہے اور دوسری طرف اس پر ایسی پابندیاں لگا دی ہیں کہ انتہائی مجبور کن حالات میں ہی یہ رشتہ منقطع کیا جا سکتا ہے۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب و قوانین میں اس سلسلہ میں بڑی افراط و تفریط ہے۔ یورپ میں پہلے تو طلاق کی اجازت ہی نہ تھی بعد میں اجازت دی گئی تو یہ حالت ہے کہ عورتیں اس بناء پر مردوں سے طلاق لیتی نظر آتی ہیں کہ وہ سوتے ہوئے زور زور سے خراٹے لیتے ہیں یا وہ ان کے کتوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔

ہندوستان میں اب تک ہندو مرد کو اپنی بیوی سے علیحدگی کا حق نہ تھا۔ مگر اب جدید قانون میں دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ کو بھی دین فطرت کی تعلیمات کی روشنی میں حل کیا جا رہا ہے اور لطف یہ ہے کہ نام بھی "قانون طلاق" رکھا جا رہا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

طَلْح :- کیلے کا درخت۔ واحد طَلْحَة

طَلْع :- گابھا۔ درخت خرما کا پہلا پھول۔

طَلَعَتْ :- وہ چمکی۔ بلند ہوئی۔ طُلُوْع سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

طَلَّقَ :- اس نے طلاق دی۔ تَطْلِیْق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَلَّقْتُمْ :- تم نے طلاق دی۔ تَطْلِیْق سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

طَلِّقُوْا :- تم طلاق دو۔ تَطْلِیْق سے امر جمع مذکر حاضر۔

طُلُوْع :- بلند ہونا۔ نکلنا۔ ظاہر ہونا۔ چمکنا باب نَصَرَ سے مصدر۔

طُمِسَتْ :- وہ بے نور کی گئی۔ مٹائی گئی۔ طَمْس سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

طَمَسْنَا :- ہم نے مٹایا۔ طَمْس سے ماضی جمع متکلم۔

طَمَع :- لالچ۔ حرص۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

طُوٰی :- طور سینا کی وادی کا نام جہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو رسالت ملی۔ اس کو "وادی مقدس" اور "وادی ایمن" بھی فرمایا گیا ہے۔ (دیکھو طور سینا)

طَوَّافُوْن :- گھومنے پھرنے والے (یعنی نابالغ بچے اور غلام۔ باندی جو ہر وقت گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں) طَوَاف سے مبالغہ جمع مذکر۔

طُوْبیٰ :- جنت کی لذت و خوشی۔ جنت کا ایک درخت۔

طَوْد :- پہاڑ۔ جمع اَطْوَاد

طُوْرِ سِیْنَاء } عرب اور مصر کے درمیان بحر
طُوْرِ سِیْنِیْن }

قلزم کا جو دو شاخہ ہے اس کا درمیانی حصہ جزیرہ نمائے سینا کہلاتا ہے۔ اس جزیرہ کے جنوبی کنارہ پر طور سیناء پھیلا ہوا ہے جو جزیرہ کی طرف منسوب ہو کر طور سیناء کہلایا۔ طور کے معنی پہاڑ ہیں۔ جدہ سے مصر کو براہ سمندر جاتے ہوئے یہ پہاڑ داہنے ہاتھ پڑتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے مصر اپنی حاملہ بیوی کو ساتھ لئے لوٹ رہے تھے تو راستہ میں ان کی بیوی کو دردِ زِہ شروع ہوگیا اور راستہ بھی بھول گئے۔ اندھیری رات تھی۔ سردی کا زمانہ تھا اور موسم کی سختی سے محفوظ رہنے کے لئے کافی کپڑے بھی موجود نہ تھے۔ چقماق سے آگ نکالنے کی کوشش کی مگر نہ نکل سکی۔

اس مایوسی کے عالم میں اس پہاڑ کی وادی میں جسے قرآن کریم میں "وادی ایمن طوی" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ آگ کا شعلہ چمکتا نظر پڑا۔

بیوی سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی چنگاری لا سکوں یا وہاں کوئی راستہ بتانے والا پا سکوں۔ قریب پہنچے تو دیکھا کہ آگ ایک درخت پر

شعلہ فشاں ہے مگر اس کو جلاتی نہیں بلکہ
اسے اور لہلہاتی ہے اور موسیٰ جتنا اسکی
طرف کو بڑھتے ہیں وہ پیچھے کو ہٹتی ہے
اور جب ہٹنا چاہتے ہیں تو وہ پیچھا کرتی ہے
حیرت اور دہشت کے عالم میں کھڑے تھے
کہ آواز آئی اِنِّیٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ
نَعْلَيْكَ ، اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
طُوًى ۔ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ
لِمَا يُوحٰى (میں ہوں تیرا پروردگار تو
اپنی جوتیاں اتار ڈال کیونکہ تو طُوٰی کی
مقدس وادی میں ہے۔ میں نے تجھے
مشرف نبوت سے مشرف کرنے کے لئے
چن لیا ہے لہذا جو کچھ تجھے حکم دیا جائے
اسے کان لگا کر سن) (طٰہٰ)
اس طرح موسیٰ جو آگ کی چنگاری لینے
کے لئے نکلے تھے نور نبوت سے مشرف
کر دئے گئے۔

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

طَوَّعَتْ :- اس نے سہل بنا دیا۔ اس نے
راضی کیا۔ تَطْوِیع سے ماضی واحد
مؤنث غائب۔

طُوفَان :- سیلاب جو ہر چیز کو غرق کرنے
سخت بارش۔ ہر حادثہ جو آدمی کو گھیر لے
(دیکھو نوح)

طُوْل :- دراز ہونا۔ لمبائی۔ باب کَرُمَ
سے مصدر

طَوْل :- نفقہ۔ مہر۔ قوت۔ استطاعت

طَوِیْل :- دراز۔ لمبا۔ بہت۔ طُوْل سے
صفت مشبہ واحد مذکر

طٰہٰ :- حروف مقطعات میں سے ہے۔

طَهَّرَ :- اس نے پاک کیا۔ تَطْهِیْر سے ماضی واحد مذکر غائب
طَهَارَة (پاکی) کے متعلق حدیث میں آیا ہے
کہ ایمان کا نصف حصہ ہے، پاکی کے مختلف
درجے ہیں۔ پاکی کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ کا
دل غیر اللہ سے پاک ہو۔ اس میں سوائے
ذات باری کے اور کسی کا گذر نہ ہو۔ یہ
درجہ صدیقین کو حاصل ہوتا ہے۔ دوسرا
درجہ یہ ہے کہ دل اخلاق رذیلہ حسد۔ کبر۔
ریا۔ حرص۔ عداوت۔ رعونت وغیرہ سے
پاک ہو، اور اوصاف حمیدہ جو ان کی ضد
ہیں ان سے آراستہ ہو۔ یہ درجہ متقین کا ہے
تیسرا درجہ اعضاء بدن کا گناہوں سے
پاک ہونا ہے مثلاً زبان کا غیبت اور
جھوٹ سے۔ آنکھ کا نامحرم کو دیکھنے سے
ہاتھ کا کسی کو تکلیف دینے کے لئے بڑھنے

سے پاک ہونا یہ درجہ صالحین کا ہے۔
چوتھا درجہ جسم اور لباس کا ظاہری نجاستوں
سے پاک ہونا ہے تاکہ عبادت خداوندی
میں خلل پیدا نہ ہو یہ درجہ عام مسلمانوں
کا ہے۔ اور پاکی کا سب سے کمتر درجہ ہے اسی
سے کفر اور اسلام میں امتیاز کیا جا سکتا ہے
(کیمیائے سعادت امام غزالیؒ صـ۶۵)

تَطَهُّرُ (باب تفعل سے) کے معنی بہت
زیادہ پاکی اختیار کرنے کے ہیں۔ قرآن
کریم میں مسجد قبا، کے متعلق فرمایا گیا ہے
فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا (اس
مسجد کے نمازی وہ ہیں جو بہت زیادہ پاکی
کو پسند کرتے ہیں۔)

سیوطیؒ نے درمنثور میں متعدد روایات
ذکر کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ "رسول اللہ
صلعم نے اہل قبا سے پوچھا کہ تم طہارۃ کا
کونسا طریقہ اختیار کرتے ہو جس کی اللہ
تعالیٰ نے ایسی تعریف فرمائی۔ انھوں نے
جواب دیا کہ پتھر سے استنجا کرنے کے
بعد ہم پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں۔"

بہر حال ان کے تطہّر کا ظاہری پہلو یہ
تھا اور معنوی پہلو ان کا صدق و اخلاص
ان کی عبادت و ریاضت اور اسلام اور
پیغمبر اسلام کے لئے ان کا جذبہ فدا کاری
و جاں نثاری تھا لہذا "یَتَطَهَّرُوا" میں
ظاہری و باطنی دونوں طرح کی طہارۃ کا
کمال مراد ہے جیسا کہ اگلی آیۃ "أَفَمَنْ
أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ"
سے معلوم ہوتا ہے (تفسیر المنار از علامہ
رشید رضا ج ۱۱ صـ۴۲)

طَهِّرْ:۔ تو پاک کر۔ تَطْهِيرٌ سے امر: واحد
مذکر حاضر۔

طَهِّرَا:۔ تم دونوں پاک کرو۔ تَطْهِيرٌ
سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔

طَهُورٌ:۔ بہت پاک۔ طَهَارَة سے
مبالغہ واحد۔

طَيٌّ:۔ لپیٹنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

طَيِّبٌ:۔ پسندیدہ۔ لذیذ۔ پاکیزہ
حلال۔ خوشگوار۔ اصل میں "طیب" وہ چیز
ہے جس میں حواس اور نفس لذت محسوس
کریں۔

طَعَامٌ طَيِّبٌ اس کھانے کو کہا جائے
گا جو جائز طریقہ سے، جائز مقدار میں
جائز جگہ سے حاصل کیا جائے کیونکہ ایسا
کھانا فی الحال اور نتائج کے اعتبار سے
خوشگوار ہوگا۔ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا

رَزَقْنٰاکُمْ (تم طیب غذائیں جو تم کو
دی گئی ہیں کھاؤ) میں یہی مراد ہے۔

اِنْسَانٌ طَیِّبٌ "اس آدمی کو کہیں گے
جو بداعمالی کی گندگی سے پاک ہو اور
ایمان و علم اور نیک عمل کی محاسن سے
آراستہ ہو اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ
طَیِّبِیْنَ (جنہیں فرشتے اس حالت میں
وفات دیتے ہیں کہ وہ "طیب" ہوتے ہیں)
میں یہی مراد ہے۔

اسی طرح اَعْمَالٌ طَیِّبَۃٌ اعمالِ حسنہ کو
کَلِمَۃٌ طَیِّبَۃٌ سچے بول کو مَسَاکِنُ
طَیِّبَۃٌ پاکیزہ و خوشگوار مقامات کو
بَلْدَۃٌ طَیِّبَۃٌ جنت اور خداوند تعالےٰ
کے جوارِ رحمت کو کہا گیا ہے۔

(مفردات امام راغب رح ملخصًا)

طَیِّبَۃٌ:۔ پاکیزہ۔ ستھری۔ حلال طِیْب
سے صفت مشبہ۔ واحد مؤنث

طَیِّبٰاتٌ:۔ پاکیزہ چیزیں۔ عمدہ چیزیں
پاک عورتیں طَیِّبَۃٌ کی جمع۔

طَیِّبُوْنَ:۔ برائی سے پاک و صاف لوگ
نیک لوگ طِیْب سے صفت مشبہ
جمع مذکر۔ واحد طَیِّبٌ

طَیْرٌ: پرندہ۔ پرندے۔ طَیْرٌ ان سے
صفت مشبہ (واحد و جمع)

طِیْنٌ :۔ گارا۔ مٹی پانی میں ملی ہوئی۔
سورۂ انعام میں فرمایا گیا ھُوَالَّذِیْ
خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ (وہ خدا ہی ہے
جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا) تو یہ اس
لئے فرمایا گیا کہ آدم علیہ السلام جن سے
نسل انسانی کا سلسلہ چلا ان کا پتلا
مٹی سے تیار کر کے اللہ تعالےٰ نے اس پر
آثار حیات فائض کئے تھے۔ یا اس لئے
کہ مٹی ہی سے غذائیں نکلتی ہیں اور غذا
سے نطفہ بنتا ہے اور نطفہ سے جسم انسانی
کی تخلیق عمل میں آتی ہے۔

ظ

ظَالِمٌ :۔ بے انصاف۔ ستمگر۔ ظُلْمٌ
سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو ظلم)

ظَالِمَۃٌ :۔ ظلم کرنے والی۔ ظُلْمٌ سے
اسم فاعل واحد مؤنث۔

ظَالِمُوْنَ:۔ ظلم کرنے والے۔ ظلم سے اسم
فاعل جمع مذکر۔ واحد ظَالِمٌ۔

ظَانِّیْنَ :۔ گمان کرنے والے ظَنٌّ سے
اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری
واحد ظَانٌّ۔

ظَاھِر :- کھلا۔ اوپری۔ ظُہُور سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ظَاھِرَۃ :- کھلی۔ ظُہُور سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

ظَاھَرُوا :- انھوں نے مدد کی۔ پشت پناہی کی مُظَاھَرَۃ۔ سے ماضی جمع مذکر غائب

ظَاھِرِین :- غالب ہونے والے۔ ظُہُور (بصلۂ علیٰ) سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد ظَاھِر۔

ظَعْن :- سفر کرنا۔ کوچ کرنا۔ باب فتح سے مصدر

ظُفُر :- ناخن۔ انسان کے ہوں یا جانور کے جمع اَظْفَار

ظِلّ :- سایہ۔ جمع ظِلَال

ظَلَّ :- وہ ہوا۔ ہوگیا۔ ظَلّ سے فعل ناقص ماضی واحد مذکر غائب۔

ظِلَال :- سائے۔ واحد ظِلّ

ظَلَّام :- ظالم۔ ستمگر۔ ظلم والا۔ ظُلْم سے فَعَّال کے وزن پر اسم منسوب (کہیں فَعَّال کا وزن بھی نسبت کے لئے آتا ہے جیسے لَبَّان دودھ والا۔ تَمَّار کھجور والا۔ اسی طرح ظَلَّام ہے۔ قرآن کریم نے جو خداوند تعالیٰ سے ظَلَّام ہونے کی نفی کی ہے جیسے وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيْد۔ تو یہی نسبت کے معنی مراد ہیں نہ کہ مبالغہ کے۔ دیکھو ظلم

ظُلَّۃ :- ابر۔ عذاب کا بادل۔ جمع ظُلَل

ظَلَّت :- وہ ہوگئی۔ ظَلّ سے فعل ناقص ماضی واحد مؤنث غائب

ظَلْتَ :- تو ہوا۔ ظَلّ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اصل میں ظَلِلْتَ تھا۔ لام اول کو برائے تخفیف حذف کر دیا گیا۔

ظَلْتُمْ :- تم ہوگئے۔ ظَلّ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں ظَلِلْتُمْ تھا لام اول حذف ہوگیا۔

ظُلَل :- سائبان۔ بادل۔ واحد ظُلَّۃ

ظَلَّلْنَا :- ہم نے سایہ کیا۔ تَظْلِیْل سے ماضی جمع متکلم۔

ظُلْم :- ناانصافی۔ ظلم۔ شرک۔ نفاق۔ گناہ۔ ظلم کے اصل معنی ہیں وضع الشیٔ فی غیر موضعہ المختص بہ (کسی شے کا جو اصل مقام ہے اسے وہاں سے ہٹا دینا اور دوسری جگہ رکھ دینا) اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ کسی چیز میں کمی کر دی جائے یا زیادتی کر دی جائے یا اس کی جگہ یا وقت کو بدل دیا جائے۔ چنانچہ کوئی بے وقت پئے تو

عربی میں کہا جائے گا ظَلَمْتُ السِّقَاءَ

شریعت میں ظلم کہتے ہیں حق سے جس کی مثال
دائرہ کے نقطہ کی ہوتی ہے، تجاوز کرنا
خواہ وہ تجاوز زیادہ ہو یا تھوڑا چنانچہ
اسی لحاظ سے بعض انبیاء کرامؑ کی نادانستہ
لغزش کو بھی ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔
ظلم کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ ظلم جو انسان
اللہ تعالیٰ کے حق میں کرے۔ اس کی سب سے
اہم صورتیں کفر شرک اور نفاق ہیں چنانچہ
فرمایا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (در حقیقت
شرک بڑا ظلم ہے)

(۲) وہ ظلم جو انسان دوسرے انسانوں
کے ساتھ کرے اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى
الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ (مواخذہ
ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں) میں
یہی مراد ہے۔

(۳) وہ ظلم جو انسان خود اپنے نفس پر کرے
فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (ان میں سے وہ
لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہو)
میں یہی مراد ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ظلم کی پہلی دو قسموں میں
تیسری قسم شامل ہوتی ہے۔ جو شخص خدا یا
اس کے بندوں کے ساتھ ظلم کا ارتکاب
کرتا ہے وہ خود سب سے پہلے اپنے نفس
کو ظلم کا نشانہ بناتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم
میں جا بجا ایسا فرمایا گیا ہے وَمَا ظَلَمُوْنَا
وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (انہوں
نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود اپنے نفسوں پر
ظلم کیا) (مفردات امام راغبؒ ملخصاً)

ظَلَمَ :- اس نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

ظُلِمَ :- اس پر ظلم کیا گیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی مجہول
واحد مذکر غائب۔

ظُلُمَات :- اندھیریاں۔ واحد ظُلْمَةٌ

ظُلْمَة :- اندھیری۔ تاریکی۔

ظَلَمَتْ :- اس نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

ظَلَمْتُ :- میں نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی
واحد متکلم

ظَلَمْتُمْ :- تم نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی جمع
مذکر حاضر۔

ظَلَمْنَا :- ہم نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی جمع متکلم

ظَلَمُوْا :- انہوں نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

ظَلُّوْا :- وہ ہو گئے۔ ظَلَّ سے فعل ناقص
ماضی جمع مذکر غائب۔

ظَلُوم :- بڑا ظالم۔ بڑا بے انصاف۔ ظلم سے
مبالغہ واحد۔
ظِل، ظَلِیل :- گھنی چھاؤں۔
ظَمَأ :- پیاسا ہونا۔ تشنگی۔ باب سَمِعَ سے
مصدر۔
ظَمْآن :- پیاسا۔ تشنہ۔ ظَمَأ سے صفت
مشبہ واحد مذکر۔
ظن :- گمان۔ اٹکل۔ شک۔ گمان کرنا۔ شک
کرنا۔ باب نصر سے مصدر و اسم مصدر۔
انسان کے دل میں جو بات آئے اور اس
کے صحیح اور غلط ہونے کے دونوں پہلو ہوں
اسے ظن کہتے ہیں۔ اصول دین کا تعلق یقین
سے ہے۔ ظن و تخمین پر ان کی بنیاد نہیں رکھی
جا سکتی چونکہ کفار خواہشات نفسانیہ اور
قیاسات باطلہ کی وجہ سے اوہام و ظنون
کو دین بنائے ہوئے تھے اس لئے قرآن
کریم میں فرمایا گیا۔
وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ
الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (کافروں
میں سے اکثر گمان اور اٹکل کی پیروی کرتے
ہیں اور یہ چیزیں حق و صداقت کے معاملہ
میں بیکار ہیں) (یونس ۴)
قرآن کریم میں ظن کا استعمال اکثر حق کے
مقابلہ میں ہوا ہے۔ حق وہ ہے جو ثابت
و پائدار ہو لہذا ظن وہ ہے جو مشکوک و
پا در ہوا ہو۔
کہیں ظن کا استعمال گمان غالب پر بھی ہوا
ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ إِنْ ظَنَّا أَنْ
يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ (اگر ان دونوں کو
گمان غالب ہو کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل
کر سکیں گے) اور کبھی یقین کے لئے بھی ظن کا
استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔
الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ
(وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب
سے ملنے والے ہیں)
اور کہیں ظن کا استعمال "تہمت" کے لئے
ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا
مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (اے
ایمان والو، بہت تہمتیں لگانے سے بچو درحقیقت
بعض تہمت گناہ ہے) اور حدیث میں آیا ہے
إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ
(تہمت لگانے سے بچو کیونکہ تہمت لگانا سب سے
زیادہ جھوٹی بات ہے) اس حدیث کی تشریح
کرتے ہوئے مولف سُبُل السَّلَام نے
خطابی کا قول نقل کیا ہے۔

وهل التحذير والنهي انما هو عن التهمة
التي لا سبب لما يوجبها كمن اتهم
بالفاحشة ولم يظهر عليه ما يقتضي
ذلك (روکنا اور منع کرنا اس صورت میں
ہے جبکہ اس تہمت کا کوئی سبب واضح موجود
نہ ہو مثلاً کسی پر بدکاری کا الزام لگایا جائے
اور اس پر اس الزام کے علامات نہ پائے
جاتے ہوں) اور اس تقیید کی تائید میں
طبرانی کی یہ حدیث نقل کی ہے اِحْتَرِسُوا
مِنَ النَّاسِ بِسُوءِ الظَّنِّ بدگمانی
کے ذریعہ برے لوگوں سے اپنی حفاظت
کرو) (سُبُل السلام شرح بلوغ
المرام ج۲ ص۲۵۶ مطبوعہ مصر)

ظَنَّ :۔ اس نے گمان کیا۔ ظن سے ماضی واحد
مذکر غائب

ظَنَّا :۔ ان دو نے گمان کیا۔ ظن سے ماضی تثنیہ
مذکر غائب۔

ظَنَنَّا :۔ ہم نے گمان کیا ظن سے ماضی جمع متکلم

ظَنَنْتُ :۔ میں نے گمان کیا۔ ظن سے ماضی واحد
متکلم۔

ظَنَنْتُمْ :۔ تم نے گمان کیا۔ ظن سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

ظَنُّوا :۔ انھوں نے گمان کیا۔ ظن سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

ظُنُونٌ :۔ گمان۔ واحد ظَنٌّ

ظَهَرَ :۔ وہ ظاہر ہوا۔ ظُهُور سے ماضی واحد
مذکر غائب

ظَهْر :۔ پیٹھ۔ پشت۔ جمع ظُهُور

ظُهُور :۔ پشتیں۔

ظِهْرِيّ :۔ پس پشت ڈالی ہوئی چیز
فراموش کردی گئی ہو۔

ظَهِير :۔ پشت پناہ۔ مددگار۔ [illegible]
صفت مشبہ واحد مذکر۔

ظَهِيرَة :۔ دوپہر کا وقت۔ جمع ظَهَائِر

ع

عَائِدُونَ :۔ لوٹنے والے۔ عَوْد سے اسم
فاعل۔ جمع مذکر۔ واحد عَائِد۔

عَائِل :۔ محتاج۔ عَيْلَة سے اسم فاعل واحد
مذکر۔

عَابِد :۔ پوجنے والا۔ عبادت کرنے والا۔ عبادۃ
سے اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ جمع عَابِدُون، [illegible]
(عبادۃ)

عَابِدَات :۔ عبادت کرنے والیاں۔ عبادۃ
سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد عَابِدَة

عَابِدُونَ :۔ عبادت کرنے والے۔ عبادۃ [illegible]

اسم فاعل جمع مذکر۔

عَابِرِی سَبِیل :۔ مسافر لوگ ۔ راستہ میں گذرنے والے ۔ عُبُوْر سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ اصل میں عَابِرِیْنَ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا

عَاتِیَۃ :۔ تیز۔ حد سے گذرنے والی۔ بے قابو عُتُوّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

عَاجِلَۃ :۔ جلد مل جانے والی چیز۔ دنیا کا ساز و سامان۔ عَجَل سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

قرآن کریم میں عَاجِلَۃ کو آخرۃ کے مقابلہ میں استعمال کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا۔

بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃ

(پر تم پسند کرتے ہو جلد مل جانے والی چیز کو اور چھوڑتے ہو دیر میں آنے والی کو)

تو یہاں عَاجِلَۃ سے مراد دنیا اور اس کا ساز و سامان ہے کہ وہ نقد ہاتھ آجاتا ہے برخلاف آخرۃ کے کہ وہ دیر میں اپنے وقت میں سامنے آئے گی۔

عَادٍ :۔ حد سے تجاوز کرنے والا۔ مجرم۔ عُدْوَان سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَاد :۔ اقوام سابقہ قدیمہ میں سے ایک قوم کا نام۔ یہ قوم عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح (ع) کی اولاد تھی۔ ان کی آبادیاں عمان سے حضرموت اور یمن تک پھیلی ہوئی تھیں۔ قوم نوح کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور متمدن قوم بنایا تھا۔ اس قوم کے بادشاہ بڑی قوت و سطوت کے مالک تھے مگر بت پرست تھے اور اپنی قوم سے بھی بتوں کی پرستش کراتے تھے۔ خداوند قدوس نے ان کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت ہود نے ان کو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلا دلا کر بہت کچھ وعظ و نصیحت کی۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ آخرکار سنت الٰہیہ کے مطابق ان پر عذاب نازل ہوا اور یہ تباہ و برباد ہو گئے۔

کچھ لوگ جو ان میں سے ایمان لے آئے وہ بچے اور ان کی اولاد "عاد ثانیہ" کے نام سے تاریخ میں مشہور ہوئی۔ یہی عاد ثانیہ ثمود تھیا جو حضرت صالح کی نافرمانی پر معذب ہوئے تاریخ میں یہ عرب بائدہ کہلاتے ہیں کیونکہ سب ہلاک ہو چکے ہیں۔

عَادَ :۔ وہ لوٹا۔ دوبارہ آیا۔ عَوْد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَادُوْا :۔ وہ پلٹے وہ لوٹے عَوْد سے ماضی

جمع مذکر غائب

عَادُوْن :- سرکش لوگ۔ حد سے بڑھنے والے عُدْوَان سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد عَادِی۔

عَادِیَات :- تیز دوڑنے والیاں۔ عَدْو سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد عَادِیَۃ قرآن کریم میں "عَادِیَات" سے راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کے تیز دوڑنے والے گھوڑے مراد ہیں۔

عَادَیْتُمْ :- تم نے دشمنی کی مُعَادَاۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَادِّیْن :- گننے والے۔ شمار کرنے والے عَدّ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری واحد عَادّ۔

عَارِض :- وہ بادل جو آسمان کے کناروں پر پھیل جاتا ہے۔ عُرُوْض سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَاشِرُوْا :- تم معاشرت کرو زندگی بسر کرو۔ مُعَاشَرَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

عَاصِف :- تیز و تند ہوا۔ آندھی عَصْف سے اسم فاعل واحد مؤنث (جو صفات مؤنث کے لئے مخصوص ہیں خواہ مؤنث حقیقی ہو یا سماعی قرآن میں تیز کے لئے آخر میں ۃ لاحق نہیں کی جاتی جیسے حَائِض و طَالِق)

عَاصِفَات :- آندھیاں۔ تیز ہوائیں۔ عَاصِف کی جمع۔

عَاصِم :- بچانے والا۔ بچا ہوا۔ عَصْم سے اسم فاعل واحد مذکر (اور بمعنے ثانی فاعل بمعنے مَفْعُوْل ہے جیسے کاتم بمعنے مَکْتُوْم)

عَافِیْن :- درگذر کرنے والے (بجملہ عَنْ) عَفْو سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد عَافِی۔

عَاقَبَ :- اس نے بدلہ لیا۔ مُعَاقَبَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَاقِبَۃ :- پیچھے آنے والی۔ آخرت۔ انجام عُقُوْب سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

عَاقَبْتُمْ :- تم نے سزا دی۔ عِقَاب (مُعَاقَبَۃ) سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَاقِبُوْا :- تم سزا دو۔ عِقَاب سے امر جمع مذکر حاضر۔

عَاقِر :- بانجھ عورت۔ عُقْر سے اسم فاعل واحد مؤنث بحذف تاء۔

عَاکِف :- معتکف۔ مجاور۔ عُکُوْف سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَالِمٌ :- جاننے والا۔ عِلْمٌ سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو عِلم)۔ جمع عُلَمَاء۔

عَالِمُوْنَ :- جاننے والے۔ عِلْمٌ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد عَالِم۔

عَالَمِیْنَ :- سب جہان۔ واحد عَالَم۔
عَالَم وزن کے لحاظ سے اس شے کو کہیں گے جو "علم" (جاننے) کا آلہ ہے۔ جیسے خَاتَم اس چیز کو کہتے ہیں جو مہر کرنے کا آلہ ہوتی ہے یعنی مہر۔
بہر حال جہان چونکہ خداوند جہاں آفریں کے کمال قدرت و جمال صنعت کا مظہر ہے اور اس کو دیکھنے سے اس کے بنانے والے کی عظمت وجلالت کا علم حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے عَالَم کہا گیا۔ "عَالَم" کی یہی نوعیت ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کیا انھوں نے زمین اور آسمانوں کے عجائبات میں نظر نہیں کی)
عَالَم کو جمع اس لئے لایا گیا کہ اس کی ہر نوع اپنی جگہ مستقل عالم ہے۔ مثلاً عَالَمُ الْاِنْسَان عَالَمُ الْمَاءِ۔ عَالَمُ النَّار وغیرہا چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بنائے ہوئے دس ہزار سے زائد عالم ہیں۔ اور "ون" اور "ی ن" کے ساتھ جمع جو ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے اس لئے لائی گئی کہ "عَالَمِین" میں عَالَم انسان بھی شامل ہے اور لفظ عالم جب غیر کے ساتھ شریک ہو کر آئے تو تصریفات لفظیہ میں بھی اس کے حکم کا لحاظ کیا جاتا ہے۔
حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ عَالَمِیْن سے صرف ملائکہ، جن اور انسان ہی مراد ہیں۔ اور امام جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ صرف انسان ہی مراد ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک فرد اپنی جگہ ایک مستقل عَالَم ہے۔ عَالَم کی دو قسمیں ہیں عَالَمِ کَبِیر یعنی آسمان اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے اور عَالَمِ صَغِیر یعنی انسان فقط جو عَالَم کبیر کا نمونہ ہے اور اس میں وہ تمام عجائبات موجود ہیں جو عَالَم کبیر میں موجود ہیں۔ ان ہر دو اقوال کے پیش نظر جمع کی یہ صورت کسی تاویل کی محتاج نہیں (مفردات امام راغب رح)

عَالِیْ :- بلند۔ سرکش۔ عُلُوٌّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَالِیَۃ :- اونچی۔ بلند۔ عُلُوٌّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

عَالِیْنَ :- بڑے مرتبہ والے۔ سرکش لوگ۔ عُلُوٌّ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد

عَالِی۔

عَام:۔ برس۔ سال۔ جمع اَعْوَام

عَامِل:۔ کام کرنے والا۔ عَمَل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَامِلَة:۔ کام کرنے والی محنت کرنے والی۔ عَمَل سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

عَامِلُوْن:۔ کام کرنے والے۔ عَمَل سے اسم فاعل جمع مذکر۔

عَامِلِیْن:۔ کام کرنے والے۔ زکوٰۃ وعشر وصول کرنے والے کارندے۔ عَامِل کی جمع بحالت نصبی وجری۔

عَامَیْن:۔ دو سال۔ عَام کا تثنیہ بحالت نصبی وجری۔

عَاهَدَ:۔ اس نے عہد کیا۔ مُعَاهَدَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَاهَدْتَ:۔ تو نے معاہدہ کیا۔ مُعَاهَدَة سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

عَاهَدْتُمْ:۔ تم نے معاہدہ کیا۔ مُعَاهَدَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَاهَدُوْا:۔ انھوں نے عہد کیا۔ مُعَاهَدَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عِبَاد:۔ بندے۔ غلام۔ واحد۔ عَبْد۔

عِبَادَة:۔ بندگی کرنا۔ پوجنا۔ فرمانبرداری کرنا باب نَصَرَ سے مصدر۔ لغت میں اس کے معنی ہیں انتہائی عاجزی اور ذلت کا اظہار اسی مادہ سے ہے "طَرِیْقٌ مُعَبَّدٌ" وہ راستہ جس کو خوب روندا گیا ہو۔

خالق عالم ہی کے سامنے اظہار بندگی وتذلل کو عبادت کہہ سکتے ہیں، کسی دوسرے کے سامنے خضوع اور عجز کو عبادت نہیں کہہ سکتے اسلئے کہ انتہائی عاجزی اور ذلت کا اظہار اسی کے لئے ہو سکتا ہے اور ہونا چاہئے جس کا انعام سب سے زیادہ ہو اور اس ذات منبع الکمالات سے زیادہ انعامات کس کے ہو سکتے ہیں جس نے انسان کو وجود حیات حواس، عقل، اور ایمان جیسی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ عبادت کی مخصوص صورۃ "سجدہ" غیر اللہ کے لئے حرام کیا گیا کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور سر اشرف الاعضاء ہے۔ اور زمین ارذل الاشیاء ہے کہ اسے جانور تک ہر وقت روندتے ہیں۔ تو اشرف المخلوقات جب اپنے بہترین عضو کو ذلیل ترین چیز پر ٹیک دے تو اس صورت سے زیادہ اظہار عجز وتذلل کی اور کیا صورت ہو سکتی ہے (بیضاوی مع الحاشی)

علامہ رشید رضا ؒ لکھتے ہیں۔
عبادت خضوع اور عاجزی کی وہ انتہائی کیفیت ہے جس کا منشا اور مصدر معبود کی انتہائی عظمت کا اعتقاد اور اس کی بے پناہ طاقت و قدرت کا اعتراف ہو اس عظمت وقدرت کے متعلق وہ صرف اتنا جان سکتا ہو کہ وہ اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے لیکن اس کے فہم و ادراک کی حدود سے باہر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کسی بادشاہ کی تعظیم و تکریم خواہ اس کے قدموں تلے کی زمین کو بوسہ ہی کیوں نہ دیا جائے عرف میں عبادت نہیں کہلاتی (اگرچہ یہ بھی اپنی جگہ ناجائز ہے) کیونکہ اس کا مقصد محض بادشاہ کے محدود ظلم سے بچنا یا کرم سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ البتہ اگر اس تعظیم کے ساتھ یہ اعتقاد بھی شامل ہو جائے کہ بادشاہ غیبی قوتوں کا مظہر ہے تو یہ تعظیم عبادت کہلائے گی مختلف مذاہب حقہ میں عبادت کی مختلف صورتیں خداوند قدوس کی عظمت وقدرت کے اسی مخفی شعور کی یاد دہانی کے لئے تجویز کی جاتی رہی ہیں۔ عبادت کی ہر صحیح صورت عبادت کرنے والے کی تہذیب نفس اور درستی اخلاق میں مؤثر ہی ہے لیکن اس تاثیر کا دار و مدار سراسر خداوند قدوس کی عظمت و قدرت کے اسی شعور و احساس پر ہے جو عبادت کا منشا و مصدر ہے۔ اگر عبادت کی ظاہری صورت اس روح وحقیقت سے خالی ہو تو اسے عبادت ہی نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ انسان کی تصویر کو، جو بے جان ہے انسان نہیں کہا جا سکتا (تفسیر المنار ج ۱ ص ۵۷)

عَبَث :- بے فائدہ۔ لغو۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

عَبْد :- بندہ۔ غلام۔ جمع عِبَاد (دیکھو عبادہ)

عَبَدَ :- اس نے عبادت کی۔ عِبَادَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَبَّدْتَ :- تو نے غلام بنایا۔ تَعْبِيْد سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

عَبَدْتُّمْ :- تم نے عبادت کی۔ عِبَادَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَبَدْنَا :- ہم نے عبادت کی۔ عِبَادَة سے ماضی جمع متکلم۔

عَبْدَيْن :- دو بندے۔ عَبْد کا تثنیہ بحالت نصبی وجری۔

عِبْرَة :- نصیحت۔ جمع عِبَر۔

عَبَسَ :- اس نے منہ بنایا۔ ترشروئی کی۔
عُبُوْسٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَبْقَرِیّ :- نادر و گراں بہا۔ عَبْقَرٌ عرب
میں جنوں کے مسکن کا نام مشہور تھا۔ اسی
کی طرف منسوب ہو کر نادر و عجیب چیز
عَبْقَرِیّ کہلاتی تھی۔ قرآن کریم میں اسی
محاورہ کے مطابق اس لفظ سے جنت کے
قیمتی فرش مراد ہیں (مفردات)

عَبُوْسٌ :- وہ دن جس میں چہرے اداس
ہو جائیں۔ یعنی روز قیامت۔ عُبُوْسٌ
سے مبالغہ واحد

عَبِیْدٌ :- غلام۔ بندے۔ عَبْدٌ کی اسم جمع ہے

عَتَتْ :- اس نے سرکشی کی عُتُوٌّ سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

عُتُلٌّ :- بدخو۔ بڑا کھاؤ۔ تندمزاج عَتْلٌ
سے مبالغہ واحد۔

عُتُوٌّ :- سرکشی و نافرمانی کرنا۔ باب نَصَرَ
سے مصدر۔

عَتَوْا :- انھوں نے سرکشی کی۔ عُتُوٌّ سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

عِتِیٌّ :- سرکشی کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

عَتِیْدٌ - تیار۔ موجود۔ عَتَادٌ سے صفت
مشبہ واحد مذکر۔

عَتِیْقٌ :- پرانا۔ بلند مرتبہ آزاد۔ عِتَاقَۃٌ
سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

اَلْبَیْتُ الْعَتِیْقُ :- خانہ کعبہ۔ امام راغب لکھتے
ہیں عَتِیْقٌ وہ چیز ہے جو زمانہ یا مکان یا
رتبہ کے لحاظ سے مقدم ہو۔ خانہ کعبہ میں یہ
تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔ زمخشری
لکھتے ہیں "بیت اللہ" کو البیت العتیق
اس لئے کہا گیا کہ وہ سب سے پہلا گھر ہے
جو دنیا میں تعمیر کیا گیا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ
وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ۔ اور حضرت
قتادہ سے مروی ہے کہ عتیق اس لئے
ہے کہ کسی ظالم و جابر کو اس پر تسلط ہونے
کا موقع نہیں دیا گیا اگر کسی نے ارادہ کیا
تو وہ خائب و خاسر ہوا جیسا کہ اصحاب فیل کے
واقعہ سے ظاہر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے
کہ عتیق بمعنی کریم و شریف ہے جیسا
کہ عِتَاقُ الْخَیْلِ وہ عمدہ گھوڑے کہلاتے ہیں
جو اصیل ہوں۔ (کشاف جوہری)

عُثِرَ :- خبر دی گئی۔ اطلاع دی گئی۔ عُثِرَ
عَلٰی۔ عُثُوْرٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر
غائب۔

عُجَابٌ :- بہت عجیب چیز۔ عَجَبٌ سے مبالغہ
واحد۔

عِجَاف :- دبلے۔ لاغر۔ واحد، اَعْجَف اور عَجْفَاء۔

عَجَب :- اچنبھا پیدا کرنے والی چیز۔ جس چیز پر اچنبھا کیا جائے۔ مصدر بمعنے فاعل و مفعول۔

عَجِبْتَ :- تو نے تعجب کیا۔ عَجَب سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

عَجِبْتُمْ :- تم نے تعجب کیا۔ عَجَب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَجِبُوْا :- انھوں نے تعجب کیا عَجَب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَجَزْتُ :- میں تھکا۔ عاجز ہوا۔ عَجْز سے ماضی واحد متکلم

عِجْل :- گوسالہ۔ بچھڑا۔ جمع عِجْلَان

عَجَل :- جلدی۔ باب سَمِعَ سے مصدر

عَجَّلَ :- اس نے جلدی کی۔ تَعْجِیْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَجِّلْ :- تو جلدی کر۔ جلد دے تَعْجِیْل سے امر واحد مذکر حاضر۔

عَجِلْتُ :- میں نے جلدی کی عَجَل سے ماضی واحد متکلم۔

عَجِلْتُمْ :- تم نے جلدی کی عَجَل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَجَّلْنَا :- ہم نے جلد دیا۔ ہم نے جلدی کی تَعْجِیْل سے ماضی جمع متکلم۔

عَجُوْز :- بڑھیا عورت۔ جمع عَجَائِز۔

عَجُوْل :- جلد باز۔ عَجَل سے صیغہ مبالغہ واحد

عَجِیْب :- نادر۔ انوکھا۔ عَجَب سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

عَدّ :- گننا۔ شمار کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

عَدَّ :- اس نے گنا۔ عَدّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عِدْ :- تو وعدہ کر۔ وَعْد سے امر واحد مذکر حاضر

عَدَاوَة :- دشمنی۔ مصدر از سمع و نصر

عِدَّة :- گنتی۔ عورت کی عدت دیکھو تَعْتَدُّوْنَهَا)

عُدَّة :- سامان۔ اسباب۔ جمع۔ عُدَد

عُدْتُمْ :- تم لوٹے۔ عَوْد سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَدَّدَ :- اس نے شمار کیا۔ تَعْدِیْد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَدَد :- گنتی۔ تعداد۔ گنا ہوا۔ جمع اَعْدَاد

عَدَس :- مسور۔ واحد۔ عَدَسَة

عَدْل :- داد۔ انصاف۔ مصدر از ضرب

عدل کے اصل معنی ہیں برابر برابر تقسیم کرنا۔ ہر شخص کو وہ جزا یا سزا دینا جس کا فی الواقع وہ مستحق ہے اور جو اس کے کردار کے مساوی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ظلم و رحمت کی درمیانی حالت کا نام عدل ہے کسی شخص نے تمہارا ایک روپیہ ناجائز طور سے دبا لیا تم نے بجائے ایک روپیہ کے اس سے دو روپیہ وصول کر لئے تو یہ ظلم ہے کیونکہ سزا عمل سے بڑھ گئی۔ اور اگر سزا پر قدرت رکھنے کے باوجود بالقصد تم نے اس سے درگذر کی اور وہ روپیہ اسے معاف کر دیا تو یہ مغفرت اور بخشش ہے۔ لیکن اگر تم نے اس سے صرف اپنا حق واجب یعنی ایک روپیہ بغیر کمی و بیشی کے وصول کیا تو یہ عدل ہوا۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے تمہارے ساتھ ایک نیکی کی اور تم نے اس کے ساتھ اس کی مکافات میں اسی نوع کی ایک سے زاید نیکیاں کیں تو یہ احسان ہے اور اگر تم اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو یہ ظلم ہے۔ ہاں اگر ٹھیک اسی طرح کی نیکی اس کے ساتھ تم نے بھی کی جیسی اس نے تمہارے ساتھ کی تھی تو یہ عدل ہوا لیکن یہ واضح رہے کہ پہلی صورت میں عدل کی بہ نسبت مغفرت اور دوسری صورت میں عدل کی بہ نسبت احسان پر کاربند ہونا اولیٰ ہے اور ہر دو صورت عدل سے ظلم کی طرف تجاوز کرنا حرام۔ (ش۔ ۱)

عَدَلَ :۔ اس نے اندازے کے ساتھ بنایا۔ اس نے برابر کیا۔ عَدْل سے ماضی واحد مذکر غائب

(جَنّٰتُ) عَدْنٍ :۔ ہمیشہ رہنے کی جنتیں۔ عَدْن باب ضَرَبَ سے مصدر ہے بمعنے "مقیم ہونا"

عُدْنَا :۔ ہم لوٹے۔ عَوْد سے ماضی جمع متکلم۔

عَدْو :۔ زیادتی۔ حد سے تجاوز کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

عَدُوٌّ :۔ دشمن۔ عَدَاوۃ سے صفت مشبہ مذکر (واحد و تثنیہ و جمع) جمع اَعْدَاء

عُدْوَان :۔ ظلم۔ زیادتی۔ حد سے تجاوز کرنا باب نَصَرَ سے مصدر۔

عُدْوَۃ :۔ کنارہ۔ جمع عُدًی

عَذَاب :۔ سزا۔ دکھ۔ پاداش۔ تَعْذِیْب سے اسم مصدر

عَذْب :۔ شیریں پانی۔ ٹھنڈا پانی۔ عُذُوْبَۃ سے صفت مشبہ۔

عَذَّبَ :۔ اس نے سزا دی۔ تَعْذِیْب سے ماضی واحد مذکر غائب

عَذَّبْنَا :۔ ہم نے سزا دی۔ ہم نے عذاب دیا

نَعُذِ یب سے ماضی جمع متکلم۔

عُذْتُ:۔ میں نے پناہ لی (بصلہ با) عَوْذ سے ماضی واحد متکلم۔

عُذْر:۔ عذر۔ الزام۔ جمع اَعْذَار

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں اپنے اوپر سے کسی غلطی کا الزام دور کرنے کی کوشش کو "عذر" کہتے ہیں۔ عذر کی تین صورتیں ہیں یا سرے سے اس غلطی کا انکار کرے، یا اقرار کرے مگر اس کی کوئی تاویل کرے کہ وہ غلطی اس تاویل کے بعد غلطی نہ رہے، یا صاف طور پر غلطی کا اقرار کرے اور آئندہ کے لئے اس سے بچنے کا اقرار کرے۔ عذر کی یہ آخری صورت توبہ کہلاتی ہے۔ (مفردات)

یہ اس صورت میں ہے جبکہ عذر کی نسبت بندہ کی طرف ہو مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ تو اس سے مراد صرف غلط الزام دور کرنا ہوتا ہے چنانچہ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا عُذْرًا اَوْ نُذْرًا (قسم ہے وحی لانے والے فرشتوں کی کافروں کا الزام اتارنے کے لئے یا عذاب الٰہی سے ڈرانے کیلئے) میں یہی آخری معنی مراد ہیں۔

عَرَاء:۔ چٹیل میدان جس میں گھاس نہ ہو۔ عُرْی سے ماخوذ ہے جس کے معنی "برہنہ ہونا"۔ ننگا ہونا" ہیں۔

عُرُب:۔ وہ پارسا عورتیں جو خاوند پر عاشق ہوں۔ واحد عَرُوْب۔

عَرَبِیّ:۔ عرب والا۔ (اس میں یاءِ نسبتی ہے)

عُرْجُوْن:۔ کھجور کی سوکھی اور پتلی شاخ جو ٹیڑھی ہو۔ جمع عَرَاجِیْن۔

عَرْش:۔ چھت۔ تخت شاہی۔ عرش خداوندی

"عرش" اصل میں چھت یا "چھت والی چیز" کو کہتے ہیں چنانچہ مکان کی چھت، خیمہ پرندہ کا گھونسلہ، انگور کی ٹٹی اور کنوئیں کی من سب کو عرش کہا جاتا ہے۔

مجلس شاہی کو اس کی بلندی وعظمت کے سبب عرش کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے۔ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (انھوں نے اپنے والدین کو تخت شاہی پر بٹھایا)

عزت، اقتدار اور حکومت کے معنی میں بھی مجازاً عرش کا استعمال ہوتا ہے، کیونکہ یہ عرش شاہی کے لوازم میں سے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضہ کے متعلق مروی ہے کہ "انھیں کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے کیا معاملہ کیا؟ انھوں نے جواب دیا لَوْلَا اَنْ تَدَارَكَنِيْ بِرَحْمَتِهٖ

لَثُلَّ عَرْشِی (اگر خدا کی رحمت میری دستگیری نہ کرتی تو میری عزت مجروح ہو چکی ہوتی)

"عرش الٰہی" کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ فلک اعلیٰ ہے اور "کرسی" فلک کواکب اور استدلال میں اس حدیث میں کو پیش کیا گیا ہے کہ "ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں "کرسی" میں ایسی ہیں جیسے کوئی حلقہ (کڑا) وسیع میدان میں پڑا ہو۔ اور کرسی عرش کے مقابلہ میں یہی حقیقت رکھتی ہے" مگر ظاہر ہے کہ اس حدیث سے صرف عرش و کرسی کی عظمت پر استدلال کیا جا سکتا ہے ان کا افلاک مصطلحہ ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا اسی طرح درمنثور وغیرہ میں عرش کے متعلق ضعیف روایات بیان کی گئی ہیں جو اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔ کیونکہ اگر ان روایات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو عرش ایک ایسی چیز بن جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کو (نعوذ باللہ) اٹھائے ہوئے ہو حالانکہ کائنات کی ہر چیز کو اسی کی ذات سے قیام و ثبات حاصل ہے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا (در حقیقت اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہلیں)

پھر "عرش" کیا ہے؟ اور قرآن کریم میں جو آیا ہے اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ میں "استواء علی العرش" سے کیا مراد ہے؟ اس کے جواب میں ہم آیت مذکورہ کی تفسیر میں عہد حاضر کے دو جلیل القدر مفسرین کے اقوال کے نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔

علامہ رشید رضا مصری رح فرماتے ہیں تمہارا رب وہ ہے جس نے عالم سماویہ کو جو تمہارے اوپر ہیں اور اس زمین کو جس پر تم رہتے بستے ہو چھ زمانوں میں پیدا کیا ان میں سے ہر زمانہ میں ان کے مختلف احوال میں سے ایک حالت کی تکمیل ہوئی ہے یوم لغت میں وہ وقت ہے جس میں کوئی کام واقع ہو، خواہ اس کی مدت نظام شمسی کے دن اور رات کے حساب سے (جن کا وجود بہت بعد میں ہوا) ہزاروں سال ہو اور پیدا بھی ان مخصوص اندازوں کے ساتھ کیا جنھیں اس نے اپنے علم و حکمت کی بناء پر طے کر لیا تھا۔

پھر اس نے اپنے عرش پر جسے اس نے کائنات کے ملک عظیم کے تدبیر و انتظام کا

مرکز قرار دیا تھا استواء (استقرار) فرمایا وہ استواء جو اس کی عظمت وجلال و تنزیہ وکمال کے مناسب ہو۔ یہاں وہ اپنی عظیم الشان حکومت کا تدبیر و انتظام فرماتا ہے اس محیرہ نظام کے ماتحت جو اس کے علم کا مقتضیٰ ہے اور اس غیر متغیر آئین کی بنیاد پر جو اس کی حکمت کا لازمہ ہے الحاصل، استواء علی العرش جو آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بعد وقوع میں آیا ہے، اللہ جل شانہ کی شانوں میں سے ایک شان ہے جس کی حقیقت وکیفیت سے ہم واقف نہیں ہو سکتے۔ وکل یوم ھو فی شان۔ (تفسیر المنارج ۱۱ ص۲۹۵)

علامہ شبیر احمد عثمانی رح تحریر فرماتے ہیں۔ عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں استواء کا ترجمہ اکثر محققین نے استقرار وتمکن سے کیا ہے۔ گویا یہ لفظ تخت حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطہ نفوذ و اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ وتسلط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑ پائی جائے سب کام اور انتظام برابر ہو۔ اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدأ اور

اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض وغایت یعنی ملک پر پورا تسلط واقتدار اور نفوذ وتصرف کی قدرت حاصل ہونا۔ حق تعالیٰ کے استواء علی العرش میں یہ حقیقت اور غرض وغایت بدرجہ کمال موجود ہے یعنی آسمان وزمین (کل علویات وسفلیات) کو پیدا کرنے کے بعد ان پر کامل قبضہ واقتدار اور مالکانہ و شہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے جیسا کہ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ سے متنبہ فرمایا ہے۔ رہا استواء علی العرش کا مبدأ اور ظاہری صورت اس کے متعلق وہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو ہم سمع و بصر وغیرہ صفات کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ اس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی جس میں صفات مخلوقین اور سمات حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ پھر کیسی ہے؟ اس کا جواب وہی ہے کہ

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم
منزل تمام گشت وبپایاں رسید عمر
ما ہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم

(فوائد القرآن از علامہ عثمانی رح ص۲۰۲)

عَرْض :- چوڑائی۔ پیش کرنا۔ مصدر و اسم مصدر
عَرَض :- ناپائدار چیز۔ سامانِ دنیا۔ جمع اَعْرَاض
عُرِضَ :- پیش کیا گیا۔ عَرْض سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

عُرْضَۃ :- نشانہ کا ہدف۔ جمع عُرَض
عَرَّضْتُمْ :- تم نے اشارہ کنایہ میں کہا۔ تَعْرِیْض سے ماضی۔ جمع مذکر حاضر۔
عَرَضْنَا :- ہم نے ظاہر کیا۔ ہم نے پیش کیا عَرْض سے ماضی جمع متکلم۔
عُرِضُوْا :- وہ ظاہر کئے گئے۔ وہ پیش کئے گئے عَرْض سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب
عَرَفَ :- اس نے پہچانا۔ عِرْفَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔
عَرَّفَ :- اس نے بھجوایا۔ مزین کیا۔ تَعْرِیْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔
عُرْف :- نیکی۔ سلوک۔ احسان۔ پے در پے آخری معنی میں حال بن کر استعمال ہوتا ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا قسم ہے لگاتار بھیجے ہوئے فرشتوں کی)
عَرَفَات :- ایک میدان کا نام جو مکہ سے تقریباً نو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ ۹ روز عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کو حاجی وہاں وقوف کرتے اور لبیک و دعا وغیرہ پڑھتے ہیں۔ وہاں ظہر و عصر کی نماز ادا کر کے مزدلفہ کو روانہ ہوتے ہیں۔ عرفات میں وقوف کرنا حج کا اہم ترین رکن ہے یہ فوت ہو جائے تو حج نہیں ہوتا۔
عَرَّفْتَ :- تو نے بھجوایا۔ تَعْرِیْف سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
عَرَفْتَ :- تو نے پہچانا۔ عِرْفَان سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
عَرَفُوْا :- انھوں نے پہچانا۔ عِرْفَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔
عَرِم :- سخت سیلاب۔ قرآن کریم میں قوم سبا کی بربادی کے واقعہ میں سَیْلَ الْعَرِمِ (زوردار سیلاب یا سخت عذاب کا سیلاب بتقدیر سیل الامر العرم) کا ذکر آیا ہے۔ اس سیلاب سے ملک یمن جو نہایت شاداب و آباد علاقہ تھا تباہ و برباد ہو گیا تھا اور قوم سبا کے بہت سے قبائل کو عرب کے دوسرے علاقوں میں پناہ گزین ہونا پڑا تھا۔

قوم سبا علم، صنعت اور تجارت میں عرب کی دیگر اقوام سے بہت بڑھی ہوئی تھی انھوں نے یمن کے پہاڑی چشموں پر جگہ جگہ مضبوط بند بنا کر ان کا پانی محفوظ کر لیا تھا اور اسکو کھیتوں اور باغوں کی سیرابی کے کام میں

لاتے تھے۔ ان بندوں میں "مارب" کا بند
سب سے زیادہ مشہور تھا۔ یہ یمن کے مرکزی
شہر مارب کے مشرق میں دو بلند پہاڑوں
کی درمیانی وادی کو جس کا عرض تقریباً
۲۰۰ میٹر تھا، ایک مضبوط دیوار سے محصور
کر کے بنایا گیا۔ دیوار میں دائیں بائیں
بہت سی کھڑکیاں تھیں اور حسب ضرورت
ان کو کھول کر نہروں کے ذریعہ ملک
کے مختلف حصوں میں پانی پہنچایا جاتا تھا
اس نظام آب رسانی سے ملک کی زراعت
کو بڑی ترقی ہوئی تھی اور سارا ملک لہلہاتے
کھیتوں اور مہکتے باغوں کی کثرت سے
نمونہ جنت بن گیا تھا۔ مسافروں کو راستہ
طے کرتے ہوئے دائیں اور بائیں حد نظر
تک سبزہ ہی سبزہ نظر آتی تھی۔ اسی کو
قرآن کریم نے "جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَ
شِمَالٍ" سے تعبیر کیا ہے۔

"یمن" اپنے محل وقوع کے لحاظ سے "ساحل
بحر احمر پر، ایک طرف ہندوستان کے
اور دوسری طرف حبش و مصر کے مقابل
واقع ہے۔ اس زمانہ میں ان دونوں ملکوں
کی پیداوار اور مصنوعات اسی کے ساحل
پر جہازوں کے ذریعہ اترتی تھیں اور پھر
وہاں سے اس مشہور شاہراہ کے ذریعہ
جو یمن کے شہروں سے گزرتی ہوئی اور
حجاز کے میدانوں کو قطع کرتی ہوئی ساحل
شام پہنچتی تھی، یورپ تک پہنچتی تھیں قرآن
کریم میں اسی شاہراہ کو "امام مبین"
کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے تجارتی قافلوں
کو یمن کی اس سرسبزی و شادابی کی وجہ
سے اپنا طویل راستہ طے کرنے میں کوئی
تکلیف نہ ہوتی تھی۔ کسانوں اور باغبانوں
نے جابجا سڑک کے دونوں طرف بستیاں
آباد کر رکھی تھیں۔ جہاں کھانے پینے کا سامان
بکثرت مل جاتا تھا۔ اور مسافر بحفاظت
قیام کر سکتے تھے۔ قرآن کریم نے اسی کا ذکر
کرتے ہوئے فرمایا ہے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ
وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا
قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا
السَّيْرَ ۔ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا
آمِنِينَ (اور ہم نے ان کے اور برکت والے
(شام کے) شہروں کے درمیان سر راہ
آبادیاں قائم کر دی تھیں اور آنے جانے
کی منزلیں مقرر کر دی تھیں کہ سفر کرو ان میں
راتوں کو اور دنوں کو امن کے ساتھ)
کچھ زمانہ تک اہل یمن یہ عیش و راحت

اور امن و فراغت کی زندگی گزارتے رہے
مگر پھر ان میں عیاشی اور عصیاں کاری بڑھی
بادشاہوں نے ظلم و ستم پر کمر باندھی اور
عوام فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے
علاوہ شاہان یمن میں مسلسل جنگ و جدال
کا سلسلہ شروع ہو گیا کبھی ایک خاندان
برسراقتدار آتا اور کبھی دوسرا۔ اس باہمی
جنگ و پیکار میں روم کی بیزنطینی سلطنت
اور ایران کی پارسی حکومت بھی دلچسپی لیتی رہی
نتیجہ یہ ہوا کہ اہل یمن ملک کے اندرونی
انتظام سے غافل ہو گئے۔ یہ بند جن پر
اس ملک کی شادابی اور آبادی کا انحصار
تھا مرور زمانہ کے ہاتھوں کمزور ہو گئے
اور ان کی مرمت نہ ہو سکی۔ آخر عذاب
خداوندی ایک عظیم الشان سیلاب کی صورت
میں نمودار ہوا۔ "سد مارب" اور دوسرے
بند ٹوٹ پھوٹ گئے۔ زمینیں غرق
آب ہو گئیں اور کھیت اور باغات
تباہ و برباد ہو گئے۔ اس پانی میں کچھ
ایسی شوریت تھی کہ اس کے بعد جھاڑ
جھنکاڑ، اور پیلو اور جھاؤ کے درختوں
کے سوا وہاں کچھ اور پیداوار نہ ہو سکی
شاہ روم نے بھی جو مصر پر قابض ہو چکا
تھا ایک زبردست تجارتی بیڑہ بنایا
جو بحر احمر کے سینہ کو چیرتا ہوا مصر اور
مشرق بعید کے ملکوں کے درمیان
اشیاء تجارت کو لاتا اور لیجاتا تھا
اس طرح ملک یمن کی تجارتی حیثیت بھی
ختم ہو گئی اور بجائے یمن کے مصر مشرقی
اور مغربی تجارت کی منڈی بن گیا۔
ملک کی اس تباہی کے بعد یمن کے بہت
سے خاندان ترک وطن کر کے، شام،
حجاز، تہامہ وغیرہ علاقوں میں بس گئے
اور اس طرح ان کا قومی شیرازہ منتشر ہو گیا
قرآن کریم نے اس کا ذکر ان الفاظ میں
کیا ہے۔

وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ
أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ

(اور انھوں نے اپنے نفسوں پر
ظلم کیا تو ہم نے انھیں کہانیاں بنا دیا
اور ہم نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے
بکھیر دیا)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کو پراگندہ
کر دینا بھی سخت عذاب الٰہی ہے جس
میں آج ہم سب گرفتار ہیں۔ اَعَاذَنَا اللہ منہ

(ماخوذ از حیات محمد باب بلاد العرب قبل الاسلام از دکتور
محمد حسین ہیکل مطبوعہ مصر)

عُرْوَةٌ:۔ قبضہ وہ چیز جس کو پکڑا جائے۔ جمع عُرًى

عُرُوش۔ چھتیں۔ واحد۔ عَرْش۔

عَرِيض:۔ وسیع۔ لمبا چوڑا عَرَاضَة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ اصل میں تو "عریض" کا استعمال اجسام میں ہوتا ہے مگر مجازاً غیر اجسام میں بھی ہو جاتا ہے مثلاً فرمایا گیا۔ ذُو دُعَاءٍ عَرِيض۔ (لمبی چوڑی دعا والا)

عِزّ:۔ بزرگی۔ عزت۔ باب ضرب سے مصدر۔ و اسم مصدر

عَزَّ:۔ وہ غالب ہوا۔ عِزّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَزَّرْتُمُ:۔ تم نے مدد کی۔ تَعْزِير سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ (دیکھو تُعَزِّرُوهُ)

عَزَّزْنَا:۔ ہم نے قوت دی۔ تَعْزِيز سے ماضی جمع متکلم۔

عَزَّرُوا:۔ انھوں نے مدد دی۔ تَعْزِير سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَزَلْتَ:۔ تو نے کنارہ پکڑا۔ عَزْل سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

عَزَمَ:۔ اس نے پختہ ارادہ کیا۔ عَزْم سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَزْم:۔ قصد۔ ارادہ کی پختگی۔

امام راغب اصفہانی کہتے ہیں اَلْعَزْمُ والعزیمۃ عقد القلب علی امضاء الامر (عزم اور عزیمت کسی کام کے کر گزرنے پر دل کے ٹھکاؤ کو کہتے ہیں)

"عزم" فضائل انسانی میں سے ایک اعلیٰ فضیلت ہے۔ دینی امور ہوں یا دنیوی کسی میں بھی اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں جو شخص اہم امور میں غور و فکر اور صلاح و مشورہ کے بعد ایک پختہ رائے قائم کر لیتا ہے اور پھر اپنے فیصلہ پر جما رہتا ہے اور اسے نافذ کر کے چھوڑتا ہے کامیابی اس کے قدم چومتی ہے اور قوم میں اسکو سربلندی حاصل ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے ڈھل مل یقین آدمی کسی کام کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا اور اس کے قول و عمل پر دوسروں کو بھی بھروسہ باقی نہیں رہتا یہ "بے عزمی" اگر کسی ایسے شخص میں ہو جو کسی قوم کا سردار یا کسی حکومت کا رئیس ہے تو اس کے اثرات تمام قوم تک ممتد ہوتے ہیں اور حکومت کے ضعف و انتشار کا سبب بنتے ہیں۔ البتہ قومی و ملی امور میں "عزم" کی کچھ شرطیں ہیں اور ان میں سب سے اہم شرط مشاورت

جن معاملات کے متعلق وحی الٰہی اور سنت
نبوی کا واضح فیصلہ موجود نہیں ہے ضروری
ہے کہ امیر قوم قوم کے اصحاب فکر و نظر
اور اہل حل و عقد سے ان کے متعلق مشورہ
کرے اور پھر مشورہ کے بعد جب ایک
بات طے ہو جائے تو ضروری ہے کہ اسے
کر گزرے اور نتیجہ کو اللہ پر چھوڑ دے
جناب رسول اکرم صلعم کو حکم دیا گیا وَشَاوِرْهُمْ
فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ
(آل عمران ۱۷) (اور اے پیغمبر صلے اللہ علیہ
وسلم معاملات میں آپ صحابہ سے مشورہ کیجئے
مشورہ کے بعد جب آپ پکا ارادہ کر لیں تو
پھر اللہ تعالی پر توکل کر کے اسے کر گزریے
یہی وجہ ہے کہ غزوہ احد میں جب جناب
رسول اکرم صلعم نے صحابہ کرام کی اکثریت کی
رائے کے مطابق اور اپنی ذاتی رائے
کے برخلاف مدینہ منورہ سے باہر نکل کر
لڑنے کا فیصلہ کر لیا اور آپ ہتھیاروں سے
آراستہ ہو کر میدان جنگ میں جانے کے
لئے تیار ہو گئے تو ان صحابہ کو جنہوں نے
خروج کی رائے دی تھی یہ خیال پیدا ہوا
کہ کہیں انھوں نے حضور کو خلاف مرضی
عمل کرنے پر مجبور تو نہیں کیا ہے اس لئے
انھوں نے اپنی رائے واپس لے لی اور عرض
کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنی رائے پر ہی
عمل فرمائیں اور مدینہ میں رہ کر ہی جنگ کریں
مگر تیاری کے اس مرحلہ پر حضور نے فیصلہ
کو بدلنے سے ان الفاظ میں صاف انکار
فرما دیا۔ ما ینبغی لنبی اذا لبس
لامتہ ان یضعھا حتی یحکم اللہ
بینہ وبین عدوہ (کسی نبی کے لئے
جائز نہیں کہ جب وہ جنگ کا فیصلہ کر لے
اور) اپنی زرہ پہن لے تو پھر اسے اتارے
تا آنکہ اللہ تعالی اس کے اور اس کے
دشمنوں کے درمیان فیصلہ کر دے) (محمد
رسول اللہ مطبوعہ مصر ص۲۲۴) اس طرح
حضور نے یہ حقیقت واضح فرما دی کہ ہر کام
کا ایک وقت ہوتا ہے۔ فیصلہ کرنے کا بھی
ایک وقت تھا۔ جب وہ گزر گیا اور عمل
کا وقت شروع ہو گیا تو اب اس میں ترمیم
و تنسیخ جائز نہیں (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے
لفظ شوریٰ)

عَزَمْتَ :۔ تو نے پختہ ارادہ کیا۔ عَزْم سے
ماضی واحد مذکر حاضر۔ دیکھو عَزْم

عَزَمُوْا :۔ انھوں نے پختہ ارادہ کیا۔ عَزْم
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عُزّٰی :- ایک بت کا نام
یہ بت قریش کے مشہور بتوں میں سے ایک ہے۔ نخلہ شامیہ کی ایک وادی میں نصب تھا۔ قریش اس پر نذریں چڑھاتے تھے، قربانیاں کرتے تھے اور عظمت کے ساتھ اس کی زیارت کو جاتے تھے۔
ابن حبیب لکھتا ہے۔
"عزّیٰ" ایک درخت تھا نخلہ میں اس کے قریب ایک بڑا پتھر تھا جو اسی نام سے موسوم ہوا، غطفان اس کی پوجا کرتے تھے۔
رسول اکرم صلعم نے جب بتوں کی پرستش کے خلاف اپنی آواز بلند کی تو ابو احیحہ سعید بن عاص بن امیہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ ابو لہب اس کی بیمار پرسی کے لئے گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔
ابو لہب نے رونے کا سبب پوچھا تو ابو احیحہ نے کہا "مجھے موت کا غم نہیں غم یہ ہے کہ میرے بعد عزّیٰ کا حامی کوئی نہ رہیگا اور اس کی پوجا ختم ہو جائے گی"۔ اس پر ابو لہب بولا "عزّیٰ کی پوجا نہ تمہاری زندگی میں تمہاری وجہ سے ہوتی تھی اور نہ تمہارے مرنے کی وجہ سے وہ بند ہوگی"۔
یہ جواب سنکر ابو احیحہ خوش ہو گیا اور بولا کہ "اب مجھے اطمینان ہو گیا کہ اپنے بعد میں اپنا خلیفہ چھوڑے جا رہا ہوں"
جب حضور نے مکہ معظمہ کو فتح کیا تو آپ نے وہاں سے حضرت خالد بن ولید کو نخلہ بھیجا۔ انھوں نے "عزّیٰ" کو توڑ پھوڑ ڈالا اور عزّیٰ کی عزت خاک میں مل گئی۔
(معجم البلدان لفظ عزیٰ وکتاب الاصنام لابن کلبی ص۲۳)

عُزَیر :- بنی اسرائیل کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کا نام نامی۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں تھے ان کا زمانہ بنی اسرائیل کی قید بابل سے رہائی کے بعد کا ہے، یعنی چھٹی صدی قبل مسیح۔
فخر الہند علامہ رحمت اللہ کیرانوی نے اظہار الحق میں سفر الملوک اور سفر الایام وغیرہ اہل کتاب کی مستند دستاویزوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "سلیمان علیہ السلام کے آخر زمانہ میں اکثر بنی اسرائیل مرتد ہو گئے تھے۔ یہودیت کو چھوڑ کر انھوں نے بت پرستی اختیار کر لی تھی۔ حضرت سلیمانؑ کے دونوں بیٹوں نے جو دو

الگ الگ حکومتیں قائم کر لی تھیں ان میں بت پرستی ہی رائج تھی۔ چار قرن تک یہودیوں میں بت پرستی ہی کا زور شور رہا۔ لیکن اس کے بعد جب یوشیا بن آمون تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے شرک سے توبہ کی اور دین موسیٰ علیہ السلام کو پھر رواج دینا چاہا۔ اس مقصد کے لئے اس نے تورات حاصل کرنی چاہی لیکن سترہ سال تک اسے تورات کا نسخہ میسر نہ آسکا۔ اٹھارویں سال ایک کاہن نے جس کا نام حلقیا تھا اس دعویٰ کے ساتھ کہ اسے تورات کا نسخہ "بیت الرب" میں مل گیا ہے اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے اس کے دعویٰ کو قبول کر لیا۔ اور اسکی حکومت کے باقی ماندہ زمانہ میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ مگر اس بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کے جانشین پھر مرتد ہو گئے۔ حتیٰ کہ تیسرے جانشین کے زمانہ میں بخت نصر نے یروشلم پر اپنا مشہور حملہ کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ تورات کا نسخہ بھی اس عام بربادی میں گاؤ خورد ہو گیا۔" ص ۲۳۵

سالہا سال کی غلامی کے بعد جب یہودی قید بابل سے چھوٹ کر آئے تو انہیں پھر حضرت موسیٰ کی شریعت یاد آئی۔ مگر ان کے پاس تورات کا کوئی نسخہ موجود نہ تھا۔ بلکہ وہ تورات کی زبان عبرانی بھی بھلا چکے تھے اس وقت حضرت عزرا نے بالہام خداوندی ان کے لئے از سر نو تورات کے صحائف لکھے۔ ان کی زبان عبرانی آمیز کلدانی تھی اور رسم الخط کلدانی (یہ نئی زبان انہوں نے اپنے فاتحین میں جذب ہو کر بابل میں سیکھی تھی۔)

جیوز انسائیکلو پیڈیا (دائرۃ المعارف الیہودیہ) مطبوعہ ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے عزرا ہی کا زمانہ یہودیوں کی قومی زندگی کی تاریخ میں بہار کا موسم ہے جس سے اسکے اجڑے دیار میں پھر سے رونق آئی۔ اگر موسیٰ (علیہ السلام) پر شریعت نازل نہوئی ہوتی تو عزرا کو یہ حق تھا کہ انہیں ناشر شریعت کہا جاتا۔ تورات بھلائی جا چکی تھی عزرا نے اسے دوبارہ زندہ کیا۔ اگر بنی اسرائیل پیہم غلط کاریوں کا شکار نہ ہو چکے ہوتے تو وہ عزرا کے ہاتھوں پر بھی وہی معجزے دیکھتے جو انہوں نے موسیٰ کے ہاتھوں پر دیکھے تھے۔ ڈاکٹر جارج پوسٹ (قاموس الکتاب المقدس) ڈکشنری آف ہولی بائبل میں

لکھتا ہے۔
عزرا۔ ایک یہودی عالم اور مشہور مصنف
ہیں ارتخششتا بادشاہ کے زمانہ حکومت
میں بابل میں رہتے تھے اس بادشاہ نے
اپنی حکومت کے ساتویں سال انھیں اجازت
دی کہ یہودیوں کو اپنے ساتھ یروشلم واپس
لیجائیں۔ یہ واقعہ ۴۵۷ ق۔م کا ہے۔
یہودیوں کے عقیدہ میں عزرا کی حیثیت
موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے۔ انھوں نے ہی
کتاب مقدس کے اسفار (صحیفوں) کو کلدانی
زبان میں منتقل کیا اور "سفر ایام" "سفر عزرا"
اور "سفر نحمیا" لکھے۔"

جان ملز اپنی کتاب مطبوعہ ڈربی کے
صفحہ ۱۱۵ میں لکھتا ہے۔ اہل علم کا اسیر
اتفاق ہے کہ تورات کا اصلی نسخہ اور اسی
طرح کتب عہد عتیق کے نسخے بخت نصر کے
حملہ میں ضائع ہو گئے تھے۔ پھر عزرا کے
ذریعہ ان کی صحیح نقول میسر آئیں۔ لیکن
پھر جب انٹیوکس شہنشاہ فرنگ نے بیت
المقدس پر حملہ کیا تو یہ نقلیں بھی ضائع ہوئیں"
تفصیل مذکورہ بالا سے یہ امر واضح ہو گیا
کہ یہودیوں کے ہاں حضرت عزرا کی حیثیت
ناجی قوم یہود اور مجدد دین موسوی کی تھی

اور وہ ان کو موسیٰ علیہ السلام کے برابر اہمیت
دیتے تھے اس لئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ
یہودیوں کے بعض گروہوں نے ان کو
"ابن اللہ" (اللہ کا بیٹا) کہا جیسا کہ قرآن
کریم میں مذکور ہے۔ اور انہی یہودیوں سے
ابنیت مسیح کا عقیدہ عیسائیوں میں منتقل
ہوا۔ چنانچہ اسکندریہ کا یہودی فلاسفر
فیلو جو حضرت مسیح علیہ السلام کا معاصر تھا
لکھتا ہے۔

"اللہ کا ایک بیٹا ہے۔ وہ اس کا کلمہ ہے
جس سے اس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا"
چنانچہ یہود مدینہ بھی اسی عقیدے کے تھے
جیسا کہ ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلعم کی خدمت میں سلام بن
مشکم، نعمان بن اوفی وغیرہ یہودی آئے
اور اپنے اسلام قبول نہ کرنے کے
عذر میں کہنے لگے: "ہم کس طرح آپ کی
پیروی کریں جب کہ آپ نے ہمارے
قبلہ کو ترک کر دیا ہے۔ اور حضرت عزیر کو
خدا کا بیٹا ماننے سے آپ کو انکار ہے؟"
(تفسیر المنار ج ۱۰ ص ۳۲۲ - ۳۲۳)
چونکہ آجکل عام طور پر یہودی اس عقیدہ
کے قائل نہیں اس لئے بعض حلقوں میں

قرآن کریم کے اس دعویٰ کی (کہ یہودیوں
نے عزیر کو ابن اللہ کہا) تردید کی جاتی
ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل سے اس تردید کی
تغلیط ہو جاتی ہے۔

عَزِیْز:- عزت والا۔ سخت۔
عِزَّۃ انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں
جو اسے کسی سے مغلوب نہ ہونے دے۔
یہ ارض عَزاز سے ماخوذ ہے جس کے معنی
ہیں سخت زمین کے۔ لہذا عزیز اس ذات
کو کہا جائے گا جو سب پر غالب اور قابو
یافتہ ہو اور کسی سے مغلوب نہ ہو سکے ہمی
معنی میں خداوند تعالے پر اس کا اطلاق
کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا اِنَّهٗ هُوَ
الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔
عزیز کے معنی اپنے اصل مادہ کے اعتبار
سے سخت اور گراں کے بھی آتے ہیں چنانچہ
فرمایا گیا عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ (نبی
پر وہ بات سخت گراں ہے جو تمہیں مشقت
میں ڈالے)
قرآن کریم میں اِمْرَاَةُ الْعَزِیْزِ
سے وہ عورت مراد لی گئی ہے جو اس مصری
سردار کی بیوی تھی جس نے حضرت یوسف
علیہ السلام کو قافلہ والوں سے خرید ا تھا
اس سردار کا نام قرآن کریم میں ذکر نہیں
بلکہ صرف اس کا لقب عزیز ذکر کیا گیا ہے
یہ وہی لقب ہے جس سے بعد میں مصر کے
مدار المہام (وزیر اعظم) بن کر حضرت یوسف
ملقب ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
"عزیز" اس زمانہ کی مصری حکومت کے
وزیر اعظم کو کہا جاتا تھا۔
بائبل کی "سفر التکوین" میں ہے کہ "عزیز"
پولیس کا افسر اعلیٰ فوج کا سپہ سالار اور قید
خانوں کا نگراں تھا اس کا نام "فوطیفار"
تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عزیز
سے متعلق ملک کے نظم و نسق کے اہم ترین
محکمے تھے اور وہ حکومت کا سب سے بڑا عہدہ
دار تھا (تفسیر المنار ج ۲ و مفردات)

عِزِیْنَ:- گروہ در گروہ۔ جماعت در جماعت
عِزَۃ کی جمع بحالت نصبی۔

عَسٰی:- امید ہے۔ قریب ہے۔ شاید فعل
مقاربہ واحد مذکر غائب

عُسْر:- تنگی سختی مشکل۔ باب کَرُمَ سے
مصدر۔

عَسِیْر:- سخت۔ شدید عُسْر سے صفت
مشبہ واحد مذکر۔

عُسْرٰی:- نہایت دشوار۔ سخت۔ دشواری

دشمنی۔

پہلے معنی میں عُسْرٰی سے اسم تفضیل واحد مؤنث ہے اور دوسرے معنے میں اسم مصدر ہے آیت کریمہ۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى میں پہلے معنی کے اعتبار سے اس کا موصوف "اَلْعَاقِبَةَ" یا "اَلطَّرِيْقَةَ" محذوف ہے یعنی جس شخص نے اللہ کی راہ میں اس کے حکم کے مطابق مال خرچ کرنے سے بخل کیا اور خداوند تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہو کر ملت اسلام کی اچھی اور سچی باتوں کو جھٹلایا تو ایسے بدبخت کے لئے ہم ایسے اسباب مہیا کر دیں گے جو اس کی بدانجامی کا باعث ہوں گے اور وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ یعنی اسے توفیق خیر حاصل نہ ہو گی کیونکہ وہ اس کا طالب ہی نہیں ہے اور توفیق خیر اسے ہی حاصل ہوتی ہے جو اس کا طالب ہو۔

اور بصورت ثانی یہ مطلب ہے کہ ایسے شخص کو ہم شر۔ برائی اور کفر و شرک کی دلدل میں ہی پھنسا رہنے دیں گے کہ وہ اپنے لئے جسقدر سختیاں اور دشواریاں فراہم کرسکتا ہے۔ کرلے اس میں ہمارا کیا نقصان۔ جب وہ اپنا بھلا نہیں چاہتا تو ہمیں بھی اس کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ (ملخص از تفسیر کبیر و کشاف و التبیان فی اقسام القرآن لابن قیم)

(ش ۱)

عُسْرَةٌ :- دشواری۔ مفلسی۔

عَسْعَسَ :- رات آئی۔ رات گئی۔ عَسْعَسَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَسْعَسَة۔ اور عَسَاس اصل میں ہلکے اندھیرے کو کہتے ہیں جیسا کہ رات کے ابتدائی اور آخری حصہ میں ہوتا ہے (مفردات)

عٓسٓقٓ :- حروف مقطعات ہیں جنکی مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

عَسَل :- شہد۔

عَسَيْتُمْ :- تم قریب ہوئے۔ فعل مقاربہ ماضی جمع مذکر حاضر

عَسِيْرٌ :- مشکل۔ دشوار سخت۔ عُسْرٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

عِشَاء :- نماز عشاء۔

عِشَار :- عُشَرَاء کی جمع ہے۔ عُشَرَاء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے حمل پر دس ماہ گذر جائیں۔ چونکہ اہل عرب کی دولت کا تنہا خزانہ اونٹ ہیں خصوصاً "عشار" اونٹنیاں تو اہل عرب کے نزدیک نہایت نفیس و عزیز دولت ہے جس کی نگہداشت

سے کسی حال میں غفلت اختیار نہیں کی جا سکتی
اور وہ وقت یقیناً کوئی بڑا ہی سخت ہوگا
جبکہ "عشار" جیسی نفیس و عزیز چیز کی
بھی پروانہ ہے۔ اس لئے قرآن کریم
میں قیامت کی ہولناکیوں کا مرقع کھینچتے
ہوئے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (اور
جب "یعنی بروز قیامت" دس ماہ کی حاملہ
اونٹنیوں سے بھی لوگ خوف و دہشت
اور شدت ہول کی وجہ سے غافل ہو جائیں
گے) فرمایا گیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں بعض مفسرین نے
عشار بمعنی سحاب "بدلیاں" بھی
بیان کیا ہے۔ اس صورت میں مطلب
یہ ہے کہ عالم کا تمام نظام درہم برہم ہو جائے
گا چنانچہ بادلوں کو بھی بارش برسانے
سے معطل کر دیا جائے گا۔

(از افادات امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ش ا)

عَشْرٌ :۔ دس (مؤنث)

عَشَرَةٌ :۔ دس (مذکر)

عِشْرُوْنَ :۔ بیس (بحالت رفعی)

عَشِیٌّ :۔ شام کا وقت ۔ رات

عَشِیَّةٌ :۔ ایک شام ۔ ایک رات

عَشِیْرٌ :۔ رفیق ۔ دوست ۔

عَشِیْرَةٌ :۔ قبیلہ ۔ گھرانا ۔ خاندان ۔ جمع
عَشَائِرُ۔

عَصًا :۔ لاٹھی ۔ جمع عِصِیٌّ

عُصْبَةٌ :۔ جماعت ۔ قوت کے لوگ عَصَبٌ
سے ماخوذ ہے جس کے معنی "باندھنا"
ہیں۔ اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے
جو قول و عمل میں متحد اور ایک دوسرے
کے مددگار ہوں۔

عَصٰی :۔ اس نے نافرمانی کی ۔ عصیان
سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

عَصْرٌ :۔ زمانہ ۔ جمع اَعْصُرٌ عُصُوْرٌ
مفسرین کرام اس سلسلہ میں مختلف
ہیں کہ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَفِیْ خُسْرٍ (قسم ہے "عصر" کی بے شک
انسان ٹوٹے میں ہے) میں عصر سے کیا مراد
ہے۔ محققین نے یہاں زمانہ کے معنی کو ترجیح
دی ہے۔ کیونکہ مُقْسَمٌ بِہٖ (جس چیز کی قسم کھائی
جائے) مُقْسَمٌ عَلَیْہِ (جس چیز پر قسم کھائی جائے)
کے لئے بمنزلہ شاہد و دلیل ہوتا ہے جسے
متکلم اپنے دعوی کی پختگی و تاکید کے لئے
لاتا ہے۔ اس آیت میں مقسم علیہ عام
انسانوں کا ٹوٹے میں ہونا اور صرف
ان لوگوں کا ٹوٹے اور نقصان سے

محفوظ رہتا ہے جو ایمان وعمل صالح کی
گرانبہا دولت سے مالا مال ہیں اور جو
صرف اپنے فائدہ اور نجات پر قانع نہیں
ہوتے بلکہ دوسروں کو بھی اس بھلائی
کا راستہ دکھاتے ہیں جو خود انھیں حاصل
ہے۔ ظاہر ہے کہ ابتدائے آفرینش سے
لیکر آج تک زمانہ اپنے مختلف تغیرات
وانقلابات سے اس دعویٰ کی پوری پوری
شہادت دیتا ہے۔ مذکورہ بالا صفات
جس جماعت میں ہوں اس کی اخروی کامیابی
تو یقینی ہے ہی لیکن تاریخ گواہ ہے اور دنیا
شاہد ہے کہ دنیا میں بھی کامرانی وفیروز
مندی انجام کار انہی نیک لوگوں کو حاصل
ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔
حضرت ہود۔ حضرت صالح۔ حضرت موسیٰ
حضرت عیسیٰ اور جناب رسالتمآب علیہ
وعلیہم الصلاۃ والسلام کی زندگیاں اس
آیت کی تفسیر ہیں۔ اور آج بھی اگر ایسی
جماعت پیدا ہو جائے جو اجتماعی طور
پر ایمان وعمل صالح اور تبلیغ دین حق
کی صفات سے آراستہ ہو تو یقیناً وہ کامیاب
وفیروز مند ہوگی۔ (ش ۱)

عُصف :- بھوسا۔

عِصَم :- ناموس۔ عصمتیں۔ واحد
عِصْمَۃ۔

عَصَوْا :- انھوں نے نافرمانی کی۔ عِصْیان
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عِصِی :- لاٹھیاں۔ واحد عَصًا۔

عَصِی :- نافرمان۔ گنہگار۔ عصیان سے
صفت مشبہ واحد مذکر۔

عِصْیان :- نافرمانی۔ گنہگاری۔ باب
ضَرَبَ سے مصدر۔ یہ ماخوذ ہے عَصًا
(لاٹھی) سے جس طرح ہندوستان کے
دیہات میں لٹھ لیکر سامنے آنا سرکشی
اور نافرمانی سے کنایہ ہے ٹھیک یہی
مفہوم عربی لغت میں لفظ "عِصْیان"
کا ہے۔ پھر چونکہ اس کا اطلاق مطلق
ارتکاب گناہ پر ہوتا ہے اس لئے یہ
صغائر وکبائر اور کفر وشرک سب کو
عام ہے۔ پس کفر وشرک کی تمام انواع
"معصیت" ہیں لیکن ہر معصیت کفر نہیں
ہوتی اور فسق بھی کفر سے عام ہے مگر عصیان
سے اخص ہے کیونکہ فسق کا اطلاق ارتکاب
کبائر پر ہوتا ہے۔ پس ہر کافر فاسق بھی
ہے اور عاصی بھی اور ہر فاسق عاصی
ہے مگر ضروری نہیں کہ کافر بھی ہو اور ہر

عاصی فاسق یا کافر نہیں ہوتا۔ یہی مذہب
ہے تمام علمائے اہل سنت کا۔ (ش ا)
عَصِیْب :۔ سخت کٹھن۔ عَصْب سے
فعیل بمعنے مفعول۔
عَصَیْتَ :۔ تو نے نافرمانی کی۔ عِصْیان
سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
عَصَیْتُم :۔ تم نے نافرمانی کی۔ عِصْیان
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
عَصَیْنَا :۔ ہم نے گناہ کیا۔ عِصْیان سے
ماضی جمع متکلم۔
عَضُد :۔ بازو۔ قوت۔ جمع اَعْضاد
(پہلے معنی میں حقیقت اور دوسرے
میں مجاز ہے)
عَضُّوا :۔ انھوں نے دانتوں سے کاٹا
عَضٌّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ عَضُّ الْاَنَامِل
وَالْیَد کنایہ ہے شدت افسوس، ندامت
اور حسرت سے)
عِضِیْن :۔ پارہ پارہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔
واحد۔ عِضَۃ۔
عَطَاء :۔ بخشش۔ جود وسخا۔ اِعْطاء
سے اسم مصدر جمع اَعْطِیَۃ۔
عِطْف :۔ پہلو۔ جمع اَعْطاف
عُطِّلَت :۔ اس سے غفلت اختیار کی گئی۔
تعطیل سے ماضی مجہول واحد مؤنث
غائب۔
عِظْ :۔ تو نصیحت کر۔ وَعْظ سے امر واحد
مذکر حاضر۔
عِظَام :۔ ہڈیاں۔ واحد۔ عَظْم
عَظْم :۔ ہڈی۔ جمع عِظَام۔
عِظُوْا :۔ تم نصیحت کرو۔ وَعْظ سے امر
جمع مذکر حاضر
عَظِیْم :۔ باعظمت۔ بڑے مرتبہ والا۔
خداوند تعالیٰ کا اسم صفت۔ عَظْمَۃ
سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع عُظَمَاء
عَفَا :۔ اس نے معاف کیا۔ اس نے تخفیف
کی (بصلہ عَنْ) عَفْو سے۔ ماضی واحد
مذکر غائب۔
عِفْرِیْت :۔ قوی۔ خبیث۔ شیطان۔ جمع
عَفَارِیْت۔
عَفْو :۔ آسان وسہل چیز۔ ضروریات سے
زائد مال۔ گناہ معاف کرنا (بصلہ عن)
باب نَصَرَ سے مصدر۔
عَفُوٌّ :۔ بہت معاف کرنے والا۔ خدا
وند تعالیٰ کا اسم صفت۔ عَفْو سے مبالغہ
واحد۔
عَفَوْا :۔ وہ بڑھ گئے (بلا صلہ) انھوں نے

معاف کیا (بصلہ عن) عفو سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَفَوْنَا :۔ ہم نے معاف کیا۔ عفو سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عُفِیَ :۔ معاف کیا گیا۔ عفو سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

عِقَاب :۔ سزا۔ عذاب۔ باب مُفَاعَلَہ سے مصدر۔

عَقِب :۔ ایڑی۔ اولاد۔ نسل۔ جمع اَعْقَاب

عُقُب :۔ انجام۔ ثواب۔

عُقْبیٰ :۔ آخرت۔ قیامت۔ ثواب عُقُوب بمعنے بعد میں آنا سے اسم تفضیل واحد مؤنث

عَقَبَۃ :۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ جمع عَقَبَات

عَقِبَیْ :۔ دو ایڑیاں۔ عَقِب کا تثنیہ بحالت جری۔ نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا

عُقَد :۔ گرہیں۔ واحد عُقْدَۃ

عَقْد :۔ گرہ باندھنا۔ بیع یا نکاح منعقد کرنا باب نَصَرَ سے مصدر۔

عُقْدَۃ :۔ گرہ۔ معاملہ۔ جمع عُقَد

عَقَدَتْ :۔ اس نے باندھا۔ عقد سے ماضی واحد مؤنث غائب

عَقَّدْتُمُ الْاَیْمَانَ :۔ تم نے قسموں کو مضبوط باندھا تم نے قسمیں منعقد کیں۔ تعقید سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تعقید کے اصل معنے "مضبوط گرہ باندھنا" ہیں اس سے مراد قصداً قسم کھانا ہے۔ ایسی قسم جو جان بوجھ کر کھائی گئی ہو اور آئندہ کے متعلق ہو جیسے خدا کی قسم میں کل فلاں کام ضرور کردوں گا، تو اس قسم کو یمینِ منعقدہ کہتے ہیں۔ اور اس کے توڑنے سے گناہ لازم آتا ہے یعنی دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا اور اگر ان تینوں میں سے کسی پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھنا۔

واضح رہے کہ یمین غموس (یعنی وہ قسم جو جان بوجھ کر گذشتہ زمانہ کے متعلق جھوٹی کھائی جائے) پر امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کفارہ نہیں بلکہ یہ ایک سخت اور بڑا گناہ ہے جو صرف توبہ سے معاف ہوتا ہے۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یمین غموس پر بھی کفارہ کے قائل ہیں۔ کیونکہ وہ بھی قصداً منعقد کی جاتی ہے اور آیت کے الفاظ اس کو شامل ہیں۔ تفصیل کے لئے کتب فقہ ملاحظہ ہوں)

(ش ا)

عَقَرَ:۔ اس نے کوچیں کاٹیں۔ اونٹنی کے پاؤں کاٹے۔ عَقْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَقَرُوا:۔ انہوں نے کوچیں کاٹیں۔ پاؤں کاٹ ڈالے۔ عَقْر سے ماضی جمع مذکر غائب

عَقَلُوا:۔ انہوں نے سمجھا۔ عَقْل سے ماضی جمع مذکر غائب (دیکھو تَعْقِلُونَ)

عُقُود:۔ اقرار۔ عہد و پیمان۔ واحد عَقْد

عَقِيم:۔ بانجھ۔ بے اثر۔ نامراد۔ عُقْم سے مشتق ہے جس کا اطلاق اس خشکی پر ہوتا ہے جو کسی اثر کو قبول نہ کرنے دے۔ اسی سے دَاءٌ عُقَام۔ اس مرض کو کہتے ہیں جو صحت کو قبول نہ کرے۔ چنانچہ اِمْرَاَۃ عَقِیم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا رحم نطفہ قبول نہ کرے اور رِیحٌ عَقِیم اس ہوا کو جو بادلوں کو سیراب نہ کرے اور یَوْمٌ عَقِیم اس دن کو جو خوشی نہ بخشے (یہ دن کافروں کے لئے قیامت کا دن ہوگا) قرآن کریم میں یہ تینوں استعمالات آئے ہیں

عَلیٰ:۔ او پر۔ پر (حروف جار ہے)

عُلیٰ:۔ بلندیاں۔ عُلُوّ سے اسم تفضیل جمع مؤنث واحد عُلْیَا (مگر اس کا استعمال اسم مصدر کے معنی میں بھی ہوتا ہے)

عَلَا:۔ اس نے سرکشی کی۔ وہ بلند ہوا۔ عُلُوّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَلَّام:۔ بہت جاننے والا۔ عِلْم سے صیغہ مبالغہ واحد۔

عَلَامَات:۔ نشانیاں۔ واحد عَلَامَۃ

عَلَانِیَۃ:۔ کھلا ہوا۔ ظاہر۔ آشکار ہونا ظاہر ہونا۔ مصدر از نصر و ضرب۔ اس کا استعمال اکثر اعراض میں ہوتا ہے اعیان میں نہیں (مفردات)

عَلَق:۔ جمے ہوئے خون کا ٹکڑا۔ جونک (اسم جنس ہے)

عَلَقَۃ:۔ جمے ہوئے خون کا ایک ٹکڑا۔ ایک جونک۔

عِلْم:۔ جاننا۔ بوجھنا۔
متکلمین اسلام (ماتریدیہ) کی رائے یہ ہے کہ عِلْم ایک صفت ہے جو دل میں ودیعت کی گئی ہے۔ جب ضروری شرطیں پائی جائیں تو یہ انجلاء و انکشاف کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ اس کی مثال قوۃ باصرہ کی سی ہے جو آنکھ میں رکھی گئی ہے۔
فلاسفہ کا خیال ہے کہ علم "حصول صورۃ" یا صورۃ حاصلہ کو کہتے ہیں۔
متکلمین کی رائے کے مطابق علم موجود اور

معاف کیا (بصلۂ عَن) عَفْو سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَفَوْنَا :۔ ہم نے معاف کیا۔ عَفْو سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عُفِیَ :۔ معاف کیا گیا۔ عَفْو سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

عِقَاب :۔ سزا۔ عذاب۔ باب مُفَاعَلَہ سے مصدر۔

عَقِب :۔ ایڑی۔ اولاد۔ نسل۔ جمع اَعْقَاب

عُقُب :۔ انجام۔ ثواب۔

عُقْبٰی :۔ آخرت۔ قیامت۔ ثواب عُقُوْب بمعنے بعد میں آنا سے اسم تفضیل واحد مؤنث

عَقَبَۃ :۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ جمع عَقَبَات

عَقِبَیْ :۔ دو ایڑیاں۔ عَقِب کا تثنیہ بحالت جری۔ نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا

عُقَد :۔ گرہیں۔ واحد عُقْدَۃ

عَقْد :۔ گرہ باندھنا۔ بیع یا نکاح منعقد کرنا باب نَصَرَ سے مصدر۔

عُقْدَۃ :۔ گرہ۔ معاملہ۔ جمع عُقَد

عَقَدَتْ :۔ اس نے باندھا۔ عَقْد سے ماضی واحد مؤنث غائب

عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ :۔ تم نے قسموں کو مضبوط باندھا۔ تم نے قسمیں منعقد کیں۔ تَعْقِیْد سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَعْقِیْد کے اصل معنے "مضبوط گرہ باندھنا" ہیں اس سے مراد قصداً قسم کھانا ہے۔ ایسی قسم جو جان بوجھ کر کھائی گئی ہو اور آیندہ کے متعلق ہو جیسے خدا کی قسم میں کل فلاں کام ضرور کروں گا، تو اس قسم کو یمینِ منعقدہ کہتے ہیں۔ اور اس کے توڑنے سے گناہ لازم آتا ہے یعنی دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا اور اگران تینوں میں سے کسی پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھنا۔

واضح رہے کہ یمین غموس (یعنی وہ قسم جو جان بوجھ کر گذشتہ زمانہ کے متعلق جھوٹی کھائی جائے) پر امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کفارہ نہیں بلکہ یہ ایک سخت اور بڑا گناہ ہے جو صرف توبہ سے معاف ہوتا ہے۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یمین غموس پر بھی کفارہ کے قائل ہیں۔ کیونکہ وہ بھی قصداً منعقد کی جاتی ہے اور آیت کے الفاظ اس کو متناول ہیں۔ تفصیل کے لئے کتب فقہ ملاحظہ ہوں)

(ش ا)

عَقَرَ :- اس نے کوچیں کاٹیں۔ اونٹنی کے پاؤں کاٹے۔ عَقْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَقَرُوْا :- انھوں نے کوچیں کاٹیں۔ پاؤں کاٹ ڈالے۔ عَقْر سے ماضی جمع مذکر غائب

عَقَلُوْا :- انھوں نے سمجھا۔ عَقْل سے ماضی جمع مذکر غائب (دیکھو تَعْقِلُوْن)

عُقُوْد :- اقرار۔ عہد و پیمان۔ واحد عَقْد

عَقِیْم :- بانجھ۔ بے اثر۔ نامراد۔ عُقْم سے مشتق ہے جس کا اطلاق اس خشکی پر ہوتا ہے جو کسی اثر کو قبول نہ کرنے دے۔ اسی سے دَاءٌ عُقَام، اس مرض کو کہتے ہیں جو صحت کو قبول نہ کرے۔ چنانچہ اِمْرَأَۃ عَقِیْم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا رحم نطفہ قبول نہ کرے اور رِیْحٌ عَقِیْم اس ہوا کو جو بادلوں کو سیراب نہ کرے اور یَوْمٌ عَقِیْم اس دن کو جو خوشی نہ بخشے (یہ دن کافروں کے لئے قیامت کا دن ہوگا) قرآن کریم میں یہ تینوں استعمالات آئے ہیں

عَلٰی :- اوپر۔ پر (حرف جار ہے)

عُلٰی :- بلندیاں عُلُوّ سے اسم تفضیل جمع مؤنث واحد عُلْیَا (مگر اس کا استعمال اسم مصدر کے معنی میں بھی ہوتا ہے)

عَلَا :- اس نے سرکشی کی۔ وہ بلند ہوا۔ عُلُوّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَلَّام :- بہت جاننے والا۔ عِلْم سے صیغہ مبالغہ واحد۔

عَلَامَات :- نشانیاں۔ واحد عَلَامَۃ

عَلَانِیَۃ :- کھلا ہوا۔ ظاہر۔ آشکارا ہونا ظاہر ہونا۔ مصدر از نصر و ضرب۔ اس کا استعمال اکثر اعراض میں ہوتا ہے اعیان میں نہیں (مفردات)

عَلَق :- جمے ہوئے خون کا ٹکڑا۔ جونک (اسم جنس ہے)

عَلَقَۃ :- جمے ہوئے خون کا ایک ٹکڑا۔ ایک جونک۔

عِلْم :- جاننا۔ بوجھنا۔

متکلمین اسلام (ماتریدیہ) کی رائے یہ ہے کہ عِلْم ایک صفت ہے جو دل میں ودیعت کی گئی ہے۔ جب ضروری شرطیں پائی جائیں تو یہ انجلاء و انکشاف کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ اس کی مثال قوۃ باصرہ کی سی ہے جو آنکھ میں رکھی گئی ہے۔

فلاسفہ کا خیال ہے کہ علم "حصول صورۃ" یا صورۃ حاصلہ کو کہتے ہیں۔

متکلمین کی رائے کے مطابق علم موجود اور

معدوم دونوں کے ساتھ متعلق ہو سکتا ہے بخلاف فلاسفہ کے کہ ان کے خیال میں بغیر حصول صورۃ کے چونکہ علم کا حصول نہیں ہو سکتا اس لئے معدوم کا علم ممکن نہیں مگر ان کا یہ خیال باطل ہے۔

علم کی اچھائی یا برائی معلوم (جس چیز کو جانا جائے) کی اچھائی یا برائی پر موقوف ہے چنانچہ اخلاقیات کا علم پسندیدہ سمجھا جائے گا اور قمار (جوئے بازی) کا برا۔ وہی علم "کمال" سمجھا جائے گا جو اس عمل کی طرف رہنمائی کرے جو رضائے خداوندی کے حصول کا سبب ہے۔ ورنہ وہ کمال نہیں وبال ہے۔

چنانچہ فرمایا گیا ہے۔

العلم بلا عمل وبال۔ آدم علیہ السلام کو جو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہوئی وہ محض علم ہی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ علم کے ساتھ عمل کے اشتراک کی وجہ سے تھی۔ اور وہ ان کا جذبہ بندگی، اظہار عبودیت اور تضرع و انکسار تھا جس کا اظہار انھوں نے کمال ادب کے ساتھ اس وقت کیا جب ان سے پوچھا گیا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ (کیا ہم نے تم کو اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا) اگرچہ وہ وہ جواب بھی دے سکتے تھے جو انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مناظرہ کے وقت دیا اور انھیں قائل کیا۔ بہر حال آدم علیہ السلام کا وہ علم جس کے ساتھ عمل شامل تھا ملائکہ پر ان کی فضیلت اور استحقاق خلافت کا سبب بنا۔ وہ علم جو عمل خیر کا وسیلہ بنے اس کی بڑی فضیلت ہے۔ قرآن کریم اور احادیث میں بکثرت اس کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ امام مالک اور امام اعظم رحمہا اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ علم میں مشغول ہونا نوافل میں مصروف ہونے سے بہتر ہے۔ امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں ایک میں علم کو افضل قرار دیا گیا ہے اور دوسری میں جہاد کو جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے منہاج السنۃ میں نقل کیا ہے۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری از علامہ استاذ محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ) ملخصاً، تالیف الکتاب العلم

عَلِمَ :۔ اس نے جانا۔ عِلْمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَلَّمَ :۔ اس نے سکھلایا۔ اس نے تعلیم دی تَعْلِیمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عُلَمَاءُ :۔ جاننے والے۔ واحد عَالِمٌ

(دیکھو عَلِمَ)

عَلِمَتْ :- اس نے جانا - عِلمٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب -

عَلِمْتَ :- تو نے جانا - عِلمٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر -

عَلَّمْتَ :- تو نے سکھلایا - تَعْلِیمٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر -

عَلَّمْتُ :- میں نے سکھایا - تَعْلِیمٌ سے ماضی واحد متکلم -

عَلِمْتُمْ :- تم نے جانا - عِلمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر -

عَلَّمْتُمْ :- تم نے سکھایا - تَعْلِیمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر -

عُلِّمْتُمْ :- تم کو سکھایا گیا - تَعْلِیمٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر -

عَلِمْنَا :- ہم نے جانا - عِلمٌ سے ماضی جمع متکلم

عَلَّمْنَا :- ہم نے سکھایا - تَعْلِیمٌ سے ماضی جمع متکلم -

عُلِّمْنَا :- ہمیں سکھایا گیا - تَعْلِیمٌ سے ماضی مجہول جمع متکلم -

عَلِمُوا :- انھوں نے جانا - عِلمٌ سے ماضی جمع مذکر غائب -

عُلُوٌّ :- چڑھنا - بلند ہونا - سرکش ہونا - باب نَصَرَ سے مصدر -

عَلَوْا :- وہ غالب ہوئے - انھوں نے سرکشی کی - عُلُوٌّ سے ماضی جمع مذکر غائب

عَلِیٌّ :- اللہ تعالیٰ کا اسم صفت بمعنے بلند و برتر عُلُوٌّ سے صفت مشبہ واحد مذکر -

عُلْیَا :- بہت اوپر - اونچی جگہ - بلندی عُلُوٌّ سے اسم تفضیل واحد مونث -

عَلِیْمٌ :- بہت جاننے والا - خداوند تعالیٰ کا اسم صفت - عِلمٌ سے مبالغہ واحد -

عِلِّیُّوْنَ - عِلِّیِّیْنَ :- عِلِّیٌّ کی جمع - اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت جری و نصبی - یہ جنت کے اعلیٰ ترین درجہ کا نام ہے جیسا کہ جہنم کے نچلے طبقے کا - سِجِّیْن -

حافظ ابن کثیرؒ نے ابن عباس رضؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کعب احبار سے پوچھا کہ سِجِّیْن کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ زمین کا ساتواں (سب سے نچلا) طبقہ ہے جس میں کفار کی روحیں رہتی ہیں - پھر عِلِّیِّیْن کے متعلق پوچھا کہ وہ کیا ہے، تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ آسمان کا ساتواں (سب سے بلند) طبقہ ہے جس میں مومنین کی روحیں رہتی ہیں - اس کے بعد لکھا ہے کہ ظاہر ہے عِلِّیِّیْن عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے

جس کے معنی بلندی کے ہیں اور قاعدہ ہے کہ جو چیز جتنی بلند ہوتی ہے اتنی ہی وسیع بھی ہوتی ہے (اور سِجّین سجن سے ماخوذ ہے جس کے معنی تنگی کے ہیں اور جو چیز جتنی نیچی ہوتی ہے اتنی ہی تنگ ہوتی ہے) حافظ صاحب کتُبُ مَرْقُوْمٌ کو عِلِّیِّیْن اور سِجِّیْن کا بیان نہیں مانتے جنہوں نے مانا ہے وہ کہتے ہیں کہ علیین اور سجین میں جنتیوں اور دوزخیوں کے اعمال کے دفاتر بھی ہوں گے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب نے لکھا ہے یعنی ان کے نام وہاں داخل ہوتے ہیں مرکر وہیں پہنچیں گے" (موضح)

مگر امام راغب کی رائے سب سے علیحدہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عِلّیین سے اہل جنت مراد ہیں جو سربلند و سرفراز ہوں گے کیونکہ "ون" اور "ین" سے ذوی العقول ہی کی جمع آتی ہے۔ اس طرح اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ عِلِّیِّیْن کے معنی یہ ہوں گے کہ "نیک لوگ اہل جنت کے زمرہ میں شامل ہوں گے

(تفسیر ابن کثیر ۳۸۹ ج ۴ و مفردات)

عَلَیْهِمْ :- ان پر۔ عَلٰی حرف جار با ضمیر مجرور جمع مذکر غائب۔

عَمَّ :- کس چیز کے متعلق : کس وجہ سے ؟

یہ لفظ اصل میں عَنْ مَّا "تھا۔ نون کا میم میں ادغام ہوا اور "ما" کے آخر سے کثرت استعمال اور حرف جار کے داخل ہونے کی وجہ سے الف گر گیا۔

عَمّ :- چچا۔ جمع اَعْمَامٌ

عَمًی :- اندھا پن۔ گمراہی۔ اندھا ہونا۔ گمراہ ہونا۔ باب سمع سے مصدر۔ اس کا استعمال بصر (آنکھ کی روشنی) کے نہ ہونے پر بھی اور بصیرت (دل کی روشنی) کے نہ ہونے پر بھی ہوتا ہے۔ مگر پہلی صورت میں صفت کا صیغہ اَعْمٰی آتا ہے اور دوسری صورت میں اَعْمٰی بھی اور عَمٍ بھی

(مفردات)

عَمَّاتٌ :- پھوپھیاں۔ واحد عَمَّۃٌ

عِمَادٌ :- بلند عمارات۔ واحد عِمَادَۃٌ کھمبا ستون۔ جمع عَمَدٌ (دیکھو لفظ عاد)

عِمَارَۃٌ :- آبادی۔ آباد کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

عَمَدٌ :- کھمبے۔ ستون۔ واحد "عِمَادٌ"

عُمُرٌ :- زندگی۔ جینا۔

عَمْرٌ :- زندگی۔ عمر (مگر یہ بالفتح قسم کے ساتھ خاص ہے۔)

عِمْرَانُ :- حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام

کے باپ کا نام۔ حضرت مریم کے باپ کا نام

عُمْرَۃٌ :۔ اس کے لغوی معنی "آباد جگہ کا قصد کرنا۔ اور زیارت کرنا" ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں میقات سے احرام باندھ کر خانہ کعبہ کا طواف کرنا اور اس کے بعد صفا و مروہ پر سعی کرنا "عمرہ ہے۔ حج کی ادائیگی کے لئے تو مخصوص دن مقرر ہیں لیکن عمرہ کے لئے کوئی مخصوص وقت نہیں۔ ایام حج کے علاوہ سال بھر میں جب جی چاہے عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ نیز حج کی طرح عمرہ میں میدانِ عرفات کا وقوف۔ رمی جمار۔ قربانی۔ رات کو مزدلفہ میں ٹھیرنا وغیرہ وغیرہ بھی نہیں ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حج کی طرح عمرہ بھی فرض ہے ان ہی شرائط کے ساتھ جو وجوب حج کی شرائط ہیں۔ اور امام مالک و امام اعظم رحمہما اللہ کے نزدیک عمرہ صرف سنت ہے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ۔ جابرؓ اور ابراھیم نخعی کا بھی یہی مذہب ہے (کذا فی الخازن)

عَمَرُوْا :۔ انھوں نے بسایا۔ عِمَارَۃٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَمَلٌ :۔ کام۔ جمع اَعْمَالٌ۔

عَمِلَ :۔ اس نے کام کیا عَمَلٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَمِلَتْ :۔ اس نے کام کیا۔ عَمَلٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

عَمِلْتُمْ :۔ تم نے کام کیا۔ عَمَلٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَمِلُوْا :۔ انھوں نے کام کیا عَمَلٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَمُوْا :۔ وہ اندھے ہو گئے عَمًى سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَمُوْنَ :۔ دل کے اندھے عَمًى سے صفت مشبہ جمع مذکر۔ واحد عَمِی

عُمْیٌ :۔ اندھے۔ واحد۔ اَعْمٰی

عَمِیَ :۔ وہ دل کا اندھا ہوا۔ عَمًى سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عُمْیَانٌ :۔ اندھے۔ واحد اَعْمٰی۔

عَمِیَتْ :۔ وہ اندھی ہوئی۔ وہ پوشیدہ ہوئی۔ عَمًى سے ماضی واحد مؤنث غائب

عُمِّیَتْ :۔ وہ چھپالی گئی۔ تَعْمِیَۃٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

عَمِیْقٌ :۔ گہرا دور۔ عَمَاقَۃٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

عَمِیْنَ :۔ دل کے اندھے عَمًى سے صفت مشبہ جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد عَمِی

عَنْ :۔ (حرف جار)

عِنَبٌ :۔ انگور۔ جمع۔ اَعْنَاب

عَنَتٌ :۔ مشقت۔ تباہی۔ بربادی۔ مجازاً زنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

عَنَتْ :۔ اس نے عاجزی کی۔ عُنُوٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

عَنِتُّمْ :۔ تم مشکل میں پڑے عَنَتٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عِنْدَ :۔ نزدیک۔ پاس۔ (اسم ظرف)

عُنُق :۔ گردن۔ جمع۔ اَعْنَاق

عَنْکَبُوْت :۔ مکڑی۔ جمع عَنَاکِبُ

عَنِیْد :۔ دشمن۔ ضد کرنے والا۔ ناحق لڑنے والا۔ جان بوجھ کر حق بات کی مخالفت کرنے والا۔ عُنُوْدٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

عَوَان :۔ میانہ سال۔ ادھیڑ عمر۔ جمع عُوْن

عِوَج :۔ کجی۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

عَوْرَات :۔ شرمگاہیں۔ ننگے ہونے کے اوقات

عَوْرَۃ :۔ ہر وہ چیز یا جسم کا وہ حصہ جس کے کھلنے سے عار اور شرم معلوم ہو۔

اسی لئے شرمگاہ اور عورت کو بھی عَوْرَۃ کہتے ہیں۔ نیز کپڑے یا مکان کی پھٹن اور شکستگی کو بھی عَوْرَۃ کہتے ہیں اور کبھی شکستہ مکان پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ میں یہی آخری معنی مراد ہیں یعنی ہمارے مکان شکستہ اور کھلے ہوئے ہیں کہ ان میں چور گھس سکتے ہیں (مفردات وکشاف ص۳۰)

عُوْقِبَ :۔ اس کو سزا دی گئی عِقَاب سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

عُوْقِبْتُمْ :۔ تم کو سزا دی گئی۔ عِقَاب سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

عَهْد :۔ اقرار۔ قول و قرار۔ جمع عُهُوْد

عَهِدَ :۔ اس نے عہد کیا۔ عَهْد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَهِدْنَا :۔ ہم نے وصیت کی (بصلہ اِلٰی) عَهْد سے ماضی جمع متکلم۔

عِهْن :۔ رنگین یا بے رنگی اون۔ جمع عُهُوْن۔

عِیْد :۔ عید۔ خوشی کا دن۔ خوشی جمع اَعْیَاد عید عَوْد سے ماخوذ ہے جس کی معنے لوٹنے کے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ عید کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر سال لوٹ لوٹ کر آتی ہے اور راز ہاں یہ ہے کہ عرب ہر خوشی کو اجتماع کو عید کہتے تھے کیونکہ اس کے لوٹنے سے خوشی لوٹتی تھی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ عید

کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مغفرت
اور رحمت کو لوٹاتا ہے اس لئے اسے عید
سے موسوم کیا گیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا ارشاد
ہے کہ لیس العید لمن لبس الجدید۔
انما العید لمن امن الوعید (عید
اس شخص کی نہیں ہے جس نے نئے نئے کپڑے
پہنے، عید اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے
عذاب سے محفوظ رہا۔)

ہر قوم و ملت میں عید کا رواج رہا ہے اور
وہ اسے اپنے طریقہ پر مناتی رہی ہے
جب رسول اکرم صلعم مدینہ منورہ تشریف
لائے تو اہل مدینہ اہل ایران کے اتباع
میں "نیروز" اور "مہرجان" کی دو عیدیں
مناتے تھے۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں کے
عوض خوشی کے ان سے بہتر دو دن تجویز
کئے ہیں وہ "عید الفطر" اور "عید الاضحیٰ"
کے دو دن ہیں (ابوداؤد عن انسؓ)

اسلام نے عیدین کو ایام اکل وشرب
وبعال قرار دیکر ایک طرف انھیں جائز
جسمانی مسرتوں کا ذریعہ بنایا تو دوسری
طرف ان دنوں میں نماز و صدقات وخیرات
کو واجب قرار دے کر روحانی برکتوں کا
وسیلہ بھی بنا دیا۔

اسلام میں عیدین کی ابتداء سنہ ۲ھ میں
ہوئی۔ قرآن کریم میں "عید" کا لفظ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی دعا میں آیا ہے جو آپ
نے اپنے حواریوں کے مطالبہ پر نزول
مائدہ (آسمانی کھانوں سے بھرا ہوا
دسترخوان) کے لئے مانگی۔ آپ نے فرمایا
اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ
السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا (اے اللہ
ہمارے پروردگار ہمارے لئے آسمان
سے کھانے سے لبریز خوان اتار تاکہ اس کے
اترنے کے دن کو ہم عید کا دن قرار دیں)
چنانچہ اتوار کے دن "مائدہ" اترا اور وہ
نصاریٰ میں یوم عید قرار پایا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مائدہ
سے انتفاع کی چالیس دن تک تو عام
اجازت رہی۔ پھر امراء کے لئے اسے کھانا
ممنوع قرار دیا گیا لیکن وہ نہ مانے۔
اس پر مائدہ اترنا بند ہو گیا اور ان پر
عذاب خداوندی نازل ہوا۔

بعض روایات میں ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ
نے انزال مائدہ کو اس شرط سے مشروط

فرمادیا تھا کہ اس کے بعد بھی اگر کوئی کافر رہا
تو اللہ ان پر ایسا عذاب نازل فرمائیں گے جو
کسی پر نازل نہ کیا گیا ہوگا۔ اس سے حواری
ڈر گئے اور انھوں نے مطالبہ ترک کر دیا
اور مائدہ نہیں اترا۔ واللہ اعلم۔

عِیْرٌ:- قافلہ۔ کارواں۔ عِیْر دراصل ان لوگوں
کو کہتے ہیں جو اونٹوں پر غلّہ لادے ہوئے
ہوں اور مجازاً اس کا استعمال مطلق قافلہ
کے معنی میں ہوتا ہے۔ (مفردات)

عِیْسیٰ:- عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام)
انبیاء بنی اسرائیل میں سب سے آخری نبی
و رسول کا نام نامی۔ آپ حضرت مریم بنت
عمران کے صاحبزادے اور حضرت یحییٰ
علیہ السلام کے بھانجے ہیں۔ آپ حضرت یحییٰ
علیہ السلام سے چھ ماہ چھوٹے تھے آپ کی
ولادت عجیب اور غیر معمولی طریقے سے ہوئی
ہے سورۂ مریم میں آپ کی ولادت کا قصہ
اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ جب حضرت
مریم بالغ ہوگئیں تو ایک روز غسل کرنے
کے لئے بیت المقدس سے مشرقی جانب
ایک تنہا مکان میں تشریف لے گئیں اور
پردہ کر کے غسل کا ارادہ کیا۔ اچانک حضرت
جبریل علیہ السلام ایک کامل الخلقت حسین
وجمیل انسان کی شکل میں نمودار ہوئے مریم گھبرا کر
فرمانے لگیں میں خدا کی پناہ مانگتی ہوں، اگر
تو پرہیزگار اور خدا ترس آدمی ہے تو یہاں
سے نکل جا۔ فرشتہ نے کہا میں انسان نہیں
بلکہ تیرے رب کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ
ہوں اور مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں تجھے
ایک پاک صاف اور ستھرا لڑکا دے جاؤں
مریم کو قرائن و دلائل سے یقین آ گیا کہ فی الواقع
یہ فرشتہ ہی ہے کیونکہ بند مکان میں دروازہ
کھولے بغیر کوئی انسان کیسے داخل ہو سکتا
تھا لیکن یہ بشارت سنکر بہت متعجب ہوئیں
اور کہا میرے کس طرح لڑکا پیدا ہو سکتا ہے
حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں یعنی
میں کسی کی منکوحہ نہیں کہ حلال طریقہ سے اولاد
حاصل ہو اور میں بدکار بھی نہیں کہ حرام طریقہ
سے بچہ پیدا ہو جائے۔ فرشتہ نے جواب دیا
بہر حال ہونا یہی ہے اور تیرے رب کے
لئے یہ آسان ہے۔ تقدیر الٰہی میں یہ طے
شدہ امر ہے کہ بغیر مرد کے تیرے بطن سے ایک
غلام زکی پیدا ہو تا کہ وہ اللہ کی طرف سے
لوگوں کے لئے رحمت اور قدرت خداوندی
کی نشانی ثابت ہو۔
فرشتہ نے بحکم خداوندی مریم کے گریبان میں

پھونک ماری اور حمل قرار پا گیا۔ جب مدت حمل پوری ہونے کو آئی تو بیت المقدس سے ایک دور جگہ "بیت اللحم" چلی گئیں اور درد زہ کی تکلیف میں ایک کھجور کی جڑ کا سہارا لیا درد و کرب کی شدت نیز آیندہ بدنامی کے تصور سے بے اختیار کہہ اٹھیں "کاش میں کسی طرح اس واقعہ سے قبل مر کر بھولی بسری ہو جاتی" یہ مقام جہاں حضرت مریم درد میں مضطرب ہو رہی تھیں ایک ٹیلہ تھا اس کے نشیب سے پھر اس فرشتہ نے پکارا کہ مریم غمگین مت ہو یقیناً تیرے رب نے تیرے قدموں تلے صاف پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اور تیرے سر پر کھجور کے خشک درخت کو سرسبز و بار دار بنا دیا ہے کہ جڑ ہلانے ہی سے پکی اور تازہ کھجوریں ٹوٹ کر گرنے لگیں گی، پکی اور تازہ کھجوریں کھا اور صاف شیریں پانی پی اور پاکیزہ بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر تجھے کوئی آدمی ملے اور اس کے متعلق پوچھ گچھ کرنا چاہے تو کہہ دینا میں نے روزہ کی نیت و نذر کر لی ہے لہذا میں آج کسی شخص سے بات چیت نہ کروں گی (شریعت موسوی میں روزہ کی شرط خاموشی بھی تھی) فراغت کے بعد مریم اس ولد سعید کو آغوش میں اٹھائے ہوئے شہر آئیں۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کہنے لگے۔ اے مریم تو نے بڑی غلط حرکت کی۔ اے ہارون کی بہن نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی غلط کار تھی۔ پھر تجھ سے یہ گناہ کیسے سرزد ہوا (ہارون حضرت مریم کے بھائی کا نام تھا) مریم نے حکم خداوندی کے مطابق ہاتھ سے لڑکے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے حقیقت حال پوچھ لو۔ بولے "کیا خوب۔ بھلا ہم گود کے بچے سے کس طرح بات چیت کر سکتے ہیں؟ یہ گفتگو ہو رہی تھی خود حضرت عیسےٰ ماں کی گود میں سے بول اٹھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں (خدا یا خدا کا بیٹا نہیں) مجھے اللہ نے کتاب عطا فرمائی ہے اور خلعتِ نبوت سے سرفراز کیا ہے اور مجھے ہر جگہ اور ہر حال میں بابرکت بنایا ہے اور تا زیست نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اور مجھے اس نے خودسر و بدبخت نہیں بلکہ اپنی والدہ کا مطیع و فرمانبردار بنایا ہے

(سورۂ مریم)

حضرت عیسیٰ کا نشو و نما ہوتا رہا اور بچپن سے ہی آپ سے عجیب و غریب خوارق کا

اظہار ہونے لگا جب سن ارشد کو پہنچے تو باقاعدہ دعوت و تبلیغ کا حکم ہوا۔ یہ واضح رہے کہ آپ کی دعوت عمومی دعوت نہ تھی بلکہ آپ کو صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ اس لئے آپ نے کتاب موسوی "توریت" کو برقرار رکھا صرف چند احکام شدیدہ میں جزوی ترمیم کی۔ بنی اسرائیل کی حالت دینی اعتبار سے نہایت پست اور ابتر ہو چکی تھی۔ قوم کا ہر طبقہ بگڑ چکا تھا۔ عوام کفر و جہالت میں مبتلا تھے اور خواص یعنی علماء اپنا پیٹ پالنے میں منہمک کتاب الٰہی میں حسب منشا تحریف کرنا۔ خدا کے احکام قطعیہ کو چھپانا۔ رشوت و سود خواری ان کے دلچسپ مشاغل تھے۔ مذہب کو انھوں نے صرف چند رسوم اور جزئیات میں منحصر کر دیا تھا اور اصول کو بالکل پس پشت ڈال چکے تھے۔ وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نیک بندے ان کو راہِ راست پر لانے کے لئے جد و جہد کرتے یہ بدبخت لوگ ان کو قتل تک کر ڈالتے تھے اسی بنا پر ان کی عظیم الشان سلیمانی سلطنت بھی تباہ ہو چلی تھی اور پوری قوم بت پرست رومیوں کی غلام بن گئی تھی۔ چنانچہ دعوت مسیحی کی مخالفت بت پرست رومیوں نے نہیں بلکہ خود قوم مسیح اور خصوصاً فریسیوں یعنی علماء و مشائخ یہود نے کی۔ حتیٰ کہ یونانی حکومت سے آپ کو کچل دینے کے لئے سازباز کی۔ حضرت مسیح کے ساتھی صرف چند نفوس ہوئے جو دل سے آپ پر ایمان لائے تھے اور دین حق کی مدد کے لئے اپنے تن من دھن کو قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے قرآن کریم میں انہی لوگوں کو "حواری" کہا گیا ہے۔ یہ لوگ دھوبی یا ماہی گیر تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ کا ان پر گذر ہوا۔ انھیں کپڑے دھوتے دیکھکر آپ نے فرمایا۔ کپڑے کیا دھوتے ہو۔ میرے ساتھ آؤ کہ میں تمہیں دلوں کو دھونا سکھلادوں۔

مگر عام طور پر یہود آنحضرت کے مخالف اور درپے آزار رہے۔ بالآخر وہ بت پرست رومی حاکم ہیرودس کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئے کہ عیسیٰ حکومت کے خلاف غدر و بغاوت کی تیاری کر رہا ہے چنانچہ فوج کا ایک دستہ حضرت عیسیٰ کی گرفتاری کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ اور اناجیلِ اربعہ کی

متفقہ شہادت کے مطابق انھوں نے آنحضرت کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد "یہوذا" کو تیس روپے رشوت دیکر آنحضرت کا سراغ دینے پر راضی بھی کرلیا۔ رومی فوج یہوذا کو ساتھ لے کر اس مکان کی طرف گئی جہاں حضرت عیسیٰ چھپے ہوئے تھے پہلے یہوذا مکان میں داخل ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کو تو صحیح وسالم آسمان پر اٹھالیا اور یہوذا کی صورت ان کی سی کردی یہوذا نے مکان کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن آنحضرت کا سراغ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ جب وہ باہر نکلا تو سپاہیوں نے یہوذا ہی کو پکڑ لیا اور اسے ہی سولی دیدی۔ اس طرح یہ معاملہ شبہ میں پڑگیا۔

صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ آخر زمانہ میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک وفادار جرنل کی حیثیت میں آسمان سے نازل ہو کر دجّال اکبر اور اس کے یہودی اتباع کو قتل کریں گے صلیب توڑدیں گے اور تمام دنیا کے بسنے والے انسانوں کو شریعت محمدیہ پر چلائیں گے۔ اور وفات پاکر آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلوئے مبارک میں ہی دفن ہوں گے۔ (ش ۱)

حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں عام طور پر بنی اسرائیل کفر و عقیدت کے غلو میں مبتلا ہوگئے۔ یہودیوں نے تو آنحضرت کو ہمیشہ جھوٹا سمجھا اور عیسائیوں نے آپ کو بندگی و عبدیت کی حدود سے بالاتر گمان کیا اور آپ کے متعلق نعوذ باللہ خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا اعتقاد کر بیٹھے مگر منکرین مسیح اور معتقدین مسیح سب تقریباً اس پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح کو سولی دیدی گئی۔ اس پر عیسائیوں نے کفارہ کا عقیدہ ایجاد کرلیا تاکہ دل کھول کر گناہ کرسکیں ایک طرف بے روک ٹوک دنیوی لذتوں سے متمتع ہوتے رہیں اور دوسری طرف جنت بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ قرآن کریم نے صراحتاً صلب مسیح کے افسانہ کی حقیقت واشگاف کردی۔ فرمایا۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۔ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔

(انھوں نے نہ مسیح کو قتل کیا نہ سولی پر
چڑھایا۔ بات صرف یہ ہے کہ ان پر حقیقت
حال مشتبہ ہوگئی۔ ان لوگوں کے پاس
صرف شک و تردد کا سرمایہ اور گمان و
تخمین کی پیروی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے
کہ انھوں نے مسیح کو قتل کردیا بلکہ واقعہ
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو زندہ
اپنی طرف اٹھالیا)

عِیْشَۃٌ :۔ گذران۔ زندگی۔ جینا عَیْشٌ
سے اسم مصدر۔

عَیْلَۃً :۔ محتاجی۔ فقر و فاقہ۔

عِیْنٌ :۔ خوبصورت آنکھوں والی عورتیں
واحد عَیْنَاءُ۔

اصل میں جنگلی گائے کو اس کی آنکھوں
کے حسن و خوبصورتی کی بنا پر عَیْنَاء
کہا جاتا ہے۔ مجازاً خوبصورت آنکھوں
والی عورت کو بھی عَیْنَاء کہہ دیا جاتا
ہے۔ قرآن کریم میں اسے حُوْر کی
صفت کے طور پر استعمال کیا گیا
ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا حُوْرٌ عِیْنٌ۔

(مفردات)

عَیْنٌ :۔ آنکھ۔ چشمہ۔ جمع عُیُوْنٌ
عربی میں عَیْن کا لفظ معانی کثیرہ کے
لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر قرآن
کریم میں انہی دو معنوں میں آیا ہے۔
امام راغب اصفہانی کی رائے میں
عَیْن کے اصل معنی "آنکھ" ہیں۔
دوسرے معانی میں بطور استعارہ
استعمال ہوا ہے۔ مثلاً چشمہ کو اس لئے
عَیْن کہتے ہیں کہ اس میں سے بھی آنکھ
کی طرح پانی جاری ہوتا ہے۔ اور سورج
کو اس لئے کہ اس میں بھی آنکھ کی طرح
چمک دمک ہوتی ہے اور سونے کو
اس لئے کہ جس طرح آنکھ سب اعضاء
میں بہتر ہے اسی طرح سونا تمام دھاتوں
میں افضل ہے۔

(مفردات)

عَیْنَانِ :۔ دو آنکھیں۔ دو چشمے
عَیْن کا تثنیہ بحالت رفعی۔

عَیْنَیْنِ :۔ دو آنکھیں۔ عَیْن کا
تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

عُیُوْنٌ :۔ آنکھیں۔ چشمے۔ واحد
عَیْن۔

عَیِیْنَا :۔ ہم عاجز ہوگئے۔
عَیٌّ سے ماضی جمع متکلم۔

غ

غَائِبَۃ :- چھپنے والی - پوشیدہ - غیاب سے اسم فاعل واحد مونث - جمع غَوَائِب (دیکھو غَیْب)

غَائِبِیْنَ - چھپنے والے - پوشیدہ رہنے والے غَائِب کی جمع بحالت نصبی و جری -

غَائِط :- قضاء حاجت کی جگہ - پاخانہ - غَائِط اصل میں اس قطعہ زمین کو کہتے ہیں جو اپنے چاروں طرف کی زمین کی نسبت نشیب میں ہو - آبادی میں بیت الخلاء نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے دیہات والوں کی طرح اہل عرب بھی جنگل میں قضاء حاجت کیا کرتے تھے اور پردہ کی غرض سے غائط کی تلاش ہوتی تھی - پھر کنایۃً اس کا استعمال حدث کے لئے ہونے لگا -

غَائِظُوْنَ :- غصہ میں ڈالنے والے - غَیْظ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد غَائِظ ؛

غَیْظ :- اصل میں اس سوزش اور گرمی کو کہتے ہیں جو خون دل کے جوش میں آنے سے آدمی کو محسوس ہوتی ہے - خداوند تعالے کی صفت میں اس سے مراد "انتقام" ہوتا ہے (مفردات)

غَابِرِیْنَ :- پیچھے رہنے والے - گذرنے والے تباہ ہونے والے - غُبُوْر سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت جری - واحد غَابِر -

غُبُوْر کے اصل معنی ہیں "ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد رہ جانا" قرآن کریم میں کئی آیتوں میں قوم لوط کے کفار کے لئے غَابِرِیْن کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لئے کہ حضرت لوط اور ان کے اتباع کے چلے جانے کے بعد وہ لوگ ہی عذاب الہی بھگتنے کے لئے رہ گئے تھے (ماخوذ از مفردات)

غَار :- کھوہ - گڑھا - جمع اَغْوَار - غِیْرَان

غَارِمِیْنَ :- تاوان زدہ لوگ - قرضدار - غُرْم سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت جری - واحد غَارِم ؛

غُرْم :- در اصل اس مالی نقصان کو کہتے ہیں جو بغیر کسی خطاء و قصور کے آدمی پر آپڑے اور غَرِیْم قرض خواہ و قرضدار دونوں کے لئے آتا ہے دیگر غَارِم کا اطلاق صرف مقروض پر ہوتا ہے) (مفردات)

غَاسِق :- (غَاسِق) اندھیری رات غَسَق سے اسم فاعل واحد مذکر - وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ" (اور پناہ لیتا ہوں میں اللہ کی غاسق کی برائی سے جبکہ وہ چھا جائے) (میں

(انھوں نے نہ مسیح کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا۔ بات صرف یہ ہے کہ ان پر حقیقت حال مشتبہ ہوگئی۔ ان لوگوں کے پاس صرف شک و تردد کا سرمایہ اور گمان و تخمین کی پیروی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ انھوں نے مسیح کو قتل کر دیا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو زندہ اپنی طرف اٹھالیا)

عِیْشَۃ :- گذران۔ زندگی۔ جینا عَیْش سے اسم مصدر۔

عَیْلَۃَ :- محتاجی۔ فقر و فاقہ۔

عِیْن :- خوبصورت آنکھوں والی عورتیں واحد عَیْنَاءَ۔

اصل میں جنگلی گائے کو اس کی آنکھوں کے حسن و خوبصورتی کی بنا پر عَیْنَاء کہا جاتا ہے۔ مجازاً خوبصورت آنکھوں والی عورت کو بھی عَیْنَاء کہہ دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اسے حُوْر کی صفت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا حُوْرٌ عِیْن۔

(مفردات)

عَیْن :- آنکھ۔ چشمہ۔ جمع عُیُوْن

عربی میں عَیْن کا لفظ معانی کثیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر قرآن کریم میں انہی دو معنوں میں آیا ہے۔ امام راغب اصفہانی کی رائے میں عَیْن کے اصل معنی "آنکھ" ہیں۔ دوسرے معانی میں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً چشمہ کو اس لئے عَیْن کہتے ہیں کہ اس میں سے بھی آنکھ کی طرح پانی جاری ہوتا ہے۔ اور سورج کو اس لئے کہ اس میں بھی آنکھ کی طرح چمک دمک ہوتی ہے اور سونے کو اس لئے کہ جس طرح آنکھ سب اعضاء میں بہتر ہے اسی طرح سونا تمام دھاتوں میں افضل ہے۔

(مفردات)

عَیْنَانِ :- دو آنکھیں۔ دو چشمے عَیْن کا تثنیہ بحالت رفعی۔

عَیْنَیْنِ :- دو آنکھیں۔ عَیْن کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

عُیُوْن :- آنکھیں۔ چشمے۔ واحد عَیْن۔

عَیِیْنَا :- ہم عاجز ہو گئے۔ عَیّ سے ماضی جمع متکلم۔

غ

غَائِبَۃ :- چھپنے والی ۔ پوشیدہ ۔ غِیَاب سے
اسم فاعل واحد مؤنث ۔ جمع غَوَائِب
(دیکھو غَیْب)

غَائِبِیْنَ :- چھپنے والے ۔ پوشیدہ رہنے والے
غَائِب کی جمع بحالت نصبی و جری ۔

غَائِط :- قضاء حاجت کی جگہ ۔ پاخانہ ۔
غَائِط اصل میں اس قطعۂ زمین کو کہتے ہیں
جو اپنے چاروں طرف کی زمین کی نسبت
نشیب میں ہو ۔ آبادی میں بیت الخلاء
نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے دیہات
والوں کی طرح اہل عرب بھی جنگل میں قضاء
حاجت کیا کرتے تھے اور پردہ کی غرض سے
غائط کی تلاش ہوتی تھی ۔ پھر کنایۃً اس کا
استعمال حدث کے لئے ہونے لگا ۔

غَائِظُوْنَ :- غصہ میں ڈالنے والے ۔ غَیْظ
سے اسم فاعل جمع مذکر واحد غَائِظ ؛
غَیْظ :- اصل میں اس سوزش اور گرمی کو
کہتے ہیں جو خون دل کے جوش میں آنے سے
آدمی کو محسوس ہوتی ہے ۔ خداوند تعالےٰ
کی صفت میں اس سے مراد "انتقام" ہوتا ہے
(مفردات)

غَابِرِیْنَ :- پیچھے رہنے والے ۔ گذرنے والے
تباہ ہونے والے ۔ غُبُوْر سے اسم فاعل
جمع مذکر بحالت جری ۔ واحد غَابِر ۔
غُبُوْر کے اصل معنی ہیں "ساتھیوں کے
چلے جانے کے بعد رہ جانا" قرآن کریم میں
کئی آیتوں میں قوم لوط کے کفار کے لئے
غَابِرِیْن کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لئے
کہ حضرت لوط اور ان کے اتباع کے چلے جانے
کے بعد وہ لوگ ہی عذاب الٰہی بھگتنے کے
لئے رہ گئے تھے (ماخوذ از مفردات)

غَار :- کھوہ ۔ گڑھا ۔ جمع اَغْوَار ۔ غِیْرَان

غَارِمِیْنَ :- تاوان زدہ لوگ ۔ قرضدار ۔ غُرْم
سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت جری ۔ واحد
غَارِم ؛
غُرْم :- در اصل اس مالی نقصان کو کہتے ہیں
جو بغیر کسی خطاء و قصور کے آدمی پر آپڑے
اور غَرِیْم قرض خواہ و قرضدار دونوں کے
لئے آتا ہے دیگر غارم کا اطلاق صرف مقروض
پر ہوتا ہے) (مفردات)

غَاسِق :- (غَاسِقٍ) اندھیری رات غَسْق
سے اسم فاعل واحد مذکر ۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ
اِذَا وَقَبَ" (اور پناہ لیتا ہوں میں اللہ کی
غاسق کی برائی سے جبکہ وہ چھا جائے (اس

"غاسق" سے کیا مراد ہے مفسرین کے اقوال
اس کی تعیین میں مختلف ہیں۔ اکثر مفسرین
نے اس سے "تاریک رات" مراد لی ہے۔
کیونکہ "غَسَق" کے اصل معنے بھر جانا اور
پُر ہو جانا ہیں۔ کہتے ہیں غَسَقَتِ الْعَیْنُ
آنکھ میں آنسو بھر آئے۔ غَسَقَتِ
الْجِرَاحَۃُ۔ زخم میں خون بھر گیا۔ اسی
مناسبت سے رات کی شدید تاریکی پر
بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور مطلق
تاریکی پر بھی۔ گویا کہ رات کا وقت ایک
ظرف ہے جس میں مظروف کی طرح تاریکی
بھر جاتی ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ
لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ"
میں غَسَق مطلق تاریکی کے معنی میں ہے
اور مشہور نحوی امام زَجَّاج رحمہ اللہ تعالیٰ
یہ کہتے ہیں کہ "غاسق" اصل لغت میں
بمعنے بارد (سرد) ہے۔ چونکہ دن کی بہ نسبت
رات سرد ہوتی ہے اس لئے رات کو
"غَاسِق" کہا گیا۔ پس آیت کریمہ کے
معنی یہ ہوئے: "میں پناہ لیتا ہوں اللہ
کی، اندھیری رات کی برائی سے جب
وہ چھا جائے" اور یہ اس لئے کہ رات اور
خصوصاً اندھیری رات بڑی خوفناک
ہوتی ہے، حیوانی اور انسانی درندوں
(یعنی چوروں لٹیروں) کے لئے لوگوں کے
جان و مال اور عزت و آبرو پر ہاتھ صاف
کرنے کے مواقع اندھیری رات میں ہی
زیادہ بہم پہنچتے ہیں۔ بڑے بڑے اور
حیا سوز جرائم کا ارتکاب رات میں ہی زیادہ
کیا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے
اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم اور ان
کے واسطے سے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ
اپنے آپ کو اللہ کی حفاظت و پناہ میں
دیدیں اور تمام برائیوں کے ساتھ اس
برائی سے بھی جو رات کے سیاہ پردوں
میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے بچانے کی اپنے
رب سے درخواست کریں جو اندھیرے کو
اجالے سے، شب تاریک کو صبح روشن سے
اور شر کو خیر سے بدلنے پر قادر ہے۔

غَاشِیَۃ :- چھا جانے والی۔ ڈھانپ لینے
والی (قیامت) غَشْی سے اسم فاعل واحد
مؤنث۔

غَافِر :- بخشنے والا۔ غُفْرَان سے اسم فاعل
واحد مذکر۔
غَفْر کے معنی کسی چیز کو میل کچیل سے محفوظ
کرنے کے لئے اس پر کوئی کپڑا وغیرہ ڈالنا

میں کہتے ہیں۔ اِغْفِرْ ثَوْبَكَ فِي الْوِعَاءِ۔ اپنے کپڑے کو صندوق وغیرہ میں بند کردے) اللہ کی مغفرت سے مراد اس کی یہ شان کریمی ہے کہ وہ اپنے بندہ کو اپنی سزا سے محفوظ کردے۔ (مفردات)

غَافِرِیْنَ :۔ بخشنے والے۔ غُفْرَان سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔

غَافِل :۔ بے خبر۔ غافل۔ غَفْلَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔

غَافِلَات :۔ بے خبر عورتیں۔ بھولی بھالی عورتیں۔ غَفْلَة سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد۔ غَافِلَة۔

غَالِب :۔ زبردست۔ غَلَبَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔

غَاوُوْنَ :۔ گمراہ لوگ۔ غَوَايَة سے اسم فاعل جمع مذکر واحد غَاوِی۔ (دیکھو غَیّ)

غَبَرَة :۔ گرد و غبار۔ مجازاً۔ اداسی بے رونقی

غُثَاء :۔ سوکھی گھاس۔ کوڑا۔ جمع اَغْثَاء

غَدَ :۔ آئندہ کل۔ فردا۔ (مجازاً روز قیامت)

غَدَاء :۔ کھانا جو صبح کے وقت کھایا جائے۔ جمع اَغْدِيَة۔

غَدَاة :۔ صبح کا وقت۔ تڑکا۔ جمع غَدَوَات

غَدَق :۔ بہت پانی۔ اصل میں یہ باب سَمِعَ سے مصدر ہے بمعنے "پانی کا بہت ہونا" مبالغۃً "بہت پانی" کے معنی میں آگیا ہے

غُدُوّ :۔ صبح کے وقت سفر کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

غَدَوْا :۔ وہ صبح کے وقت چلے غُدُوّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

غَدَوْتَ :۔ تو صبح کے وقت چلا۔ غُدُوّ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

غَرَّ :۔ اس نے فریب دیا۔ بہکایا۔ غُرُوْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

غُرَاب :۔ کوّا۔ جمع غِرْبَان۔

غَرَابِیْب :۔ بالکل سیاہ۔ کالے بھجنگ۔ واحد غِرْبِیْب

غَرَام :۔ سختی اور مصیبت جو انسان کو پیش آئے

غَرَبَتْ :۔ وہ ڈوبی وہ چھپی وہ جھکی۔ غُرُوْب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

غَرْبِیّ :۔ مغربی۔ مغرب کی طرف والا۔ غَرْب (مغرب)+ یائے نسبت۔

غَرْبِيَّة :۔ مغرب کی طرف والی۔

غَرَّتْ :۔ اس نے فریب دیا غُرُوْر سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

غُرَف :۔ بالاخانے۔ جھروکے۔ واحد غُرْفَة۔ مراد منازل جنت۔

حالانکہ ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

غَشِیَ :- اس نے ڈھانپ لیا۔ غشی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

غَصْبٌ :- چھین لینا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

غُصَّۃٌ :- اچھو۔ پھندا۔ جمع غُصَص

غَضَبٌ :- ناراض ہونا۔ باب سَمِعَ سے مصدر (بصلۂ عَلٰی)

غَضِبَ۔ وہ ناراض ہوا۔ غضب سے واحد مذکر غائب۔ ماضی۔

غَضْبَان :- غضبناک۔ پر غضب۔ غضب سے صفت مشبہ۔ واحد مذکر۔ جمع غِضَاب

غَضِبُوْا :- وہ ناراض ہوئے۔ غضب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

غِطَآ :- پردہ۔ جمع اَغْطِیَۃ۔

غَفَّار :- بہت بخشنے والا۔ غُفْرَان سے مبالغہ واحد۔

غَفَرَ :- اس نے بخشا۔ معاف کیا غُفْرَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

غُفْرَان :- بخشش بمغفرت۔ باب ضَرَبَ سے مصدر (دیکھو غافر)

غَفَرْنَا :- ہم نے بخشا۔ غُفْرَان سے ماضی جمع متکلم۔

غَفْلَۃ :- بے خبری۔ غفلت۔ باب نَصَرَ سے مصدر

غَفُوْر :- بہت بخشنے والا۔ غُفْرَان سے صیغۂ مبالغہ۔

غِلّ :- دشمنی۔ کینہ۔ بیر۔ اصل میں یہ باب ضَرَبَ سے مصدر ہے بمعنے "کینہ ور ہونا" مجازاً اسم کے معنی میں مستعمل ہے

غِلَاظ :- بے رحم۔ مضبوط۔ سخت۔ واحد غَلِیْظ۔

غُلَام :- لڑکا۔ جمع غِلْمَان

غُلَامَیْنِ :- دو لڑکے۔ غُلَام کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

غُلْب :- گھنے (باغات) واحد۔ غَلْبَاء۔ (دراصل یہ صفت مشبہ ہے۔ "غَلَبٌ" سے بمعنے "موٹی گردن کا ہونا" اَغْلَبُ موٹی گردن والا۔ غَلْبَاءُ موٹی گردن والی اور مجازاً غَلْبَاء گھنے درخت یا باغ کو کہتے ہیں۔

غَلَب :- مغلوب ہونا۔ دبنا۔ اصل میں غَلَبَۃ تھا۔ آخر سے "ۃ" ساقط ہو گئی اور وَھُمْ مِنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ (اور نصاریٰ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے) ہیں چونکہ یہ مصدر اپنے

مفعول کی طرف مضاف ہے اس لئے
اس کے معنی "مغلوب ہونا" ہیں لیکن اب یہ
مصدر مجہول ہے۔ ورنہ مصدر معروف
غَلَبَۃٌ غالب ہونے کے معنی میں آتا ہے
(ش - ۱)

غَلَبَتْ :۔ وہ غالب ہوئی۔ غَلَبَۃ سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

غُلِبَتْ :۔ وہ مغلوب ہوئی۔ غَلَبَۃ سے ماضی
مجہول واحد مؤنث غائب۔

غَلَبُوْا :۔ وہ غالب ہوئے۔ غَلَبَۃ سے ماضی
جمع مذکر غائب

غُلِبُوْا :۔ وہ مغلوب ہوئے۔ غَلَبَۃ سے ماضی
مجہول جمع مذکر غائب۔

غُلَّتْ :۔ وہ باندھی گئی۔ غَلّ سے ماضی مجہول
واحد مؤنث غائب۔

غِلْظَۃ :۔ سختی۔ درشتی۔ باب کَرُمَ سے مصدر

غُلْفٌ :۔ ڈھکے ہوئے۔ واحد۔ اَغْلَف
صفت مشبہ۔

غَلَّقَتْ :۔ اس نے خوب بند کر دیا۔ تَغْلِیْق
سے ماضی واحد مؤنث غائب

غِلْمَان :۔ لڑکے۔ واحد۔ غُلَام۔

غُلُّوْا :۔ تم گردن میں طوق ڈالو۔ غَلّ سے
امر جمع مذکر حاضر۔

غَلْیٌ: جوش مارنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

غَلِیْظ :۔ سخت۔ گاڑھا۔ غِلْظَۃ سے
صفت مشبہ واحد مذکر۔

غَمٌّ :۔ رنج والم۔ جمع غُمُوْم۔ غم دراصل
مصدر ہے بمعنے چھا جانا۔ ڈھانپ لینا"
رنج بھی چونکہ انسان کے دل پر چھا جاتا
ہے اس لئے اسے " غم " کہا گیا

غَمْرَۃ :۔ سختی۔

غَمَرَات :۔ سختیاں۔ واحد۔ غَمْرَۃ۔

غُمَّۃ :۔ رنج وغم۔ جمع غُمَم

غَمَام :۔ بدلی۔ (اسم جنس ہے) واحد غَمَامَۃ
جمع غَمَائِم۔

غَنَمٌ :۔ بکریاں۔ اس جمع کا کوئی مفرد نہیں
ہے۔ ایک بکری کو "شَاۃ" کہتے ہیں۔

غَنِمْتُمْ :۔ تم نے کافروں سے لڑ کر
حاصل کیا۔ غُنْمَان سے ماضی جمع مذکر حاضر
وہ مال جو مسلمان مجاہدین کافروں سے جنگ
کر کے حاصل کریں۔ شریعت کی اصطلاح
میں "غنیمت" کہلاتا ہے۔ شریعت محمدیہ سے
قبل کسی نبی کی امت کے لئے یہ مال حلال
نہ تھا۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ کی
ایک طویل حدیث میں ہے جس میں جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خصوصیات

ذکر فرمائی ہیں۔ ۲ ارشاد ہے۔
وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِاَحَدٍ
قَبْلِیْ (اموال غنیمت صرف میرے لئے
ہی حلال کئے گئے ہیں اور مجھ سے پہلے
کسی کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا)
مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں گے
ایک حصہ بیت المال میں داخل ہو کر یتیموں
مسکینوں اور مسافروں پر صرف ہوگا اور بقیہ
چار حصے مجاہدین میں تقسیم کئے جائیں گے
(تفصیل کتب فقہ میں ملے گی)

غَنِیّ :۔ بے نیاز۔ بے پروا۔ غیر محتاج (خداوند تعالیٰ کا اسم صفت) مالدار۔ غَنَاءٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع اَغْنِیَاءُ۔

غَوٰی :۔ اس نے لغزش کھائی۔ وہ گمراہ ہوا غَوَایَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

غَوَاشٍ :۔ پردے۔ سائبان۔ واحد غَاشِیَۃٌ۔

غَوَّاص :۔ غوطہ خور۔ غوطہ لگانے والا غَوْص سے مبالغہ واحد۔

غَوْر :۔ اندر گھسا ہوا۔ گہرا۔ مصدر بمعنے فاعل۔

غَوْل :۔ سر چکرانا۔ شراب کا خمار۔ درد سر۔

غَوِیّ :۔ گمراہ۔ غَوَایَۃٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

غَوَیْنَا :۔ ہم گمراہ ہوئے۔ غَوَایَۃٌ سے ماضی جمع متکلم۔

غَیّ :۔ (غَیّ) گمراہی۔ ضلالت۔ بابِ ضَرَبَ سے مصدر۔ غَیّ اور غَوَایَۃٌ اس جہل و ضلالت کو کہتے ہیں جس کا منشا اعتقاد فاسد ہو یعنی مطلق جہل پر غَیّ کا اطلاق نہیں ہوتا تاوقتیکہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا سرچشمہ اعتقاد فاسد ہے۔ مثلاً ایک شخص تو وہ ہے جسے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس شخصیت کے متعلق کچھ معلوم نہیں اور ایک وہ ہے جو آنحضور کے نام اور آپ کی تاریخ سے فی الجملہ واقفیت رکھتا ہے لیکن وہ بد بخت آنجناب کے رسول اللہ ہونیکا اعتقاد نہیں رکھتا۔ تو یہ دونوں شخص جاہل ہیں مگر پہلا شخص مطلق جاہل ہے مگر غاوی نہیں اور دوسرا جہالت کے ساتھ ساتھ غوایت کے جال میں بھی گرفتار ہے کیونکہ اسکی جہالت و ضلالت کی بنیاد اعتقاد کی خرابی ہے آیۃ کریمہ۔ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا (سورۂ مریم) میں "غَیّ" سے اس کا مسبّب مراد لیا گیا ہے یعنی عذاب کیونکہ "غَیّ" عذاب الٰہی کا سبب ہے۔ جیسے رَعَتِ الْمَاشِیَۃُ

الغَیْثُ (چوپایوں نے گھاس چری) کہ اس
جملہ میں غَیث بمعنے بارش سے اس کا مسبب
یعنی گھاس اور سبزہ مراد ہے (مفردات
مع توضیح)

غَیَابَۃ :- کنوئیں کی گہرائی یا میدان کی انتہا
جس میں آدمی نظر سے اوجھل ہو جائے۔

غَیْب :- (غَیْبۃ) پوشیدگی۔ پوشیدہ دراصل
یہ باب ضَرَبَ سے مصدر ہے اور مجازاً
اسم فاعل یعنی غائب کے معنی میں بھی مستعمل
ہے۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (غیب پر یقین
رکھتے ہیں) میں الغیب سے کیا مراد ہے ؟
امام راغب فرماتے ہیں کہ یہاں اس سے
مراد وہ امور ہیں جو انسانی حواس کی دسترس
سے بالاتر اور عقل کی گرفت سے خارج ہیں
اور جن کا علم ہمیں صرف انبیاء کرام علیہم
السلام کے ارشادات و اخبارات کی وجہ
سے ہی ہوا ہے (مفردات)
(جیسے موت کے بعد عذاب و ثواب جنت
و دوزخ اور جملہ معاملات اخروی کی کیفیت
اور عالم آخرت کے واردات۔ اس صورت
میں غیب بمعنے غائب ہے اور اس پر الف
لام عہدی ہے۔ بعض علماء نے یُؤْمِنُوْنَ
بِالْغَیْبِ کے معنے یہ کئے ہیں کہ "وہ نظروں
سے غائب ہونے کی حالت میں بھی مومن ہوتے
ہیں۔ یعنی منافقین کی طرح نہیں جن کے متعلق
وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا
وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْا
اِنَّا مَعَکُمْ (جب یہ منافقین مومنین سے
ملتے ہیں تو انہیں اپنے مومن ہونے کا اطمینان
دلاتے ہیں مگر جب اپنے شیطان صفت
پیشواؤں کے پاس جاتے ہیں اور مسلمانوں
کی نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں تو فوراً
ایمان کا لبادہ اتار پھینکتے ہیں) وارد ہوا ہے
اس صورت میں غیب مصدری معنے میں ہے
اور با ظرفیہ ہے (مفردات) (ش ا)

غِیْبَۃ :- کسی مسلمان کی پیچھے پیچھے وہ
برائی کرنا جو فی الواقع اس میں ہو۔ غیبت
ہے۔ اور اگر وہ برائی اس شخص میں نہ ہو تو وہ
"بہتان" ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذَا
ذَکَرْتَ لِاَخِیْكَ مَا فِیْهِ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ
وَاِذَا قُلْتَ مَا لَیْسَ فِیْهِ فَقَدْ
بَهَتَّهٗ۔ (مسلم بحوالہ مشکوۃ)
اگر تم اپنے مسلمان بھائی کی وہ برائی
بیان کرو جو اس میں ہے تو تم نے اس کی

غیبت کی اور اگر اس کی طرف وہ برائی
منسوب کرو جو فی الواقع اس میں نہیں ہے
تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔)
کسی مسلمان کی غیبت کرنا بڑا سخت گناہ
ہے اور اس پر احادیث میں بڑی سخت
وعیدیں وارد ہیں۔ البتہ جو علانیہ کسی
برائی کا ارتکاب کرتا ہے اور سمجھانے کے
باوجود بھی باز نہیں آتا یا جس کی برائی متعدی
ہے اور دوسروں کو اس سے نقصان
پہنچتا ہے تو اس کے ضرر سے بچانے کے
لئے اس کی برائی کا اظہار جائز ہے۔

غَیْثٌ :۔ بارش۔ مینہ۔

غَیْرُ :۔ سوائے۔ نہیں۔ مگر۔ نہ۔

غِیْضَ :۔ خشک کیا گیا۔ غَیْض سے ماضی
مجہول واحد مذکر غائب۔

غَیْظٌ :۔ غصہ۔ غضب۔ در اصل میں باب
ضَرَبَ سے مصدر ہے بمعنے "غصہ لانا"

غُیُوْب :۔ چھپی ہوئی چیزیں۔ واحد غیب۔

(ف)

فَ :۔ پھر۔ پس۔ تب۔ تو (حرفِ عطف
اور حرفِ جزا ہے)

فَاءَتْ :۔ وہ پھر آئی۔ وہ لوٹی۔ وہ رجوع
ہوئی۔ فَیٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب

فَائِزُوْنَ :۔ مراد کو پہنچنے والے لوگ۔ فَوْز
سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد فائز۔

فَاءُوْا :۔ وہ پھر آئے۔ انھوں نے رجوع
کیا فَیٌّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فَاتَ :۔ وہ نابود ہوا۔ مرگیا۔ فَوْت
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فِئَۃٌ :۔ گروہ۔ اس کا ماخذ "فَیٌّ" ہے جس کے
معنی ہیں "اچھی حالت کی طرف لوٹنا" مجازاً
مطلق رجوع کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔
فِئَۃ۔ افراد انسانی کا وہ مجموعہ جن میں
ہر فرد دوسرے کی مدد و اعانت کے لئے
اس کی طرف رجوع کرے۔ (مفردات بتغییر یسیر)

فِئَتَانِ :۔ دو گروہ۔ فِئَۃ کا تثنیہ بحالت رفعی

فِئَتَیْنِ :۔ دو گروہ۔ فِئَۃ کا تثنیہ بحالت نصبی
وجری۔

فَاتِحِیْنَ :۔ کھولنے والے۔ فیصلہ کرنے والے
فَتْحٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد فاتح
فَتْحٌ کے معنی ہیں "بندش کو دور کرنا۔ بستگی
کو زائل کر دینا" اس کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) محسوس۔ جیسے فَتَحَ الْبَابَ دروازہ
کھولنا۔ اسی سے ہے وَلَمَّا فَتَحُوْا
مَتَاعَهُمْ (یوسف ۶۵) اور جب برادران یوسف

سے اپنا اسباب کھولا)

(۲) مفعول جیسے فَتَحَ الْهَمَّ (رنج وفکر کو دور کر دینا) اسی سے ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (اعراف)

(اگر یہ بات ہوتی کہ ان ہلاک شدہ بستیوں کے باشندے ایمان و تقویٰ کی زندگی اختیار کر لیتے تو یقیناً ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں اور نعمتوں کو کھول دیتے) یعنی ان کو دنیوی زندگی میں بھی فراخی و فارغ البالی اور آسودگی کی نعمت سے نوازتے۔

اور جب اس کا صلہ "بَيْنَ" آتا ہے تو فیصلہ کرنے کے معنی ہوتے ہیں، جیسے رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ (اعراف)

(اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان دوٹوک فیصلہ کر دے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے) ماخوذ از مفردات)

فَاتِنِيْنَ :- فتنہ میں ڈالنے والے۔ آزمانے والے۔ گمراہ کرنے والے فُتُوْنٌ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد فَاتِنٌ (دیکھو فِتْنَة)

فَاجِرٌ :- بدکار۔ فسق وفجور کرنے والا۔ فُجُوْرٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع فَجَرَةٌ۔ (دیکھو فجور)

فَاحِشَةٌ :- بے حیائی۔ زنا۔ بدکاری فُحْشٌ سے اسم مصدر (دیکھو فحشاء)

فَارَ :- اس نے جوش مارا۔ فَوْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب

فَارِضٌ :- بوڑھی گائے۔ فُرُوْضٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَارِغٌ :- خالی۔ فراغت پانے والا۔ فَرَاغٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَارِقَاتٌ :- جدا کرنے والیاں۔ فَرْقٌ سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد فَارِقَةٌ قرآن کریم میں فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ہواؤں کی صفت میں استعمال ہوا ہے۔ مراد ہوائیں ہیں جو ابر کو فضا میں پھیلانے کے بعد جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم اسے پہنچانے کا ہوتا ہے جدا کر کے پہنچا دیتی ہیں۔ یوں بھی ہوا کا خاصہ ہے کہ وہ بدبو یا خوشبو کو بلکہ آواز وغیرہ کو فضا میں پھیلا دیتی ہے

فَارِقُوْا :- تم جدا کر دو۔ مُفَارَقَةٌ سے امر

جمع مذکر حاضر۔

فَارِہِین :۔ سمجھدار اور ماہر لوگ۔ فُرُوہَۃ سے اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ واحد فَارِہٌ۔

فَازَ :۔ وہ کامیاب ہوا۔ فَوْزٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَاسِق :۔ بدکار۔ نافرمان۔ خدا کے حکم کی بے حرمتی کرنے والا۔ فُسُوق سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع فَسَقَۃ۔

فِسق اور فُسُوق کے معنے ہیں "میوہ کا چھلکے سے الگ ہو جانا" اسی سے شریعت کی حدود سے باہر ہو جانے کے معنی پیدا ہوئے فسق تھوڑے گناہ کے ارتکاب کو بھی کہتے ہیں اور بہت گناہ کے ارتکاب کو بھی لیکن عرف میں بہت گناہ کے ارتکاب کے لئے ہی مستعمل و متعارف ہے۔ اکثر (عرف شریعت میں) فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو اسلام کو بطور عقیدہ کے تسلیم کرے اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے پہلو تہی کرے (مفردات)

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ (مسلمان سے گالم گلوچ کرنا فسوق ہے اور اس کی خونریزی کرنا کفر) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فِسق کفر سے نیچے کے درجہ کی چیز ہے حج کے ذکر میں جو قرآن کریم میں آیا ہے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ تو یہاں حافظ ابن کثیر نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ یہاں فسوق سے تمام گناہ مراد ہیں کوئی مخصوص گناہ مراد نہیں (تفسیر ابن کثیر صہ ۲۳۱)

فَاسِقُونَ۔ فَاسِقِینَ :۔ نافرمان لوگ۔ فاسق کی جمع اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری)

فَاصِل :۔ جدا کرنے والا۔ فَصْل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاصِلِینَ :۔ فیصلہ کرنے والے۔ حق و باطل کو علیحدہ کرنے والے۔ فَصْل سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری

فَاطِر :۔ پیدا کرنے والا۔ چیرنے والا فَطْر سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو فِطْرَۃ)

فَاعِل :۔ کرنے والا۔ فعل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاعِلُونَ :۔ کرنے والے۔ فَاعِل کی جمع اول
فَاعِلِینَ :۔ بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری

فَاقِرَۃ :۔ کمر توڑ دینے والا۔ بڑا زبردست حادثہ۔ فَقْر سے اسم فاعل واحد مؤنث جمع فَوَاقِر۔

فَاقِع :۔ خالص زرد رنگ۔ شوخ زرد۔ فَقَع

سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاکِھَۃ :- میوہ۔ جمع فَوَاکِہ۔

فَاکِھُوْنَ۔ فَاکِھِیْنَ :- لذت حاصل کرنے والے۔ فَکَاھَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر اول بحالت رفعی و دوم بحالت نصبی وجری واحد فَاکِہ۔ فَاکِہ اور فَکِہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دل پسند چیز کے حصول کی وجہ سے خوشی میں پھولا نہ سماتا ہو۔ اسی مناسبت سے میوہ کو فَاکِھَۃ کہتے ہیں کیونکہ میوہ مفرح قلب ہوتا ہے اور اسی سے فُکَاھَۃ بمعنی خوش طبعی ماخوذ ہے۔

پس اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ فَاکِھِیْنَ بِمَا اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ کے معنی ہوئے۔ یقیناً خدا ترس و پرہیزگار لوگ۔ بڑی عیش و عشرت اور عظیم الشان باغات میں رہیں گے اس طرح کہ اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں اور آسائشوں پہ انتہائی شاداں و فرحاں ہوں گے اور لذت و خوشی میں پھولے نہ سمائیں گے۔

(کذا افاد ابن القیم)

فَالِق :- چیرنے والا۔ فَلْق سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَانٍ :- نابود ہونے والا۔ فنا ہونے والا۔ فَنَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاہُ :- اس کا منہ (بحالت نصبی) فُو مضاف ضمیر

فَتًی :- جوان۔ جمع فِتْیَان۔

فَتَّاح :- خوب فیصلہ کرنے والا (اللہ تعالیٰ کا اسم صفت) فَتْح سے مبالغہ واحد۔

فَتْح :- کھولنا۔ نصرت۔ فیصلہ۔ کھلنا (پہلے معنی میں مصدر متعدی اور بعد کے دونوں معنے میں بمعنے اسم مصدر اور آخری معنے میں مصدر لازم ہے (دیکھو فاتح)

فَتَحَ :- اس نے کھولا۔ فَتْح سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فُتِحَتْ :- وہ کھولی گئی فَتْح سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

فَتَحْنَا :- ہم نے کھولا۔ فَتْح سے ماضی جمع متکلم۔

فَتَحُوْا :- انہوں نے کھولا۔ فَتْح سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فَتْرَۃ :- سکون حال۔ نرمی۔ دو پیغمبروں کے بیچ کا زمانہ

فَتَقْنَا :- ہم نے چیرا۔ فَتْق سے ماضی جمع متکلم۔

فَتَنَّا :- ہم نے آزمایا۔ فُتُوْن سے ماضی جمع

جمع مذکر حاضر۔

فَارِہِیْن :۔ سمجھدار اور ماہر لوگ۔ فُرُوْھَۃ سے اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ واحد فَارِہٌ۔

فَازَ :۔ وہ کامیاب ہوا۔ فَوْز سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَاسِق :۔ بدکار۔ نافرمان۔ خدا کے حکم کی بے حرمتی کرنے والا۔ فُسُوْق سے اسم فاعل واحد ذکر۔ جمع فَسَقَۃ۔

فِسق اور فُسُوْق کے معنے ہیں "میوہ کا چھلکے سے الگ ہو جانا" اسی سے شریعت کی حدود سے باہر ہو جانے کے معنی پیدا ہوئے فسق تھوڑے گناہ کے ارتکاب کو بھی کہتے ہیں اور بہت گناہ کے ارتکاب کو بھی لیکن عرف میں بہت گناہ کے ارتکاب کے لئے ہی مستعمل و متعارف ہے۔ اکثر عرف شریعت میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو اسلام کو بطور عقیدہ کے تسلیم کرے اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے پہلو تہی کرے (مفردات)

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ (مسلمان سے گالم گلوچ کرنا فسوق ہے اور اس کی خونریزی کرنا کفر اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فِسق کفر سے نیچے کے درجہ کی چیز ہے

حج کے ذکر میں جو قرآن کریم میں آیا ہے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ تو یہاں حافظ ابن کثیر نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ یہاں فسوق سے تمام گناہ مراد ہیں کوئی مخصوص گناہ مراد نہیں (تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۴/۱)

فَاسِقُوْنَ۔ فَاسِقِیْنَ :۔ نافرمان لوگ۔ فاسق کی جمع اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری)

فَاصِل :۔ جدا کرنے والا۔ فَصْل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاصِلِیْنَ :۔ فیصلہ کرنے والے۔ حق و باطل کو علیحدہ کرنے والے۔ فَصْل سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری

فَاطِر :۔ پیدا کرنیوالا۔ چیرنے والا فَطْر سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو فِطْرَۃ)

فَاعِل :۔ کرنے والا۔ فعل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاعِلُوْنَ :۔ کرنے والے۔ فاعل کی جمع اول
فَاعِلِیْنَ :۔ بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری

فَاقِرَۃ :۔ کمر توڑ دینے والا۔ بڑا زبردست حادثہ۔ فَقْر سے اسم فاعل واحد مؤنث جمع فَوَاقِر۔

فَاقِع :۔ خالص زرد رنگ۔ شوخ زرد۔ فَقَع

سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاکِھَۃ :- میوہ - جمع فَوَاکِہ -

فَاکِھُوْنَ - فَاکِھِیْنَ :- لذت حاصل کرنے والے - فَکَاھَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر اول بحالت رفعی و دوم بحالت نصبی وجری واحد فَاکِہ - فَاکِہ اور فَکِہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دل پسند چیز کے حصول کی وجہ سے خوشی میں پھولا نہ سماتا ہو۔ اسی مناسبت سے میوہ کو فَاکِھَۃ کہتے ہیں کیونکہ میوہ مفرح قلب ہوتا ہے اور اسی سے فُکَاھَۃ بمعنی خوش طبعی ماخوذ ہے۔

پس اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ فَاکِھِیْنَ بِمَا اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ کے معنی ہوئے - یقیناً خدا ترس و پرہیزگار لوگ. بڑی عیش و عشرت اور عظیم الشان باغات میں رہیں گے اس طرح کہ اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں اور آسائشوں پر انتہائی شاداں و فرحاں ہوں گے اور لذت و خوشی میں پھولے نہ سمائیں گے۔

(کذا افاد ابن القیم)

فَالِق :- چیرنے والا - فَلْق سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَانٍ :- نابود ہونے والا - فنا ہونے والا۔ فَنَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاہُ :- اس کا منہ (بحالت نصبی) ہُ مضاف الیہ ضمیر

فَتًی :- جوان - جمع فِتْیَان -

فَتَّاحٌ :- خوب فیصلہ کرنے والا (اللہ تعالیٰ کا اسم صفت) فَتْحٌ سے مبالغہ واحد۔

فَتْحٌ :- کھولنا - نصرت - فیصلہ - کھلنا (پہلے معنی میں مصدر متعدی اور بعد کے دونوں معنے میں بمعنے اسم مصدر اور آخری معنے میں مصدر لازم ہے (دیکھو فَاتِحٌ)

فَتَحَ :- اس نے کھولا - فَتْحٌ سے ماضی واحد مذکر غائب -

فُتِحَتْ :- وہ کھولی گئی فَتْحٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

فَتَحْنَا :- ہم نے کھولا - فَتْحٌ سے ماضی جمع متکلم -

فَتَحُوْا :- انھوں نے کھولا - فَتْحٌ سے ماضی جمع مذکر غائب -

فَتْرَۃ :- سکون حال - نرمی - دو پیغمبروں کے بیچ کا زمانہ

فَتَقْنَا :- ہم نے چیرا - فَتْقٌ سے ماضی جمع متکلم۔

فَتَنَّا :- ہم نے آزمایا - فُتُوْنٌ سے ماضی جمع

متکلم

فتنۃ :- در اصل یہ باب ضرب سے مصدر ہے اور اس کے حقیقی معنی ہیں "سونے کو آگ پر تپانا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کھرا ہے یا کھوٹا" اسی لحاظ سے قرآن کریم میں کفار کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی اسکو استعمال کیا گیا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (جس روز یعنی کفار آتش دوزخ پر تپائے جائینگے)

پھر مجازاً اس کا استعمال آزمائش و امتحان نیز ہر اس چیز کے لئے بھی جو امتحان و آزمائش کا ذریعہ ہو کیا جانے لگا۔ جیسے تکلیف و آرام۔ خیر و شر۔ مال و دولت۔ اہل و عیال زمانہ کے انقلابات و تغیرات کا قال اللہ تعالےٰ

أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ محض زبانی دعوئے ایمان کافی ہے اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے انھیں آزمایا نہ جائے گا!)

وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (ہم تمہیں خیر و شر کے ذریعہ خوب آزمائیں گے) اور

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری آزمائش کا ذریعہ ہیں کہ تم حق کو زیادہ چاہتے ہو یا مال و اولاد کو!) نیز قوت برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کو بھی فتنہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي (ان منافقین میں سے کچھ بیہودہ گو ایسے بھی ہیں جو جہاد کے موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ مجھے جہاد میں شریک نہ ہونے اور اپنے گھر رہنے کی اجازت دیجئے اور میری برداشت سے زیادہ مجھ پر بوجھ نہ ڈالیے)

قرآن مجید کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ فتنہ کا اسناد جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوا ہے تو اس سے امتحان و آزمائش کے معنی مراد ہیں اور جب اس کا اسناد انسان کی طرف ہوا ہے تو ظلم و زیادتی کرنا۔ وطن سے ظلم کر کے نکال دینا۔ قبول حق سے لوگوں کو باز رکھنے کی کوشش کرنا۔ گمراہ کرنا خانہ جنگی اور ناحق خونریزی کرنا کفر و اہل کفر کا غلبہ ہونا" مراد ہے تفصیلاً سمجھنے کے لئے وہ آیات کریمہ جن میں اس لفظ یا اس کے مشتق کا استعمال ہوا ہے مطالعہ کر لی جائیں۔

فَتَنتُمْ :- تم نے آزمائش میں ڈالا۔ فتنہ میں

ڈالا۔ گمراہ کیا فِتْنَة سے ماضی جمع مذکر حاضر

فُتِنْتُمْ :۔ تم کو آزمایا گیا۔ فِتْنَة سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

فَتَنُوْا :۔ انھوں نے ایذا پہنچائی، گمراہ کیا فِتْنَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فُتِنُوْا :۔ ان پر ظلم وستم کیا گیا۔ فِتْنَة سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

فُتُوْنَ :۔ آزمانا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

فَتَيَات :۔ باندیاں۔ واحد فَتَاة۔ اصل میں فَتَاة جوان عورت کو کہتے ہیں بطور مجاز خاص کر باندی پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے

فِتْيَان :۔ غلام۔ جوان مرد۔ واحد فَتًى۔ فَتًى جوان مرد کو کہتے ہیں اور مجازاً اس سے غلام مراد ہوتا ہے۔

فِتْيَة :۔ نوجوان لوگ۔ واحد فَتًى۔

فَتِيْل :۔ کھجور کی گٹھلی کا ریشہ۔ اس کا استعمال بمعنے "ذرا بھی" ہوتا ہے جیسے وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ان پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

فَجّ :۔ درہ۔ دو پہاڑوں کے بیچ کا کشادہ راستہ۔

فِجَاج :۔ کشادہ راستے۔ راہیں۔ واحد فَجّ

فُجَّار :۔ بدکار اور فاسق لوگ۔ واحد فاجر

فَجْر :۔ صبح۔ اصل لغت میں فَجْر کے معنی "پھاڑنا چیرنا۔ جاری کرنا" ہیں۔ صبح کو فجر اس لئے کہتے ہیں کہ صبح کی روشنی سے رات کی تاریکی چاک ہو جاتی ہے اور اندھیرے کے بجائے نور پھیل جاتا ہے واضح رہے کہ صبح دو ہیں، ایک صبح صادق اور ایک صبح کاذب۔ صبح کاذب لمبتری سفیدی ہوتی ہے۔ اور صبح صادق افق میں پھیلی ہوئی گول سی روشنی ہوتی ہے اور آیت کریمہ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ میں "فَجْر" سے مراد صبح صادق ہے۔

فَجَرَة :۔ بدکار لوگ۔ واحد فاجر۔

فُجِّرَتْ :۔ وہ جاری کی گئی۔ تَفْجِيْر سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

فَجَّرْنَا :۔ ہم نے پھاڑا۔ جاری کیا۔ تَفْجِيْر سے ماضی جمع متکلم۔

فَجْوَة :۔ میدان۔ دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔ صحن۔

فُجُوْر :۔ نافرمانی۔ گناہ کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

اس کا مادہ فَجْر ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اچھی طرح پھاڑنا"۔ فجور کے معنی دیانت

کے پردہ کو چاک کرنا ہیں جس کی دوسری تعبیر نافرمانی اور گناہ گاری ہے (مفردات)

فَحْشَاء :- بے حیائی کا کام (فُحْش سے صفت مشبہ)

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ فَحْشَاء اور فَاحِشَہ وہ اقوال اور اعمال ہیں جنکی قباحت اور برائی بہت زیادہ ہو۔ فحشاء کا اطلاق زنا پر بھی کیا جاتا ہے جو قبیح ترین افعال میں سے ایک ہے (مفردات)

قاضی بیضاویؒ نے اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَاءِ (شیطان تم کو برائی اور بدکاری ہی کا حکم دیتا ہے) کے ذیل میں لکھا ہے کہ سوء اور فحشاء سے گناہ مراد ہیں۔ انھیں سُوء اس لئے کہا گیا کہ عقلمند آدمی کو غمگین کرتے ہیں اور فحشاء اس لئے کہ وہ انھیں قبیح سمجھتا ہے۔ یا شریعت انھیں قبیح سمجھتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوء تمام برائیوں کو عام ہے اور فحشاء ان کبیرہ گناہوں کو کہا جاتا ہے جو برائی میں حد سے بڑھ گئے ہوں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سوء ان گناہوں کو کہتے ہیں جن پر حد شرعی جاری نہیں ہوتی ہے اور فحشاء ان گناہوں کو جنپر حد جاری ہوتی ہے (انوار التنزیل ص۸۹)

فَخَّار :- پکا ٹھیکرا۔ واحد فَخَّارَۃ۔

فَخُوْر :- ناز کرنے والا۔ اترانے والا فَخْر سے مبالغہ واحد۔

فِدَاء :- فدیہ لیکر قیدی کو چھوڑ دینا۔ باب مفاعلہ سے مصدر (دیکھو فِدْیَۃ)

فِدْیَۃ :- فدیہ لغت میں اس مال وغیرہ کو کہتے ہیں جو قیدی کو قید سے چھڑا لے کے عوض میں ادا کیا جائے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں فدیہ کا اطلاق اس مال پر ہوتا ہے جسے انسان اپنی کسی اس کوتاہی کی سزا میں مسکینوں پر صرف کرے جو اس سے عبادت خداوندی میں سرزد ہوتی ہے۔
(مفردات)

معنی شرعی کی معنی لغوی سے مناسبت ظاہر ہے کہ یہ فدیہ ادا کرکے آدمی اپنے نفس کو خداوند تعالٰی کے متوقع عذاب سے محفوظ کر لیتا ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "فدیہ" سے مراد صدقۂ فطر ہے جو رمضان کے روزوں کی کوتاہیوں کا بدل قرار دیا گیا ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں اور جو لوگ فدیہ

یعنی صدقۂ فطر ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں
ان کے ذمہ یہ فدیہ (ایک صاع جو یا نصف
صاع گیہوں) واجب ہے (الفوز الکبیر)
دیگر علماء کے نزدیک فدیہ سے مراد روزہ
کے بدلہ میں دو وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کر
کھانا کھلانا ہے اور اِطَاقَہ کے معنی "طاقت
نہ رکھنا" یا "بہت کم طاقت رکھنا" ہیں۔ جو
لوگ "طاقت نہ رکھنا" معنی کہتے ہیں وہ
باب افعال کی خاصیت "سلب ماخذ" کو
ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ "بہت کم طاقت
رکھنا" معنی کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اَطَاقَ
الشیءَ کا استعمال عرب اس صورت میں کرتے
ہیں جبکہ قوت نہایت کم ہو (یہ رائے صاحب
تفسیر المنار کی ہے) ان دونوں صورتوں میں
آیت کا ترجمہ اس طرح ہوگا:۔ جو لوگ روزہ
رکھنے کی طاقت بالکل نہیں رکھتے یا بہت
کم طاقت رکھتے ہیں اور روزہ رکھنے میں
انھیں سخت تکلیف پیش آتی ہے (مثلاً
بہت بوڑھا یا حاملہ) تو ان کے ذمہ روزہ
نہ رکھنے کا بدلہ ہے، ایک مسکین کو دو وقت
پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔ (تفسیر المنار ص ۱۵۰، ج ۲)
فَدَیْنٰاہُ :۔ ہم نے اس کا عوض دیا۔ فَدًی
سے ماضی جمع متکلم با ضمیر منصوب واحد مذکر غائب

فُرَات :۔ سخت شیریں پانی۔ ایک دریا کا بھی
نام ہے جو عراق میں بہتا ہے مگر قرآن کریم میں
پہلے معنی ہی میں استعمال ہوا ہے۔
فِرَار :۔ بھاگنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر
فِرَاش :۔ بچھونا۔ جمع فُرُش۔
فَرَاش :۔ پروانے۔ چراغ کے پتنگے۔ واحد
فَرَاشَۃ۔
فِرَاق :۔ جدائی۔ باب مفاعلہ سے مصدر
فَرَّتْ :۔ وہ بھاگی۔ فِرَار سے ماضی واحد
مؤنث غائب
فَرْث :۔ گوبر جو اوجھ میں ہو
فَرْج :۔ سوراخ۔ شرمگاہ۔ جمع فُرُوج
فُرِجَتْ :۔ کھولی گئی۔ کشادہ کی گئی۔ فَرْج سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔
فَرِح :۔ بہت اترانے والا۔ فَرَح سے
صفت مشبہ واحد مذکر
فَرِحَ :۔ وہ خوش ہوا۔ فَرَح سے ماضی واحد
مذکر غائب۔
فَرِحُوْا :۔ وہ خوش ہوئے۔ فَرَح سے ماضی
جمع مذکر غائب۔
فَرِحُوْنَ :۔ خوش ہونے والے۔ فَرَح سے صفت
مشبہ۔ جمع مذکر۔ واحد فَرِح۔
فَرْد :۔ اکیلا۔ طاق۔ جمع اَفْرَاد۔

فِرْدَوْسٌ :- جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ
حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں - مجاہدؒ نے کہا ہے
کہ فردوس رومی زبان میں باغ کو کہتے ہیں
اور کعبؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ وہ باغ ہے جس
میں انگوروں کے درخت ہوں - اور ابو
امامہ نے کہا ہے کہ وہ ناف جنت ہے اور
قتادہ نے کہا ہے کہ وہ جنت کا بلند، درمیانی
اور افضل مقام ہے - اور صحیحین کی حدیث
ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا
سوال کیا کرو تو فردوس کا سوال کیا کرو
کیونکہ وہ جنت کا اعلیٰ اور درمیانی حصہ
ہے اور وہیں سے جنت کی نہروں کے سوتے
پھوٹتے ہیں۔ قرآن کریم میں خود اس کی
صفت میں فرمایا گیا ہے لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا
حِوَلًا کہ اہل جنتِ فردوس اس کو چھوڑ کر
کہیں اور جانا پسند نہ کریں گے۔ رزقنا
اللہ وایاکم بفضلہ (تفسیر ابن کثیر ج۳)

فَرَرْتُ :- میں بھاگا - فِرَار سے ماضی واحد
متکلم -

فَرَرْتُمْ :- تم بھاگے فِرار سے ماضی جمع مذکر
حاضر

فَرْشٌ :- بچھونا - سواری کا جانور - بچھانا -
باب نَصَرَ سے مصدر (آخری معنے ہیں)
اور پہلے دو معنی ہیں مصدر بمعنے مفعول ہے

فَرَشْنَا :- ہم نے بچھایا - فَرْش سے ماضی
جمع متکلم -

فَرَضَ :- اس نے ضروری قرار دیا - فَرْض
سے ماضی واحد مذکر غائب - فَرْض کے
لغوی معنے کسی سخت چیز کو کاٹنا اور اس
میں اثر کرنا - ہیں - اسی مناسبت سے پھر
اس کے مختلف معانی پیدا ہو گئے ہیں
جب اس کا صلہ علیٰ آتا ہے تو واجب کرنا
ضروری قرار دینا" مراد ہوتا ہے - جیسے
اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ
(بے شک جس ذات نے کہ تجھ پر قرآن
(پر عمل کرنا) واجب و لازم کیا ہے) اور
جب اس کا صلہ لام ہوتا ہے تو متعین کرنا
مقرر کرنا" اس کے معنی ہوتے ہیں، جیسے
وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً
(اور تم نے ان عورتوں کے لئے کوئی مہر
متعین کر دیا ہے)
فقہ حنفی کی اصطلاح میں فرض اس حکم کو
کہا جاتا ہے جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو
اور واجب وہ حکم ہے جو دلیل ظنی سے
ثابت ہو۔

فَرَضْتُمْ :- تم نے ٹھہرا دیا۔ تم نے متعین کر دیا
فَرْض سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

فَرَضْنَا :- ہم نے فرض کیا۔ ہم نے ضروری
قرار دیا۔ فَرْض سے ماضی جمع متکلم۔

فُرُطًا :- ظلم حد سے تجاوز۔

"فَرْط" کے اصل معنے ہیں۔ بالقصد آگے بڑھنا"
اسی سے "فَارِط اور فَرَط ہے جس کے
معنی اس شخص کے ہیں جو کارواں سے پہلے
کنوئیں پر پہنچکر ڈول وغیرہ ٹھیک کرے
اسی لحاظ سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ
(میں حوض کوثر پر تمہارا فَرَط ہوں گا۔
یعنی تمہارے لئے سیرابی کا انتظام کرونگا
اور اسی سے فُرُط ہے جس کے معنے ظلم
اعتداء اور حد سے تجاوز ہیں۔ نیز اس گھوڑے
کو بھی کہتے ہیں جو دوسروں سے آگے
نکل جائے۔ قرآن کریم میں ہے وَكَانَ
أَمْرُهُ فُرُطًا اور اس شخص کی اطاعت
نہ کیجئے جس کا کام حد پر نہ رہنا ہے یعنی جو شخص
حدود شرعیہ کی رعایت نہیں کرتا۔ اور خواہشات
نفسانیہ کے پیچھے لگ کر آگے بڑھا چلا
جا رہا ہے آپ اس کا کہا نہ مانئے۔
(مفردات و بیضاوی)

فَرَّطْتُ :- میں نے کوتاہی کی۔ تَفْرِیط
سے ماضی واحد متکلم۔

فَرَّطْتُمْ :- تم نے کوتاہی کی تَفْرِیط سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

فَرَّطْنَا :- ہم نے کوتاہی کی تَفْرِیط سے
ماضی جمع متکلم۔

فِرْعَوْن :- یہ قدیم مصری بادشاہوں کا
لقب ہے جس طرح شاہ ایران کو کسریٰ
اور شاہ روم کو قیصر اور شاہ یمن کو تبع
کہا جاتا تھا اسی طرح شاہ مصر کو "فرعون"
کے نام سے پکارا جاتا تھا۔
مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے۔
مصری مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے
بڑا دیوتا سورج تھا جسے "رع" کہتے
تھے۔ اور چونکہ بادشاہ کو اس کا اوتار
سمجھتے تھے اس لئے اس کا لقب "فارع"
تھا۔ یہی فارع عبرانی میں "فارعو" اور
عربی میں "فرعون" ہو گیا" قدیم مفسرین نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون
کے کئی نام لکھے ہیں۔ علامہ زمخشری صاحب
کشاف نے قابوس، اور حافظ ابن کثیر
نے مصعب بن ریان یا ولید بن مصعب
بن ریان بتاتا ہے اور کنیت ابومرہ لکھی ہے

حافظ ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ فرعون عملیق بن اود بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد میں تھا (ابن کثیر ص ۱/۹)

مگر جدید مصری اثری تحقیقات اور حجری کتبات سے جو انکشافات ہوئے ہیں، عبدالوہاب بخار صاحب قصص القرآن کی تصریح کے مطابق ان کا خلاصہ یہ ہے۔

تین ہزار سال قبل مسیح سے عہد سکندر اعظم تین سو قبل مسیح تک، فراعنہ کے اکتیس خاندان مصر کے حکمران رہے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں فراعنہ کے سولھویں خاندان کا بادشاہ اپاپی اول حکمران تھا اسی کے عہد میں مصر میں بنی اسرائیل داخل ہوئے اور اس نے انھیں عہدوں اور جاگیروں سے نوازا۔

لیکن حضرت موسیٰ نے جس فرعون کے محل میں پرورش پائی یہ فراعنہ کے انیسویں خاندان کا بادشاہ رعمسیس دوم تھا۔ فراعنہ کے اس خاندان کی اسیویہ قبائل سے جو مصر کے قریب آباد تھے نو سال تک متواتر جنگ رہی۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ رعمسیس نے بنی اسرائیل کے قبیلہ کو جو لاکھوں نفوس پر مشتمل تھا اور مصر کے موجودہ بادشاہوں کے طرز عمل سے غیر مطمئن تھا، اندرونی بغاوت کے خوف سے ان مصائب میں مبتلا کرنا ضروری سمجھا ہو جنکا ذکر قرآن کریم اور توریت میں کیا گیا ہے۔

رعمسیس نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنے بیٹے منفتاح کو شریک حکومت کرلیا تھا رعمسیس کے مرنے کے بعد یہی تخت مصر پر متمکن ہوا اور بنی اسرائیل پر ظلم ڈھانے میں جو کسر اس کے باپ نے چھوڑی تھی اسے پورا کیا حضرت موسیٰ و ہارون (علیہ السلام) نے اسی کے دربار میں صدائے حق بلند کی، اسی کے جادوگروں سے ان کا مقابلہ ہوا، اسی نے ان کا مصر سے فلسطین جاتے ہوئے تعاقب کیا۔ یہی دریا میں غرق ہو کر نامرادی کی موت مرا۔ پھر موجوں نے اس کی لاش کو ساحل پر پھینک دیا۔ یہ لاش مصری عجائب خانہ میں آج بھی موجود ہے اور زبان حال سے اہل نظر کو دعوت عبرت دے رہی ہے اور قرآن کریم کے ان الفاظ کی صداقت کا اعلان کر رہی ہے

اَلْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً (قصص الانبیاء ص ۲۳۹)	آج ہم تیرے جسم کو دریا سے بچا دیں گے تاکہ تو پیچھے آنیوالوں کیلئے نشان عبرت ہو

فَرَغَتْ:۔ تو فارغ ہوا۔ فَرَاغ سے ماضی واحد

مذکر حاضر۔

فَرْق :- جدا کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

فِرْق :- پھانک۔ ٹکڑا۔ موج۔ جمع اَفْرَاق۔

فُرْقَان :- حق و باطل کو جدا جدا کرنا۔ قرآن مجید توریت۔ معجزہ۔ فُرْقَان اصل میں مصدر ہے بمعنے حق و باطل میں فیصلہ کرنا۔ فرق کرنا۔ جدا کرنا۔ نیز اس کا استعمال بمعنی فاعل "حق و باطل کے درمیان امتیاز کر دینے والی چیز" کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس لفظ کا استعمال مرد مومن کی روشنی قلب، توفیق خداوندی، کلام الٰہی، اور معجزہ کے لئے ہوا ہے اور یَوْمَ الْفُرْقَان سے بدر کا دن مراد ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید نصرت سے اہل حق کی قلیل تعداد کو باطل پرستوں کی کثیر تعداد پر غالب کر کے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا (مفردات)

فِرْقَة :- گروہ۔ جمع فِرَق۔

فَرَّقْتَ :- تو نے پھوٹ ڈالی (بعلہٗ بَیْنَ) تَفْرِیق سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

فَرَقْنَا :- ہم نے پھاڑ دیا۔ فَرْق سے ماضی جمع متکلم۔

فَرَّقْنَا :- ہم نے تفصیل سے بیان کیا۔ تَفْرِیق سے ماضی جمع متکلم

فَرَّقُوْا :- انھوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ متفرق کر دیا۔ تَفْرِیق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فِرُّوْا :- تم بھاگو۔ فِرَار سے امر جمع مذکر حاضر

فُرُوْج :- شرمگاہیں۔ دراڑیں۔ سوراخ۔ واحد فَرْج۔

فَرِیّ :- جھوٹ۔ بہتان۔ فَرْی سے فَعِیْل بمعنے مفعول فَرْی کے اصل معنے گھڑنا تراشنا ہیں۔

فَرِیْضَة :- خداوند تعالیٰ کا فرض کیا ہوا حکم حصہ مقررہ۔ عورت کا مہر جمع فَرَائِض۔ فَرْض سے فَعِیْلَة بمعنے مَفْعُوْلَة۔

فَرِیْق :- گروہ۔ جماعت۔

فَرِیْقَانِ :- دو گروہ۔ فَرِیْق کا تثنیہ بحالت رفعی

فَرِیْقَیْنِ :- دو گروہ۔ فَرِیْق کا تثنیہ بحالت نصبی و جری

فَزَع :- خوف۔ گھبراہٹ۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

فَزِعَ :- وہ گھبرایا۔ فَزَع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَزِعُوْا :- وہ گھبرائے فَزَع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فُزِّعَ :- گھبراہٹ دور کر دی گئی۔ تَفْزِیْع سے

ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

فَسَاد :- خرابی۔ تباہی۔ بربادی باب نَصَرَ سے مصدر۔ دیکھو تُفسِدُنَّ

فَسَدَتْ :- وہ خراب ہوئی۔ فساد سے ماضی واحد مؤنث غائب

فَسَدَتَا :- وہ دونوں خراب ہوگئیں۔ درہم برہم ہوگئیں۔ فساد سے ماضی تثنیہ مؤنث غائب

فِسْق :- قید شریعت سے نکل جانا۔ حدود الٰہی سے تجاوز کرنا۔ بدکار ہونا۔ مصدر نَصَرَ اور ضَرَبَ سے (دیکھو فَاسِق۔)

فَسَقَ :- وہ نکل گیا (حکم رب سے) اس نے نافرمانی کی۔ فِسق سے ماضی واحد مذکر غائب

فَسَقُوا :- انھوں نے فسق کیا۔ فِسق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فُسُوق :- نافرمانی کرنا۔ گناہ کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر (دیکھو فَاسِق۔)

فَشِلْتُم :- تم نے کمزوری اور بزدلی دکھائی فَشَل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

فِصَال :- بچہ کا دودھ چھڑانا۔ باب مفاعلہ سے مصدر ہے اس کے اصل معنے باہم جدا ہو جانا۔ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا ہیں۔ چونکہ بچہ کا جب دودھ چھڑا دیا گیا تو اب وہ اپنی ماں سے اسقدر وابستہ نہیں رہتا جیسا کہ پہلے تھا اور یک گونہ ماں اور بچہ میں جدائی واقع ہو جاتی ہے۔ نیز بچہ شیر مادر سے اور شیر مادر بچہ سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے بچہ کے دودھ چھڑانے کو "فِصَال" سے تعبیر کیا گیا۔ (امام رازی)

فَصْل :- جدی بات دوٹوک۔ دو چیزوں کو الگ الگ کر دینا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

فَصْلُ الْخِطَاب :- فیصلہ کن بات جو حق و باطل میں فرق کر دے (فَصْل بمعنے فاصل اور صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف) معاملہ کا فیصلہ کرنا یعنی قوت فیصلہ

يَوْمُ الْفَصْل :- جدائی کا دن فیصلہ کا دن یعنی روز قیامت۔

فَصَلَ :- باہر نکلا۔ فَصْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَصَلَتْ :- وہ جدا ہوئی۔ نکلی فَصْل سے ماضی واحد مؤنث غائب

فُصِّلَتْ :- وہ خوب بیان کی گئی۔ تفصیل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

فَصَّلْنَا :- ہم نے خوب بیان کیا۔ تفصیل سے ماضی جمع متکلم

فَصِيلَة :- ایک جدی گھرانا۔ ایک دادا کی اولاد۔ جمع فَصَائِل۔

فِضَّة :- یہ فَضّ سے ماخوذ ہے جس کے معنے
ہیں توڑ دینا اور اجزاء کو جدا جدا کر دینا۔ اسی
سے اِنْفِضَاض بمعنے انتشار ماخوذ ہے۔
چونکہ چاندی جواہر میں سب سے گھٹیا درجہ کا جوہر
ہے اور خرید و فروخت و تعامل کے لئے اسکے
نقود اور سکے قدیم زمانہ سے مستعمل ہیں اسلئے
چاندی کو "فِضَّة" کہتے ہیں (مفردات)

فَضْل :- بڑی بخشش۔ جمع اَفْضَال۔ فضل
کے اصل معنے زیادتی کے ہیں۔ اسی لئے اسکا
اطلاق اس مال و دولت پر بھی ہوتا ہے جو
بطور نفع آدمی کو حاصل ہو۔ اور خداوند تعالےٰ
کے عطیہ پر بھی خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی
کیونکہ وہ آدمی کو اس کے استحقاق سے زیادہ
دیا جاتا ہے۔

فَضَّلَ :- اس نے فضیلت دی۔ تَفْضِیْل۔
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَضَّلْتُ :- میں نے فضیلت دی تفضیل سے
ماضی واحد متکلم۔

فَضَّلْنَا :- ہم نے فضیلت دی۔ تَفْضِیْل سے
ماضی جمع متکلم۔

فُضِّلُوْا :- ان کو بڑائی دی گئی۔ تَفْضِیْل سے
ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

فَطَرَ :- اس نے بنایا۔ پیدا کیا۔ فَطْر سے
ماضی واحد مذکر غائب (دیکھو فِطْرَة)

فِطْرَة :- تخلیق۔ آفرینش۔ بناوٹ۔ باب
نَصَرَ سے مصدر۔ آیت کریمہ وَاَقِمْ
وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا۔ فِطْرَةَ اللّٰهِ
الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (ہر طرف سے
کٹ کر اور یکسو ہو کر اپنی ذات کو دین حق
کے لئے استوار کر دے اور پیروی کر اللہ
کی اس فطرت کی جس پر اس نے انسانوں
کو تخلیق فرمایا ہے) میں "فِطْرَةَ اللّٰهِ" سے
مراد وہ میلان اور وجدان ہے جو اپنی معرفت
کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بوقت آفرینش انسان
کے دل میں پیوست کر دیا ہے اور جس کی تشریح
آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشاد
كُلُّ مولود يولد على الفطرة فابواه
يهودانه وينصرانه ويمجسانه۔
(او کما قال) میں فرمائی ہے یعنی ہر بچہ
فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ یعنی خِلْقَةً
انسان کی طبیعت اسلام اور اللہ کی اطاعت
سے ہم آہنگ ہوتی ہے پھر والدین کی تربیت
(یعنی خارجی ماحول) اسے غلط راہوں پر
ڈال دیتی ہے۔ یعنی پیدائشی طور پر ہر انسان
محض ایک سادہ کاغذ کی طرح نہیں ہوتا کہ پھر
بعد میں کاتب اس پر جو چاہے لکھدے بلکہ

اس کی لوح دل پر معرفت خداوندی اور دین حق کے ہلکے نقوش ثبت ہوتے ہیں پس اگر خوش قسمتی سے اسے ماحول بھی سازگار میسر آگیا تو وہ ہلکے نقوش گہرے ہوجاتے ہیں اور اگر وہ غلط قسم کے ماحول میں پھنس گیا تو وہ اس کے ان اصل نقوش کو مٹا دیتا ہے اور اسے اس کی فطرت کے بالکل مخالف سمت میں لیجاتا ہے (مفردات مع توضیح، ش ا)

فُطُور :- دراڑ۔ سوراخ - واحد۔ فَطْر

فَظٌّ :- سخت دل۔ بدزبان۔ فَظَاظَة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ فَظّ اصل میں اوجھ کے پانی کو کہتے ہیں۔ چونکہ اسکے پینے سے سب کو گھن آتی اور اس سے نفرت وکراہت محسوس کی جاتی ہے اس لئے مجازاً بداخلاق آدمی کو بھی فَظّ کہتے ہیں کہ اس سے بھی لوگ نفرت کرتے ہیں قرآن کریم میں ہے وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران) یعنی اے نبی اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے چھٹ ہوجاتے (مفردات)

فَعَّال :- بہت کام کرنے والا۔ فَعْل سے مبالغہ واحد

فَعَلَ :- اس نے کیا فَعْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فُعِلَ :- وہ کیا گیا۔ فَعْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

فَعْلَةً :- ایک کام۔ فَعْل سے مصدر بنائے مرۃ۔

فَعَلْتَ :- تو نے کیا۔ فَعْل سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

فَعَلْتُ :- میں نے کیا۔ فَعْل سے ماضی واحد متکلم۔

فَعَلْتُمْ :- تم نے کیا۔ فَعْل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

فَعَلْنَ :- انھوں نے کیا فَعْل سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

فَعَلْنَا :- ہم نے کیا۔ فَعْل سے ماضی جمع متکلم

فَعَلُوْا :- انھوں نے کیا۔ فَعْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فَقْر :- تنگی۔ احتیاج۔ یہ اصل میں مصدر ہے بمعنے کمر کے مہرے اور منکے توڑ دینا" مجازاً اس کا اطلاق مفلسی پر ہوتا ہے۔ کیونکہ مفلسی بھی انسان کو کمر شکستہ کر دیتی ہے (دیکھو فُقَرَاءُ)

فُقَرَاءُ :- محتاج وضرورتمند لوگ۔ واحد

فقیر- فقر و احتیاج کی چار صورتیں ہیں
(۱) فقر بمعنے احتیاج طبعی یعنی ضرورتمند
ہونا خواہ رفع ضرورت کے وسائل حاصل
ہوں یا نہ ہوں۔ فقر کی یہ نوع نہ صرف تمام
انسانوں کو بلکہ جملہ موجودات کو عام ہے
(اس دنیا کا ہر موجود چونکہ ممکن ہے اس
لئے اپنے وجود و بقاء اور عدم میں خداوند
تعالیٰ کا محتاج ہے کہ محض اس کی مشیت
سے ہی کوئی موجود چیز وجود پذیر ہوتی
ہے اور موجود ہونے کے بعد جب تک
اللہ تعالیٰ اسے باقی رکھنا چاہتا ہو باقی
رہتی ہے اور جب وہ حاکم ازلی اس کے
حق میں فناء و عدم کا فیصلہ کر دیتا ہے
فنا ہو جاتی ہے) یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ
الْفُقَرَاءُ اِلَى اللهِ (اے لوگو تم اللہ
کی طرف محتاج ہو) میں فقر سے یہی فقر
مراد ہے (۲) فقر شرعی یعنی نصاب زکوٰۃ
کے بقدر مال کا مالک نہ ہونا۔ اِنَّمَا
الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ
(صدقات فقیروں اور مسکینوں ہی کے لئے
ہیں) میں یہی فقر مراد ہے (۳) فقر نفس
یعنی حرص و ہوس کا مسلط ہونا۔ آنحضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کَادَ الْفَقْرُ
اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا (فقر قریب ہے کہ کفر
بن جائے) میں یہی فقر مقصود ہے (۴)
فقر الی اللہ یعنی انسان کا خود کو اللہ تعالیٰ
کا محتاج سمجھنا اور اسے ہی اپنا کفیل و کار
ساز باور کرنا۔ دعائے نبوی اَللّٰهُمَّ
اَغْنِنِيْ بِالْاِفْتِقَارِ اِلَيْكَ وَلَا
تُفْقِرْنِيْ بِالْاِسْتِغْنَاءِ عَنْكَ ۔
(اے معبود مجھے صرف اپنا محتاج بنا کر
ماسوا سے بے نیاز کر دے اور اپنے سے
بے نیاز کر کے دوسروں کا محتاج نہ بنا)
میں اس فقر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ فقر
مطلوب و محمود اور مسلم کی لازمی صفت
ہے (مفردات راغب)
ایک دوسری نظر سے فقر کی دو قسم ہیں۔
(۱) اختیاری یعنی غنی ہوتے ہوئے تنعم و
ترفہ سے برکراں رہنا اور سادگی کے ساتھ
زندگی بسر کرنا۔ اور اپنی ضرورتوں سے
زاید مال کو اللہ کی راہ میں صرف کرتے
رہنا یہ فقر محمود ہے اور انبیاء کرام علیہم
السلام کی قابل تقلید سنت اور جن احادیث
و روایات میں فقر کی تعریف آئی ہے
وہ اسی فقر پر محمول ہیں (۲) فقر
اضطراری۔ یعنی انسان کا مفلس و قلاش

ہونا اور ضرورت کے مطابق وسائل
رزق سے محروم ہونا کاد الفقر ان یکون
کفرا۔ میں یہی فقر مراد ہے - اور یہ
فقر دراصل ایک سخت کٹھن آزمائش اور
صبر آزما فتنہ ہے جس سے ہر وقت پناہ
مانگنے کی ضرورت ہے ۔ مولانا رومی فرماتے
ہیں ؎ آنکہ شیراں راکند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج است
احتیاج (مِنْ اَفَادَاتِ الاستاذ
مولانا محمد اَخْتَر شاہ رحمہ اللہ
تعالیٰ) ش ر ا

فَقِیْر :- درویش ۔ محتاج ۔ جمع فُقَرَاء
(دیکھو فقر (۶))

فَکّ :- چھڑوانا ۔ آزاد کرنا ۔ باب نَصَرَ
سے مصدر ۔

فَکَّرَ :- اس نے سوچا ۔ تامل کیا ۔
تَفَکَّرُوْ سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

فَکِھِیْنَ :- نہایت مسرور و شاداں ۔
اترانے والا واحد فَکِہٌ ۔

فُلَان :- شخص معلوم (کنایہ ہے آدمی سے)

فَلَق :- صبح ۔ صبحدم ۔ فلق سے ماخوذ
ہے جس کے معنی "چیرنا" ہیں چونکہ صبح کا نور
رات کی تاریکی کو پھاڑ دیتا ہے اس لئے
صبح کو فلق کہا گیا ۔

فُلْک :- کشتی ۔ کشتیاں (واحد و جمع دونو
پر اس کا اطلاق ہوتا ہے)

فَلَک :- آسمان ۔ جمع اَفْلَاک ۔

فَوَاحِش :- بے حیائی کی باتیں ، ناشائستہ
باتیں ۔ واحد فَاحِشَۃ (دیکھو فحشاء)

فُؤَاد :- دل ۔ جمع اَفْئِدَۃ ۔
فؤاد دل کو اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ
آدمی دل کے ذریعہ کسی چیز کو سمجھتا اور
ادراک کرتا ہے اور یہ ماخوذ ہے "تَفَؤُّد"
سے جس کے معنے ہیں بھڑکنا ۔ روشن
ہونا" (مفردات)

فَوَاق :- دنیا کی طرف لوٹنا ۔ واپس آنے
والی راحت ۔ سکون مصدر و اسم مصدر

فَوَاکِہ :- میوے ۔ واحد فَاکِھَۃ (دیکھو
فَاکِھِیْنَ)

فَوْت :- بھاگنا ۔ بچنا ۔ باب نَصَرَ سے مصدر

فَوْج :- گروہ ۔ لشکر ۔ جمع اَفْوَاج ۔

فَوْر :- جلدی ۔ جوش مارنا
باب نَصَرَ سے مصدر ۔

فَوْز :- کامیاب ہونا ۔ باب نَصَرَ سے
مصدر

فَوْق :- اوپر (اسم ظرف ہے)

فُوم :- لہسن ۔ گیہوں ۔ جمع فُومَان ۔

فَهَّمْنَا :- ہم نے سمجھایا ۔ تَفْهِيْمٌ سے ماضی جمع متکلم ۔

فِيْ :- میں ۔ بیچ ۔ (حرفِ جار ہے)

فَيْءٌ :- باب ضَرَبَ سے مصدر ہے ۔ اس کے اصل لغوی معنے "کسی اچھی حالت کی طرف لوٹنا" ہیں ۔ کبھی مطلق رجوع کے معنی میں بھی آتا ہے ۔ زوال کے وقت سے جو سایہ پڑنا شروع ہوتا ہے اُسے بھی اسی مناسبت سے "فَيْءٌ" کہتے ہیں اس معنی میں اس کی جمع اَفْيَاءٌ آتی ہے ۔ اور اصطلاحِ شرع میں "فَيْءٌ" وہ مال ہے جو کافروں سے مسلمانوں کو بغیر جنگ کئے ہوئے حاصل ہو ۔ یہ مال تمام کا تمام بیت المال میں داخل ہوگا اور یتیموں مسکینوں مسافروں اور مسلمانوں کے امور خیر و صلاح میں صرف ہوگا ۔ اس مال کو "فَيْءٌ" کیوں کہا گیا ؟ اس کے متعلق بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ جس طرح سایہ زوال پذیر ہوتا ہے اسی طرح بہترین دولت بھی چلتی پھرتی چھاؤں ہے اور کسی ایک انسان کے ہاتھ میں ہی رہنے والی نہیں ہے ۔ (مفردات)

فِيْل :- ہاتھی ۔ جمع اَفْيَال (اصل میں یہ لفظ "پیل" کا معرب ہے) (دیکھو اَصْحَابُ الْفِيْل)

ق

ق :- حروف مقطعات میں سے ہے اور قرآن کریم کی ایک سورت کا نام ۔

قِ :- تو بچا ۔ حفاظت کر ۔ وِقَايَةٌ سے امر واحد مذکر حاضر ۔

قَائِلٌ :- کہنے والا ۔ دوپہر کو سونے والا قَوْل سے (بمعنے اول) اور قَيْلٌ سے (بمعنے ثانی) اسم فاعل واحد مذکر ۔

قَائِلُوْنَ :- کہنے والے ۔ دوپہر کو سونے والے ۔ قَائِل کی جمع بحالت رفعی ۔

قَائِمٌ :- کھڑا ہونے والا ۔ حفاظت کرنے والا (بصلۂ باء) قِيَام سے اسم فاعل واحد مذکر ۔

قَائِمَةٌ :- کھڑی ہونے والی ۔ قِيَام سے اسم فاعل واحد مؤنث ۔

قَائِمُوْنَ :- کھڑے ہونے والے ۔ قِيَام سے اسم فاعل جمع مذکر ۔ واحد ۔ قَائِمٌ ۔

قَابٌ :- کمان کے قبضہ سے گوشہ تک کا درمیانی فاصلہ ۔ مقدار ۔

قَابَ قَوْسَيْنِ :- "قاب" کے اصل معنے کمان کے قبضہ اور گوشہ کے درمیان کا فاصلہ ہیں اور مجازاً اس کا استعمال بمعنے

مقدار ہوتا ہے اور قَوْسَیْنِ قوس
بمعنے کمان کا تثنیہ ہے۔ پس قابَ قَوْسَیْنِ
کے معنے ہوئے دو کمانوں کی مقدار۔ سورہ
نجم میں فرمایا گیا فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْأُفُقِ
الْأَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ
قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى
عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى یعنی پس جبریل اپنی
اصلی اور حقیقی شکل میں افق اعلیٰ پر ظاہر ہو کر
سیدھے ہوئے پھر نزدیک ہونے کے قصد
سے نیچے اُتر آئے تا آنکہ وہ جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہو گئے
کہ دونوں میں دو کمان سے زائد فاصلہ نہ رہا
پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر یعنی
آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل
کرنے کا حکم دیا تھا۔ جبریل نے وہ وحی
آپ پر نازل کی۔

صحیحین میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم سے یہ ہی تفسیر منقول ہے۔ نیز آنحضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے
جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل وصورت
میں صرف دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ ابتدائے
وحی کے وقت (جس کا مذکورہ بالا آیات
میں بیان ہے) اور دوسری مرتبہ شب معراج
میں جس کا ذکر بھی اسی صورت میں ہے۔
وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ
سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ
الْمَاْوٰى (بلا شبہ آنحضور نے جبریل کو
دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا
جس کے پاس جنۃ الماوےٰ ہے)

بعض لوگ ان آیات کو اس معنے پر محمول
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ مگر نہ صرف یہ کہ یہ
معنے ان آیات کے بالکل سیاق وسباق کے
خلاف ہیں بلکہ قرآن کریم کی آیت قطعیہ
لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (مخلوق کی نگاہیں
اس عالم میں باری تعالیٰ کا ادراک نہیں
کر سکتیں) اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے بھی
برخلاف ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت
مسروق سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ
نے فرمایا مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى
رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ
(جو شخص یہ گمان کرے کہ جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے
تو اس نے خدا وند تعالیٰ پر بڑا جھوٹ
اور طوفان باندھا) (التبیان فی اقسام
القرآن للعلامہ ابن القیم رح) (مزید

تفصیل کے لئے دیکھو تُدْ رِك)

قَابِل :۔ قبول کرنے والا۔ قُبُوْل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

قَاتَلَ :۔ اس نے جنگ کی۔ قِتَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ :۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک کرے (قَاتَلَ ماضی ہے مگر دعا کے محل میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کا ترجمہ مضارع کا ہوگا۔ عربی میں بطور تفاؤل دعا کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کرتے ہیں جیسے غَفَرَ اللّٰهُ لَنَا اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے)

قَاتِل :۔ تو جنگ کر۔ قِتَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

قَاتِلَا :۔ تم دونوں جنگ کرو۔ تم دونوں جہاد کرو قِتَال سے امر تثنیہ مذکر حاضر

قَاتِلُوْا :۔ تم جنگ کرو۔ قِتَال سے امر جمع مذکر حاضر۔

قَاتَلُوْا :۔ انھوں نے جنگ کی۔ قِتَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَادِر :۔ زبردست۔ قدرت رکھنے والا قُدْرَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔ قُدْرَة کی نسبت جب انسان کی طرف کی جائے تو اس سے مراد وہ صفت ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ کسی فعل کو انجام دے سکے لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد عجز کی نفی ہوتی ہے۔ غیر اللہ کو مطلقاً قادر کہنا جائز نہیں کیونکہ وہ اگر ایک فعل کے اعتبار سے قادر ہے تو دوسرے کے اعتبار سے عاجز بھی ہے اگر کہیں لفظاً ایسا استعمال ہوگا بھی تو معنیً اس میں تقیید و تخصیص ضرور ملحوظ ہوگی (مفردات)

قَادِرُوْن / **قَادِرِيْن** } قدرت رکھنے والے۔ قَادِر کی جمع۔ اول بحالتِ رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری

قَارِعَة :۔ کھڑکھڑا دینے والی۔ سخت مصیبت حادثہ۔ قیامت۔ قَرْع سے اسم فاعل واحد مؤنث (پہلے معنی میں حقیقت اور بقیہ معانی میں مجاز ہے۔

حوادث کو قَارِعَة اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دلوں کو گھبراہٹ اور وحشت سے لرزا دیتے ہیں اور قیامت کو اس لئے بھی کہ آسمان و زمین کا ٹوٹنا پھوٹنا کانوں کو کھڑکھڑا دے گا۔

قَارُوْن :۔ قوم موسیٰ میں سے ایک سرمایہ دار سرکش اور مغرور و بخیل آدمی کا نام۔

یہ شخص انتہائی شریر اور گستاخ بھی تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت لگانے کی کوشش کی اور ایک عورت کو کچھ دیکر جھوٹ بولنے پر راضی کرلیا، مگر اس نے صاف بتلا دیا کہ مجھے قارون نے پٹی پڑھائی تھی۔ خداوند تعالےٰ نے اس گستاخی اور کفر و بخل کی وجہ سے اسے اس کی دولت سمیت زمین میں دھنسا کر ہمیشہ کیلئے عبرت بنا دیا۔

قَاسِطُوْن :۔ ظلم کرنے والے۔ کجروی کرنیوالے قِسط و قُسُوط سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد قَاسِط۔

قِسط اس حصہ کو کہتے ہیں جو انصاف کیساتھ کسی کو دیا جائے۔ قِسط جب مصدر کے طور پر استعمال ہو تو ضرب سے اس کے معنی ہیں دوسرے کا حصہ مار لینا یعنی ظلم کرنا لیکن جب باب اِفعال سے آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں دوسرے کا حصہ دیدینا یعنی انصاف کرنا۔ لہذا قَاسِط کے معنی ظالم اور مُقْسِط کے معنی منصف اور عادل ہوئے۔

قَاسَمَ :۔ اس نے قسم کھائی۔ مُقَاسَمَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَاسِیَۃ :۔ سخت۔ قَسْوَۃ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

قَاصِد :۔ ارادہ کرنے والا۔ میانہ چال چلنے والا۔ قَصْد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ :۔ نیچی نگاہ رکھنے والی شرمیلی عورتیں جو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی پر نگاہ نہ ڈالیں قَاصِرَات قَصْر سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد قَاصِرَۃ طَرْف نگاہ۔

قَاصِف :۔ بڑی سخت ہوا۔ تیز و تند ہوا۔ قَصْف سے اسم فاعل واحد مؤنث (بلا تاء)، جمع قَوَاصِف

قَاضٍ :۔ فیصلہ کرنے والا۔ حکم کرنے والا قَضَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع قُضَاۃ۔

قَاضِیَۃ :۔ کام تمام کردینے والی۔ خاتمہ کرنے والی۔ قَضَاء سے اسم فاعل واحد مؤنث جمع قَوَاضِی۔

قَاطِعَۃ :۔ طے کرنے والی۔ قَطْع سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

قَاع :۔ ہموار زمین۔ چٹیل میدان۔ جمع قِیْعَان

قَاعِد :۔ بیٹھنے والا۔ قُعُوْد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

قَاعِدُوْن :- بیٹھنے والے قَاعِد کی جمع

قَالَ :- اس نے کہا۔ قَوْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَالَا :- ان دو نے کہا قَوْل سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

قَالَتْ :- اس نے کہا قَوْل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

قَالَتَا :- ان دو نے کہا۔ قَوْل سے ماضی تثنیہ مؤنث غائب۔

قَالُوْا :- انھوں نے کہا۔ قَوْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَالِیْن :- بیزار ہونے والے۔ دشمنی کرنے والے قِلًی سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔

قَامَ :- وہ کھڑا ہوا۔ قِیَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَامُوْا :- وہ کھڑے ہوئے۔ قِیَام سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَانِت :- فرمانبرداری کرنے والا، خشوع و خضوع کرنے والا۔ "قُنُوْت" کے معنی ہیں عاجزی اور خشوع کے ساتھ فرمانبرداری میں لگے رہنا، چونکہ یہ صورت غیر متعلق امور سے کامل بے تعلقی کے مقتضی ہے اس لئے اس کے لازمی معنی "سکوت" کے بھی کئے گئے ہیں چنانچہ کُلٌّ لَهٗ قَانِتُوْنَ کا ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ سب اللہ کے سامنے خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ہیں" اور یہ بھی کہ سب اللہ کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں اور یہ بھی کہ کوئی اسکے سامنے زبان ہلانے کی تاب نہیں رکھتا اور حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں طولِ قنوت ہو تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ماسوا سے بے تعلق ہو کر خضوع و خشوع کے ساتھ اللہ کی طرف کامل توجہ رہے۔ نیز قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ میں بھی قنوت کے یہی معنی مراد ہیں۔ کیونکہ نماز کا جو فائدہ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ "وہ بے حیائی اور گناہ کے کاموں سے روکتی ہے" وہ اسی صورت میں مرتب ہو ہوسکتا ہے کہ بندہ کامل توجہ کے ساتھ خداوند قدوس کی عظمت و جلالت کا استحضار کرے، اس کی بارگاہ میں عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرے اور اس کی طاعت اور فرمانبرداری کا دل اور زبان سے اقرار کرے (مفردات و تفسیر المنار ج ۲)

قَانِتَات :- فرمانبردار عورتیں خشوع و خضوع

کرنے والیاں قُنُوت سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد قانِتَه۔

قَانِطِیْنَ:۔ نا امید ہونے والے قُنُوط سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد قَانِط۔

قَانِع:۔ تھوڑے سامان پر اکتفا کرنے والا وہ سائل جو اصرار کے ساتھ نہ مانگے اور جو اسے دیا جائے وہی لے لے بمعنی اول میں قَنَاعَة سے اور معنی ثانی میں قُنُوع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

قَاهِر:۔ غالب۔ زبردست۔ قَهر سے اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ قاہر اصل میں اس غالب کو جس کے مقابلہ میں اس کا حریف بیچارہ و ذلیل ہو کہتے ہیں۔

قَاهِرُوْنَ:۔ غالب۔ زبردست۔ قَاهِر کی جمع۔

قَبَائِل:۔ خاندان۔ قبیلے۔ واحد قَبِیْلَة

قَبر:۔ گور۔ قبر۔ جمع قُبُوْر۔

قَبَس:۔ انگارا۔ چنگاری۔

قَبض:۔ کھینچنا۔ مٹھی میں لینا۔ پکڑنا۔ (بصلہ عَلٰی) باب ضَرَبَ سے مصدر۔

قَبْضَة:۔ یک مشت۔ ایک مٹھی۔ اسم مرة

قَبَضْتُ:۔ میں نے پکڑا۔ قَبض سے ماضی واحد متکلم۔

قَبَضْنَا:۔ ہم نے پکڑا۔ ہم نے کھینچا قَبض سے ماضی جمع متکلم۔

قَبْل:۔ پہلے۔ آگے۔ (اسم ظرف)

قُبُل:۔ سامنے۔ آگے۔

قِبَل:۔ طرف۔ سمت مقابلہ۔ طاقت۔

قِبْلَة:۔ قفال رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں قِبْلَة وہ جہت ہے جس کی طرف آدمی اپنا رخ کرے اور اصطلاح شرع میں خانہ کعبہ کا نام قبلہ ہے کیونکہ نماز پڑھتے ہوئے خانۂ کعبہ یا اسکی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ ابتدائے اسلام میں اہل اسلام بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر مدینہ طیبہ میں سترہ ماہ بعد خانہ کعبہ کو نماز کا قبلہ قرار دیا گیا۔

نماز میں قبلہ کا تعین کیوں ضروری ہوا اور پھر بیت الحرام کو ہی قبلہ کیوں قرار دیا گیا؟ اس کا جواب مختصراً یہ ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ قوتِ عقلیہ جو مجردات و معقولات کا ادراک کرتی ہے۔ قوتِ خیالیہ جو عالم اجسام میں تصرف کرتی ہے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ قوت خیالیہ قوت

عقلیہ کی مقارنت و مصاحبت سے باز رہتی
ہو۔ اسی لئے جب انسان کسی ایسے امر کا تصوّر
کرنا چاہتا ہے جو محض عقلی ہو تو وہ اس بات
پر مجبور ہوتا ہے کہ اپنے ذہن میں اس امر
عقلی کے لئے ایک صورت خیالیہ وضع کرے
تاکہ وہ صورت خیالیہ مدد کہ اس معنے عقلی کے
ادراک کے لئے معین و مددگار ثابت ہو۔ خدا
وند تعالےٰ نے انسان کی اس فطرت کا لحاظ
فرماتے ہوئے اپنی عبادت کے لئے قبلہ
متعین فرمایا اور اسے بمنزلہ دربار شاہی کے
قرار دیا پس نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا گویا کہ
دربار خداوندی میں حاضر ہو جانا ہے۔ اور
قرات و تسبیحات بمنزلہ مدح و ثنائے شاہی
ہیں۔ اور رکوع و سجود قیام و قعود خدمت شاہی
میں مشغول ہونے کی مانند ہے۔

(۲) نیز شریعت الٰہیہ کا منشا یہ ہے کہ مسلمانوں
میں باہم کامل اتحاد و اتفاق اور الفت و
موافقت ہو اور اس غرض کے لئے تمام
مسلمانوں کے لئے ایک مرکز کا تعین ناگزیر
تھا۔ اور قدرتی طور پر مسلمانوں کے لئے مرکز
بیت الحرام ہی قرار دیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ
مکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ولادتگاہ
ہے، خانۂ کعبہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد اور
اولین عبادت خانہ ہے جسے حضرت آدم اور
پھر حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ و
السلام نے اسی مقصد کے لئے تعمیر کیا تھا
پس یہ بالکل مناسب ہے کہ امت محمدیہ کے
افراد اور ملت حنیفیہ کے پیروؤں کے لئے
اسی کو قبلہ قرار دیا گیا (از افادات امام
رازی رحمہ اللہ تعالےٰ)

قُبُور :- قبریں - واحد قَبْر

قَبُول :- قبول کر لینا۔ باب سمع سے
مصدر۔

قَبِیل :- گروہ - ضامن - جمع قُبُل

قِتَال :- جنگ کرنا۔ لڑنا - باب مفاعلہ
سے مصدر۔

قَتَر :- گرد۔ سیاہی - قَتَرَۃ واحد

قَتَرَۃ :- گرد و غبار - تاریکی - سیاہی -

قَتْل :- ہلاک کرنا - مار ڈالنا - باب نصر
سے مصدر۔

قَتَلَ :- اس نے قتل کیا - قَتْل سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

قُتِلَ :- وہ قتل کیا گیا - وہ ہلاک ہو۔
قَتْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب
(یعنے ثانی دعائے بد کے لئے مستعمل ہوا ہے)

قَتْلیٰ :- قتل کئے ہوئے - واحد قَتِیل

یعنی مقتول۔

قُتِلَتْ:۔ وہ قتل کی گئی۔ قَتْل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

قَتَلْتَ:۔ تو نے قتل کیا۔ قَتْل سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

قَتَلْتُمْ:۔ تم نے قتل کیا۔ قَتْل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

قُتِلْتُمْ:۔ تم قتل کئے گئے۔ قَتْل سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

قَتَلْتُمُوْهُمْ:۔ تم نے ان کو قتل کر دیا۔ قَتْل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ ھُمْ ضمیر منصوب جمع مذکر غائب۔

قَتَلْنَا:۔ ہم نے قتل کیا۔ قَتْل سے ماضی جمع متکلم۔

قُتِلْنَا:۔ ہم قتل کئے گئے۔ قَتْل سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

قَتَلُوْا:۔ انھوں نے قتل کیا۔ قَتْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قُتِلُوْا:۔ وہ قتل کئے گئے قَتْل سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب

قُتِّلُوْا:۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے تَقْتِیْل سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

قَتُوْر:۔ بخیل۔ کنجوس۔ قَتْر سے مبالغہ

قِثَّاء:۔ ککڑی۔

قَدْ:۔ ہے۔ بتحقیق کبھی۔ یہ حرف فعل کے ساتھ مخصوص ہے۔ ماضی پر بھی داخل ہوتا ہے اور مضارع پر بھی۔ ماضی پر تحقیق و تقریب کے لئے اور مضارع پر تحقیق و تقلیل کے لئے آتا ہے۔ ماضی پر داخل ہو تو فعل کے تجدد و حدوث پر دلالت کرتا ہے۔ اور مضارع پر داخل ہو تو فعل کے کسی وقت ہونے اور کسی وقت نہ ہونے کو بتلاتا ہے اسی لئے خداوند تعالیٰ کی صفات ذاتیہ پر اس کا دخول ممتنع ہے پس قَدْ کَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا کہنا صحیح نہ ہوگا (مفردات)

قُدَّ:۔ پھاڑا گیا۔ قَدٌّ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب قَدٌّ اور قَطٌّ دونوں کے معنی پھاڑنا۔ چیرنا۔ ہیں مگر قَدٌّ کا استعمال طول میں ہوتا ہے اور قَطٌّ کا عرض میں۔

قَدَّتْ:۔ اس نے پھاڑ دیا۔ قَدٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

قَدْح:۔ چقماق جھاڑ کر آگ نکالنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

قِدْر:۔ ہانڈی۔ جمع قُدُوْر

قَدَر:۔ اندازہ کی ہوئی چیز۔ مقررہ اندازہ وہ حکم جو اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مقدر

کرچکا ہے۔ فَعَل بمعنے مفعول دیکھو
تقدیر۔

قَدَرَ :۔ اس نے تنگی کی۔ قَدْر سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

قُدِرَ :۔ وہ تنگ کیا گیا۔ اس کا اندازہ
کیا گیا قَدْر سے ماضی مجہول واحد
مذکر غائب۔

قَدَّرَ :۔ اس نے اندازہ کیا۔ تقدیر سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

قَدِّر :۔ تو اندازہ کر تقدیر سے امر واحد
مذکر حاضر۔

قَدَرْنَا :۔ ہم قادر ہوئے قُدْرَۃ سے
ماضی جمع متکلم۔

قَدَّرْنَا :۔ ہم نے اندازہ کیا۔ تقدیر سے
ماضی جمع متکلم۔

قَدَرُوا :۔ انھوں نے حق پہچانا۔ قدر
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَدَّرُوا :۔ انھوں نے اندازہ کیا تقدیر
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قُدُس :۔ پاکی۔ پاک۔
قرآن کریم میں رُوحُ القُدُس آیا ہے
روح القدس سے یا جبرئیل علیہ السلام
مراد ہیں جو انبیاء کرام کے پاس وحی لیکر
آیا کرتے تھے اس صورت میں روح بمعنی
فرشتہ ہوگا اور قدس بمعنی مقدس اور
ترکیب ایسی ہوگی جیسی حاتم الجود کی
یا وحی ربانی مراد ہے جو لوگوں کے دلوں
میں نئی زندگی پیدا کرتی ہے اور انھیں
معاصی کی آلودگی سے منزہ کر دیتی ہے
اور جہاں حضرت عیسیٰ کے سلسلہ میں
اس کا ذکر آیا ہے وہاں روح عیسوی
بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے
مخصوص طور پر شیطان کے تصرف سے
محفوظ رکھا تھا جیسا کہ بعض احادیث
سے ثابت ہے (تفسیر المنار)

قَدَم :۔ نشان۔ پاؤں۔ جمع اَقْدام

قَدَمَ صِدْقٍ :۔ بلند مرتبہ۔ رفعت و منزلت
قال اللہ تعالیٰ۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ
رَبِّھِمْ (یونس) اے نبی آپ مومنوں
کو مژدہ سنا دیجئے کہ ان کے لئے ان
کے رب کے پاس بلند مرتبے اور اونچے
درجات ہیں) قَدَمَ صِدْقٍ کے لفظی
معنے ہیں سچائی کا قدم جس طرح نعمت اور
احسان کو "یدٌ" کہتے ہیں کیونکہ بخشش و
سخاوت اکثر ہاتھ سے ہی کی جاتی ہے۔

اسی طرح نیکیوں۔ اعمال صالحہ اور فضائل وحسنات پر قَدَم کا اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ ان کی جد وجہد اور سعی وکوشش میں زیادہ تر قدم کو ہی دخل ہوتا ہے (کشاف) اور صِدق کے اصل معنی تو سچائی کے ہیں لیکن عظمت اور فضیلت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ سچائی کے لوازم میں سے ہیں۔ یہاں صِدق بمعنی صَادِق ہے جیسا کہ زید عَدل میں اور قدم کی اضافت صِدق کی طرف اضافت توصیفی ہے۔ لہٰذا قَدَمُ صِدقٍ کے معنے ہوئے بلند مرتبہ اور اعلیٰ درجات۔

قَدَّمَ:۔ اس نے آگے بھیجا۔ مقدم کیا۔ سامنے لایا۔ تَقْدِیْم سے ماضی واحد مذکر غائب

قَدَّمَتْ:۔ اس نے آگے بھیجا۔ تَقْدِیْم سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

قَدَّمْتُ:۔ میں نے آگے بھیجا۔ میں آگے بھیجتا۔ تَقْدِیْم سے ماضی واحد متکلم۔

قَدَّمْتُمْ:۔ تم نے پہلے سے ذخیرہ کیا۔ تَقْدِیْم سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

قَدَّمْتُمُوْہُ:۔ تم اس کو سامنے لائے۔ تَقْدِیْم سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ ہ ضمیر منصوب واحد مذکر غائب۔

قَدَّمْنَا:۔ ہم نے آگے بھیجا۔ تَقْدِیْم سے ماضی جمع متکلم۔

قَدَّمُوْا:۔ انھوں نے آگے بھیجا۔ تَقْدِیْم سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَدِّمُوْا:۔ تم آگے بھیجو۔ پہلے ادا کرو۔ تَقْدِیْم سے امر جمع مذکر حاضر۔

قَدِمْنَا:۔ ہم بڑھے۔ قُدُوْم سے ماضی جمع متکلم۔

قُدُوْر:۔ دیگیں۔ واحد قِدْر۔

قُدُّوْس:۔ بہت پاک۔ جملہ نقائص سے منزہ (خداوند تعالیٰ کا اسم صفت) قُدْس سے مبالغہ کا صیغہ

قَدِیْر:۔ قدرت والا۔ زبردست (خداوند تعالےٰ کا اسم صفت) قُدْرَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ قَدِیْر اس ذات کو کہتے ہیں جو جو چاہے کرے اور جو کچھ کرے اس طرح کرے کہ تقاضائے حکمت کے بالکل مطابق ہو، اس سے ذرا ادھر اُدھر نہ ہو۔ اسی لئے اس لفظ کا اطلاق بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور ذات پر جائز نہیں۔“ امام صاحب غالباً اسے قَدْر سے

مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی اندازہ کرنا ہیں

قَدِیْم :- پرانا۔ قِدَام سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

قَذَفَ :- اس نے پھینکا۔ اس نے ڈالا۔ قَذْف سے واحد مذکر غائب۔

قَذْف کے اصل معنے ہیں "دور پھینکنا" اور چونکہ اس میں بُعد۔ دوری کے معنی معتبر ہیں اسی لئے کہتے ہیں مَنْزِلٌ قَذْف وقَذِیْف (منزل بعید) مجازاً قَذْف کا استعمال عیب لگانے اور برا بھلا کہنے کے لئے بھی ہوتا ہے کیونکہ اس میں بھی حد سے تجاوز ہوتا ہے (مفردات)

قَذَفْنَا :- ہم نے پھینکا۔ ہم نے ڈالا۔ قَذْف سے ماضی جمع متکلم۔

قُرٰی :- بستیاں۔ آبادیاں۔ واحد۔ قَرْیَۃ

قَرَءَ :- اس نے پڑھا۔ قِرَاءَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب

قَرَأْتَ :- تو نے پڑھا۔ قِرَاءَۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

قَرَار :- ٹھہرنا۔ آرام کی جگہ۔ باب ضَرَبَ سے مصدر اور بمعنے ثانی مصدر بمعنے ظرف ہے

قَرَاطِیْس :- کاغذات۔ واحد۔ قِرْطَاس۔

قُرْاٰن :- اصل میں یہ لفظ فُعْلَان کے وزن پر مصدر ہے بمعنے "ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا" قرآن کریم کا نام بھی قرآن اسی لئے ہے کہ اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جاتا ہے اور اس کا نزول تدریجاً ہوا ہے۔ پس یہ مصدر بمعنے مفعول ہے۔ نیز "قرآن" کے معنے جمع کرنا اور ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا" بھی ہیں چونکہ اس مقدس کتاب میں تمام ضروری علوم جمع ہیں۔ نیز تمام آسمانی کتابوں کے اصول ثابتہ اس میں محفوظ کر دئے گئے ہیں اس لئے اس کا نام قرآن ہوا

بعض لوگوں نے اسے مادہ "قرن" سے ماخوذ سمجھا اور بروزن فُعَال بتلایا ہے۔ مگر تحقیق اول ہی صحیح ہے کیونکہ فُعَال کا وزن کلام عرب میں نادر ہے۔ اور فُعْلَان شائع وذائع۔

قَرَءْنَا :- ہم نے پڑھا۔ قِرَاءَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

قَرَّبَ :- اس نے نزدیک کیا۔ تَقْرِیْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَرَّبَا :- انھوں نے نیاز کی۔ انھوں نے قربانی کی تَقْرِیْب سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

قُرْبٰی :- نزدیکی۔ رشتہ داری۔ قَرَابَۃ سے اسم مصدر

(ذوی) الْقُرْبٰی :- رشتہ ناتے والے۔

قُرُبَات :- نزدیکیاں۔ درجات۔ واحد قُرْبَۃ

قُرُبَتہ:۔ نزدیکی۔ ثواب۔ جمع قُرُبَات

قُربَان:۔ قربانی۔ نیاز۔ وہ چیز جسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر کے اللہ کا قرب حاصل کیا جاوے۔ مقرب پہلے معانی میں واحد ہے اور جمع قَرَابِین اور آخری معنی میں واحد و جمع دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

قَرَّبْنَا:۔ ہم نے نزدیک کیا۔ تَقرِیب سے ماضی جمع متکلم۔

قُرَّۃ:۔ ٹھنڈک۔ باب سَمِعَ سے مصدر

قَرْح:۔ زخم۔ جمع قُرُوح۔

قَرح اس زخم کو کہتے ہیں جس کا سبب بیرونِ جسم ہو اور قُرح وہ زخم جس کا سبب اندرونِ جسم ہو۔ پس تلوار وغیرہ کا زخم قَرح (بالفتح) ہے اور پھوڑے پھنسی وغیرہ کی وجہ سے جو زخم ہو جائے اُسے قُرح (بالضم) کہا جائے گا۔ (مفردات راغبؒ)

قِرَدَۃ:۔ بندر۔ واحد قِرُد۔

قَرْض:۔ ادھار۔ قرض۔ اصل میں قَرض کے معنے ہیں کاٹنا۔ جدا کرنا۔ کترانا" ادھار پر قَرض کا اطلاق اس لئے ہوتا ہے کہ وہ بھی مال کا ایک حصہ ہوتا ہے جسے مالک اپنے مال سے منقطع کر کے مقروض کو دیتا ہے پس یہ مصدر بمعنے مفعول ہے۔

قِرطَاس:۔ کاغذ جس پر لکھا جائے۔ جمع قَرَاطِیس۔

قَرْنَ:۔ تم قرار پکڑو۔ ٹھیرو۔ قَرّ سے امر جمع مؤنث حاضر۔ اس کے ماخذ اشتقاق میں مختلف توجیہات نقل کی گئی ہیں۔ اقرب توجیہ وہ ہے جسے علامہ زمخشری نے ابوالفتح ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ قَارَ یَقَارُ قَوْرًا سے امر ہے جیسے خَوف سے خَفْنَ۔ قَور کے معنی سمٹنا اور اکٹھا ہونا اور منقطع ہونا" ہیں اسی سے قَارَۃ ماخوذ ہے۔ اس پہاڑی کے معنی ہیں جو اور پہاڑوں سے الگ تھلگ اور منقطع ہو۔ پس قَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ کے معنی ہوئے " تم اپنے گھروں میں ہی رہو اور باہر مت نکلو"

قَرْن:۔ سینگ۔ ایک زمانہ کے لوگ ایک معین زمانہ جس کی مقدار بقول بعض تیس اور بقول بعض اسی اور بقول بعض سو برس کی ہوتی ہے۔ جمع قُرُون

قُرَنَاء:۔ ہمنشین۔ ہمزاد۔ واحد قَرِین

قَرْنَین:۔ دو سینگ۔ قَرْن کا تثنیہ بحالت جری (دیکھو ذوالقرنین)

قُرُوۡء:۔ حیض۔ واحد قُرْء

قُرء کا لفظ مشترک ہے۔ بمعنے طُہر

(یا) کی کا زمانہ یعنی جب کہ عورت کو حیض نہ آتا ہو)
بھی آتا ہے اور یعنی حیض بھی۔ وَالْمُطَلَّقَاتُ
يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ
(وہ آزاد) عورتیں جنہیں طلاق دیدی جائے تین
قروء تک اپنے نفسوں کو روکے رکھیں یعنی تین
قروء کی عدت گذاریں) ہیں امام شافعی رحمہ
اللہ تعالیٰ "قروء" کو بمعنے اطہار لیتے ہیں پس
ان کے نزدیک مطلقہ عورت کی عدت تین
طہر ہیں مثلاً ایک عورت کو محرم کے اوائل
میں حیض آیا اور جب وہ پاک ہوگئی تو اسی طہر
میں اس کے خاوند نے اسے طلاق دیدی
پھر وہ صفر میں حائضہ ہوئی۔ اور پھر ربیع الاول
میں پس اس آخری حیض کا طہر جب ختم ہوگا تب
ہی اس کی عدت بھی ختم ہو جائے گی۔ مگر
امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس
آیت میں "قروء" حیض کے معنی میں ہے
لہذا احناف کے نزدیک مذکورہ بالا صورت
میں جب تیسری مرتبہ عورت کو حیض آئے گا
یعنی ربیع الثانی میں تو اس حیض کے ختم پر
اس کی عدت تمام ہوگی۔ اس میں شک نہیں
کہ دوسرے نصوص امام اعظم کے مذہب کے
مؤید ہیں مثلاً
(۱) وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن

نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ
أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ۔ اس آیت
کریمہ کی رو سے بالاتفاق آئسہ (بوڑھی عورت
جسے حیض نہ آتا ہو) اور نابالغہ کی عدت تین
ماہ اور آیت کریمہ حیض کے نہ آنے یا حیض
سے مایوس ہو جانے کا ذکر اس کو مقتضی
ہے کہ اگر حیض آتا ہو تو اس وقت عدت
میں حیض کا اعتبار ہوگا نہ کہ مہینوں کا۔
(۲) حدیث صحیح میں ہے۔ طَلَاقُ الْأَمَةِ
تَطْلِيقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ۔
یعنی باندی کے لئے طلاق مغلظ دو طلاق
ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں اور بالاتفاق
باندی کی طلاق مغلظ اور عدت آزاد عورت
کی طلاق وعدت کا نصف ہوتی ہے مگر چونکہ
تین کا عدد طلاق عدد ہے اور اس کی تجزی
وتقسیم نہیں ہوتی لہذا اس صورت میں دو کو
نصف کا قائم مقام کر دیا گیا۔ پس جب
بالاتفاق آزاد عورت تین طلاقوں سے مغلظہ
ہوتی ہے اور باندی دو طلاق سے اور
باندی کی عدت دو حیض ہے تو ضروری ہے
کہ آزاد عورت کی عدت تین حیض ہو۔
امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں کہ "قروء"
نام ہے طہر کے بعد حیض میں داخل ہونے کا

قروء کے حقیقی معنی ہیں اور مجازاً اس کا اطلاق
کبھی محض طہر پر کبھی محض حیض پر بھی ہوتا ہے
کیونکہ وہ عورت جس کو حیض نہ آیا ہو ذات
قروء (قرء والی) نہیں کہلاتی۔ اسی طرح
اس عورت پر بھی یہ صفت اطلاق نہیں
کی جاتی جسے مسلسل خون آرہا ہو۔ پس
آیت کریمہ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ
قُرُوْءٍ کے معنے ہوئے کہ مطلقہ عورتیں
عدت میں اتنا زمانہ گذاریں کہ تین حیضوں
میں داخل ہو جائے یعنی انھیں تین مرتبہ
حیض آجائے۔ اس تحقیق کے لحاظ سے
شوافع کے لئے اس لفظ سے اپنے مسلک
پر کوئی جائے استدلال رہتی ہی نہیں۔

قُرُوْنٌ۔ زمانے۔ صدیاں۔ جماعتیں۔ قومیں
واحد قَرْنٌ۔

قَرِّيْ (عَيْنًا) تو خنک چشم ہو جا تو ٹھنڈی کر
(آنکھ کو) قُرَّةٌ سے امر واحد مؤنث حاضر

قَرِيْبٌ۔ نزدیک۔ قُرْبٌ سے صیغہ صفت
واحد مذکر۔ قریب بعید کا مقابل ہے۔
نزدیکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
نزدیکی کبھی زمانہ کے اعتبار سے ہوتی ہے
کبھی جگہ کے اعتبار سے کبھی تعلق کے اعتبار
سے کبھی درجہ کے اعتبار سے کبھی پاس خاطر
کے اعتبار سے اور کبھی قدرت کے اعتبار سے
قرآن کریم میں یہ تمام استعمالات موجود ہیں
مثلاً نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ
کے معنی یہ ہیں کہ ہم (خدا) اپنی قدرت و
نصرت کے اعتبار سے بندہ سے اس کی
شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں (مفردات)

قَرْيَةٌ۔ بستی۔ آبادی۔ جمع قُرًى۔

قَرْيَتَيْنِ۔ دو بستیاں۔ قَرْيَة کا تثنیہ بحالت
نصبی و جری۔ قَرْيَتَيْن سے مراد سورہ
زُخرف میں مکہ اور طائف کے شہر ہیں کہ
اپنی عظمت اور تجارت اور طائف زراعت
و فلاحت میں حجاز کے ممتاز شہر تصور کئے
جاتے تھے۔

قُرَيْشٌ۔ عرب کے اس خاندان کا نام جس میں
جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے
قریش بنو اسماعیل میں نضر بن کنانہ کی نسل
سے ہیں۔ قریش قرش کی تصغیر ہے جو تعظیم
و بڑائی ظاہر کرنے کے لئے لائی گئی ہے
اور قرش عربی زبان میں ایک خاص قسم کی
مچھلی کو کہتے ہیں جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو
نگل جاتی ہے بلکہ کشتیوں کو الٹ دیتی ہے
اور آگ کے سوا کسی اور ذریعہ سے قابو میں
نہیں آتی۔

قریش چونکہ اپنی نسبی شرافت، مذہبی عظمت اور سیاسی طاقت کے اعتبار سے تمام عربی قبائل میں ممتاز و مفتخر تھے اس لئے اس نام سے موسوم ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ تَقَرُّش سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں تجارت کرنا۔ چونکہ قریش کا پیشہ تجارت تھا اور یہ اس مقصد کے لئے قافلوں کی صورت میں ہر سال دو سفر کیا کرتے تھے۔ گرمیوں میں شام کا اور جاڑوں میں یمن کا اور اس طرح اپنے مقام (مکہ) کی مرکزیت کی وجہ سے ہر موسم میں تجارتی فوائد سے متمتع ہوتے رہتے تھے (قرآن کریم میں بطور احسان و انعام کے ان سفروں کا ذکر فرمایا گیا ہے) اس لئے وہ قریش کے نام سے موسوم ہوئے۔

نضر بن کنانہ کی نسل میں غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد بہت پھلی پھولی غالب کے دس بیٹے تھے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد الگ مستقل خانوادہ بن گئی ان دسوں خانوادوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بنو ہاشم (۲) بنو امیہ (۳) بنو نوفل (۴) بنو عبدالدار (۵) بنو اسد (۶) بنو تیم (۷) بنو مخزوم (۸) بنو عدی (۹) بنو جمح۔ (۱۰) بنو سہم

جس طرح تمام قبائل عرب میں قریش سب سے ممتاز تھے اسی طرح قریش کے خانوادوں میں بنو ہاشم کو سب پر برتری حاصل تھی۔ خانہ کعبہ جو بنا ابراہیمی ہونے کی وجہ سے قبائل عرب میں اسلام سے پہلے ہی مقدس و محترم سمجھا جاتا تھا اور جہاں عرب کے دور دراز گوشوں سے ہر سال حج کے لئے لاکھوں آدمیوں کا اجتماع ہوتا تھا۔ اس کی اہم خدمات کی ذمہ داری بنو ہاشم ہی کے سپرد تھی۔ ہاشم جو خاندان کے بزرگ تھے مکہ کے سردار تھے اور سید البطحاء کے نام سے مشہور تھے۔ ایک سخت قحط کے موقعہ پر جب لوگ بھوکوں مرنے لگے انھوں نے شام کا سفر کیا اور وہاں سے سامان خوراک اونٹوں پر لدوا کر لائے اور حج کے موقعہ پر تمام قبائل پر اسے مفت تقسیم کیا۔ ان کا دسترخوان یوں بھی ہر زمانہ میں مسافر و مقیم کے لئے کھلا رہتا تھا۔ وہ ملک التجار تھے اور جاڑے اور گرمی کے تجارتی سفر کا طریقہ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے انھوں نے ہی جاری کیا تھا۔

ہاشم کے بعد ان کے بیٹے عبدالمطلب ان کے لائق جانشین ہوئے۔ ان کی سخاوت آدمیوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ پہاڑوں

کی چوٹیوں پر جانوروں کے لئے بھی دانہ
پانی رکھ دیا کرتے تھے۔ اسی لئے مُطعِم
الطیر کہلاتے تھے۔

زمزم کے مشہور کنوئیں کو جو مدت دراز
سے اٹا پڑا تھا انھوں نے ہی دوبارہ
کھدوایا اور اس طرح اس وادی بے آب
وگیاہ میں حج کے لئے آنے والے لاکھوں
حاجیوں کو تشنگی کی مصیبت سے نجات
دلائی۔

انہی کے زمانہ میں حبش کے نصرانی بادشاہ
ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ
بیت اللہ پر حملہ کیا اور ناکام و نامراد
لوٹا۔

یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
محترم دادا تھے اور آٹھ سال کی عمر تک
حضور نے انہی کے سایہ عاطفت اور
دامن شفقت میں پرورش پائی۔

قریش اور بنو ہاشم کے یہی وہ فضائل
و شمائل تھے جن کی بناء پر جناب رسول اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الناسُ تَبعٌ لِقُریش فی الخیر والشر
(لوگ قریش کے تابع ہیں بھلائی میں بھی
اور برائی میں بھی (مسلم)

نیز فرمایا ان ھٰذا الامر فی قریش
لا یُعادیھم احدٌ الّا کبّہ اللہ علی
وجھہ ما اَقاموا الدین (یہ خلافت
قریش میں رہے گی جو کوئی ان کے مقابلہ
کے لئے کھڑا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے اوندھا
گرادے گا، جب تک کہ وہ دین کا نظام
قائم رکھیں گے) (بخاری)

(بیضاوی، محمد رسول اللہ مطبوعہ مصر،
تاریخ الامم خضری)

قَرِیْن :۔ ساتھی، ہمنشین۔ فرشتہ جو نامہ
اعمال لکھنے کے لئے ہر شخص پر مقرر ہے
یا شیطان جو اغواء کے لئے ہر شخص پر مسلط ہو
جمع قُرَنَاء۔ قَرن سے فَعِیل بمعنے
مفعول۔

قَسَتْ :۔ وہ سخت ہوئی۔ قَسْوَۃ سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔

قِسْط :۔ انصاف۔ عدل۔ حصہ جو انصاف
کے ساتھ دیا جائے۔

قِسْطَاس :۔ ترازو۔ میزان۔

قَسَم :۔ سوگند۔ قسم۔ جمع اَقْسَام

قِسْمَۃ :۔ بانٹنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

قَسَمْنَا :۔ ہم نے بانٹا قَسْم سے ماضی جمع
متکلم۔

قَسْوَۃٌ :۔ سنگینی ۔سختی ۔ باب نَصَرَ سے
مصدر

قَسْوَرَۃٌ :۔ شور و غل ۔شیر۔ تیر انداز۔
شکاری لوگ۔

(پہلے معنی میں رباعی مجرد کا مصدر اور
دوسرے معنی میں شیر کے لئے علم
جنس اور تیسرے جو تھے معنی میں اسم جمع ہے)

قِسِّیسِیْنَ :۔ عیسائیوں کے عالم و عابد
قِسِّیْس کی جمع بحالت نصبی و جری۔
قَسّ اور قِسِّیْس نصاری کے اس عالم
کو کہتے ہیں جو مبلغ بھی ہو۔ یہ "قَسّ الحدیث"
سے ہے جس کے معنی کسی بات کو پھیلانا ہیں،
جدید الفاظ میں قِسِّیْس مشنری کو کہتے
ہیں اور رُہبان وہ عابد جو خوف خدا
سے غاروں اور صحراؤں میں گوشہ نشین
ہو کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو۔
گویا قِسِّیْسِیْن اہل علم ہیں اور رُہبان
اہل عمل۔ زمانہ بعثت میں ایسے لوگ اندلس(؟)
میں بکثرت پائے جاتے تھے ۔ چنانچہ ان میں سے
اکثر نے دعوت اسلام کو قبول کیا اور جنھوں
نے مال و جاہ کے زوال کے خوف سے
نہیں بھی قبول کیا انھوں نے بھی معاندانہ
رویہ یہود کی طرح اختیار نہیں کیا۔ اسی لئے

قرآن کریم میں نصاریٰ کو یہود و مشرکین کے
مقابلہ میں مسلمانوں سے زیادہ قریب بتایا
گیا ہے۔

قَصَّ :۔ اس نے بیان کیا (لبھلا علیٰ)
قَصَصٌ سے ماضی واحد مذکر غائب

قِصَاصٌ :۔ قاتل یا زخمی کرنے والے سے
بدلہ لینا (دیکھو قَصَص)

قَصْدُ السَّبِیْلِ :۔ سیدھا راستہ۔

قَصْرٌ :۔ محل ۔ جمع ۔ قُصُوْرٌ۔

قَصَصٌ :۔ نقش قدم پر چلنا۔ حال بیان
کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔ قصہ، واقعہ
مصدر بمعنی مفعول قَصَص کے اصل
معنی ہیں نقش قدم پر چلنا اسی سے ہے
وَقَالَتْ لِاُخْتِہٖ قُصِّیْہِ (موسیٰ کی ماں
نے ان کی بہن سے کہا کہ تو اس تابوت
کے پیچھے پیچھے جا) گذشتہ واقعہ پر بھی
قِصَّہ اور قَصَص کا اطلاق اس لئے
ہوتا ہے کہ آدمی اس کے سننے اور سنانے
کے درپے ہوتا ہے۔ اسی سے قصاص
ہے یعنی خون کے بعد خون سے بدلہ لینا
(مفردات ملخصاً۔ ش۔ا)

قَصَصْنَا :۔ ہم نے بیان کیا ۔ قَصَص
سے ماضی جمع متکلم۔

قَصَمْنَا: ہم نے توڑا۔ قَصْم سے ماضی جمع متکلم

قُصْوٰی:۔ نہایت دور۔ قُصُوٌّ سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

قُصُوْر۔ محلات۔ واحد۔ قَصْر

قُصِّیْ:۔ تو پیچھے چل۔ قَصٌّ سے امر واحد مؤنث حاضر۔

قَصِیٌّ:۔ دور، بعید۔ قُصُوٌّ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

قَضٰی:۔ اس نے پورا کیا۔ اس نے فیصلہ کیا قَضَاء سے واحد مذکر غائب۔ دیکھو قَضَیْنَا

قَضْب:۔ ترکاری، شلغم، مولی، چقندر وغیرہ

قَضَوْا:۔ انھوں نے پورا کیا قَضَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قُضِیَ:۔ فیصلہ کیا گیا قَضَاء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

قَضَیْتَ:۔ تو نے فیصلہ کیا۔ قَضَاء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

قَضَیْتُ:۔ میں نے تمام کیا۔ میں نے پورا کیا قَضَاء سے ماضی واحد متکلم۔

قُضِیَتْ:۔ ادا کی گئی۔ قَضَاء سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

قَضَیْتُمْ:۔ تم نے ادا کر لیا تم نے پورا کر لیا۔ قَضَاء سے ماضی جمع مذکر حاضر

قَضَیْنَا:۔ ہم نے بتا دیا۔

ہم نے فیصلہ کی اطلاع دیدی (بصلہ اِلٰی) ہم نے حکم کر دیا۔ (بصلہ علیٰ) قضاء سے ماضی جمع متکلم۔

قَضَاء کے اصل معنے ہیں کسی کام کا فیصلہ کر دینا خواہ قول سے یا فعل سے۔ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے اور انسان کی طرف بھی۔ وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ (تیرا رب یہ حکم کر چکا ہے کہ تم صرف اسی کی بندگی کرو) میں قضاء خداوندی قولی مراد ہے یعنی حکم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ کر چکا تھا کہ صرف اسی کی عبادت ہونی چاہیے۔

اور فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ (پس اللہ تعالیٰ دو دن میں سات آسمان بنا کر فارغ ہو گیا) میں قضاء خداوندی فعلی مراد ہے یعنی اس نے سات آسمان بنا کر عملاً اس کام کو ختم کر دیا (مفردات)

قِطًّا:۔ چٹھی۔ اعمالنامہ۔ حصہ

قِطْر:۔ پگھلا ہوا تانبا۔

قَطِرَان:۔ ایک سیاہ دوا جو خارشتی اونٹوں کو ملتے ہیں۔ گندھک۔

قِطْعٌ :- ٹکڑا۔ فِعل بمعنے مفعول۔

قِطَعٌ :- ٹکڑے۔ واحد۔ قِطْعَةٌ

قُطِعَ :- وہ کاٹا گیا۔ قَطْعٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

قَطَّعَ :- اس نے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ تَقْطِيعٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قُطِّعَتْ :- وہ تراشی گئی۔ قطع کی گئی۔ تَقْطِيعٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

قَطَعْتُمْ :- تم نے کاٹا۔ تَقْطِيعٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

قَطَّعْنَ :- انھوں نے خوب کاٹا۔ تَقْطِيعٌ سے ماضی جمع مؤنث غائب

قَطَعْنَا :- ہم نے کاٹ ڈالا۔ قَطْعٌ سے ماضی جمع متکلم۔

قَطَّعْنَا :- ہم نے خوب کاٹا پراگندہ کیا۔ تَقْطِيعٌ سے ماضی جمع متکلم۔

قِطْمِيرٌ :- نشان باریک سا جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔ مراد شئے قلیل ہے

قُطُوْفٌ :- میوے پھل۔ خوشے۔ انگور کے گچھے۔ واحد۔ قِطْفٌ۔

قَعَدَ :- وہ بیٹھا۔ قُعُوْدٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَعَدُوا :- وہ بیٹھے۔ قُعُوْدٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَعُوْا :- تم گرو۔ وُقُوْعٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

قُعُوْدٌ :- بیٹھنا۔ بیٹھنے والے۔ اول معنے میں مصدر ہے باب نَصَرَ سے اور دوسرے معنی میں قَاعِدٌ کی جمع ہے۔ قُعُوْدٌ اور جُلُوْسٌ دونوں کے معنی بیٹھنا ہیں۔ قُعُوْدٌ "جُلُوْسٌ" کی بہ نسبت خاص۔ قُعُوْدٌ کے اندر طول لبث کی قید معتبر اور جلوس مطلق ہے یعنی قعود کا دیر تک بیٹھے رہنا ہے اور جلوس میں مطلق "بیٹھنا" ہے خواہ دیر تک ہو یا جلدی ختم ہو جائے۔ اسی وجہ سے اپاہج آدمی کو مُقْعَدٌ کہا جاتا ہے نہ کہ مُجْلَسٌ۔ گھر کے ستونوں اور آئسہ (بوڑھی) عورتوں کو قَوَاعِدُ کہتے ہیں۔ نہ کہ جَوَالِسُ قرآن کریم میں جہاں بھی اس لفظ کا اور اس کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے یہی ملحوظ ہیں۔ (امام راغب)

قَعِيْدٌ :- ہمنشین۔ نگرانی کرنے والا فرشتہ۔ قُعُوْدٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

قِفُوْا :- تم ٹھہراؤ۔ وَقْفٌ سے امر جمع مذ

حاضر۔

قَفَّیْنَا :۔ ہم نے پیچھے بھیجا۔ پے در پے بھیجا۔ تَقْفِیَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

قُلْ :۔ تو کہہ۔ تو بتا۔ قَوْل سے امر واحد مذکر حاضر۔

قَلَّ :۔ وہ کم ہوا۔ قِلَّتٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَلٰی :۔ وہ بیزار ہوا قِلیً سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَلَائِدُ :۔ قربانی کے وہ جانور جن کے گلے میں بطور علامت کے پٹہ وغیرہ ڈالدیا جائے قَلَائِدِ اصل میں قِلَادَۃ کی جمع ہے اور قِلَادَۃ اس چیز کو کہتے ہیں جسے گلے میں ڈالا جائے جیسے جانور کا پٹہ عورت کا گلوبند اور ہار آیت کریمہ لَا تُحِلُّوْا شَعَائِرَ اللّٰہِ وَلَا الشَّھْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْھَدْیَ وَلَا الْقَلَائِدَ میں قلائد سے مراد ذوات القلائد۔ قلادہ والی اوشنیا نمانهیں یعنی مسلمانوں کو قربانی کے جانوروں سے تعرض کرنے کو منع فرمایا علی الخصوص ان جانوروں سے جن کے گلوں میں قربانی کی علامتیں ہوں۔ بعض علماء کا یہ قول بھی ہے کہ قلائد یہاں اپنے اصل

لغوی معنی میں ہے اور تاکید و مبالغہ کیلئے یہ تعبیر اختیار فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ عورتوں کو حکم دیا۔ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ۔ یعنی عورتیں اپنی زیب و زینت اور سنگھار کو اجنبیوں کے سامنے ظاہر نہ کریں اور جب زینت کا اظہار بھی ممنوع ہے تو جسم کے ان حصوں کا اظہار بدرجۂ اولیٰ ممنوع و حرام ہوگا جو زینت و آرائش کی جگہ ہیں۔ اسی طرح یہاں قَلَائِد سے تعرض کرنے کی نہی۔ کے معنی یہ ہیں کہ قلائد والے جانوروں سے تعرض کرنا بدرجۂ اولے ممنوع ہے (امام رازیؒ و بیضاوی)

قَلْبٌ :۔ دل۔

"قلب" کے معنی الٹنا پلٹنا ہیں۔ علم تشریح الاعضاء میں قلب صنوبری شکل کے اس گوشت کے لوتھڑے کو کہتے ہیں جو انسان کے سینہ کے بائیں پہلو میں ہے۔ چونکہ یہ دوران خون کا آلہ ہے اور ہر وقت حرکت میں رہتا ہے اس لئے "قلب" کے نام سے موسوم ہوا۔ علم النفس کی زبان میں اور ادب کے استعمال میں قلب اس صفت نفسانی اور لطیفہ روحانی کو کہتے ہیں جو حواس کے جمع کئے ہوئے علمیات و مدرکات کو ترتیب دیکر نتائج و احکام کا استخراج کرتی ہے اور مناسب و نامناسب اور خوشگوار

وہ ناخوشگوار امور کے مخفی احساسات کو قبول
کرتی ہے دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا
ہے کہ قلب کا اطلاق "عقل" کے معنی میں بھی
ہوتا ہے اور "وجدان روحانی" کے معنی میں
بھی جسے آجکل کی زبان میں "ضمیر" کے نام
سے صحیح طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں قلب کا استعمال ان دونوں
معنی میں جا بجا ملتا ہے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ
قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ
بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى
الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (کیا یہ
کافر لوگ ملکوں میں پھرے چلے نہیں کہ عبرت
حاصل کرتے، ان کے پاس دل ہوتے جن سے
سمجھتے، کان ہوتے جن سے سنتے، حقیقت
یہ ہے کہ جب کسی پر اندھے پن کا برا وقت آتا
ہے تو آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے
ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں (حج ۴۶)

یہاں قلب سے عقل مراد ہے۔

سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
(عنقریب میں کافروں کے دل میں ہیبت ڈال دوں گا)
(آل عمران ۵۱)

اور الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ
(وہ لوگ کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر
کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز اٹھتے ہیں
(حج ۳۴) اور لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً
فِي قُلُوبِهِمْ (تاکہ اللہ تعالیٰ اسے ان کے
دل میں حسرت بنا دے) وغیرہ آیات میں قلب
سے مراد "وجدان" ہے کہ ہیبت خوف اور
حسرت وغیرہ شعور وجدانی ہیں۔

کبھی دونوں معانی میں ایک ساتھ استعمال
ہوتا ہے۔ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا
(ان کے پاس دل ہیں جن سے وہ سمجھتے بوجھتے
نہیں) (الاعراف ۱۷۹) میں ایسا ہی استعمال
ہے۔ کیونکہ فقہ مطلق سمجھ کو نہیں کہتے بلکہ اس
سمجھ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ضمیر کی پکار بھی ہو
جو عمل پر آمادہ کردے اور جہاں کہیں خَتَمَ
اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ (اللہ نے ان کے دلوں
پر مہر لگا دی ہے) اور أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ
أَقْفَالُهَا (یا دلوں پر تالے لگ گئے ہیں)
جیسی تعبیرات استعمال کی گئی ہیں تو وہاں بھی
جامع معنی مراد ہیں یعنی ان کے حواس ومشاعر
معطل ہو گئے ہیں، اور ان کے وجدان وضمیر
کی روشنی بجھ گئی ہے۔

"قلب" کو "وجدان حسی ومعنوی" کے معنے میں
استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان خوف

وہیبت اور لذات ومسرت کے وقت دل
میں انقباض وانشراح محسوس کرتا ہے. بلکہ
بعض اوقات شدت غم وفورِ مسرت میں حرکت
قلب بند ہو جاتی ہے. اسی لئے جناب رسول
اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے وابصہ کے جواب
میں فرمایا "اِستَفتِ قَلبَكَ، اَلبِرُّ مَا
اطمانّت الیہ النفسُ واطمانّ الیہ
القلبُ والاِثمُ مَاحَاكَ فی النفس
وتَرَدَّدَ فی الصدر" (رواہ احمد والدارمی)
(اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ ہے جس پر تمہاری
طبیعت ٹھکے اور دل مطمئن ہو اور بدی وہ ہے
جو طبیعت میں کھٹکے اور سینہ میں الجھے)
پھر انہی معانی میں مزید وسعت پیدا کی گئی
اور قلب کا استعمال اس عقلی ادراک کے لئے
کیا جانے لگا جو نفسِ انسانی میں مؤثر ہو
"مطلق تصور" اور "تصدیق" کے لئے نہیں۔
اس تفصیل سے یہ بھی وضاحت ہو گئی کہ اگر آج
جالینوس کے قدیم نظریہ کے برخلاف افکار
وخیالات، اور جذبات وحسیات کا مرکز دل
کی بجائے دماغ کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی کچھ
حرج نہیں. نیز لغوی استعمالات' اور علمی تحقیقات
میں مطابقت ضروری نہیں ہوتی۔
(تفسیر المنار ج ۹ ص ۴۲۰ بتغییر یسیر)

قَلَبُوا :- انھوں نے پھیرا، انھوں نے پلٹا
تَقلِیب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَلبَینِ :- دو دل۔ قَلب کا تثنیہ نصبی وجری
حالت میں۔

قُلتَ :- تو نے کہا۔ قَول سے ماضی واحد
مذکر حاضر۔

قُلتُ :- میں نے کہا قَول سے ماضی واحد
متکلم

قُلتُم :- تم نے کہا۔ قَول سے ماضی جمع مذکر
حاضر۔

قَلَم :- قلم۔ خامہ۔ فن تحریر۔ علوم تاریخ وسیر
وغیرہ جو بذریعہ قلم مروج ہوئے، عالم غیب
کا وہ قلم جس سے امور تقدیری ازل الآزال میں
لوح محفوظ پر لکھے گئے۔ جمع اَقلَام

قُلنَ :- انھوں نے کہا قَول سے ماضی
جمع مؤنث غائب۔ تم کہو (امر جمع مؤنث
حاضر)

قُلنَا :- ہم نے کہا۔ قَول سے ماضی جمع متکلم

قُلُوب :- دل۔ واحد قَلب (دیکھو قلب)

قَلِیل :- کم۔ تھوڑا۔ جابد قِلَّت سے صفت
مشبہ واحد مذکر۔

قَلِیلَۃ :- تھوڑی چیز۔ قِلَّت سے صفت مشبہ
واحد مؤنث۔

قَلِیلُوْن :- تھوڑے۔ کم۔ قَلِیْل کی جمع۔

قُمْ :- تو کھڑا ہو۔ اٹھ۔ قِیَام سے امر واحد مذکر حاضر۔

قُمْتُمْ :- تم کھڑے ہوئے۔ قِیَام سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

قَمَر :- چاند۔ جمع اَقْمَار۔

قَمْطَرِیْر :- سخت۔ شدید۔ قَمْطَرَۃ سے جس کے معنے جمع ہونا اور اکٹھا ہونا ہیں۔

قُمَّل :- چیچڑیاں۔ واحد قُمَّلَۃ۔

قَمِیْص :- کرتا۔ پیراہن۔ جمع قُمْصَان۔

قَنَاطِیْر :- سونے کے تودے۔ واحد قِنْطَار

قِنْطَار :- سونے کا تودہ۔

قَنَطُوْا :- وہ ناامید ہوئے۔ مایوس ہوئے قُنُوْط سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قِنْوَان :- گچھے۔ تازہ خوشے۔ واحد۔ قِنْو

قَنُوْط :- ناامید۔ مایوس۔ قُنُوْط سے مبالغہ واحد۔

قُوْا :- تم بچاؤ۔ حفاظت کرو۔ وَقَایَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

قُوًی :- قوتیں۔ واحد۔ قُوَّۃ

قَوَارِیْر :- شیشے۔ واحد قَارُوْرَۃ

قَوَاعِد :- بوڑھی عورتیں جنہیں حیض نہ آئے نہ بچہ پیدا ہو۔ واحد قَاعِد و قَاعِدَۃ

چونکہ بوڑھی عورتیں ضعف و کمزوری کی وجہ سے کہیں آنے جانے کے قابل نہیں رہتیں اور گھر ہی بیٹھی رہتی ہیں اور دنیوی امور کی انجام دہی سے عاجز ہو جاتی ہیں اس لئے انھیں "قَوَاعِد" کہا گیا (دیکھو قُعُوْد)

عمارت کی بنیادیں۔ واحد قَاعِدَۃ کیونکہ یہ بھی نیچے زمین میں جمی ہوئی ہوتی ہیں۔

قَوَام :- میانہ۔ معتدل۔ متوسط۔

قَوَّامُوْن :- محافظ۔ نگراں۔ حاکم۔ قِیَام سے مبالغہ۔ جمع مذکر۔ واحد قَوَّام۔

قرآن کریم میں مرد اور عورت کے درجہ کی تعیین کے سلسلہ میں فرمایا گیا ہے :-

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاۤءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (مرد عورتوں کے نگراں اور حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صنف (قوی) کو دوسری صنف (ضعیف) پر برتری دی ہے اور اس سبب سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں) نساء ع ۶

اس آیت میں مرد کو عورت پر قَوَّام بتایا گیا ہے۔ قَوَّام اسے کہتے ہیں جو کسی کی حمایت، حفاظت اور کفالت کا ذمہ دار

بن کر کھڑا ہو اور جو شخص ان امور کی ذمہ داری
نبھائیگا تسلط اور حکومت اس کے لئے لازم ہے
اسی لئے حافظ ابن کثیر رح نے اس لفظ کی
تشریح فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

ای ھو رئیسہا وکبیرھا والحاکم علیہا
ومؤدبہا اذا اعوجت (یعنی مرد عورت
کا سردار ہے، بڑا ہے، اس پر حاکم
ہے اور غلط روی کی صورت میں اس کو
ادب سکھانے والا ہے) ابن کثیر ص ۴۹۱/۱

مرد کو جو یہ بڑا درجہ دیا گیا اس کی اللہ تعالےٰ
نے دو وجہیں بیان فرمائیں ایک وہبی،
خداداد اور دوسری کسبی، اختیاری

وہبی و فطری یہ کہ "اللہ تعالیٰ نے مرد کو
عورت پر بڑائی دی" یعنی مرد کو جسمانی و عقلی
قوتیں عورت سے زائد اور بہتر عطا فرمائیں
جس کے نتیجہ میں مرد علمی و عملی کمالات میں عورت
سے فائق ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ علمی و عملی
کمالات ہی پر ترقی درجات کا انحصار ہے

علامہ رشید رضا لکھتے ہیں:۔

مرد کے اعضاء عورت کے مقابلہ میں زیادہ
مضبوط ہیں مرد کے جسم کا تناسب عورت
کے مقابلہ میں زیادہ حسین ہے (اور یہ
بات تمام حیوانات میں پائی جاتی ہے۔
مرغا۔ مرغی سے۔ بھیڑ بھیڑی سے، اور
شیر شیرنی سے زیادہ حسین ہوتا ہے) نیز مرد
کا مزاج عورت کے مزاج سے زیادہ کامل
و معتدل ہے۔ اعضاء کی قوت اور مزاج
کے اعتدال پر عقلی و فکری قوتوں کا کمال
منحصر ہے۔ اطباء کا مشہور قول ہے کہ "صحیح
جسم میں ہی صحیح عقل ہوتی ہے"۔ جسمانی اور عقلی
قوتوں کے اس کمال کا قدرتی ثمرہ یہ ہے
کہ مرد زندگی کی جد و جہد میں حصہ لینے کے لئے
عورت سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے اور
کسب و ایجاد اور انتظام و تدبیر امور پر
بہتر طور پر قادر ہے"۔ (تفسیر المنار ص ۶۷/۵)

کسبی و اختیاری یہ کہ مرد بہ تعمیل حکم خداوندی
عورتوں کو مہر، خوراک، پوشاک وغیرہ مہیا
کرتے ہیں اور ان کی تمام خانگی و معاشی ضروریات
کے کفیل ہیں۔ اگر مرد ایسا نہ کرتے تب بھی وہ
فطرت کے تقاضوں کے مطابق عورتوں کے
نگراں اور ان کے حاکم ہی رہتے۔ چنانچہ
بعض اقوام میں اب تک یہ دستور ہے کہ عورتیں
مردوں کو مہر ادا کر کے ان سے حفاظت و
نگرانی کی طلب گار ہوتی ہیں۔

بہرحال ان فطری و کسبی وجوہ فضیلت کی
بنا پر، اسلام نے مردوں کو عورتوں کی ذمہ داری

نگرانی اور سرداری کے درجہ پر فائز فرمایا،
گھر کے مختصر سے معاشرہ میں بھی مرد کو ریاست
کا درجہ عطا فرمایا۔ کسب معاش کا بوجھ اس کے
کاندھوں پر ڈالا اور خاندان کی صلاح و فلاح
اور ان کی حفاظت و حمایت کی ذمہ داری
اس کے سپرد کی اور ملک و ملت کی وسیع
سوسائٹی میں بھی دشمنوں سے حفاظت
تدبیر امور مملکت اور عمومی نظم و نسق کی نگرانی
ذمہ داریاں مردوں کے سپرد کیں، چنانچہ
جس طرح امامت کبریٰ (نبوت) اور امامت
صغریٰ (نماز کی امامت) مردوں سے متعلق
رہی اسی طرح خلافت، امارت اور قضاء کے
فرائض بھی مردوں ہی کے سپرد کئے گئے۔

حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں:-

ولهذا كانت النبوة مختصة بالرجال
وكذلك الملك الاعظم لقوله صلى
الله عليه وسلم لن يفلح قوم ولوا
امرهم امرأة (رواه البخاري) وكذا
منصب القضاء وغير ذلك (اور اسی
وجوہ سے نبوت، مردوں کے ساتھ مخصوص
رہی ہے اور اسی طرح خلافت و امارت کیونکہ
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے
امور مملکت عورتوں کے سپرد کر دیئے
(بخاری) اور اسی طرح قضاء وغیرہ کے مناصب
بھی مردوں ہی سے متعلق رہے ہیں (ابن کثیر
ص ۴۹۱/۱)

البتہ ملک و ملت کے وہ مسائل جو عورتوں
ہی سے متعلق ہیں ان میں عورتوں کی مدد لی
جا سکتی ہے اور ضرورت پڑنے پر وقتی
طور پر دوسری ذمہ داریاں بھی عورتوں کی
صنفی خصوصیات کو ملحوظ و محفوظ رکھتے ہوئے
عورتوں کے سپرد کی جا سکتی ہیں۔

اس فرق مراتب اور تقسیم فرائض سے عورتوں
کی عزت و حرمت میں کسی قسم کی کمی نہیں آتی
اگر جسم انسانی میں سر کو پاؤں پر اور قلب کو
معدہ پر برتری حاصل ہے۔ اور اولی الذکر
کو مؤخر الذکر کے مقابلہ میں اہم فرائض سپرد
کئے گئے ہیں، تو وہ محض اس لئے کہ ان کی اپنی
اپنی فطری ساخت اور جسم کی مجموعی مصلحت
کا تقاضا ہی یہ ہے کہ ایسا کیا جائے۔ یہ کونسی
عقلمندی کی بات ہو گی کہ بوجھ سر اور کاندھوں پر نہ
اٹھایا جائے بلکہ پاؤں پر اٹھایا جائے
اور دماغ و دل سے سوچا سمجھا نہ جائے بلکہ
معدہ سے اس کام کی توقع کی جائے تاہم
جس طرح سر اور دل و دماغ جسم انسانی کا حصہ

ہیں اسی طرح پاؤں اور سجدہ بھی اور ایک
کے فرائض کی تکمیل دوسرے کی امداد پر منحصر ہے
چنانچہ جس طرح اسی سورۃ میں خَلَقَکُم مِّن
نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ سے مرد و عورت کی وحدت
جنسی کی تصریح فرمادی گئی اسی طرح اس آیۃ
میں بھی "بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ" فرما کر اسی طرف
اشارہ فرمادیا گیا ہے (ہم اس موضوع پر "اسلام
میں عورت کا درجہ" کے عنوان سے ایک مفصل
مضمون لکھ چکے ہیں جو کئی سال گذرے
برہان اور الفرقان میں شائع ہو چکا ہے)

قُوَّة :- زور۔ طاقت۔ جمع قُوٰی

قُوتِلْتُمْ :- تم سے جنگ کی گئی۔ قِتَال سے
ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

قُوتِلُوْا :- ان سے جنگ کی گئی قِتَال سے
ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

قَوْس :- کمان۔ جمع اَقْوَاس (قِسِیّ)۔

قَوْسَیْن :- دو کمانیں۔ قَوْس کا تثنیہ بحالت
نصبی و جری۔

قَوْل :- بات۔ کہنا (بمعنے اول مصدر بمعنے
مفعول (جمع اَقْوَال) اور بمعنے ثانی باب
نَصَرَ سے مصدر۔

قُوْلَا :- تم کہو۔ قَوْل سے امر تثنیہ مذکر حاضر

قُوْلُوْا :- تم کہو۔ قَوْل سے امر جمع مذکر حاضر۔

قُوْلِیْ :- تو کہہ۔ قَوْل سے امر واحد مؤنث حاضر

قَوْم :- گروہ۔ جماعت۔ برادری۔ جمع اَقْوَام

قُوْمُوْا :- تم کھڑے ہو۔ قِیَام سے امر جمع مذکر
حاضر۔

قَوِیّ :- زبردست۔ توانا۔ خداوند تعالے
کا اسم صفت قُوَّة سے صفت مشبہ واحد
مذکر۔

قَهَّار :- سب پر غلبہ پانے والا۔ بڑا زبردست
(خداوند تعالیٰ کا اسم صفت) قَهْر سے
مبالغہ واحد۔

قِیَام :- اٹھنا۔ کھڑا ہونا۔ باب نَصَرَ سے
مصدر۔ نیز وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے
قیام و بقا کا ذریعہ ہو "مال" کو دنیوی پہلو
سے اور "کعبہ" کو دینی پہلو سے اسی معنی میں
قِیَام کہا گیا ہے۔

قِیَامَة :- اچانک اٹھ کھڑا ہونا۔ یوم موعود
جبکہ سب مردے اچانک اٹھ کھڑے
ہوں گے اور جزا و سزا کے لئے محاسبہ
شروع ہوگا۔ آخرت اور مرنے کے بعد
دوبارہ سزا و جزا کے لئے زندہ ہو کر اللہ
تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونے کا عقیدہ
اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے
اس کا منکر یا اس کے وقوع میں شک کرنے والا

بالاتفاق کافر ہے۔ نیز حضرت جناب خاتم
الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس
عقیدہ کی تعلیم نہیں دی بلکہ ہمیشہ سے
تمام انبیاء کرام اس کی تبلیغ کرتے رہے
ہیں۔ فی الواقع اس عقیدہ پر کامل یقین
رکھے بغیر انسان اس زندگی کو اختیار
ہی نہیں کر سکتا جسے اختیار کرنا اللہ تعالےٰ
نے انسان پر فرض قرار دیا ہے۔ یہی
عقیدہ ہے جو انسان کو گناہوں سے
بچا سکتا ہے اور بچاتا ہے۔ اگر تمہارے
پاس کوئی آدمی آئے اور تمہارے یہاں
بھولے سے اس کا بٹوہ رہ جائے جس
میں کافی رقم ہو۔ تمہیں خود بھی روپیہ کی ضرورت
ہو کسی نے تمہیں اس بٹوہ کو اٹھاتے ہوئے
دیکھا بھی نہ ہو تمہیں اپنے اوپر کسی قسم کے
دعویٰ دائر ہونے کا بھی اندیشہ نہ ہو۔
نہ ہی اس شخص کو یہ یاد ہو کہ وہ تمہارے
یہاں اپنی دولت چھوڑ آیا ہے۔ الغرض
تم ہر طرح کے دنیوی خوف، نقصان اور
سرزنش سے قطعاً اپنے آپ کو محفوظ
سمجھتے ہو۔ تو اس صورت میں اگر تم آخرت
پر یقین نہیں رکھتے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس
روپیہ کو ہڑپ نہ کر جاؤ۔ لیکن اگر تمہیں

مرنے کے بعد زندہ اور خدا کے سامنے
پیش ہونے کا یقین ہے تو یقیناً تم اس
وقتی و دنیوی فائدہ پر لات مار دو گے
اور اصل مالک کے پاس ہی اس مال کو
واپس کرنے کے لئے بے چین ہو جاؤ گے
صریح عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے
کہ اس دنیا کے بعد ایک اور عالم کا وجود
ضروری ہے جہاں ہر شخص اپنے کیفر کردار
کو پہنچ سکے۔ تمہارے دو غلام ہیں ایک
نکوکار امین وفادار اور مطیع ہے۔ دوسرا
بدکار خائن غدار اور نافرمان ہے۔ کیا
تمہاری عقل یہ کہہ سکتی ہے کہ ان دونوں کے
ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے؟ ہرگز نہیں
پس خداوند حکیم کی مسلّم حکمت کاملہ اور عدالت
شاملہ بھی یقیناً اس کی مقتضی ہے کہ وہ اپنے
فرمانبردار و نافرمان بندوں میں جزا و سزا
کے اعتبار سے فرق کرے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں
کہ ایک شخص بڑا نیک غایت درجہ کا متقی
و پارسا اور عبادت گذار ہے لیکن اس
دنیا کی راحتوں میں اس کے لئے کوئی حصہ
نہیں۔ اور کتنے ہی فاسق و فاجر۔ ظالم
و جابر اور بدکار و نافرمان اشخاص ایسے
ہیں جو بظاہر دنیوی زندگی بڑی شان و شوکت

اور فارغ البالی و آسودہ حالی کے
ساتھ بسر کرتے ہیں اور دنیا میں اپنی برائی
کی سزا نہیں پاتے تو کیا یہ بھی عقل یہ نہیں
بتاتی کہ اس دار العمل کے بعد ایک دار الجزاء
ضرور ہونا چاہیئے۔ اور اچھے برے اعمال کی
کاشت کے زمانہ کے بعد ایک ایسا وقت
بھی آنا چاہیئے جب اس کاشت کے نتائج
اور پیداوار کا حصول ہو؟

یہی مضمون قرآن کریم کی متعدد آیات میں
ارشاد ہوا ہے۔ مثلاً

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا
لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ (طٰہٰ)

بے شک قیامت جزا و سزا کی گھڑی
ضرور آنے والی ہے میں اس کا وقت
پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ اور قیامت
کا آنا اس لئے ناگزیر ہے کہ ہر ایک کو
اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے)

عقیدہ آخرت کے متعلق اس تفصیل
و تشریح سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے
کہ قیامت اور جزا و سزا کا عقیدہ دراصل
ایمان باللہ کی تکمیل ہے۔

جب ہم خداوند تعالیٰ کو تمام صفات
کمال سے متصف اور تمام سمات نقص سے
منزہ قرار دیتے ہیں تو لازم ہے کہ اس کا
کوئی فعل بھی عبث اور فضول نہ ہو اور اس کا
کوئی حکم دائرہ عدل و انصاف سے تجاوز
نہ کرے۔

اگر اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی
نہ ہو جس میں نکوکاروں کو اجر و ثواب سے
نوازا جائے اور بدکاروں کو مستوجب
عذاب قرار دیا جائے تو لازم آتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا یہ سارا کارخانہ
بیکار ہی بنایا ہے اور اس نے اپنے وفادار
بندوں اور گنہگار بندوں کو ایک ہی
لاٹھی سے ہانکا ہے اور یہ اس کی حکمت
و عدالت کے سراسر منافی ہے۔ أَفَحَسِبْتُمْ
أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا
لَا تُرْجَعُونَ (کیا تم نے یہ سمجھا ہے کہ
ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تمہیں اپنے
اعمال کی جوابدہی کے لئے ہماری طرف
لوٹنا نہیں ہے)

یہی نہیں بلکہ انسان کی انسانیت کی تکمیل
بھی اس عقیدہ کو تسلیم کئے بغیر ممکن نہیں
انسان بہترین خصائل اور اعلیٰ فضائل سے
اسی وقت آراستہ ہو سکتا ہے جبکہ اسے
یقین ہو کہ ایسا کرنا اس کی آخرت کی زندگی

کی صلاح و فلاح کے لئے ضروری ہے۔ قَدْ
اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ
دَسّٰهَا (درحقیقت فلاح پائی اس شخص
نے جس نے اپنے نفس کو اخلاق حسنہ سے
سنوارا اور نامراد ہوا وہ شخص جس نے اسکو
بدکاری سے خاک میں ملایا) بلکہ حقیقت
یہ ہے کہ اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے کی صورت
میں وہ اپنی انسانیت کے شرف و بزرگی
کو اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھے گا۔ یہ تخیل کہ وہ کسی
بلند مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اسکی
زندگی کا ماحصل صرف یہ ہے کہ وہ کھائے
پئے اور مر جائے، اسے حیوانات کے درجہ
سے بلند نہ کر سکے گا اور مصور عالم کا یہ حسین
و جمیل شاہکار دنیا کے نگارخانہ میں ایک
بے رنگ تصویر بن کر رہ جائے گا۔ قرآن
کریم اور احادیث صحیحہ کی تصریحات سے یہ
معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی یہ آخرت کی
زندگی جسم و روح دونوں سے مرکب ہوگی
یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اگر یہ زندگی
صرف روحانی زندگی ہی ہو تو خداوند قدوس
کی مملکت ایک ایسی اعلیٰ مخلوق سے خالی
ہو جائے گی جو حیوانات کے جمال جسمانی اور
فرشتوں کے کمال روحانی کا ایک نادرہ کار

مجموعہ ہے اور اپنی ظاہری و باطنی معجزہ
کاریوں میں احسن تقویم کا بہترین نمونہ
البتہ اس دوسری زندگی میں روحانی قویٰ
کا جسمانی قویٰ پر غلبہ و تفوق ہوگا۔ انسان
مختلف شکلوں میں متشکل ہو سکے گا۔ دور
دراز مسافتوں کو قلیل وقت میں طے
کر سکیگا اور اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے اس کی
خواہشات پوری ہو جایا کریں گی۔ عصر
حاضر میں سائنس کی ترقی نے ان باتوں
کو آج کچھ مستبعد نہیں رکھا۔

عالم آخرت کی ابتدا دنیا کے خاتمہ کے
ساتھ ہوگی۔ قرآن کریم نے مختلف صورتوں
میں اس کی جو تصویر کھینچی ہے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ کسی سخت دھماکے سے زمین و
آسمان ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، ستارے
جھڑ پڑیں گے، سمندر ابل نکلیں گے
پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح منتشر ہو جائینگے
اور انسان پروانوں کی طرح خاک سیاہ ہو کر
بکھر جائیں گے۔

قرآن کریم کی یہ تصویر آج کل کے سائنسدانوں
کے اس تصور سے کس قدر قریب ہے کہ ایک
دن وہ آنے والا ہے جب سورج ٹھنڈا
اور بے نور ہو جائیگا، نظام شمسی درہم برہم

ہو جائے گا ستارے ایک دوسرے سے
ٹکرا جائیں گے اور دنیا تباہ و برباد ہو جائیگی

قَیَّضْنَا :- ہم نے پیچھے لگا دیا۔ تَقْیِیْضٌ سے
ماضی جمع متکلم۔

قِیْعَۃٌ :- چٹیل میدان۔ واحد "قَاعٌ"

قِیْلَ :- کہا گیا۔ قَوْلٌ سے ماضی مجہول
واحد مذکر غائب۔

قِیْلٌ :- بات۔ گفتگو۔ کہنا۔ اسم مصدر
و مصدر۔ از نصر

قَیِّمٌ :- قائم رکھنے والا۔ نگرانی کرنے والا
سیدھا۔ صحیح قِیَامٌ سے صفت مشبہ
واحد مذکر۔

قَیِّمَۃٌ :- مضبوط و درست مِلَّۃٌ قَیِّمَۃٌ
درست کردار اور سچے لوگ (پہلے معنی
کے اعتبار سے قَیِّمٌ کا مؤنث ہے
اور دوسرے معنی میں قَائِمٌ کی اسم
جمع ہے باضافہ تاء)

قَیُّوْمٌ :- پائندہ۔ نگراں۔ محافظ۔ تھامنے
والا (اللہ تعالیٰ کا اسم صفت) قِیَامٌ
سے مبالغہ واحد۔

(ك)

كَ :- مثل۔ مانند (حرف جار ہے)

كَ :- تجھکو۔ تیرا (ضمیر منصوب و مجرور متصل
برائے واحد مذکر حاضر۔ جیسے اَعْطَیْنٰكَ
ہم نے تجھکو دیا) دِیْنُكَ (تیرا دین)

كِ :- تجھکو۔ تیری (ضمیر منصوب و مجرور متصل
برائے واحد مؤنث حاضر۔

كَاتِبٌ :- لکھنے والا۔ كِتَابَۃٌ سے اسم فاعل
واحد مذکر۔

كَاتِبُوْهُمْ :- تم ان کو مکاتب بنا دو۔
مُكَاتَبَۃٌ سے امر جمع مذکر حاضر با ضمیر
منصوب جمع مذکر غائب۔

مُكَاتَبَۃٌ کے اصل معنے باہم لکھنا ہیں۔
اصطلاح شریعت میں آقا کا غلام کی آزادی
کو اس شرط پر معلق کر دینا کہ اتنی مدت
میں اس قدر مال اگر تو مجھے ادا کر دے تو
تو آزاد ہے "مکاتبت" کہلاتا ہے۔ خواہ
ایک ہی قسط میں وہ مال ادا کرنا ضروری
ہو یا چند قسطوں میں۔ جیسا بھی باہم طے
ہو جائے وہ غلام جس کے ساتھ یہ معاملہ
کیا گیا ہو "مُكَاتَب" کہلاتا ہے مکاتب
کا حکم یہ ہے کہ مال مقررہ ادا کرنے پر
وہ آزاد ہو جاتا ہے اور اس عرصہ میں
آقا کو اس کے بیچ دینے کا اختیار نہیں
رہتا۔ البتہ اگر وہ پورا مال اس مدت

متعینہ میں ادا نہ کرسکے تو آقا اس کی مکاتبت
فسخ کرسکتا ہے۔

کَاتِبُوْنَ :- لکھنے والے۔ کِتَابَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفعی۔ واحد کَاتِب

کَاتِبِیْنَ :- لکھنے والے۔ کاتب کی جمع بحالت نصبی وجری (دیکھو کِرَامًا کَاتِبِیْنَ)

کَادَ :- وہ قریب ہوا۔ کَوْد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَادَتْ :- وہ قریب ہوئی۔ کَوْد سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

کَادِح :- کوشش کرنے والا مشقت اٹھانے والا۔ کَدْح سے اسم فاعل واحد مذکر

(مَا) کَادُوْا :- وہ نزدیک نہ تھے۔ کَوْد سے ماضی منفی جمع مذکر غائب۔

کَادُوْا :- وہ قریب ہوئے۔ کَوْد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

کَاذِب :- جھوٹا۔ کِذْب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

کَاذِبَۃ :- جھوٹی۔ کِذْب سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ قرآن کریم میں نَاصِیَۃ (پیشانی) کی صفت کَاذِبَۃ بطور اسناد مجازی کے مبالغہ کے لئے آئی ہے۔ گویا وہ پیشانی جس میں کاذب کا کذب جھلک رہا ہے (بیضاوی)

کَاذِبُوْنَ۔ کَاذِبِیْنَ :- جھوٹے۔ کِذْب سے اسم فاعل جمع مذکر (اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی وجری)

کِذْب صدق کی نقیض ہے۔ اس کا استعمال بھی صدق کی طرح اقوال اور افعال دونوں میں ہوتا ہے۔ قول میں صدق یہ ہے کہ وہ واقعہ کے بھی مطابق ہو اور کہنے والے کے اعتقاد کے بھی۔ اگر واقعہ کے مطابق ہو اور اعتقاد کے مطابق نہ ہو یا اس کے برعکس تو ایک حیثیت سے اس پر صدق کا اطلاق ہوگا اور دوسری حیثیت سے کذب کا۔ تو "کذب" قول میں یہ ہوا کہ وہ واقعہ کے مطابق نہ ہو یا اعتقاد کے مطابق نہ ہو یا دونوں کے مطابق نہ ہو۔ فعل میں صدق یہ ہے کہ اس کا حق ادا کیا جائے اور کذب یہ کہ اس کا حق ادا نہ کیا جائے (تفصیل کے لئے دیکھو لفظ صدق)

کَارِهُوْنَ، کَارِهِیْنَ :- برا سمجھنے والے۔ بیزار ہونے والے۔ کَرَاهَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر (اول بحالت رفعی دوم بحالت نصبی وجری) واحد کَارِہ۔

کَأسٌ:- جامِ شراب - جمع کُؤُوس -
کَاشِفُ:- کھولنے والا - دور کرنے والا
کَشْف سے اسم فاعل واحد مذکر -
کَاشِفَة:- کھولنے والی - کَشْف سے
اسم فاعل واحد مؤنث -
کَاشِفُوْا:- کھولنے والے - دور کرنے والے
کَشْف سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل میں
کَاشِفُوْنَ تھا اضافت کی وجہ سے
نون گر گیا -
کَاظِمِیْن:- غصہ پی جانے والے کَظْم
سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی واحد
کَاظِم -
کَافٍ:- کفایت کرنے والا - کِفَایَة سے
اسم فاعل واحد مذکر -
کَافَّة:- سب - کل - تمام - اکٹھے (یہ اسم
جَمِیْعًا کے معنی میں آتا ہے اور در اصل
کَفّ بمعنے روکنا سے اسم فاعل واحد
مؤنث ہے -
کَافِر:- ناشکرا - خدا یا رسول کا منکر
بے ایمان - جمع کُفَّار (دیکھو کُفْر)
کَافِرَة:- انکار کرنے والی - بے ایمان
کُفْر سے اسم فاعل واحد مؤنث - جمع
کَوَافِر -

کَافِرُوْنَ / کَافِرِیْنَ:- منکرین - بے ایمان لوگ - کُفْر سے اسم فاعل - جمع مذکر - اول
بحالتِ رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری
کَافُوْر:- جنت کے ایک چشمہ کا نام - جو
ٹھنڈا خوشبودار مفرح اور سفید رنگ
ہونے کی وجہ سے کافور کے نام سے موسوم
ہوا - یہ چشمہ جنتیوں کے اشارہ پر رواں ہوگا
جدھر اشارہ کر دیں گے ادھر ہی بہتا ہوا
آ جائے گا - اس کا منبع جناب رسول اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم کے جنتی محل میں ہوگا -
کَالِحُوْن:- بدشکل و بدوضع لوگ - منہ بسورنے
والے - کُلُوْح سے اسم فاعل جمع مذکر - واحد
کَالِح
کُلُوْح کے اصل معنی ہیں "ہونٹوں کا دانتوں سے
بہت ہٹ جانا" (بیضاوی)
کَالُوْا:- انھوں نے ناپا - ناپ کر دیا -
کَیْل سے ماضی جمع مذکر غائب -
کَامِلَة:- پوری کَمَال سے اسم فاعل واحد
مؤنث
کَامِلَیْن:- پورے دو - کَمَال سے اسم
فاعل تثنیہ مذکر - واحد کَامِل -
کَأَنَّ:- گویا کہ (حرف تشبیہ مشبہ
بفعل)

كَانَتَا :۔ گویا کہ (کَاَنَّ حرف تشبیہ با ما کافہ)

كَانَ :۔ وہ تھا۔ وہ ہو گیا۔ وہ ہے۔ کون سو ماضی واحد مذکر غائب۔

كَانَا :۔ وہ دونوں تھے۔ کون سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

كَانَتْ :۔ وہ تھی۔ وہ ہو گئی۔ کون سو ماضی واحد مؤنث غائب۔

كَانَتَا :۔ وہ دو تھیں۔ کون سے ماضی تثنیہ مؤنث غائب۔

كَانُوا :۔ وہ تھے وہ ہو گئے۔ وہ ہوں۔ کون سے ماضی جمع مذکر غائب۔

كَاهِن :۔ فال کہنے والا۔ اٹکل سے آئندہ باتوں کی خبر دینے والا۔ کَہَانَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔

كَأَيِّن :۔ بہت۔ کتنی (اسم تکثیر ہے)

كَبَائِر :۔ بڑے بڑے گناہ۔ واحد کَبِیْرَۃ

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جملہ گناہ دو قسم پر ہیں۔ صغائر۔ کبائر لیکن صغیرہ اور کبیرہ گناہ کی حد و تعریف میں بہت اختلاف ہے اور علماء امت سے ان کی مختلف تشریحات منقول ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی احیاء العلوم میں بڑی سیر حاصل بحث فرمائی ہے

اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

انسان کا مقصد تخلیق خداوند تعالیٰ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت ہے۔ اسی مقصد کے لئے انبیاء کرام مبعوث ہوئے اور آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔ اور ظاہر ہے کہ عبادت و اطاعت کا محل دنیوی زندگی ہی ہے۔ اسی کارگاہ میں ہر شخص اپنے عمل سے ثابت کر دیتا ہے کہ وہ اپنا مقصد تخلیق کس حد تک پورا کر رہا ہے۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکیمانہ ارشاد۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَة اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ اور زندگی کا قیام مال پر موقوف ہے یعنی زندگی عبادت کا محل اور وسیلہ ہے اور مالی زندگی کا وسیلہ اور اس واسطے سے مال بھی عبادت کا وسیلہ ہوا۔ قرآن و حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "کبیرہ" کا اطلاق اس گناہ پر کیا گیا ہے جس کا مرتکب ہو کر انسان خود کو یا کسی غیر کو اپنے اصل مقصد تخلیق عبادت خداوندی یا اس مقصد کے وسیلہ سے باز رکھے۔ اسی اعتبار سے کبائر کی تین قسمیں ہیں

(۱) وہ گناہ جو انسان کو اصل مقصد سے ہی منحرف کر دیں (۲) وہ جو اس مقصد کے وسیلہ یعنی زندگی کو ختم کر ڈالیں (۳) وہ جرائم

جو زندگی کے وسیلہ یعنی مال کے لئے مہلک و تباہ کن ثابت ہوں۔
پہلی قسم کا جرم اکبر الکبائر دکبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا) ہے یعنی کفر و شرک کہ اس جرم کا مرتکب ہو کر انسان اپنے اصل مقصدِ تخلیق کو فوت کر دیتا ہے۔ نیز وہ عقائد و بدعات اور گمراہیاں بھی اس نوع میں شمار ہیں جو ایمانیات سے متضاد اور معرفتِ الٰہی سے مانع ہوں اگرچہ ان تمام جرائم میں باہم تفاوت ہے مگر اکبر الکبائر ہونے میں سب مشترک ہیں اس کے بعد کبائر کی دوسری قسم وہ جرائم ہیں جو حیات نفوس کے لئے خطرہ ہوں۔ جیسے قتل ناحق۔ نیز ہر وہ گناہ جس کے نتیجہ میں زندگی تباہ و برباد ہو جائے اسی قسم میں داخل ہے جیسے زنا و لواطت۔
اس کے بعد کبائر کی تیسری قسم وہ جرائم ہیں جو ہلاکتِ اموال کا باعث ہوں جیسے سود۔ چوری۔ رشوت۔ ڈاکہ۔ غصب وغیرہ وغیرہ اور جو جرائم ان تینوں قسموں میں سے کسی قسم میں نہ آتے ہوں وہ صغائر ہیں لیکن بعض اوقات صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے صحیحین کی حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کبیرہ گناہ یہ ہیں:۔
اللہ تعالےٰ کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہرانا۔ والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کے نفس کو ہلاک کرنا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ اس حدیث میں گناہوں کی یہ تینوں اقسام مذکور ہیں۔
اللّٰھم وفّقنا للحسنات وقِنا جمیع السّیّئات۔

کُبَّار:۔ بہت بڑا۔ کبیر سے مبالغہ کا صیغہ
کُبِتَتْ:۔ وہ اوندھی کی گئی۔ ڈالی گئی۔ کَبّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔
کُبِتَ:۔ ہلاک کیا گیا۔ ذلیل کیا گیا۔ کَبْت سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
کَبْت کے اصل معنی اوندھا کر دینا ہیں پھر مجازاً ذلیل کرنا اور ہلاک کرنا کے معنی میں استعمال ہوا۔
کُبِتُوْا:۔ وہ ہلاک کئے گئے ذلیل کئے گئے۔ کَبْت سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔
کَبَد:۔ محنت۔ سختی۔ مشقت۔
کَبَد:۔ کَبِد سے ہے جس کے معنی دردِ جگر میں مبتلا ہونے کے ہیں پھر مطلق سختی اور مشقت کے معنی میں استعمال ہوا۔ فرمایا گیا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ کَبَدٍ (ہم نے آدمی کو

محنت و مشقت میں پیدا کیا) تو اس سے اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ انسان کی خلقت اور فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ پیدائش سے موت تک رنج و غم اور پریشانی میں مبتلا رہے۔ انسان کی زندگی غذا پر منحصر ہے اس کی تحصیل میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتا ہے، مزاج کی ساخت ایسی ہے کہ اس کے اعتدال میں ذرا فرق آیا اور بیمار پڑا، پھر مدنی الطبع ہے میل جول پر زندگی کا انحصار ہے مگر اکثر اوقات جن لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے وہ انسان کو آرام و اطمینان دینے کی بجائے اور تکلیفوں اور الجھنوں میں پھنسا دیتے ہیں، نیکی کا بدلہ بدی سے اور محبت کا صلہ عداوت سے دیتے ہیں۔ وغیر ذالک من المصائب والنوائب۔

کِبْر۔ بڑائی۔ تکبر۔

کِبَر:۔ بڑا ہونا۔ بوڑھا ہونا۔ بڑھاپا۔ باب کَرُمَ سے مصدر و اسم مصدر۔

کُبْریٰ:۔ بہت بڑی۔ کِبَر سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

کَبُرَ:۔ وہ بڑا ہوا۔ بزرگ ہوا۔ کِبَر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَبِّرْ:۔ تو بڑائی بیان کر۔ تکبیر سے امر واحد مذکر حاضر۔

کُبَر:۔ بہت بڑی۔ کَبیر سے اسم تفضیل جمع مؤنث۔

کُبَرَاءُ:۔ بڑے لوگ۔ واحد کَبِیر۔

کِبْرِیَاءُ:۔ بزرگی۔ عظمت۔ قہر و غلبہ۔ (خداوند تعالیٰ کی مخصوص صفت)

کُبْکِبُوا:۔ وہ اوندھے کئے گئے۔ کَبْکَبَۃ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

کَبِیْر:۔ بزرگ۔ بڑا۔ کِبَر سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ (خداوند تعالیٰ کا اسم صفت)

کَبِیْرَۃ:۔ بڑی۔ بڑا گناہ۔ کِبَر سے صفت مشبہ واحد مؤنث جمع کَبَائِر (دیکھو کَبَائِر)

کِتَاب:۔ لکھنا۔ لکھا ہوا۔ خط۔ مضمون نامۂ اعمال۔ صحیفۂ آسمانی (پہلے معنی میں مصدر اور دوسرے معانی میں فِعَال بمعنے مفعول) جمع کُتُب۔

(اُمّ) الکِتَاب:۔ کتاب کی اصل۔ علوم کی اصل۔

اُمّ کے حقیقی معنے "ماں" ہیں اور مجازاً اس کا اطلاق۔ اصل۔ جڑ۔ جامعیت اور مرکزیت رکھنے والی چیز پر ہوتا ہے۔ اُمُّ الکِتَاب

اور اُمُّ القرآن سورۂ فاتحہ کا لقب ہے کیونکہ قرآن کریم میں جو علوم بیان فرمائے گئے ہیں سورۂ فاتحہ ان کو جامع ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ سورۂ فاتحہ ایک متن ہے اور بقیہ قرآن کریم اس کی شرح۔ اس معنی کے لحاظ سے اُمّ الکتاب میں الکتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔

نیز اُمّ الکِتاب لوحِ محفوظ کو بھی کہتے ہیں جو عالم بالا میں ہے اور جس میں تمام حوادث و مقدرات اور جملہ احکام و علوم ثبت ہیں اس معنے میں۔ اَلْکِتَاب سے مراد علوم و احکام ہیں۔ چونکہ لوح محفوظ ان سب کی اصل اور مرکز ہے اس لئے اُسے "اُمُّ الکِتاب" کہا گیا۔

کِتَابِیَہْ :۔ میری کتاب۔ میرا اعمال نامہ اصل میں کِتَابِیْ تھا۔ رعایت فواصل اور وقف کی وجہ سے آخر میں ہائے سکتہ لاحق ہوئی اور یائے متکلم مفتوح ہو گئی۔

کُتُبٌ :۔ کتابیں۔ مضامین۔ علوم۔ واحد کِتَابٌ۔

کَتَبَ :۔ اس نے لکھا (علیٰ) فرض کیا۔ کِتَابَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کُتِبَ :۔ وہ لکھا گیا (علیٰ) فرض کیا گیا۔ کِتَابَۃٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

کَتَبَتْ :۔ اس نے لکھا۔ کِتَابَۃٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

کَتَبْتَ :۔ (علیٰ) تو نے فرض کیا۔ کِتَابَۃٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر

کَتَبْنَا :۔ ہم نے لکھا (علیٰ) ہم نے فرض کیا۔ کِتَابَۃٌ سے ماضی جمع متکلم۔

کَتَمَ :۔ اس نے چھپایا۔ کِتْمَانٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَتْمٌ و کِتْمَانٌ دراصل بات چھپانے کو کہتے ہیں پھر مجازاً ہر چیز کے چھپانے کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا (مفردات)

کَثُرَ :۔ وہ بہت ہوا۔ کَثْرَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَثَّرَ :۔ اس نے بہت کیا۔ تَکْثِیْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَثْرَۃٌ :۔ بہتات۔ بہت ہونا۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

کَثُرَتْ :۔ وہ بہت ہوئی کَثْرَۃٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

کَثِیْبٌ :۔ ریت۔ بالو کا ٹیلا۔ کَثْبٌ بمعنے جمع کرنا سے فَعِیْلٌ بمعنے مفعول

جمع کُثْبَان

کَثِیْرٌ - بہت ۔ زیادہ ۔ کَثُرَۃٌ سے صفت
مشبہ واحد مذکر ۔

کَثِیْرَۃٌ - بہت ۔ زیادہ ۔ کَثْرَۃٌ سے صفت
مشبہ واحد مونث ۔

کِدْتَّ :- تو نزدیک تھا ۔ کود سے ماضی
واحد مذکر حاضر

کَدْحٌ :- مشقت اٹھانا ۔ کوشش کرنا ۔ باب
فَتَحَ سے مصدر ۔

کِدْنَا :- ہم نے خفیہ تدبیر کی ۔ کَیْدٌ سے
ماضی جمع متکلم (دیکھو اَکِیْدُ)

کَذَّابٌ :- بڑا جھوٹا ۔ کِذْبٌ سے مبالغہ
کا صیغہ ۔

کِذَّابٌ :- جھٹلانا ۔ انکار کرنا ۔ باب تَفْعِیْل
سے مصدر ۔

کَذٰلِکَ :- اسی طرح (کاف حرف تشبیہ اور ذٰلِکَ
اسم اشارہ) ۔

کَذٰلِکُمْ :- اسی طرح (کاف حرف تشبیہ اور
ذٰلِکُمْ اسم اشارہ)

کَذٰلِکِ :- اسی طرح (کاف حرف تشبیہ اور ذٰلِکِ
اسم اشارہ ۔ (دیکھو ذٰلِکَ)

کِذْبٌ :- جھوٹ ۔ جھوٹ بولنا ۔ باب ضَرَبَ
سے مصدر (دیکھو کاذبین اور صِدْق)

کَذَبَ :- اس نے جھوٹ بولا ۔ غلطی کی ۔
جھٹلایا ۔ کِذْبٌ سے ماضی واحد مذکر غائب
سورۂ نجم میں فرمایا گیا ہے ۔ مَا کَذَبَ
الْفُؤَادُ مَا رَاٰی اس کا مطلب یا تو یہ ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں
نے (صورۃ جبریلیہ یا جمال خداوندی) جو کچھ
دیکھا آپ کے دل نے اس کا انکار نہیں کیا
یہ اس لئے کہ عالم قدس کے مشاہدات کا ادراک
پہلے دل سے کیا جاتا ہے پھر وہ آنکھوں کی
طرف منتقل ہوتے ہیں ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ
آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا آپ کے دل
نے اس کی تصدیق میں غلط بیانی نہیں کی کیونکہ
جس طرح اسے آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا
تھا اسی طرح دل سے بھی بوجھا تھا یا یہ مطلب
ہے کہ آپ کے دل نے جو کچھ دیکھا اس میں آپ
کوئی دھوکا نہیں لگا یعنی جو کچھ دیکھا وہ امر واقعی
تھا کوئی تخیل فاسد نہ تھا ۔ اس کی تائید
اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے سوال رویت کے جواب
میں فرمایا ۔ رَأَیْتُہٗ بِفُؤَادِیْ میں نے اپنے
رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے (بیضاوی)

کَذَّبَ :- اس نے جھٹلایا ۔ تَکْذِیْبٌ سے
ماضی واحد مذکر غائب ۔

کَذَبَتْ :- اس نے جھوٹ بولا۔ کِذْب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

کَذَّبَتْ :- اس نے جھٹلایا۔ تَکْذِیْب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

کُذِّبَتْ :- وہ جھٹلائی گئی۔ تکذیب سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

کَذَّبْتُمْ :- تم نے جھٹلایا۔ تکذیب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

کَذَّبْنَا :- ہم نے جھٹلایا۔ تکذیب سے ماضی جمع متکلم۔

کَذَبُوْا :- انھوں نے جھوٹ کہا۔ کِذْب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

کُذِبُوْا :- وہ جھٹلائے گئے۔ ان سے جھوٹ بولا گیا۔ کِذْب سے ماضی جمع مذکر غائب

حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا

اس آیت کریمہ میں کُذِبُوْا کی چند توجیہات ہیں (۱) "ظَنُّوْا" اور "اَنَّهُمْ" اور "کُذِبُوْا" ان تینوں کی ضمیریں "الرسل" کی طرف راجع ہیں اور کُذِبُوْا بمعنے کَذَّبُوْا ہے جس طرح "وَقَعَدَ الَّذِیْنَ کَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" میں۔

بایں توجیہ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں۔ (کافروں نے پیغمبرانِ خدا اور ان کے اتباع کو انتہائی آزار پہنچایا اور خداوند تعالیٰ نے قانونِ امہال کے تحت ان کو ڈھیل دیتا رہا) یہاں تک کہ پیغمبرانِ خدا (دنیا میں اپنی ظاہری فتح و ظفر سے) مایوس ہوگئے اور یہ محسوس کرنے لگے کہ فتح و ظفر کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے انھیں (کافروں کی طرف سے یا عام مسلمانوں کی طرف سے) جھٹلایا گیا ہے تو اچانک ہماری مدد آگئی۔

(۲) کُذِبُوْا اپنے معروف معنی میں ہی ہے اور ظَنُّوْا اور اَنَّهُمْ اور کُذِبُوْا کی ضمیریں کفار کی طرف راجع ہیں۔ بایں توجیہ معنے ہیں۔ یہاں تک کہ جب پیغمبرانِ خدا مایوس ہوگئے اور کفار نے یہ سمجھ لیا کہ پیغمبروں نے ان کو جو عذاب الٰہی کی دھمکیاں دی تھیں وہ غلط تھیں (اور اس بارہ میں ان سے جھوٹ بولا گیا ہے) تو اچانک پیغمبروں کے پاس ہماری مدد آگئی۔ وغیرہا۔

کُذِّبُوْا :- ان کو جھٹلایا گیا۔ تکذیب سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

کَذَّبُوْا :- انھوں نے جھٹلایا۔ تکذیب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

کِرَام :- بزرگ۔ عزت والے۔ باوقار

لوگ - واحد - کَرِیْم

کِراماً کاتِبِین :- بزرگ و معزز لکھنے والے

اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو خداوند تعالےٰ کی طرف سے انسان کی حفاظت اور اسکے اعمال و اقوال کی کتابت پر مامور ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ کتابتِ اعمال کے لئے ہر انسان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے متعین ہیں۔ ایک داہنی طرف اور ایک بائیں طرف۔

داہنی طرف والا فرشتہ انسان کی نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ برائیاں۔

اس تقرر اور تعین کی حکمت یہ ہے کہ جب آدمی کو اس کا یقین ہو گا کہ نہ صرف یہ کہ خداوند تعالیٰ ہی ہمارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور ہماری حرکات و اعمال سے آگاہ ہے بلکہ اس نے اپنی طرف سے ہمارے پیچھے خفیہ پولیس بھی لگا رکھی ہے جو ہمارے ہر عمل کو اپنے مخصوص رجسٹر میں درج کرتی ہے۔ تو اس یقین کی وجہ سے اس کے دل میں خدا ترسی زیادہ سے زیادہ بڑھے گی اور وہ ہر وقت محتاط رہنے کی کوشش کرے گا۔ (کذا فی الخازن)

کَرْب :- سخت غم۔ جمع کُرُوْب۔ اصل میں "کَرْب" کے معنی ہیں۔ "زمین کو کھود کر پلٹ دینا یعنی نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دینا۔ چونکہ سخت غم بھی دل کی حالت میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے غم پر کَرْب کا اطلاق کیا گیا (مفردات)

کَرَّۃ :- غلبہ۔ ایک بار پھرنا۔ لوٹنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر برائے مرۃ

کَرَّتَیْنِ :- دو بار۔ کَرَّۃ کا تثنیہ بحالتِ نصبی۔

کُرْسِیّ :- کرسی جس پر بیٹھتے ہیں۔ یہ ماخوذ ہے کَرْس سے جس کے معنی جمع کرنا اور بعض اجزاء کو بعض کے ساتھ ملانا ہیں جمع کَرَاسِیّ۔

وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اللہ تعالےٰ کی کرسی آسمانوں اور زمین کو محیط ہے) میں کُرْسِی سے کیا مراد ہے۔ محققین نے دو توجیہیں اختیار فرمائی ہیں۔

(۱) کرسی سے مراد یہاں اللہ تعالیٰ کا علم ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ہی منقول ہے۔ اور یہ اس لئے کہ جس طرح "کرسی" اعتماد اور سہارے کی چیز ہوتی ہے اسی طرح علم پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

کرسی پر جسمانی اعتماد ہوتا ہے اور علم پر عقلی
وروحانی اسی اعتبار سے علماء کو "کراسیؐ"
کہا جاتا ہے۔

(۲) کرسی سے مراد حکومت وسلطنت
اور غلبہ واقتدار ہے۔ کیونکہ بادشاہ و
حاکم کرسی پر بیٹھتا ہے اس اعتبار سے
کنایۃً "کرسی" بمعنے حکومت وسلطنت ہوا
یعنی خداوند تعالیٰ کے غلبہ واقتدار سے
کائنات کی کوئی چیز باہر نہیں اس کی حکومت
کی کرسی آسمان وزمین سب پر محیط ہے
دیکھو عرش (خازن وتفسیر کبیر)

کَرَّمْتَ :- تونے بڑائی دی۔ تونے فوقیت
دی۔ تَکْرِیْم سے ماضی واحد مذکر حاضر

کَرَّمْنَا :- ہم نے عزت دی۔ تَکْرِیْم سے
ماضی جمع متکلم۔

کُرْہ :- مشقت۔ ناگوار چیز
کُرْہ اور کَرْہ کو بعض نے مترادف بتلایا
ہے اور بعض علماء نے یہ فرق کیا ہے کہ
"کَرْہ" بالفتح وہ مشقت ہے جس کا سبب
خارج میں ہو جیسے بالجبر کوئی کام کرایا جائے
تو مجبور کو اس فعل کی انجام دہی میں جو طبعی مشقت
لاحق ہوگی وہ کَرْہ ہے۔ اور کُرْہ بالضم
اس طبعی یا عقلی یا شرعی ناگواری کا نام ہے
جسے آدمی خود محسوس کرے (مفردات)

کَرْہ :- مشقت۔ سختی۔ جبر۔

کَرِہَ :- اس نے بُرا جانا۔ نفرت کی۔ کَرَاھَۃ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَرَّہَ :- اس نے ناپسند بنا دیا۔ تَکْرِیْہ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَرِھْتُمُوْہُ :- تم نے اس کو بُرا جانا۔ کَرَاھَۃ
سے ماضی جمع مذکر حاضر باضمیر منصوب
واحد مذکر غائب۔

کَرِھُوْا :- انہوں نے بُرا سمجھا۔ کَرَاھَۃ
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

کَرِیْم :- بزرگ۔ بڑا عزت والا۔ شائستہ
کَرَم سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

کَسَادٌ :- ناروائی۔ ٹوٹا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

کُسَالیٰ :- جی ہارے۔ سست لوگ۔ واحد
کَسْلَان۔

کَسَبَ :- اس نے کمایا۔ ارادہ سے کام کیا
کَسْب سے ماضی واحد مذکر غائب

کَسَبَا :- انہوں نے کمایا۔ ارتکاب کیا۔
کَسْب سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

کَسَبَتْ :- اس نے کمایا۔ ارادہ سے کام کیا
کَسْب سے ماضی واحد مؤنث غائب

کَسَبْتُمْ :- تم نے کمایا۔ کَسْب

سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

کَسَبُوا :- انھوں نے کمایا۔ انھوں نے ارادہ سے کام کیا۔ کَسَبَ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

کِسَف :- ٹکڑے۔ واحد کِسْفَۃ۔

کِسْفَۃ ہر چیز چھپے اور ہلکے پھلکے جسم کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جیسے بدلی۔ روئی کا گالا وغیرہ (مفردات)

کِسْف :- ٹکڑا۔ اسم جنس۔

کِسْوَۃ :- پوشاک۔ لباس۔

کَسَوْنَا :- ہم نے پہنایا۔ کَسْوٌ سے ماضی جمع متکلم۔

کُشِطَتْ :- اس کی کھال کھینچی گئی۔ کَشْط سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

کَشْف :- کھولنا۔ اٹھانا۔ دور کرنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

کَشَفَ :- اس نے دور کیا۔ کَشْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَشَفَتْ :- اس نے کھولا۔ کَشْف سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

کَشَفْنَا :- ہم نے دور کر دیا۔ کَشْف سے ماضی جمع متکلم۔

کَظِیْم :- دل میں گھٹنے والا۔ رنجیدہ۔ کَظْم سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

کَعْبَۃ :- بیت اللہ جو مکہ معظمہ میں واقع ہے کعبہ "مربع مکان" کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ مربع ہے اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔ یا کَعْب (ٹخنہ کی ہڈی) سے ماخوذ ہے جو ابھری ہوئی ہوتی ہے۔ چونکہ یہ بھی اپنی عظمت و شہرت کے لحاظ سے سربلند ہے اس لئے اس نام سے موسوم ہوا مزید تفصیل کے لئے دیکھو البَیْتَ العَتِیق و ابراھیم۔

کَعْبَیْن :- دو ٹخنے۔ کَعْب کا تثنیہ بحالت جری

کَفَّ :- اس نے باز رکھا۔ روکا۔ کَفّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَفّ (مصدر) کے معنی اصل میں "ہتھیلی سے دفع کرنا" ہیں لیکن اس کا استعمال مجاز متعارف کے طور پر مطلقاً دفع کرنے اور روکنے کے معنی میں ہوتا ہے ہتھیلی سے ہو یا کسی اور چیز سے۔ چنانچہ مَکْفُوْف نابینا کو کہتے ہیں کہ اس کو اللہ تعالےٰ نے بصارت زائل کر کے دیکھنے سے روک دیا ہے (مفردات)

کَفّ :- ہتھیلی۔ جمع اَکُفّ۔

کَفٰی :- وہ کافی ہوا۔ وہ کافی ہے۔ کِفَایَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کِفَایَت کے معنی اس عمل کے ہیں جس میں کسی

کی حاجت روائی اور مقصد رسائی کی گئی ہو۔ اس کا استعمال متعدی بھی ہوتا ہے اور لازم بھی کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسے کَفَانِی قَلِیْلٌ مِنَ الْمَالِ (مجھے تھوڑا سا مال کافی ہوگیا) اور کبھی متعدی بدو مفعول جیسے وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ (اور اپنے اولیاء اللہ نے مؤمنوں کی جنگ یعنی مسلمانوں کو غزوہ احزاب میں مشرکین کے مقابلہ میں عمومی طور پر جنگ کرنے کی نوبت نہیں آئی اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے فضل و کرم سے ایسے اسباب پیدا کردیئے جو کفار کی ہزیمت اور بے نیل مرام بازگشت کا باعث بنے۔ اور جب لازم مستعمل ہو تو خلاف قیاس فاعل پر تاکید اتصال اسنادی کے لئے باء کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ اور ایک اسم صفت فاعل سے حال کے طور پر اس عمل سے مشتق کرکے جس کے متعلق کفایت کا اثبات مقصود ہو لے آیا جاتا ہے۔ خواہ فاعل خالق ہو یا مخلوق جیسے کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا (اور اللہ کی گواہی کافی ہے) اور کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا (آج تو اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے)

کِفَات :- جمع کرنے والی۔ سمیٹنے والی کَفْت سے قرآن کریم میں ہے۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا (کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والا نہیں بنایا) کَفْت کے معنی ہیں سمیٹنا۔ جمع کرنا۔ کِفَات فِعَال بمعنے فاعل ہے جیسے جِمَاع بمعنے جامع۔ پس کِفَات کے معنی ہوئے اکٹھا کرنے والی۔ سمیٹنے والی یا کِفَات مصدر ہے جسے بطور مبالغہ بمعنے فاعل لے لیا جاتا ہے یا کَافِت (اسم فاعل) (جمع کرنے اور سمیٹنے والا) کی جمع ہے جیسے صَائِم کی جمع صِیَام آتی ہے یا کِفْت (چھوٹی ہانڈی) کی جمع ہے۔ اور زمین (اَرْض) کے وصف میں اسم جمع باعتبار مختلف اطراف واقطار کے لایا گیا ہے (بیضاوی)

کُفَّار :- ناشکرے۔ کافر لوگ کھیتی کرنے والے۔ واحد کَافِر۔

کَفَّار :- بڑا کافر۔ صیغہ مبالغہ۔

کَفَّارَۃ :- اس کے لغوی معنے "بہت چھپانے والی چیز" ہیں کُفْر سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنے "چھپانا" ہیں اور اصطلاحِ شرع میں کفارہ وہ سزا اور عقوبت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی جرم کے ارتکاب پر دنیا میں مسلمان پر عائد ہوتی ہے اور جس کے بعد وہ گناہ معاف ہوجاتا ہے

بخلاف حد کے کہ حد میں مسلم و غیر مسلم کی تخصیص نہیں بلکہ وہ دار الاسلام کے ہر فرد پر جاری ہوتی ہے نیز کفارہ ایک انفرادی معاملہ ہے اور حد اجتماعی یعنی کفارہ تو ہر شخص اپنا آپ ادا کرے گا لیکن حد کا جاری کرنا امام پر موقوف ہے۔ کفارہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ مستقل توبہ کی ضرورت نہیں لیکن محض حد سے گناہ معاف نہیں ہوتا جب تک کہ اس گناہ سے توبہ نہ کی جائے۔ مثلاً ایک شخص نے قسم کھا کر توڑ دی۔ پھر اس نے کفارہ ادا کر دیا تو قسم توڑنے کا جو گناہ تھا وہ معاف ہو گیا اور آخرت میں وہ ماخوذ نہ ہو گا۔ لیکن اگر کسی نے چوری کی اور امام نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا مگر وہ اس فعل سے تائب نہیں ہوا تو چوری کا جو گناہ ہے وہ اس پر بدستور قائم ہے اور آخرت میں اس پر گرفت بھی ہو گی۔ اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم قسم کھا کر توڑ دے تو اس کے ذمہ کفارہ نہ ہو گا لیکن اگر دار الاسلام میں رہتے ہوئے چوری کرے تو ہاتھ ضرور کاٹا جائے گا۔

(ش-۱)

كُفْر:- انکار کرنا۔ ایمان نہ لانا۔ ناشکری کرنا باب نَصَرَ سے مصدر (دیکھو كُفُوْر)

كَفَرَ:- اس نے کفر کیا۔ ناشکری کی۔ انکار کیا كُفْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

كُفِرَ:- اس کا انکار کیا گیا۔ كُفْر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

كَفِّرْ:- تو دور کر۔ مٹا دے۔ تَكْفِير سے امر واحد مذکر حاضر۔

كُفْرَان:- ناشکری۔ احسان نہ ماننا نعمت کا انکار کرنا۔

امام راغب رقمطراز ہیں، كُفْرَان کا استعمال اکثر ناشکری کے معنی میں ہوتا ہے اور كُفْر کا اکثر خدا یا آیات میں سے کسی ایمانی و اعتقادی چیز کے انکار پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور كُفُوْر مذہب و نعمت دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے (مفردات) باب نَصَرَ سے مصدر

كَفَرَة:- ناشکرے۔ کافر لوگ۔ واحد كَافِر

كَفَرَتْ:- اس نے ناشکری کی۔ كُفْر سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

كَفَرْتُمْ:- تم نے کفر کیا۔ كُفْر سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

کَفَرُوْا :- وہ کافر ہوئے انھوں نے ناشکری کی۔ انھوں نے انکار کیا۔ کُفْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

کَفَرْتَ :- تو نے کفر کیا کُفْر سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

کَفَرْنَا :- ہم نے انکار کیا کُفْر سے ماضی جمع متکلم۔

کَفَفْتُ :- میں نے روکا۔ باز رکھا۔ کَفّ سے ماضی واحد متکلم۔

کِفْل :- حصہ۔ جمع اَکْفَال (دیکھو کِفْلَیْن)

(ذُو الْکِفْل) :- ایک پیغمبر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب (دیکھو ذَا الْکِفْل)

کَفَّلَ :- کفیل بنایا۔ سونپ دیا (اللہ نے) تَکْفِیْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کِفْلَیْنِ :- دو حصے۔ کِفْل کا تثنیہ بحالت نصبی کِفْل اس حصہ اور نصیب کو کہتے ہیں جو کافی ہو (یعنی ماسوا سے بے نیاز کردے) آیت کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ (الحدید) میں کِفْلَیْن سے مراد دنیا و آخرت کی نعمت و کامیابی ہے جس کے طلب کرنے کی تعلیم آیت کریمہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی) میں دی گئی ہے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ کِفْلَیْن سے تثنیہ مقصود نہیں بلکہ یہ یہاں محض تتابع و تسلسل کا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ پس آیت مذکورہ بالا کے معنی یہ ہوئے۔ اے مدعیان ایمان خدا ترسی اختیار کرو اور اللہ کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی پر کامل یقین رکھو اور اس ایمان و یقین پر ثابت رہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت دونوں مقاموں میں اپنے انعامات و اکرامات سے نوازے گا۔ یا تم پر مسلسل اور پے در پے نعمتوں اور رحمتوں کی بارش کرے گا (مفردات) (ش-۱)

کُفُوٌ :- ہمسر۔ برابر والا۔ مثل۔ جمع اَکْفَاء

کُفُّوْا :- تم روکو۔ وہ روکے گئے کَفّ سے امر جمع مذکر حاضر (بمعنے اول) اور ماضی مجہول جمع مذکر غائب (بمعنے ثانی)

کُفُوْر :- ناشکری کرنا۔ ناشکری۔ کفر۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

کَفُوْر :- بڑا ناشکرا کُفْرَان سے مبالغہ کا صیغہ

کَفَّی :- دو ہتھیلیاں۔ کَفّ کا تثنیہ بحالت جری و نصبی

اصل میں کَفِیْلَیْنِ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

کَفِیْل :۔ ضامن۔ ذمہ دار۔ کَفَالَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع کُفَلَاء۔

کَفَیْنَا :۔ ہم کافی ہیں۔ کِفَایَۃ سے ماضی جمع متکلم

کَلّ :۔ بوجھ۔ گرانی۔ اصل میں کَلّ مصدر ہے بمعنے عاجز ہونا۔ تھک جانا چونکہ بوجھ عجز و درماندگی اور تھکن کا سبب ہوتا ہے اس لئے بوجھ اور گرانی پر کَلّ کا اطلاق کیا گیا یعنی مسبب بولکر سبب مراد لیا گیا۔

کُلّ :۔ سب۔ ہر۔ تمام (لفظ عموم ہے۔ اگر نکرہ پہ داخل ہو تو عموم افراد اور معرفہ پر داخل ہو تو عموم اجزاء کا فائدہ دیتا ہے)

کِلَا :۔ دونوں (مذکر)

کَلَّا :۔ ہرگز نہیں (حرف ردع ہے)

کُلَا :۔ تم دونوں کھاؤ۔ اَکْل سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔

کَلَالَۃ :۔ وہ مردہ جو اپنے پیچھے نہ باپ چھوڑے نہ اولاد۔

کَلَام :۔ گفتگو۔ بات۔ گفتگو کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔ کَلَامُ اللہ قرآن کریم

کِلَاھُمَا :۔ وہ دونوں۔ کِلَا اور ضمیر تثنیہ سے مرکب

کَلْب :۔ کتا۔ جمع کِلَاب۔

کِلْتَا :۔ دونوں۔ (مؤنث)

کِلْتُمْ :۔ تم نے ناپا۔ تم نے ناپ کر دیا۔ کَیْل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

کَلِم :۔ باتیں۔ بات واحد کَلِمَۃ

کُلِّمَ :۔ اس سے گفتگو کی گئی۔ تَکْلِیْم سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

کُلَّمَا :۔ جب بھی۔ جس بار بھی (یہ کلمہ عموم اوقات کے لئے آتا ہے)

کَلِمَات :۔ باتیں۔ دلائل۔ واحد کَلِمَۃ

کَلِمَۃ :۔ اس لفظ کا مادہ "کَلْم" ہے جس کے معنی اس تاثیر کے ہیں جس کا ادراک حاسۂ سمع (کان) یا حاسۂ بصر (آنکھ) سے ہو چنانچہ کَلْم زخم لگانے کو کہتے ہیں اور اس کا ادراک آنکھ کرتی ہے اور کَلِمَۃ بات کو اور کَلَام بات کرنے کو کہتے ہیں اور اس کا ادراک کان کرتا ہے۔ یہ تو اس لفظ کی اصل ہے اور قرآن کریم میں اس کا استعمال مختلف معانی کے لئے ہوا ہے۔

(۱) کلمہ ایجاد یعنی لفظ کُنْ (تو ہو جا) اسی معنی میں حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں کیونکہ ان کی تخلیق میں سبب عادی (باپ کا نطفہ) کو استعمال نہیں فرمایا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر واسطے کے ان کو پیدا کرنے کا قصد کیا

کُن فرمایا اور وہ پیدا ہوگئے۔

(۲) فیصلہ، حکم۔ جیسے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (تیرے رب کا صدق و عدل سے بھرا ہوا حکم کامل ہوگیا) یعنی دین اور اس کے احکام مکمل و محکم کر دیئے گئے جو قیامت تک منسوخ نہ ہوں گے۔

اور وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ۔ تیرے رب کا عمدہ فیصلہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوگیا یعنی بنی اسرائیل جیسے کمزور و ضعیف قوم کو امامت و حکومت اور وراثتِ ارضی کا نظام سونپا گیا۔

(۳) عذاب و ثواب کا وعدہ۔ جیسے وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (لیکن کافروں پر عذاب کی وعید پوری ہوئی) کہ یہاں کلمہ سے مراد وعید عذاب ہے

(مفردات مع تغییر یسیر)

كُلُوْا :۔ تم کھاؤ۔ اَكْلٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

كُلِىْ :۔ تو کھا۔ اَكْلٌ سے امر واحد مؤنث حاضر۔

كَمْ :۔ کتنے، کتنے ہی۔ (پہلے معنی میں كَمْ استفہامیہ ہے اور اس کی تمیز منصوب ہوتی ہے۔ جیسے كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ (تیرے پاس کتنے مرد ہیں)۔ اور دوسرے معنی میں خبریہ ہے اور اس کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے كَمْ رَجُلٍ عِنْدِىْ (میرے پاس کتنے ہی مرد ہیں۔ كَمْ خبریہ کے بعد مِنْ بھی آجاتا ہے جیسے كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمَآءِ (آسمان میں کتنے ہی فرشتے ہیں)

كُمْ :۔ تم کو۔ تمہارا۔ ضمیر منصوب و مجرور متصل جمع مذکر حاضر۔

كُمَا :۔ تم کو۔ تمہارا۔ ضمیر منصوب و مجرور متصل تثنیہ مذکر حاضر۔

كُنْ :۔ تو ہوجا۔ كَوْنٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

كُنَّ :۔ وہ تھیں۔ وہ ہیں۔ كَوْنٌ سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

كُنَّ :۔ تم کو۔ تمہارا۔ ضمیر منصوب متصل و مجرور جمع مؤنث حاضر۔

كُنَّا :۔ ہم تھے۔ ہم ہیں۔ كَوْنٌ سے ماضی جمع متکلم۔

كُنْتِ :۔ تو تھی۔ تو ہے۔ كَوْنٌ سے ماضی واحد مؤنث حاضر۔

كُنْتَ :۔ تو تھا۔ تو ہے۔ كَوْنٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

کُنْتُ :- میں تھا۔ میں ہوں۔ کَوْن سے ماضی واحد متکلم۔

کُنْتُمْ :- تم تھے۔ تم ہو۔ کَوْن سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

کُنْتُنَّ :- تم تھیں۔ تم ہو۔ کَوْن سے ماضی جمع مؤنث حاضر۔

کَنْز :- خزانہ۔ جمع کُنُوز۔ یہ اصل میں مصدر ہے۔ اور اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اکٹھا کر کے اوپر تلے رکھنا" جیسے کَنَزْتُ التَّمْرَ فِی الْوِعَاءِ (میں نے کھجوروں کو برتن میں اوپر تلے رکھ کے بھر دیا) اسی مناسبت سے اکٹھا کیا ہوا مال کَنْز کہلاتا ہے یعنی مصدر بمعنے مفعول ہے۔ کَنْز کی دو قسمیں ہیں ایک حرام طریقہ سے جمع کیا ہوا۔ اور ایک وہ جسے حلال اور جائز آمدنی سے جمع کیا جائے چنانچہ رشوت سود اور چوری وغیرہ کے طریقوں میں سے کسی ایک سے بھی حاصل کیا ہوا مال حرام محض ہے۔ اور ایسے مال کا رکھنا۔ استعمال کرنا۔ حاصل کرنا سب ناجائز اور حرام ہے۔ اور شریعت کے مطابق جائز کاروبار اور صنعت و حرفت سے پیدا کیا ہوا مال حلال ہے

پھر اس مالِ حلال سے فی الاصل کی دو صورتیں ہیں نصاب کے مطابق یا اس سے زائد ہونے کی صورت میں اگر اس کی زکوٰۃ مقررہ ادا کر دی گئی تو یہ پاک و طیب ہے اور اس طرح خواہ کسی قدر بھی دولت اکھٹی ہو جائے شریعت کی نگاہ میں وہ طیب اور اللہ کا فضل ہے لیکن اگر زکوٰۃ واجب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کی گئی تو یہ مال ہی وہ کنز ہے جس پر قرآن و احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ الغرض زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد کنز کنز ممنوع نہیں رہتا۔ خواہ اس کو زمین میں گاڑ کر رکھو یا کسی اور طرح۔ طبری نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ قال: مَا اُدِّیَتْ زَکَاتُہٗ فَلَیْسَ بِکَنْزٍ وان کان مدفونا وکل مال لم تُؤَدَّ زکاتہ فھو الکنز الذی ذکرہ اللہ فی القرآن یُکْوٰی بہ صاحبہ وان لم یکن مدفونا

اس روایت کا ماحصل وہی ہے جو اوپر تحریر کیا گیا۔ اور یہی تمام علماء امت کا مذہب ہے۔

(ش-۱)

کَنَزْتُمْ :۔ تم نے ذخیرہ کیا۔ مال اکٹھا کیا۔ کَنْز سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

کُنَّس :۔ چھپ جانے والے۔ غائب ہو جانے والے (ستارے) واحد کانِس۔ اور یہ ماخوذ ہے کُنُوس سے جس کے اصل معنی ہیں "ہرن کا اپنے کِناس یعنی گھر میں داخل ہو جانا"۔ اسی سے تَکَنَّسَتِ الْمَرْءَۃُ (عورت ہودج میں بیٹھی) آتا ہے۔
فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ
میں ستارے مراد ہیں اور ان کے طلوع و جریان اور غروب کی قسم کھائی گئی ہے قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے پر اس مقسم بہ (جس کے ساتھ قسم کھائی جائے) اور مُقْسَمٌ علیہ (وہ دعویٰ جس پر قسم کھائی جائے) میں ربط یہ ہے کہ جس طرح ستارے تاریکی میں ہدایت و راہ یابی کا ذریعہ اور شیاطین کے لئے آلاتِ سنگساری ہیں اسی طرح قرآن کریم دلوں کی زینت تنہا وسیلۂ ہدایت اور شیطانی شبہات کا قلع قمع کرنے والا ہے (ابن القیم رحمہ اللہ تعالےٰ)

کَنُوْدٌ :۔ بڑا ناشکرا۔ کُنُوْد سے مبالغہ کا صیغہ

کُنُوْز :۔ خزانے۔ واحد کَنْز۔

کَوَاعِب :۔ ابھری ہوئی چھاتیوں والی نوجوان عورتیں۔ واحد کَاعِب

کَوَافِر :۔ بے ایمان و کافر عورتیں۔ واحد کَافِرَۃ۔

کَوَاکِب :۔ تارے۔ واحد کَوْکَب۔

کَوْثَر :۔ کوثر "کثرۃ" سے ماخوذ ہے ثلاثی مزید ملحق بہ رباعی مجرد۔ یعنے خیر کثیر آیت کریمہ۔ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ میں کَوْثَر کی تفسیر محققین نے یہی کی ہے اور خیر کثیر میں وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں مبذول فرمائی گئی ہیں یا آخرت میں آپ کو عطا کی جائیں گی۔ پس جس طرح آنحضور ﷺ کو عطا فرمایا ہوا انتہائی پیغمبری علم و عمل۔ دنیا و آخرت کی مجد و عزت اور جملہ انبیاء کرام پر بزرگی و شرف خَیر کثیر میں داخل ہے اسی طرح آپ پر اتارا ہوا قرآن پاک آپ کی لائی ہوئی شریعت غرّا اور آپ کا پیش کیا ہوا دستور حیات انسانی بھی خیر کثیر کے افراد میں سے ہے۔ وہ مخصوص نہر یا حوض (جس کی خاک خالص مشک جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور جس کی کنکریاں جواہر و یاقوت کی مثل اور جس کے پیالے

آب وتاب اور شمار میں ستاروں کی مانند
ہیں (جیساکہ صحیح ومشہور احادیث میں مذکور ہے) یہ
بھی کوثر کی جزئیات میں سے ہی ہیں۔
(کذا قال المحققون من المفسرین) ش۔۱

کُوِّرَتْ :۔ اس کو لپیٹا گیا۔ تَکْوِیْر سے
ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

کَوْکَبٌ :۔ ستارہ۔ جمع کَوَاکِب۔

کَوْنٌ :۔ ہونا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

کُوْنُوْا :۔ تم ہو جاؤ۔ کَوْن سے امر جمع مذکر
حاضر۔

کُوْنِیْ :۔ تو ہو۔ کَوْن سے امر واحد مؤنث
حاضر۔

کَہْفٌ :۔ غار۔ پہاڑ میں پناہ کی جگہ (دیکھو
اَصْحٰبُ الْکَہْف)

کَہْلٌ :۔ ادھیڑ عمر کا آدمی (تیس اور پچاس
سال کے درمیانی عمر کا آدمی کَہْل کہلاتا ہے) جمع کُہُوْل

کٓھٰیٰعٓصٓ :۔ حروفِ مقطعات ہیں جن کی مراد
اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

کَیْفَ :۔ کیسے۔ کیونکر کس طرح (حرفِ استفہام)

کَیْ :۔ تاکہ (حرف ناصب ہے مضارع پر داخل
ہوتا ہے)

کَیْدٌ :۔ مکرو فریب۔ تدبیر۔ خفیہ حیلہ۔ تدبیر
کرنا۔ مکرو فریب کرنا۔ باب ضَرَبَ سے
مصدر (دیکھو یَکِیْدُوْنَ)

کِیْدُوْا :۔ تم مکرو فریب کرو۔ کَیْد سے امر
جمع مذکر حاضر۔

کَیْلٌ :۔ ناپ۔ پیمانہ۔ ناپ کر دینا۔ باب
ضَرَبَ سے مصدر۔

(ل)

لِ :۔ واسطے۔ لئے۔ تاکہ۔ (حرفِ جر ہے)
چاہئے کہ (علامتِ امر ہے)

لَ :۔ البتہ۔ بے شک (حرفِ تاکید ہے)

لَا :۔ نہ۔ نہیں (حرف نفی ہے)

لَا اُقْسِمُ :۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ اس میں
لا تاکید قسم کے لئے زائد ہے۔

لٰبِثِیْنَ :۔ رہنے والے۔ ٹھہرنے والے۔ لُبْث
سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری
واحد لَابِث

لَاتَ :۔ خلیل وسیبویہ کے نزدیک یہ لا
مشبہ بلیس ہے جس کے آخر میں ت کا اضافہ
ہو گیا ہے جیسے رُبَّ اور ثُمَّ کے آخر میں
ہو جاتا ہے۔ اور یہ اضافہ تاکید کلام کا
فائدہ دیتا ہے۔ نیز اس اضافہ کی وجہ سے
اس لا کے حکم میں بھی تغیر آگیا ہے بدو وجہ
ایک تو یہ کہ لا کے برخلاف اس کا دخول

صرف اوقات واحیان پر ہوتا ہے دوسرے یہ کہ اسم و خبر میں سے صرف ایک کا ذکر کرنا اور ایک کا حذف کرنا واجب ہے اور اخفش کی تحقیق میں یہ لا نفی جنس کا ہے جس پر تا کا اضافہ ہو گیا ہے اور نفی اوقات کے لئے مخصوص ہے۔ بہر تقدیر لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ کے معنی ہیں اس وقت چھٹکارا اور خلاصی ہرگز نہیں (کذا فی الکشاف)

لَاتْ :- یہ ایک بت کا نام ہے جسے اہل عرب خصوصاً قبیلہ ثقیف کے افراد پوجتے اور اس کے گرد گھومتے تھے۔ یہ اصل میں لَوَیَۃٌ تھا۔ واؤ کو الف سے بدلا اور یا حذف کر دی گئی۔ ماخوذ ہے لَوَی یَلْوِیْ لَیًّا سے جس کے معنے لپیٹنا چمٹانا ہیں چونکہ اس بت سے مشرکین لپٹتے چمٹتے اور اس کا طواف کرتے تھے اس لئے اس کا نام لات پڑ گیا تھا۔ (الکشاف)

لَازِبٌ :- لازم چپکنے والا۔ لُزُوْبٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

لَاعِبِیْنَ :- کھیلنے والے بے فائدہ کام کرنے والے لَعِبٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد لَاعِبٌ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لَاعِبِیْنَ (ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اسے فضول کھیل کے طور پر نہیں بنایا) سے مطلب یہ ہے کہ دنیا کا موجد چونکہ ایک صانع علیم ہے اس لئے اس کا یہ فعل حکمت اور مقصد صحیح سے خالی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا گیا ہے اور انسان و جن کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ دنیوی زندگی میں احکام خداوندی پر عمل کر کے خود کو احکام فرماں بردار بندہ ثابت کریں اور آخرت میں اس کی رضا و خوشنودی کی دولت سے شادکام ہوں۔ بصورت دیگر اس کی سخت پکڑ کے لئے تیار رہیں۔

لَاعِنُوْنَ :- لعنت کرنے والے۔ لَعْنٌ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد لَاعِنٌ

لَاغِیَۃٌ :- بیہودہ بات۔ بکواس۔ بیہودہ بات کرنا لَغْوٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث اور آخری معنے میں فَاعِلَۃٌ کے وزن پر مصدر

لَاقِیْ :- ملاقات کرنے والا۔ ملنے والا لِقٰیٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

لٰکِنْ :- مگر لیکن۔ یہ حرف عطف ہے۔ کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو دور کرنے کے لئے آتا ہے۔

لکنّا:- لٰکِنْ ہم حرف مشبہ بفعل با ضمیر جمع متکلم

لکنّا:- لیکن ہیں (یہ اصل میں لٰکِنْ اَنَا تھا ہمزہ کی حرکت ماقبل یعنی نون کو دیکر ہمزہ کو گرا دیا پھر دونوں نونوں کا ادغام کر دیا اسکا الف پڑا ہے اور پہلے لکنّا کا کھڑا)

لٰمَسْتُمْ:- تم نے صحبت کی۔ مُلَامَسَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

مُلَامَسَۃ کے اصل معنے باہم ایک دوسرے کی کھال کو چھونا ہیں۔ بطور کنایہ قرآن کریم نے لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ الآیۃ میں عورت سے جماع کرنے کے معنے میں استعمال کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی یہی تفسیر منقول ہے نیز حضرت علی۔ حسن بصری۔ مجاہد اور قتادہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

لیکن عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عمرؓ شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ یہاں مُلَامَسَۃ کو بمعنی چھونے کے معنی میں لیتے ہیں۔ اور یہی شوافع کا مذہب ہے کہ ان کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے عورت کا بھی اور مرد کا بھی۔ اور اہل ظاہر کے نزدیک صرف مرد کا وضو ٹوٹتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی کے قائل ہیں مگر وہ شہوت کی شرط لگاتے ہیں اور احناف کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو نہیں ہے جبکہ مذی خارج نہ ہو۔ ظاہر آیت احناف کے حق میں ہے کیونکہ مفاعلۃ شرکت کے لئے آتا ہے اور اس میں قصد و ارادہ کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جانبین سے بالقصد ملامست جماع میں ہی ہوتی ہے نہ کہ مطلق چھونے میں۔ (ش-۱)

لُؤلُؤٌ:- موتی۔ جمع لَآلِیٔ۔

لَاهِیَۃً:- غفلت میں پڑی ہوئی۔ غافل۔ لَھْو سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

لِبَاس:- پوشاک، لباس۔ جمع اَلْبِسَۃ

لباس اصل لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو جسم کو ڈھانپ دے۔ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ (تم اپنی بیویوں کے لئے لباس ہو اور بیویاں تمہارے لئے لباس ہیں)۔ پس اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے کا لباس قرار دیا ہے کیونکہ جس طرح لباس آدمی کے جسم کو چھپاتا ہے اسی طرح زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کا رازدار ہوتا ہے

اور جس طرح لباس گرمی و سردی کی تکلیف سے محفوظ رکھتا ہے اسی طرح زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے زنا وغیرہ کی آلودگی سے مانع و ساتر ہوتا ہے۔
چنانچہ حدیث میں ہے۔ مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ استکملَ نصف الایمانِ فلیتقِ اللّٰہ فی النصفِ الباقی (مشکوٰۃ شریف بحوالہ بیہقی)
یعنی نکاح کر لینے میں آدمی کا نصف ایمان محفوظ ہو جاتا ہے اور بقیہ نصف کی حفاظت اب اس کے ذمہ ضروری ہے اور اس کے لئے اسے تقویٰ اور خدا ترسی اختیار کرنی چاہئے۔
اور آیت کریمہ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ میں "تقویٰ" کو لباس کہا گیا۔ لِبَاسُ التَّقْوٰی میں اضافت تشبیہی ہے یعنی مشبہ بہ کی مشبہ کی طرف اضافت ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ برہنگی کی دو قسم ہیں ایک ظاہری یعنی جسم پر لباس کا نہ ہونا اور ایک باطنی و روحانی یعنی نفس کا ان صفات سے عاری ہونا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں جیسے ایمان۔ خدا ترسی۔ حیا پاکیزہ سیرت۔ پھر جس طرح جسم کی برہنگی کپڑے اور ظاہری لباس سے دور کیجاتی ہے اسی طرح باطنی برہنگی مذکورہ بالا صفات حمیدہ سے (جو کہ درحقیقت جنس "تقویٰ" کے افراد ہیں) دور کی جاسکتی ہے اور عقلمند آدمی کا کام یہ ہے کہ ظاہری برہنگی کی بہ نسبت باطنی برہنگی کو زیادہ معیوب سمجھے اور اس سے برحذر رہے اور ظاہری لباس سے کہیں زیادہ باطنی لباس۔ لباس تقویٰ سے آراستہ ہونے اور پیراستہ رہنے کی کوشش کرے۔
ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎
اذا انتَ لم تلبس ثیابا من التقی
عریت ولن واری القمیصَ قمیصُ
(اگر تو لباس تقویٰ میں ملبوس نہیں ہے تو ننگا ہے اگرچہ قمیص پر قمیص پہنے ہو)
(ق۔ ا)

لَبِثَ :۔ وہ ٹھہرا۔ وہ رہا۔ اس نے دیر کی لُبْثٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
لَبِثْتُ :۔ میں ٹھہرا۔ لُبْثٌ سے ماضی واحد متکلم۔
لَبِثْنَا :۔ ہم ٹھہرے لُبْثٌ سے ماضی جمع متکلم
لَبِثُوا :۔ وہ ٹھہرے لُبْثٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

لِبَد :- انبوہ۔ گروہ در گروہ۔ ٹھٹ کے ٹھٹ
واحد لِبْدَۃ۔

لُبَد :- بہت (مال) لُبُوْد سے صفت مشبہ
جس کے معنی چمٹنا اور بعض اجزاء کا بعض
سے چپکنا" ہیں۔

لَبْس :- شبہ۔ دھوکہ۔ کام کا چھپانا۔ باب
ضَرَبَ سے مصدر (کپڑا پہننا کے معنی میں
باب سَمِعَ سے آتا ہے۔)

لَبَسْنَا :- ہم نے چھپایا۔ خلط ملط کیا۔
لَبْس سے ماضی جمع متکلم۔

لَبَن :- دودھ۔ جمع اَلْبَان۔

لَبُوْس :- پوشش۔ زرہ۔ لُبْس سے
فَعُوْل بمعنے مفعول

لُجَّۃ :- بھنور۔ گرداب جمع لُجَج

لَجُّوْا :- وہ اڑے رہے۔ وہ منہمک ہے
(بصلہ فی) لجاج سے ماضی جمع مذکر غائب

لُجِّیّ :- گہرا دریا پانی سے بھرا ہوا۔ لُجَّۃ
کی طرف منسوب ہے)

لَحْم :- گوشت۔ جمع لُحُوْم

لَحْن :- لہجہ۔ آواز پلٹنا۔ تعریض کرنا۔ اعراب
میں غلطی کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

لُحُوْم :- گوشت۔ واحد لَحْم

لِحْیَۃ :- ڈاڑھی۔ جمع لُحیٰ۔

لُدّ :- جھگڑالو لوگ۔ واحد اَلَدّ۔

اَلَدّ۔ لَدَدٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں
"گردن کا پٹھا" پس اَلَدّ کے اصل معنے
ہوئے "وہ آدمی جس کی گردن کے پٹھے
سخت ہوں" چونکہ ایسا آدمی اپنی گردن کو
نہیں موڑ سکتا اس اعتبار سے اس گردن
کش اور جھگڑالو آدمی کو بھی اَلَدّ کہا جاتا
ہے جسے اس کی غلط روی سے نہ پھیرا جا سکے
اور جو نصیحت سننے کے لئے آمادہ نہ ہو
(ماخوذ از مفردات)

لَدٰی :- نزدیک۔ پاس (اسم ظرف ہے)

لَدُنْ :- نزدیک۔ پاس (اسم ظرف)

لَدَیَّ :- میرے پاس (لدیٰ مضاف بہ
یائے متکلم)

لَدَیْنَا :- ہمارے پاس (لدیٰ مضاف بہ
ضمیر جمع متکلم)

لَذَّۃ :- مزہ دار۔ لطف والی۔ جمع لَذَّات
یہ لَذَّ اذ و لَذَاذَۃ سے صفت مشبہ
واحد مؤنث ہے یا مصدر بمعنے صفت ہے
(بیضاوی)

لِزَام :- ثابت رہنا۔ لازم ہونا۔ (باب مفاعلہ
سے مصدر)

لِسَان :- زبان۔ قوت گویائی۔ جمع اَلْسِنَۃ۔

لِسَانَ صِدْقٍ :- حقیقی تعریف - ذکرِ خیر

لِسَان بول کر مجازاً ذکر اور تعریف مراد لی گئی ہے اور صِدق بمعنی صادق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تعریف ایسی ہو کہ کوئی اسے غلط بیانی پر محمول نہ کر سکے بلکہ ہر شخص اسے واقعہ کے مطابق بتائے (مفردات)

لَسْتَ :- تو نہیں ہے۔ فعل ناقص ماضی واحد مذکر حاضر۔

لَسْتُ :- میں نہیں ہوں۔ فعل ناقص ماضی واحد متکلم۔

لَسْتُمْ :- تم نہیں ہو۔ فعل ناقص جمع مذکر حاضر

لَسْتُنَّ :- تم نہیں ہو۔ فعل ناقص جمع مؤنث حاضر

لَطِیْف :- مہربان۔ نکتہ رس۔

لُطْف کے معنی ہیں قریب ہونا، نکتہ رس ہونا، دقیق امور کی تہ تک پہنچنا۔ نرمی کرنا مہربانی کرنا۔ لطیف اسی سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے طور پر اسی لئے استعمال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے قریب ہے کائنات کی کوئی مخفی سے مخفی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، اس کی شان لطف و رحمت کے آثار قدم قدم پر موجود ہیں۔

لَظٰی :- دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ کا نام

(اعاذنا اللہ منہا)

اصل میں یہ سَمِعَ سے مصدر ہے بمعنے دہکنا۔ شعلہ زن ہونا مبالغہ کے طور پر صفت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اسی سے منقول ہو کر دوزخ کا عَلَم ہو گیا (کتب لغت و مفردات)

لَعِبٌ :- کھیل کود۔ بازی۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔ اس کا ماخذ لُعَاب ہے بمعنے "بہتا ہوا تھوک یعنی رال"۔ لَعَبَ کے معنی ہیں "رال ٹپک پڑنا" اکثر کھیلنے کودنے والے اور بے شعور بچوں کی رال بہا کرتی ہو نیز رال کے بہنے میں قصد و ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لیے بیہودہ کام۔ بے مقصد حرکت اور کھیل کود پر "لَعِب" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ (مفردات مع توضیح)

لَعَلَّ :- شاید۔ تاکہ۔ (لَعَلَّ اصل میں حرف تَرَجّی ہے بمعنے شاید کہ۔ امید ہے کہ۔ "قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ و شاہانہ طرز کلام کے مطابق یہ لفظ تعلیل و تحقیق کے لئے استعمال فرمایا ہے۔

لَعَنَ :- اس نے لعنت کی۔ لَعْن سے ماضی واحد مذکر غائب۔

لَعْن کے معنی ہیں "ناراض ہو کر کسی کو نکال دینا، دھتکار دینا" اللہ تعالیٰ کی لعنت

کافروں پر دنیا میں بھی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی۔ اخروی لعنت کا مطلب جو از رحمت سے دور کر کے عذاب و سزا میں مبتلا رکھنا ہے۔ اور دنیوی لعنت کا مفہوم اپنے رحم و کرم اور توفیق خیر کو منقطع کر لیتا ہے لعنت کی اسناد اگر بندہ اور مخلوق کی طرف ہو تو بددعا کے معنی ہوتے ہیں۔

(مفردات)

لُعِنَ:۔ اس پر لعنت کی گئی۔ لَعْنٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

لَعَنَّا:۔ ہم نے لعنت کی۔ لَعْنٌ سے ماضی جمع متکلم

لَعْنَۃٌ لَعْنٌ:۔ لعنت۔ پھٹکار۔ لعنت کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

لُعِنُوْا:۔ ان پر لعنت کی گئی۔ لَعْنٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

لَعِیْنٌ:۔ لعنت کیا ہوا۔ لَعْنٌ سے فَعِیْلٌ بمعنی مفعول۔

لَغْوٌ:۔ بیہودہ۔ فضول۔ لغو۔ بیکار۔ یہ ماخوذ ہے لَغًا سے جس کے معنے چڑیوں کی چہچہاہٹ اور بے معنی آواز کے ہیں۔ پھر ہر اس چیز پر جس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو اور جس پر کوئی اثر مرتب نہ ہو لَغْو کا اطلاق کیا جانے لگا۔ خواہ قول ہو یا فعل ہو۔

قول لغو اور کلام لغو وہ ہے جو بے سوچے سمجھے اور بے ہودہ زبان سے نکال دیا جائے چنانچہ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ میں لَغْو سے اسی قسم کی بیہودہ باتیں مراد ہیں۔ اور اسی سے "یَمِیْنِ لَغْو" ہے یعنی وہ قسم جو ماضی کے متعلق کسی فعل پر اپنے کو سچا سمجھتے ہوئے کھائی جائے۔ اس قسم کو "لغو" اس لئے کہا گیا کہ اس پر نہ کفارہ قسم مرتب ہوتا ہے نہ عند اللہ اس پر گرفت ہوگی۔ قَالَ اللہُ تعالیٰ۔ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ (خداوند تعالیٰ لغو قسموں میں تمہاری گرفت نہیں کرتا) عبد اللہ بن عباس۔ حسن بصری۔ مجاہد۔ نخعی۔ ابن شہاب زہری سلیمان بن یسار۔ قتادہ۔ مکحول اور امام اعظم رضی اللہ عنہم یمین لغو کی یہی تفسیر فرماتے ہیں۔

اور امام شافعی۔ شعبی۔ عکرمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و عنہم کے نزدیک "یمین لغو" وہ قسم ہے جو بلا قصد زبان پر جاری ہو جائے۔

(تفسیر الخازن)

لُغُوْبٌ:۔ ماندگی۔ تھکن۔ ضعیف ہونا۔

باب لَعَرَ سے مصدر۔

لَفِیف:۔ لپٹا ہوا۔ سمٹا ہوا۔ لَفّ سے فَعِیل بمعنے مفعول۔

لِقَاء:۔ ملنا۔ ملاقات کرنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

لَقّٰی:۔ وہ آگے لایا۔ اس نے بخشا۔ اس نے ڈالا۔ تَلْقِیَة سے ماضی واحد مذکر غائب

لُقْمَان:۔ ایک بہ فہیم متقی اور حکیم بزرگ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کمال علم و عقل عطا فرمایا تھا جسکو قرآن کریم میں "حِکْمَة" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سلف نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ لقمان نبی تھے یا نہیں۔ قول راجح یہ ہے کہ وہ نبی نہ تھے، بلکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی امت میں سے تھے اور ان کی طرف سے بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔

وہ نسلاً حبشی تھے اور ابتداء عمر میں کسی کے غلام کی حیثیت سے اس کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب وہ حکمت و عدالت کے درجہ پر فائز ہوئے تو ان سے کسی نے پوچھا کہ تم تو پہلے چرواہے تھے تمہیں یہ بلند منصب کیسے ملا؟ انھوں نے جواب دیا "ظاہری اسباب میں تو امانت میں دیانت، گفتگو میں صداقت اور فضول باتوں سے اعراض کی وجہ سے اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی وجہ سے مجھے یہ درجہ حاصل ہوا۔" حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت جابر وغیرہ سے یہ اثر نقل کیا ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے کیونکہ نبوت کسبی چیز نہیں ہوتی۔ دوسرے غلام نبی نہیں ہوتا نیز حضرت قتادہؓ سے ایک روایت حافظ ابن کثیرؒ نے نقل کی ہے کہ "حضرت لقمان کو اختیار دیا گیا کہ وہ نبوت اور حکمت میں سے کسی ایک کو انتخاب کرلیں انھوں نے حکمت کو انتخاب کرلیا جب ان سے اسکی وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر نبوت کی ذمہ داری اللہ کی طرف سے مجھ پر عائد کردی جاتی تب تو مجال انکار نہ تھی لیکن جبکہ مجھے مختار بنایا گیا تو میں نے اس اہم ذمہ داری سے گریز کرنا ہی مناسب سمجھا۔" اس امر سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ (ابن کثیر ج۳ ص۴۴۴)

قرآن کریم میں ایک سورۃ ہی انکے نام پر موسوم ہے اس سورۃ میں انکی وہ نصائح جو توحید، اطاعت خداوندی، اخلاق فاضلہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہا سے متعلق ہیں اور جن سے انھوں نے اپنے فرزند کو نوازا تھا نقل فرمائی گئی ہیں۔ بقول علامہ عثمانیؒ "اس سے شاید مقصود یہ جتلانا ہو کہ شرک وغیرہ کا قبیح ہونا جس طرح فطرت انسانی کی شہادت اور انبیاء کی وحی سے ثابت ہے دنیا کے منتخب عقلمند بھی اپنی عقل سے اسکی تائید و تصدیق کرتے رہے ہیں۔"

لَقُوْا:۔ وہ ملے۔ انھوں نے ملاقات کی۔ لِقَی سے ماضی جمع مذکر غائب۔

لَقِیَا :- وہ دو ملے۔ انھوں نے ملاقات کی۔ لُقیٰ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

لَقِیْتُمْ :- تم ملے۔ تم مقابل ہوئے۔ لُقیٰ سے ماضی جمع مذکر حاضر

لَقِیْنَا :- ہم نے پایا۔ ہم ملے۔ لُقیٰ سے ماضی جمع متکلم

لِکَیْ :- تاکہ۔ اس لئے کہ۔

لِمَ :- کیوں۔ کس لئے (یہ لام جارہ اور ما استفہامیہ سے مرکب ہے۔ آخر سے الف گر گیا۔)

لَمْ :- نہیں (حرف جازم ہے مضارع پر داخل ہو کر جزم دیتا اور مضارع کو ماضی منفی کے معنے میں کر دیتا ہے)

لَمٌّ :- بہت سا۔ سب۔ سارا۔ جمع کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

لَمَّا :- جب (کلمہ ظرف) مگر (بمعنے اِلَّا) ابھی تک نہیں (حرف جازم فعل مضارع پر داخل ہو کر جزم کرتا اور ماضی منفی موکد کے معنی میں کر دیتا ہے)

لُمْتُنَّ :- تم نے ملامت کی۔ لَوْم سے ماضی جمع مؤنث حاضر۔

لَمْح :- (پلک) جھپکنا (بجلی) چمکنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر

لُمَزَۃ :- بڑا عیب چین۔ بہت غیبت کرنے والا لَمْز سے مبالغہ کا صیغہ۔

لَمَسْنَا :- ہم نے چھوا۔ لَمْس سے ماضی جمع متکلم

لَمَسُوْا :- انھوں نے چھوا۔ لَمْس سے ماضی جمع مذکر غائب

لَمَمْ :- کچھ آلودگی۔ گناہ کے نزدیک جانا۔ صغیرہ گناہ

لَنْ :- ہرگز نہیں (حرف ناصب ہے۔ مضارع کو نصب دیتا اور منفی مستقبل موکد کے معنی میں کر دیتا ہے)

لِنْتَ :- تو نرم ہوا۔ لِیْن سے ماضی واحد مذکر حاضر

لَوْ :- اگر۔ کاش۔ (حرف تمنا و شرط)

لَوَّاحَۃ :- جھلس دینے والی۔ رنگ بدل دینے والی لَوْح سے مبالغہ کا صیغہ۔

لِوَاذ :- پناہ۔ پناہ لینا۔ (باب مفاعلہ سے مصدر)

لَوَاقِح :- مینہ برسانے والی ہوائیں، واحد لاقِحَۃ لَوَاقِح اصل میں حاملہ عورتوں کو کہتے ہیں بطور استعارہ بارش والی ہواؤں پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے

لَوَّامَۃ :- بہت ملامت کرنے والا۔ لَوْم سے مبالغہ کا صیغہ

نفس لَوَّامَۃ - وہ نفس جو انسان کو اس کے گناہوں پر ملامت کرے (دیکھئے مُطْمَئِنَّۃ)

لَوْح مَحْفُوْظ :- نگہداشت کی ہوئی تختی جس میں تمام واقعات و حوادث مکتوب ہیں اور احکام و شئون الٰہیہ رقم کئے جاتے ہیں اور کمی بیشی اور تحریف و تبدیل سے محفوظ و مصون ہے انس بن مالک اور عبد الرحمن بن سلمان سے مروی ہے کہ لوح محفوظ صاحب صور اسرافیل کی پیشانی میں ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ لوح محفوظ ایک سفید و تابدار موتی سے بنائی ہوئی ہے اسکا طول اتنا ہے جتنا آسمان و زمین کا فاصلہ اور عرض اتنا جتنا مشرق و مغرب کا درمیانی بُعد۔ ابن عباسؓ ہی سے مرفوعاً یہ روایت بھی ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ ایک سفید و تابدار موتی سے بنایا ہے۔ اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم بھی نورانی ہے اور لکھائی بھی نورانی (ابن کثیر)

چونکہ لوح محفوظ کا تعلق عالم غیب سے ہے اس لئے صحیح نقول سے جیسا ثابت ہے وہی تسلیم کرنا چاہیئے۔ باقی اس کی کیفیت و حقیقت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

لُوطؑ:۔ ایک نبی کا نام نامی۔ یہ حضرت ابراہیم کے بھائی حاران کے بیٹے تھے، حضرت ابراہیمؑ جب کلدانیوں کے کفر و ظلم سے تنگ آکر عراق سے فلسطین کیطرف ہجرت کی تو یہ بھی انکے ساتھ ہجرت کر آئے تھے اور ان ہی کی صحبت و رفاقت میں رہتے سہتے تھے۔

فلسطین سے متصل ہی شرق اردن کے علاقہ میں سدوم عمورہ ادمہ اور صبوئیم کی سرسبز و شاداب بستیاں تھیں جو زراعت و تجارت کا مرکز تھیں۔ حضرت ابراہیم نے حضرت لوط کو تعلیم و تبلیغ کے لئے ان بستیوں کی طرف بھیجا اور خود بھی ان کی رہنمائی اور مدد کے لئے کبھی کبھی وہاں تشریف لیجاتے رہتے۔ حضرت لوطؑ نے مرکزی شہر سدوم میں قیام کیا اور اس علاقہ میں دعوت و اصلاح کا کام شروع کر دیا۔ محمد بن اسحٰق نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ یردن میں سخت قحط ہوا۔ اہل سدوم کے باغات ہر طرح کے کنارے تھے اور بکثرت تھے، آس پاس کی بستیوں کے لوگ ادھر سے گزرتے تو کچھ پھل توڑ لیتے اہل سدوم نے آپس میں مشورہ کیا کہ دوسرے شہروں سے اگر یوں ہی لوگ آتے رہے تو یہ ہمیں مفلس بنا دیں گے۔ لہذا انکو اس طرح روکا جائے کہ جو شخص باہر سے آئے اس سے خلاف وضع فطری حرکت زبردستی کیجائے اور چار روپیہ جرمانہ وصول کیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق یہ لوگ شہر کے ناکوں پر بیٹھے رہتے اور جو مسافر باہر سے آتا اسکو تختۂ مشق بناتے۔

شروع شروع میں تو انھوں نے یہ حرکت ضرورتمندوں اور فقیروں کو روکنے کیلئے کی مگر کچھ عرصہ بعد وہ اس فعل شنیع کے عادی بن گئے اور اس حد تک بڑھے کہ اپنی عورتوں سے بے تعلق ہو گئے (تفسیر المنار ص ۴۲۱ ج ۵)

حضرت لوطؑ نے اس بدکار و بدبخت قوم کو جس نے دنیا میں سب سے پہلے اس رسم قبیح کی بنیاد ڈالی تھی ہر طرح سمجھایا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا مگر انھوں نے ایک نہ سنی بلکہ الٹا حضرت لوط پر پھبتیاں کسنے لگے۔

آخر جب کوئی فہمائش کارگر نہ ہوئی اور قوم لوطؑ کا یہ مرض ترقی ہی کرتا چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے عذاب کے فرشتے اس قوم کو ہلاک کرنے کیلئے بھیجے، یہ فرشتے حسین و جمیل بے ریش و بروت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے مکان پر مہمان بن کر پہنچے، حضرت لوطؑ انہیں دیکھ کر فکر و رنج میں پڑ گئے کہ دیکھئے میری بدبخت قوم میرے مہمانوں پر دھاوا بولتی ہے، ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ان کی قوم کے کچھ لوگوں کو خبر لگ گئی، اور اپنی عادت شنیعہ سے مجبور ہو کر دوڑتے ہوئے آور آدھمکے اور حضرت لوطؑ سے نوجوان مہمانوں کی مطالبہ کرنے لگے حضرت لوطؑ نے انتہائی دلسوزی اور لجاجت سے کہا:-

يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ

(اے میری قوم یہ میری بیٹیاں موجود ہیں ان سے جائز طور پر تمتع کرو وہ تمہارے لئے جائز اور پاک ہیں۔ جس بےحیائی کا تم قصد رکھتے ہو اسکا ارتکاب کرنے سے اللہ سے ڈرو اور مہمانوں کے سامنے ان کے معاملے میں مجھے ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک بھی بھلا آدمی نہیں؟)

مگر بدمعاشوں نے ڈھٹائی کے ساتھ جواب دیا۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ (تم جانتے ہو کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں کی ضرورت نہیں اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں)

یہاں مفسرین نے اسپر بحث کی ہے کہ حضرت لوطؑ کی هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ (یہ میری بیٹیاں موجود ہیں) سے کیا مراد تھی؟

(۱) ہو سکتا ہے کہ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ سے قوم کی عورتیں مراد ہوں اور حضرت لوطؑ کا مقصد یہ ہو کہ کمبختو تم نے اپنی عورتوں کو تو معلق چھوڑ رکھا ہے اور لڑکوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہو، اور یہ اس لئے کہ قوم کا پیغمبر اسکا روحانی باپ ہوتا ہے اور ساری قوم اسکی بیٹے اور بیٹیاں۔

(۲) اور یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے اپنی صاحبزادیوں کو ہی مراد لیا ہو اور مقصد یہ ہو کہ تم میں سے جو میری بیٹیوں سے نکاح کرنا چاہے تو مجھے اس کی اس خواہش کو پورا کرنے میں بھی تامل نہیں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اس زمانہ میں کافر و مسلم کے درمیان مناکحت ممنوع نہ تھی، جیسا کہ ابتدائے اسلام میں۔ بہرحال هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ کی قید کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

فرشتوں نے حضرت لوطؑ کی اس پریشانی کو دیکھا تو انکو تسلی دی کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ بدمعاش تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ کل صبح کا وقت عذاب الٰہی کے نزول کیلئے مقرر ہو چکا ہے جو قریب ہی ہے آپ تھوڑی رات رہے اپنے متعلقین کو ساتھ لیکر یہاں سے نکل جایئے اور سب کو ہدایت کر دیجئے کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ ہاں تمہاری بیوی تمہارے ساتھ نہ جائیگی اور وہ قوم کے ساتھ ان کے عذاب میں شامل ہو گی (کیونکہ وہ کمینہ حرکات میں بھی انکی مددگار رہی ہے)

آخر جب عذاب کا مقرر وقت آپہنچا تو :-
جَعَلْنَا عَالِیَہَا سَافِلَہَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْہَا حِجَارَۃً
مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَۃً عِنْدَ رَبِّکَ (ہمنے
انکی بستیوں کی بلندیوں کو پستیوں سے بدلیا اور آگ
میں پکے ہوئے پتھر جو تمہارے رب کی طرف سے انکے لئے
نامزد تھے، لگاتار ان پر برسائے) یوں تقریباً تمام
قوم ہلاک کردی گئی۔ توریت کے سفر تکوین کی نویں فصل سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوط قوم کی ہلاکت کے بعد
ایک قریبی مقام "زوغر" چلے گئے اور باقی عمر وہیں گزار دی۔
ان بستیوں کے محل وقوع کے متعلق اکثر علماء کی
رائے یہ ہے کہ یہ اس مقام پر واقع تھیں جہاں آج
"بحر لوط" یا "بحر میت" ہے۔ جب عذاب الٰہی سے ان
بستیوں کا تختہ الٹ دیا گیا، تو یہاں زمین میں شگاف
پڑ گئے اور پانی ابھر آیا۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ
بحر میت کے ساحل پر آباد تھیں اور جدید بحری تحقیقات
میں انکے کھنڈر برآمد ہو رہے ہیں (تفسیر المنار ص ۱۲۳/۱۱)

لَوْلَا :- اگر نہ ہوتا، اگر نہ ہوتے۔ کیوں نہیں۔

لَوْمَا :- کیوں نہیں (حرف تحضیض)۔

لَوْمَۃٌ :- ملامت۔ ملامت کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

لُوْمُوْا :- تم ملامت کرو۔ لَوْم سے امر جمع مذکر حاضر۔

لَوْنٌ :- رنگ۔ جمع اَلْوَان

لَوَّوْا :- انہوں نے پھیرا۔ موڑا۔ تَلْوِیَۃ سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

لَہٗ :- اس کے لئے۔ اس کا (لام حرف جار ہٗ ضمیر
واحد مذکر غائب

لَہَب :- شعلہ۔ آنچ۔ آگ کا مشتعل ہونا۔ باب
سَمِعَ سے مصدر

لَہْو :- کھیل۔ غفلت (باب نَصَرَ سے مصدر)

لَیّ :- بل دینا۔ رسی وغیرہ بٹنا۔ زبان موڑ پھیر
کر بات کرنا تاکہ صاف بات معلوم نہ ہو۔ باب
ضَرَبَ سے مصدر۔

لَیَالٍ :- راتیں۔ واحد۔ لَیْلَۃ

لَیَالٍ عَشْرٍ :- دس راتیں (یعنی عشرہ ذی الحجہ)

لَیَالِیْ :- راتیں۔ واحد۔ لَیْلَۃ۔

لَیْتَ :- کاش (حرف تمنا)

لَیْسَ :- نہیں ہے فعل ناقص۔ واحد مذکر غائب

لَیْسَتْ :- وہ نہیں ہے، فعل ناقص۔ واحد
مؤنث غائب۔

لَیْسُوْا :- وہ نہیں ہیں فعل ناقص جمع مذکر غائب

لَیْل :- رات۔ جمع لَیَالِی۔

لَیْلَۃ :- ایک رات۔

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ :- شب قدر جو رمضان میں آتی ہے
یہ رات ہزار مہینوں سے بھی زیادہ افضل ہے۔

لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ :- برکت والی رات یعنی شب قدر

لَیِّن :- نرم۔ لِیْن سے صفت مشبہ واحد مذکر

لِیْنَۃ :- کھجور کا نرم و نازک پودا۔

(م)

مَا :- نہیں (حرف نفی) کیا (حرف استفہام) وہ چیز - جو کچھ - جس کو (اسم موصول)

مَاءٌ :- پانی - جمع مِیَاہ -

مَاءٍ مَّهِينٍ :- حقیر پانی - یعنی نُطفہ -

مِائَةٌ :- سَو -

مِائَتَيْنِ :- دو سَو - مِائَة کا تثنیہ - بحالتِ نصبی و جری -

مَائِدَة :- خوانِ طعام - مائدہ لغت میں اس خوان کو کہتے ہیں جس پر کھانا رکھا ہوا ہو - خالی خوان کو مائدہ نہیں کہا جاتا - کبھی مجازاً باعتبار اطلاقِ محل و ارادہ حال مائدہ سے طعام بھی مُراد لیا جاتا ہے - اور اصل میں لفظ "مائدہ" مَیْد (بمعنی حرکت کرنا - ہلنا) سے اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ ہے - (تفسیر المنار، ج ۷، صہ ۲۵۲) قرآن کریم میں مائدہ کا اطلاق اس آسمانی غذا پر آیا ہے جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین نے بطور خرقِ عادت طلب کیا تھا - اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لفظ "عیسیٰ" -

مَآب :- واپس ہونے اور لوٹنے کی جگہ - ٹھکانا - اَوْب سے اسم ظرف واحد -

مَاتَ :- وہ مر گیا - مَوْت سے ماضی واحد مذکر غائب -

مَاتُوْا :- وہ مر گئے - مَوْت سے ماضی جمع مذکر غائب -

مَأْتِيّ :- حتمی - یقینی - اِتْیَان سے اسم مفعول واحد مذکر -

مَاجُوْج :- دیکھو یَاجُوْج

مَادُمْتَ :- جب تک تو رہے - جب تک تو رہا - فعل ناقص واحد مذکر حاضر -

مَادُمْتُ :- میں جب تک رہا - میں جب تک رہوں - فعل ناقص ماضی واحد متکلم -

مَادُمْتُمْ :- تم جب تک رہو - فعل ناقص جمع مذکر حاضر -

مَاذَا :- کیا چیز - کیا ہے (مَا حرفِ استفہام ہے اور ذَا فصل کے لئے تاکہ مَا نافیہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو جائے -

مَآرِب :- حاجتیں، ضرورتیں - واحد مَأْرَبَة مَأْرُبَة اور اَرَب - اس حاجت کو کہتے ہیں جس کو پورا کرنے کے لئے کسی حیلہ یا تدبیر کی ضرورت پڑے -

مَارِج :- شعلہ، انگارا جس میں دھواں نہ ہو -

مَارِد :- سرکش - مُرُوْد سے اسم فاعل واحد مذکر - جمع مَرَدَة -

مَارُوْت :- ھَارُوْت کی طرح بعض اسے

فرشتہ بتلاتے ہیں اور بعض جادوگر (دیکھو ہاروت)۔

مَاعُوْن:۔ معمولی چیز۔ ماخوذ ہے مَعْن سے جس کے معنی "تھوڑی سی چیز" کے ہیں۔ کہا جاتا ہے مَالَہٗ سَعْنَۃٌ وَّلَا مَعْنَۃٌ یعنی لا کثیر و لا قلیل۔ آیہ کریمہ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ میں مَاعُوْن سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے عادتاً منع بھی نہیں کیا جاتا اور نہ ان کے مانگنے میں کسی فقیر و امیر کو تامل ہوتا ہے۔ جیسے آگ، پانی، چھلنی۔ وغیرہ۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے لئے بڑی خرابی اور تباہی ہے جو نہ حقوق اللہ ادا کرتے ہیں نہ حقوق العباد۔ نماز جو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اگر اسے ادا کرتے ہیں تو ریاکاری کی غرض سے۔ اور معمولی معمولی چیزوں کی باہمی اعانت جو انسانیت کا تقاضا ہے اور انسانی بھائیوں کا حق ہے اس کی ادائگی سے باز رہتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا حق تھا اس میں تو دوسروں کو شریک کر لیا اور جو دوسروں کا تھا اسے پس پشت ڈال دیا
(امام رازیؒ)

مَاكِثُوْنَ:۔ ٹھیرنے والے، دیر کرنے والے۔ مُکْث سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مَاكِث۔

مَاكِرِيْنَ:۔ خفیہ تدبیر کرنے والے (دیکھو مکر)

مَأْكُوْل:۔ کھایا ہوا، کھانے کی چیز۔ اَكْل سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَال:۔ دولت، سونا، چاندی وغیرہ۔ جمع اَمْوَال۔ یہ مَیْل سے ماخوذ ہے جس کے معنی (بصلہ الیٰ) کسی کی طرف بڑھنا اور جھکنا۔ اور (بصلہ عن) کسی کو چھوڑنا اور اس سے ہٹنا ہیں۔ مَال کو اسی لئے مال کہا جاتا ہے کہ وہ چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ آج ایک کے پاس ہے کل دوسرے کے پاس۔

مَالِئُوْنَ:۔ بھرنے والے۔ مَلْأٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مَالِئٌ۔

مَالِكٌ:۔ مالک، حاکم، بادشاہ، آقا (اللہ تعالیٰ کا اسم صفت) داروغہ دوزخ کا نام۔ مِلْک سے اسم فاعل واحد۔

مَالِكُوْنَ:۔ مالک، متصرف لوگ۔ مَالِكٌ کی جمع بحالت رفعی۔

مَأْمَنٌ: امن کی جگہ۔ جائے پناہ۔ اَمْن سے اسم ظرف۔

مَأْمُوْنٌ: پناہ دیا ہوا۔ بے خوف کیا ہوا۔ اَمْن سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَانِعَۃٌ: بچانے والی۔ حفاظت کرنے والی۔ مَنْع سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مَأْوىٰ: ٹھکانا، رہنے کی جگہ۔ اُوِیٌّ سے اسم ظرف

مَاهِدُونَ : بچھانے والے ۔ مَهْدٌ سے اسم فاعل جمع مذکر ۔ واحد مَاهِدٌ ۔

مَاهِيَه : وہ کیا ہے ۔ اصل میں مَاهِيَ تھا وقف کی وجہ سے آخر میں ہائے سکتہ لاحق کر دی گئی ۔

مُبَارَكٌ : برکت والا ۔ مُبَارَكَة سے اسم مفعول واحد مذکر ۔

"بَرْكٌ" اصل میں اونٹ کے سینہ کو کہتے ہیں ۔ اور بُرُوكٌ (مصدر از نصر) کے معنی ہیں اونٹ کا اپنے گھٹنوں کو زمین پر ٹیک کر بیٹھنا ۔ (بیٹھنے میں اونٹ پہلے اگلے پاؤں کے گھٹنے رکھتا اور سینہ کو زمین سے ملا دیتا ہے ۔ اس اعتبار سے اس کے بیٹھنے کو بُرُوكٌ کہا گیا) پھر اس کا استعمال ثبوت و لزوم کے مفہوم میں کیا جانے لگا ۔ چنانچہ اس جگہ کو بِرْكَةٌ کہتے ہیں جہاں پانی جمع ہو کر رک جائے جیسے حوض ۔ تالاب ۔ اسی سے "بَرَكَةٌ" ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں "خداوندی بخشش و نعمت اور خیر و خوبی کا کسی چیز میں ثابت ہونا"

پس "مُبَارَكٌ" وہ چیز ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے خیر و خوبی اور بخشش و نعمت سے نوازا ہو ۔ کہ جس طرح حوض تالاب میں پانی جمع ہوتا ہے اسی طرح وہ چیز یعنی جس کو مُبارک کہا جاوے بھی خیر و خوبی کا مخزن اور بخشش و نعمت کا مرکز ہے اسی معنی کے اعتبار سے قرآن کریم میں نصیحت حق اور پانی کو ۔ مُبَارَكٌ کہا گیا ہے ۔ پھر چونکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے مبذول فرمائی ہوئی خیر و بخشش کا صدور غیر محسوس اور اس کا وجود غیر محدود ہوتا ہے اس لئے ہر اس چیز پر مُبارک کا لفظ اطلاق کیا جانے لگا جس میں غیر محسوس ذریعہ سے زیادتی اور اضافہ کا مشاہدہ کیا جائے

(مفردات) (ش ا)

مُبَارَكَةٌ : برکت والی ۔ مُبَارَكَة سے اسم مفعول واحد مؤنث ۔

مُبْتَلِيْ : آزمانے والا ۔ اِبْتِلَاءٌ سے اسم فاعل واحد مذکر ۔ اصل میں بَلَاءٌ کے معنی ہیں "کپڑے کا بوسیدہ و پرانا ہو جانا ۔" آزمائش اور امتحان کے لئے بھی چونکہ ایک مدت درکار ہوتی ہے اس لئے امتحان کے معنی میں اس کا استعمال ہوا ۔ مصائب و تکالیف بھی انسان کے امتحان کا ذریعہ ہیں جن سے اس کی قوت صبر کو آزمایا جاتا ہے ۔

انعامات و اکرامات خداوندی بھی بلاء ہیں ۔ کیونکہ وہ بھی جذبۂ شکر کی آزمائش کا ذریعہ ہیں ۔

وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ

(اور ہم نے ان کو اچھائیوں اور برائیوں دونوں سے آزمایا) قرآن کریم میں دونوں کے لئے

بلاء کا استعمال ہوا ہے (مفردات، بیضاوی)

مُبْتَلِیْنَ: آزمانے والے۔ اِبْتِلَاء سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔

مَبْثُوْث: پراگندہ۔ بکھرا ہوا۔ بَثّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَبْثُوْثًا: بکھری ہوئی۔ بَثّ سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُبَدِّل: بدلنے والا۔ تَبْدِیْل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُبْدِئ: ایجاد کرنے والا۔ شروع کرنے والا۔ اِبْدَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُبَذِّرِیْنَ: فضول خرچی کرنے والے۔ تَبْذِیْر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصبی۔ واحد مُبَذِّر۔ تَبْذِیْر کے اصل معنی "زمین میں دانہ بکھیرنا" ہیں اور مجازاً مطلق بکھیرنے کے معنی میں آتا ہے۔

اصطلاح شریعت میں تبذیر کے معنی یہ ہیں کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات بلکہ واجبات میں ضرورت سے زائد اتنا خرچ کر دیا جائے کہ آئندہ اہلِ حق کے حقوق کے فوت ہونے کا سبب ہو اور ارتکاب حرام کا موجب ہو۔

قرآن کریم میں سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ہے وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا، اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (اور تم قرابت والوں کو اُن کا حق دو اور محتاج اور مسافر کو اس کا حق اور فضول مت اڑاؤ۔ درحقیقت فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے)۔

حافظ ابن کثیر اس آیۃ کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔ مال خرچ کرنے کا حکم دینے کے بعد اس میں اسراف سے منع فرمایا، اور میانہ روی (و یا اعتدال) کا حکم دیا گیا جیسا کہ دوسری آیۃ میں فرمایا:۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا (اور وہ لوگ جو خرچ کرنے پر آتے ہیں تو اس میں نہ زیادتی کرتے ہیں اور نہ تنگی)۔

بخاری کی حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ (بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد غنیٰ باقی رہے اور مال خرچ کرنے میں جن کا نفقہ تم پر واجب ہے اُن کو مقدم رکھو)۔

حاصل یہ ہے کہ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ نہ اسے غلط موقعوں پر صرف کرنا چاہیئے اور نہ اسے ضرورت سے زائد خرچ کرنا چاہیئے۔ بے محل صرف کرنا یا محل پر صرف کرنا مگر ضرورت سے زائد

صَرف کرنا دونوں صورتیں تبذیر میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے۔ اس ناشکری کا ارتکاب کرکے آدمی شیطان کی برادری کا فرد بنجاتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کرکے اس کے انعام واکرام کی ناشکری کی۔

رہیں صحابہ کرام اور دیگر فدایانِ دین کی وہ قربانیاں کہ انہوں نے اپنی جان اولاد، مال، دولت اور گھر بار سب کچھ لٹادیا اور اپنے لئے ایک شمہ باقی نہ رکھا تو یہ ایسے پاک نہاد اور نیک نفس بزرگوں ہی کی شان تھی جنہوں نے اپنے آپ کو راہِ خدا میں مٹا دیا تھا اور دُنیا کی کوئی تکلیف اُن کے نفوسِ مطمئنہ کی سکینت و طمانیت میں خلل نہیں ڈال سکتی تھی۔ یعنی یہ درجہ اصحاب عزیمت کا ہے۔

عام حالات میں عام لوگوں سے یہ مطالبہ شریعت کا نہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى کو ترجمۃ الباب قرار دیتے ہوئے اس میں سے اس صورت کو مستثنےٰ کیا ہے کہ "اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ معروفًا بالصبر فیوثر علی نفسه و لو کان به خصاصة کفعل ابی بکر حین تصدَّقَ بمالِهٖ (صدقہ کرنے والا صبر میں معروف ہو اور وہ باوجود حاجت کے دوسروں کی ضرورت کو مقدم رکھے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا تمام مال راہِ خدا میں دیدیا) (بخاری ج ۱ ص ۱۹۲)۔

مُبَرَّءُوْنَ: پاک وصاف۔ تَبْرِئَۃٌ سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُبَرَّءٌ۔

مُبْرِمُوْنَ: پختہ کرنے والے۔ ٹھیرانے اور طے کرنے والے۔ اِبْرَام سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُبْرِمٌ۔

مَبْسُوْطَتَانِ: کھلے ہوئے، کشادہ۔ بَسْطٌ سے اسم مفعول تثنیہ مؤنث۔ واحد مَبْسُوْطَۃٌ۔

مُبَشِّرٌ: خوشخبری دینے والا۔ تَبْشِیْرٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ اس کا اصل ماخذ بَشَرَۃ ہے جس کے معنی ہیں کھال کی بالائی سطح۔ اور اندرونی سطح کو "اَدَمَۃ" کہتے ہیں۔ انسان کو "بشر" اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی کھال ظاہر ہوتی ہے یعنی دوسرے حیوانات کی طرح اُون یا بالوں میں چھپی ہوئی نہیں ہوتی۔ اسی سے بِشَارَۃ اور بُشْرٰی بمعنے مژدہ وخوشخبری ماخوذ ہے کیونکہ دل خوش کن خبر سننے سے انسان کے جسم میں خون کا دوران ہوتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کا اثر چہرہ پر پڑتا ہے اور چہرہ کی جلد چمکنے لگتی ہے۔ پس بَشَّرْتُ زَیْدًا کے معنی ہوئے "میں نے زید کو ایسی خوشی کی خبر سنائی جس کے سننے سے اُس کے چہرہ کی کھال چمک گئی۔

(ملخص از مفردات)

مُبَشِّرَاتٌ: خوشخبری دینے والیاں۔ تَبْشِیْرٌ

سے اسم فاعل جمع مؤنث، واحد مُبَشِّرَۃٌ ۔
مُبَشِّرِیْنَ: خوشخبری دینے والے۔ تَبْشِیْر سے
اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔
واحد مُبَشِّرٌ ۔
مُبْصِرٌ: دیکھنے والا روشنی والا۔ اِبْصَار
سے اسم فاعل واحد مذکر۔
مُبْصِرَۃٌ: روشن، واضح۔ دکھانے والی۔
اِبْصَار سے اسم فاعل واحد مؤنث اِبْصَار
لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہے۔
مُبْصِرُوْنَ: دیکھنے والے۔ اِبْصَار سے
اسم فاعل جمع مذکر۔
مُبْطِلُوْنَ: بے حقیقت بات کرنے والے۔
حق کو مٹانے والے۔ اِبْطَال سے اسم فاعل
جمع مذکر۔ واحد مُبْطِلٌ ۔
مُبْعَدُوْنَ: دور کئے ہوئے۔ اِبْعَاد سے
اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُبْعَدٌ ۔
مَبْعُوْثُوْنَ: اٹھائے ہوئے۔ زندہ کئے ہوئے
۔ بَعْث سے اسم مفعول جمع
مذکر۔ واحد مَبْعُوْث دیکھو قِیَامَۃ ۔
مُبْلِسُوْنَ: بہت زیادہ رنجیدہ ہونے والے
آس توڑنے والے۔ اِبْلَاس سے اسم فاعل
جمع مذکر۔ واحد مُبْلِسٌ ۔
مَبْلَغ: پہونچنا۔ پہنچنے کی جگہ۔ بُلُوْغ سے

مصدر میمی و اسم ظرف۔
مُبَوَّءَ: ٹھکانا دینا۔ ٹھکانا۔ تَبْوِئَۃ
سے مصدر میمی و اسم ظرف۔
مُبِیْن: کھلا ہوا۔ ظاہر۔ ظاہر کرنے والا۔
اِبَانَۃ سے اسم فاعل، واحد مذکر۔
مُبَیِّنَات: تفصیل کرنے والی بہت
زیادہ روشن (نشانیاں) تَبْیِیْن سے اسم
فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُبَیِّنَۃ ۔
مِتَّ: تو مرا۔ مَوْت سے ماضی واحد مذکر حاضر
مِتُّ: میں مر گیا۔ مَوْت سے ماضی واحد متکلم۔
مَتٰی: کب (اسم ظرف)
مَتَاب: پھرنے کی جگہ۔ توبہ کرنا۔ لوٹنا۔
تَوْب سے اسم ظرف و مصدر میمی (دیکھو تَوْبَۃ)
مَتَاع: پونجی، اسباب خانہ۔ جمع اَمْتِعَۃ
بہرہ مند کرنا۔ کلام کے وزن پر بابِ تفعیل
سے مصدر۔
مُتَبَّر: ہلاک کیا ہوا۔ تَتْبِیْر سے اسم مفعول
واحد مذکر۔
مُتَبَرِّجَات: آراستہ ہونے والی عورتیں۔
اپنی زیبائش اور سنگھار ظاہر کرنے والی عورتیں
تَبَرُّج سے اسم فاعل جمع مؤنث۔
امام راغبؒ لکھتے ہیں "ثوبٌ مُبَرَّج
کے معنی ہیں منقش و نگارین کپڑا جس میں بروج

وغیرہ کے نقوش بنے ہوئے ہوں۔ اِسی سے تَبَرُّج ماخوذ ہوا جس کے معنی ہوئے "عورت کا اظہارِ حُسن کرنا"

قاموس میں ہے تَبَرَّجَت المرأۃ ۔ اَظْهَرَت زِینَتَهَا لِلرِّجَال (عورت نے اپنا سنگار مردوں پہ ظاہر کیا۔

عورت کو اللہ تعالیٰ نے حسین و جمیل بنایا ہے اس کے اعضاء میں ایک مقناطیسی کشش رکھی ہے جو مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے یہ کشش ازدواجی تعلقات کی بہتری و شگفتگی میں بڑی معاون ہے مگر اسے اگر بے محل استعمال کیا جائے تو دنیا کا سب سے بڑا فتنہ بھی یہی ہے۔

اسی فتنے کے سدِّباب کے لئے اسلام نے تَبَرُّج (اپنی خلقی و کسبی زینت کے غیر مردوں کے آگے اظہار) کو ممنوع قرار دیا اور اسے زمانہ جاہلیت کا شیطانی فعل قرار دیا ہے اور عورت کو حکم دیا ہے کہ وہ چراغ خانہ بن کر اپنے شوہر کے قلب کا سکون اور کُنبہ کی فراغت و راحت کا سامان بنے، شمع محفل بن کر اخلاق و معاشرہ کو بھسم کرنے کی کوشش نہ کرے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (اور تم اپنے گھروں میں ٹھیرو اور پچھلے جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنے حسن و آرائش کی نمائش کرتی نہ پھرو۔)

نماز باجماعت میں شرکت سے زیادہ کیا چیز اہم ہو سکتی ہے مگر خود عہدِ رسالت میں جو باتفاقِ امت خیر القرون تھا عورتوں کو جماعت میں شریک ہونے کی ترغیب نہیں دی گئی۔ اور فرمایا گیا:۔

صلوٰۃُ المرأۃ فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بیتها (عورت کی نماز گھر کے اندرونی حصہ میں افضل ہے بیرونی حصہ میں نماز پڑھنے سے اور کوٹھری میں افضل ہے اندرونی حصہ میں نماز پڑھنے سے (ابوداؤد ص[illegible])

نیز ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا:۔

نماز باجماعت میں مردوں کی صفوں میں افضل سب سے اگلی صف ہے اور بدتر پچھلی۔ اور عورتوں کی صفوں میں افضل سب سے پچھلی اور بدتر اگلی۔ (ترمذی ص[illegible])

تاہم جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں کہ تقویٰ و طہارت اور خیر و برکت کے لحاظ سے مثالی عہد تھا، عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونے کی ممانعت نہیں فرمائی۔ مگر وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ہی عرصہ بعد، جب دائرہ اسلام کی وسعت اور عجمی ممالک کی فتوحات کے باعث ہر قسم کے لوگ مساجد میں آنے لگے اور عورتوں میں بھی تبذیرو

تمدّن کے اثرات نمایاں ہونے لگے تو خود حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے فرمایا:۔
لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ
لَمَنَعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ
بَنِیْ اِسْرَائِيْل (اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
عورتوں کے اس زمانہ کے حالات کو دیکھتے تو انھیں
اسی طرح مسجدوں میں آنے سے منع فرما دیتے جیسا
کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا (ابو داؤد
صد ۸۴) چنانچہ خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم نے
اپنے عہد خلافت میں عورتوں کو تمام دینی اجتماعات
میں شریک ہونے سے روک دیا۔

بہرحال اسلام کا منشا یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں
کے اختلاط کو روکا جائے۔ اور عورت کی نمائش
حسن و زیبائش سے معاشرہ میں جن مفاسد کا
دروازہ کھلتا ہے اُس کو بند کیا جائے۔

قرآن کریم میں اس سلسلہ میں جو احکام ملتے ہیں
وہ یہ ہیں:۔

(۱) وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (اے مومن عورتوں سے
کہدیجیے کہ وہ ذرا اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی
ستر کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و زیبائش
غیر محرم مردوں پر ظاہر نہ کریں" بجز اس قدر کے جس کا
ظہور ناگزیر ہے" اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں
پر ڈال لیں (النور ع ۴)

(۲) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (اے نبی کہہ دیجیے اپنی
بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مومنین کی عورتوں
سے کہ بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ
اپنے چہرہ پر گھونگھٹ کے طور پر بھی لٹکا لیا کریں
اس طرح وہ بآسانی پہچانی جائیں گی کہ مومن عورتیں
ہیں اور بدقماش لوگوں کی چھیڑ چھاڑ سے محفوظ
رہیں گی۔) (الاحزاب ۷)

(۳) وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ۔
(اور وہ بوڑھی عورتیں جن کو نکاح میں آنے کی
اُمید نہ رہی ہو اس میں اُن کو گناہ نہیں کہ وہ
اپنے کپڑے ہلکے کر دیں بشرطیکہ زیبائش کا اظہار
نہ ہو اور اس میں بھی احتیاط برتیں تو ان کے لئے
زیادہ اچھا ہے) (النور ع ۷)

(۴) وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ

مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؁ (اور جب تم کو پیغمبر کی بیبیوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ بات تمہارے اور اُن کے دلوں کی پاکیزگی کے زیادہ مناسب ہے) (احزاب ع ۶) آیت ۳۱ میں اگر زینۃ کو جسمانی اور خارجی زیبائش کے لیے عام قرار دیا جائے اور اس میں زیور اور مہندی کاجل وغیرہ کے ساتھ وہ اعضاء بھی داخل قرار دیئے جائیں جن کا اُن سے تعلق ہے اور اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے چہرہ اور ہتھیلیاں جیسا کہ بروایت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے منقول ہے اور پاؤں جیسا کہ بعض فقہاء کا قیاس ہے، مراد لئے جائیں تو آیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر عورتوں کو دینی و دُنیوی ضروریات مجبور کرتی ہوں تو آداب عصمت وعفت اور شرط شرم وحیا کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے اسکی اجازت ہے کہ وہ حسب ضرورت ہاتھ پاؤں اور چہرہ اور وہ سنگار جو ان سے متعلق ہے مثلاً انگوٹھی چھلا یا مہندی غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہیں۔ کیونکہ اگر ان کو چھپانے کا حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار اور ضروریات میں سخت تنگی اور پریشانی پیش آئیگی خصوصاً اُن عورتوں کو جن کے مرد مزدوری وغیرہ ضروریات کے لئے صبح ہی نکل جاتے اور شام ہوتے واپس آتے ہیں۔ لیکن اگر مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے عورتوں کے کپڑوں کے اوپر کی چادر یا کپڑوں کے باہر نکلتے ہوئے کنارے جن کا چھپانا مُشکل ہے مُراد لئے جائیں۔ جیسا کہ ابن مسعودؓ کا قول ہے یا انگوٹھی اور پازیب مُراد لئے جائیں جیسا کہ امام زہریؒ کی تفسیر ہے تو پھر چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھولنے کی یہ اجازت بھی باقی نہیں رہتی (ابن کثیر ص ۲۸۳ ج ۳)

مگر یہ اجازت بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو مثلاً معاشرہ اس قدر پست ہو چکا ہو کہ وہاں عصمت و عفت کی حفاظت کو کوئی اہمیت نہ دیجاتی ہو اور بدمعاش بدقماش لوگ آزاد و بے مہار ہوں یا ملک غیر مسلموں کا ہو اور وہاں مسلمانوں کی عزت و حرمت کی صیانت کا معقول انتظام نہ ہو تو ایسی صورتوں میں چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھولکر نکلنے کی بھی اجازت نہیں۔ بلکہ ضرورت کے وقت برقع میں اچھی طرح ملفوف ہو کر یا لمبی چادر میں لپٹ کر جس کا کچھ حصہ گھونگھٹ کے طور پر مُنہ کے آگے لٹکا ہوا ہو باہر نکلا جائے جیسا کہ آیت ۵۹ میں ہدایت فرمائی گئی ہے۔ اس آیت کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ مدنی زندگی کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کو وہاں مکمل اقتدار حاصل نہیں ہوا تھا مسلمان عورتیں ضروریات کے لئے باہر نکلتیں تو منافق ان سے چھیڑ چھاڑ کرتے جب اُن سے باز پرس کیجاتی تو کہدیتے کہ ہم نے لونڈی باندی سمجھا تھا یہ نہیں معلوم تھا کہ کوئی شریف مسلمان عورت ہے۔ اس پر اس آیت میں حکم دیا گیا کہ مسلمان عورتیں باہر نکلیں تو وہ اپنی چادروں میں اچھی طرح لپٹ کر اور گھونگھٹ

نکال کر نکلا کریں تاکہ منافقوں کو کسی بہانہ سازی کا موقعہ نہ ملے اور انھیں بدنگاہی کی ترغیب نہ ہو۔

البتہ وہ عورتیں جو عمر کی اس منزل سے گزر چکی ہوں جہاں مرد کو اسکی طرف میلان ہوتا ہو تو اُن کے لئے ہر حال میں یہ اجازت برقرار ہے کہ وہ اپنے زائد کپڑے جن سے چہرہ چھپا رہتا ہے علیحدہ کر دیں اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو کھولکر باہر نکل جائیں۔

مگر شرط یہ ہے کہ وہ بھی اُن اعضاء کے علاوہ دوسرے مواقع زینت اور ان کی آرائش و زیبائش کا اظہار نہ کریں کیونکہ بہر عورت ہیں اور شرم وحیا اور عصمت و عفت، اُن کا جوہر و زیور۔ اور اسی لئے بہتر یہ ہے کہ ان کو جتنی رخصت دی گئی ہے اُس سے فائدہ اُٹھانے میں بھی احتیاط اور پرہیز کریں۔ آیت ۶۰ کا مفہوم یہی ہے۔

یہ احکام تو اس صورت میں تھے کہ عورتوں کو ضرورت مجبور کرے کہ وہ باہر نکلیں۔ لیکن اگر یہ ضرورت نہ ہو تو پھر حکم وہی ہے کہ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَوٰةَ وَآتِيْنَ الزَّكَوٰةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

(اور اپنے گھروں کی چاردیواری میں بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سرگرم رہو۔) (الاحزاب ع ۴)

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔ (اور اے مسلمانوں جب تم کو پیغمبر کی بیبیوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب ہے (الاحزاب ع ۷)

یہ شبہ نہ ہو کہ یہ دونوں آیتیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لئے اُتری تھیں پھر عام مسلمان عورتوں پر اس حکم کا اطلاق کیوں کیا جاتا ہے، اس لئے کہ دونوں آیتوں میں اس حکم حجاب کا مقصد طہارت قلب، پاکیزگی اخلاق اور نظافت جسم قرار دیا گیا ہے اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو ہر ایک سے مطلوب و محبوب ہے، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔

کچھ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص نہیں۔ نیز ازواج مطہرات تو بہرحال امت کی مائیں تھیں، اُن سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا تھا اور اُن کے متعلق ادنیٰ بدنیتی رسول اللہ کی شان میں گستاخی اور اللہ کی سخت نافرمانی تھی۔ پھر جب اُن سے اس قدر احتیاط کا حکم دیا گیا تو عام عورتوں سے اختلاط میں یہ احتیاط بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم

مُتَّبَعُوْنَ :- مقتدا لوگ، جن کی پیروی کیجائے
اِتِّبَاعٌ سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مُتَّبَعٌ

مُتَتَابِعَيْنِ :- پے در پے، لگاتار۔ تَتَابُعٌ سے

اِسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری واحد مُتَتابِع۔
مُتجاوِرات ۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی۔
تجاوُر سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُتجاوِرَۃ
مُتجانِف ۔ مائل ہونے والا۔ تجانُف سے۔
اسم فاعل واحد مذکر۔
مُتحرِّف :۔ کترانے والا، ہنر کرنے والا۔ تحرُّف
سے اسم فاعل واحد مذکر بمعنی اول۔ حرف بمعنی
کنارہ اور بمعنی ثانی حرفۃ بمعنی ہنر و پیشہ سے ماخوذ
قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَن یُّوَلِّهِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ
اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ
بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ۔
(الانفال) (یعنی جنگ کے دن جو مسلمان کافروں کے
مقابلہ سے منہ پھیریگا تو وہ اللہ کے غضب کا مستحق
ہوگیا اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے البتہ وہ شخص غضب
الٰہی سے مستثنےٰ ہیں ایک وہ جو دشمن کو دھوکا دینے کے
واسطے مقابلے سے کترائے اور بظاہر پیچھے ہٹے تاکہ
جب دشمن اس کا تعاقب کرے تو وہ اچانک پلٹ کر اُسے
جہنم رسید کرے اور دوسرے وہ شخص یا گروہ جو دوسرے
مجاہدین سے جنھیں دشمنوں کے ہجوم کی وجہ سے کمک کی
زیادہ ضرورت ہو اپنے مقابل کفار سے بظاہر پسپائی اختیار
کرکے جا ملنا چاہتا ہو۔
آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ میدان جہاد سے جان کے خوف کی
وجہ سے بھاگنا بڑا شدید جرم اور گناہ کبیرہ ہے۔ احادیث

صحیحہ میں بھی اسکی تصریح آئی ہے۔ یہ اُس وقت ہے جب کہ
مجاہدین کافرین میں ایک اور دو کی نسبت سے ہوں یا دونوں
مساوی ہوں مثلاً مسلمان سو ہوں تو اُن کے مقابلہ میں
کفار دو سو سے کم ہوں۔ لیکن اگر کفار کی تعداد
اس سے متجاوز ہو تو اُن کے مقابلے سے مسلمانوں کا
پسپا ہونا مستوجب غضب و عذاب الٰہی نہیں ہے۔ اگرچہ
عزیمت اب بھی اسی میں ہے کہ پسپا نہ ہوں (تفسیر المنار)
مُتحیِّز :۔ جگہ لینے والا۔ منتقل ہونیوالا۔ تحیُّز سے
اسم فاعل واحد مذکر۔ تحیُّز کے معنی ہیں ایک جگہ سے
دوسرے مقام کی طرف منتقل ہونا۔ الجملۃ الی غیرہم ہونا
آملنا۔ اِس کا ماخذ حَیِّز بمعنی مقام ہے (المنار)
مُتَّخِذ :۔ اختیار کرنے والا۔ اِتِّخاذ سے
اسم فاعل واحد مذکر۔
مُتَّخِذات :۔ اختیار کرنیوالیاں۔ اِتِّخاذ سے
اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُتَّخِذَۃ۔
مُتَراکِب :۔ ایک پر ایک چڑھا ہوا۔
تَراکُب سے اسم فاعل واحد مذکر۔
مَتْرَبَۃ :۔ محتاجی، مفلسی، ذلت، فقر و فاقہ
اس کا ماخذ تُراب بمعنی خاک ہے چونکہ افلاس آدمی
کو خاک کی طرح پامال کر دیتا اور اُسے ہر آرام و آسائش
سے محروم کر کے مرغ بسمل کی طرح خاک پر تڑپاتا ہے
اِس لئے فقر و افلاس کو "مَتْرَبَۃ" کہا گیا ہے۔
آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج ۔ احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

مُتَرَبِّص: انتظار کرنے والا۔ تَرَبُّص سے اسم فاعل، واحد مذکر۔

مُتَرَبِّصُوْنَ / مُتَرَبِّصِیْنَ: انتظار کرنے والے۔ مُتَرَبِّص کی جمع اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری۔

مُتَرَدِّیَة: گر کر ہلاک ہونے والی۔ وہ جانور جو اوپر سے گر کر ہلاک ہو جائے۔ تَرَدِّی سے اسم فاعل واحد مؤنث، اس کا ماخذ رَدِّی بمعنی ہلاکت ہے۔ (مفردات)

مُتْرَفُوْ: آسودہ حال لوگ۔ اِتْرَاف سے اسم مفعول جمع مذکر۔ اصل میں مُتْرَفُوْن تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ واحد مُتْرَف

مُتْرَفِیْنَ: سرمایہ دار، ناز پروردہ، آسودہ حال لوگ۔ اِتْرَاف سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُتْرَف

مُتَشَابِہ: باہم ملتا جلتا۔ ایک دوسرے کی مانند تَشَابُہ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ قرآن کریم میں ثمرات جنت کے متعلق "وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِهًا" فرمایا ہے (البقرہ) اہل جنت کے حضور جنت کا رزق (ثمرات) ملتا جلتا لایا جائیگا، یعنی جیسے میوے اور پھل وہ جنت میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلی مرتبہ تناول کرینگے، صورت و شکل کے اعتبار سے ہمیشہ انہیں اسی قسم کے رزق سے نوازا جاتا رہیگا مگر مزہ اور کیفیت ہر مرتبہ بالکل الگ اور جدا ہوگی اور یہ چیز خوش قلبی حصول فرحت و انبساط کا باعث ہوگی ظاہر ہے نیز تمام قرآن کریم کو بھی متشابہ بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا۔ (الزمر) (خداوند تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا۔ وہ کتاب جسکے مضامین فصاحت و بلاغت۔ صحت و معقولیت اور ہدایت و صداقت میں یکساں اور ملتے جلتے ہیں) یعنی امور بالا میں کوئی آیت دوسری آیت سے فروتر نہیں ہے۔

مُتَشَابِهَات: تَشَابُہ سے اسم فاعل جمع مؤنث آل عمران کے شروع میں ہے: هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔ آیہ کریمہ میں آیات قرآنیہ کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ ایک محکمات، دوسرے متشابہات۔ "محکمات" سے مراد وہ آیات قرآنیہ ہیں جن کی تفسیر لفظاً و معنیً آسان ہو یعنی اُن کے معنی مراد بآسانی متعین ہو جائیں۔ اس کے مقابلہ میں آیات "متشابہات" ہیں یعنی وہ آیتیں جن کی تفسیر مشکل ہو اور آسانی سے اُن کے معنی مراد متعین نہ کئے جائیں۔ آیاتِ قرآنیہ اصولاً انہیں دو قسموں پر منقسم ہیں۔ پھر متشابہ کی تین قسم ہیں (۱) متشابہ لفظاً۔ یعنی جس میں اشکال و تشابہ کا منشا صرف الفاظ ہوں

جیسے :- وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا (ہم نے زمین میں تمہارے لئے میوہ اور گھاس اُگائی) پس جن لوگوں کو لفظِ اَبّ کے معنی معلوم نہیں ہیں اُن کے حق میں یہ متشابہ ہے اور علم کے بعد تشابہ بھی زائل ہو جاویگا۔

یا نظم کلام میں تقدیم و تاخیر تشابہ کا منشاء ہو جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَيِّمًا۔ کہ اسکی تقدیر اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ قَيِّمًا ہے۔ یعنی ترکیب نحوی کے اعتبار سے قَيِّمًا اَلْكِتٰبَ سے حال واقع ہے۔ مگر حال و ذو الحال میں فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے جو شخص "قَيِّمًا" کا جوڑ "عِوَجًا" کے ساتھ لگانا چاہے گا ظاہر ہے کہ وہ صحیح معنے نہیں سمجھ سکتا۔ آیت مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے "تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی جو راہ راست پر قائم رکھنے والی ہے۔ (قَيِّمًا) اور اسمیں اللہ نے کوئی کجی نہیں رکھی۔

(۲) مُتَشَابِہ معنیً۔ وہ آیت ہے جس کا مدلول الفاظ ایسے معانی پر مشتمل ہو جو ہمارے حواس کی گرفت سے بالاتر ہوں۔ جیسے آخرت، قیامت کے واردات، جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب کے بیانات۔

(۳) مُتَشَابِہ لفظاً و معنیً۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (الصلوٰۃ کو قائم کرو) کہ جب تک الصلوٰۃ کے شرعی اصطلاحی معنے اور اُس کی ضروری تفصیل معلوم نہ ہوگی اُس کا مطلب سمجھ میں نہ آئے گا

(ملخص از مفردات)

اِس تفصیل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم میں مُتَشَابِہات سے مراد وہ مُتَشَابِہ نہیں جو علماء اُصول کی ایک خاص اصطلاح ہے یعنی جسکی مراد کسی طرح سمجھی ہی نہ جا سکے۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فوائد میں رقمطراز ہیں :-

قرآنِ کریم بلکہ تمام کتب الٰہیہ میں دو قسم کی آیات پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ کہ جن کی مراد معلوم و متعین ہو خواہ اِس لئے کہ لغت و ترکیب وغیرہ کے لحاظ سے الفاظ میں کوئی ابہام و اجمال نہیں نہ عبارت کسی معنی کا احتمال رکھتی ہے، نہ جو مدلول سمجھا گیا وہ عام قواعد مسلمہ کے مخالف ہے اور یا اِسلئے کہ عبارت و الفاظ میں گو لغۃً کئی معنی کا احتمال ہو سکتا تھا لیکن شارع کی نصوص مستفیضہ یا اجماع معلوم یا مذہب کے عام اُصول مسلمہ سے قطعاً متعین ہو چکا کہ متکلم کی مراد وہ معنی نہیں، یہ ہے۔ ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں۔ اور فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل اُصول یہ ہی آیات ہوتی ہیں۔ دُوسری قسم آیات کی "مُتَشَابِہات" کہلاتی ہیں۔ یعنی جنکی مراد معلوم و متعین کرنے میں کچھ اشتباہ و التباس واقع ہو جائے۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس دوسری قسم کی آیات

کو بھی اسی قسم کی آیات کی طرف راجع کر کے دیکھنا چاہیے جو معنی اسکے خلاف پڑیں اُنکی قطعاً نفی کیجائے اور وہ متکلم کی مُراد وہ سمجھی جائے جو آیات محکمات کے مخالف نہو۔ اگر باوجود سعی بلیغ کے متکلم کی مُراد کی پوری پوری تعیین نہ کر سکیں تو دعویٰ ہمہ دانی کر کے حد سے گزرنا نہیں چاہیے جہاں قلتِ علم اور قصور استعداد کی وجہ سے بہت سے حقائق پر ہم دسترس نہیں پا سکتے اُسکو بھی اس فہرست میں شامل کرلیں۔ زنہار ایسی تاویلات اور ہیر پھیر نہ کریں جو مذہب کے اُصول مسلّمہ اور آیات محکمہ کے خلاف ہوں۔

انتہیٰ بلفظہ (فوائد علّامہ عثمانی رح پ ۳ ش ۱) ۔

مُتَشَاکِسُوْنَ: بداخلاق، مخالفت کرنے والے، ضدی، تَشَاکُس سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُتَشَاکِس۔

مُتَصَدِّعٌ: پراگندہ ہوجانے والا، ٹکڑے ٹکڑے ہوجانے والا۔ تَصَدُّع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُتَصَدِّقَات: خیرات کرنے والیاں۔ تَصَدُّق سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُتَصَدِّقَۃ (دیکھو صدقۃ)

مُتَصَدِّقِیْنَ: خیرات کرنے والے۔ تَصَدُّق سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی جری۔ واحد مُتَصَدِّق۔

مُتَطَهِّرِیْنَ: بہت پاک صاف رہنے والے۔ تَطَهُّر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُتَطَهِّر۔ تَطَهُّر کے معنی طہارت میں مبالغہ کرنے کے ہیں اور طہارۃ نفسانی بھی ہوسکتی ہے اور جسمانی بھی لہذا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ کے معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع ہونیوالے ہیں۔ جو جسمانی پاکیزگی کا بھی خیال رکھتے ہیں مثلاً حالت حیض میں صحبت نہیں کرتے اور اخلاقی پاکیزگی بھی انھیں ملحوظ رہتی ہے مثلاً زنا و لواطت وغیرہ کا ارتکاب نہیں کرتے۔

مُتَعَالِ: بلند و برتر۔ تَعَالِی سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَتَّعْتُ: میں نے بہرہ مند کیا، فائدہ پہنچایا۔ تَمْتِیْع سے ماضی واحد متکلم۔

مُتَعَمِّد: قصد کرنیوالا، ارادہ کرنیوالا۔ تَعَمُّد سے اسم فاعل واحد مذکر۔ تَعَمُّد کہتے ہیں کسی کام کو نیت اور ارادہ کیساتھ عمل میں لانا یہ سہو کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔

مَتَّعْنَا: ہمنے بہرہ مند کیا، ہم نے فائدہ پہنچایا۔ تَمْتِیْع سے ماضی جمع متکلم۔

مَتِّعُوْهُنَّ: تم انھیں کچھ دو۔ تَمْتِیْع سے امر جمع مذکر حاضر باضمیر جمع مؤنث غائب منصوب۔ اسمیں مُتْعَۃ طلاق کا ذکر ہے یعنی جو نقد، سامان یا جوڑا جو مہر کے علاوہ مطلقہ عورت کو شوہر عطا کرے۔ اسکی کوئی مقدار شریعت نے متعین نہیں کی۔ بلکہ شوہر کی حیثیت پر چھوڑ دیا ہے یعنی امیر اپنی وسعت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے موافق ادا کرے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک اس مطلقہ کیلئے متعۂ طلاق واجب ہے جس کا عقد نکاح میں کوئی مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور ہاتھ لگانے سے پیشتر ہی شوہر نے اسکو طلاق دیدی ہو، اور بقیہ مطلقات کیلئے اس متعہ میں اختلاف ہے احناف اور دیگر بہت سے علماء و فقہاء کے نزدیک مستحب ہے مگر ابن عمر، احمد، ابن عباس، حسن بصری رضی اللہ عنہم اور بعض دیگر علماء اسکے بھی وجوب کے قائل ہیں۔

قرآنِ کریم میں سورہ بقرہ کو ع ۳۰ میں فرمایا گیا ہے:
لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ
مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً
وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى
الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (تمہارے لئے جائز ہے کہ
تم بیوی کو چھونے اور مہر مقرر کرنے سے پیشتر ہی
طلاق دیدو۔ اور اس صورت میں مسلمانو تم ان
مطلقات کو مُتعہ (یعنی کچھ عطا کرو جو تمہاری
حیثیت پر موقوف ہے۔ (البقرہ)

مُتَفَرِّقَة: جدا جدا۔ تفرّق سے اسم فاعل
واحد مؤنث۔

مُتَفَرِّقُوْنَ: جدا جدا۔ بہت سے۔ تفرّق سے
اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُتَفَرِّق۔

مُتَقَابِلِيْنَ: آمنے سامنے۔ تقابل سے
اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی و جری۔ واحد
مُتَقَابِل۔

مُتَقَلَّب: آمد و رفت کی جگہ۔ مقام بازگشت
تقلّب سے اسم ظرف۔

مُتَّقُوْنَ } پرہیزگار لوگ۔ اتّقاء سے اسم فاعل
مُتَّقِيْنَ } جمع مذکر۔ اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت
نصبی و جری۔ واحد مُتّقی۔ (دیکھو تقویٰ)

مُتَّکَأ: تکیہ لگانے کی جگہ۔ مسند۔ اِتّکاء
سے اسم ظرف۔

مُتَّکِئُوْنَ } تکیہ لگانے والے۔ اِتّکاء سے
مُتَّکِئِيْنَ } اسم فاعل جمع مذکر۔ اول بحالت
رفعی اور ثانی بحالتِ نصبی و جری۔ واحد مُتّکِئ۔

مُتَکَبِّر: بزرگ، بڑائی جتلانے والا (اللہ تعالیٰ
کا اسم صفت) تکبّر سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُتَکَبِّرِيْنَ: تکبر کرنے والے۔ تکبّر سے
اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی و جری۔ واحد
مُتَکَبِّر۔

مُتَکَلِّفِيْنَ: بناوٹ کرنے والے۔ تکلّف
سے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی و جری
واحد مُتَکَلِّف۔ کُلفہ کے معنی ہیں محنت و
مشقّت کے اور تکلّف کہتے ہیں کسی کام کو
محنت و مشقت برداشت کرکے انجام دینا۔
چونکہ بناوٹی بات میں بھی مشقت برداشت
کرکے اصل حقیقت کو چھپانا پڑتا ہے اس لئے
مُتَکَلِّف بناوٹ کرنے والے کے معنی میں
استعمال ہونے لگا۔

مُتَلَقِّيَانِ: دو ملنے والے۔ دو لینے والے۔
تَلَقِّی سے اسم فاعل تثنیہ مذکر۔ واحد مُتَلَقِّی
تَلَقِّی کے معنی "ملنا اور ملاقات کرنا" ہیں اور
جب اس کا صلہ "مِنْ" آجاتا ہے تو "کسی بات
کو کسی سے سمجھ لینا اور حاصل کرلینا" اس کے معنی
ہیں جیسے تَلَقَّيْتُ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةَ مِنْ

ذٰلک العالم (میں نے یہ مسئلہ اُس عالم سے سمجھا ہے
آیت کریمہ :- اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ
وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ - میں اکثر مفسّرین کے
نزدیک "اَلْمُتَلَقِّیٰنِ" سے لکھنے والے دو فرشتے
مُراد ہیں جن میں سے ایک یعنی کاتب حسنات
داہنی طرف اور دوسرا یعنی کاتب سیئات بائیں
جانب رہتا ہے۔ اور "اِذْ ظرف فیہ نَحْنُ اَقْرَبُ
اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ" کے ساتھ متعلق ہے۔
آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں (ہم انسان سے اسکی
شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں جب کہ دو فرشتے
اعمالِ انسانی کو لینے والے (اعمال کو) لیتے ہیں
(یعنی نامۂ اعمال میں درج کرتے ہیں) ایک داہنی
طرف (انسان کا) ہمنشین ہے اور ایک بائیں جانب۔
اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت کی تفسیر حدیث
صحیح - مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُکِّلَ
بِہٖ قَرِیْنُہٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِیْنُہٗ مِنَ
الْمَلَائِکَۃِ (رواہ مسلم عن ابن مسعودؓ)
سے کی جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان
پر ایک فرشتہ مقرر اور ایک شیطان مسلط ہے
فرشتہ اس کے دل میں نیکی کا القاء کرتا ہے،
اور شیطان برائی کا وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس صورت
میں تلقی بمعنے ملاقات ہوگا۔ یعنی جبکہ انسان کے
دل میں نیکی اور بدی کے جذبات میں کشمکش برپا
ہوتی ہے۔ ایمان فطرت صحیحہ اور تعلیمِ فرشتہ کا
رُوحانی الہام سے نیکی پر برانگیختہ کرتا ہے،
اور اس کے برخلاف نفس، مادہ اور شیطان
اسے بدی پر اُبھارتے اور نیکی سے ہٹاتے ہیں
تو ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوتے
ہیں۔ ابن کثیرؒ کی تشریح میں اس طرف اشارہ
موجود ہے۔

مُتِمٌّ: پورا کرنے والا۔ اِتْمَام سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

مِتُّمْ: تم مرے۔ مَوْت سے ماضی جمع
مذکر حاضر۔

مِتْنَا: ہم مر گئے۔ مَوْت سے ماضی جمع متکلم۔

مُتَنَافِسُوْنَ: بڑھ چڑھ کر خواہش کرنے والے
تَنَافُس سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد
مُتَنَافِس:

مُتَوَسِّمِیْنَ: اہلِ بصیرت۔ تاڑنے والے
پہچان کرنے والے۔ تَوَسُّم سے اسم فاعل
جمع مذکر بحالت جری۔ واحد "مُتَوَسِّم"۔

مُتَوَفِّیْ: پورا پورا لینے والا۔ قبض کرنے والا
تَوَفِّیْ سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو تَوَفَّیْتَ)

مُتَوَکِّلُوْنَ } بھروسہ کرنے والے۔ مُتَوَکِّل
مُتَوَکِّلِیْنَ } کی جمع۔ اول بحالت رفعی اور
ثانی بحالت نصبی و جری (دیکھو تَوَکُّل)۔

مَتِیْنٌ: سخت۔ مضبوط۔ مستحکم۔ مَتَانَۃ
سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

مَثَانِی :۔ بار بار ذکر کئے ہوئے مضامین آیات مَثَانِی۔ تَثْنِیَۃ (مکرر کرنا) یا ثَنَاء (تعریف) سے ماخوذ ہے۔ اس کا مفرد مَثْنَاۃ یا مَثْنِیَۃ ہے۔ سورۃ الزمر میں تمام قرآن کی صفت "مَثَانِی" ذکر فرمائی گئی ہے۔ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ (اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا یعنی وہ کتاب جو مُتَشَابِہ اور مَثَانِی ہے) اور یہ اس لئے کہ قرآن مجید میں اکثر مضامین و مباحث بہ تکرار واقع ہوئے ہیں اور پورا قرآن اللہ تعالیٰ کی ستائش و ثنائش پر مشتمل ہے۔ اور سورۃ الحجر کی آیت کریمہ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (اے نبی ہم نے تم کو سات آیات یا سورتیں جو مثانی ہیں، اور قرآنِ عظیم عطا فرمایا) میں "سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِی" سے مراد کی تعیین میں دو قول مشہور ہیں (۱) اس سے قرآن کریم کی شروع کی سات بڑی بڑی سورتیں مراد ہیں۔ (۲) اس سے سورۃ فاتحہ مراد ہے جو سات آیات پر مشتمل ہے۔ اس لئے کہ یہ سورت ہر نماز میں دوہرائی جاتی اور خداوند تعالیٰ کی خصوصی حمد و ثنا پر مشتمل ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں قولوں میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ کسی شے کی کوئی صفت ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صفت دوسری چیز میں نہ ہو۔

(ماخوذ از کشاف و ابن کثیر)

مَثْبُوْر : ہلاک کیا ہوا۔ ثُبُوْر سے اسم مفعول

مِثْقَال : ہموزن۔ برابر۔ جمع مَثَاقِیْل۔

مُثْقَلَۃ : لدی ہوئی۔ بوجھل گرانبار۔ اِثْقَال سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُثْقَلُوْن : گرانبار۔ بوجھل کئے ہوئے۔ اِثْقَال سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُثْقَل

مِثْل : مانند۔ مشابہ۔ جمع اَمْثَال۔

مَثَل : کہاوت۔ حال۔ قصہ جمع اَمْثَال

مُثْلٰی : بہترین۔ پسندیدہ۔ مَثَالَۃ سے اسم تفضیل واحد مونث۔ جمع مُثُل۔

مَثُلَات : عبرتناک سزائیں۔ واحد مَثُلَۃ

مَثُلَۃ :۔ اس عذاب کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے آدمی دوسروں کے لئے مثال بن جائے کہ اس کے انجام کو دیکھ کر اور لوگ بھی اس جرم سے بچیں جس کی پاداش میں یہ عذاب دیا گیا ہو مختصر یہ کہ عبرتناک سزا کا نام مَثُلَۃ ہے۔

(مفردات)

مِثْلَیْ : دو مانند۔ دو مثل۔ مِثْل کا تثنیہ بحالت نصب و جر۔ اصل میں مِثْلَیْنِ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مَثْنٰی :۔ دو دو۔

مَثْوٰی: ٹھکانا۔ منزل۔ ثَوَاء سے
اسم ظرف۔

مَثُوبَۃ: جزا۔ بدلہ۔ ثواب۔

مَجَالِسْ: محفلیں۔ واحد مَجْلِسْ۔ جُلُوس
سے اسم ظرف جمع۔

مُجَاهِدُوْنَ؛ مُجَاهِدِيْن: جہاد کرنے والے مُجَاهِد
کی جمع۔ جِهَاد سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اول
بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی وجری۔
(دیکھو مُجَاهِدُوْن)

مُجْتَمِعُوْنَ: جمع ہونے والے۔ اِجْتِمَاع
سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُجْتَمِعْ۔

مَجْذُوْذ: کاٹا ہوا۔ جَذّ سے اسم مفعول
واحد مذکر۔

مَجْرٰی: بہنے کی جگہ۔ جَرَیَان سے اسم ظرف

مُجْرِم: گنہ گار۔ اِجْرَام سے اسم فاعل
واحد مذکر۔

مُجْرِمُوْنَ: گنہ گار لوگ۔ مُجْرِم کی جمع اول
مُجْرِمِیْنَ: بحالت رفعی اور ثانی بحالت
نصبی وجری۔

مَجْمَعْ: جمع ہونے کی جگہ۔ جمع ہونے کا
وقت۔ جَمْع سے اسم ظرف۔ مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن
وہ جگہ جہاں دو سمندروں کا اتصال ہوتا ہے۔
حافظ ابن کثیر نے بروایت نقل کی ہے۔

کہ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے خدا اگر تیرے بندوں
میں سے کوئی مجھ سے زیادہ علم والا ہو تو مجھے
بتلائیے کہ اس سے استفادہ کروں۔ وحی آئی
کہ ہاں مجمع البحرین، جہاں دو سمندر ایک دوسرے
سے ملتے ہیں وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے
زیادہ علم رکھتا ہے۔ پوری تعیین کے لئے نشانی
مقرر کی گئی کہ جس جگہ تمہاری بھنی ہوئی مچھلی گم
ہوجائے وہاں اُسے تلاش کرنا۔ موسیٰ علیہ السلام
اپنے خادم خاص یوشع بن نون کو ساتھ لیکر نکلے
اور سفر کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے۔ حضرت
موسیٰؑ نے توشہ دان یوشع کے سپرد کر دیا تھا۔
اُس میں سے مچھلی نکل کر دریا میں گھستی ہوئی چلی
گئی۔ موسیٰؑ کو خبر نہ ہوئی۔ آگے چل کر جب انھیں
بھوک لگی اور توشہ دان مانگا تو یوشع نے سب واقعہ
سنایا۔ موسیٰ علیہ السلام اس مقام کی طرف
واپس ہوئے۔ اور خدا کے اس بزرگ عالم بندہ
کی تلاش شروع کی۔ یہ بزرگ ایک چٹان پر چادر میں
لپٹے سمٹے بیٹھے ہوئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے
اُن کو سلام کیا اور اُن سے ان کے مخصوص علم کے
استفادہ کی درخواست کی۔ یہ بزرگ خضر علیہ السلام
تھے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ حضرت خضرؑ
نبی تھے یا ولی۔ راجح یہی ہے کہ وہ نبی تھے کیونکہ
آتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ

لَدُنَّا عِلْمًا۔ (ہم نے انھیں اپنی رحمت خصوصی سے نوازا تھا اور اپنے پاس سے علم کا بڑا حصہ عطا کیا تھا) ایک نبی ہی کی شان میں فرمایا جا سکتا ہے

مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن کونسا مقام ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ بحر فارس کے مشرقی اور بحر روم کے مغربی کناروں کا درمیانی علاقہ ہے اور محمد بن کعب قرظی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ بلادِ مغرب میں طنجہ کے قریب کا مقام ہے (ابن کثیر ۳/۹۲)

مَجْمُوْع :۔ جمع کیا ہوا۔ جَمْعٌ سے اسم مفعول، واحد مذکر۔

مَجْمُوْعُوْن :۔ جمع کئے ہوئے۔ جَمْعٌ سے اسم مفعول جمع مذکر۔

مَجْنُوْن : دیوانہ۔ جُنُوْن سے اسم مفعول واحد مذکر۔ جمع مَجَانِیْن۔

مَجُوْس : مجوسی۔ آتش پرست۔

یہ فارس کا قدیم مذہبی فرقہ ہے جو دو خداؤں کو مانتا ہے یزداں اور اہرمن۔ یزداں کو خالق خیر قرار دیتا ہے اور اہرمن کو خالق شر۔ اول الذکر کا مظہر نور کو قرار دیتا ہے اور آخر الذکر کا نار کو اور دونوں کی پرستش کرتا ہے۔

اس امر میں علماء متقدمین و متاخرین میں بڑا اختلاف ہے کہ مجوس اہل کتاب میں سے ہیں یا مشرکین میں سے، امام شافعیؒ اور ان کے اتباع مجوس کو اہل کتاب میں داخل قرار دیتے ہیں۔

نیل الاوطار میں بروایت امام شافعیؒ عبدالرزاق حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ :۔

"مجوس کتاب اور علم والے تھے جس کو وہ پڑھتے اور تلاوت کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ان کے بادشاہ نے شراب کی بیخودی میں اپنی بہن سے زنا کر لیا۔ صبح کو اس نے اپنے آپ کو رسوائی سے بچانے کے لئے یہ تاویل کی کہ اپنے امراء کو بلا کر سمجھایا کہ حضرت آدم بھی تو اپنے لڑکوں کی شادیاں اپنی لڑکیوں سے کر دیا کرتے تھے لہٰذا تم بھی ایسا ہی کرو۔ چنانچہ ان کے ہاں محرمات پر ہاتھ ڈالنے کی رسم شنیع پڑ گئی۔ جس نے مخالفت کی اسے اس نے قتل کر دیا۔ ان کی اس حرکت کی پاداش میں کتاب الٰہی ان کے درمیان سے اٹھالی گئی۔ اور ان کے قلوب سے محو کر دی گئی۔ ان کے پاس اس میں سے کچھ باقی نہ رہا"

نیز بروایت امام شافعی حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ عجم کی فتوحات کے بعد انہوں نے مجوس کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور فرمایا میں نہیں سمجھ پاتا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں یہ اہل کتاب تو ہیں نہیں ؟ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس سے جزیہ لیا ہے اور فرمایا ہے کہ :۔

شُنّوا بِھِم سُنَّۃَ اھل الکتاب۔
(ان سے اہل کتاب کے طریقہ پہ برتاؤ کرو۔)
چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کے مطابق عمل کیا۔ مگر امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے ائمہ مجوس کو اہل کتاب میں سے نہیں شمار کرتے۔

حضرت علیؓ سے جو اثر مروی ہے اس کی سند پہ کلام کیا گیا ہے۔ علامہ ماردینی نے لکھا ہے۔ کہ اس میں ابو سعد بقال ضعیف راوی ہے اور تمہید کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اکثر اہل علم اس اثر کو صحیح نہیں سمجھتے۔ رہی دوسری حدیث تو اس سے حضرت رسول کریم صلعم کا اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کا مجوس سے جزیہ قبول کر لینا ثابت ہوتا ہے ان کا اہل کتاب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق جزیہ مشرکین عجم سے بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔ صرف مشرکین عرب سے قبول نہیں کیا جاتا۔ بلکہ حدیث کے الفاظ کہ "ان سے اہل کتاب کے طریقہ پہ (جزیہ کے معاملہ میں) برتاؤ کرو" خود اشارہ کرتے ہیں کہ وہ اہل کتاب نہ تھے۔

علاوہ ازیں اگر مجوس اہل کتاب ہوتے تو ان کا ذبیحہ بھی حلال ہوتا اور ان کی عورتوں سے شادی کرنے کی بھی اجازت ہوتی حالانکہ حسن بن محمد سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے مجوس بحرین کے متعلق فرمایا:- ان من ابی منھم الاسلام ضربت علیہ الجزیہ ولا توکل لھم ذبیحہ ولا تنکح لھم امرأۃ (ان میں سے جو کوئی اسلام سے انکار کرے اس پہ جزیہ لگا دیا جائے گا اُن کا ذبح کیا ہوا کھایا نہ جائے اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے۔
(فیض الباری ج ۳ صفحہ ۴۶۹)

مُجِیب:- قبول کرنے والا۔ اِجابۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُجِیبُوْنَ:- قبول کرنے والے۔ مُجِیب کی جمع بحالت رفعی۔

مَجِیْدًا:- بزرگ۔ عظمت والا۔ مَجْد سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

مَحَارِیْبُ:- بیٹھک۔ درِ قلعہ۔ واحد مِحْرَاب دیکھو محراب

مُحَاسَبَۃ:- حساب کرنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

مِحَال:- حیلہ کرنا۔ داؤ کرنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

مَحَبَّۃ:- دوستی۔ محبت۔

مُحْتَضَر:- جس کے پاس حاضر ہوں۔ اِحتضار سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُحْتَظِر:- کانٹوں کی باڑھ لگانے والا۔ حظیرہ بنانے والا۔ اِحتظار سے اسم فاعل واحد مذکر

مَحْجُوْبُوْن :- روکے ہوئے۔ منع کئے ہوئے
حَجْب سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَحْجُوْب۔
مَحْجُوْر :- روکا ہوا۔ ممنوع۔ حَجْر سے
اسم مفعول واحد مذکر۔ حَجْر کے اصل معنی ہیں
کسی جگہ کے گرد اگرد بطور فصیل کے پتھر لگانا۔
ایسی جگہ کو "حِجْر" کہتے ہیں۔ (مفردات)
مُحْدَث :- نیا۔ جدید۔ اِحْدَاث سے
اسم مفعول واحد مذکر۔
مَحْذُوْر :- خوفناک۔ پُرخوف۔ حَذَر
سے اسم مفعول واحد مذکر۔ حَذَر کے
اصل معنی ہیں "کسی خوفناک چیز سے بچنا" جیسے
حَذِرْتُ الْاَسَدَ یا مِنَ الْاَسَدِ "میں شیر
سے بچا"۔ پس مَحْذُوْرٌ وہ خوفناک چیز
ہوئی جس سے احتراز و پرہیز کیا جائے۔
قرآن کریم میں عدا کے حذف کے ساتھ استعمال
ہوا ہے۔
مِحْرَاب :- بقول ابن جریر مِحْرَاب نمازی کے
سامنے کی جگہ کو کہتے ہیں اور کبھی مجلس اور بیٹھک
کی پیش جگہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے بعض
نے کہا ہے کہ محراب اس کمرہ یا حجرہ کو ہی کہتے
ہیں جس میں سیڑھیوں کے ذریعہ پہنچیں۔ آیت
کریمہ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ
وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (آل عمران) جب بھی

حضرت زکریا مریم کے حجرۂ عبادت میں پہنچتے تو
اُن کے پاس رزق (بے موسم کے پھل) پاتے
میں محراب سے مراد وہ کمرہ ہے جو عبادت گاہ
کے سامنے بنایا جاتا ہے۔ اس کا ایک دروازہ ہوتا
ہے اور چند سیڑھیاں۔ محراب میں بیٹھنے والا
عبادت گاہ کے لوگوں کی نگاہ سے مستور رہتا
ہے۔ (تفسیر المنار ج ۳ ص ۲۹۲) اس کی
جمع مَحَارِیْب آتی ہے۔
مُحَرَّر :- آزاد کیا ہوا۔ تَحْرِیْر سے اسم مفعول
واحد مذکر۔
مُحَرَّم :- حرام کیا ہوا۔ تَحْرِیْم سے اسم مفعول
واحد مذکر۔ ماہِ محرم کو "محرّم" اسی لئے کہتے
تھے کہ اس میں جنگ و جدل ممنوع تھی۔
مُحَرَّمَة :- حرام کی ہوئی۔ تَحْرِیْم سے
اسم مفعول واحد مؤنث۔
مَحْرُوْم :- محروم۔ حِرْمَان سے۔ اسم مفعول
واحد مذکر۔ قرآن کریم میں وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ
حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (اور ان کے
مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کا) میں محروم
سے وہ محتاج مراد ہے جو مانگتا نہیں اور لوگ
اُسے غنی سمجھ کر نظر انداز کردیتے ہیں (بیضاوی
ص ۳۳۳ ج ۲)
مَحْرُوْمُوْن :- محروم۔ بے نصیب۔ حِرْمَان سے

اسم مفعول جمع مذکر۔

مُحْسِن :- بھلائی کرنے والا۔ نیکی کرنے والا۔ سنوارنے والا۔ اِحْسان سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو اِحْسان)

مُحْسِنُوْن } نیکی کرنے والے سنوارنے والے
مُحْسِنِیْن } اِحْسان سے اسم فاعل جمع مذکر
اول بحالت رفعی و دوم بحالت نصبی و جری واحد مُحْسِن۔

مُحْسِنَات :- نیکی کرنے والیاں سنوارنے والیاں اِحْسان سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد مُحْسِنَة

مَحْسُوْر :- عاجز۔ درماندہ۔ ہارا ہوا۔ حَسْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَحْشُوْرَة :- جمع کی ہوئی۔ مجتمع۔ حشر سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُحْصَنَات :- شوہر والی عورتیں۔ آزاد عورتیں پارسا عورتیں۔ اِحْصان سے اسم مفعول جمع مؤنث۔ واحد مُحْصَنَة۔ اِحْصان کے اصل معنی ہیں حِصْن یعنی قلعہ میں داخل کرنا۔" شادی شدہ ہو کر چونکہ عورت اپنی عصمت و عفت کو محفوظ کر لیتی ہے۔ اسی طرح آزاد عورت بھی اپنے شرف حریت کی بناء پر اور پارسا عورت اپنے تقویٰ و طہارت کی وجہ سے غالباً بد معاشوں کے دست تطاول سے محفوظ ہوتی ہے اس لئے مُحْصَنَات کا اطلاق مذکورہ بالا تینوں قسم کی عورتوں پر ہوتا ہے اور قرینہ کی مدد سے کسی ایک معنے کا تعین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ میں الْمُحْصَنَات۔ سے شوہر والی عورتیں مراد ہیں۔ یعنی شوہر والی عورت سے اس کے شوہر کے ہوتے ہوئے نکاح کرنا حرام ہے البتہ وہ عورتیں جو دار الحرب سے قید ہو کر آئیں اور دار الحرب میں ان کے شوہر موجود ہوں اور ان میں سے کوئی تمہارے حصہ غنیمت میں آئے یا تم اسے اس کے مالک سے خرید لو تو وہ تمہارے لئے حلال ہیں اور وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ۔ الآیہ (یعنی جو مسلمان مفلسی کی وجہ سے آزاد مسلمان عورت سے نکاح نہ کر سکے تو وہ مسلمان باندی سے نکاح کر لے) اور فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ (یعنی بدکار باندی پر آزاد عورت کی بہ نسبت نصف حد (سزا) جاری ہو گی۔) ان دونوں آیتوں میں الْمُحْصَنَات سے مراد آزاد عورتیں ہیں۔ اور وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ (تمہارے لئے شریف و پارسا مسلمان اور کتابیہ یعنی

یہود یہ و نصرانیہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے)
اِس آیۃ میں المُحْصَنٰت سے شریف نیک
اور پارسا عورتیں مراد ہیں۔
مُحْصَنَۃ :۔ قلعہ بند۔ قلعے بنا کر محفوظ کی ہوئی
تَحْصِین سے اسم مفعول واحد مؤنث۔
مُحْصِنِیْنَ :۔ پاکدامن مرد۔ عورتوں کو بغرض
توالد و تناسل قیدِ نکاح میں لانے والے۔ اِحْصَان
سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔
مُحْضَرًا :۔ حاضر کیا ہوا۔ موجود۔ اِحْضَار سے
اسم مفعول واحد مذکر۔
مُحْضَرُوْنَ :۔ حاضر کئے ہوئے۔ اِحْضَار سے
اسم مفعول جمع مذکر۔
مَحْظُوْرًا :۔ حرام کیا ہوا۔ ممنوع۔ روکا ہوا۔
حَظْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔
مَحْفُوْظ :۔ حفاظت کیا ہوا۔ حِفْظ سے اسم
مفعول واحد مذکر۔ (دیکھو لوحِ محفوظ۔)
مُحْکَمٰت :۔ مضبوط کی ہوئی۔ یعنی وہ آیات
جو معنی مراد پر صریح دلالت کریں۔ اِحْکَام
سے اسم مفعول جمع مؤنث۔ واحد مُحْکَمَۃ
(دیکھو مُتَشَابِہَات)
مَحِلّ :۔ قربانی کی جگہ۔ منزل۔ حِلّ سے اسم ظرف
مُحِلِّی :۔ حلال سمجھنے والے۔ اِحْلَال سے اسم
فاعل جمع مذکر بحالت جری۔ اصل میں مُحِلِّیْنَ

تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ واحد مُحِلّ۔
مُحَلِّقِیْنَ :۔ سر منڈانے والے تَحْلِیْق سے
اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔
واحد مُحَلِّق۔
مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) تعریف کیا ہوا۔
سراہا ہوا۔ تَحْمِیْد سے، اسم مفعول واحد
مذکر۔ داعیٔ اعظم سید المرسلین، خاتم النبیین،
صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نامی۔
ولادت :۔ ۹ یا ۱۲ ربیع الاول سنہ فیل مطابق
۲۰ر اپریل ۵۷۱ء کو پیر کے دن فجر کے وقت سردار
مکہ عبد المطلب کی بیوہ بہو حضرت آمنہ کے بطن
سے وہ نیرِ رسالت طلوع ہوا جس کی روشنی سے
سارا عالم جگمگا اٹھا۔
اِس دُرِّ یتیم کے باپ عبد اللہ دو ماہ پہلے ہی
انتقال کر چکے تھے، دادا عبد المطلب اپنے عزیز
بیٹے کی نشانی دیکھ کر بیحد مسرور ہوئے۔ گود میں
اٹھا کر حصول برکت کے لئے بیت اللہ لائے۔
اور نام "مُحَمَّد" رکھا۔
شروع شروع میں ابولہب کی باندی ثوبیہ نے
دودھ پلایا، پھر عرب کے شرفاء کے دستور کے
مطابق بنی سعد کے قبیلہ میں پرورش کے لئے
بھیج دیئے گئے اور حلیمہ سعدیہ کے حصہ میں دودھ
پلانے کی سعادت آئی۔

دورانِ پرورش میں حلیمہ نے اس بچے کی بڑی برکات مشاہدہ کیں۔ چھٹے سال یہ مقدس امانت بادلِ نخواستہ حضرت آمنہ کے حوالہ کر دی۔

اسی سال حضرت آمنہ اپنے نونہال کو لیکر اپنے مرحوم شوہر کی ننھیال شہر یثرب (مدینہ) آئیں اور واپسی میں ایک مختصر علالت کے بعد بمقام ابواء میں راہی ملک بقاء ہوئیں۔

عبدالمطلب نے اپنے یتیم و بے پیر پوتے سے بڑی محبت و شفقت کا برتاؤ کیا۔ مگر دو سال بعد بیاسی برس کی عمر کو پہنچکر وہ بھی اللہ کو پیارے ہوئے آٹھ سال کی عمر میں آپ اپنے مشفق چچا ابوطالب کی آغوش میں آئے۔ چچا نے بھی اپنے پیارے بھتیجے کی دلداری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے۔ چنانچہ ان کے ساتھ ہی بارہ سال کی عمر میں شام کا سفر کیا۔ مگر ابھی بصریٰ ہی پہنچے تھے کہ ایک عیسائی راہب بحیرا کے مشورہ سے آپ کو واپس لے آئے۔

عرب میں پڑھنے لکھنے کا دستور نہ تھا، اس لئے ابوطالب نے حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی کسی مکتب میں نہ بٹھایا۔ البتہ وہاں کے رواج کے مطابق بکریاں چرانے کے لئے انھیں جنگل بھیجتے رہے۔ مکہ کے وادی و صحرا ہی آپ کا مدرسہ بنے اور بکریوں کی رکھوالی میں ہی آپ نے جہانبانی کی تعلیم حاصل کی۔

عرب کے ملک میں لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہی رہتا تھا۔ اسی زمانہ میں آپ بھی فجار کی لڑائی میں اپنے کنبہ کے ساتھ گئے مگر آپ کو انسانی خون کی یہ ارزانی بالکل پسند نہ آئی۔ چنانچہ اس لڑائی کے بعد جب کچھ نیک دل لوگوں نے جنگ و جدال کی مخالفت اور مظلوموں و بیکسوں کی حمایت کے لئے حلف الفضول کے نام سے ایک معاہدہ کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جن کی عمر ابھی سولہ سال ہی کی تھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

سنِ رشد:۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب سنِ رشد کو پہنچ چکے تھے۔ اب آپ کے عقل و فہم اور اخلاق و کردار کی خوبیاں ابھرنی شروع ہوئیں۔ آپ کی صداقت شعاری، پاکبازی، نیک نفسی، حق طلبی، دیانت داری کی عام شہرت ہونے لگی اور آپ "محمد الامین" کے نام سے پکارے جانے لگے۔

ایک اہم فیصلہ نے تو آپ کی دیانت و امانت کی شہرت کو بہت ہی بڑھا دیا۔

قریش نے خانہ کعبہ کی پرانی عمارت کو منہدم کر کے اُسے نئے سرے سے بنایا تو اس بات پر سخت جھگڑا ہو گیا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ

کون دوبارہ رکھے۔ ہر قبیلہ یہ فخر اپنے آپ حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس کے لئے ہر قربانی پیش کرنے کے لئے تیار تھا۔ آخر یہ طے پایا کہ دوسرے دن سب سے پہلے جو شخص کعبہ میں آئے وہی اس جھگڑے کو چکائے۔

صبح کو پو پھٹتے ہی لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ میں داخل ہوتے دیکھا تو جذبہ مسرت سے بیخود ہو کر چیخ پڑے۔ یہ تو "محمد الامینؐ" ہیں۔ "ہم ان کے فیصلہ پر قطعاً راضی ہیں" محمد الامینؐ آگے بڑھے، ایک بڑی چادر میں پتھر کو رکھا اور ہر قبیلہ کے سردار سے کہا کہ وہ اس چادر کے ایک ایک کونے کو تھام لے۔ جب پتھر چادر میں رکھا ہوا اپنی جگہ پہنچ گیا تو محمد الامینؐ نے اُسے اپنے مقدس ہاتھوں سے اٹھا کر اس کی جگہ نصب کر دیا۔

نکاح:۔ مکہ کی ایک دولتمند بیوہ خاتون خدیجہؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت اور امانت کی شہرت سنی تو انھیں بلا بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ وہ اُن کا سامانِ تجارت لیکر شام کا سفر کریں۔ آپ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ شام روانہ ہو گئے اور وہاں سے معقول نفع کما کر واپس آئے۔ خدیجہؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و امانت کے علاوہ ان کے دوسرے شمائل فضائل بھی میسرہ کی زبانی سُنے اور آخر انھیں نکاح کا پیغام بھیجدیا۔ جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پہلی شادی کے وقت ان کی عمر پچیس۲۵ سال اور ان کی بیوی خدیجہؓ کی چالیس۴۰ سال تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بیوی آپ کی بڑی وفادار اور جاں نثار تھیں اور آپ بھی ان سے بڑی محبت کرتے تھے جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے کوئی دوسری شادی نہ کی اور مرنے کے بعد بھی ان کو عزت و محبت کے ساتھ یاد کرتے رہے۔

نبوت:۔ جب آپ نے عمر کی چالیس منزلیں طے کر لیں تو خداوند قدوس نے آپ کو مقام نبوت پر سرفراز کیا۔ ایک دن آپ حسب معمول آبادی کے ہنگاموں سے دور غار حرا کی تنہائی میں اپنے معبود سے لو لگائے ہوئے تھے کہ جبرئیل امین آئے اور خدا کا پیغام لائے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اب خدا کے رسول تھے سب سے پہلے اپنے قریب ترین عزیزوں اور دوستوں کو خدا شناسی اور خدا پرستی کی دعوت دی۔ چنانچہ مردوں میں سب سے پہلے آپ کے دوست ابوبکر صدیقؓ۔ اور عورتوں میں آپ کی بیوی خدیجۃ الکبریٰؓ۔ اور بچوں میں چچازاد بھائی حضرت علیؓ اور غلاموں میں آپ کے غلام حضرت زیدؓ نے اس دعوت کو قبول کیا۔

یہ لوگ آپ کی خلوت و جلوت کے رازدار تھے۔ جانتے تھے کہ جس شخص نے کبھی مخلوق کے معاملات میں جھوٹ نہیں بولا وہ خالق کے معاملہ میں کیسے غلط بیانی کر سکتا ہے۔ پھر ان کی مدد سے دوسرے حق پسند لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔

دعوتِ اسلام اور مخالفت: تین برس تک دعوت و تبلیغ کا کام خاموشی کے ساتھ ہوتا رہا پھر خدا کا حکم ہوا کہ نکل کر میدان میں آ جایئے اور با آواز بلند پیغامِ حق سنایئے۔ آپ نے اس حکم کی تعمیل کی تو مکّہ میں اس سرے سے اس سرے تک مخالفت کا ایک طوفان اُمنڈ آیا۔

وہی لوگ جو کل تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جان چھڑکتے تھے، ان کو صادق و امین کہتے اُن کے ہونٹ خشک ہوتے تھے، اپنی امانتیں ان کے پاس جمع کراتے تھے اور اپنے اہم معاملات میں ان کو اپنا حاکم بناتے تھے، آپ کا مذاق اُڑانے لگے، آپ کو دیوانہ، شاعر اور ساحر بتانے لگے اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے لگے۔ مگر آپ نے اس مخالفت کی پروا نہ کی اور تبلیغ کا کام برابر جاری رکھا۔

آپ راہِ خدا میں سخت سے سخت اذیتیں برداشت کرتے اور پیشانی پہ بل بھی نہ آتا۔ مگر ضعیف اور غریب ساتھیوں کے مصائب آپ کا جگر خون کرتے تھے۔ اُن میں سے کسی کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیا جاتا، کسی کو گرم سنگریزوں پر لٹا کر سینہ پر پتھر رکھ دیا جاتا، کسی کے گلے میں رسّی باندھ کر اوباشوں کے حوالہ کر دیا جاتا۔ چنانچہ بعض ان مظالم کی تاب نہ لا کر راہیِ مُلکِ بقا بھی ہوئے۔

حضورؐ نے ان مظالم سے بچنے کے لئے اپنے کچھ ساتھیوں کو اجازت دی کہ وہ حبش کے ملک میں چلے جائیں۔ چنانچہ کچھ مسلمان وہاں چلے گئے اور وہاں کے نیک دل بادشاہ نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

قریش کو یہ بہت ناگوار گزرا۔ پہلے شاہ حبش نجاشی کو بہکانے اور ورغلانے کی کوشش کی جب اس میں ناکام ہوئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو شعب ابی طالب میں نظربند کر دیا اور یہ معاہدہ کیا کہ ان سے نہ کوئی ملے اور نہ کھانے پینے کی چیزیں ان کو دے۔

تین سال کی نظربندی کے بعد، ان ظالموں کے پنجہ سے رہائی ہوئی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے سہارے ٹوٹ گئے، پہلے آپ کے عزیز چچا ابو طالب اور پھر آپ کی چہیتی بیوی خدیجۃ الکبریٰ رضؓ آگے پیچھے دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کو ان کی موت کا بڑا رنج ہوا۔ چنانچہ اس

سال (۶۲۰ء) کا نام عام حزن پڑ گیا۔

اب کافروں نے آپ کو اور زیادہ تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں۔ راستہ چلتے ہوئے آپ کے سر پر مٹی ڈال دی جاتی، نماز پڑھتے ہوئے آپ کی پشت پر غلاظت کا ڈھیر لگا دیا جاتا، آپکی گردن میں پھندا ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کی جاتی، مگر اس پر بھی آپ کے پائے استقامت کو لغزش نہ ہوئی، آپ کی دعوت و تبلیغ پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ جاری رہی اور آپ کے متبعین کا حلقہ آہستہ آہستہ وسیع ہی ہوتا رہا۔ یثرب (مدینہ) کے دو قبیلوں کے کچھ آدمی حج کے لئے آئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کا پیام لیکر ان کے پاس پہنچے۔ ان کو اپنے ہم وطن یہودیوں سے اُن کی مذہبی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی بناء پر پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ نبی آخر الزماں کے ظہور کا وقت آگیا ہے۔ اُنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ دیکھا اور آپ کی پیاری باتیں سُنیں تو یقین کر لیا کہ وہ نبی منتظر یہی ہیں چنانچہ یہ لوگ مشرف باسلام ہو گئے اور مدینۂ منورہ واپس جا کر اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بھی اس سادہ اور سچے مذہب کی طرف دعوت دی۔ مدینہ کے یہ نو مسلم بڑے جوشیلے اور مخلص تھے اُنہوں نے بڑے جوش و خروش سے وہاں تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ اس لئے یہاں اسلام بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا۔ اور دو تین سال میں ہی سیکڑوں آدمی حلقۂ بگوش اسلام ہو گئے۔

ہجرت مدینہ:- اب آپ نے اپنے مکہ کے ساتھیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے مدینہ کے بھائیوں کے پاس جا رہیں۔ اور وہاں کی پُر امن فضا میں اطمینان کے ساتھ خدا کا نام لیں اور اس کے دین کا کام کریں۔ چنانچہ آہستہ آہستہ مسلمان مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے لگے۔

سرداران قریش محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اس غیر متوقع کامیابی کے نقشہ کو غور سے دیکھ رہے تھے اُنہوں نے آپس میں مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ رات کے اندھیرے میں مختلف قبیلوں کے کچھ لوگ جمع ہو کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مکان کو گھیر لیں اور اُنھیں سوتے ہوئے قتل کر دیں۔

پیغمبرِ خدا کو وحی خداوندی سے اُن کی اس سازش کا علم ہو گیا وہ باشارۂ خداوندی، سورۂ یٰسین کی آیتیں پڑھتے ہوئے شمشیر بکف دشمنوں کے حلقہ سے باہر نکل گئے۔ اور اپنے عزیز ترین ساتھی ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لیکر دن کو چھپتے اور رات کو سفر کرتے ہوئے، اپنے نئے جاں نثاروں کے پاس یثرب (مدینہ) پہنچ گئے۔

مدنی مسلمانوں نے اپنے محبوب رہنما کو ہاتھوں

ہاتھ لیا۔ وہ آپ کے اشارۂ ابرو پر اپنا خون بہانے اور مال لٹانے کو اپنی خوش قسمتی سمجھتے تھے۔

انہوں نے اپنے ستم رسیدہ بھائیوں کے ساتھ بھی وہ سلوک کیا جو حقیقی بھائیوں کے ساتھ بھی کرنا مشکل ہے۔ انہوں نے اُنھیں اپنے گھروں میں اُتارا، اپنی جائدادوں میں شریک کیا اور اپنی تجارتوں میں حصہ دار بنایا۔ اُسی وقت سے مدینہ کے مسلمان انصار (مددگار) اور مکہ کے مہاجر (راہِ خدا میں گھر بار چھوڑنے والے) کہلائے۔

نظامِ اسلامی کا قیام:- مدینہ کی آزاد فضا میں اسلام کو پھولنے پھلنے کے پورے مواقع حاصل تھے۔ چنانچہ یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا وہ حصہ اُترا جس پر عمل سے اسلام نے ایک جامع دینی و دنیوی نظام اور مسلمانوں نے ایک ملت کی شکل اختیار کر لی۔

ہجرت کے بعد ہی مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ساتھیوں کے ساتھ پہلے مٹی کی دیواریں اُٹھائیں پھر ان پر کھجوروں کے تنہ کی چھت پاٹ دی گئی۔ مسجد کے ارد گرد پیغمبر اسلام اور آپ کی ازواج مطہرات کے رہنے کے لئے کچھ کچی کوٹھریاں بنائی گئیں۔ مسجد کے صحن میں ایک چبوترہ (صفہ) بنایا گیا جو غرباءِ اسلام کا مہمان خانہ بھی تھا اور مبلغین دین کا مرکز بھی۔ یہ تھا مدینہ میں اسلام کا پہلا "دارالامارۃ"

نماز باجماعت کی ادائگی کے لئے اذان کا طریقہ جاری کیا گیا۔ جمعہ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے اجتماعات قائم کئے گئے، رمضان کے روزے قربانی، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، شراب کی حرمت اور بدکاروں کے رجم کے احکام جاری ہوئے اور سب سے اہم بات یہ کہ ظالموں کے ظلم سے محفوظ رہنے کے لئے مسلمانوں کو تلوار کے مقابلہ میں تلوار سے کام لینے کی اجازت دی گئی۔

غزوات:- مکہ کے کافر خاموش بیٹھنے والے نہ تھے۔ انہوں نے اسلام کی روشنی کو قبول کرنے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ اس پر اصرار کیا کہ وہ اس روشنی کو بجھا کر رہیں گے۔

مدینہ منورہ میں بھی انھوں نے سازشوں کا جال بچھایا۔ مدینہ میں اور آس پاس کی بستیوں میں یہودیوں کی بڑی تعداد آباد تھی۔ یہ زیادہ تر سودی کاروبار کرتے تھے اور اپنے سرمایہ کے بل بوتے پر انہوں نے پورے علاقہ کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اسلام کی تعلیمات ان کے خلاف تھیں اس لئے یہودی اور دوسرے قبائل میں بھی بعض سازشی فطرت کے لوگ خفیہ طور پر مسلمانوں کے مخالفین سے مل گئے۔

یہودیوں اور منافقوں کی مدد سے مکے کے کافروں نے، مدینہ کے مسلمانوں پر بار بار حملے کئے۔ مسلمانوں نے بھی بڑے جوش و خروش کے ساتھ ان کو روکا اور بعض اوقات آگے بڑھ کر ان پر جوابی حملے کئے ان میں بدر، احد اور احزاب کے معرکے بہت مشہور ہیں۔

ان معرکوں میں بہادران اسلام نے اپنے سے کئی کئی گنے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور جوش اسلامی اور حرارت ایمانی سے دشمنوں کے چھکے چھڑا دئیے

صلح حدیبیہ

مکہ مسلمانوں کا پیارا وطن تھا۔ اور کعبہ خدا کا وہ مقدس گھر تھا جس کی طرف رخ کر کے مسلمان پانچ وقت نمازیں ادا کرتے تھے۔ ان کی بڑی تمنا تھی کہ وہ اپنے وطن کی دید اور خانہ کعبہ کی زیارت سے اپنے دل کی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ چنانچہ ۶ھ میں رسول اکرم صلعم چودہ سو رفقاء کو ساتھ لیکر طواف اور زیارت کعبہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ مگر سرداران مکہ نے آپ کو صلح کے ساتھ شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور جنگ کرنے کے لئے آپ تیار نہ ہوئے۔ تاہم ایک خوشگوار نتیجہ اس معرکہ میں نکل آیا کہ کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان صلح کا ایک دس سالہ معاہدہ ہو گیا اور یہ بھی اجازت مل گئی کہ وہ اگلے سال تین دن کے لئے مکہ میں آ کر طواف و زیارت کے مراسم انجام دے سکتے ہیں۔

اشاعت اسلام

اس صلح سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ ہوا۔ مسلمانوں کا یہ حق کافروں نے آخرکار تسلیم کر لیا کہ وہ امن و اطمینان کے ساتھ اپنے سچے مذہب پر عمل کر سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسکی سچائی سے آگاہ کر سکتے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب اطمینان کے ساتھ اشاعت اسلام کا کام انجام دینا شروع کر دیا۔ حبش، ایران، مصر، روم وغیرہ کے بادشاہوں کو آپ نے اسلام کی دعوت خطوط کے ذریعہ دی اور ان خطوط کو پہنچانے کے لئے ذی عقل و علم مبلغین کو مختلف ملکوں میں بھیجا۔ بادشاہ حبش نے اسلام قبول کر لیا، مصر اور روم کے بادشاہوں نے شائستگی کے ساتھ جواب دیدیا۔ مگر ایران کے شہنشاہ نے بدذہنی سے کام لیا اور حضور کے مکتوب گرامی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضور نے اسے بددعا دی اور چند ہی سال بعد اس کی وسیع سلطنت بھی پارہ پارہ ہو گئی۔

مدینہ کے مسلمانوں سے عرب کے مختلف قبیلوں کو بھی ملنے جلنے اور ان کی باتیں سننے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ ان کے اعلیٰ خصائل اور پاکیزہ شمائل دیکھ کر بہت سے سعادت مند دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ قریش کے دو بڑے سرداروں

خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کو بھی اسی زمانہ میں یہ سعادت نصیب ہوئی۔

فتحِ مکّہ مگر قریش کے کافروں نے دو ہی سال بعد (۸ھ) میں صلح کی شرائط کو توڑ دیا۔ خدا کے پیغمبر نے فیصلہ کیا کہ خدا کے پہلے مقدس گھر کعبہ کو بتوں کی نجاست اور بت پرستوں کی سیاہت سے پاک کر دیں۔ اور اسلام کے پرانے مرکز میں اسلام کے جھنڈے کو دوبارہ لہرائیں۔

رمضان ۸ھ میں، خدا کا وہ مقدس نبیؐ، جو اپنے ایک رفیق طریق ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں سفر کرتا ہوا اور دن کی روشنی میں چھپتا ہوا، مکہ کے ظالموں کے پنجۂ ظلم سے نجات پانے کے لئے مدینۂ منورہ میں پناہ گزیں ہوا تھا اِس شان سے دوبارہ مکہ میں داخل ہوا کہ دس ہزار قدوسیوں کا جیشِ عظیم سمندر کی موجوں کی طرح اردگرد رواں دواں تھا، اسلامی جھنڈے بادلوں کی طرح سروں پر چھائے ہوئے تھے اور نعرہ ہائے تکبیر کی مسلسل گونج سے فضا مرتعش ہو رہی تھی رحمۃ للعالمین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں داخل ہو کر اسے بتوں کی آلودگی سے پاک کیا۔ خداوندِ قدوس کے سامنے سجدۂ شکر ادا کرنے کیلئے سربسجود ہوئے پھر صحنِ کعبہ میں مجلس آراستہ فرمائی۔ سردارانِ مکہ آج غلامانِ محمدؐ کے ہاتھوں میں اسیر تھے۔ شدّتِ خوف سے اُن کے پِتّے پانی ہو رہے تھے اور فرطِ حیرت سے اُن کی نگاہیں پتھرا رہی تھیں۔ وہ ایک بدترین مجرم کی حیثیت سے اس دربار کے شہنشاہ کی زبان سے اپنی قسمتوں کا آخری فیصلہ سُننے کے منتظر تھے۔

شانِ رحمت رحمتِ عالم کی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبین پر مسکراہٹ کی لہریں دوڑیں اور آپ نے محبت کے لہجہ میں فرمایا، اے سردارانِ قریش! آج تم مجھ سے کس برتاؤ کی اُمید رکھتے ہو؟ اُنہوں نے یک زبان ہو کر کہا، آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں، ہم آپ سے حُسنِ سلوک کے اُمیدوار ہیں۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

(آج تم پر کوئی ملامت نہیں تم سب آزاد ہو)

اِس "پولیس ایکشن" میں صرف چار انسانوں کا خون بہا۔ یہ وہ تھے جو قتل وغیرہ کے سلسلے میں پہلے ہی مفرور ملزم کی حیثیت رکھتے تھے۔

رحمۃ للعالمین کی اس شانِ رحمت کو دیکھ کر سردارانِ مکہ آپ کے غلام بے دام بن گئے۔ مکہ کے سب سے بڑے سردار ابوسفیان نے عہدِ غلامی کو استوار کیا اور مشرف باسلام ہوا۔ اور اُس کی بیوی ہندہ جس نے رسول اللہ کے چچا کا جگر چبایا تھا

اور خون بہا معاف بے اختیار پکار اٹھی کہ "آج مجھے محمدؐ کے خیمہ سے زیادہ کوئی خیمہ عزیز نہیں ہے۔"

ان نئے پروانوں کو ساتھ لے کر شمعِ نبوت آگے بڑھی اور مکہ کے اردگرد کے قبائل ہوازن و ثقیف میں کفر کی اندھیاریوں کو دور کیا۔ کفر کے ستونوں کے منہدم ہو جانے اور مرکزِ کفر میں اسلام کا جھنڈا بلند ہو جانے کے بعد، عرب کے جملہ قبائل جو اپنے پروہتوں کی وجہ سے اسلام کو قبول کرنے میں متذبذب تھے، دھڑا دھڑ جمعیتِ اسلامی میں داخل ہونے لگے۔ ہر علاقے سے وہاں کے سربرآوردہ لوگ وفود کی شکل میں مدینہ منورہ آنے لگے اور اللہ کے رسولؐ کی غلامی کا اقرار کر کے واپس جانے لگے۔

رومیوں سے مقابلہ: اسلام کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر قصرِ قیصر میں بھی زلزلہ آنے لگا۔ مدینہ منورہ میں خبر پہنچی کہ رومیوں نے شام میں بڑی بھاری فوج جمع کی ہے جو مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے بڑھنے والی ہے۔

فدایانِ اسلام، جذبۂ جاں فروشی و ولولۂ جاں سپاری کی بجلیاں پہلو میں چھپائے وقت کی سب سے بڑی مادی طاقت سے ٹکر لینے کے لئے مستانہ وار عازمِ شام ہوئے۔ مگر رومی سپہ سالاروں نے مقابلہ کی ہمت نہ کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

قیام فرمایا اور اسلام کا پیغام سنا کر مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

آفتابِ نبوت کا غروب: اب عرب کا ذرہ ذرہ اسلام کی روشنی سے منور ہو چکا تھا۔ وہی صحرا جو نعرہ ہائے تکبیر سے گونج رہے تھے اور جو قوم سب سے زیادہ خدا سے بیگانی تھی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے سب سے زیادہ خدا شناس اور خدا پرست بن چکی تھی اور اس قابل ہو گئی تھی کہ مدرسہ عالم میں روحانیت و اخلاق کی معلم بنے۔ اس لئے وقت آگیا کہ یہ رسولِ اعظم اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب دنیا سے رخصت ہونے کی تیاریاں شروع فرما دیں۔

سنہ ۱۰ھ میں آپ نے آخری حج کا ارادہ فرمایا۔ ارکانِ حج سے فراغت کے بعد ایک لاکھ بیس ہزار فدائیوں کے مجمع میں آپ نے آخری ہدایات دیں۔ یہ ہدایات آج بھی کائنات کے دینی و دنیوی امراض کے لئے بہترین نسخۂ شفا ہیں اور تاریخ میں "خطبۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہیں۔

اس خطبہ کے دوران میں آپ بار بار حاضرین سے پوچھتے تھے کہ "بتاؤ! میں نے خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں کوئی کو[illegible]

حاضرین جواب دیتے تھے کہ "اے پیغمبر خدا، بیشک
آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا"
عین اُس وقت یہ وحی ربانی نازل ہوئی:۔
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ
دِیْنًا (اے لوگو، آج میں نے تمہارے لئے
دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی
اور تمہارے لئے دین اسلام کو چن لیا)۔
رسالت کے فرائض کی بہترین ادائیگی، دین
خداوندی کی اعلیٰ تکمیل اور رضائے خداوندی
کے مکمل حصول کے بعد سید المرسلین رحمۃ للعالمین
صلے اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول سلہ
کو دوشنبہ کے دن تریسٹھ سال کی عمر میں،
مدینہ منورہ میں حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارک میں
وفات پائی اور وہ یہ بہترین امانت خداوندی
سپرد زمین ہوئی۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔
مَحْمُوْد: سراہا ہوا، تعریف کیا ہوا۔ حمد
سے اسم مفعول واحد مذکر۔
(مَقَامٌ، مَحْمُوْدٌ:۔ مَحْمُوْدٌ سراہا ہوا۔ تعریف
کیا ہوا۔ مَقَامُ مَحْمُوْدٌ سراہا ہوا مقام، تعریف
کی ہوئی جگہ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا

مَحْمُوْدًا میں اللہ تعالیٰ نے جناب رسالتماب
صلے اللہ علیہ وصحبہ وسلم سے آپ کو مقام محمود پر
کھڑا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ مقام محمود کیا چیز
ہے؟ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ
مقام محمود عرش الٰہی کی داہنی جانب ایک
مخصوص مقام ہوگا جہاں قیامت کے روز
آپ رونق افروز ہوں گے۔ چنانچہ فرمایا جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "قیامت کے
روز میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے
پہلے میرا جسم (مبارک) زمین سے برآمد ہوگا
سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے
پہلے میری شفاعت جناب باری میں مقبول
ہوگی۔ پھر جنت کے حلّوں میں سے ایک گراں بہا
حلّہ میرے زیب تن کیا جائے گا۔ پھر میں عرش
کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا۔ اور تمام مخلوق
میں سے کسی کو بھی میرے سوا یہ مقام نصیب
نہ ہوگا"۔ (ترمذی شریف)
عبداللہ بن عمر سے ایک روایت کا مفہوم
یہ ہے کہ قیامت کے روز جب تمام لوگ پریشان
ہو جائیں گے اور گرمی تشنگی کی شدت انہیں
حواس باختہ کر دے گی تو سب مل کر انبیاء کرام
علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور اُن سے
[illegible] کریں گے کہ جناب باری میں عرض

کیا جائے کہ ہم لوگوں کا حساب کتاب شروع کرکے فیصلہ کر دیا جائے تاکہ یہ انتظار کی زحمت اور شدید بیم کی کوفت تو دور ہو۔ تمام بزرگ اس سے پہلو تہی کریں گے۔ آخرکار جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے اور احکم الحاکمین کے دربار میں عدالتی کارروائی شروع ہو جائے گی۔ تو یہ شفاعت کرنے کا مقام مقام محمود ہے جس کی وجہ سے تمام مخلوق آپ کی مدح وستائش میں رطب اللسان ہوگی اور اصح یہ ہے کہ "مقام محمود" صرف قیامت کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ دنیا میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام انبیاء کرام سے افضل ہونا۔ قیامت تک آپ کی نبوت وشریعت کا باقی اور غیر منسوخ رہنا۔ آپ کے دین کا اکمل الادیان ہونا۔ اپنے تو اپنے غیروں اور دشمنوں تک کا آپ کی تعریف وثنا کے لئے مجبور ہونا (وغیر ذلک من الفضائل) یہ سب کچھ اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں میں سے آپ کو اور صرف آپ کو جس مقام اعلیٰ پر فائز کیا اور جو منصب بلند آپ کو تفویض فرمایا ہے وہ اور کسی کے نصیب میں نہیں ہے۔ اسی وجہ سے نہ صرف یہ کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں ہی ستائش حیثیت رکھتے ہیں بلکہ آخرت میں یہ امتیاز اور بھی نمایاں ہوگا۔ پس مقام محمود دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے یہی مقام ہے جو صرف آپ کیلئے مخصوص ہے۔ (ش)

مَحَوْنَا:- ہم نے مٹا دیا۔ مَحْوٌ سے ماضی جمع متکلم۔

مُحْیِی:- زندہ کرنے والا۔ اِحْیَاءٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَحْیَا:- جینا۔ زندہ ہونا۔ حَیٰوۃٌ سے مصدر میمی۔

مَحِیْصٌ:- بھاگنے کی جگہ۔ بچنے کی جگہ۔ حَیْصٌ سے اسم ظرف۔

مَحِیْضٌ:- حیض۔ حیض کا زمانہ۔ حَیْضٌ سے مصدر میمی واسم ظرف۔

مُحِیْطٌ:- گھیرنے والا۔ خوب جاننے والا۔ اِحَاطَۃٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُحِیْطَۃٌ:- گھیرنے والی۔ اِحَاطَۃٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مَخَاضٌ:- دردِ زہ جو بچہ جننے کے وقت ہوتا ہے۔ باب سَمِعَ سے مصدر واسم مصدر۔

مُخْبِتِیْنَ:- عاجزی کرنے والے۔ اِخْبَاتٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری واحد مُخْبِتٌ

مُخْتَالٌ:- تکبر کرنے والا۔ مغرور ومتکبر۔ اِخْتِیَالٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُختَلِف: طرح طرح۔ گوناگوں۔ بوقلموں۔ اِختلاف سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُختَلِفُونَ / **مُختَلِفِینَ** } اختلاف کرنے والے۔ مختلف کی جمع اوّل بحالتِ رفعی اور ثانی بحالت نصبی وجری۔

مَختُوم:۔ مہر کیا ہوا۔ ختم سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَخذُول:۔ وہ جس کی مدد چھوڑ دی جائے بے یار و مددگار۔ خُذلان سے اسم مفعول واحد مذکر

مَخرَج:۔ نکلنے کی جگہ۔ خُروج سے اسم ظرف۔

مُخرَج:۔ نکالا ہوا۔ نکالنا۔ اِخراج سے اسم مفعول واحد مذکر و مصدر میمی۔

مُخرِجُونَ:۔ نکالنے والے۔ اِخراج سے اسم فاعل جمع مذکر

مُخرَجُونَ / **مُخرَجِینَ** } نکالے ہوئے۔ اِخراج سے اسم مفعول جمع مذکر اوّل بحالت رفعی و ثانی بحالت جری۔

مُخزِی:۔ رُسوا کرنے والا۔ اِخزاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُخسِرِینَ:۔ کم کرنے والے۔ اِخسار سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُخسِر

مُخضَرَّۃً:۔ سرسبز و شاداب۔ اِخضِرار سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مَخضُود:۔ کانٹا دور کیا ہوا۔ بے خار۔ خَضد سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُخَلَّدُونَ:۔ ہمیشہ رکھے ہوئے۔ سدا رہنے والے۔ کانوں میں بالا پہنے ہوئے (لڑکے) تَخلِید سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مُخَلَّد۔

مُخلِص:۔ خالص کرنے والا۔ اِخلاص سے اسم فاعل واحد مذکر۔ اخلاص کے لغوی معنی ہیں "کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک و صاف کر دینا" اور یہ خُلوص کا متعدّی ہے جس کے معنی "آمیزش سے صاف و خالی ہونا" ہیں۔ اصطلاحِ شرع میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے داعیہ سے عمل کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی اس میں آمیزش نہ ہو۔ (امام غزالیؒ) اخلاص جانِ عبادت ہے۔ اخلاص کے بغیر عبادت میں عبادت کا مفہوم پیدا ہی نہیں ہوتا حتیٰ کہ ہجرت (راہِ خدا میں ترکِ وطن کرنا) جیسا اہم عمل بھی بیکار و رائیگاں ہو جاتا ہے چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے:۔ مَن کانَت ہِجرَتُہٗ لِدُنیا یُصِیبُہا او امرأۃ یتزوّجہا فہجرتُہٗ الیٰ ما ہاجر الیہ (جس کا مقصد ہجرت سے طلبِ دُنیا یا کسی عورت سے شادی کرنا ہو تو اُس کو ہجرت سے دین کا فائدہ حاصل نہ ہوگا)

اس کے برخلاف اخلاص و حسن نیت کی بدولت معاشرت و معیشت بھی عبادت بن جاتی ہے۔

چنانچہ اسی باب کی دوسری حدیث میں فرمایا گیا :- اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ لَهٗ صَدَقَةٌ (اگر کوئی شخص طلب ثواب کی نیت سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے تو وہ بھی اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے۔)

اخلاص کے ساتھ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ لینا بھی بہت کچھ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری شفاعت سے سب سے زیادہ کامیاب روز قیامت وہ ہوگا جو خلوص دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے" (بخاری)

مُخْلِصُوْنَ } خالص کرنے والے۔ مُخْلِص کی جمع
مُخْلِصِيْنَ } اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری۔

مُخْلَصِيْنَ :- خالص کئے ہوئے۔ مخصوص لوگ اِخْلَاص سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُخْلَص۔

مُخْلِفَ :- وعدہ خلافی کرنے والا۔ اِخْلَاف سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُخَلَّفُوْنَ :- پیچھے رہے ہوئے۔ تَخْلِيْف سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُخَلَّف۔

مُخَلَّقَةٍ :- صورت بنائی ہوئی۔ تَخْلِيْق سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَخْمَصَةٍ :- سخت بھوک۔

مَدَّ :- کھینچنا۔ پھیلانا۔ ڈھیل دینا۔ باب نصر سے مصدر۔

مَدَّ :- اس نے پھیلایا۔ مَدّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَدَائِنَ :- بستیاں۔ شہر۔ واحد مَدِيْنَة

مِدَاد :- سیاہی۔ روشنائی۔

مُدْبِرًا :- پیچھے چلنے والا۔ پیٹھ موڑنے والا۔ اِدْبَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُدَبِّرَات :- تدبیر کرنے والے فرشتے تَدْبِيْر سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُدَبِّرَة آیت کریمہ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا (پھر قسم ہے تدبیر و انتظام کرنے والے فرشتوں کی) میں جمہور مفسرین کے نزدیک فرشتے مراد ہیں۔ مقاتل اور عبدالرحمان بن سابا ط نے اس سے مراد ملائکہ اربعہ یعنی جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اور عزرائیل (ملک الموت) کو لیا ہے مگر ابن عباس نے کوئی تخصیص نہیں کی بلکہ تمام وہ فرشتے جن کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف امور کی انجام دہی عائد کر رکھی ہے مراد لئے ہیں۔ اور یہی صحیح وا وفق ہے کیونکہ صحیح روایات و احادیث سے ثابت ہے کہ بعض فرشتے انسان کی حفاظت کے

مامور ہیں بعض اس کے اعمال لکھتے ہیں
بعض بادو باران پر متعین ہیں بعض عورت
کے رحم پر۔ بعض جنت پر اور بعض دوزخ
پر وغیر ذالک۔ یہ تمام فرشتے اللہ تعالےٰ
کی طرف سے ان تمام امور کی انجام دہی کے لئے
اس کی ہدایات کے مطابق مامور ہیں اور اس
کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں رکھتے۔
اگرچہ ہم ان فرشتوں کو اپنی نظر سے نہیں دیکھتے
لیکن چونکہ حضرت صادق و مصدوق صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کے وجود کی خبر دی ہے اس لئے
اُن پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کے اُوپر
ایمان رکھنا شرعی ایمان کا وہ ضروری رکن ہے
جس کے بغیر ایمان معتبر نہیں ہوتا۔ بعض
ہیئت زدہ لوگوں نے یہاں "المدبرات"
سے ستارے مراد لئے ہیں مگر یہ قول بالکل غلط
اور یہ عقیدہ کفر ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے کسی ستارہ
میں تدبیر و تصرف کی طاقت نہیں رکھی۔
(التبیان فی اقسام القرآن)

مُدْبِرِیْنَ :- پیٹھ موڑنے والے۔ اِدْبَار سے
اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی جری۔ واحد
مُدْبِر۔

مُدَّۃٌ :- زمانہ، عرصہ۔ وقت مقررہ۔

مُدَّتْ :- وہ پھیلائی گئی۔ ہموار کی گئی۔
مَدٌّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

مُدَّثِّرُ :- چادر میں لپٹنے والا۔ تَدَثُّرٌ سے
اسم فاعل واحد مذکر۔ مُدَّثِّرٌ اصل میں مُتَدَثِّرٌ
تھا۔ تا کو دال سے بدل کر دال میں ادغام
کر دیا گیا۔
مُدَّثِّرُ سے بالاتفاق جناب رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم مراد ہیں۔ مگر آپ کو اس لقب سے
کیوں ملقب کیا گیا اس کے جواب میں مفسرین
نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں :-
(۱) شروع شروع میں جب آپ نے خلوت حرا میں
حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت
میں دیکھا تو حضور پر ہیبت طاری ہوگئی اور آپ
گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ
سے فرمایا :- دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ وَصُبُّوْا
عَلَیَّ مَاءً بَارِدًا (مجھے کپڑا اوڑھادو، مجھے کپڑا
اوڑھادو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو) چنانچہ حضرت
خدیجہؓ نے کپڑا اوڑھا دیا۔ اس کے بعد جب وحی
نازل ہوئی تو اس میں آپ کی اس حالت کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے آپ کو المدثر کے لقب سے
ملقب کیا گیا۔
(۲) رؤساء کفار نے آپس میں مشورہ کیا کہ باہر سے
آنے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق
ہم سے سوال کرتے ہیں اور ہر شخص مختلف جواب

دیتا ہے کوئی کاہن، کوئی مجنون اور کوئی شاعر بتاتا ہے۔ جوابات مختلف ہونے کے باعث ان کی صحت مشکوک ہوجاتی ہے۔ لہٰذا کسی ایک بات پر اتفاق کرلیا جائے۔ چنانچہ بحث و گفتگو کے بعد طے پایا کہ ساحر کہا جائے۔ کیونکہ یہ امر واقعہ بھی ہے کہ جس طرح جادوگر عزیز و اقارب میں جدائی ڈال دیتے ہیں اسی طرح آپ نے بھی ہم میں تفرقہ پیدا کردیا ہے۔ حضور کو ان کی اس اسکیم کا جب علم ہوا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور رنج و فکر میں چادر میں منہ لپیٹ کر لیٹ گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اَلْمُدَّثِّرْ کے لقب سے خطاب کیا اور تبلیغ جاری رکھنے کا حکم دیا۔

(۳) اَلْمُدَّثِّرْ سے مراد جامہ نبوت میں ملبوس شخصیت ہے (ملخص از تفسیر کبیر امام رازیؒ)

مُدْحَضِیْنَ:۔ مغلوب۔ شکست خوردہ لوگ۔ اِدْحَاضٌ سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی جری۔ واحد مُدْحَضٌ۔

مَدْحُوْرًا:۔ دور کیا ہوا۔ دُحُوْرٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُدْخَلٌ:۔ مکان۔ داخل کرنے کی جگہ۔ داخل کرنا۔ اِدْخَالٌ سے اسم ظرف و مصدر میمی۔

مُدَّخَلٌ:۔ کوشش سے داخل ہونے کی جگہ۔ سر گھسانے کی جگہ۔ اِدِّخَالٌ سے اسم ظرف۔

مَدَدٌ:۔ یاری، مدد۔

مَدَدْنَا:۔ ہم نے دراز کیا۔ ہم نے پھیلایا۔ مَدٌّ سے ماضی جمع متکلم۔

مِدْرَارٌ:۔ مینہ برسانے والا بادل۔ دَرٌّ سے مبالغہ کا صیغہ۔

مُدْرَكُوْنَ:۔ پکڑے ہوئے۔ اِدْرَاكٌ سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مُدْرَكٌ۔

مُدَّكِرٌ:۔ نصیحت حاصل کرنے والا۔ عبرت پکڑنے والا۔ اِدِّكَارٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ اِدِّكَارٌ باب اِفْتِعَال سے مصدر ہے اور اس کا ماخذ "ذِکْرٌ" ہے۔ اصل میں یہ اِذْتِكَارٌ تھا۔ اِفْتِعَال کے فاء کلمہ میں جب ذال واقع ہو تو تاء کو دال سے بدل لینا واجب ہے۔ پس اِذْتِكَارٌ سے اِذْدِكَارٌ بنا اور اسم فاعل مُذْدَكِرٌ۔ تاء کو دال سے بدل لینے کے علاوہ دو صورتیں یہ بھی جائز ہیں کہ ذال کو دال سے بدلکر ادغام کردیا جائے۔ ایسی صورت اِدِّكَارٌ مصدر اور مُدَّكِرٌ اسم فاعل ہوگا۔ یا دال کو ذال سے بدلکر ادغام ہو اس صورت میں مصدر اِذِّكَارٌ اور اسم فاعل مُذَّكِرٌ ہوگا۔ (کذا فی کتب الصرف کالشافیۃ)

مُدْهَامَّتَانِ :- دو گہری سبز (جنتیں) اِدْھِیْمَامٌ سے اسم فاعل تثنیہ مؤنث۔ واحد مُدْهَامَّۃٌ۔ اِدْهِیْمَامٌ کے اصل معنی "بہت زیادہ سیاہ ہونا" ہیں۔ چونکہ انتہائی سرسبز و شاداب بلغ سیاہی مائل ہوتا ہے، اس لئے یہ تعبیر اختیار فرمائی گئی۔

مُدْهِنُوْنَ :- سستی کرنے والے (دین میں) اِدْهَانٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُدْهِنٌ (دیکھو تُدْهِنُ)

مَدْيَنَ :- ایک بستی کا نام جس کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ (دیکھو شُعَيْبٌ)

مَدِيْنَةٌ :- بستی۔ شہر۔ جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرۃ جہاں نبوت کے تیرھویں سال حضور نے مکہ سے ہجرت فرما کر سکونت اختیار فرمائی۔ یہ شہر پہلے مَدِيْنَةُ النَّبِيِّ کے نام سے موسوم ہوا۔ پھر مَدِيْنَةٌ کے نام سے شہرت پائی (تفصیل کے لئے دیکھو يَثْرِبُ)

مَدِيْنُوْنَ } تابعدار، غلام۔ بدلہ دئیے ہوئے
مَدِيْنِيْنَ } دِيْنٌ سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مَدِيْنٌ (اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی وجری)

مَذْءُوْمٌ :- مذمت کیا ہوا۔ برا کہا ہوا ذَأْمٌ سے اسم مفعول واحد مذکر

مُذَبْذَبِيْنَ :- شک شبہ میں پڑے ہوئے ذَبْذَبَۃٌ سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُذَبْذَبٌ۔

مُذْعِنِيْنَ :- یقین کرنے والے اِذْعَانٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُذْعِنٌ۔

مُذَكِّرٌ :- یاد دلانے والا۔ نصیحت کرنے والا۔ تَذْكِيْرٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَذْكُوْرٌ :- ذکر کیا ہوا۔ ذِكْرٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَذْمُوْمٌ :- مذمت کیا ہوا۔ ذَمٌّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرَّ :- وہ گذرا۔ مُرُوْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَرْءٌ :- مرد، انسان، آدمی۔

مِرَاءٌ :- شک کرنا۔ جھگڑا کرنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

مَرَّاتٌ :- کئی بار، واحد مَرَّۃٌ۔

مَرَاضِعُ :- دودھ پلانے والی عورتیں۔ واحد مُرْضِعٌ۔

مُرَاغَمٌ :- بھاگنے کی جگہ، مُرَاغَمَۃٌ سے

اِسم ظرف واحد مذکر۔

مَرَافِق :۔ کہنیاں ۔ واحد مِرْفَق ۔

مِرَّۃ :۔ خوش منظری و خوبصورتی و بزرگی ۔ آیت کریمہ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ (النجم) میں ذُوْ مِرَّۃ سے مُراد حضرت جبریل علیہ السّلام ہیں۔ اور جس طرح رسول بشری (جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ انسانی قوتوں کے حامل۔ انتہائی حسین جمیل، اور بہترین علوم و کمالات کے ساتھ متصف تھے اسی طرح اس آیت میں رسولِ مَلَکی (جبریل) کو بھی ایسی صفات کا حامل فرمایا گیا ہے کہ وہ خوش منظر و خوبصورت و بزرگ اور شدید القویٰ فرشتہ ہے جس نے بحکم الٰہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی۔
(کذا حقق ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ)

مَرَّۃ :۔ ایک بار ۔ جمع مِرار ۔

مَرَّتْ :۔ وہ گذری ۔ مُرُوْر سے ماضی واحد مؤنث غائب ۔

مُرْتَاب :۔ شک کرنے والا ۔ اِرْتِیاب سے اسم فاعل واحد مذکر آیت کریمہ ہے کَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۔ (سورۃ المؤمن) جس طرح آلِ فرعون گمراہ ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو بھٹکا دیتا ہے جو حد سے گذرنے والے دین حق میں شک کرنے والے ہوتے ہیں) یعنی جو لوگ انبیاء کرام علیہم السّلام کے پیش کردہ نظامِ حیات اور دینِ حق کو اندھی تقلید اور جاہلانہ عصبیت کی بناء پر شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے اور طریق حق کو اختیار نہ کرنے کی وجہ سے اُن حدود سے تجاوز کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے متعین کی ہیں، تو توفیقِ الٰہی بھی اُن سے کنارہ کش ہو جاتی ہے اور اُن کو وہم و شک کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتی ہے۔ آخر جب وہ خُدا کی طرف نہیں جھکتے تو خدائے بے نیاز کو اُن کی پرواہ کیوں ہو؟ وہ معبودِ حقیقی کی درگاہ سے روگرداں ہو کر دوسرے آستانوں کے لئے اپنی پیشانیوں کو وقف کر دیں تو پھر خداوند غیور ہی اپنے حریم کریم میں انھیں گھسنے کی توفیق کیوں دے ؟۔

مَرَّتَانِ :۔ دو بار ۔ مَرَّۃ کا تثنیہ بحالتِ رفعی ۔

مُرْتَفَق :۔ تکیہ گاہ ۔ آرام گاہ ۔ منزل اِرْتِفاق سے اسم ظرف ۔

مُرْتَقِبُوْنَ :۔ انتظار کرنے والے ۔ اِرْتِقاب سے اسم فاعل جمع مذکر ۔ واحد مُرْتَقِب ۔

مَرَّتَیْنِ :۔ دو مرتبہ ۔ دو بار ۔ مَرَّۃ کا تثنیہ بحالتِ نصبی ۔

مَرَجَ :۔ اس نے چھوڑا ۔ مخلوط کیا ۔ مَرَج سے ماضی واحد مذکر غائب (دیکھو بحرین)

مَرْجَان :- مونگا ۔

مَرْجِع :- لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ رُجُوع سے، مصدر میمی ۔

مُرْجِفُوْن :- فساد کرنے والے، غلط خبریں اُڑانے والے۔ اِرْجَاف سے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُرْجِف ۔

مَرْجُوّ :- اُمید کیا ہُوا۔ رَجَاء سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرْجُوْمِیْن :- سنگسار کئے ہوئے۔ رَجْم سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَرْجُوْم ۔

مُرْجَوْن :- دیر کئے ہوئے۔ ڈھیل دیئے گئے ہوئے۔ اِرْجَاء سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُرْجیٰ ۔

مَرَح :- اِترانا۔ اکڑنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

مَرْحَب :- کشادہ ہونا۔ آرام پانا رُحْب سے مصدر میمی ۔ لَا مَرْحَبًا دور ہو جاؤ

مَرْحَمَة :- مہربانی کرنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر

مَرْحُوْمِیْن :- رحم کئے ہوئے۔ رَحْم سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَرْحُوْم ۔

مَرَدّ :- پھیرنا۔ لوٹنا۔ رَدّ سے مصدر میمی ۔

مُرْدِفِیْن :- پیچھے سے آنے والے۔ اِرْدَاف سے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی و جری۔ واحد مُرْدِف ۔

مَرَدُوْا :- انہوں نے سرکشی کی۔ ضد کی۔ مُرُوْدَة سے ماضی جمع مذکر غائب ۔

مَرْدُوْد :- پھیرا ہُوا۔ رَدّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرْدُوْدُوْن :- روکے ہوئے۔ رَدّ سے اسم مفعول جمع مذکر۔

مُرْسیٰ :- ٹھہرنا۔ اِرْسَاء سے مصدر میمی ۔

مُرْسِل :- بھیجنے والا ۔ اِرْسَال سے، اسم فاعل واحد مذکر۔

مُرْسَل :- بھیجا ہوا۔ اِرْسَال سے۔ اسم مفعول واحد مذکر۔

مُرْسَلَات :- بھیجی ہوئیں (ہوائیں یا فرشتے) اِرْسَال سے اسم مفعول جمع مؤنث ۔ واحد مُرْسَلَة ۔

مُرْسِلَة :- بھیجنے والی ۔ اِرْسَال سے ۔ اسم فاعل واحد مؤنث ۔

مُرْسِلُوْ :- بھیجنے والے ۔ اِرْسَال سے ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُرْسِل ۔ اصل میں مُرْسِلُوْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گئی ۔

مُرْسَلُوْنَ :- بھیجے ہوئے، فرستادگان ۔ اِرْسَال سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت رفعی ۔

مُرْسَلِیْن :- بھیجے ہوئے ۔ اِرْسَال سے ۔

اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔

مُرسِلِین:۔ بھیجنے والے۔ اِرسال سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔

مُرشِد:۔ راہبر، سیدھی راہ دکھانے والا۔ اِرشاد سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو ارشاد)

مِرصاد:۔ گھات لگانے والا۔ کمین گاہ۔ مرصاد رَصَد سے جس کے معنی گھات لگانے کے ہیں۔ یا مبالغہ کا صیغہ ہے جیسا کہ مِطعان (بہت زیادہ نیزہ مارنے والا) اور یا اسم ظرف ہے بروزن اسم آلہ جیسا کہ مِضمار (وہ جگہ جہاں گھوڑوں کو تھوڑی گھاس دے کر دُبلا کیا جائے) (بیضاوی صفحہ ۷۰۹)

مَرصَد:۔ انتظار کی جگہ۔ گھات کی جگہ۔ رَصَد سے اسم ظرف۔

مَرصُوص:۔ مضبوط، سیسہ پلایا ہوا۔ رَصّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرَض:۔ بیماری، بیمار ہونا۔ باب سَمِعَ سے مصدر

مَرضیٰ:۔ بیمار لوگ۔ واحد مَرِیض۔

مَرضَات:۔ رضامندی، خوشنودی۔

مَرِضتُ:۔ میں بیمار ہوا۔ مَرَض سے ماضی واحد متکلم۔

مُرضِعَۃ:۔ دودھ پلانے والی۔ اِرضاع سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ جمع مَراضِع۔

مَرضِیّ:۔ پسندیدہ۔ رِضا سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرضِیَّۃ:۔ پسندیدہ رِضا سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَرعیٰ:۔ چارہ، سبزی۔ چراگاہ بمعنی ثانی اسم ظرف رَعی سے۔

مِرفَق:۔ وہ کام جس سے نفع حاصل ہو۔

مَرفُود:۔ انعام دیا ہوا۔ رَفد سے اسم مفعول واحد مذکر

مَرفُوع:۔ بلند، اٹھایا ہوا، رَفع سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرقَد:۔ خوابگاہ، قبر، رُقود سے اسم ظرف۔

مَرقُوم:۔ درج کیا ہوا، لکھا ہوا۔ رَقم سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرکُوم:۔ تہ بتہ جما ہوا۔ گاڑھا (بادل) رَکم سے اسم مفعول واحد مذکر

مَرَدُوا:۔ وہ اَڑ گئے۔ مُرُود سے ماضی جمع مذکر غائب۔

مَروَۃ:۔ مکہ مکرمہ میں ایک پہاڑ کا نام کہ طواف کعبہ کے بعد اس پر اور دوسرے پہاڑ "صفا" پر سعی ہوتی ہے۔ اب یہ دونوں ہموار ہو چکے ہیں اور وہاں بازار قائم ہے۔ اسی بازار میں سعی کی جاتی ہے۔

مُرُور:۔ گذرنا۔ باب نصر سے مصدر۔

مَرِیْءٌ:۔ خوشگوار، سریع الہضم۔ مَرَاءَۃ سے صفت مشبّہ واحد مذکر۔

مُرِیْب:۔ اضطراب تردّد میں ڈالنے والا۔ اِرَابَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مِرْیَۃ:۔ شک، شبہ۔ دھوکا۔

مَرِیْج:۔ الجھا ہُوا، مختلط۔ مَرج سے فَعِیل بمعنی مفعول۔

مَرِیْد:۔ سرکش، خُدا کا نافرمان۔ مُرُوْدَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع مَرَدَۃ۔

مَرِیْض۔ بیمار۔ مَرَض سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع مَرْضٰی۔

مَرْیَم:۔ حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ السّلام کی والدہ ماجدہ کا نام نامی۔

اِن کے والد ماجد کا نام عمران بن ناشی اور والدہ محترمہ کا حنّہ بنت فاقوذ تھا۔ یہ دونوں میاں بیوی خُدا پرست و خُدا رسیدہ تھے اور بیت المقدس کے شہر میں پاکباز زندگی بسر کرتے تھے اولاد سے محروم تھے اور خُدا کی مرضی پر راضی بہ رضا تھے۔

ایک دن حنّہ نے ایک پرندہ کو دیکھا کہ اپنے بچّہ کو چُگا دے رہا ہے۔ دل میں بے اختیار خواہش پیدا ہوئی کہ "کاش میری گود بھی بھری ہوتی!" اور اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی دعا مانگی۔ دُعا قبول ہوئی اور نخلِ اُمید بارآور ہُوا۔

حالتِ حمل میں منّت مانی کہ "اے خُدا جو بچّہ میرے پیٹ میں ہے، میں اُسے تیرے لئے نامزد کرتی ہوں، وہ دُنیا کے تمام بکھیڑوں سے الگ تھلگ رہ کر تیری عبادت اور تیرے مقدس گھر مسجدِ اقصیٰ کی خدمت میں لگا رہے گا، تُو میری منّت کو قبول فرما"۔ گویا اِس طرح بیٹے کے لئے حسنِ طلب کا اظہار کیا مگر جب ایّامِ حمل تمام ہوئے تو خلافِ اُمید بیٹی پاکر مایوسی کے انداز میں کہا:

رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی (اے میرے پروردگار میرے تو لڑکی ہوئی۔) مطلب یہ تھا کہ اب میں اپنی نذر کیسے پُوری کر سکوں گی۔ لڑکی کو مسجدِ اقصیٰ کی خدمت کے لئے قبول کرنے کا تو دستور نہیں۔

حنّہ کے ان کلماتِ تحسّر کے ذکر کے بعد قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى۔ اللہ ہی کو بہتر معلوم تھا کہ کیسی دولت اُسے ملی ہے اور کیسی مقدس بچّی وہ جنی ہے۔ جیسا بیٹا وہ چاہتی تھی وہ اِس بیٹی کو کہاں پہنچ سکتا تھا۔)

بہرحال حنّہ نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور دُعا مانگی:۔ اِنِّیْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (اے خُدا، میں اسے اور اس کی اولاد کو مردود شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں)۔

خداوند تعالیٰ نے حنہؓ کی اس دعا کو بھی قبول فرمایا
چنانچہ اسی آیۃ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے
مروی ہے کہ :-
"جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اُسے ولادت کے وقت
شیطان مس کرتا ہے اور وہ اس کے مس کرنے
سے چیختا ہے مگر مریم اور عیسیٰ اس سے مستثنیٰ رکھے
گئے" (ابن کثیر ص۱/۳۵۹) فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ
حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو مقبول بارگاہ
بنایا جمال صورت و کمال سیرت سے نوازا اور اُن کی
اخلاقی و دینی و علمی تربیت کا بہترین سرو سامان کیا۔
اس کی صورت یہ ہوئی کہ مجاورین مسجد اقصیٰ کے
دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ عام دستور کے خلاف
اس پیاری بچی کو مسجد کی خدمت کے لئے قبول
کرلیں۔ پھر اس قبول کے بعد جب یہ سوال پیدا ہوا
کہ یہ کس کی کفالت میں رکھی جائیں کیونکہ سب مجاور
چاہتے تھے کہ یہ دولت اُن کے حصہ میں آئے۔ تو
آخر قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ حضرت زکریا جیسے
مقدس انسان کے نام نکلا جو بہترین معلم اخلاق
و پیشوائے دین ہونے کے علاوہ حضرت مریمؑ
کے خالو بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ ابن کثیر فرماتے ہیں
وانما قدر الله كون زكريا كفلها لسعادتها
لتقتبس منه علما جما نافعا و
عملا صالحا ولانه كان زوج خالتها
على ما ذكره ابن اسحاق (ابن کثیر ص۱/۳۶۰)
(اللہ تعالیٰ نے زکریا کو مریم کا کفیل اس لئے
بنایا تاکہ وہ سعادت سے بہرہ یاب ہوں اُن سے
علم کامل و نافع اور عمل صالح حاصل کریں۔ اور اس
لئے کہ وہ بقول ابن اسحاق مریم کے خالو ہوتے
تھے)۔ جب مریم ذرا سیانی ہوئیں تو حضرت زکریا
نے مسجد کے متصل ان کے لئے ایک حجرہ (محراب)
مخصوص کر دیا کہ یک گونہ مسجد سے علیحدہ بھی رہیں
اور مسجد کی خدمات بھی انجام دیتی رہیں۔

حضرت زکریا وقتاً فوقتاً مریم کی دیکھ بھال اور تعلیم و
تربیت کے لئے آتے رہتے تھے۔ جب وہ آتے تو یہ
دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ مادی و رُوحانی غذا کے لئے
مریم کے پاس بے موسم کے پھل اور عجیب و غریب
معلومات سے پُر علمی صحیفے رکھے ہوئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں نے مریم کو یہ
بشارت بھی سنائی کہ :-

يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ
وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ (اے
مریم تجھ کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا، نیک طینت و
پاکیزہ طبیعت بنایا اور تجھ کو سب جہان کی عورتوں پر
فضیلت دی۔)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مریم من کل الوجوہ

سب عورتوں سے افضل ہیں؟

تحقیق یہ ہے کہ یہاں مریم کی وہ فضیلت جزوی مراد ہے جو ان کو بغیر مسِ بشر عیسیٰ علیہ السّلام جیسا بیٹا پاکر حاصل ہوئی۔ اور جس کا ذکر متصلاً ہی واقع ہے۔ اس اعتبار سے وہ تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ اور دیگر اعتبارات سے وہ بنی اسرائیل کی تمام عورتوں سے تو افضل ہیں ہی۔

چنانچہ ایک حدیث میں حضرت فاطمہ کے متعلق حضور نے فرمایا:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَکِ یَا بُنَیَّۃُ شَبِیْھَۃً بِسَیِّدَۃِ نِسَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔ (تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اے بیٹی تجھے بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار (مریم) کے مشابہ بنایا) (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے عیسیٰؑ و زکریاؑ)

مِزَاج:۔ آمیزش، ملاوٹ۔

مُزْجٰۃ:۔ تھوڑی، ناقص، بے اعتبار۔ ازجاء سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُزَحْزِح:۔ سرکانے والا، دور کرنے والا۔ زَحْزَحَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُزْدَجَر:۔ ڈانٹ ڈپٹ، نصیحت۔ اِزْدِجَار سے مصدر میمی۔

مُزِّقْتُم:۔ تم ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ تمزیق سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

مَزَّقْنَا:۔ ہم نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تمزیق سے۔ ماضی جمع متکلم۔

مُزَّمِّل:۔ کپڑے میں لپٹنے والا۔ تزمّل سے اسم فاعل واحد مذکر۔ یہ اصل میں مُتَزَمِّل تھا۔ تا کو زا سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

بالاتفاق اس سے مراد جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو اس لقب سے کیوں مخاطب کیا گیا؟ اس کے متعلق بھی مفسرین کے کئی اقوال ہیں:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ چونکہ ابتدائے وحی میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ (مجھے کپڑا اُڑھا دو، مجھے کپڑا اُڑھا دو) فرمایا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کہہ کر آپ کو مخاطب فرمایا۔

فرّاء یہ کہتے ہیں کہ اس سورت کے نزول کے وقت آپ نماز کے لئے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ زِمل بمعنے بارِ گراں سے ماخوذ ہے۔ کہتے ہیں تزمّل فلان (فلاں شخص نے بھاری بوجھ اٹھا لیا) پس یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کے معنی ہیں۔ اے وہ ہستی کہ جس پر بڑی ذمہ داری آپڑی ہے اور تبلیغ و ہدایت کا بارِ گراں جس پر ڈالا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

مُزْن :- سفید بادل۔ واحد مُزْنَۃ ۔

مَزِیْد :- زیادتی، زیادہ۔ زِیَادَۃ سے مصدر میمی

مَسّ :- چھونا۔ باب نصر سے مصدر۔

مَسَّ :- اس نے چھوا۔ مَسّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَسَاجِد :- مسجدیں، عبادت خانے۔ واحد مَسْجِد سُجُوْد سے اسم ظرف جمع۔

مِسَاس :- چھونا۔ ہاتھ لگانا۔ باب نصر سے مصدر۔

مُسَافِحَات :- بدکار عورتیں، زانیہ عورتیں، سِفَاح سے اسم فاعل جمع مونث واحد مُسَافِحَہ :۔

مُسَافِحِیْن :- زناکار لوگ۔ سِفَاح سے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی و جری۔ واحد مُسَافِح ۔

مَسَاق :- چلنا۔ سَوْق سے مصدر میمی۔

مَسَاکِن :- گھر، منزلیں۔ سُکُوْن سے اسم ظرف جمع واحد مَسْکَن ۔

مَسَاکِیْن :- محتاج لوگ۔ واحد مِسْکِیْن ۔ (دیکھو مِسْکِیْن)۔

مَسْئُوْل :- جوابدہ، سوال کیا ہوا۔ سُؤال سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَسْئُوْلُوْن :- پوچھے ہوئے، بازپرس کیے ہوئے مَسْئُوْل کی جمع بحالتِ رفعی۔

مُسَبِّحُوْن :- تسبیح پڑھنے والے۔ تَسْبِیْح سے

مُسَبِّحِیْن :- } اسم فاعل جمع مذکر اوّل بحالتِ رفعی، ثانی بحالتِ نصبی و جری۔ تَسْبِیْح

مَسْبُوْقِیْن :- عاجز۔ وہ لوگ جن پر سبقت کر لی جائے۔ سَبْق سے اسم مفعول جمع مذکر بحالتِ نصبی و جری۔ واحد مَسْبُوْق ۔

مَسَّتْ :- اس نے چھوا۔ مَسّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

مُسْتَأْخِرِیْن :- پیچھے رہنے والے۔ اِسْتِئْخَار سے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی و جری۔ واحد مُسْتَأْخِر ۔

مُسْتَأْنِسِیْن :- انس پکڑنے والے، جی لگانے والے۔ اِسْتِئْنَاس سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُسْتَأْنِس

مُسْتَبْشِرَۃ :- خوش ہونے والی۔ اِسْتِبْشَار سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مُسْتَبْصِرِیْن :- بصارت رکھنے والے۔ ہوشیار۔ اِسْتِبْصَار سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُسْتَبْصِر

مُسْتَبِیْن :- ظاہر، روشن۔ اِسْتِبَانَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَخْفِی :- چھپنے والا۔ اِسْتِخْفَاء سے

اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَخْلَفِيْنَ :۔ جانشین بنائے ہوئے۔ اِسْتِخْلَاف سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی جری۔ واحد مُسْتَخْلَف۔

مُسْتَسْلِمُوْنَ :۔ اطاعت کرنے والے، سپرد کرنے والے۔ اِسْتِسْلَام سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُسْتَسْلِم۔

مُسْتَضْعَفُوْنَ } کمزور و ناتواں لوگ
مُسْتَضْعَفِيْنَ } اِسْتِضْعَاف سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُسْتَضْعَف اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی وجری۔

مُسْتَطَر :۔ لکھا ہوا۔ اِسْتِطَار سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسْتَطِيْر :۔ پھیلنے والا۔ پراگندہ۔ اِسْتِطَارَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَعَان :۔ جس سے مدد چاہی جائے، اِسْتِعَانَة سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسْتَغْفِرِيْنَ :۔ مغفرت چاہنے والے۔ اِسْتِغْفَار سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُسْتَغْفِر۔

مُسْتَقْبِل :۔ آگے ہونے والا۔ سامنے آنے والا اِسْتِقْبَال سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَقْدِمِيْنَ :۔ آگے ہونے والے، اِسْتِقْدَام سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُسْتَقْدِم۔

مُسْتَقِرٌّ :۔ ٹھیرنے والا۔ اِسْتِقْرَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَقَرٌّ :۔ ٹھیرایا ہوا، ٹھیرنے کی جگہ۔ اِسْتِقْرَار سے اسم مفعول واحد مذکر و اسم ظرف واحد

آیت کریمہ :۔ وَهُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ میں مُسْتَقَرٌّ و مُسْتَوْدَعٌ۔ کی تفسیر میں چند توجیہات ذکر کی گئی ہیں :۔

(۱) یہ دونوں لفظ اسم ظرف ہیں۔ اور گویا کہ تقدیر عبارت فَلَكُمْ مَكَانُ اسْتِقْرَارٍ و مَكَانُ اسْتِيْدَاعٍ ہے۔ اول سے باپ کی پیٹھ اور ثانی سے ماں کا پیٹ مراد ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں ایک جان یعنی (آدم) سے پیدا فرمایا (بایں طور) کہ تمہارے لئے ایک قرار کی جگہ (باپ کی پشت) اور ایک بطور امانت رہنے کی جگہ (بطن مادر) متعین فرمائی۔

(۲) مُسْتَقَرٌّ سے مراد بطن مادر ہے۔ اور "مُسْتَوْدَعٌ" سے مراد پشت پدر۔ باقی معنی وہی ہیں۔

(۳) عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ مروی ہے۔ کہ

"مُسْتَقَرٌّ" عبارت ہے ماں کے پیٹ سے اور "مُسْتَوْدَعٌ" سے مراد قبر ہے۔ اور آیت میں انسان کا آغاز و انجام بتلایا ہے۔ یعنی تمہارے لئے بطنِ مادر میں قرار کی جگہ ہے جہاں تم جنین کی شکل میں رہتے ہو اور ایک امانت کی جگہ ہے جہاں بالآخر زندگی کے سانس پورے کر کے سب کو جانا ہے یعنی قبر (قبر کو لفظ "مُسْتَوْدَعٌ" سے تعبیر کرنے میں حشر و معاد کی طرف لطیف اشارہ ہے کیونکہ امانت ہمیشہ نہیں رکھی جاتی بلکہ اس کو ایک مدت کے بعد واپس لے لیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان یہ نہ سمجھے کہ دنیوی زندگی کے بعد دائمی موت آجائے گی اور بس وہ قبر میں ہی رہے گا۔ نہیں قبر تو صرف امانت کی جگہ ہے اور انسان اس میں بطور امانت رکھا جاتا ہے۔ جب امانتوں کے واپس لینے کا ایک مقررہ وقت "اجلِ مسمّٰی" آئے گا تو زمین کے مخزن سے تمام امانتیں واپس کرلی جائینگی وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا۔

(۴) مُسْتَوْدَعٌ سے مراد قبر ہے اور مُسْتَقَرًّا سے انسان کا آخری دائمی ٹھکانا یعنی جنّت یا دوزخ (اور تنبیہ کی غرض سے "مُسْتَقَرًّا" کو ذکر میں مقدم کیا گیا تاکہ آدمی کو اپنے مُسْتَقَرًّا کی ہر وقت فکر لگی رہے۔

یہ توجیہات اس صورت میں ہیں جبکہ دونوں کلموں کو ظرف کے معنی میں لیا جائے۔

(الخازن مع تفعیل تیسیر و توضیح جلیل)

(۵) یہ دونوں لفظ اسم مفعول ہیں اور تقدیر عبارت فَمِنْكُمْ مُسْتَقَرٌّ وَّمِنْكُمْ مُسْتَوْدَعٌ ہے یعنی تم انسانوں میں سے کچھ تو اس دنیا میں ٹھیرے ہوئے ہیں اور کچھ اپنی حیاتِ مستعار کی مدت پورا کرنے کے بعد بطور امانت زمین کے حوالہ کر دیئے گئے۔

عربی ذوق کے لحاظ سے یہ آخری توجیہہ اقرب معلوم ہوتی ہے۔ (واللّٰہ اعلم بالصّواب)

(ش۔ ا)

مُسْتَقِيْمٌ:۔ سیدھا، دُرست۔ اِسْتِقَامَةٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَكْبِرٌ:۔ غرور کرنے والا۔ اِسْتِكْبَارٌ سے، اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَكْبِرُوْنَ / **مُسْتَكْبِرِيْنَ** } غرور کرنے والے۔ اِسْتِكْبَارٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُسْتَكْبِرٌ۔ اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔

مُسْتَمِرٌّ:۔ پہلے سے چلا آنے والا، جاری۔ اِسْتِمْرَارٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَمْسِكُوْنَ:۔ مضبوط پکڑنے والے۔

چنگل مارنے والے۔ اِسْتِمْسَاکْ سے اسم
فاعل جمع مذکر۔ واحد مُسْتَمْسِکْ۔
مُسْتَمِعْ :- خوب سُننے والا۔ اِسْتِمَاعْ سے
اسم فاعل واحد مذکر۔
مُسْتَمِعُوْنَ :- سُننے والے۔ اِسْتِمَاعْ سے
اسم فاعل جمع مذکر۔
مُسْتَنْفِرَۃٌ :- بدکنے والی، بھاگنے والی۔
اِسْتِنْفَارْ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔
مُسْتَوْدَعْ :- امانت رکھا ہوا، امانت رکھنے
کی جگہ۔ اِسْتِیْدَاعْ سے اسم مفعول واحد مذکر و
اسم ظرف (دیکھو مُسْتَقَر)
مَسْتُوْرْ :- چھپا ہوا۔ سَتْر سے اسم مفعول واحد مذکر
مُسْتَهْزِءُوْنَ :- ہنسی اڑانے والے اِسْتِہْزَاء
مُسْتَهْزِئِيْنَ :- سے اسم فاعل جمع مذکر
واحد مُسْتَہْزِیْ۔ اول بحالت رفعی و ثانی بحالت
نصبی و جری۔
مُسْتَيْقِنِيْنَ :- یقین کرنے والے۔ اِسْتِیْقَان
سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔
واحد مُسْتَیْقِنْ۔
مَسْجِدْ :- سجدہ کی جگہ۔ عبادت خانہ۔ سُجُوْد سے
اسم ظرف۔
اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامْ :- خانہ کعبہ کی مسجد۔ چونکہ
اُس مسجد اور اُس کی حدود میں بہت سی وہ چیزیں
اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دی ہیں جو دوسرے مقامات
میں حلال ہیں۔ اِس لئے اِس کو "المسجد الحرام"
کہا گیا۔
مَسْجُوْرْ :- خشک کیا ہوا۔ بھڑکایا ہوا، بھرا ہوا۔
سَجْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔
آیت کریمہ :- وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ (قسم ہے بحر
مسجور کی) میں "البحر المسجور" سے کونسا بحر
(سمندر) مراد ہے اور مسجور کے کیا معنی ہیں؟
مفسرین کی تاویلات اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔
بعض بزرگوں کا مختار یہ ہے کہ البحر سے دنیوی سمندر
نہیں بلکہ وہ بحر مراد ہے جس پر عرشِ عظیم ہے اور جس کے
بالائی اور زیریں حصّہ کی مسافت پانچسو برس کی راہ ہے
جیسا کہ ابوداؤدؒ نے حضرت احنف بن قیس سے
ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ لیکن اکثر
مفسرین اس سے دنیوی سمندر ہی مراد لیتے ہیں
جسے ہم دیکھتے اور جانتے ہیں۔ اور "مسجور"
کے متعلق کئی قول ہیں۔
(۱) مَسْجُوْر بمعنی مَمْلُوْ (پُر۔ بھرا ہوا) ہے۔
کہتے ہیں۔ سَجَرْتُ الْاِنَاءَ بِالْمَاءِ (میں نے
برتن کو پانی سے بھر دیا) اکثر اہل لغت کا قول یہی ہے۔
(۲) مَسْجُوْر بمعنی مُوْقَدْ (بھڑکایا ہوا ہے) ۔
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے
کہ سمندر کو قیامت کے دن بھڑکا کر آتشِ دوزخ میں

اضافہ کیا جائے گا۔

(۳) مَسْجُوْر بمعنی خشک ہے یعنی جس کا پانی سوکھ گیا ہو۔

(۴) ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ مَسْجُوْر بمعنے مَحْبُوْس (روکا ہوا) ہے بنا بریں بحر کی صفت مَسْجُوْر اس لئے لائی گئی کہ سمندر کو قدرتِ خداوندی نے روک رکھا ہے کہ وہ تمام زمین پر نہیں بہتا ورنہ سب کو غرق کر ڈالتا۔ اس لئے کہ پانی کی طبیعت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ زمین پر بہے جس طرح کہ ہوا کی طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ پانی کے اوپر رہے۔

چنانچہ حدیث میں بھی ہے مَا مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَالْبَحْرُ یَسْتَأْذِنُ رَبَّہٗ اَنْ یُّغْرِقَ بَنِیْ اٰدَمَ (کوئی دن بھی ایسا نہیں آتا جب کہ سمندر اپنے رب سے بنی آدم کو غرق کر دینے کی اجازت نہ چاہتا ہو) فی الواقع سمندر کا اپنی طبیعت کے اس تقاضے سے باز رہنا وہ چیز ہے جس نے دہریوں اور فلسفہ زدہ لوگوں کے اصول و قواعد کا استیصال کر کے رکھ دیا ہے۔

اقوال مذکورہ میں سب سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ مَسْجُوْر بمعنے مُوْقَد (بھڑکایا ہوا) ہے۔ لغت بھی اس پر شاہد ہے اور آیت کریمہ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ بھی اس پر دلیل ہے۔

چنانچہ سُجِّرَتْ کی تفسیر میں حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے:۔ اُوْقِدَتْ فَصَارَتْ نَارًا۔ (ملخص من التبیان للعلامۃ ابن القیم رحمۃ اللہ تعالٰی)

مَسْجُوْنِیْنَ :۔ قیدی لوگ۔ سِجْن سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مَسْجُوْن۔

مَسْح :۔ ہاتھ پھیرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر ہے۔ یہ معنی ہی مَسْح کے لغوی اور اصلی معنی ہیں اور یہ ہی آیت کریمہ:۔ رُدُّوْھَا عَلَیَّ فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ (ص) میں مراد ہیں۔ بعض ضعیف روایات کی بنا پر اکثر مفسرین نے یہاں مَسْح کو قَطْع (کاٹنا) کے معنی میں لیا ہے۔ اور قصہ کچھ ایسا بتلایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کا جائزہ لیا اور ان میں کچھ ایسے مصروف ہو گئے کہ نمازِ عصر فوت ہو گئی اور سورج غروب ہو گیا۔ اس پر آپ بہت رنجیدہ ہوئے کہ میں مال کی محبت میں خدا کی یاد سے غافل ہو گیا۔ پھر آپ نے بطور توبہ کے ان گھوڑوں کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹ ڈالیں اور اللہ نے آپ کے لئے دوبارہ سورج کو واپس کر دیا۔ آیات کریمہ کو اس قصہ پر حمل کرنا لفظی اعتبار سے تاویلات بعیدہ کو مستلزم ہونے کے علاوہ معنوی اعتبار سے

ایک پیغمبر کی شانِ رفیع کے بھی خلاف ہے۔
اِن آیتوں کے سیدھے سادے معنی یہ ہیں کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام نے شام کے وقت گھوڑوں کا
جائزہ لیا اور اللہ کی یہ نعمت دیکھ کر جذبۂ شکر سے
بے اختیار ہو کر فرمایا۔ اِنّیٓ احببت حُبّ الخیر
عن ذکرِ ربی یعنی یہ مال کی محبت جو مجھے
ہے تو ذکرِ رب اور یادِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ کہ
حقیقت شناس لوگ نعمت پر نہیں بلکہ مُنعِم
پر نظر رکھتے ہیں۔ اور چونکہ آپ ایک زبردست
بادشاہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ نبی بھی تھے
اِس لئے آپ نے لوگوں کے سامنے اس چیز کا
اظہار فرمایا تاکہ وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں
اور اسی ہی کی طرح اللہ کی شکرگزاری سیکھیں
آپ اللہ کی حمد و شکر میں ایسے مصروف ہوئے کہ
وہ گھوڑے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے یعنی
چلے گئے۔ جب کیفیتِ شکر کی شدّت کم ہوئی
اور آپ نے وہاں گھوڑوں کو نہ پایا تو خدام کو حکم دیا
کہ گھوڑے واپس لاؤ۔ حسب الحکم گھوڑے واپس
لائے گئے اور آپ پیار اور فرطِ عنایت سے
اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے
یہ تفسیر ہے جو خود آیت کے لفظوں سے صراحتہً
حاصل ہوتی ہے، اور یہی درست ہے۔ (ش ا)
مُسَخَّرِیْنَ :۔ جادو کئے ہوئے۔ تَسْخِیر سے
اسم مفعول جمع مذکر۔ بحالتِ نصبی جری۔
واحد مُسَخَّرٌ (دیکھو سِحْرٌ)
مَسْحُوْرًا :۔ جادو کیا ہوا۔ سِحْرٌ سے اسم
مفعول واحد مذکر۔
مَسْحُوْرُوْنَ :۔ جادو کئے ہوئے۔ مَسْحُوْر
کی جمع۔
مُسَخَّرٌ :۔ فرمانبردار کیا ہوا، تابعدار۔ تَسْخِیْر
سے اسم مفعول واحد مذکر۔
مُسَخَّرَاتٌ :۔ مطیع و فرمانبردار بنائی ہوئے
تابع بنائے ہوئے۔ تَسْخِیْر سے اسم مفعول
جمع مؤنث۔ واحد "مُسَخَّرَۃٌ" اس کا ماخذ
"سُخْرِیّ" ہے جس کے معنے بیگاری خادم کے
ہیں۔ یعنی وہ خادم جو خدمت کرے اور اپنی خدمت
کے بالعوض مخدوم سے کچھ نہ پائے پس تَسْخِیْر کے
اصل معنی ہوئے، بے اُجرت خادم بنانا۔ بیگاری
بنانا۔ قرآنِ کریم میں آسمان و زمین۔ شمس و قمر۔
دریاؤں پہاڑوں اور ستاروں وغیرہ کے لئے تسخیر
کا استعمال ہوا ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ نے ان تمام
چیزوں کو انسان کا بندۂ بے درم اور بے اُجرت کا
خادم۔ بیگاری بنایا ہے کہ انسان ان تمام چیزوں
سے مختلف قسم کے فوائد و منافع حاصل کرتا ہے لیکن
ان چیزوں میں سے کسی چیز کو انسان سے کچھ فائدہ
نہیں پہنچتا۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ جب یہ تمام

مخلوق اپنے وجود کا کوئی نہ کوئی مقصد اور غرض و
غایت رکھتی ہو اور سب کے سب انسان کے خادم و مطیع
ہیں تو کیا اس انسان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں؟
کیا یہ کسی کی خدمت و بندگی کی فطری ذمہ داری لئے
بغیر اس خاکدانِ عالم میں آیا ہو؟ اس کا جواب
اس آیت میں دیا گیا ہو:- وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ
وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (اور میں نے انسانوں اور
جنوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے)
تسخیر کے تین ارکان ہیں:-

(۱) مُسَخِّر:- یعنی خداوند تعالےٰ۔
(۲) مُسَخَّر:- یعنی مخلوقاتِ مذکورہ۔
(۳) مُسَخَّرلَہٗ:- یعنی انسان۔

اور فعل اطاعت صرف دو رکن رکھتا ہے:-

(۱) مُطِیع:- جیسے یہ مخلوقات۔
(۲) مُطاع:- جیسے باری تعالےٰ (ش ا)

مَسَخْنَا:- ہم نے صورت بگاڑ دی۔ مَسْخ سے
ماضی جمع متکلم۔

مَسَد:- خوب بٹی ہوئی رسّی کھجور کی چھال کی
یا چمڑے کی۔

مُسْرِف:- حد سے بڑھنے والا۔ اِسْراف
سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو لَا تُسْرِفُوا)

مُسْرِفُوْنَ } حد سے بڑھنے والے۔ مُسْرِف
مُسْرِفِیْنَ } کی جمع اول بحالت رفعی اور ثانی
بحالتِ نصبی و جری۔

مَسْرُوْر:- خوش، خوش کیا ہوا۔ سُرُوْر
سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَسْطُوْر:- لکھا ہوا۔ سَطْر سے اسم
مفعول واحد مذکر۔

مَسْغَبَة:- بھوک، کھانے کی خواہش مصدر میمی

مُسْفِرَة:- روشن، تابناک، چمکنے والی۔
اِسْفَار سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مَسْفُوْح:- بہایا ہوا۔ سَفْح سے اسم مفعول
واحد مذکر۔

مِسْک:- مشک (یہ لفظ معرب ہے)۔

مَسْکَن:- رہنے کی جگہ۔ مکان۔ سُکُوْن
سے اسم ظرف۔

مَسْکَنَة:- محتاجی، ضرورت مندی۔
(دیکھو مِسْکِیْن)

مَسْکُوْب:- بکھیرا ہوا، بہایا ہوا۔ سَکْب
سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَسْکُوْنَة:- بسی ہوئی، آباد۔ سُکُوْن
سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مِسْکِیْن:- فقیر۔ محتاج۔ نادار۔
قرآنِ کریم میں زکوٰۃ کے مصارف کے بیان میں
فرمایا گیا ہو:- اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ
وَالْمَسَاکِیْنِ الآیہ (صدقات فقیروں اور

مسکینوں وغیرہ کے لئے ہی ہیں)

یہاں فقیر اور مسکین کی تعریف میں اختلاف ہوا ہے، کہا گیا ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس اپنے اور متعلقین کے گزارہ کے لئے ایک دن کی خوراک ہو یا وہ اس کے حاصل کرنے پر قادر ہو (ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے مگر اُسے مانگنا جائز نہیں) اور مسکین وہ ہے جس کے پاس ایک دن کے گزارہ کے لائق بھی نہ ہو اور نہ وہ اس کے حاصل کرنے پر قادر ہو (ایسے شخص کو بقدر ضرورت مانگنا جائز ہے (لمعات) یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ (یا کھانا کھلانا محتاج کو جو خاک میں مل رہا ہے۔

تو "ذَا مَتْرَبَةٍ" مسکین کی صفت لانے سے معلوم ہوا ہے کہ مسکنت فقر کا انتہائی درجہ ہے، جبکہ آدمی بالکل مٹی میں مل جاتا ہے۔

اور بقول ابن کثیر جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ و خضر علیہم السلام کے واقعہ کے ضمن میں فرمایا گیا ہے:- أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ (وہ کشتی جس میں خضر نے سوراخ کر دیا مسکینوں کی تھی) تو اس سے معلوم ہوا کہ کشتی کے مالک ہوتے ہوئے بھی وہ مسکین ہو سکتے تھے۔

مگر اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ لام تملیک کا نہیں ہے بلکہ تخصیص کا ہے اور معنی یہ ہیں کہ کشتیوں کے ذریعہ وہ مسکین روزی کماتے تھے۔ یا کشتیوں سے بے کار ہو جانے کے بعد انہیں مسکین کہا گیا۔ (مفردات)

نیز حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے:- الفقير ليس بالذي لا مال له ولكن الفقير الأخلق الكسب۔ (فقیر وہ نہیں ہے جس کے پاس بالکل مال ہی نہ ہو بلکہ فقیر وہ ہے جو بیٹھ رہے اور کمانے پر قادر ہو۔) اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں:

ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ فقیر وہ شخص ہے جو سوال سے پرہیز کرے اور مسکین وہ ہے جو لوگوں کے پیچھے پھرے۔ قتادہ لکھتے ہیں کہ فقیر وہ ہے جو دائم المرض ہو اور مسکین وہ جو قوی تندرست ہو۔ سفیان ثوری کا قول ہے کہ مساکین سے فقرائے اہل کتاب مراد ہیں۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۶۴)

مُسْلِمٌ:- اللہ کا فرمانبردار، مسلمان۔ اِسْلَام سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو اسلام)

مُسْلِمَات:- اللہ کی فرمانبردار عورتیں، مسلمان عورتیں۔ اِسْلَام سے اسم فاعل جمع مؤنث، واحد مُسْلِمَةٌ۔

مُسَلَّمَةٌ:- صحیح و سالم و تندرست، سونپی ہوئی۔ تَسْلِيمٌ سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُسْلِمَة:- فرمانبرداری کرنے والی اللہ تعالیٰ کی۔ إِسْلَام سے اسم فاعل واحد مؤنث

مُسْلِمُوْنَ:- مسلمان لوگ، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری
مُسْلِمِيْنَ:- کرنے والے۔ إِسْلَام سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری۔ واحد مُسْلِمٌ۔

مُسْلِمَيْنِ:- فرمانبرداری کرنے والے۔ مُسْلِمٌ کا تثنیہ بحالت نصبی۔

مَسَسْنَا:- ہم نے چھوا۔ مَسٌّ سے ماضی جمع متکلم۔

مُسَنَّدَةٌ:- دیوار سے لگائی ہوئی۔ تَسْنِيْدٌ سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَسْنُوْنٌ:- متغیر، جس کا رنگ اور بو بدل جائے۔ سَنٌّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسَمًّى:- نام رکھا ہوا۔ مقرر، متعین۔ تَسْمِيَةٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسْمِعٌ:- سنانے والا۔ إِسْمَاعٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْمَعٌ:- سنایا ہوا۔ إِسْمَاعٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسْوَدٌّ:- سیاہ۔ کالا۔ إِسْوِدَادٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْوَدَّةٌ:- سیاہ، کالی۔ إِسْوِدَادٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ۔ اور قیامت کے دن تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے کہ ان کے چہرے سیاہ ہیں (چہرے کی سیاہی یا تو ان کی باطنی ظلمت کا انعکاس ہوگی اور یا پیش آنے والے عذاب کی شدت کے احساس سے ان کے چہرے بدصورت اور بے رونق ہو جائیں گے)۔

مُسَوَّمَةٌ:- نشان لگی ہوئی۔ علامت لگائی ہوئی۔ تَسْوِيْمٌ سے اسم مفعول واحد مؤنث

مُسَوِّمِيْنَ:- علامت لگانے والے۔ تَسْوِيْمٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُسَوِّمٌ

مُسَوَّمِيْنَ:- علامت لگائے ہوئے۔ تَسْوِيْمٌ سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُسَوَّمٌ قرآن کریم میں اصحاب بدر کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَأْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (اگر معرکہ میں صبر کرو گے اور کافر یکا یک

حملہ آور ہوں گے تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریگا جو اپنے گھوڑوں پر علامت لگانے والے ہوں گے یا جن پر خود علامت لگی ہوگی)، پہلے معنی مُسَوِّمِین پڑھنے کی صورت میں ہیں اور دوسرے مُسَوَّمِین پڑھنے کی صورت میں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے اس آیت کے ذیل میں جو روایات نقل کی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ معرکہ بدر میں جو فرشتے مدد کے لیے بھیجے گئے وہ مخصوص رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے اور اُن کے گھوڑوں پر بھی امتیازی علامات تھیں۔ (ابن کثیر ج ۱ ص۴۰۲)

مُسِیْءٌ:۔ بدکار، گنہ گار۔ اِسَاءَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر

مَسِیْحٌ:۔ حضرت عیسٰے علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا لقب مَسْح سے جس کے معنی چلنا، پھرنا ہیں صفت کا صیغہ بمعنی فاعل یا مفعول۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مَسِیْح اِس لئے کہا گیا کہ انہوں نے ساری زندگی چلتے پھرتے مسافرانہ حالت میں گزاری، نہ مکان بنایا اور نہ شادی کی۔ یا اِس لئے کہ وہ بیماروں پر ہاتھ پھیر کر اُن کو تندرست کر دیتے تھے (جیسا کہ قرآنِ کریم میں مذکور ہے)۔ یا اِس لئے کہ جب ان کی ولادت ہوئی تو اُن کے بدن پر تیل ملا ہوا تھا۔ یا اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اخلاق ذمیمہ و قوائے رذیلہ آپ میں سے دُور کر دیئے تھے۔

پہلی دو صورتوں میں مَسِیْح بمعنی مَاسِح ہے، اور آخری دو صورتوں میں بمعنی مَمْسُوْح ہے۔ یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ مَسِیْح کو عربی الاصل قرار دیا جائے ورنہ بعض محققین کی رائے ہے کہ یہ عبرانی لفظ مَشِیْحَا کا معرب ہے، حالات کی تفصیل کے لئے دیکھو "عیسیٰ"۔

حدیث میں لفظ مسیح کا اطلاق دجال پر بھی ہوا ہے، وہ اِس لئے کہ دجال کی داہنی آنکھ مٹی ہوئی ہوگی یعنی کانا ہوگا۔ یا اِس لئے کہ وہ بڑی تیزی سے زمین کو طے کر جائے گا۔ (مفردات)

مُسَیْطِرٌ:۔ داروغہ، نگہبان۔ تعینات کیا ہوا سَیْطَرَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر، دیکھو مُصَیْطِرٌ

مُسَیْطِرُوْنَ:۔ نگہبان۔ محافظ لوگ مُسَیْطِرٌ کی جمع بحالتِ رفعی۔

مَشَّاءٌ:۔ بہت چلنے والا۔ مَشْیٌ سے۔ مبالغہ کا صیغہ۔ قرآنِ کریم میں مَشَّاءٍ بِنَمِیْمٍ آیا ہے (نمیم کے معنی ہیں چغلی) یہاں وہ شخص مراد ہے جو چغلی کی باتیں نقل کرتا پھرے۔

مَشَارِبُ:۔ گھاٹ، شُرْب سے اسم ظرف جمع۔ واحد مَشْرَبٌ۔

مَشَارِقُ:۔ مشرقین۔ سورج کے نکلنے کے مقامات

واحد مَشْرِق. ہر روز آفتاب نکلنے کی جگہ علیحدہ ہے اس لئے جمع لائی گئی۔

مَشْئَمَۃ :- کم بختی، بائیں طرف۔ اَصْحَابُ الْمَشْئَمَۃِ دوزخی لوگ ہیں کیونکہ وہ بدبخت بھی ہیں نیز ان کا نامۂ اعمال بھی قیامت کے روز بائیں ہاتھ میں آئے گا۔

مُشْتَبِہ :- ایک دوسرے کے مشابہ۔ اِشْتِبَاہ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُشْتَرِکُوْنَ :- شریک ہونے والے۔ اِشْتِرَاک سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُشْتَرِکْ۔

مَشْحُوْن :- بھرا ہوا۔ شَحْن سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَشْرَب :- گھاٹ، پینے کی جگہ۔ پینا۔ شُرْب سے اسم ظرف و مصدر میمی۔

مَشْرِق :- سورج نکلنے کی جگہ۔ شُرُوْق سے اسم ظرف۔

مَشْرِقَیْنِ :- دو مشرق (ایک جاڑے کی اور ایک گرمی کی) مَشْرِق کا تثنیہ بحالتِ نصبی و جری۔

بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ مشرق و مغرب کی دوری یہاں تغلیباً مغرب پر بھی مشرق کا اطلاق کیا گیا۔

مُشْرِقِیْنَ :- چمکنے والے، اُجالے میں ہونے والے اِشْرَاق سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُشْرِق۔

مُشْرِکٌ :- شرک کرنے والا۔ کافر جو عبادت میں خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک کیا کرے۔ اِشْرَاک سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو شِرْک)

مُشْرِکَات :- شرک کرنے والیاں، کافر عورتیں۔ اِشْرَاک سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد مُشْرِکَۃ۔

مُشْرِکَۃ :- شرک کرنے والی، اِشْرَاک سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مُشْرِکُوْنَ }
مُشْرِکِیْنَ } مشرک لوگ۔ اِشْرَاک سے اسم فاعل جمع مذکر اول بحالت رفعی۔ ثانی بحالت نصبی و جری۔

مَشْعَر :- قربانی اور حج کی جگہ۔ جمع مَشَاعِر۔

اَلْمَشْعَرُ الْحَرَام - مزدلفہ یا کوہ قزح۔ لغت میں مَشْعَر نشانی اور علامت کے معنی میں آتا ہے۔ مفسرین اَلْمَشْعَرُ الْحَرَام کی تعیین میں مختلف ہیں۔ صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ اصح یہ ہے کہ "المشعر الحرام" سے مراد کوہ قزح ہے جو "مِنیٰ" سے متصل "مزدلفہ" کی انتہائی حد ہے اور حجاج جب مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہوتے ہیں تو راستہ میں یہ پہاڑ پڑتا ہے۔ اس کے پاس اللہ کا ذکر کرنا چاہیے علامہ واحدی نے اپنی کتاب "البـ[illegible]

میں اس سے مراد مزدلفہ بتلایا ہے جہاں عرفات
سے واپسی میں مغرب و عشاء کی نماز جمع کیجاتی ہے
اور رات گذار کر نمازِ فجر اندھیرے میں ادا کر کے
منیٰ کو روانہ ہوتے ہیں۔ امام رازیؒ نے اسی
قول کو ترجیح دی ہے۔

مُشفِقُونَ ڈرنے والے، اِشفاق سے
مُشفِقِینَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد
مُشفِق، اوّل بحالت رفعی، ثانی بحالت نصبی
و جری۔

مِشکوٰۃ:۔ طاق، چراغ رکھنے کا۔

مَشکُور:۔ مقبول، قدر کیا ہوا۔ شُکر سے
اسم مفعول واحد مذکر۔

مَشَوا:۔ وہ چلے۔ مَشی سے ماضی جمع مذکر غائب

مَشہَد:۔ حاضر ہونے کی جگہ۔ گواہی دینے کی جگہ
شُہُود اور شَہادۃ سے اسم ظرف۔ جمع مَشاہِد

مَشہُود: وہ جگہ جہاں حاضر ہوں۔ جس کی گواہی
دی جائے۔ شُہُود و شَہادۃ سے اسم مفعول
واحد مذکر۔ قرآنِ کریم (سورۂ بُرُوج) میں فرمایا گیا
ہے:۔ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ (قسم ہے شاہد و
مشہود کی) تو یہاں اسکی تفسیر میں مختلف
اقوال نقل کئے گئے ہیں:۔
(۱) مَشہُود سے مراد قیامت کا دن ہے اور شَاہِد
سے اہلِ محشر جو اُس دن حاضر ہوں گے۔ جیساکہ
دوسری جگہ روزِ قیامت ہی کے متعلق فرمایا گیا ہے
وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ۔ ابن عباس و مجاہد وغیرہما
کا یہی قول ہے۔ (۲) شَاہِد سے مراد نمازی
اور فرشتے ہیں اور مَشہُود سے روزِ جمعہ۔
کیونکہ اس دن فرشتے آتے ہیں اور نمازیوں کے
نام نوٹ کرتے ہیں جیساکہ حدیث میں آیا ہے۔ اور
خود حضور صلعم نے فرمایا ہے۔ "جمعہ کے روز بکثرت
مجھ پر درود پڑھا کرو فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ
تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ (کیونکہ یہ یومِ مشہود
ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں)"۔
(۳) مَشہُود سے مراد یوم عرفہ ہے اور شَاہِد
سے مُراد حجاج ہیں۔ (۴) شَاہِد و مَشہُود
دونوں لفظ عام ہیں۔ شاہد سے ہر حاضر اور
گواہی دینے والا مُراد ہے فرشتے ہوں یا انبیاء
کرام یا نمازی۔ اور مشہود سے مراد ہر وہ چیز یا جگہ
جس پر گواہی یا حاضری دی جائے جن و انس ہو
یا روزِ عرفہ یا یوم جمعہ (هذا ما اختاره الامام
الرازی وحققه ابن القیم رحمهما الله)

مَشِید:۔ گچ کیا ہوا، مضبوط بنایا ہوا۔ شَید
سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُشَیَّدَۃ:۔ مضبوط و مستحکم۔ تَشیِید سے،
اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَصَانِع:۔ قلعے، حوض، تالاب، واحد مَصنَع

اول الذکر معنے مجاہد سے منقول ہیں اور آخر الذکر قتادہ سے۔ (ابن کثیر)

مَصَابِیح :- چراغ۔ واحد مِصْبَاح۔

مِصْبَاح :- چراغ صبح سے اسم آلہ واحد جمع مَصَابِیح

مُصْبِحِیْنَ :- صبح کرنے والے۔ صبح کے وقت کو پانے والے۔ اِصْبَاح سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُصْبِحٌ۔

مُصَدِّق :- تصدیق کرنے والا، سچا بتانے والا تَصْدِیْق سے اسم فاعل واحد مذکر۔ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم دونوں کے لئے مُصَدِّق کی صفت ثابت کی ہے یعنی آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ پر اُتاری ہوئی کتاب "قرآن" دونوں کتب الٰہیہ سابقہ کی تصدیق کرنے والے ہیں یعنی جو بنیادی عقائد و اصول پہلی آسمانی کتابوں میں ثبت تھے اور ایمان و توحید کی جس طرح پہلے نبی تعلیم دیتے رہے ہیں اسی طرح آنحضور اور قرآن بھی ایمان و توحید کا سبق سکھلاتے ہیں اور ان ہی مسلمہ عقائد و مبادی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ پس اگر وہ کتابیں سچی تھیں تو ضروری ہے کہ یہ کتاب بھی سچی ہو اور تورات و انجیل کی پیش کردہ دعوت ایمان و توحید کو قبول کرنا ضروری تھا تو خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ دعوت کو قبول کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ حق بہر حال حق ہے اور محل کے اختلاف سے حق کی حقانیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

مُصَّدِّقَات :- صدقہ کرنے والیاں۔ تَصَدُّق سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ اصل میں مُتَصَدِّقَات تھا۔ تا کو صاد سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

مُصَّدِّقِیْنَ :- صدقہ کرنے والے۔ تَصَدُّق سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُصَّدِّق۔ یہ بھی اصل میں مُتَصَدِّقِیْنَ تھا

مُصَدِّقِیْنَ :- تصدیق کرنے والے، سچ ماننے والے۔ تَصْدِیْق سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔

مِصْر :- ہر وہ شہر جس کی حد بندی ہو۔ ایک معروف شہر کا نام۔ جمع اَمْصَار (بمعنی اول منصرف ہے اور بمعنی ثانی صرف و عدم صرف دونوں جائز ہیں مگر قرآن کریم میں غیر منصرف استعمال ہوا ہے)۔

مُصْرِخ :- فریاد رس۔ اِصْرَاخ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُصْرِخِیَّ :- میری فریاد کو پہنچنے والے۔ میرے فریاد رس۔ یہ لفظ مرکب ہے، مُصْرِخ کی جمع

مُصْرِخِیَّ اور یائے متکلم سے۔ اضافت کی
وجہ سے نون گر گئی اور دونوں یاؤں میں ادغام ہوگیا
مَصْرِف :۔ پھرنے کی جگہ۔ صَرف سے اسم ظرف
جمع مَصَارِف ۔
مَصْرُوْفًا :۔ پھرا ہوا، لوٹا ہوا۔ صَرف سے
اسم مفعول واحد مذکر۔
مُصْطَفَیْنَ :۔ پسند کئے ہوئے اور منتخب لوگ
اِصْطِفَاء سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت جری
واحد مُصْطَفٰی ۔
مُصَفًّی :۔ صاف کیا ہوا۔ تَصْفِیَۃ سے،
اسم مفعول واحد مذکر۔
مُصْفَرًّ :۔ زرد۔ اِصْفِرَار سے اسم فاعل
واحد مذکر۔
مَصْفُوْفَۃ :۔ صف بستہ، قطار در قطار۔
صَفّ سے اسم مفعول واحد مؤنث۔
مُصَلًّی :۔ نماز کی جگہ۔ صَلٰوۃ (بابِ تفعیل)
سے اسم مفعول واحد مذکر۔
مُصْلِحٌ :۔ سنوارنے والا، اصلاح کرنے والا
اِصْلَاح سے اسم فاعل واحد مذکر۔
مُصْلِحُوْنَ } اصلاح کرنے والے۔ اِصْلَاح سے
مُصْلِحِیْنَ } اسم فاعل جمع مذکر اول بحالتِ
رفعی، ثانی بحالت نصبی و جری۔
مُصَلِّیْنَ :۔ نماز پڑھنے والے۔ مُصَلِّی کی جمع
بحالت نصبی و جری۔ (دیکھو صَلٰوۃ)
مُصَوِّرٌ :۔ تصویر بنانے والا، نقشہ بنانے والا
تَصْوِیْر سے اسم فاعل واحد مذکر (اللہ تعالیٰ
کا اسم صفت) تَصْوِیْر کے معنی ہیں صورت
بنانا اور صورت اس مخصوص نقشہ کو کہتے ہیں
جس سے ایک شئے دوسری سے ممتاز ہو اور الگ پہچان
لی جائے۔ یہ محسوسات اور معقولات دونوں
کو شامل ہے، مثلاً انسان کی صورت صرف
اس کا ڈھانچہ اور رنگ روپ ہی نہیں ہے،
بلکہ اس کی وہ معنوی خصوصیات بھی اس میں
داخل ہیں جن کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات
ہے۔ چنانچہ صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ
(اللہ نے تمہاری تصویر بنائی تو بہترین صورتیں
بنائیں) میں جمال ظاہری و کمال باطنی دونوں
مراد ہیں۔ مُصَوِّر جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے
اس میں بھی یہی جامع معنی ملحوظ ہیں (مفردات)
مُصِیْبًا :۔ درست بات کہنے والا۔ پہنچنے والا
اِصَابَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔
مُصِیْبَۃ :۔ تکلیف، غم، مصیبت پہنچنے والی۔
اِصَابَۃ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔
جمع مَصَائِب ۔
مَصِیْرٌ :۔ لوٹنے کی جگہ۔ لوٹنا۔ صَیْر سے۔
اسم ظرف و مصدر میمی۔

مُصَیطِر :- جسم کو کھڑا ہو جانے والا، مسلّط، داروغہ۔ سَیطَرَۃٌ سے جس کے معنی سطر کی طرح جم کر کھڑا ہو جانے کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ یہ سین اور صاد دونوں سے آتا ہے۔

قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:- فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر آپ مُذَکِّر (نصیحت و فہمائش کرنے والے) بنا کر بھیجے گئے ہیں لہٰذا اپنے اس فرض کو آپ ہر حالت میں ادا کرتے رہیے۔ کافر مانیں یا نہ مانیں۔ اگر نہ مانیں تو کبیدہ خاطر نہ ہو جیے کہ آپ نے اپنے فرض کو ادا کر دیا، یہ اُن کی بدعملی و بدبختی ہے کہ انہوں نے آپ کی نصیحت پر کان نہ دھرا اور ہدایت قبول نہ کی آپ کو داروغہ بنا کر اُن پر مسلّط نہیں کر دیا گیا ہے کہ زبردستی اُن کو مسلمان بنائیں۔ اسلام ایمان کا تعلق تو دل کی خوشی سے ہے اور دل کی باگیں اس مقلب القلوب کے ہی ہاتھ میں ہیں۔

مَضٰی :- وہ گذرا۔ مُضِیٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَضَاجِع :- بچھونے۔ خواب گاہیں۔ ضُجُوعٌ سے اسم ظرف جمع۔ واحد مَضْجَع۔

مُضَآرٌّ :- نقصان دہ۔ ضِرَارٌ (مفاعلۃ) سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُضَاعَفَۃ :- دُونا کرنا، بڑھانا۔ بڑھا ہوا، دُوگنی کی ہوئی۔ باب مفاعلہ سے مصدر و اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَضَت :- وہ گذری، مُضِیٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

مُضْطَرٌّ :- بے چارہ، بے اختیار۔ اِضْطِرَارٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُضْعِفُوْنَ :- دُونا کرنے والے، دُونا لینے والے۔ اِضْعَافٌ سے اسم فاعل جمع مذکر، واحد مُضْعِفٌ۔

مُضْغَۃ :- گوشت کی بوٹی۔ جمع مُضَغٌ۔

مُضِلٌّ :- بہکانے والا۔ گمراہ کن۔ اِضْلَالٌ سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو ضلال)

مُضِلِّیْنَ :- بہکانے والے۔ مُضِلٌّ کی جمع بحالت نصبی و جری۔

مُضِیٌّ :- گذرنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

مُطَاعٌ :- پیشوا، جس کی اطاعت کی جائے۔ اِطَاعَۃٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَطَرٌ :- بارش۔ جمع اَمْطَارٌ۔

مُطَفِّفِیْنَ :- ناپ تول میں گھٹانے والے۔ تَطْفِیْفٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:- وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ = ناپ تول میں گھٹانے والوں کے لئے خرابی ہے کہ جب دوسروں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں

اور جب انھیں ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں)
اس آیت میں اصل مقصود ناپ تول میں کھوٹ کا
اور دیگر معاملات میں عموماً بددیانتی کی مذمت
کرنا ہے۔ اپنا حق پورا لینا مذموم نہیں مگر یہاں
اس کے ذکر سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ان بددیانتوں
کی ناپ تول میں یہ کمی بھول چوک سے نہیں ہوتی
بلکہ قصد و ارادہ سے ہوتی ہے کہ لیتے وقت ذرا کمی
نہیں چھوڑتے اور دیتے وقت گھٹا کر دیتے ہیں۔
جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
پانچ باتیں پانچ باتوں کے ساتھ ہیں جو قوم بدعہدی
میں مبتلا ہوتی ہے اللہ تعالے اس پر اس کے
دشمن کو مسلط کر دیتا ہے جو قوم قانون شریعت کے
مطابق اپنے معاملات کا فیصلہ نہیں کرتی اللہ
تعالیٰ اس میں فقر کو عام کر دیتا ہے جس قوم میں
بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس میں موت کو
مسلط کر دیتا ہے جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے
اللہ تعالیٰ اسے خشک سالی اور قحط میں مبتلا کر دیتا
ہے، اور جو قوم زکوٰۃ کو روک لیتی ہے اللہ تعالیٰ
اس سے بارش کو روک لیتا ہے (بیہقی)

مَطْلِع :- سورج نکلنے کی جگہ (مشرق)، طلوع
سے اسم ظرف۔ جمع مَطَالِع۔

مَطْلَع :- نکلنا۔ طلوع ہونا۔ طلوع سے
مصدر میمی۔

مُطَّلِعُون :- جھانکنے والے، واقف ہونے والے
اِطِّلَاع سے اسم فاعل جمع مذکر واحد مُطَّلِع۔

مُطَلَّقَات :- طلاق دی ہوئی عورتیں تَطْلِیق سے
اسم مفعول جمع مؤنث۔ واحد مُطَلَّقَہ (دیکھو طلاق)

مَطْلُوب :- چاہا ہوا۔ طلب کیا ہوا۔ طلب سے
اسم مفعول واحد مذکر۔

مُطْمَئِن :- پرسکون، باقرار۔ اِطْمِینَان سے
اسم فاعل واحد مذکر۔

مُطْمَئِنَّۃ :- چین اور سکون والی۔ اِطْمِینَان
سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

(النفس) المُطْمَئِنَّۃ :- سکون اور چین والا
نفس۔ اِطْمِئْنَان اور طُمَانِینَۃ کے
معنی ہیں "دل کا سکون اور چین سے ہونا اور
قلق و اضطراب سے دور رہنا"۔ آیت کریمہ
یٰاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ
اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً (اے
نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف خوش و خرم اور
محبوب و پسندیدہ ہو کر لوٹ) میں "نفس
مطمئنہ" سے مومن صالح کی روح اور
اس کا نفس مراد ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کی
معرفت اور دین حق کی راہ پر چل کر ہی انسان کو
سکون قلب اور اطمینان دل حاصل ہوتا
ہے اور جو آدمی معاصی کی دلدل اور فسق و فجور

کی اندھیاری میں پھنسا رہتا ہو وہ ہمیشہ قلق و اضطراب
میں گرفتار رہتا ہو اور سکونِ دل اس کے قریب بھی
نہیں پھٹکتا۔ اسکی وجہ یہ ہو کہ انسان کی اصل
فطرت اسلام و اطاعت ہے، وہ اللہ کا بندہ ہی پیدا
ہوا ہو اور اس کا فطری کام اللہ کی بندگی و غلامی
ہی ہو۔ اس لئے جو شخص اپنی فطرت کے اس
اولین تقاضہ کو پورا کر گے اپنے حقیقی مالک کی اطاعت
میں لگ جاتا ہو تو اس کو لامحالہ اطمینان و سکون
کی دولت ضرور نصیب ہوتی ہو جس طرح کہ ہر فطری
کام کو انجام دینے میں آدمی کو سکون محسوس ہوتا
ہے اور جو شخص اپنی فطرتِ بندگی کے تقاضہ کو
پامال کرتا اور راہِ ہدایت کے سوا، دوسرا راستہ
اختیار کرتا ہو تو چونکہ وہ ایک غیر فطری عمل کا
مرتکب ہو اس لئے سکونِ قلب کی دولت سے
وہ نامراد و محروم ہو جاتا ہو اور خواہشات نفسانی
کی چڑھتی ہوئی آندھی جب اترتی ہو تو اس کا ضمیر
خود اسے ملامت کرتا ہو۔ نفسِ انسانی کی اس حالت
کو لَوَّامَہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ البتہ جو لوگ
اپنی فطرت کو پامال کرتے کرتے اسے بالکل
مسخ کر دیتے ہیں اُن کے ضمیر کی روشنی بجھ
جاتی ہو اور اُن کے دل پر کفر و شرک کی مُہر لگ
جاتی ہو تو اُن کے اطمینان و بے اطمینانی کا
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مُطْمَئِنِّیْن:۔ قرار والے۔ اِطْمِئْنَان سے
اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی و جری۔ واحد
مُطْمَئِنّ۔

مُطَّوِّعِیْن:۔ نفل صدقات ادا کرنے والے
جی کھول کر خرچ کرنے والے۔ تَطَوُّع سے،
اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی و جری۔ واحد
مُطَّوِّع۔ یہ اصل میں مُتَطَوِّعِیْن تھا۔
تاء کو طاء سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔ تطوّع کے
معنی ہیں نفل عبادت کرنا۔ واجب سے زائد صدقہ
دینا، نماز پڑھنا، روزے رکھنا۔ یہاں مُطَّوِّعِیْن
سے بڑھ چڑھ کر راہِ خدا میں روپیہ خرچ کرنے والے
مراد ہیں۔

ایک مرتبہ حضور نے صحابہ کرام کو صدقہ کرنے کی
ترغیب دی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے
چار ہزار دینار پیش کئے۔ عاصم بن عدیؓ نے سو
وسق کھجوریں حاضر کیں۔ ایک غریب صحابی ابو
عقیلؓ نے اپنی محنت مشقت کی کمائی میں سے
ایک صاع چھوہارے صدقہ کئے۔ منافقین نے
اُن کا مذاق اُڑایا اور اُن کے صدقات کو نام و نمود
پر مبنی قرار دیا تو قرآنِ کریم نے اُن کو اَلْمُطَّوِّعِیْنَ
مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ (وہ مسلمان جو
دل کھول کر خیرات کرتے ہیں) کے لقب سے نوازا۔
(کشاف وغیرہ)۔

مَطْوِیَّات: لپیٹی ہوئیں (آسمان) طَیّ سے اسم مفعول جمع مؤنث واحد مَطْوِیَّۃ۔

مُطَہِّر:۔ پاک کرنے والا۔ تَطْہِیْر سے اسم فاعل واحد۔ مذکر۔

مُطَہَّرَۃ:۔ پاک کی ہوئی۔ تَطْہِیْر سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُطَہَّرُوْنَ:۔ پاک کئے ہوئے۔ تَطْہِیْر سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُطَہَّر۔

مُطَّہِّرِیْنَ:۔ خوب پاک و صاف رہنے والے تَطَہُّر سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی واحد مُطَّہِّر۔ یہ اصل میں مُتَطَہِّرِیْنَ تھا تاء کو طاء سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:۔ فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَہَّرُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ (اس مسجد میں وہ لوگ ہیں جو بہت زیادہ پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے) (توبہ ۲)

سیوطی نے درمنثور میں متعدد روایات نقل کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ حضور نے اہلِ قباء سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمہاری ایسی تعریف کس وجہ سے کی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ "ہم ڈھیلے سے استنجاء کے بعد پانی سے بھی طہارت کرتے ہیں"۔

مُظْلِم:۔ تاریک۔ اِظْلَام سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُظْلِمُوْنَ:۔ اندھیرے میں داخل ہونے والے۔ اِظْلَام سے اسم فاعل جمع مذکر۔

مَظْلُوْم:۔ ستایا ہوا، ظلم کیا ہوا۔ ظُلْم سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَعَ:۔ ساتھ (اسم ظرف ہے) (دیکھو ظُلْم)

مُعَاجِزِیْنَ:۔ ہرا دینے والے۔ مُعَاجَزَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی جری واحد مُعَاجِز۔

مَعَاد:۔ لوٹنے کی جگہ۔ عالم آخرت۔ عَوْد سے اسم ظرف (دیکھو قیامۃ)

مَعَاذ:۔ پناہ۔ عَوْذ سے مصدر میمی۔

مَعَاذِیْر:۔ بہانے۔ واحد مِعْذَار۔

مَعَارِج:۔ سیڑھیاں، درجے۔ واحد مِعْرَاج۔ اللہ تعالیٰ شانہ کو "ذِی الْمَعَارِج" (درجوں والا) اس لئے کہا گیا کہ اسکی بارگاہ قرب تک پہنچنے کے لئے انسانوں اور فرشتوں کو بہت سے درجات طے کرنے پڑتے ہیں۔

مَعَاش:۔ زندگی بسر کرنا، کمائی کرنا۔ روزی۔ روزی حاصل کرنے کا زمانہ۔ عَیْش سے مصدر میمی و اسم ظرف۔ جمع مَعَایِش۔

مَعَایِش:۔ روزیاں۔ واحد مَعِیْشَۃ۔

مُعْتَبِیْنَ:۔ منائے ہوئے، خوش کئے ہوئے

اِعتاب سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُعتَب۔

مُعتَلِیا:۔ حد سے بڑھنے والا۔ اِعتِلاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُعتَدُون } مُعتَدِین } حد سے گذرنے والے، سرکش لوگ مُعتَدِی کی جمع اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔

مُعتَر:۔ بے قرار، محتاج، سائل۔ اِعتِرار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُعجِز:۔ عاجز کرنے والا۔ تھکانے والا۔ اِعجاز سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُعجِزِی اللّٰہ:۔ اللہ کو ہرانے والے۔ اصل میں مُعجِزِین تھا۔ اِعجاز سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت جری۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مُعجِزِین:۔ عاجز کرنے والے۔ مُعجِز کی جمع بحالت نصبی و جری۔

مَعدُود:۔ گنا ہوا، متعیّن، مقرر۔ عَدّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَعدُودَات:۔ گنی ہوئی چیزیں۔ عَدّ سے اسم مفعول جمع مؤنث، واحد مَعدُودَۃ۔

(اَیَّام) مَعدُودَات:۔ گنے چنے دن، چند روز مخصوص ایام۔ آیت کریمہ:۔ کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِکُم لَعَلَّکُم تَتَّقُونَ اَیَّامًا مَّعدُودَات (مسلمانو۔ تم پر چند گنے چنے دنوں میں روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض تھا) میں "اَیَّامُ مَعدُودَات" سے رمضان المبارک کے ایام مراد ہیں۔ اور یہ تعبیر تشویق و ترغیب اور تسہیل کے لیئے اختیار فرمائی گئی ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ میرے بندو۔ یہ میری تم پر رحمت و عنایت ہے کہ محض چند گنے چنے دنوں میں تم پر روزہ فرض کیا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو تمام عمر کے لیئے یا ایک ماہ سے زائد بھی روزے تم پر فرض کر سکتا تھا۔ (امام رازیؒ)

اور "وَاذکُرُوا اللّٰہَ فِی اَیَّامٍ مَّعدُودَات" (مخصوص دنوں میں اللہ کو یاد کرو) میں ایام منیٰ (منیٰ میں ٹھیرنے کے دن) یعنی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذی الحجہ کے دن مراد ہیں۔ اور ذکر سے مراد تکبیر ہے جو رمی جمار کے وقت کہی جاتی ہے۔ پس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ان تین تاریخوں میں اللہ کا ذکر کرو یعنی تکبیر کے ساتھ رمی جمار کرو (اور یہ ذکر واجب ہے، اسکے علاوہ ذکر میں مشغول رہنا ان دنوں میں مسنون و مستحب ہے) پھر جو شخص منیٰ میں دو روز ہی ٹھیرے اور مکہ مکرمہ واپس آ جائے تو یہ بھی جائز ہے اور تین روز وقوف کرے تو یہ بھی

درست یعنی گیارہویں اور بارہویں تاریخ کا وقوف
ورمی تو سب پر ضروری ہے۔ مگر تیرھویں تاریخ میں
اختیار ہے اگر کوئی شخص تیرھویں تاریخ کو بھی منیٰ
میں رہے تو اس پر رمی واجب ہے ورنہ نہیں (ش)

مَعْدُوْدَة :- گنی ہوئی، شمار کی ہوئی۔ عَدّ سے
اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُعَذِّب :- عذاب دینے والا۔ تَعْذِیْب سے
اسم فاعل واحد مذکر۔

مُعَذِّبُوْنَ :- عذاب دینے والے۔ مُعَذِّب کی جمع
مُعَذِّبِیْنَ۔ اول کلمۂ رفعی اور ثانی بحالتِ نصبی و جری۔

مُعَذَّبُوْنَ :- عذاب دیے ہوئے۔ تَعْذِیْب سے
اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُعَذَّب۔

مَعْذِرَة :- بہانہ، عذر۔ مصدر میمی۔

مُعَذِّرُوْنَ :- بہانہ تراشنے والے، تَعْذِیْر سے
اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُعَذِّر۔

مَعَرَّة :- خرابی، مضرت، شر و فساد۔

مُعْرِضُوْنَ :- منہ پھیرنے والے۔ کنارہ کش لوگ
مُعْرِضِیْنَ :- اِعْرَاض سے اسم فاعل جمع مذکر
اول بحالتِ رفعی ثانی بحالتِ نصبی و جری واحد مُعْرِض

مَعْرُوْشَات :- اونچی کی ہوئیں، چھتری بنائی
ہوئیں، ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئیں۔ تَعْرِیْش سے
اسم مفعول جمع مؤنث۔ واحد مَعْرُوْشَة۔
قرآن کریم میں مَعْرُوْشَات و غَیْرَ مَعْرُوْشَات
جَنّٰت (باغوں) کی صفت واقع ہوئی ہے۔
مَعْرُوْشَات سے انگور وغیرہ کے باغ مراد ہیں
جن کی ٹٹیاں چڑھائی جاتی ہیں اور غیر معروشات
سے آم کھجور وغیرہ کے جن کی ٹٹیاں نہیں چڑھائی جاتیں

مَعْرُوْف :- نیکی، بھلائی، دستور، اسم مفعول واحد
مذکر۔ عِرْفَان و مَعْرِفَة سے۔ معروف کے لغوی معنی
ہوئے "جانی پہچانی ہوئی بات"۔ اصطلاح میں
معروف ہر اس بات کو کہتے ہیں جس کا مستحسن ہونا
نقل صحیح یا عقل سلیم سے جانا گیا ہو۔
امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-
المعروف اسمٌ لکل فعل یُعرف بالعقل
او الشرع حسنہ والمنکر ما یُنکر بہما۔
(معروف ہر اس فعل کو کہیں گے جس کی اچھائی عقل
یا شرع سے معلوم ہو اور منکر اس فعل کو جس کا یہ انکار کریں)
خالق عالم جو ہر شے کو عدم سے وجود میں لانے والا
ہے اس کے حکم سے جس چیز کا اچھا یا برا ہونا معلوم
ہو جائے۔ اس کے مَعْرُوْف یا مُنْکَر ہونے
میں تو کسی شبہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
مگر ان جزئیات امور میں بھی جن کے متعلق کوئی
نص شارع موجود نہیں ہے۔ ہر زمانہ اور ہر ملک کے
اہلِ عقل و فہم جن امور کو پسند یا ناپسند کرتے ہیں
اسلام نے ان کو بھی مَعْرُوْف اور مُنْکَر کے
ضمن میں شامل کیا ہے بشرطیکہ ان کی عقلِ سلیم اور

ہم مستقیم ہو اور جو کہ عقلاء قوم جن باتوں
کو پسند کرتے ہیں وہ پوری قوم کا دستور بن جاتی
ہیں۔ اس لیے معروف "دستور" اور "رواج" کے
معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور قرآن کریم
میں بھی یہ استعمال موجود ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ (اے اُمّتِ
مسلمہ تم بہترین اُمّت ہو جو دُنیا کی رہنمائی کے لیے
بھیجی گئی ہے۔ نیکی (معروف) کا حکم دیتے ہو اور
برائی (منکر) سے روکتے ہو) اور اس قسم کی دوسری
آیات اور احادیث میں جن میں امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کی تاکید ہے معروف اور منکر
سے وہ بھلائیاں اور برائیاں ہی مراد ہیں جو
بزبان شریعت معلوم ہوتی ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے
کہ جو اچھائیاں ہر قوم میں کالعرف (معروف)
ہیں ان کی تاکید میں تشدید کی ضرورت نہیں

البتہ بعض وہ معاشی و تمدنی اُمور جو عقائد
و اخلاق کی طرح اُصولی حیثیت نہیں رکھتے
اور لوگوں کے مصالح و منافع زمانہ اور ملک
کے اختلاف کی بنا پر ان میں مختلف ہوتی رہتی
ہیں۔ اسلام نے اُن میں عقلاء قوم کے مسلمہ و
مروجہ دستور کو تسلیم کیا ہے۔ اور اسی کا نام معروف
کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

چنانچہ عورتوں کے عام حقوق کے سلسلہ میں
ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
(اور عورتوں کے بھی مردوں پر ایسے ہی حقوق ہیں
جیسے کہ مردوں کے عورتوں پر دستور کے مطابق)
تو یہاں "معروف" سے "دستور" ہی مراد ہے۔ حافظ
ابن تیمیہ اور دیگر فقہاء نے لکھا ہے کہ زوجین
کے حقوق اور فرائض کے سلسلہ میں ان احکام
کے علاوہ جو نص سے ثابت ہیں۔ قوم اور
خاندان کے عام دستور کا بھی اعتبار ہوگا۔
چنانچہ اگر کسی خاندان میں صرف ایک ہی عورت
سے شادی کرنے کا دستور ہے اور لڑکی والے
اپنی بیٹی پر دوسری لڑکی لانے کو بُرا سمجھتے ہیں
تو اس دستور کو تسلیم کیا جائے گا۔ اور اسے نکاح
کی ایک شرط سمجھا جائے گا (تفسیر المنار ص۵ ج۹)
اسی طرح وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ
كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (اور ایک بچے کے
باپ پر بچے کو دودھ پلانے کے زمانہ میں (طلاق
دینے کے بعد بھی) ان کی ماؤں کا کھانا کپڑا واجب
ہے دستور کے مطابق) میں معروف سے دستور ہی
مراد ہے یعنی جس معیار کے نان و نفقہ کا
ان میں دستور ہے وہی ادا کرنا ہوگا۔

ہمارے زمانہ کے ایک فاضل اہل قلم مفسر نے
مَعْرُوْف وَمُنْکَر کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے
"قرآن کہتا ہے۔ یہ اعمال جن کی اچھائی بنی
نوع انسان نے جانی بوجھی ہوئی ہے۔ دین
الٰہی کے مطلوبہ اعمال ہیں۔ اسی طرح وہ اعمال
جن سے عام طور پر انکار کیا گیا ہے۔ جن کی
برائی پر تمام مذاہب متفق ہیں، دین الٰہی کے
ممنوعہ اعمال ہیں، یہ بات چونکہ دین کی اصل
حقیقت تھی۔ اس لئے اس میں اختلاف نہ
ہوسکا۔ اور مذہبی گروہوں کی بے شمار گمراہیوں
اور حقیقت فراموشیوں پر بھی ہمیشہ معلوم و مسلم
رہی۔ ان اعمال کی اچھائی برائی پر نوع
انسانی کے تمام عہدوں تمام مذہبوں
اور تمام قوموں کا عالمگیر اتفاق ان کی الہامی
اصلیت پر ایک بہت بڑی دلیل ہے پس
جہاں تک اعمال کا تعلق ہے میں انہی باتوں کے
کرنے کا حکم دیتا ہوں جن کی اچھائی عام طور
پر جانی بوجھی ہوئی ہے۔ اور انہی باتوں سے
روکتا ہوں۔ جن سے عام طور پر بنی نوع
انسان نے انکار کیا ہے یعنی میں مَعْرُوْف
کا حکم دیتا ہوں اور مُنْکَر سے روکتا ہوں
پس جب میری دعوت کا یہ حال ہے تو پھر
کسی انسان کو بھی جسے نیکی اور راستی سے اختلاف

نہیں کیوں مجھ سے اختلاف ہو؟" (ترجمان القرآن
پہلا) تفصیل بالا سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ
فاضل مفسر کی یہ تعریف جامع و مانع نہیں بلکہ
معروف و منکر کے اوّلین مصداق (جس کا
اچھا یا برا ہونا شریعت سے معلوم ہو) کو بھی
شامل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں "وحدت الادیان"
کے عقیدہ باطل کی بھی موہم ہے۔

مَعْرُوْفَۃ:۔ پہچانی ہوئی۔ عِرْفان سے اسم مفعول
واحد مؤنث۔

مَعْز:۔ بکری۔ بکریاں۔ (اسم جنس ہے)

مَعْزِل:۔ کنارہ۔ علیحدگی عَزْل سے اسم ظرف
و مصدر میمی۔

مَعْزُوْلُوْنَ:۔ برطرف کئے ہوئے۔ الگ کئے
ہوئے عَزْل سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مَعْزُوْل

مِعْشَار:۔ دسواں حصہ۔

مَعْشَر:۔ گروہ۔ جماعت جو باہم زندگی بسر
کرے۔ جمع مَعَاشِر۔

مُعْصِرَات:۔ نچوڑنے والیاں (یعنی برسنے والے
بادل) اِعْصَار سے اسم فاعل جمع مؤنث۔
واحد مُعْصِرَۃ۔

مَعْصِیَۃ:۔ گناہ۔ نافرمانی۔ جمع مَعَاصِی۔
(دیکھو عصیان)

مُعَطَّلَۃ:۔ نکمی۔ بیکار۔ تعطیل سے اسم مفعول

واحد مؤنث۔

مُعَقِّب:۔ پیچھے ڈالنے والا۔ تَعْقِیْب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُعَقِّبَات:۔ پہرے دار۔ یکے بعد دیگرے آنے والے (فرشتے) تَعْقِیْب سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد مُعَقِّبَۃ لَہٗ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ (اس کے پہرے والے ہیں بندہ کے آگے اور پیچھے جو اللہ کے حکم سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں) (سورہ رعد) میں مُعَقِّبَات سے وہ فرشتے مراد ہیں۔ جو اپنی ڈیوٹی پر دن رات انسان اور ان کے اعمال کی حفاظت و نگرانی کے لئے اللہ کی طرف سے متعین ہیں۔

بعض لوگوں نے "مُعَقِّبَات" سے وہ فرشتے مراد لئے ہیں جو خاص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر مامور تھے! اس صورت میں "لَہٗ" کی ضمیر مجرور آنحضرت کیطرف لوٹے گی۔ اور بعض لوگ مُعَقِّبَات سے اعمال انسانی لکھنے والے فرشتے یعنی کتبۂ اعمال مُراد لیتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (کذا فی الخازن) (ش۔ ا)

مَعْکُوْف:۔ باز رکھا ہوا۔ روکا ہوا۔ عَکْف سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُعَلَّقَۃ:۔ لٹکائی ہوئی۔ تَعْلِیْق سے اسم مفعول واحد مؤنث۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَۃِ (یعنی کسی ایک بیوی کی طرف ہی پورے مت جُھک جاؤ کہ دوسری بیوی کو مُعَلَّقَۃ کی طرح چھوڑ دو) مُعَلَّقَۃ کی تفسیر میں بعض نے کہا ہے کہ یہ مَسْجُوْنَۃ (قید میں پڑی ہوئی عورت) کے معنے میں ہے۔ اور اکثر مفسرین نے مُعَلَّقَۃ کے معنے اس عورت کے بتائے ہیں۔ جو نہ بیوہ ہو نہ شوہر والی لیکن پہلے معنے لغۃً غیر ظاہر ہیں اور دوسرے معنے میں کاف تشبیہ کا فائدہ واضح نہیں ہوتا۔ پس اقرب یہ معلوم ہوتا ہے کہ المعلقہ کا موصوف اَلْاَشْیَاء مقدر مانا جائے۔ یعنی تم ایک بیوی کی طرف پُورے مائل ہوکر دوسری کو ان چیزوں کی مانند مت چھوڑ دو جو زمین و آسمان کے مابین لٹکی ہوئی ہوں نہ اِدھر کی ہوں نہ اُدھر کی کہ تمہارے نکاح میں ہونے اور طلاق نہ دینے کی وجہ سے کسی اور جگہ بھی اپنا بند و بست نہ کر سکے! اور تمہارے اس کی طرف مائل نہ ہونے کے باعث اپنے حقوق زوجیت سے بھی محروم رہے ٭

مُعَلَّمٌ:۔ سکھایا ہوا۔ تَعْلِیْم سے اسم مفعول

واحد مذکر۔

مَعْلُوم :۔ جانا ہوا۔ عِلم سے اسم مفعول واحد مذکر

مَعْلُومَات :۔ جانی ہوئی چیزیں۔ عِلم سے اسم مفعول جمع مؤنث، واحد مَعْلُومَۃ

(اَیَّام) مَعْلُومَات :۔ ذی الحجہ کی پہلی دس تاریخیں۔

مُعَمَّر :۔ بوڑھا۔ عمر رسیدہ تَعْمِیْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَعْمُوْر :۔ آباد کیا ہوا۔ عِمَارَۃ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

(البیتُ) المعمُور :۔ آباد گھر۔ بقول بعض اس سے مراد آسمانی کعبہ ہے جو شب معراج میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دکھایا گیا تھا اور جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں۔ اور روز قیامت تک کے لئے وہیں رہ جاتے ہیں۔ یہ آسمانی کعبہ ہمارے کعبہ کے عین مقابل جہت میں واقع ہے! اور بقول بعض اس سے مراد یہی کعبہ مقدسہ یعنی بیت الحرام ہے۔ اس لئے کہ آسمانی کعبہ اگر فرشتوں اور ان کی عبادت سے آباد و پُر نور ہے تو بیت الحرام بھی طائفین و قائمین اور راکعین و ساجدین سے مزین و معمور ہے۔ یعنی "المعمور" کی صفت دونوں گھروں پر صادق آتی ہے اور یہ دونوں ہی سیّدُ البُیُوت (گھروں) کے سردار ہیں (حافظ ابن قیم)

مُعَوِّقِیْن :۔ روکنے والے۔ تَعْوِیْق سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُعَوِّق۔

مَعِیْشَۃ :۔ روزی۔ گزران۔ زندگانی۔ جمع مَعَایِش۔

مَعِیْن :۔ پانی کا چشمہ۔ جاری پانی۔ عَیْن سے اسم مفعول واحد۔ مَعِیْن جب ماء کی صفت ہو تو اس کے لغوی معنی ہیں وہ چشمہ جو سطح زمین پر جاری ہو اور آنکھوں سے دیکھا جائے۔

مَغَارَات :۔ گڑھے۔ واحد مَغَارَۃ۔

مَغَارِب :۔ آفتاب کے غروب ہونے کی جگہیں۔ غُرُوْب سے اسم ظرف۔ جمع۔ واحد مَغْرِب چونکہ ہر روز طلوع آفتاب و غروب آفتاب کے مواقع اور اوقات مختلف ہوتے ہیں اس لئے مَشَارِق کی طرح مَغَارِب بھی جمع استعمال کیا گیا

مُغَاضِب :۔ غضبناک۔ غصہ کرنے والا۔ مُغَاضَبَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَغَانِم :۔ غنیمت کے اموال۔ واحد مَغْنَم۔ (دیکھو غَنِمْتُم)

مُغْتَسَل :۔ نہانے کی جگہ۔ اِغْتِسَال سے اسم ظرف۔

مَغْرِب :۔ آفتاب ڈوبنے کی جگہ۔ غُرُوب سے

اسم ظرف۔ جمع مَغَارِب۔

مَغْرِبَیْنِ:۔ دو مغرب (ایک جاڑے کی اور ایک گرمی کی) مَغْرِب کا تثنیہ بحالتِ نصبی وجری۔

مُغْرَقُوْن۔ مُغْرَقِیْن، ڈبوئے ہوئے۔ غرق کیئے ہوئے۔ اِغْرَاق سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُغْرَق۔ اول بحالت رفعی وثانی بحالت نصبی وجری۔

مَغْرَم:۔ تاوان۔ ڈنڈ۔ غُرْم سے مصدر میمی

مُغْرَمُوْن۔ قرضدار۔ تاوان زدہ لوگ اِغْرَام سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُغْرَم۔

مُغْشِیّ:۔ بے ہوش غَشْی سے اسم مفعول واحد مذکر

مَغْضُوْب:۔ غضب کیا ہوا غَضَبٌ اسم مفعول واحد مذکر غَضَب کے اصل معنی ہیں دشمن سے انتقام لینے کے لیئے خونِ دل کا جوش میں آنا۔ اور جب اس کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے تو معنے مذکور کا نتیجہ اور اثر صرف انتقام مراد ہوتا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے ہر وہ کافر مراد ہے جس نے جہالت ونادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ ضد وعناد کے باعث باطل کو حق پر، کفر کو ایمان پر اور نافرمانی کو اطاعت پر ترجیح دی اور غضب خداوندی کا سزاوار ہوا۔ احادیث میں جو المغضوب علیہم" کی تفسیر قوم یہود سے فرمائی گئی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا میں بس یہی قوم ایسی ہے جو غضبِ خداوندی میں گرفتار ہوئی ہے۔ بلکہ ان کا ذکر بطور تمثیل کیا گیا ہے کیونکہ وہ حق کو جانتے اور سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر انہیں کامل یقین تھا۔ لیکن محض عناد وتعصب کی وجہ سے وہ اسلام نہیں لاتے تھے۔ اور یہ طریقہ اُن بدبختوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی اختیار کیا تھا۔ پس جو قوم بھی کفر وعناد میں یہودیوں کی راہ پر گامزن ہوگی۔ وہ لامحالہ غضبِ خداوندی کا شکار بنکر رہے گی۔ (نعوذ باللہ من غضبہ)

مَغْفِرَةٌ:۔ بخشش۔ معافی۔ باب ضرب سے مصدر۔ (دیکھو غافر)

مَغْلُوْب:۔ عاجز۔ دبایا ہوا۔ غَلَبَةٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَغْلُوْلَةٌ:۔ بندھی ہوئی۔ غَلّ سے اسم مفعول واحد مؤنث۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ (اور نہ رکھو اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ) میں ہاتھ گردن سے باندھنے سے کنجوسی مراد ہے کہ کسی کو دینے کے لیئے ہاتھ کھولے ہی نہیں گویا کہ اس کا ہاتھ گردن سے

بندھا ہوا ہے۔ اور قَالَتِ الْیَھُوْدُ یَدُ اللّٰہِ
مَغْلُوْلَۃٌ (یہودیوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا
ہوا ہے) میں یا تو بدبخت یہودیوں کی یہی مراد
تھی کہ نعوذ باللہ اللہ بخیل ہوگیا ہے کہ باوجود
ہمارے اولاد یعقوبؑ ہونے کے اور بزعم خود
اس کے مقرب بارگاہ ہونے کے اس نے ہم پر
دینی و دنیوی برکتوں کا دروازہ بند کر دیا
ہے۔ یا مقصود قضاء و قدر کے مسئلہ میں مسلمانوں
کو رد کرنا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ لوح محفوظ
میں سب مقدرات لکھ چکا تو اب تو اس کے
ہاتھ بند گئے۔ اور وہ مجبور محض ہو گیا۔
(نعوذ باللہ من ذالک)

مَغْنَمَ :- مال غنیمت۔ جمع مَغَانِم (دیکھو
غَنِمْتُم)

مُغْنُوْنَ :- فائدہ دینے والے (بصلہ عن) اِغْنَاء
سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُغْنِی۔

مُغَیِّرٌ :- بدلنے والا۔ تَغْیِیْرٌ سے اسم فاعل
واحد مذکر۔

مُغِیْرَات :- لوٹنے والیاں۔ غارت ڈالنے
والیاں (یعنی گھوڑے) اِغَارَۃ سے اسم فاعل
جمع مؤنث۔

مَفَاتِحُ :- کنجیاں۔ واحد مِفْتَاح۔

مَفَاتِیْحُ :- کنجیاں۔ واحد مِفْتَاح۔

مَفَاز :- کامیابی۔ فَوْزٌ سے مصدر میمی۔

مَفَازَۃ :- چھٹکارا۔ نجات۔ مصدر۔ یا چھٹکارا
پانے کی جگہ۔ اسم ظرف فَوْزٌ سے۔

مُفَتَّحَۃ :- خوب کھولی ہوئی۔ تَفْتِیْحٌ سے اسم
مفعول واحد مؤنث۔

مُفْتَرِی :- بہتان تراشنے والا۔ اِفْتِرَاء سے
اسم فاعل واحد مذکر۔

مُفْتَرًی :- جھوٹ گھڑا ہوا۔ اِفْتِرَاء سے اسم
مفعول واحد مذکر۔

مُفْتَرُوْنَ :- جھوٹ گھڑنے والے۔ اِفْتِرَاء
سے اسم فاعل جمع مذکر واحد مُفْتَرِی

مُفْتَرَیَات :- بنائی ہوئی۔ گھڑی ہوئی
(سورتیں) اِفْتِرَاء سے اسم مفعول جمع مؤنث
واحد مُفْتَرَاۃ۔

مَفْتُوْنَ :- جنون۔ مجنون۔ فُتُوْنٌ سے اسم
مفعول و مصدر بروزن مفعول۔

مَفَرٌّ :- بھاگنا۔ فِرَارٌ سے مصدر میمی بھاگنے کا وقت

مُفْرَطُوْنَ :- بڑھاتے ہوئے۔ اِفْرَاطٌ سے اسم
مفعول جمع مذکر۔ واحد مُفْرَطٌ۔

مَفْرُوْضٌ۔ مقرر۔ فرض کیا ہوا۔ فَرْضٌ سے
اسم مفعول واحد مذکر۔

مُفْسِدٌ :- بگاڑنے والا۔ فساد پھیلانے والا۔
اِفْسَاد سے اسم فاعل واحد مذکر

مُفسِدُون :- مُفسِدِین - بگاڑنے والے فساد پھیلانے والے مُفسِد کی جمع ۔ اول بحالت رفعی ۔ ثانی بحالت نصبی و جری ۔

مُفَصَّل :- بیان کیا ہوا تفصیل کیا ہوا تفصیل سے اسم مفعول واحد مذکر (دیکھو مُفَصَّلَات)

مُفَصَّلَات :- روشن - واضح - جدا جدا کی ہوئی تفصیل سے اسم مفعول - جمع مؤنث - واحد مُفَصَّلَة - تفصیل کے لغوی معنی جدا جدا کرنے ہیں ۔ چونکہ جن چیزوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جاتا ہے ۔ وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتی ہیں ۔ اور ان کا ادراک آسانی سے کیا جا سکتا ہے اس لیے تفصیل بمعنی توضیح و تبیین بھی استعمال ہونے لگا کِتَابٌ اُحْکِمَتْ آیَاتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے آیاتِ قرآنیہ کے مفصل ہونے کے مختلف پہلوؤں پر بایں الفاظ روشنی ڈالی ہے :-

اُن تمام حکیمانہ خوبیوں کے باوجود (جن کا ذکر ہوا) یہ نہیں کہ کتاب اجمال و ابہام کی وجہ سے معمہ اور چیستاں بن کر رہ جاتی بلکہ معاش و معاد کی تمام مہمات کو خوب کھول کر سمجھایا ہے اور موقع بموقع دلائل توحید، احکام، مواعظ قصص ہر چیز بڑی خوبصورتی اور قرینہ سے الگ الگ رکھی ہے ! اور تمام ضروریات کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے ۔ نزولی حیثیت میں بھی یہ حکمت مرعی رہی ہے ۔ کہ پورا قرآن ایک دم نہیں اُتارا بلکہ وقتاً فوقتاً موقع و مصلحت کے لحاظ سے علیٰحدہ علیٰحدہ آیات کا نزول ہوتا رہا (فوائد القرآن) قوم فرعون کے ذکر میں جہاں فرمایا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آیَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ (پس ہم نے اُن پر بھیجا طوفان اور ٹڈی اور چیچڑی اور مینڈک اور خون بہت سی عذاب کی نشانیاں جدی جدی) تو وہاں مُفَصَّلَات سے یہ مراد ہے کہ وہ نشانیاں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد اُترتی رہیں کہ شائد اب باز آ جائیں ۔ اب سمجھ جائیں ۔

مَفْعُوْل :- کیا ہوا فِعْل سے اسم مفعول واحد مذکر

مُفْلِحُوْنَ :- کامیاب لوگ ۔ اِفْلَاح سے اسم فاعل جمع مذکر ۔ واحد مُفْلِح ۔

مَقَابِر :- قبرستان - واحد مَقْبَرَة ۔

مَقَاعِد :- بیٹھنے کی جگہیں ۔ واحد مَقْعَد قعود سے اسم ظرف ۔

مَقَالِیْد :- کنجیاں ۔ خزانے ۔ گھیرنے والی چیز واحد مِقْلَد

مَقَام :- کھڑا ہونا ۔ کھڑا ہونے کی جگہ ۔ قیام سے

مصدر میمی و اسم ظرف۔

مَقَامِ اِبْرَاہِیم :۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السّلام کے کھڑے ہونے کی جگہ۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل کی مدد سے خانۂ کعبہ کی بنیادیں اُٹھائیں تھیں۔ اور مخلوق خدا کو حج بیت اللہ کی طرف دعوت دی تھی یا وہ جگہ ہے جس پر وہ پتھر تھا۔ چنانچہ آج بھی وہ اسی طرح پرانی جگہ پر ہے طوافِ کعبہ کے بعد یہاں دو رکعت نماز ادا کرنا مستحب ہے۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاہِیْمَ مُصَلًّی (اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ) میں امر استحباب ہی کے لیے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقام ابراہیم کل حرم مراد ہے۔ اور اس کو مصلے بنانے کے حکم سے مقصود یہ ہے کہ نماز دعاؤں اور اذکار و اشغال سے آباد رکھو (بیضاوی صـ۲۶) مَقَام محمود دیکھو محمود۔

مُقَام :۔ کھڑا ہونا کھڑے ہونیکی جگہ۔ اِقَامَۃ سے مصدر میمی نیز

مُقَامَۃ :۔ کھڑا ہونا۔ رہنا۔

دَارُ الْمُقَامَۃ :۔ قیام گاہ (بہشت)

مَقَامِع :۔ بڑے بڑے ہتھوڑے۔ گرز۔ مونگریاں واحد مِقْمَعَۃ۔

مَقْبُوْحِیْنَ :۔ برے بنے ہوئے۔ خیر سے ہٹائے ہوئے۔ قَبْح سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مَقْبُوْح

مَقْبُوْضَۃ :۔ قبضہ کی ہوئی قَبْض سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَقْت :۔ بغض وعناد۔ غصہ و بیزاری۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔ سورۂ نساء میں اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّمَقْتًا (سوتیلی ماں سے نکاح کرنا بے حیائی کی بات اور سخت ناپسندیدہ ہے) میں مَقْت بمعنی مَمْقُوْت (مصدر بمعنی مفعول) ہے۔

مُقْتَحِم :۔ گھسنے والا۔ خطروں میں پڑنے والا۔ اِقْتِحَام سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُقْتَدِر :۔ قدرت والا۔ قابو والا۔ اِقْتِدَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُقْتَدِرُوْنَ :۔ قدرت والے۔ مُقْتَدِر کی جمع بحالت رفعی۔

مُقْتَدُوْنَ :۔ پیروی کرنے والے۔ اِقْتِدَاء سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُقْتَدِی۔

مُقْتِر :۔ فقیر و محتاج۔ اِقْتَار سے اسم فاعل واحد مذکر

مُقْتَرِفُوْن :۔ کمانے والے۔ اِقْتِرَاف سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُقْتَرِف

مُقْتَرِنِیْنَ :۔ ملنے والے۔ اِقْتِرَان سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُقْتَرِن

مُقْتَسِمِیْنَ :۔ بانٹنے والے۔ اِقْتِسَام سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُقْتَسِم

مُقْتَصِد :۔ متوسط۔ درمیانی راہ چلنے والا۔

اِقْتِصَاد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُقْتَصِدَۃٌ :- راہ راست پر چلنے والی۔ اعتدال کی راہ چلنے والی۔ اِقْتِصَاد سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مِقْدَار :- اندازہ۔ جمع مَقَادِیْر

(اَلْوَادِی) اَلْمُقَدَّس :- مقدس پاک کیا ہوا تَقْدِیْس سے اسم مفعول واحد مذکر الوادی المقدس سے کوہ طور کی وہ وادی مراد ہے جہاں مدین سے مصر کو جاتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلوۂ خداوندی نظر آیا اور حضرت باری عز اسمہ سے شرف ہمکلامی نصیب ہوا یہ وادی یا تو پہلے ہی مقدس تھی یا اب مقدس ہو گئی۔ اس لئے حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ وہ اپنی جوتیاں اُتار کر اس میں داخل ہوں۔ اس وادی کا نام قرآنِ کریم میں طُوًی بتایا گیا ہے۔ (دیکھو موسیٰ)

(ارض) مُقَدَّسَۃ :- پاکیزہ زمین۔ بابرکت زمین۔ سوال یہ ہے کہ اس زمین سے کون سی زمین مراد ہے؟ بعض نے تمام ملکِ شام مراد لیا ہے۔ اور عکرمہ سدی اور ابن زید کے نزدیک ارض مقدس شہر اریحا ہے۔ بعض کوہِ طور بتلاتے ہیں۔ اور کلبی نے دمشق، فلسطین اور کچھ اردن کا حصہ اس کا مصداق سمجھا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس سرزمین کے مقدس ہونے کا کیا مطلب ہے؟ بعض نے مقدسۃ کی تفسیر مُطَهَّرَۃ عن الشرک (وہ زمین جو شرک کی نجاست سے پاک ہے) کی ہے لیکن امام رازیؒ کی نظر میں یہ قول محل نظر ہے کیونکہ جس وقت بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں داخلہ اور جہاد کا حکم ہوا تھا۔ یقیناً وہاں مشرکین جبابرہ آباد تھے۔ نیز بعد میں خود بنی اسرائیل بھی وہاں آباد ہو کر کفر و شرک کی آلودگیوں میں ملوث ہو گئے تھے۔

اقرب یہ ہے کہ مقدس بمعنی مبارک ہے اور اس سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اور اس کے آس پاس کا علاقہ مراد ہے۔ کما قال تعالیٰ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ (پاک ہے وہ خدا جو راتوں رات اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو (شبِ معراج میں) مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کا گرد و نواح مبارک ہے)۔ اس سرزمین کو مقدس اور بابرکت اس لئے فرمایا کہ یہ سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ نیز مسجد حرام کے بعد سب سے زیادہ بلند مرتبہ مسجد اقصیٰ کو مشتمل ہے جیسا کہ احادیث

ہیں اس کی تصریح ہے۔ پس یہ علاقہ ظاہری
و معنوی خوبیوں اور برکتوں سے معمور و پُر نور
ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالےٰ
نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیری اولاد میں ملک
دونگا اور اُسے مُلکِ شام کی حکومت دونگا
جب حضرت موسیٰ فرعونیوں سے بنی اسرائیل
کو نجات دِلا کر مُلکِ شام کی حدود میں داخل
ہوئے تو اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت
آیا۔ اس وقت اس ملک میں عمالقہ کی قوم
آباد تھی۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا
ہمت کر کے آگے بڑھو اور ارضِ مقدسہ میں داخل
ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی
اور تم مظفر و منصور ہوں گے۔ مگر بنی اسرائیل
نہ مانے اور طرح طرح کے حیلے تراشنے لگے۔ آخر اُن کو
چالیس برس میدان تیہ میں مقید رکھا گیا
اس دوران میں پرانی نسل ختم ہوگئی۔ اور نئی
نسل کے ہاتھوں خدا کا وعدہ پورا ہوا۔

مُقَدَّرٌ :- ٹھیرا ہوا۔ اندازہ کیا ہوا۔ قَدَر
سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُقْرَبَۃ :- قرابت۔ رشتہ۔ ناتا۔

مُقَرَّبُوْنَ } :- نزدیک کئے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے
مُقَرَّبِیْنَ } نزدیک بڑے مرتبوں والے۔
تَقْرِیْب سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُقَرَّب۔

اول بحالتِ رفعی۔ دوم بحالت نصبی و جری

مُقْرِنِیْنَ :- قوت والے۔ توانا۔ اِقْرَان سے اسم
فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُقْرِن

مُقَرَّنِیْنَ :- جکڑے ہوئے۔ تَقْرِیْن سے اسم
مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد
مُقَرَّن۔

مُقْسِطُوْنَ۔ مُقْسِطِیْنَ :- عدل و انصاف
کرنے والے۔ اِقْسَاط سے اسم فاعل جمع مذکر
واحد مُقْسِط۔ اول بحالت رفعی و ثانی بحالت
نصبی و جری۔

علامہ واحدی فرماتے ہیں کہ قِسط کے اصل معنی
حصہ اور نصیب کے ہیں چونکہ باب نصر مغالبہ
کے لئے آتا ہے اس نے قَسَطَ زَیْدٌ عَمْرًا کے
معنے ہوئے زید نے عمر کا حصہ دبا لیا۔ اور یہی
مفہوم ہے ظلم و جور کا پس قُسُوْط مجرد سے
ظلم کے معنے میں آیا ہے اور باب افعال صیرورت
کے لئے آتا ہے۔ اس لئے اَقْسَطَ زَیْدٌ کے معنے
ہوئے صار زید ذا قسط یعنی زید قسط و
عدل و انصاف والا ہوگیا (تفسیر کبیر ج ۲
صفحہ ۱۹۹)۔ یا یوں کہیئے کہ یہاں ہمزۂ افعال سلب
کے لئے ہے۔ جب قُسُوط بمعنے ظلم ہے تو اِقساط
کے معنے ہوئے ظلم دور کر دینا۔ یعنی عدل و
انصاف کرنا۔

مُقَسِّمَات: تقسیم کرنے والیاں۔ تَقْسِیْم سے
اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُقَسِّمَۃ۔
سورۃ ذاریات میں اَلْمُقَسِّمَات سے وہ ہوائیں
مراد ہیں جو بادلوں کو پھیلا کر بحکم خداوندی بارش
کو زمین کے مختلف حصوں پر حصہ رسد تقسیم کر دیتی
ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک روایت
ہے کہ "المقسمات" سے وہ فرشتے مراد ہیں جو اللہ
تعالیٰ کی طرف سے تقسیم رزق پر مقرر ہیں پہلی
صورت میں اَلْمُقَسِّمَات ریاح کی صفت
ہے۔ اور دوسری صورت میں ملائکہ کی

مَقْسُوْم: حصہ کیا ہوا۔ بانٹا ہوا۔ قَسْمٌ سے
اسم مفعول واحد مذکر

مُقَصِّرِیْنَ: بال کترنے والے۔ تَقْصِیْر سے
اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری واحد مُقَصِّر

مَقْصُوْرَات: چھپائی ہوئی عورتیں۔ قَصْر
سے اسم مفعول جمع مؤنث۔ واحد مَقْصُوْرَۃ

مَقْضِیّ: طے شدہ۔ پورا کیا ہوا۔ قَضَاء سے
اسم مفعول واحد مذکر۔

مَقْطُوْع: کاٹا ہوا۔ قَطْع سے اسم مفعول واحد مذکر

مَقْطُوْعَۃ: کاٹی ہوئی۔ قَطْع سے اسم مفعول
واحد مؤنث۔

مَقْعَد: بیٹھنے کی جگہ۔ مجلس بیٹھنا۔ قُعُوْد
سے اسم ظرف و مصدر میمی۔ جمع مَقَاعِد

مُقْمَحُوْن: سر اٹھائے ہوئے۔ پشت کی طرف
سر بندھے ہوئے۔ اِقْمَاح سے اسم مفعول جمع مذکر
واحد مُقْمَح۔ کہا جاتا ہے قَمَحَ الْبَعِیْر جب کہ
اونٹ پانی سے سیراب ہو کر اپنا سر اوپر کو اٹھائے
اور اَقْمَحَ الْغُلُّ الْاَسِیْر جب کہ گلے کا طوق
قیدی کی گردن کو اٹھائے کہ وہ اِدھر اُدھر نہ
ہلا سکے۔ مگر امام راغب نے لکھا ہے کہ اَقْمَحْتُ الْبَعِیْر
کے معنے ہیں میں نے اونٹ کی گردن کو پیچھے کی
طرف باندھ دیا۔ بہر حال سورۃ یٰسٓ میں فَھُمْ
مُقْمَحُوْن کا مطلب یہ ہے کہ جاہلانہ عادات
و اطوار اور تقالید و رسوم کے طوق کافروں
کی گردنوں کو اس طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ وہ
حق و صداقت کی طرف نگاہ نہیں پھیر سکتے اور
نہ احکام خداوندی کے آگے اپنی گردن جھکا سکتے

مُقَنْطَرَۃ: ڈھیر کی ہوئی۔ انبار لگائی ہوئی
قَنْطَرَۃ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُقْنِعِیْ: اٹھانے والے (سروں کو) اِقْنَاع
سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔ اصل میں
مُقْنِعِیْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون
گر گیا۔ واحد مُقْنِع

مُقْوِیْنَ: جنگل کے رہنے والے۔ مسافر لوگ۔ غریب
اِقْوَاء سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و
جری۔ واحد مُقْوِی۔

مُقِیْت :- روزی دینے والا - نگراں - قادر - اِقَاتَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَقِیْل :- آرام گاہ - دوپہر کو سونے کی جگہ - قَیْلُوْلَۃ سے اسم ظرف۔

مُقِیْم :- قائم کرنے والا - سیدھا کرنے والا - دائمی - ابدی - سیدھا - اِقَامَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُقِیْمِیْنَ :- قائم کرنے والے - اِقَامَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری - واحد مُقِیْم (دیکھو اِقامہ)

مُقِیْمِی :- قائم کرنے والے مُقِیْم کی جمع - اضافت کی وجہ سے نون گر گیا - (دیکھو اِقَامَۃ)

مُکَاءٌ :- منھ سے سیٹی بجانا - مصدر باب نصر سے

مَکَانٌ :- جگہ - مرتبہ کَوْن سے اسم ظرف - جمع اَمْکِنَۃ

مَکَانَۃ :- مرتبہ - درجہ - جگہ -

مَکَانَکُمْ :- تم ٹھیرو - اسم فعل بمعنی اُمْکُثُوْا یا اس سے پہلے فعل خُذُوْا یا اِلْزَمُوْا محذوف ہے (کذا فی کتب التفسیر)

مُکِبٌّ :- اوندھا - سرنگوں - اِکْبَاب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَکَّۃ :- حجاز کا صدر مقام اور عالم اسلامی کا دینی مرکز - جہاں خدا کا مقدس گھر کعبہ ہے اور جسے خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے زمانہ قدیم میں ہندوستان وایران سے یمن وشام وفلسطین ہوتی ہوئی جو شاہراہ عظیم افریقہ اور یوروپ کے ملکوں کو جاتی تھی اور جس پر گزرتے ہوئے مشرقی مصنوعات سے لدے ہوئے قافلے مغرب کی منڈیوں میں پہنچتے تھے - اس کے وسط میں ملک حجاز میں بحر قلزم سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ایک وادی تھی جو بجز تین دروں کے ہر طرف سے پہاڑیوں سے گھری ہوئی تھی - یہ وادی ایک محفوظ قلعہ کی حیثیت رکھتی تھی - اور یہاں قدیم ترین زمانہ کے ایک مقدس معبد کے آثار بھی تھے - اس لئے مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق آنے جانے والے قافلے یہاں ٹھہر کر اپنے سفر کی تکان کم کیا کرتے تھے اور معبد قدیم کی زیارت سے بھی مشرف ہو لیتے تھے -

یہی وادی وہ وادی غیر ذی زرع بے آب وگیاہ میدان تھی جہاں خداوند قدوس کے حکم سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنی پیاری بیوی ہاجرہ اور اپنے محبوب بیٹے اسماعیل علیہم السلام کو کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ دے کر اپنے آقا ومولیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی مخفی مصلحتوں کی تکمیل کے لئے تن تنہا چھوڑا -

جب یہ مختصر سا زاد سفر ختم ہو گیا تو اللہ تعالےٰ

 مکہ

نے معصوم اسماعیل کے پیروں تلے زمزم کا چشمہ
جاری کر دیا جرہم کا ایک قافلہ جب اِس
وادی میں اُترا تو اس چشمہ کی شیرینی اور لطافت
پر وہ ریجھ گیا۔ اور حضرت ہاجرہ سے اس مقام
پر سکونت اختیار کرنے کی اجازت مانگی حضرت
ہاجرہ نے بخوشی اجازت دیدی۔ اس طرح شہر
مکہ کی آبادی کی بنیاد پڑ گئی۔

جب حضرت اسماعیل کچھ بڑے ہوئے تو حضرت
ابراہیم مُلک شام سے آئے۔ اور اُنہوں نے خدا
کے حکم سے قدیم مقدس معبد کی اسکے پُرانے آثار
پر اپنے بیٹے اسماعیل کی مدد سے تعمیر کی۔ یہ قدیم
معبد "کعبہ" تھا۔ جو ابوالبشر حضرت آدم علیہ
السّلام کے زمین میں اُترنے کے بعد اُن کے
مقدس ہاتھوں سے تعمیر ہوا تھا اور طوفان
نوح کے بعد اس کے آثار ایک ٹیلہ کی صورت
میں باقی رہ گئے تھے۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۳)
کعبۃ اللہ کی تعمیر جدید کے بعد حضرت اسمٰعیل
اس کے متولی اور امام قرار پائے اور یہ گھر خدا
شناسی و خدا پرستی کا مرکز اور یہ شہر امن و
ایمان کا گہوارہ بن گیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو
اسماعیل) اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ
لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ
فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ
وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا۔
(در حقیقت پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے
لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ مبارک ہے اور
ہدایت ہے کائنات کے لئے۔ اس میں اللہ تعالےٰ
کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ منجملہ اُن کے مقام
ابراہیم ہے۔ اور یہ بات کہ جو اس میں داخل
ہوا وہ اُمن پالیتا ہے)

مکہ کی مرکزیت اور کعبہ کی تعظیم و تقدیس کا تصور
تو ہر دَور میں باقی رہا۔ نہ صرف عرب میں بلکہ
عجم میں بھی چنانچہ مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون
نے لکھا ہے:۔

حضرت ابراہیم کے بعد برابر دنیا کے ہر حصہ
کے باشندے اور ہر قوم کے افراد قریب والے
اور دُور والے اس کی طرف دوڑتے رہے۔ چنانچہ
نقل کیا گیا ہے۔ کہ تبابعہ (بادشاہان یمن)
کعبہ کا حج کیا کرتے تھے۔ اور اس کی تعظیم بجا
لاتے تھے۔ اور ایک یمن کے بادشاہ نے کعبہ پر چادر
چڑھائی تھی۔ اور قربانیاں پیش کی تھیں! ور اس
کی صفائی کا حکم دیا تھا۔ اور یہ بھی منقول ہے
کہ اہل ایران بھی اس کا حج کرتے تھے۔ اور اس
پر قربانی چڑھاتے تھے۔ چنانچہ سونے کے دو غزال
(ہرن) جنہیں زمزم کی صفائی کے دوران
میں عبدالمطلب نے نکالا انہیں کے چڑھائے ہوئے

تھے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۰۶)

تاہم اس کی معنوی طہارت و پاکیزگی زیادہ عرصہ تک باقی نہ رہ سکی۔ جب دین ابراہیمی کی اصل تعلیمات پر شرک کا پردہ پڑ گیا تو کعبہ میں بھی بُت رکھ دیئے گئے۔

خاتم الانبیاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد اسے پھر کفر و شرک کی نجاست سے پاک کیا اور اعلان فرمایا۔ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً (در حقیقت مکہ کو اللہ تعالیٰ نے محترم بنایا ہے انسانوں نے نہیں لہذا کسی شخص کو جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ جائز نہیں کہ وہاں کسی کا خون بہائے یا کوئی درخت بھی کاٹے (رواہ الشیخان)

آپ نے اس مقدس شہر سے جو آپ کا وطن مبارک بھی ہے اپنی محبت کا ان والہانہ الفاظ میں ذکر فرمایا:۔

وَاللّٰهِ اِنَّكِ لَخَيْرُ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا اَنِّيْ اُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ (اللہ کی قسم تو اللہ کی زمین کا بہترین حصہ ہے۔ اور اللہ کی زمین کے سب حصوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور اگر مجھے تجھ میں سے زبردستی نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا) (ترمذی)

اس شہر کی عظمت و جلالت اس سے ظاہر ہے کہ خداوند قدوس نے انسان کے جمال و کمال کے بہترین سانچہ میں ڈھلے ہونے پر انجیر و زیتون کے مرغزار (ارض مقدس) اور طور سینا کے ساتھ ساتھ اس شہر کی بھی قسم کھائی ہے:۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔

مَكْتُوْب: لکھا ہوا۔ کتابت سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَكْث: ٹھیرنا۔ دیر کرنا۔ وقفہ۔ باب نصر سے مصدر۔

مَكَثَ: وہ ٹھیرا۔ اس نے انتظار کیا مُكْث سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مُكَذِّبُوْنَ۔ مُكَذِّبِيْنَ: جھٹلانے والے تکذیب سے اسم فاعل جمع مذکر واحد مُكَذِّب اول بحالت رفعی۔ وثانی بحالت نصبی وجری۔

مَكْذُوْب: جھوٹا۔ جھوٹ۔ کذب سے اسم مفعول و مصدر بروزن مفعول۔

مَكْر: حیلہ کرنا۔ داؤ کرنا۔ باب نصر سے مصدر

مَکْرٌ کے معنے ہیں کسی کو آزار پہنچانے کے لیے "یا آزار سے بچانے کے لیے اس طرح مخفی تدبیر کرنا کہ بے سان وگمان اس کا نتیجہ ظاہر ہو جائے۔ اسی لیے مکر کی ۲ دو قسمیں ہیں "مکرِ حسن" پسندیدہ مکر اور "مکرِ سیّئ" ناپسندیدہ مکر۔ قرآن کریم میں وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ (برے مکر کی افتاد مکر کرنے والے ہی پر پڑتی ہے) میں مکر کو اسی لیے سیّئ (برے) کی قید سے مقید کیا گیا۔ جہاں تک اللہ تبارک و تعالیٰ کا تعلق ہے اس کا مکر بہر حال حسن ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس مدبّر و حکیم کا کوئی فعل حکمت و مصلحت اور کائنات کے عمومی فائدے سے خالی نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی تدبیر بظاہر کسی فرد یا گروہ کے لیے نقصان رساں ہو۔ مگر جمعیت انسانی کے لیے بہر حال اس میں ہزاروں فوائد پوشیدہ ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں دو مقام پر اللہ تعالیٰ کو خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ فرمایا گیا ہے۔ ایک سورۂ آل عمران میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قاتلوں کے پھندے سے بچانے اور خود قاتل کو اس پر پراسرار طریقہ پر پھنسا دینے کا ذکر ہے۔ اور دوسرا سورۂ انفال میں جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قتل یا گرفتاری یا جلاوطنی کی سازش کو ناکام بنانے اور آپ کو مدینہ منورہ کے دارالامن میں عزت و کرامت کے ساتھ پہنچانے کا ذکر ہے تو ان دونوں جگہ جہاں خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کافروں کی تدبیر سے بہتر، کامیاب اور غالب تھی۔ وہاں اس طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ وہ "خیر" اور پسندیدہ بھی تھی۔

ابو داؤد کی ایک حدیث میں جو دعا تلقین فرمائی گئی ہے۔ اس کا ایک جملہ یہ ہے وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ (اے اللہ وہ تدبیر کیجیے جو میرے حق میں ہو وہ تدبیر نہ کیجیے جو میرے حق میں نہ ہو) یعنی اے مدبرِ کائنات تو جو تدبیر و تصرف عمل میں لاتا ہے وہ سراسر حق ہوتا ہے مگر صورت حالات ایسی کر دے کہ کوئی بات میرے خلاف نہ پڑے۔ (تفسیر المنار باضافہ ص ۹/۱۵۱)

مَکَرَ ۔ اس نے پوشیدہ تدبیر کی۔ مَکْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَکَرْتُمْ ۔ تم نے پوشیدہ تدبیر کی۔ مَکْرٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

مُکْرِمٌ ۔ عزت دینے والا، عزت دینے والا۔ اکرام سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُکْرَمَةٌ ۔ بزرگ قدر، عزت دی ہوئی۔ اکرام سے اسم مفعول واحد مونث

مُکرَمُونَ۔ مُکرَمِینَ:۔ عزت دیئے ہوئے۔ عزت یافتہ لوگ۔ اِکرَام سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُکرَم۔ اول بحالت رفعی ثانی بحالت نصبی و جری۔

مَکَرنَا:۔ ہم نے خفیہ تدبیر کی۔ مَکر سے ماضی جمع متکلم۔

مَکَرُوا:۔ انہوں نے حیلہ کیا۔ خفیہ تدبیر کی۔ مَکر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

مَکرُوہ:۔ ناگوار۔ کَرَاھَۃ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَکظُوم:۔ غمگین۔ دل میں گھٹا ہوا۔ کَظم سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُکَلِّبِینَ:۔ کتے کو شکار سکھلانے والے تَکلِیب سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُکَلِّب۔

مَکَّنَ:۔ اس نے قوت دی۔ اقتدار دیا۔ جگہ دی۔ تَمکِین سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَکَّنَّا:۔ ہم نے قوت دی۔ ہم نے اقتدار دیا۔ تَمکِین سے ماضی جمع متکلم۔

مَکنُون:۔ چھپایا ہوا۔ پوشیدہ۔ کَنّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَکَّنِّی:۔ مجھے قوت و قدرت بخشی۔ یہ اصل میں مَکَّنَنِی تھا۔ دونوں نونوں میں ادغام کر دیا گیا۔ مَکَّنَ باضمیر منصوب متصل۔

مِکیَال:۔ پیمانہ۔ ناپ۔ کَیل سے اسم آلہ واحد۔

مَکِیدُونَ:۔ مکر کیے ہوئے۔ کَید سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَکِید۔

مَکِین:۔ مرتبہ والا۔ درجہ والا۔ محفوظ جگہ۔ مَکَانَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

مُلِئَت:۔ وہ بھری گئی۔ مَلأ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

مِلْءُ:۔ بھراؤ۔ اتنی مقدار جو کسی چیز کو پُر کر دے۔

مَلَأ:۔ گروہ۔ جماعت۔ سرداران قوم۔ مَلأ باب فتح سے بھرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اسی سے یہ ماخوذ ہے۔ جماعت کو اس لیے مَلَأ کہتے ہیں کہ یہ مجلس کو بھر دیتی ہے اور سرداران قوم کو اس لیے کہ وہ قوم پر چھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور قوم کے دل ان کے رعب سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

مَلَائِکَہ:۔ فرشتے۔

اس لفظ کے ماخذ اشتقاق میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ امام رازیؒ نے سورۃ والنجم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مَلَائِکَہ مَلِیکِی کی جمع ہے مَلِیک کے معنے ہیں شہنشاہ اور یائے نسبت مفید قرب و تخصیص ہے یعنی مَلِیکِی کے معنی ہوئے شاہی مقرب۔ حالت جمع میں یائے نسبت تاء سے بدل گئی۔ جیسے صَیقَلِی کی جمع صَیَاقِلَۃ آتی ہے۔ علامہ راغب اصفہانی نے بعض محققین

کا قول نقل کیا ہے کہ ملائکہ عام ہے اور ملک
خاص ملائکہ کا اطلاق تمام فرشتوں پر ہوتا
ہے لیکن ملک صرف اس فرشتے کو کہیں گے
جسے اللہ تعالیٰ نے کچھ سیاسی و انتظامی اختیار
عطا فرمائے ہوں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی
معصوم اور سب سے زیادہ طاقتور مخلوق ہیں۔
جن کا کام صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور
تعمیل حکم کرنا ہے ان میں نافرمانی اور سرکشی
کا مادہ ودیعت ہی نہیں کیا گیا۔ قرآن کریم
اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مختلف
قسمیں ہیں اور ہر قسم کے ذمے مخصوص فرائض۔
چنانچہ بعض حاملانِ عرشِ الٰہی ہیں بعض رکوع
یا سجود یا قیام یا قعود ہی میں مصروف ہیں،
بعض منتظمانِ جنت اور بعض کارکنانِ دوزخ
ہیں۔ کچھ کاتبانِ اعمال ہیں۔ اور کچھ انسان
کے محافظ و نگراں۔

الغرض فرشتے خداوند جل وعلیٰ کی عظیم الشان
سلطنت کے غیبی کارکن ہیں اور اس کے بے حد
فرمانبردار خادم، ان کے وجود کو تسلیم کرنا دراصل
خداوند قدوس کی بیکراں غیبی قوتوں پر ایمان
لانا ہے۔ اسی لئے ایمان بالملائکہ کو اسلام
کے بنیادی عقائد میں شامل کیا گیا ہے۔ نیز
اکثر مشرک قوموں نے ان کو خدا کی خدائی میں
شریک گردانا تھا۔ اور ان کی خیالی صورتیں بنا کر
ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ملائکہ
کی اصل حقیقت قرآن کریم کی روشنی میں جاننے
اور ماننے کے بعد شرک کا یہ غبار بھی توحید کے
راستے سے صاف ہو جاتا ہے۔

مُلاقِی :- ملاقات کرنے والا۔ ملنے والا
مُلاقاۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُلاقُو :- دیکھنے والے۔ ملنے والے۔ مُلاقاۃ
سے اسم فاعل جمع مذکر، واحد مُلاقِی یہ دراصل
میں مُلاقُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا

مِلَّۃ :- مذہب۔ مشرب۔ دین۔ جمع مِلَل

مُلْتَحَد :- پناہ۔ پناہ کی جگہ۔ اِلْتِحَاد سے
مصدر میمی و اسم ظرف۔

مُلْجَأ :- پناہ کی جگہ۔ لَجَأ سے اسم ظرف۔

مِلْح :- کھاری پانی۔ صفت مشبہ۔

مَلْعُوْنَۃ :- لعنت کی گئی۔ لَعْن سے اسم
مفعول واحد مؤنث۔

مَلْعُوْنِیْن :- لعنت کیے ہوئے۔ پھٹکارے ہوئے
لَعْن سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و
جری۔ واحد مَلْعُوْن۔

مُلْقُوْن مُلْقِیْن :- ڈالنے والے۔ اِلْقَاء
سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُلْقِی۔ اول
بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔

مُلقِیات :- ڈالنے والیاں - اُتار کر لانیوالیاں
اِلقاء سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد مُلقِیَۃ
سورہ مُرسلات میں فرمایا ہے فَالْمُلْقِیَاتِ
ذِکْرًا - "پھر (قسم ہے) وحی اتار کر لانے والوں کی"
بعض مفسرین نے اس سے ہوائیں مراد لی ہیں
کیونکہ ہوا کے واسطہ ہی سے صاحب وحی کا
کلام سننے والوں کے کانوں تک پہنچتا تھا۔ شاہ عبدالعزیز
نے اپنی تفسیر میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور
بعض نے وحی لانے والے فرشتے مراد لیئے
ہیں +

مَلَک :- فرشتہ - جمع مَلٰٓئِکَۃ (دیکھو ملائکہ)

مُلْک :- بادشاہی - حکومت - عہد - باب
ضَرَب سے مصدر -

مَلِک :- بادشاہ - جمع مُلُوک -

مِلْک :- اختیار - قدرت -

مَلَکَتْ :- وہ مالک ہوئی - مِلْک سے ماضی
واحد مؤنث غائب - مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ
(وہ باندی یا غلام جس کے تم مالک ہو)

مَلَکْتُمْ :- تم مالک ہوئے - مِلْک سے
جمع مذکر حاضر -

مَلَکُوْت :- عظیم الشان سلطنت - مصدر
برائے مبالغہ مَلَکُوْت کا لفظ اللہ تعالیٰ کی
سلطنت کے لئے مخصوص ہے (مفردات)

مَلَکَیْن :- دو فرشتے - مَلَک کا تثنیہ بحالت
نصبی و جری -

مُلُوک :- بادشاہ - واحد مَلِک - قرآن کریم
میں بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا گیا ہے اِذْ جَعَلَ
فِیْکُمْ اَنْبِیَاءَ وَجَعَلَکُمْ مُلُوْکًا (اے قوم اللہ
کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم میں نبی پیدا کیئے اور
تم کو "بادشاہ" بنایا) امام راغب اصفہانی کی
رائے ہے کہ یہاں مُلُوک سے اصحاب سیاست
واقتدار مراد ہیں - کیونکہ کسی قوم میں سب بادشاہ
نہیں ہوتے اور نہ بادشاہوں کی کثرت کوئی
پسندیدہ امر ہے جس کو احسان کے طور پر ذکر کیا
جائے - حافظ ابن کثیر نے متعدد روایات نقل کی
ہیں - جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں
جو شخص بیوی، خادم اور سواری رکھتا تھا اُسے
مَلِک کہا جاتا تھا - لہذا ملوک سے یہاں مرفہ الحال
لوگ مراد ہو سکتے ہیں - اس آیۃ کی تفسیر میں
حافظ صاحب نے سدی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے -
یَمْلِکُ الرَّجُلُ مِنْکُمْ نَفْسَہٗ وَمَالَہٗ وَاَھْلَہٗ
(تم میں سے ہر شخص اپنی جان مال اور خاندان پر
پورا اقتدار رکھتا ہے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
مُلُوْک سے سدی کے نزدیک "آزاد لوگ" مراد
ہیں - اور یہاں فرعون کے پنجہ غلامی سے رستگاری
کا احسان جتانا مقصود ہے اور حقیقت بھی یہ

ہے کہ آزاد قوم کا ہر فرد اپنی اپنی جگہ بادشاہ ہی ہوتا ہے ۔

مَلُوْم :- ملامت کیا ہوا ۔ لَوْم سے اسم مفعول واحد مذکر ۔

مَلُوْمِيْنَ :- ملامت کیے ہوئے ۔ لَوْم سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری ۔

مَلِيّ :- مدت ۔ عرصہ ۔

مَلِيْك :- بادشاہ ۔ شاہنشاہ ۔

مُلِيْم :- سزاوار ملامت ۔ اِلَامَة سے اسم فاعل واحد مذکر ۔

مِمَّ :- کس چیز سے ۔ یہ اصل میں مِنْ مَا تھا ۔ مِنْ جارہ اور مَا استفہامیہ سے مرکب ۔

مِمَّا :- اس چیز سے ۔ مِنْ جارہ اور مَا موصولہ سے مرکب ۔

مَمَات :- مرنا ۔ موت سے مصدر میمی ۔

مُمْتَرِيْنَ :- شک کرنے والے ۔ جھگڑا کرنے والے ۔ اِمْتِرَاء سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری ۔ واحد مُمْتَرِي ۔ اِمْتِرَاء اس جھگڑا کرنے والے کو کہتے ہیں جس کی بنیاد شک پر ہو ۔

مُمِدّ :- مدد دینے والا ۔ اِمْدَاد سے اسم فاعل واحد مذکر ۔

مَمْدُوْد :- کھینچا ہوا ۔ دراز ۔ کثیر ۔ مَدّ سے اسم مفعول واحد مذکر ۔

مُمَدَّدَة :- کھینچی ہوئی ۔ دراز کی ہوئی ۔ تَمْدِيْد سے اسم مفعول واحد مؤنث ۔

مُمَرَّد :- چکنا کیا ہوا ۔ جلا دیا ہوا ۔ تَمْرِيْد سے اسم مفعول واحد مذکر ۔

مُمَزَّق :- ٹکڑے ٹکڑے کرنا ۔ تَمْزِيْق سے مصدر ۔

مُمْسِك :- روکنے والا ۔ اِمْسَاك سے اسم فاعل واحد مذکر ۔

مُمْسِكَات :- روکنے والیاں ۔ اِمْسَاك سے اسم فاعل جمع مؤنث ۔ واحد مُمْسِكَة ۔

مُمْطِر :- برسانے والا ۔ اِمْطَار سے اسم فاعل واحد مذکر ۔

مَمْلُوك :- ملکیت میں لیا ہوا ۔ غلام ۔ جمع مَمَالِيْك ۔

مِمَّن :- کس شخص سے ۔ مِنْ اور مَنْ سے مرکب ۔

مَمْنُوْعَة :- روکی ہوئی ۔ مَنْع سے اسم مفعول واحد مؤنث ۔

مَمْنُوْن :- احسان جتلایا ہوا ۔ کاٹا ہوا ۔ ختم کیا ہوا ۔ مَنّ سے جس کے معنی احسان جتلانے کاٹنے اور وزن کرنے کے ہیں اسم مفعول ۔ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْن سے وہ ثواب اور اجر مراد ہے جو بے حساب ہوگا [illegible]

مَن :- کون ۔ جو ۔ [illegible]

مِنْ :- سے (حرفِ جار ہے)

مَنّ :- احسان کرنا۔ احسان جتلانا۔ بھلائی (مصدر از نصر) دراصل مَنّ کے معنیٰ ہیں کسی کے ساتھ بڑا احسان کرنا اور مِنَّۃ کے معنیٰ ہیں "بھاری نعمت"۔ پس لفظ مِنَّۃ نِعْمَۃ سے اور مَنّ اِنْعام سے خاص ہے کہ ہر مِنَّۃ نعمت ہے اور ہر مَنّ انعام لیکن ضروری نہیں کہ ہر نعمت مِنَّۃ ہو یا ہر اِنْعام مَنّ کا مصداق ہو۔ پھر مَنّ کی دو صورتیں ہیں (۱) محمود جب کہ مَنّ صرف الفعل ہو یعنی تم کسی کے ساتھ واقعی احسان کرو اور زبان پر اس کا ذکر بھی نہ لاؤ۔

(۲) مذموم۔ جب کہ مَنّ باللسان ہو۔ یعنی احسان کرنے کے بعد تم اسے جتلاتے پھرو اور زبان سے اس کا اظہار کرو۔ یہ چیز ممنوع ہے۔ البتہ اگر کوئی ناشکری اختیار کرے۔ اور تمہاری بھلائی کا بدلہ برائی سے دے تو پھر مَنّ باللسان قبیح و ناجائز نہیں رہتا۔ مَنّ کے ایک معنیٰ قطع کر دینا بھی ہیں۔ چنانچہ بعض مفسرین نے لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ میں یہ ہی معنیٰ مراد لیئے ہیں۔ یعنی نیک لوگوں کو غیر منقطع اور دائمی اجر ملے گا۔ (مفردات)

مَنّ :- ایک آسمانی غذا جو صحرائے سینا میں بنی اسرائیل پر اُتری۔

جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی میں فرعون کی غلامی سے نجات پائی۔ اور معجزانہ طور پر سمندر کو پار کر کے شام کی طرف بڑھے تو سامنے سینا کا لق و دق اور بے آب و گیاہ صحرا تھا۔ یہاں نہ دھوپ کی تیز گرمی سے بچنے کا کوئی انتظام تھا اور نہ کھانے پینے کا کوئی سامان۔ مگر چونکہ یہ اللہ کے حکم سے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر نکلے تھے۔ اسلیئے ان کے واسطے پردۂ غیب سے یہ انتظام ہوا کہ دن بھر ہلکا سا ابر کا سایہ سروں پر چھایا رہتا جس سے ضروری روشنی اور گرمی دونوں کا فائدہ اٹھاتے اور آسمان سے مَنّ اور سلویٰ کھانے کے لئے اترتے۔ اور پینے کے لئے حضرت موسیٰ کی لاٹھی کی ضرب سے ایک چٹان سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ یوں اس میدان میں ان خدائی مہمانوں کے لیئے قیام و طعام کی تمام ضروریات مہیا کر دی گئیں۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

"قتادہ فرماتے ہیں کہ مَنّ دودھ سے زیادہ سپید اور شہد سے زیادہ شیریں ایک غذا تھی جو نمودِ فجر سے سورج نکلنے تک آسمان سے برف کی طرح برستی رہتی تھی۔ ہر شخص ایک دن کی ضرورت کے مطابق اسے جمع کر لیتا تھا

کیونکہ دوسرے دن وہ سڑ جاتی تھی البتہ ہفتہ
کے چھٹے دن دو دن کی جمع کی جاسکتی - کیونکہ ساتواں
دن عید کا دن ہوتا تھا - اور سلوٰی بقول ابن
عباسؓ لوا اور بقول قتادہ ایک سرخی مائل پرندہ
تھا جس کے جھنڈ کے جھنڈ جنوبی ہوائیں اڑا
لاتی تھیں - وہب کہتے ہیں کہ یہ جھنڈ ایک
میل کے طول و عرض میں صرف ایک نیزہ کی
بلندی پر بنی اسرائیل کے سروں پر پھیل جاتے تھے

مولانا عبدہ مصریؒ فرماتے ہیں کہ :-

مَنّ ایک سفید مادہ ہے شہد کی مانند شیریں
جو شبنم کی طرح فضا سے برستا ہے - خشک ہونے
کے بعد گوند کی طرح جم جاتا ہے - میدان تیہ
(سینا) میں وہ بنی اسرائیل پر بکثرت نازل ہوا تھا
تورات میں اس کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ
اس کا مزہ زیتون میں بنے ہوئے قطائف
(ایک قسم کا حلوا آٹے سے بنا ہوا) کا سا تھا اور
اس کی صورت گوند کی سی تھی اور اسے آسمانی
روٹی کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے - مفسرین کی
ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ یہ وہی چیز ہے
جو اطباء کے ہاں ترنجبین کے نام سے معروف ہے
ڈاکٹر بوسٹ نے قاموس کتاب مقدس میں
لکھا ہے کہ :-

"یہ مَنّ جو بنی اسرائیل پر اتاری گئی - اطبا کی
وہ مَنّ نہ تھی جو درخت دار دار کا شیرہ ہوتا ہے
اور (گوند کی طرح) جم جاتا ہے - اور نہ وہ
مَنّ ہے جو جھاؤ کے درخت سے حاصل ہوتی
ہے اور اس دعویٰ کے دلائل یہ بیان کیے ہیں
(۱) اسرائیلیوں نے اس مَنّ کو جو انپر میدانِ
سینا میں اُتری پہلے نہ دیکھا تھا (۲) مَنّ
عربی معروف صرف آغاز موسم گرما میں پائی
جاتی ہے اور صرف درخت کے نیچے (۳) اسے
مدت تک رکھا جاسکتا ہے بگڑتی نہیں (۴)
اس کو پیسنا چبانا ممکن نہیں (۵) وہ پوری
فصل ہفتہ کے تمام دنوں میں حاصل ہوتی
ہے - (تفسیر المنار ص ۹/۳۲۸)

(ڈاکٹر بوسٹ کے اس قول کے بیان کے بعد
علامہ موصوف فرماتے ہیں وَفِی قَوْلِہٖ نظر
لاحاجۃ الی شرحہ (حالانکہ علامہ موصوف
کو ڈاکٹر بوسٹ کے ان دلائل کا جواب دینا
ضروری تھا)

مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ ترجمان القرآن
کے ایک نوٹ میں فرماتے ہیں :-

مَنّ درخت کا شیرہ ہے جو گوند کی طرح جم جاتا
ہے اور خوش ذائقہ و مقوی ہوتا ہے سلویٰ
ایک پرندہ ہے - یہ دونوں چیزیں کوہ طور کے
اطراف و جوانب میں بکثرت ہوتی ہیں - مَنّ

کا حلوا میں نے خود کھایا ہے جو فلسطین کے یہودی بنایا کرتے ہیں "۔

علامہ عبدہ اور مولانا آزاد کے بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ منّ کے نام سے کئی چیزیں اطراف شام و فلسطین میں آج بھی معروف ہیں اور بطور غذا استعمال کی جاتی ہیں۔ اور ان کا رجحان یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا منّ ان سے جداگانہ کوئی چیز نہ تھی۔

مگر قرآن کریم کا انداز بیان :۔

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اور جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کو حکم بھیجا کہ تم اپنی لاٹھی اس پتھر پر مارو۔ لاٹھی پتھر پر مارتے ہی اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر قبیلہ نے اپنے اپنے پانی پینے کی جگہ معلوم کرلی اور ہم نے ان پر ابر کا سایہ پھیلایا اور ان پر منّ اور سلویٰ نازل کیا اور کہا کہ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو روزی میں دیں۔ اور احکام کی خلاف ورزی کرکے انھوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا۔ بلکہ وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے)

صاف صاف پکار کر کہہ رہا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سے چٹان کا پھٹ کر بارہ ۱۲ چشموں کا ابل پڑنا اور فضا میں بادل کے شامیانوں کا تن جانا معجزہ تھا اسی طرح "منّ و سلویٰ" کا نزول بھی معجزانہ حیثیت رکھتا تھا اور یہ دونوں ذاتی طور پر معجزانہ غذا کی حیثیت رکھتی تھیں۔ نیز اگر مفسرین کے اقوال کو بالکل ہی نظر انداز نہ کر دیا جائے تو ڈاکٹر پوسٹ کے دلائل بھی خاصے وزنی ہیں۔

منّ اور سلویٰ کو معجزانہ غذا تسلیم کرنے کے بعد ان کی صورت و کیفیت کے متعلق مختلف رائیں ظاہر کی جا سکتی ہیں جیسا کہ مفسرین کے مختلف اقوال سے معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں قول جامع مفسر جلیل حافظ ابن کثیر کا یہ قول ہے کہ :۔

وَالظَّاهِرُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ كُلُّ مَا امْتَنَّ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيْهِمْ مِنْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا لَيْسَ لَهُمْ فِيْهِ عَمَلٌ

ولا کدّ - (ابن کثیر صفحہ ۹۵)
(ترجمہ) اور واللہ اعلم ظاہر یہ ہے کہ مَنّ وہ تمام کھانے پینے کی اور دوسری چیزیں ہیں جو بنی اسرائیل کو بغیر محنت وکوشش کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور منت واحسان کے حاصل ہوتی تھیں۔

امام راغب اصفہانیؒ بھی یہی فرماگئے ہیں اور معہ شئے زائد فرماگئے ہیں۔ لکھتے ہیں :-

اَلْمَنّ والسَّلْوٰی کِلَاھُمَا اِشَارَۃٌ اِلٰی مَا اَنْعَمَ اللہ بہ علیہم وھما بالذات شیٔ واحد لکن سماہ منًا بحیث انہ امتنّ بہ علیہم وسماہ سلویٰ من حیث انہ کان لھم بہ التسلّی

(من اور سلویٰ دونوں سے ان نعمتوں کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نازل کیں دونوں کا مفہوم ایک ہے مگر من انکو اسلئے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور منت و احسان تھیں اور سلویٰ اس لئے نام رکھا گیا کہ وہ ان کیلئے باعث تسلی و اطمینان تھیں) مفردات صفحہ ۴۹۳

مَنَّ :- اس نے احسان کیا۔ مَنّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَنَاۃ :- ایک بت کا نام جسے ایام جاہلیت میں بنو ہذیل اور بنو خزاعہ وغیرہ پوجتے تھے۔ اور اس پر جانوروں کو ذبح کرکے بھینٹ چڑھائی جاتی اور بارش کی دعاء کی جاتی تھی (کشاف)

مُنَادٍ :- پکارنے والا۔ نِدَاء (مفاعلہ) سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَنَازِل :- اترنے کی جگہیں۔ منزلیں۔ واحد مَنْزِل۔

قرآن کریم میں سورۂ یونس کے آغاز میں فرمایا گیا ہے۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ (وہی وہ ذات ہے جس نے سورج کو چمکیلا بنایا اور چاند کو روشن اور چاند کی منزلیں مقرر کیں۔ تاکہ تم پہچانو برسوں کی گنتی اور (مہینوں اور دنوں کے) حساب۔

منازل القمر سے اس آیت میں اور سورۂ یٰسین کی دوسری آیہ میں، چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کے وہ مختلف احوال مراد ہیں جن سے وہ مہینوں کے مختلف دنوں میں گزرتا ہے۔ حافظ ابن کثیر کی یہی رائے ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

وقدر القمر منازل فاول ما یبدو صغیرا ثم یتزاید نورہ وجرمہ حتی یستوسق ویکمل ابدارہ ثم یشرع فی النقص حتی یرجع الی حالتہ الاولی فی تمام شھر (اور چاند کی

منزلیں مقرر کیں کہ پہلے وہ چھوٹا ظاہر ہوتا ہے پھر اس کا جسم اور روشنی بڑھتی رہتی ہے حتیٰکہ آخر بدر کامل بن جاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ آخر مہینے میں اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے) ابن کثیر ج۲ ص۴۰۷

مگر علامہ عبدہ اور بعض دوسرے مفسرین نے اس سے چاند کی گردش کی وہ اٹھائیس منزلیں مراد لی ہیں جن میں سے ہر منزل میں وہ اپنے فلک کی گردش میں دورہ کرتے ہوئے ہر روز گزرتا ہے اور دیکھا جا سکتا ہے مہینے کے باقیماندہ ایک یا دو دن وہ نظروں سے اوجھل رہتا ہے

اہل عرب نے ان منزلوں کے نام ان ستاروں کے نام پر جو ان کی محاذات میں ہیں یہ رکھے تھے الشَّرطان - البُطین - الثُرَیّا، الدَبَران الهَقعَه - الهنعة - الذّراع - النثره الطَّرف - اَلجَبهَة - الزُّبرة - الصَّرفة اُلعَوّاء - السِّماك - الغفر - الزُّبانی - الاِکلیل - القَلب - الشَّولة النَّعائم - البَلدة - سَعدُ الذّابِح سعد بُلع - سَعدُ السعود - سعد الاخبية - فرغ الدّلو المقدم - فرغ الدّلو الموخرَ الرشاء -

علامہ موصوف کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں اہل ہند اور اہل چین کی طرح اہل عرب بھی چاند کی مصطلحہ منازل سے اچھی طرح واقف تھے بہرحال آیت مذکورہ بالا میں سالوں اور مہینوں کی حساب فہمی میں ذریعہ مَنازِل قمر کو قرار دے کر، ان منازل کی تقدیر و تعیین کو اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم قرار دیا گیا ہے۔

یوں تو دورۂ شمس اور دورۂ قمر دونوں ہی سے مہینوں اور سالوں کا حساب لگایا جا سکتا ہے۔ مگر حسابِ شمسی ایک فن کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا سمجھنا بغیر تعلیم و تعلم کے ممکن نہیں۔ اور حساب قمری ایک سیدھا سادہ حساب ہے جسے علوم و فنون سے بے بہرہ لوگ بھی صرف مشاہدہ سے جان سکتے ہیں۔ اور اپنی اپنی دینی و دنیوی ضرورتوں میں اس سے مدد لے سکتے ہیں۔ چنانچہ اسلام کے احکام جو شہری و دیہاتی، متمدن و غیر متمدن ساری دنیا کے لئے ہیں۔ حسابِ قمری پر مبنی قرار دیئے گئے ہیں غالباً اسی وجہ سے اس آیت میں محل احسان میں منازل قمر کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

مَناسِک :- حج کے اعمال۔ قربانی کے مقامات۔ واحد مَنسَک۔ نُسُک سے مصدر میمی و اسم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ادا کئے جاتے ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نفق کہتے ہیں اس سرنگ کو جس کے دو منہ ہوں [illegible] جس میں وہ ایک طرف سے داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکل جاتا ہے اسی سے نفاق ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں دین میں ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جانا۔

[illegible] اور مسلمانوں [illegible] مسلمان اور کافر [illegible] لیکن آپ کے [illegible] تشریف لانے کے بعد اسلام کو غلبہ حاصل ہونے لگا۔ اور مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہونے لگیں۔ ان حالات میں ایک ایسا گروہ نمودار ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو اسلام کی حقانیت پر اعتقاد نہ تھا۔ تاہم ان کی جرات بھی نہ تھی کہ اس بڑھتی ہوئی طاقت کے مقابل میں کھلے میدان میں آئیں۔ انھوں نے یہ پالیسی اختیار کی کہ بظاہر مسلمانوں میں شامل رہیں۔ اور در پردہ کافروں سے ساز باز رکھیں۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ

(اور منافق جب مسلمانوں سے ملتے تو کہتے ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے سرداروں کے پاس تنہائی میں جاتے تو کہتے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں سے جو ملتے ہیں تو ان کو بیوقوف بنانے کے لئے۔)

ان میں سے بعض تو وہ تھے جو پکے کافر تھے

اسلام کے زبانی دعویٰ سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ رکھیں۔ اور جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہو تو مالِ غنیمت میں بھی ان کے شریک ہو جائیں نیز جب موقعہ ملے تو دشمنان اسلام کو مسلمانوں کے رازوں سے آگاہ کریں۔ اور بعض وہ تھے جو نہ کفر پر رسوخ رکھتے تھے اور نہ اسلام پر ان کو یقین تھا۔ جب صداقت اسلام کے دلائل اور مسلمانوں کی فتوحات سامنے آتیں تو اسلام کی طرف جھکنے لگتے، اور جب ایثار و قربانی کا مطالبہ ہوتا اور مسلمانوں پر سخت وقت آ کر پڑتا تو کفر کی طرف لپکنے لگتے۔

سورۃ بقرہ کے رکوع ۲ میں مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا الآیہ میں پہلی قسم کے منافقین کی اور اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ الآیہ میں دوسری قسم کے منافقین کی ذہنیت کی تصویر کھینچی گئی ہے۔

مسلمانوں کو ان بغلی گھونسوں سے سخت تکلیف پہنچتی رہی خصوصاً قسم اول کے منافقوں سے چنانچہ اُحد اور احزاب کے غزوات میں انھوں نے عین وقت پر مسلمانوں کو دغا دی۔ اور کافروں کی جمعیت کو تقویت پہنچائی۔

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر جو مسلمانوں کے لئے سخت پریشانی کا زمانہ تھا۔ اور فدایانِ اسلام اپنے جان و مال کی بازی لگا رہے تھے۔ یہ مرکز اسلام میں سازشوں کا جال بچھا رہے تھے اور ابو عامر یہودی کے اشارہ پر مسجد ضرار کی بنیاد اٹھا رہے تھے۔ چونکہ ان بدبختوں نے اسلام کی جڑوں پر تیشہ لگایا۔ اس لیے ان کے متعلق فرمایا گیا:۔ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (درحقیقت منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ڈالے جائیں گے) جو لوگ خدا سے عہد باندھ کر توڑیں۔ اور دین کے معاملہ میں جھوٹ بولیں وہ معاشرتی و معاملاتی زندگی میں کب صادق القول اور صادق العہد ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ افترا پردازی، دشنام طرازی، بدعہدی، بے ایمانی ان کا کیرکٹر بن گیا تھا۔ صحیحین کی حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اربعٌ مَن كُنَّ فيه كان مُنافقاً خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها إذا أُؤتُمِنَ خانَ و إذا حَدَّثَ كَذَبَ و إذا عاهدَ غدرَ وإذا خاصَمَ فَجَرَ (چار خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے

کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت
ہو گی۔ جب تک کہ وہ اسے نہ چھوڑ دے۔ جب
اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے، جب
کوئی عہد کرے تو اسے توڑ دے۔ اور جب جھگڑنے
پر آئے تو بد زبانی کرے۔)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہر وہ شخص
جس میں یہ خصائل پائی جاتی ہیں منافق ہو گا
اگر ایسا ہے تو مسلمانوں کی اخلاقی پستی کے
اس زمانہ میں شاذ و نادر ہی کوئی اس حدیث
کی زد سے بچ سکتا ہے اور مسلمان کہلا سکتا ہے

اس کا جواب عام طور پر یہ دیا جاتا ہے کہ
منافق خالص وہی شخص ہو گا جو ان خصائل
کو جائز بھی سمجھتا ہو جو شخص ان حرکات کو
ناجائز سمجھتے ہوئے ان کا مرتکب ہو اسے منافق
عملی کہہ سکیں گے۔ منافق اعتقادی نہیں۔ جو کفر
کا بدترین درجہ ہے۔ الاستاذ الامام علامہ انور شاہ
کاشمیریؒ نے اس حدیث کی تحقیق فرماتے ہوئے
ارشاد فرمایا ہے کہ :-

"یہ خصلتیں نفاق کی علامات ہیں (چنانچہ امام
بخاریؒ نے ترجمۃ الباب "علامۃ النفاق" قرار
دیا ہے) اور علامات کسی چیز کی پہچان کا ذریعہ
ہوتی ہیں اس کے لئے علت اور سبب نہیں ہوتیں
کہ جب علت پائی جائے تو معلول کا پایا جانا
ضروری ہو بلکہ اصل شے کا وجود پہلے ہوتا ہے
اور علامات بعد میں متحقق ہوتی ہیں۔ لہٰذا جس
شخص میں یہ علامات پائی جائیں گی۔ اگر وہ عقیدۃً
بھی اصول اسلام کا منکر ہو گا۔ اور ان خصائل
کو حلال سمجھتا ہو گا تو وہ شخص واقعی منافق ہو گا
ورنہ کہا جائے گا کہ اس میں نفاق کے اوصاف ہیں
اس کا طرز عمل منافقانہ ہے تاہم اسے منافق
نہ کہا جائے گا۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ کی تحقیق
کے مطابق نفاق کی خصلتیں ہی نہیں کفر کی
خصلتیں بھی مسلمان میں پائی جا سکتی ہیں :

(فیض الباری جلد ۱ ص ۱۲۴)

مَنَاکِب :- کندھے۔ واحد مَنْکِب۔ قرآن کریم
میں فرمایا گیا ہے :- هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ
الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا (وہی وہ
ذات ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے پست
کر دیا پس چلو پھرو تم اس کے کندھوں پر) تو یہاں
مَشی فی المناکب سے زمین کی انتہائی پستی و تذلل
کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی کے
کندھوں پر چلنا آسان نہیں۔ اور جب یہ ممکن ہو
تو پھر کسی حصہ پر چلنا مشکل نہیں زجاج کا قول ہے
کہ مَنَاکِب سے یہاں پہاڑ مراد ہیں اور ایک قول
ہے کہ اطراف و جوانب مراد ہیں :

(کشاف ص ۶/۴۴۴)

مَنَام :- خواب - سونا - نَوم سے مصدر میمی -

خواب کی حقیقت کیا ہے؟ ابن عربی کہتے ہیں:

خواب ان علوم و ادراکات سے ہے جو انسان کے سونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ (سچے خواب کی صورت میں) یا شیطان (جھوٹے خواب کی صورت میں) کے ذریعہ القاء کیے جاتے ہیں۔ اگر خواب سچا ہو تو یہ القاء کبھی تو من وعن ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ فی الواقع ہونے والا ہوتا ہے۔ اور کبھی حقیقت کی طرف اشارات اور کنایے ہوتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غلط و صحیح اور صدق و کذب کی آمیزش ہوتی ہے۔

علامہ مازری کہتے ہیں:-

اطباء خواب کو اخلاط اربعہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مگر یہ بے دلیل بات ہے۔ اور فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ زمینی مخلوقات کی صورتیں عالم بالا میں نقوش کی طرح ہوتی ہیں۔ سوتے ہوئے انسان کے نفس میں کسی نقش کا حصول ہو جاتا ہے اور اسی کا نام خواب ہے۔ مگر یہ قول پہلے کی نسبت زیادہ سخیف ہے۔ صحیح قول اہل سنت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں اسی طرح کچھ احساسات پیدا کر دیتا ہے، جیسے بیدار آدمی کے دل میں پیدا ہوتے ہیں، یہ احساسات دوسرے امور کے لیے علامت ہوتے ہیں۔

(ملخص از حواشی صحیح بخاری)

سچا خواب بحکم حدیث نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ (بخاری) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ۔ قَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ۔ یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نبوت تو مجھ پر ختم ہو چکی ہے۔ اب دنیا میں صرف ایک حصہ یعنی مُبَشِّرات باقی رہ گئے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا عمدہ خواب۔ اور چونکہ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اور شیطان ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اسلیئے نبی کا خواب ہمیشہ صحیح اور سچا اور وحی کی صورتوں میں سے ایک صورت ہوتی ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے اسی ذریعہ سے وحی نازل کی گئی (بخاری وغیرہ) (ش - ا)

مُنْبَثٌّ :- پراگندہ - اِنْبِثَاث سے اسم فاعل واحد مذکر -

مُنْتَشِر :- پراگندہ - بکھرنے والا - اِنْتِشَار سے اسم فاعل واحد مذکر -

مُنْتَصِر :- بدلہ لینے والا - اِنْتِصَار سے اسم فاعل واحد مذکر -

مُنْتَصِرِیْنَ :- بدلہ لینے والے ۔ اِنْتِصَار سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری ۔ واحد مُنْتَصِرٌ ۔

مُنْتَظِرُوْنَ ۔ مُنْتَظِرِیْنَ :- انتظار کرنے والے ۔ اِنْتِظَار سے اسم فاعل جمع مذکر ۔ واحد مُنْتَظِر ۔ اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری ۔

مُنْتَقِمُوْنَ :- بدلہ لینے والے ۔ اِنْتِقَام سے اسم فاعل جمع مذکر ۔ واحد مُنْتَقِم ۔

مُنْتَھٰی :- انتہا ۔ اختتام ۔ اِنْتِھَاء سے مصدر میمی

مُنْتَھُوْنَ :- باز رہنے والے ۔ اِنْتِھَاء سے اسم فاعل جمع مذکر ۔ واحد مُنْتَھِیْ ۔

مَنْثُوْر :- بکھرا ہوا ۔ پراگندہ ۔ نَثْر سے اسم مفعول واحد مذکر ۔

مُنَجُّوْ :- نجات دینے والے تَنْجِیَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفعی ۔ اصل میں مُنَجُّوْنَ تھا ، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ۔

مُنْخَنِقَۃ :- گلا گھٹنے سے مرنے والی اِنْخِنَاق سے اسم فاعل واحد مؤنث ۔

مُنْخَنِقَۃ اور دوسرے ایسے جانور جو بغیر ذبح کیے مر جائیں شریعت اسلامیہ نے حرام کیے ہیں حافظ ابن کثیر نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ایسے جانوروں کی حرارت غریزیہ اور خون گوشت میں جذب ہو کر رہ جانے کی وجہ سے گوشت میں ایک قسم کی سمیت اور گندگی پیدا ہو جاتی ہے جو دینی و دنیوی نقصانات کا سبب ہو سکتی ہے (ابن کثیر باضافہ علامہ عثمانی صہ ۲/۴)

مَنْ ذَا :- کون ہے ۔

مُنْذِر :- ڈرانے والا ۔ اِنْذَار سے اسم فاعل واحد مذکر ۔

مُنْذِرُوْنَ :- ڈرانے والے ۔ اِنْذَار سے اسم فاعل جمع مذکر ۔ بحالت رفعی ۔

مُنْذِرِیْنَ :- ڈرانے والے ۔ مُنْذِر کی جمع بحالت نصبی و جری ۔

مُنْذَرِیْنَ :- ڈرائے ہوئے اِنْذَار سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری ۔ واحد مُنْذَر

مُنَزِّل :- تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنے والا ۔ تَنْزِیْل سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو تنزیل)

مُنَزَّل :- تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہوا تَنْزِیْل سے اسم مفعول واحد مذکر (دیکھو تَنْزِیْل)

مُنْزِل :- اتارنے والا ۔ اِنْزَال سے اسم فاعل واحد مذکر ۔

مُنْزِلُوْنَ : مُنْزِلِیْنَ :- اتارنے والے مُنْزِل کی جمع ۔ اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری ۔ سورۂ یوسف میں خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ

سے مہمانوں کو عزت و احترام سے اتارنے والا۔ اور
ان کی بہترین خاطر و مدارات کرنے والا مراد ہے۔
مُنْزَلِیْنَ:۔ اتارے ہوئے۔ اِنْزَال سے اسم مفعول
جمع مذکر بحالت نصبی و جری واحد مُنْزَل۔
مِنْسَاۃ:۔ عصا۔ چھڑی۔ نَسْأ (ڈانٹنا۔ ہانکنا
سے اسم آلہ۔
مَنْسَک:۔ طریق عبادت۔ حج کا کام۔ جمع
مَنَاسِک (دیکھو مَنَاسِک)
مَنْسِیّ:۔ بھلایا ہوا۔ نِسْیَان سے اسم مفعول
واحد مذکر۔
مُنْشَآت:۔ اونچی کی ہوئی کشتیاں۔ اِنْشَاء
سے اسم مفعول جمع مؤنث۔ واحد مُنْشَأۃ۔
مُنْشِئُوْنَ:۔ پیدا کرنے والے۔ اِنْشَاء سے اسم
فاعل جمع مذکر۔ واحد مُنْشِئ۔ اِنْشَاء کے معنی
ہیں کسی کو پیدا کرنا اور پھر اس کی پرورش کرنا اور
تربیت دینا۔ اس کا استعمال زیادہ تر ذی روح
میں ہوتا ہے (مفردات)
مُنْشَرَۃ:۔ کھلی ہوئی۔ پراگندہ۔ تَنْشِیْر سے
اسم مفعول واحد مؤنث۔
مُنْشَرِیْنَ:۔ اٹھائے ہوئے۔ زندہ کیے ہوئے
اِنْشَار سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری
واحد مُنْشَر۔
مَنْشُوْر:۔ کھلا ہوا۔ کشادہ۔ پھیلا ہوا۔ نَشْر
سے اسم مفعول واحد مذکر۔ رَقٍّ مَنْشُوْرٍ
سے سورۂ طور میں لوح محفوظ، یا لوگوں کا اعمال نامہ
یا قرآن کریم، یا جملہ کتب آسمانی مراد ہیں۔ اور
کِتَابًا یَّلْقٰہُ مَنْشُوْرًا سے سورۂ بنی اسرائیل
میں نامۂ اعمال مراد ہے، جسے قیامت کے دن ہر
انسان کے ہاتھ میں کھول کر دے دیا جائے گا۔
مَنْصُوْر:۔ مدد کیا ہوا۔ نَصْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔
مَنْصُوْرُوْنَ:۔ مدد کیے ہوئے۔ نَصْر سے اسم
مفعول جمع مذکر بحالت رفعی۔
مَنْضُوْد:۔ تہ بتہ جمایا ہوا۔ گھنا۔ نَضْد سے اسم
مفعول واحد مذکر۔
مَنْطِق:۔ گفتگو۔ بولی۔ بات کہنا۔ باب ضَرَب
سے مصدر۔
مَنْطِقَ الطَّیْرِ:۔ پرندوں کی بولی۔ مَنْطِق نُطْق
کا اسم مصدر ہے۔ آواز اور گفتگو کے معنی میں آتا ہے
حضرت سلیمان علیہ السلام کے قول یٰاَیُّھَا
النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (اے لوگو!
ہمیں پرندوں کی بولی کا علم عطا فرمایا گیا ہے)
میں بعض عقل نوازوں نے مَنْطِقَ الطَّیْر کو
مجاز پر محمول کیا ہے یعنی حضرت سلیمانؑ قیاس
وظن کی بنا پر پرندوں کا مافی الضمیر سمجھ لیتے تھے
لیکن آیت کریمہ کا سیاق صاف صاف یہ بتاتا
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت

سلیمان علیہ السلام کو یہ علم بطور معجزہ کے عطا فرمایا گیا تھا اور اسے انہوں نے لوگوں کے سامنے تحدیثِ نعمت کے طور پر ذکر فرماتے ہوئے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا واضح فضل قرار دیا۔ ورنہ یہ قیاس و ظن کی بات تو ایک ادنیٰ درجہ کے جاہل دہقان کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ پس اقرب یہی ہے کہ مَنْطِقَ الطَّیْرِ بغیر کسی تاویل کے اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ اور یہ معجزاتِ سلیمانؑ میں سے ایک معجزہ ہے۔ نیز الطَّیْر پر الف لام مفید استغراق یا جنسی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام پرندوں کی بولی کا علم عطا فرمایا گیا تھا (دیکھو سُلیمان)

مُنْظَرُوْنَ۔ مُنْظَرِیْنَ: مہلت دیئے ہوئے۔ اِنْظَار سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُنْظَر۔ اول بحالت رفعی وثانی بحالت نصبی وجری۔

مَنَعَ: اس نے روکا۔ مَنْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مُنْفَطِرٌ: پھٹ جانے والا۔ اِنْفِطَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُنْفِقُوْنَ۔ مُنْفِقِیْنَ: خرچ کرنے والے۔ اِنْفَاق سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُنْفِق۔ اول بحالت رفعی وثانی بحالت نصبی وجری۔

مُنْفَكِّیْنَ: جدا ہونے والے۔ باز آنے والے۔ اِنْفِکَاک سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُنْفَكّ۔

مَنْفُوْشٌ: دھنا ہوا، پراگندہ۔ نَفْش سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُنْقَعِرٌ: جڑ سے اکھڑا ہوا۔ اِنْقِعَار سے اسم فاعل واحد۔

مُنْقَلَبٌ: لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ اِنْقِلَاب سے اسم ظرف۔

مُنْقَلِبُوْنَ: لوٹنے والے۔ اِنْقِلَاب سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُنْقَلِب۔

مَنْقُوْصٌ: کم کیا ہوا۔ نَقْص سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُنْكَرٌ: بری بات۔ برا کام۔ برائی۔ جو شرع و عرف و عقل۔ اِنْکَار سے اسم مفعول واحد مذکر۔ (دیکھو مَعْرُوف)

مُنْكِرَةٌ: انکار کرنے والی۔ اِنْکَار سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مُنْكِرُوْنَ: انکار کرنے والے۔ اِنْکَار سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُنْکِر۔

مُنْكَرُوْنَ: غیر معروف۔ نہ پہچانے ہوئے۔ انجان لوگ۔ اِنْکَار سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُنْکَر۔

مَنَنَّا: ہم نے احسان کیا۔ مَنّ سے ماضی جمع متکلم۔

مَنُوع :- بہت منع کرنے والا - نادہندہ بخیل
مَنع سے مبالغہ کا صیغہ ۔

مَنُون :- زمانہ ۔ موت - مَنّ (بمعنی قطع) سے
مبالغہ کا صیغہ اور رَیْبُ المَنُون - حادثۂ موت
اور گردش روزگار کو کہتے ہیں ۔ کیونکہ یہ چیزیں
یکایک نمودار ہوتی ہیں اور انسان حیران و
پریشان رہ جاتا ہے ۔ دوسرے معنیٰ مراد لینے کی
صورت میں یہ ملحوظ رہے کہ نَتَرَبَّصُ بِہٖ رَیْبَ
المَنُوْن (ہم اس پیغمبر کے لئے گردش روزگار
کے منتظر ہیں) کفار کا قول ہے ۔ ورنہ اسکی اسلام
میں کوئی حقیقت نہیں ؛

مِنْہَاج :- صاف کشادہ راستہ ۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا
مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْہَاجًا (اور تم میں سے
(اے اہل ملل مختلف) ہر ایک کو ہم نے دیا ایک
دستور اور ایک راہ)

اس آیت میں اس امر کی وضاحت مقصود
ہے کہ اگرچہ تمام آسمانی مذاہب مقاصد و اصول میں
متفق ہیں ۔ اور تمام پیغمبر ایک ہی حقیقت کے
ترجمان رہے ہیں اور ایک ہی مقصد کی طرف
دعوت دیتے رہے ہیں ۔ تاہم ہر امت کے احوال
وظروف اور ہر زمانہ کی فکری و عملی صلاحیتوں
کے اعتبار سے دستور العمل اور طریق کار مختلف
رہا ہے ؛

یہ مقاصد و اصول جن میں کبھی اختلاف نہیں
ہوا "دین" کے لفظ سے تعبیر کئے گئے ہیں اور وہ
دستور العمل اور طریق کار جس میں حسب ضرورت
و مصلحت تغیر ہوتا رہا ہے شِرْعَۃ و مِنْہَاج
کے نام سے پکارا گیا ہے ۔

چنانچہ شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی
بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ
وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی
وَعِیْسٰٓی ، اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ
لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ ۔

(مقرر کیا تمہارے لئے وہ دین جس کی وصیت
کی نوح کو اور اے پیغمبر جس کی وحی بھیجی تمہاری
طرف اور جس کی وصیت کی ہم نے ابراہیم، موسیٰ
اور عیسیٰ کو ، یہ کہ دین کو قائم کرو اور اس میں
اختلاف نہ ڈالو) (شوریٰ ۲)

میں مذاہب کے ان ہی بنیادی اصولوں کی طرف
اشارہ ہے ۔ اور آیۃ مذکورہ بالا میں ان جزوی یا
فروعی مسائل کی طرف جو مختلف شریعتوں میں
بدلتے رہے ہیں ۔

اب شِرْعَۃ اور مِنْہَاج جو ہر امت کو الگ
الگ دی گئی ہے ، کیا وہ ایک ہی چیز ہے یا مختلف؟
حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں :-

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ شِرعۃ کے معنے ہیں سبیل (راستہ) اور مِنہاج کے سُنّۃ مجاہد عکرمہ حسن بصری قتادہ ضحاک وغیرہم کا بھی یہی قول ہے۔ اور حضرت ابن عباس اور مجاہد کا ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ شِرعۃ سے مُراد سُنّۃ ہے اور مِنہاج سے سبیل۔

پھر فرماتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ شِرعۃ (اور وہ شریعت ہی ہے) وہ ہے جس میں کسی بات کی شروعات کی جائے کہا جاتا ہے۔ شَرَعَ فی کذا یعنی اُس کام کی ابتدا کی" اور اسی طرح شریعۃ وہ راستہ جو پانی کی طرف لے جائے (گھاٹ) اور مِنہاج کے معنے ہیں الطریق الواضح السہل کھلا آسان راستہ اور سُنَن کے معنے ہیں راہیں۔ لہٰذا شِرعۃً وَّمِنہَاجًا کی تفسیر علی الترتیب سَبِیل اور سُنَّۃ سے کرنی زیادہ ظاہر ہے مناسبت میں۔ (تفسیر ابن کثیر ص $\frac{2}{66}$)

حافظ ابن کثیر کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ شِرعۃ سے وہ آئینِ شریعت مراد ہے جس کو کتاب اللہ حاوی ہے اور مِنہاج سے وہ راستہ مراد ہے جس پر پیغمبرانِ کرام اس آئین کی وہ منائی میں گزرے۔ کما ھو المعروف واللہ اعلم بالصواب۔

مُنْهَمِر:۔ موسلا دھار برسنے والا۔ اِنْهِمَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَنِیّ:۔ مادہ انسانی۔ نطفہ۔ مَنِیٌّ (بمعنے مَمْنِیٌّ) سے فعیل بمعنے مفعول

مُنِیْب:۔ اللہ کی طرف رجوع ہونے والا۔ گڑگڑانے والا۔ توبہ کرنے والا۔ اِنَابَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُنِیْبِیْنَ:۔ رجوع کرنے والے اِنَابَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالتِ نصبی و جری

مُنِیْر:۔ روشن۔ چمکنے والا۔ تابناک اِنَارَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَوَاخِر:۔ پانی پھاڑنے والیاں۔ واحد: مَاخِرَۃ

مَوَازِیْن:۔ وزن کے آلات۔ ترازو میں۔ وَزْن سے اسم آلہ جمع، واحد مِیْزَان۔ وزن کئے ہوئے (اعمال) وزن سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَوْزُوْن (دیکھو میزان)

مَوَاضِع:۔ ٹھکانے۔ جگہیں۔ وَضْع سے اسم ظرف جمع واحد مَوْضِع۔ سورۃ مائدہ میں یہود کے متعلق فرمایا گیا ہے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ (بدلتے ہیں کلام (الٰہی) کو اپنے ٹھکانے سے) تو یہاں علمائے یہود کی ان تحریفات کا ذکر مقصود ہے جو انہوں نے توریت میں کیں کہ کہیں تو الفاظ ہی بدل ڈالے اور کہیں معانی

و مطالب میں ایسی تاویلات کیں جن سے منشاء
خداوندی باطل ہوگیا۔ اور الفاظ اپنے معانی
مقصودہ پر دال نہ رہے۔ گویا تحریف تحریف
لفظی و معنوی دونوں کو شامل ہے۔ اس مفہوم
کے اظہار کے لئے حضرت شاہ صاحب رح نے مَوَاضِع
کا جو ترجمہ ٹھکانے کیا ہے وہ بہترین ترجمہ ہے۔
کما لا یخفی علیٰ من لہ فہم سلیم۔

مَوَاطِن :۔ مقامات۔ اسم ظرف جمع۔ واحد
مَوْطِن۔

مَوَاقِع :۔ اترنے کی جگہیں۔ ڈوبنے کی جگہیں۔
وَقَعَ سے اسم ظرف۔ جمع۔ واحد مَوْقِع۔
اترنے۔ ڈوبنے۔ واحد مَوْقِع مصدر میمی۔
سورۃ واقعہ میں فرمایا گیا ہے۔ فَلَا اُقْسِمُ
بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ (پس قسم کھاتا ہوں نجوم کے
مواقع کی، تو یہاں یا تو ان اوقات کی قسم کھائی
گئی ہے جب پچھلی رات ستارے گوشہ مغرب میں
اترتے ہیں کہ یہ وقت عبادت گزاروں کے لیے
ایک خاص لذت و کیفیت کا ہوتا ہے اور
اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و برکت کا خصوصی
نزول ہوتا ہے۔ یا ستاروں کی منزلوں کی
قسم کھائی ہے (یہاں مصطلحہ منزلیں مراد لینی
ضروری نہیں) کہ ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی تدبیر
کامل اور قدرت عظیمہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اگر
نجوم سے آیات اللہ مراد لی جائیں تو مَوَاقِع
النُّجُوْم سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب صافیہ
مراد ہوں گے۔ یا ان کے قلوب پر آیات کلام الٰہی
کا اترنا مراد ہوگا۔ (کشاف ص۴۳۲ ج۴ باضافہ)

مُوَاقِعُوْا۔ گرنے والے۔ مُوَاقَعَۃ سے اسم فاعل
جمع مذکر۔ واحد۔ مُوَاقِع۔ اصل میں مُوَاقِعُوْنَ
تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

مَوَاقِیْت :۔ اوقات۔ واحد مِیْقَات۔ میقات
اس وقت کو کہتے ہیں۔ جو کسی کام کے لئے مقرر
کیا گیا ہو۔

مَوْئِل :۔ جائے پناہ۔ وَأْل سے اسم مصدر۔

مَوَالِی :۔ آزاد شدہ غلام۔ دوست۔ وارث۔
واحد مَوْلیٰ۔ (دیکھو مَوْلیٰ)

مَوْءُوْدَۃ :۔ زندہ درگور کی ہوئی۔ وَأْدٌ سے
اسم مفعول واحد مونث۔ منجملہ دیگر مراسم قبیحہ
کے عہد جاہلیت میں عرب میں یہ رسم بھی جاری تھی
کہ اگر کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ درگور
کر دیا جاتا اس کی دو وجوہ تھیں ایک تو یہ کہ
لڑکے کی طرح لڑکی سے دشمنوں کی حفاظت اور
کسب معاش وغیرہ کے فائدے حاصل نہ ہو سکتے
تھے، بلکہ الٹی ان کی حفاظت کرنی پڑتی تھی۔ اور
شادی وغیرہ کے مواقع پر روپیہ خرچ کرنا پڑتا
تھا۔ دوسری یہ کہ کسی کو داماد بنانا پڑتا تھا۔

جو ان کے ہاں ننگ و عار کی بات سمجھی جاتی تھی نیر اسلام کے طلوع ہوتے ہی اس ظلم کی ظلمت بھی کافور ہو گئی ۔

مُوْبِق :- ہلاکت کی جگہ، ہلاکت۔ وُبُوْق سے اسم ظرف۔ جمع مَوَابِق۔ و مصدر میمی ۔

مَوْت :- مرنا۔ موت۔ باب نَصَرَ سے مصدر

مَوْتَۃ :- ایک بار مرنا۔ مَوْت سے مصدر برائے مرّۃ ۔

مَوْتیٰ :- مُردے۔ واحد مَیِّت ۔

مُؤْتَفِکَات :- الٹ جانے والی بستیاں اِئْتِفَاک سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُؤْتَفِکَۃ

اس سے مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں جو عذاب الٰہی کی وجہ سے الٹ دی گئی تھیں ۔

یا قوم لوط و ہود و صالح (علیہم السلام) کی بستیاں جن کے راحت و فراغت کے حالات تباہی و بربادی کے مصائب میں بدل گئے ۔ مُؤْتَفِکَۃ۔ الٹ جانے والی بستی

مُوْتُوْا :- تم مر جاؤ۔ مَوْت سے امر جمع مذکر حاضر

مُؤْتُوْنَ :- دینے والے اِیْتَاء سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُؤْتِی۔

مَوْثِق :- عہد و پیمان۔ وُثُوْق سے مصدر میمی

مَوْج :- پانی کی لہر موجہ۔ جمع اَمْوَاج ۔

مُؤَجَّل :- وعدہ کیا ہوا۔ وقت مقرر کیا ہوا ۔

تَأْجِیْل سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَوَدَّۃ :- دوستی۔ محبت۔ کسی چیز کی تمنا۔

مُؤَذِّن :- اعلان کرنے والا۔ تَأْذِیْن سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَوْر :- ہلنا۔ کانپنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

مَوْرُوْد :- وہ چیز جس پر وارد ہوں وُرُوْد سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُوْرِیَات :- پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالنے والے (گھوڑے) اِیْرَاء سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُوْرِیَۃ ۔

مَوْزُوْن :- اندازہ کیا ہوا۔ وَزْن سے اسم مفعول واحد مذکر۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَاَنْبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ (اور اگائی اس میں ہر چیز انداز سے) یعنی زمین اور پہاڑوں میں ہر چیز مناسب اور معتدل پیدا کی جو جو اوصاف جس جس چیز کے لئے ضروری تھے۔ وہ اسے عطا کئے اور جس مقدار میں اسے پیدا کرنا مقصود تھا اسی مقدار میں اسے پیدا کیا۔ یا ہر وہ چیز جس کی نعمت و منفعت کے لحاظ سے کچھ اہمیت تھی۔ پہلی کے یہ معانی اس صورت میں ہیں جب کہ وزن سے وزن معنوی مراد لیا جائے اور اگر مقدار سے وزن مادی مراد ہو تو وہ چیزیں مراد [illegible]

وزن کیا جاتا ہے۔ مثلاً سونا چاندی وغیرہ۔

(بیضاوی ص ۲۲۹)

مُوسیٰ :- بنی اسرائیل کے عظیم و جلیل پیغمبر کا نام نامی۔ حضرت موسیٰ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔

موسیٰ بن عمران (یا عمرام)، بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السّلام۔ گویا آپ حضرت یعقوب علیہ السّلام کے پوتے کے پوتے تھے۔ آپ کے اور حضرت یعقوب علیہ السّلام کے درمیان تقریباً چار سو سال کی مدت تھی۔

مُوسیٰ" کے معنے عبرانی زبان میں "پانی سے نکالے ہوئے کے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ "مُو" قبطی زبان میں پانی کو کہتے ہیں اور "سیٰ" درخت کو، چونکہ حضرت موسیٰ کو فرعون کے ڈر سے ایک تابوت میں رکھ کر درختوں کے نیچے پانی کی موجوں میں بہا دیا گیا تھا۔ اور پھر خدا کے حکم سے ان کو زندہ اور سلامت نکال لیا گیا تھا اس لئے اُن کا نام موسیٰ پڑ گیا۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السّلام شریعت و حکومت دونوں کے جامع تھے۔ آپ نے ایک ظالم و متکبر قوم کے مقابلہ میں ایک نہتی اور ضعیف جماعت کو ساتھ لے کر حق و صداقت کو غالب و منصور کیا۔ اور وقت کی سب سے بڑی طاغوتی طاقت کا تخت الٹ کر حکومت الٰہی کا پرچم لہرایا

اِن وجوہ سے آپ کی زندگی سید المرسلین خاتم النبیین علیہما الصلوٰۃ والسّلام کی زندگی سے بہت کچھ مشابہت رکھتی ہے۔ اور اس میں امت محمدیہ کے لئے بہت کچھ مواعظ و عبر پنہاں ہیں لہٰذا آپ کا ذکر مفصلاً و مجملاً قرآن کریم میں جا بجا آیا ہے۔ اور آپ کا نام قرآن کریم میں ۱۳۰ جگہ مذکور ہے۔

(۱) حضرت یوسف علیہ السّلام جس زمانہ میں عزیز مصر تھے اپنے خاندان کو ارض کنعان سے مصر ہی لے آئے تھے۔ اور اس زمانہ کے فرعون نے جاشان کا علاقہ ان کو بطور جاگیر کے دیدیا تھا۔ کچھ عرصہ تک مصر میں اُن کی عزت و حرمت قائم رہی لیکن حضرت یوسف کے بعد جب اُن کی آبادی بڑھی تو اُن کو ایک مشتبہ اقلیت قرار دے دیا گیا۔ رفتہ رفتہ ان کی مذہبی آزادی بھی سلب کر لی گئی۔ اور شہری زندگی کے حقوق سے بھی محروم کر دیا گیا۔

موسیٰ علیہ السّلام کی پیدائش سے پہلے اس وقت کے فرعون رعمسیس (فرعون بادشاہِ مصر کا لقب تھا) نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر یہ دی گئی تھی کہ بنی اسرائیل میں عنقریب ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کی حکومت کا تختہ الٹ دے گا۔ اور بنی اسرائیل کو اس کے پنجہ

استبداد سے چھٹکارا دے گا۔ اس خواب سے ڈر کر رعمسیس نے حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اُسے فوراً قتل کر دیا جائے۔

حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تو اُن کی ماں کچھ دن تک تو اُن کو چھپاتی رہیں۔ مگر جب پوشیدہ رکھنا ممکن نہ رہا تو باشارہ خداوندی ان کو ایک تابوت میں بند کر کے دریائے نیل کے بہاؤ پر بہا دیا۔ تابوت بہتا ہوا قصرِ فرعون کے کنارے آ لگا۔ فرعون کی بیوی آسیہ نے اُس کو نکلوایا تو دیکھا کہ ایک چاند سا مکھڑا لیٹا ہے۔ بے اختیار اُسے سینے سے لگا لیا۔ اور متبنیٰ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ فرعون کو خبر پہونچی تو اس نے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر آسیہ آڑے آئیں۔ اور بچا لیا۔

اب بچے کے لئے دایہ تلاش ہونے لگی۔ کئی عورتیں آئیں مگر بچہ نے کسی کے پستان کو منہ نہ لگایا۔ موسیٰ کی بہن اپنی ماں کی ہدایت کے مطابق پیچھے لگی ہوئی تھیں۔ اور تمام واقعات دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے عرض کیا۔ کہ اگر اجازت ہو تو ایک مناسب دایہ میں لاؤں۔ اجازت ہوئی اور وہ اپنی ماں کو جو بیٹے کی مفارقت میں بے چین تھیں لے آئیں۔ بچے نے فوراً اُن کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ اور وہ اُن کے حوالے کر دیئے گئے۔

(۲) حضرت موسیٰ بڑے ہوئے تو جسمانی طاقت کے ساتھ ساتھ علم و حکمت سے بھی حصہ پایا۔ فطرتاً ان کو بنی اسرائیل کے مظلوموں سے ہمدردی تھی۔ موقعہ بہ موقعہ ان کی مدد بھی کرتے رہتے تھے سردارانِ فرعون کو یہ بات سخت ناگوار تھی اور وہ ان سے انتقام لینے کے لئے موقعہ کی تلاش میں تھے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دن موسیٰ شہر سے باہر گھوم رہے تھے دیکھا کہ ایک قبطی (فرعون کی قوم کا آدمی) ایک اسرائیلی کو مار رہا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو دیکھا تو انھیں مدد کے لئے بلایا موسیٰ نے جوانی کے جوش میں قبطی کے ایک گھونسہ رسید کیا۔ گھونسہ اتفاقاً کسی نازک جگہ لگا۔ اور قبطی نے وہیں دم توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ کو اس اتفاقی قتل پر افسوس ہوا۔ اور اللہ سے اپنے گناہ کی معافی چاہی جو عطا کر دی گئی۔

دوسرے دن صبح کو محل سے نکلے تو دیکھا کہ کل والا مظلوم اسرائیلی آج پھر کسی دوسرے قبطی کا تختۂ مشق بن رہا ہے۔ اسرائیلی نے پھر انہیں مدد کے لئے پکارا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک طرف اسرائیلی کو ڈانٹا کہ تو روز کسی نہ کسی سے جھگڑا کرتا ہے۔ اس میں تیرا بھی قصور معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف قبطی پر حملہ کرنے کے لئے

آگے بڑھے۔ اسرائیلی سمجھا کہ انہوں نے مجھے بُرا بھلا کہا ہے مجھ ہی پر حملہ کریں گے۔ چیخنے لگا کہ اے موسیٰ ایک کو تو کل قتل کر چکے ہو کیا آج مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔

حکام شہر کو کل کے مقتول کے قاتل کا کھوج نہ لگا تھا۔ اسرائیلی کے اس کہنے سے یہ راز افشاء ہوگیا۔ فرعون کے سرداروں کو موقعہ ہاتھ آگیا انہوں نے تمام واقعات رنگ دے کر فرعون کے گوش گزار کیے۔ اور حضرت موسیٰ کے قتل کے مشورے ہونے لگے۔

ان سرداروں میں ایک حضرت موسیٰ کا خیر خواہ بھی تھا۔ اُس نے حضرت موسیٰ کو حالات کی نزاکت کی خبر کی۔ اور اُنہیں فوراً ملک سے باہر نکل جانے کا مشورہ دیا۔

(۳) موسیٰ نے مصر سے "مدین" کا راستہ لیا۔ مدین کے لوگ حضرت موسیٰ کے رشتہ دار ہوتے تھے۔ اور یہ شہر مصر سے دس دن کی راہ تھا۔

وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑے کنوئیں پر لوگوں کی بھیڑ لگی ہے۔ سب اپنے اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ مگر دو لڑکیاں نگاہیں نیچی کئے اپنے مویشیوں کو روکے ہوئے ایک طرف کھڑی ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کا بوڑھا باپ تو یہاں آنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور ان لڑکیوں کو جب تک سب قوم اپنے جانور کو پانی پلا کر واپس نہ ہو جائے۔ پانی پلانے کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔

موسیٰ علیہ السلام کا جذبہ حمیت خدمت بھر جوش میں آیا۔ وہ مجمع کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور دو مردوں سے ڈول لے کر ان لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلایا اور ستانے کے لئے ایک پتھر کے نیچے لیٹ گئے۔

لڑکیاں اپنے گھر کو گئیں تو بوڑھے باپ سے سارا قصہ بیان کیا۔ باپ شعیب علیہ السلام صاحب مدین تھے۔ اُنہوں نے لڑکیوں سے کہا کہ یہ تمہارا محسن مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں بھی اُس کے احسان کا بدلہ احسان سے دینا چاہئے اُسے بُلا لاؤ۔

ایک لڑکی عفیفانہ انداز سے ان کے پاس گئی اور لجاتے ہوئے کہا۔ "میرے والد آپ کو بُلاتے ہیں۔ اور اس احسان کا جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا آپ کو بدلہ دینا چاہتے ہیں"۔

حضرت موسیٰ چلے آئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو ساری سرگزشت سنائی۔ اُنہوں نے حضرت موسیٰ کو تسلی دی۔ اور یہ دیکھ کر کہ اپنے ہی خاندان کا لڑکا ہے۔ صحت مند اور عفیف بھی ہے۔ اپنی ایک لڑکی کی اُن سے شادی

کردی۔ مہر یہ قرار پایا کہ وہ آٹھ سال تک اُن کی بکریاں چرائیں۔ اس طرح حضرت موسیٰ مدین میں رہنے سہنے لگے (دیکھو شعیب)

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب مقررہ مدت پوری کر لی تو انہیں اپنے گھر والے یاد آئے خصوصاً بوڑھی ماں جس کے دل کی بے قراری نے دشمن کے گھر میں بھی اپنے بچے سے آنکھیں ٹھنڈی کرنے کی راہ نکال لی تھی۔ حضرت شعیب سے اجازت لے کر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر مدین سے مصر روانہ ہو گئے۔

طورِ سینا کے دامن میں پہنچے تو راستہ بھول گئے اِدھر بیوی کو درد زہ شروع ہو گیا۔ سردی کا موسم سنسناتی ہوا، رات کا وقت، روشنی اور گرمی حاصل کرنے کیلئے آگ کی ضرورت تھی۔ وادیٔ ایمن کی طرف نظر اٹھائی تو وہاں ایک شعلہ چمکتا ہوا دکھائی دیا۔ بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہرو۔ میں نے سامنے آگ دیکھی ہے اس میں سے ایک چنگاری لے آؤں اور ممکن ہے کہ وہاں کوئی راستہ بتانے والا بھی مل جائے۔

جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک سرسبز درخت پر آگ زور شور سے بھڑک رہی ہے۔ آگے بڑھتے ہیں تو آگ پیچھے ہٹتی ہے۔ اور پیچھے ہٹتے ہیں تو آگ آگے بڑھتی ہے۔ ابھی عالم حیرت ہی میں تھے کہ آواز آئی۔

اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ، اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی (اے موسیٰ میں ہوں تیرا رب تو اپنی جوتیاں اُتار ڈال کیونکہ تو وادی مقدس طُویٰ میں ہے اور دیکھ میں نے تجھ کو نبوت کے لئے چن لیا ہے۔ اس لئے میری وحی کو کان لگا کر سن!)

اس طرح موسیٰ جو آگ لینے گئے تھے۔ نور نبوت سے سرفراز کئے گئے۔ اور جو وادیٔ سینا میں مصر کا راستہ بھول گئے تھے گم گشتگان وادی ضلالت کے رہنما بنائے گئے۔ ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

سلام و کلام کے بعد یہ حکم ملا۔ اے موسیٰ اب تک تو گھر والوں کے لئے جانب مصر جا رہے تھے۔ اب سرکاری مشن پر مصر جاؤ گے (دیکھو فرعون) نے بہت زور باندھ رکھا ہے۔ اس کے دربار میں جاؤ اگر ممکن ہو تو اسے راہِ ہدایت دکھاؤ۔ اس حکم کے ساتھ عصائے موسوی اور یدِ بیضا کے دو معجزے بھی کرامت فرمائے گئے۔

(۵) حضرت موسیٰ حضرت ہارون اپنے بھائی کو ساتھ لے کر فرعون کے دربار میں پہنچے۔ اور

باطل کے ایوان میں حق کی صدا اس طرح بلند کی: "اے فرعون ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ لہٰذا بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر دے۔ اور ہمیں انہیں مصر سے لے جانے دے اور انہیں عذاب میں مبتلا نہ کر۔ ہمارا رسالت کا دعویٰ ہوائی بات نہیں ہے ہم خدا کی طرف سے اپنی صداقت کی نشانی لے کر آئے ہیں۔" اس کے بعد حضرت موسیٰ نے فرعون کے مطالبہ پر اسے "عصا" اور "ید بیضا" وغیرہ کے معجزات دکھائے۔ مگر فرعون معاملہ کو سیاسی رنگ دینے اور موسیٰ علیہ السلام کے خلاف قبیلوں کی رائے عامہ کو منظم کرنے کے لئے کہنے لگا، اے موسیٰ تم اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکالنا اور اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو۔ اگر جادو ہی کے ذریعہ فیصلہ کرنا ہے تو ایک دن مقرر کرو جس میں کھلے میدان میں میرے جادوگروں کا تم سے مقابلہ ہو جائے۔"

حضرت موسیٰ کو یقین تھا کہ اللہ کی نشانیوں کا جادوگروں کے شعبدوں سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ فوراً چیلنج قبول کر لیا۔ اور تہوار قومی کا دن اس مقابلہ کے لئے تجویز ہوا۔ مصر کے گوشہ گوشہ سے جو اس زمانے میں جادوگروں کا مرکز تھا۔ بہترین جادوگر بلائے گئے۔ اور انہیں کامیاب ہونے کی صورت میں گراں قدر اور بیش بہا انعامات کے لالچ دیئے گئے۔ مقابلہ شروع ہوا۔

جادوگروں نے میدان میں اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں جو ان کے جادو کی وجہ سے سانپوں کی طرح دوڑتی نظر آنے لگیں۔ علامہ رشید رضا نے بحوالہ حافظ ابن حجر لکھا ہے کہ یہ شعبدہ گری تھی لاٹھیوں اور رسیوں میں پارہ بھرا ہوا تھا۔ اور جس زمین پر ان کو ڈالا گیا اس کو نیچے سے کھود کر آگ دہکا دی گئی تھی۔ تماشبین حسب قاعدہ دور کھڑے تھے۔ ان کو اصل حقیقت کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا۔

(دیکھو سحر)

اب حضرت موسیٰ کی باری آئی۔ انہوں نے اپنی لاٹھی (عصائے موسوی) کو زمین پر ڈالا تو وہ اژدہا بن گئی۔ اور ان مصنوعی سانپوں کو چٹ کر گئی۔ جادوگروں نے جو اپنے فن کے ماہر تھے فوراً سمجھ لیا کہ یہ جادو نہیں ہو سکتا یہ سحر سے بلند کوئی چیز ہے۔ وہیں سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے خدا پر ایمان لائے۔

فرعون شرمندہ تو پہلے ہی تھا اب غصہ سے بے قابو ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ تم سب نے مجھے نیچا دکھانے اور ملک میں اقتدار حاصل کرنے کے

نے آپس میں سازش کی ہے۔ موسیٰ تمہارا اُستاد معلوم ہوتا ہے اور تم اس کے شاگرد ہو۔ اور انہیں سولی پر لٹکانے کی دھمکی دی۔ مگر یہ۔

"وہ نشہ نہیں جسے ترشی اُتار دے"

کل کے ساحرین نے اور آج کے مومنین نے آخرت کے عذاب شدید کے مقابلہ میں دنیا کی ہر تکلیف کو برداشت کرنے اور حق و صداقت پر جمے رہنے کا اعلان کر دیا۔

(۶) اس فیصلہ کن معرکے کے بعد بھی فرعون اور اس کی قوم پر تو کوئی خاص اثر نہ ہوا البتہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آیا۔

حضرت موسیٰ کی طاقت بڑھتی ہوئی دیکھ کر فرعون نے سختیوں میں اضافہ کر دیا۔ بنی اسرائیل کے بچوں کو دوبارہ قتل کرنے کی مہم جاری کی، مومنین بنی اسرائیل کو طرح طرح ستایا جانے لگا۔ اور خود حضرت موسیٰ کو قتل کرنے کے مشورے ہونے لگے اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کی تنبیہ کے لیے چھوٹے چھوٹے مختلف قسم کے عذاب بھیجے۔ مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا +

آخر اللہ تعالےٰ نے اپنی سنتِ جاریہ کے مطابق آخری عذاب نازل کرنے کا حکم فرمایا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر کی سرحد کو پار کر جائیں۔ حضرت موسیٰ بہ تعمیل حکم خداوندی کئی لاکھ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر بحر قلزم کے راستہ پر چلے۔ فرعون کو پتہ چلا تو اپنی ایک لشکر جرار لے کر پیچھا کیا۔ بنی اسرائیل جب سمندر کے کنارے پہنچے تو سخت پریشان ہوئے۔ آگے سمندر کی موجیں اور پیچھے فرعون کی فوجیں۔ حضرت موسیٰ نے تسلی دی اور بحکم خداوندی سمندر میں لاٹھی ماری اور فوراً سمندر کا پانی پھٹ گیا۔ اور درمیان میں بارہ خشک راستے نکل آئے۔ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان صحیح و سالم ان راستوں سے سمندر پار کر گئے۔ اِدھر فرعون بھی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ سمندر کے کنارے پہنچ گیا تھا۔ اُس نے بھی خشکی دیکھ کر سمندر میں گھوڑے ڈال دیئے۔ جوں ہی فرعون اور اس کا لشکر بیچ سمندر میں پہنچا پانی کے طبقے باشارۂ خداوندی ایک دوسرے سے مل گئے۔ اور فرعون اور اس کا لشکر غرق آب ہو گیا +

سمندر کی موجوں میں جب فرعون نے آخری جھکولے لینے شروع کیے۔ اور موت کا بھیانک چہرہ سامنے نظر آنے لگا تو چیخنے لگا۔

میں یقین کرتا ہوں کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں بھی اس کی فرمانبرداری کے لئے آمادہ ہوں

ارشادِ باری ہوا:۔

آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ. فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً

(اب ایمان لاتا ہے۔ حالانکہ پہلے ساری عمر نافرمانی میں گزار دی۔ اور برابر فساد کرتا رہا تاہم آج ہم تیرے جسم کو سمندر کی موجوں کا لقمہ بننے سے بچالیں گے۔ تاکہ بعد والوں کے لیے قدرت خداوندی کی ایک نشانی ہو) یونس ۱۲

علامہ رشید رضا لکھتے ہیں:۔

جس طرح قبض روح کے وقت ایمان لانا معتبر نہیں کہ وہ شخصی موت کا وقت ہوتا ہے اسی طرح عذاب استیصال کے نزول کے وقت ایمان لانا بھی مفید نہیں کہ وہ قوم کی موت کا وقت ہوتا ہے۔ یہ ایمان اس لئے مقبول نہیں ہوتا کہ یہ اضطراری ہوتا ہے۔ خارجی تاثرات کی بناء پر ایک انفعالی کیفیت ہوتی ہے۔ فعل نہیں ہوتا۔ حالانکہ ایمان میں فعل مطلوب ہے۔ ایمان لانے والے کا۔ (المنار ص ۱۱ / ۴۷۶)

الغرض فرعون کا ایمان رد کر دیا گیا۔ فرشتہ موت نے اس کی روح کو جسم سے کھینچ لیا مگر خدا کی موجوں نے اس کی لاش کو ساحل پر لا پھینکا تاکہ دوسروں کے لئے عبرت و نصیحت ہو۔ قرآن کریم نے اس صورت حال کو "بدن کی نجات" سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جیسا بے فائدہ ایمان تھا ویسی ہی بے فائدہ نجات مل گئی"۔ کہ بنی اسرائیل دیکھ کر شکر کریں۔ اور پیچھے آنے والے اس کے حال سے عبرت پکڑیں"۔ (موضح القرآن)

یہ فرعون جدید اثری تحقیقات کے پیش نظر رعمیس دوم کا بیٹا منفتاح تھا۔ اس کی مجسمہ لعنت لاش مصر کے عجائب خانہ میں آج بھی اہل بصیرت کے لیے نمونۂ عبرت بنی ہوئی ہے۔ (دیکھو فرعون)

(۷) فرعون کی غرقابی کے بعد حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر بحر قلزم کے اس پار اترے تو سامنے وہ میدان تھا جو میدان سینا کے نام سے مشہور ہے۔ مصر اور فلسطین کے درمیان واقع ہے۔

یہ سرزمین بے آب و گیاہ ہے۔ اور یہاں شدید گرمی پڑتی ہے۔ بنی اسرائیل گرمی اور بھوک کی تاب نہ لاسکے اور بے قراری کا اظہار کیا۔ خداوند قدوس نے اپنے فضل و کرم سے

بادلوں کا شامیانہ مستقل طور پر سروں
پر تان دیا۔ حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ چٹان
پر لاٹھی ماریں۔ لاٹھی کی ضرب پڑتے ہی پانی
کے بارہ۱۲ چشمے بنی اسرائیل کے بارہ۱۲ قبیلوں کے
لئے جاری ہوگئے۔ اور غذا کے لئے "منّ وسلویٰ"
اتارا۔ (دیکھو منّ)

مگر بنی اسرائیل نے خدا کی اس نعمت کی
قدر نہ کی اور جلد ہی اناج اور ترکاریوں کا
مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔

(۸) حضرت موسیٰ کی کوہ طور پر طلب ہوئی
کہ اپنی قوم کے لئے "خدا کی کتاب ہدایت" لے جاؤ
حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو اپنے بھائی حضرت
ہارون کی نگرانی میں دے کر طور پر پہونچے۔ چالیس
روز کی ریاضت کے بعد خداوند قدوس سے
شرف ہم کلامی حاصل ہوا۔ لذت مکالمہ
سے ایسے بے خود ہوئے کہ مشاہدہ محبوب کا مطالبہ
کرنے لگے۔ حکم ہوا کہ پہاڑ کو دیکھو، ہم اس پر
اپنے جلوے کی ایک کرن ڈالتے ہیں۔ اگر وہ
اپنی جگہ قائم رہا تو سمجھنا کہ تم بھی اس کی تاب
لا سکوگے +

جب اللہ تعالیٰ کی تجلی کی نمود پہاڑ پر ہوئی
تو پہاڑ کا وہ حصہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اور موسیٰ
غش کھا کر گر پڑے + ہوش میں آئے تو اللہ
تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور توبہ اور استغفار
میں مصروف ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے توریت جو تختیوں پر لکھی ہوئی
تھی عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اس پر خود بھی
پوری طاقت سے عمل کرو۔ اور قوم کو بھی عمل
کا حکم دو +

(۹) حضرت موسیٰ توریت لے کر طور سے
واپس آئے تو دیکھا کہ بنی اسرائیل کے ایک
گروہ نے "سامری" کے بہکانے سے گوسالہ پرستی شروع
کر دی ہے۔ سخت ناراض ہوئے۔ خداوند قدوس
کی طرف سے حکم ہوا کہ قوم کے وہ لوگ جنہوں
نے گوسالہ پرستی نہیں کی۔ گوسالہ پرستوں کو
قتل کریں۔ اور یہی ان کی توبہ قرار دی گئی۔
بنی اسرائیل کے ہزاروں آدمی جب اس طرح
ہو چکے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو و رحمت کا
حکم صادر ہوا (دیکھو سامری)

(۱۰) اب حضرت موسیٰ نے قوم کو طور کی
سرگزشت سنائی، توریت پیش کی اور اس
کے احکام پر عمل کرنے کی تاکید کی مگر بنی اسرائیل
کے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم تمہاری بات اُس وقت
مان سکتے ہیں جب خدا تعالیٰ سے خود سن لیں
حضرت موسیٰ ان میں سے ستر سرداروں کو انکا
نمائندہ بنا کر طور پر لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے

اُن کو خدا کلام سنایا۔ مگر یہ اس پر مطمئن نہ ہوئے کہنے لگے کہ جب تک ہم خدا کو بے حجاب دیکھ لیں ہم کو یقین نہیں آسکتا۔ اس گستاخی پر نیچے سے بھونچال آیا۔ اور اوپر سے بجلی کڑکی اور سب وہیں ڈھیر ہو گئے۔

حضرت موسیٰ نے اِن گستاخوں کی دوبارہ زندگی کی دُعا فرمائی۔ دعا قبول ہوئی۔ اور اُنہوں نے اپنی قوم کے پاس واپس آکر موسیٰ علیہ السلام کے بیان کی تصدیق کی۔ مگر بنی اسرائیل خدا کی نافرمانی پر اس قدر جری ہو گئے تھے کہ انہوں نے اب بھی احکام الٰہی کو قبول کرنے میں پس و پیش جاری رکھی۔

آخر اللہ تعالےٰ نے کوہِ طور کو ان کے سروں پر معلق کر دیا۔ عذاب کو سر پر مسلط دیکھ کر تعمیل احکام خداوندی پر آمادہ ہو گئے۔ تاہم نہ زیادہ عرصہ تک اپنے عہد پر قائم نہ رہ سکے۔

(۱۱) اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہاری اولاد کو زمین فلسطین کا وارث بنایا جائے گا۔ اس وعدہ کے پورا ہونے کا اب وقت آچکا تھا۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وادی سینا سے نکل کر بے جھجک فلسطین کی حدود میں قدم رکھو۔ اور سرحدی شہر اریحا میں داخل ہو جاؤ۔

مگر مصر کی مسلسل غلامی نے بنی اسرائیل کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ اور فرعونیوں کے میل جول سے صحیح راہ نمائی کو قبول کرنے کی صلاحیت ان میں تقریباً مفقود ہو چکی تھی۔ حضرت موسیٰ کی مسلسل تبلیغی و تعلیمی جدوجہد اور خداوند قدوس کی آیات بینات کے متواتر مشاہدے کے بعد بھی ایمان و اذعان کی خو ان میں پیدا نہ ہو سکی۔ اور یہ کہہ کر حضرت موسیٰ کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔

"اے موسیٰ فلسطین میں تو بڑے طاقتور لوگ (عمالقہ) رہتے ہیں۔ ان کے مقابلہ کی ہم میں طاقت نہیں۔ اگر وہ وہاں سے نکل آئیں تو ہم داخل ہو جائیں گے"! انہیں سمجھایا گیا کہ ارضِ فلسطین تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ خدا کی مدد تمہارے قدم اُٹھانے کی منتظر ہے ہمت کرو اور شہر کے دروازے تک تو پہنچو۔

مگر وہ بدنصیب بولے:۔

"اے موسیٰ جب تک عمالقہ فلسطین میں ہیں ہم تو اس کی حدود میں داخل ہوں گے نہیں اگر تمہیں اپنے رب کے حکم کی تعمیل کا ایسا ہی شوق اور اس کی مدد پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو تم اپنے رب کو ساتھ لے کر وہاں چلے جاؤ ہم تو یہاں ہی بیٹھے ہیں۔

"اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ آپ نے دُعا فرمائی۔ "اے خدا مجھے اپنے اور اپنے بھائی پر تو اختیار ہے۔ اس بدبخت قوم پر قابو نہیں۔ لہٰذا تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں فیصلہ کر دے"۔

اس پر حکم ہوا کہ فلسطین کی سرزمین ان کی موجودہ نسل پر حرام کر دی گئی ہے۔ یہ لوگ چالیس سال تک اسی میدان "تیہ" میں خاک چھانتے پھریں گے"۔

چنانچہ یہ لوگ چالیس سال تک وادی تیہ میں ناکامی و نامرادی کی حالت میں بھٹکتے پھرتے رہے۔ اور اس دوران میں ایک روایت کے موافق حضرت یوشع بن نون اور کالب کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔

حضرت ہارون و موسیٰ علیہما السلام بھی یکے بعد دیگرے تین سال کے فرق سے بہیں داصل بحق ہوئے۔

چالیس سال بعد جب یہ نسل ختم ہو گئی۔ اور نئی نسل جس نے آزادی کی فضا میں سانس لیا تھا۔ اور بچپن ہی سے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی۔ ظہور پذیر ہوئی تو حضرت یوشع بن نون (جو حضرت موسیٰ کے بعد خلعت نبوت سے سرفراز کیے گئے تھے۔) انہیں لے کر میدان سینا سے نکلے۔ اور فاتحانہ طور پر موعودہ سرزمین فلسطین میں داخل ہو گئے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲)

مُوْسِع :- وسعت والا۔ صاحبِ مقدرت۔ اِیساع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُوْسِعُوْنَ :- مقدور والے۔ وسعت والے مُوْسِع کی جمع بحالت رفع۔

مُوْصٍ :- وصیت کرنے والا۔ اِیصاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُؤْصَدَة :- موندی ہوئی۔ بند کی ہوئی۔ اِیصَاد سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَوْضُوْعَة :- قرینے سے رکھی ہوئی۔ وَضْع سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَوْضُوْنَة :- سونے کے تاروں سے بنی ہوئی۔ جن میں موتی ٹکے ہوں۔ مضبوط بنی ہوئی۔ وَضْن سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَوْطِئ :- پامال کرنے کی جگہ۔ وَطْئ سے اسم ظرف

مَوْعِد :- وعدہ کا مقام۔ وعدہ کا وقت، وعدہ۔ وَعْد سے اسم ظرف و مصدر میمی۔ جمع مَوَاعِد

مَوْعِدَة :- وعدہ۔

مَوْعِظَة :- نصیحت کرنا۔ نصیحت۔ جمع مَوَاعِظ وَعْظ و مَوْعِظَة اس نصیحت کو کہتے ہیں جس میں مخاطب کو ڈرایا جائے۔

خلیل نحوی کا قول یہ ہے کہ کسی شخص کو بھلائی کی یاد دہانی کرنا اس طرح کہ اس کے دل پر اثر ہو مَوْعِظَة اور وعظ کہلاتا ہے۔ اور بقول بعض مَوْعِظَة وہ کلام ہے جس میں ترغیب و ترہیب کے ذریعہ خیر و صلاح کی دعوت دی گئی ہو۔ (تفسیر خازن)

علامہ عبداللہ بن احمد نسفی لکھتے ہیں:۔ مَوْعِظَة وہ نصیحت ہے جس میں ہر محبوب و مرغوب چیز کی طرف دعوت دی جائے۔ اور ہر مکروہ و ناپسندیدہ چیز سے روکا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صفت مَوْعِظَة بیان فرمائی ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ (اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آچکی ہے) یونس)

قرآن کریم سراپا موعظت ہے۔ کیونکہ قرآن اوامر و نواہی پر مشتمل ہے۔ اور امر مامور بہ کے حسن اور نہی منہی عنہ کے قبح کو مقتضی ہوتے ہیں۔ کیونکہ آمر حکیم ہے۔ یعنی خداوندِ حکیم نے جس چیز کا حکم دیا ہے ضروری ہے کہ وہ اچھی اور حسن ہو اور جس چیز سے اس نے منع فرمایا ہے ضروری ہے کہ وہ بری اور قبیح ہو۔ اور کوئی بھلائی ایسی نہیں جس کا قرآن میں حکم نہ ہو۔ نہ کوئی ایسی برائی ہی ہے جس سے قرآن میں نہ روکا گیا ہو پس مَوْعِظَة کا پورا پورا اور صحیح مصداق قرآن کریم ہی ہے۔ (تفسیر مدارک التنزیل) (ش،د)

مَوْعُوْد:۔ وعدہ کیا ہوا۔ وَعْد سے اسم مفعول واحد مذکر۔ اَلْيَوْمُ الْمَوْعُوْدُ سے مراد قیامت کا دن ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ آکر رہے گا۔ اور اس دن نکوکاروں کو اعمال نیک کا اور بدکاروں کو ان کے اعمال بد کا بدلہ مل کر رہے گا۔

مُوَفُّوْ:۔ پورا پورا دینے والے۔ تَوْفِيَة سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُوَفِّیْ۔ اصل میں مُوَفُّوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا

مَوْفُوْر:۔ پورا کیا ہوا۔ مکمل۔ وَفْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُوْفُوْنَ:۔ پورا کرنے والے۔ اِيْفَاء سے اسم فاعل جمع مذکر واحد مُوْفِیْ۔

مُوْقَدَة:۔ بھڑکائی ہوئی۔ اِيْقَاد سے اسم مفعول واحد مؤنث۔ سورۂ ہمزہ میں دوزخ کی آگ کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ (ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جا جھانک لیتی ہے دلوں کو) مطلب یہ ہے کہ دنیا کی آگ کی تاثیر پہلے بدن پر ہوتی ہے۔ پھر بدن کی اندرونی چیزوں

کو درجہ بدرجہ جلاتی ہے، یہاں تک کہ اخلاط
اور ارواح تک پہونچتی ہے۔ اور دوزخ کی آگ
قہر الٰہی کی آگ ہے کہ پہلے نفس ناطقہ کو صدمہ
پہنچاتی ہے اور وہاں سے دل کو (کہ سب اعضا
میں نازک تر ہے) دکھ دیتی ہے۔ لہٰذا اس آگ
کی تکلیف کا کیا ٹھکانہ ہے۔ دنیا میں اس آگ
سے کسی درجہ میں اگر کچھ مشابہت ہے تو بخار
کو ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ الحمّٰی
من فیح جھنّم (یعنی بخار دوزخ کی
بھاپ ہے) لیکن بخار کی حرارت اوّل تو نفس
ناطقہ میں جو مجردات سے ہے چنداں اثر نہیں
کرتی۔ دوم پسینہ آکر اس کی حرارت کا جوش
مسامات کی راہ باہر نکلتا رہتا ہے۔ برخلاف
دوزخ کی آگ کے کہ اس کے متعلق فرمایا گیا؛
اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُؤصَدَۃٌ وہ دوزخیوں پر بند
کردی گئی ہے۔ (جامع التفاسیر)

مُوقِنُونَ:۔ یقین کرنے والے، اِیقَان سے اسم
فاعل جمع مذکر۔ واحد مُوقِن

مَوقُوت:۔ وقت بتایا ہوا، مقرر، معین۔ وَقت
سے اسم مفعول واحد مذکر۔ نماز کے متعلق فرمایا
گیا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤمِنِیْنَ
کِتَابًا مَّوقُوتًا درحقیقت نماز مسلمانوں پر
فرض ہے مقررہ اوقات میں، یعنی سفر ہو یا
حضر، اطمینان ہو یا خوف نماز کو ہر حال میں
مقررہ اوقات میں ادا کرنا چاہیئے۔ سفر کی نماز
جو مقدار میں کم ہو۔ اور خوف کی نماز جو نامکمل
ہو اگر وقت پر ادا کی جائے تو یہ اس تمام و
مکمل نماز سے بہتر ہے جو وقت گزرنے کے بعد ادا
کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر کام میں تعین اوقات
اس کو پابندی سے ادا کرنے کی ضروری شرط
ہے۔ نیز جب آدمی کو کسی ایک کام میں پابندی
اوقات کی عادت پڑ جاتی ہے۔ تو پھر وہ اپنے
دوسرے کاموں میں بھی اوقات کا پابند ہو جاتا
ہے اس لئے ضروری تھا کہ نماز جو ارکان دین
میں اہم ترین ہے۔ اس کے اوقات معین کئے جائیں

مَوقُوذَۃ:۔ چوٹ سے مرا ہوا جانور۔ وَقذ
سے اسم مفعول واحد مؤنث۔ یہ بھی مُنْخَنِقَہ
کے حکم میں ہے۔ اور اس کا کھانا حرام ہے دیکھو

مَوقُوفُونَ:۔ کھڑے کئے ہوئے۔ وَقف سے
اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَوقُوف۔

مَولیٰ:۔ دوست۔ مددگار۔ آقا۔ آزاد کردہ
غلام جمع مَوَالی۔ وَلاء اور تَوَالی کے معنے
قرب اور نزدیکی کے ہیں خواہ مکان کے اعتبار
سے ہو یا نسبت کے اعتبار سے یا دین کے اعتبار
سے یا اثر کے اعتبار سے وَلِی اور مَولیٰ فاعل

اور مفعول دونوں کے معنی میں استعمال ہوتے
ہیں۔ چنانچہ محب کو بھی وَلِی اور مَوْلیٰ کہیں
گے اور محبوب کو بھی (مفردات)

اَلْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُہُم :- وہ لوگ جن کے دل پرچائے
جائیں۔ مُؤَلَّفَۃ پرچائی ہوئی تالیف سے
اسم مفعول واحد مؤنث۔ قُلُوْب دل واحد
قَلْب ھُم ضمیر جمع مذکر

قرآن کریم میں سورۃ توبہ میں جہاں مصارف
زکوٰۃ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ وہاں ایک مصرف
مُؤَلَّفَۃُ الْقُلُوْب کو بھی قرار دیا گیا ہے "مولفۃ
القلوب" کون ہیں اور ان کا آٹھویں صدی
میں کیا حکم ہے۔ اس کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ
فرماتے ہیں :-

مُؤَلَّفَۃُ القلوب کی کئی قسمیں ہیں (۱) کافر جن
کے اسلام لانے کی توقع ہو۔ اور انہیں اسلام
سے قریب کرنے کے لئے دیا جائے جیسا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن اُمیہ وغیرہ
کو حنین کی غنیمت کے مال میں سے دیا (۲)
وہ نو مسلم جن کو اسلام پر ثابت قدم رکھنے کے
لئے دیا جائے۔ جیسا کہ حنین ہی میں خاندان ابوسفیان
وغیرہ کو سو سو اونٹ عطا فرمائے گئے۔

(۳) وہ مسلمان جن کو دینے لینے سے ان کے
غیر مسلم ساتھیوں کے اسلام لانے کی توقع
ہو (۴) وہ کافر جن سے ضرر رسانی اور بد
امنی کا خطرہ ہو اور دیکر اس خطرہ کو دور کیا جائے

کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے بعد بھی مولفۃ القلوب کو زکوٰۃ وغیرہ دیا
جا سکتی ہے۔ اس میں اختلاف ہے حضرت
عمرؓ، عامر، شعبی اور ایک جماعت مروی ہے
کہ حضور کی وفات کے بعد مولفۃ القلوب کو نہیں
دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ نے اسلام اور مسلمانوں
کو عزت اور حکومت عطا فرمائی ہے۔ اور
مخلوق کی گردنیں ان کے لئے پست کر دی ہیں
اور بعض دوسروں نے فرمایا ہے کہ مولفۃ
القلوب کو اب بھی دیا جائے گا۔ کیونکہ حضور
نے فتح مکہ کے بعد بھی ان لوگوں کو دیا (حالانکہ
اس وقت اسلام غالب ہو چکا تھا) اور
ایسی بات ہے جس کی ضرورت پڑتی ہی رہتی
ہے۔ لہٰذا دینا چاہیے۔ (ابن کثیر ص۳۶۵ ج۲)

علمائے حنفیہ کا عام مسلک یہی ہے کہ مولفۃ
القلوب کا حصہ اب مصارف زکوٰۃ میں باقی
نہیں رہا۔ لیکن کم از کم ہندوستان کے موجودہ
حالات میں اگر اس رائے پر مزید غور فرما لیا جائے
تو غیر مناسب نہ ہوگا۔ خصوصاً مُؤلفۃ
القُلُوب کی بیان کردہ پہلی تین قسموں
کے حق میں۔

مَوْلُوْد :- جنا ہوا (یعنی بچہ) وِلَادَۃ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَوْلُوْد لَہٗ :- جس شخص کا بچہ ہو۔ بچہ کا باپ۔

مُوَلِّی :- پیٹھ پھیرنے والا۔ تَوْلِیَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُؤْمِن :- ایمان لانے والا۔ امن دینے والا۔ اِیْمَان سے اسم فاعل واحد مذکر۔ (بمعنی ثانی اللہ تعالیٰ کا آسم صفت ہے۔ دیکھو ایمان

مُؤْمِنَۃ :- ایمان دار عورت اِیْمَان سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مُؤْمِنَات :- ایمان دار عورتیں۔ مُؤْمِنَۃ کی جمع

مُؤْمِنُوْنَ :- مُؤْمِنِیْنَ :- ایمان لانے والے اِیْمَان سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اول بحالت رفعی ثانی بحالت نصبی وجری۔

مُوْھِن :- سست کر دینے والا۔ کمزور کر دینے والا۔ اِیْھَان سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُھَاجِر :- ہجرت کرنے والا۔ دین کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑنے والا۔ مُھَاجَرَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ (دیکھو ھَاجَرُوْا)

مُھَاجِرَات :- ہجرت کرنے والیاں۔ مُھَاجَرَۃ سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُھَاجِرَۃ۔

مُھَاجِرِیْنَ :- ہجرت کرنے والے۔ مُھَاجَرَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری واحد مُھَاجِر۔

مِہَاد :- فرش۔ بچھونا۔ ٹھکانا۔ جمع مُھُدٌ

مُھَان :- ذلیل کیا ہوا۔ اِھَانَۃ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُھْتَدِیْ :- ہدایت پانے والا۔ اِھْتِدَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُھْتَدُوْنَ، مُھْتَدِیْنَ :- ہدایت پائے ہوئے مُھْتَدِیْ کی جمع۔ اول بحالت رفعی۔ ثانی بحالت نصبی وجری۔

مَھْجُوْر :- چھوڑا ہوا۔ بیہودہ۔ ھَجْر و ھُجْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَھْد :- گہوارہ۔ بچھونا۔ مصدر بمعنی مفعول

مَھَّدْتُّ :- میں نے تیار کر دیا۔ میں نے درست کر دیا۔ تَمْھِیْد سے ماضی واحد متکلم۔

مَھْزُوْم :- شکست دیا ہوا۔ ھَزْم سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُھْطِعِیْنَ :- دوڑ کر آنے والے۔ امنڈ کر آنے والے۔ اِھْطَاع سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُھْطِع۔

مُھْل :- روغن زیتون کی تلچھٹ۔ پیپ۔

مَھِّلْ :- تو مہلت دے۔ تَمْھِیْل سے امر واحد مذکر۔

مُھْلِکْ :- ہلاک کرنے والا۔ اِھْلَاک سے اسم

— فاعل واحد مذکر۔

مُہْلِکُوْنَ :۔ ہلاک کرنے والے۔ مُہْلِکٌ کی جمع بحالت رفعی۔

مُہْلِکُوْ:۔ ہلاک کرنے والے۔ اصل میں مُہْلِکُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مُہْلِکِیْ :۔ ہلاک کرنے والے۔ مُہْلِکٌ کی جمع بحالت نصبی وجری۔ اصل میں مُہْلِکِیْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مُہْلَکِیْنَ :۔ ہلاک کئے ہوئے اِہْلَاکٌ سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی وجری واحد مُہْلَکٌ

مَہْمَا:۔ جب کبھی (کلمہ شرط ہے)

مُہَیْمِنٌ :۔ محافظ۔ نگہداشت کرنے والا۔ ھَیْمَنَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔ نیز قرآن کریم کی صفت بھی مُہَیْمِنٌ ہے کیونکہ قرآن جملہ کتب سماویہ کے اصول پر حاوی ہے۔ اور ان کے علوم ومعارف کی جنہیں لوگوں نے بھلا دیا تھا۔ حفاظت کرنے والا ہے۔

مُہِیْنٌ :۔ ذلیل وخوار کرنے والا۔ اِہَانَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَہِیْنٌ :۔ ذلیل وخوار۔ حقیر۔ مَہَانَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

مَاءٍ مَّہِیْنٍ :۔ حقیر پانی۔ ناپاک پانی۔ یعنی نطفہ

مَیْت :۔ مُردہ۔ جمع اَمْوَات۔

مَیِّت :۔ مُردہ۔ بے جان۔ جمع مَوْتیٰ۔

مَیْتَۃ :۔ مردار جانور۔ اصل لغت میں وہ جانور جو اپنی موت مر جائے مَیْتَۃ کہلاتا ہے۔ اور اصطلاح شرع میں مَیْتَۃ وہ مردہ جانور ہے جسے شرعی طریق پر ذبح نہ کیا گیا ہو۔ خواہ اپنی موت مرا ہو، یا کسی نے قتل کر دیا ہو، یا ذبح کیا ہو مگر ذبح شرعی نہ ہو۔ اس کا کھانا حرام ہے (وجہ کے لئے دیکھو لفظ مُنْخَنِقَۃ)

بالاتفاق خنزیر تو نجس العین ہے اور اسکے بالوں، ناخنوں وغیرہ سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام ہے۔ مگر کیا مَیْتَۃ کے بالوں اس کی ہڈیوں اور اُون سے انتفاع جائز ہے؟

امام شافعیؒ نفی میں جواب دیتے ہیں۔ اور امام مالکؒ اس کی ہڈی سے انتفاع کو ناجائز بتلاتے ہیں۔ مگر امام اعظمؒ کے نزدیک مَیْتَۃ کا صرف کھانا حرام ہے اور مذکورہ بالا چیزوں سے بے دریغ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اور اس پر قرآن و حدیث اور اجماع وقیاس سب شاہد ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ (النحل)

(خداوند تعالیٰ نے تمہارے واسطے بنائے

بھیڑوں کی اُون سے، اونٹوں کی ببریوں سے
بکریوں کے بالوں سے کتنے اسباب وسامان
زندگی جوتا حیات کام آتے ہیں) ۔

ظاہر ہے کہ آیت کریمہ میں ان چیزوں کو
مقامِ منت میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ حِلّت
انتفاع کی دلیل ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ
آں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا
اِنّما حُرِّمَ مِنَ المَیْتَۃِ اَکلُھا (مُردار جانور
کا صرف کھانا ہی حرام ہے) اور یہ ثابت ہے
کہ صحابۂ کرامؓ لومڑی کی کھال کی پوستینیں
اور ٹوپیاں پہنتے تھے۔ نیز مَیتَۃ کے بال اور
ہڈیاں تعفن وفساد سے محفوظ اور نفع کی چیز
ہیں۔ لہٰذا پکائی ہوئی کھالوں کی طرح ان سے
فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (ملخص از تفسیر کبیر ص۲۳ ج۲)

مَیتُوْنَ۔ مَیِّتِیْنَ :۔ مردے۔ مرنے والے
واحد مَیِّتٌ۔ اول بحالت رفعی وثانی بحالت
نصبی وجری۔

مِیْثَاق :۔ پختہ عہد۔ قول وقرار جس پر قسم
کھائی گئی ہو۔ یا پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے
کا ذریعہ۔ وَثَاقَۃ سے اسم آلہ۔ یا پختگی و مضبوطی
بمعنی مصدر۔ اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ
مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ (وہ جو اللہ سے کئے ہوئے
عہد کو توڑتے ہیں۔ اس کو تسلیم کرنے کے بعد یا اس
کی پختگی کے بعد) میں آخری دو معنی ہی مراد ہیں۔
جمع مَوَاثِیْق ۔

مِیْرَاث :۔ ترکہ۔ مال وغیرہ جو ایک سے دوسرے
کو وراثۃً پہنچے۔

مِیْزَان :۔ ترازو۔ آلۂ وزن۔ وہ چیز جسکا وزن
کیا جائے (بمعنی موزون) وزن (بمعنی مصدر)
طریق عدل۔ عقل سلیم۔

قرآن کریم میں میزان کا استعمال مذکورہ
بالا معانی مختلفہ میں آیا ہے۔ مگر جہاں قیامت
کے دن وزن اعمال کا ذکر ہے۔ مثلاً :۔
وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ،
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا
یَظْلِمُوْنَ (اور وزن اس دن حق ہے
پھر جن کے آلات وزن بھاری ہوئے تو وہی
نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے آلات وزن
ہلکے ہوئے تو وہی ہیں جنھوں نے ہماری آیتوں
کا انکار کرتے رہ کر خود اپنا نقصان کیا) الاعراف۔
تو وہاں وہ میزان مراد ہے جس میں قیامت کے
دن بندوں کے اعمال نیک وبد تولے جائیں گے۔
اور ان کے مطابق ان کو جزاء وسزا دی جائے
گی۔ "میزان" کے متعلق غیر صحیحین میں

متعدد روایات ملتی ہیں - جن کو علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں جمع کر دیا ہے، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میزان کے دو پلڑے ہوں گے، اور کانٹا بھی ہوگا - پلڑے اتنے وسیع ہوں گے کہ ان میں سے ایک میں زمین و آسمان سما سکیں گے - مگر صحیحین میں صرف یہ حدیث ملتی ہے جو امام بخاریؒ نے خاتمۂ کتاب میں درج کی ہے

كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ

(دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں میزان پر بھاری ہیں رحمٰن کو پسند ہیں اور وہ یہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ)

فرق باطلہ میں سے معتزلہ میزان کے مذکورۂ صدر مفہوم کے قائل نہیں - وہ کہتے ہیں کہ جب علم الٰہی میں سب کچھ موجود ہے تو پھر تولنے کی کیا ضرورت ہے - اور یہ ممکن بھی نہیں کیونکہ اعمال اعراض ہیں - وہ قائم بالذات نہیں ہوتے اور تولی وہ چیز جاتی ہے جو قائم بالذات ہو - لہٰذا وہ میزان سے "عدل الٰہی" مراد لیتے ہیں -

مگر جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا، اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ بندوں کے اعمال قیامت کے دن میزان میں تولے جائیں گے - میزان کے پلڑے ہوں گے اور ان میں سے ایک جھک جائے گا -

رہے معتزلہ کے شبہات تو ان کے جوابات شافی دیئے گئے ہیں :-

(۱) معتزلہ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم میں سب کچھ ہے، تو پھر تولنے سے کیا فائدہ بے شک اس عالم الغیب کے علم میں سب کچھ ہے مگر اعمال کو میزان میں تُلوانے کا مقصد یہ ہوگا کہ بندے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان کو جو جزا و سزا دی جا رہی ہے اس میں ان کے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا جا رہا بلکہ حق و انصاف کے تقاضہ کو پورا کیا جا رہا ہے -

(۲) یہ بات کہ "اعمال اعراض ہیں ان کا تُلنا ممکن نہیں" اس کا متقدمین نے ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ اعراض کو اللہ تعالیٰ اعیان کی صورت میں منتقل کر دے گا - اور حضرت ابن عباسؓ کے ایک قول سے اس کی سند پیش کی ہے۔

اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اعمال نامے جن میں اچھے بُرے اعمال لکھے ہوں گے تولے جائیں گے اور اعمال ان کے تابع ہو کر تلیں گے اس کی سند میں وہ حدیث پیش کی ہے جس میں ایک گنہ گار کے نامہائے اعمال کے تلنے کا ذکر ہے کہ "ترازو کے

ایک پلڑے میں اس کے ننانوے طول طویل طومار (فائل) گناہوں کے رکھے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں ایک پرزہ کاغذ کا جس پر اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوگا رکھا جائے گا اور یہ دوسرا پلڑا جھک جائے گا۔"

اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور اسے حسن غریب بتایا ہے۔

مگر علم وسائنس کے موجودہ زمانہ میں ان تاویلات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آج اعیان کی طرح اعراض کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ ان کے فوٹو لیئے جاتے ہیں اور ان کو تولنے کے آلات بھی بکثرت ایجاد ہو چکے ہیں۔ چنانچہ موسمی کیفیات جسم انسانی کی حرارت وبرودت اور نفس انسانی کے تاثرات وجذبات تک اندازہ کرنیکے آلات انسانوں نے بنا لیئے ہیں تو کیا خالق کائنات کے لیئے یہ مشکل ہے کہ وہ قیامت کے دن ایسی ترازوئیں نصب فرمادے جن میں بندوں کے نفسی وبدنی اعمال کا وزن کیا جا سکے۔؟

بہرحال قیامت کے دن میزان قائم کی جائے گی۔ اعمال کا وزن ہوگا۔ اور اس وزن کے مطابق بندوں کو جزا وسزا دی جائے گی۔ باقی میزان اور وزن اعمال کی صحیح کیفیت تو یہ عالم غیب سے متعلق حقائق ہیں۔ ان کو صرف عالم شہادۃ کی تمثیلات سے سمجھا جا سکتا ہے، ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جو کچھ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس پر بے چون وچرا ایمان لانا چاہیئے اور تفصیلات کو اللہ کے علم پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیئے کہ وزن کے وقت اعمال کا ہلکا اور بھاری ہونا ان کی ظاہری خصوصیات وباطنی کیفیات اور ان اثرات ونتائج کے اعتبار سے ہوگا جو ان اعمال سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (جس نے اپنے نفس کو سنوارا اس نے فلاح پائی اور جس نے اسے مٹی میں ملایا وہ ٹوٹے میں رہا)

حضرت شاہ عبدالقادر نے آیۃ مذکورۃ الصدر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "ہر شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ ایک ہی کام ہے اگر اخلاص ومحبت سے کیا، حکم شرعی کے موافق کیا اور برمحل کیا تو اس کا وزن بڑھ گیا، دکھاوے کو یا رسمی کو کیا یا موافق حکم شرعی نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا"۔

مَیْسِر :- جوا۔ جوا کھیلنا۔ باب ضرب سے مصدر

مَیْسَرَۃٌ :- آسانی، کشایش۔ توانگری۔

مُیْسُوْر:- آسان۔ نرم۔ یُسْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مِیْعَاد:- وعدہ۔ وعدہ کا وقت جمع مَوَاعِیْد

مِیْقَات:- وقت مقرر۔ جائے مقرر کسی کام کے لئے۔ جمع مَوَاقِیْت۔

مِیْکَال:- ایک بڑے فرشتے کا نام۔ جو باد و باراں اور عالم کی سرسبزی و شادابی پر مامور ہے۔

مَیْل:- پھر جانا۔ راہ سے ہٹ جانا۔ ظلم کرنا۔ باب ضرب سے مصدر یَمِیْل کے معنیٰ ہیں درمیان سے ہٹ کر کسی ایک جانب جھک جانا۔ اس کا استعمال ظلم کے معنیٰ میں بھی ہوتا ہے کہ ظلم بھی حق و انصاف سے پھر جانے ہی کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے مَالَ اِلیٰ فُلَانٍ اس نے فلاں کی مدد کی اور اس کی طرف ہوگیا۔ اور مَالَ عَلٰی فُلَانٍ اس نے فلاں پر حملہ کیا۔ اور مَالَ عَنِ الطَّرِیْقِ راستہ سے ہٹ گیا۔

مَیْلَۃ:- ایک بار حملہ کرنا۔ مصدر برائے مرہ۔

مَیْمَنَۃ:- سعادت۔ داہنی جانب اَصْحَابُ الْمَیْمَنَۃِ سے وہ سعادت مند مراد ہیں جن کو عہد اَلَسْت کے وقت آدم علیہ السلام کے داہنے پہلو سے نکالا گیا۔ قیامت کے دن عرش کے داہنی جانب کھڑے کیئے جائیں گے۔ ان کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ اور اَصْحَابُ الْمَشْئَمَۃِ سے وہ بدبخت مراد ہیں جو آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو سے نکالے گئے عرش کے بائیں جانب کھڑے کیئے جائیں گے ان کا نامۂ اعمال بھی ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور فرشتے بھی ان کو بائیں طرف سے پکڑیں گے۔

(ن)

نٓ:- حروف مقطعات میں سے ہے اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ نیز فعل مضارع کے آخر میں لاحق ہو کر تاکید کے معنیٰ پیدا کرتا ہے اور فعل کے ساتھ جب ضمیر منصوب واحد متکلم آئے تو فعل کے آخر میں نون (وقایہ) وجوباً آتا ہے اس کے معنیٰ کچھ نہیں ہوتے بلکہ محض ماقبل کی حرکت کی حفاظت کرتا ہے۔ جیسے اَکْرَمَنِیْ (اس نے میری عزت کی)

نَا:- ہم کو۔ ہمارا۔ ضمیر منصوب و مجرور جمع متکلم

نَاٰ:- وہ دور ہوا۔ اس نے دور کیا (بصلہ باء) نَاْئٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَائِم:- سونے والا۔ نَوْم سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو نوم)

نَائِمُوْنَ:- سونے والے۔ نَائِم کی جمع بحالت رفعی

نَأتِ :- ہم لے آئیں (بصلۂ بار) اِتیان سے مضارع جمع متکلم -

نُؤتِ :- ہم دیں گے - اِیتاء سے مضارع جمع متکلم بسقوط یار -

نُؤتِیْ :- ہم دیں گے - اِیتاء سے مضارع جمع متکلم

نُؤتٰی :- ہمیں دیا جائے - اِیتاء سے مضارع مجہول جمع متکلم -

نَاْتِیَنَّ :- ہم ضرور دیں گے (بصلۂ ب) اصل میں لنَا تِیَنَّ ہے - مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ -

(لَنْ) نُّؤْثِرَ :- ہم ہرگز ترجیح نہ دیں گے - اِیثار سے فعل مضارع منفی بلن جمع متکلم -

نَاجٍ :- بچنے والا - نجاۃ سے اسم فاعل واحد مذکر

تَنَاجَیْتُمْ :- تم نے سرگوشی کی - مُنَاجَاۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر -

نَأخُذُ :- ہم پکڑیں - ہم لیں - اَخذ سے مضارع جمع متکلم -

نُؤَخِّرُ :- ہم مؤخر کرتے ہیں - تَاخِیر سے مضارع جمع متکلم -

نَادٰی :- اس نے پکارا - نِدَاء سے ماضی واحد مذکر غائب -

نَادَتْ :- اس نے پکارا - نِدَاء سے ماضی واحد مؤنث غائب -

نَادِمِیْنَ :- پچھتانے والے - پشیمان ہونے والے -

نَدَم سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری واحد نَادِم -

نَادُوْا :- تم پکارو - نِدَاء سے امر جمع مذکر حاضر

نَادَوْا :- انھوں نے پکارا - نِدَاء سے ماضی جمع مذکر غائب -

نَادِی :- مجلس - جمع اَنْدِیَۃ (اصل میں نَدِیٌ (تر ہونا) سے اسم فاعل ہے بمعنی ظرف - اور نادی بمعنی محفل شراب استعمال ہوا، اور پھر کثرت استعمال سے اس کے استعمال میں اطلاق ہوگیا -

نَادَیْتُمْ :- تم نے پکارا - نِدَاء سے ماضی جمع متکلم

نَادَیْنَا :- ہم نے پکارا - نِدَاء سے ماضی جمع متکلم -

نَار :- آگ کی لپیٹ - گرمی - النّار دوزخ -

نَازِعَات :- کھینچنے والے فرشتے یا مشتاق ہونے والی رُوحیں - نَزْع یا نُزُوْع سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد نَازِعَۃ -

(ال) نَاس :- لوگ - انسان - اَلنَّاس اصل میں اُنَاس تھا - ہمزہ کو حذف کرکے اس کی جگہ ال (حرف تعریف) داخل کر دیا - یہی وجہ ہے کہ اَلنَّاس نہیں استعمال ہوتا، کیونکہ بدل و مبدل منہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے - یہ اسم جمع ہے جمع نہیں - کیونکہ فُعَال کے وزن پر جمع نہیں آتی یہ اِنس (مانوس ہونا) سے ماخوذ ہے - کیونکہ انسان ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں یا اِیْنَاس دیکھنا

سے کیونکہ یہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ جن کو جن اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آتے (بیضاوی)

نَاسِکُوْ:۔ عبادت کرنے والے نُسُکٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل میں نَاسِکُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ (دیکھو مَنَاسِکٌ)

نَاشِئَۃ:۔ رات کا اٹھنا۔ رات کی عبادت۔ فَاعِلَۃ کے وزن پر مصدر۔

نَاشِرَاتٌ:۔ پراگندہ کرنے والی ہوائیں جو بادلوں کو متفرق کرتی ہیں۔ نَشْرٌ سے اسم فاعل جمع مونث۔ واحد نَاشِرَۃ۔

نَاشِطَاتٌ:۔ بند کھولنے والے فرشتے۔ نَشْطٌ سے اسم فاعل جمع مونث۔ واحد نَاشِطَۃ (دیکھو نازعات)

نَاصِبَۃ:۔ محنت کرنے والی۔ رنج اٹھانے والی۔ نَصَبٌ سے اسم فاعل واحد مونث۔

نَاصِحٌ:۔ نصیحت کرنے والا۔ نُصْحٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ کہا جاتا ہے نَصَحْتُ لَہٗ الْوُدَّ (میں نے اس کے لئے محبت کو خالص کیا) اور اَلْعَسَلُ النَّاصِحُ خالص شہد۔ لہذا نُصْحٌ اس پند و موعظت کو کہیں گے جس میں خلوص ہو (مفردات)

نَاصِحُوْنَ:۔ نَاصِحِیْنَ:۔ نصیحت کرنے والے نَاصِحٌ کی جمع۔ اول بحالت رفعی۔ ثانی بحالت نصبی و جری۔

نَاصِرٌ:۔ مددگار۔ نَصْرٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

نَاصِرِیْنَ:۔ مدد کرنے والے۔ نَاصِرٌ کی جمع بحالت نصبی و جری۔

نَاصِیَۃ:۔ پیشانی کے بال۔ جمع نَوَاصِی۔ اگر کوئی شخص کسی کی پیشانی کے بال پکڑ لے تو وہ بالکل اس کے قابو میں آجاتا ہے۔ اسی لئے اَخَذَ بِالنَّوَاصِی پورا اقتدار و اختیار رکھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِہَا (زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس پر اللہ تعالی کا کامل اقتدار و تصرف نہ ہو)

نَاضِرَۃ:۔ تر و تازہ۔ بارونق۔ نُضْرَۃ سے اسم فاعل واحد مونث۔

نَاظِرَۃ:۔ دیکھنے والی۔ نَظْرٌ سے اسم فاعل واحد مونث۔ جمع نَوَاظِرُ۔

نَاظِرِیْنَ:۔ دیکھنے والے۔ نَظْرٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد نَاظِرٌ۔

نَاعِمَۃ:۔ آسودہ۔ خوش حال۔ تر و تازہ۔ نُعُوْمَۃ سے اسم فاعل واحد مونث۔

نَافَقُوْا:۔ انھوں نے منافقت کی۔ نِفَاقٌ (مفاعلۃ) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ (دیکھو مُنَافِق)

نَافِلَۃ:۔ زیادہ۔ نَفْلٌ سے اسم فاعل واحد مونث سورۂ اسرائیل میں ہے وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ (رات کے کچھ حصہ میں اللہ کی عبادت کے لئے جاگ یہ تیرے لئے زائد عبادت ہے)

بالاتفاق امت پر تہجد فرض نہیں۔ لیکن آں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرض تھا یا نہیں۔ اس کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ تہجد آپ پر فرض نہیں تھا۔ بلکہ ہماری طرح آپ کے حق میں بھی یہ عبادت نفل ہی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہاں نَافِلَۃً کہا ہے لیکن اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ تہجد آپ پر فرض تھا اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس لئے کہ فَتَھَجَّدْ امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے، نیز نَافِلَۃً لَّکَ میں لَکَ کی تخصیص بھی اس پر دال ہے اور حدیث میں ہے: "تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لئے سنت ہیں۔ ایک وتر دوسرے مسواک تیسرے تہجد کی نماز"۔ باقی رہا لفظ نَافِلَۃً تو وہ اس آیت میں اپنے اصل لغوی معنی میں ہے نہ کہ فقہی اصطلاح میں۔ یعنی یوں تو عام مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ مگر اے نبی تم پر ان پانچ وقت کے علاوہ تہجد کی نماز بھی فرض ہے۔ اور سورۃ انبیاء میں جو فرمایا گیا ہے وَ وَھَبْنَا لَہٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَۃً (اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق بخشا اور یعقوب دیا زائد) تو یہاں نَافِلَۃً لغوی معنی میں ہے، یعنی ابراہیم نے بڑھاپے میں بیٹا مانگا تھا۔ ہم نے پوتا بھی ان کو دکھا دیا (تفسیر خازن)

نَاقَۃ:۔ اونٹنی۔ جمع نُوْق۔

نَاقَۃُ اللّٰہِ:۔ اللہ کی اونٹنی۔ یعنی وہ اونٹنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت صالح علیہ السلام کے معجزے کے طور پر قوم ثمود کے سامنے پیش کی گئی اور انجام کار وہی اونٹنی ان کی تباہی و بربادی کا سبب ثابت ہوئی (دیکھو صالح)

نَاقُوْر:۔ صور۔ نَقْر سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں "کھودنا" نفخہ صور کی وجہ سے بھی مردے زمین سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لئے صُور کو نَاقُوْر سے تعبیر فرمایا گیا۔

نَاکِبُوْنَ:۔ ٹیڑھے ہونے والے۔ منحرف ہونے والے نُکُوْب سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد نَاکِب

نَاکِسُوْ:۔ اوندھا ڈالنے والے (سروں کو) نُکُوْس سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد نَاکِس اصل میں نَاکِسُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

نَاْکُلُ:۔ ہم کھاتے ہیں۔ ہم کھائیں گے اَکْل سے مضارع جمع متکلم۔

نُؤْمِنُ:۔ ہم ایمان لائیں۔ ہم یقین کریں۔ ہم ایمان لاتے ہیں۔ اِیْمَان سے مضارع جمع متکلم۔

نَاھُوْنَ:۔ منع کرنے روکنے والے۔ نَھْی سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد نَاھِی۔

نَبَّاَ:۔ اس نے خبر دار کیا۔ تَنْبِئَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَبَأٌ :- خبر۔ واقعہ۔ جمع اَنْبَاءٌ۔ نَبَأٌ کا اطلاق اس خبر پر ہوتا ہے جو اہمیت و عظمت رکھنے کیساتھ ساتھ ایسے ذرائع سے حاصل ہوئی ہو جن سے یقین حاصل ہو جائے یا کم از کم گمان غالب ہو جائے نَبَأٌ عَظِیْمٌ سے مراد خبرِ قیامت ہے جس کے کمال اہمیت و عظمت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

نَبِّئْ :- تو خبردار کر۔ تَنْبِئَۃٌ سے امر واحد مذکر حاضر

نَبَّأَتْ :- اس نے خبردار کیا۔ تَنْبِئَۃٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

نَبَّأْتُ :- میں نے آگاہ کیا۔ تَنْبِئَۃٌ سے ماضی واحد متکلم۔

نَبَاتٌ :- گھاس۔ جڑی بوٹی۔ اُگانا (مصدر بمعنی اِنْبَاتٌ)

نَبِّئُوْا :- تم خبردار کرو۔ تَنْبِئَۃٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

(لَا) نَبْتَغِیْ :- ہم نہیں چاہتے ہم نہیں پسند کرتے اِبْتِغَاءٌ سے مضارع جمع متکلم منفی۔

نَبْتَلِیْ :- ہم آزماتے ہیں۔ اِبْتِلَاءٌ سے مضارع جمع متکلم

نَبْتَھِلْ :- ہم گڑگڑا کر دعا مانگیں۔ اِبْتِھَالٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نُبَدِّلُ :- ہم بدل ڈالیں۔ تَبْدِیْلٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَبَذَ :- اس نے پھینکا۔ نَبْذٌ سے ماضی واحد مذکر غائب

نُبِذَ :- وہ پھینکا گیا۔ نَبْذٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

نَبَذْتُ :- میں نے پھینکا۔ نَبْذٌ سے ماضی واحد متکلم

نَبَذْنَا :- ہم نے پھینکا۔ نَبْذٌ سے ماضی جمع متکلم۔

نَبَذُوْا :- انھوں نے پھینکا۔ انھوں نے ڈال دیا نَبْذٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

نَبْرَأُ :- ہم پیدا کرتے ہیں۔ بَرْءٌ سے مضارع جمع متکلم

لَنْ نَبْرَحَ :- ہم ہمیشہ رہیں گے۔ بَرَاحٌ سے فعل ناقص مستقبل مؤکد بہ لَنْ۔

نُبَشِّرُ :- ہم خوش خبری دیتے ہیں۔ تَبْشِیْرٌ سے مضارع جمع متکلم۔ بَشَرَۃٌ جسم کے ظاہری حصہ کو کہتے ہیں۔ انسان کو بَشَرٌ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا بدن ظاہر ہوتا ہے۔ برخلاف دوسرے حیوانات کے کہ ان کا بدن چھپا ہوتا ہے اور بِشَارَۃٌ خوش خبری کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے چہرہ کا ظاہری حصہ چمکنے لگتا ہے۔ کیونکہ خوشی کی خبر سے جسم میں خون کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ تَبْشِیْرٌ (بابِ تفعیل) اور اِبْشَارٌ (بابِ اِفعال) میں تکثیر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں یعنی بڑی خوش خبری دینا۔ (مفردات)

نَبْطِشُ :- ہم پکڑیں گے۔ بَطْشٌ سے مضارع جمع متکلم۔ بَطْشٌ کہتے ہیں سختی کے ساتھ پکڑنے کو سورۃ دُخان میں ہے۔ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَۃَ الْکُبْرٰی

اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ (اور جس دن ہم پکڑیں گے بڑی پکڑ تو بدلہ لیں گے) تو یہاں بَطۡشَۃَ الۡکُبۡرٰی سے مراد ابن عباسؓ کے نزدیک قیامت کا دن ہے اور ابن مسعودؓ کے نزدیک بدر کا دن جس دن اشرار مکہ سے پورا پورا بدلہ لیا گیا۔

نَبۡعَثُ:۔ ہم بھیجیں گے، ہم اٹھائیں گے بَعۡث سے مضارع جمع متکلم۔

نَبۡغِیۡ:۔ ہم چاہتے ہیں۔ بَغۡیٌ سے مضارع جمع متکلم بَغۡیٌ کے اصل معنیٰ ہیں حد سے زیادہ کی خواہش کرنا جس کا نتیجہ فساد و اختلال کی صورت میں ظاہر ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے بَغَی الۡجُرۡحُ جب کہ زخم بڑھ کر فاسد ہونے لگے۔ اور بَغَتِ السَّمَآءُ جب کہ بارش کی فراوانی اس قدر ہو کہ کھیتوں وغیرہ کو نقصان پہنچنے لگے اور بَغَتِ الۡمَرۡأَۃُ جبکہ عورت عصمت و عفت کی حدود سے تجاوز کر کے فحش کاری و بے حیائی اختیار کرلے۔

پھر مطلق ظلم اور فساد کے معنیٰ میں بھی استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ فرمایا گیا:۔
یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغۡیُکُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ (اے لوگو تمہارا ظلم و فساد تمہارے ہی لئے وبال بنے گا) اِسی لئے باغی اس شخص کو کہتے ہیں جو حکومت کے مقابلہ میں آکر ملک میں فساد مچاتے۔ تاہم بَغۡیٌ کا اطلاق بہت زیادہ خواہش پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے یَا بَاغِیَ الۡخَیۡرِ اَقۡبِلۡ وَ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَدۡبِرۡ (اے خیر کے خواہشمند آگے بڑھ اور اے شر کے طلبگار پیچھے ہٹ) اور حضرت موسیٰؑ و خضرؑ کے واقعہ میں حضرت موسیٰ کا قول نقل فرمایا گیا ہے ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبۡغِ (یہی وہ بات ہے جو ہم چاہتے تھے) (مفردات و تفسیر المنار ص $\frac{11}{342}$)

نَبۡلُوۡا:۔ ہم آزماتے ہیں۔ بَلَاءٌ سے مضارع جمع متکلم (دیکھو مُبۡتَلِیۡ)

(لَ) نَبۡلُوَنَّ:۔ ہم ضرور آزمائیں گے۔ بَلَاءٌ سے لام تاکید با نون ثقیلہ فعل مستقبل جمع متکلم۔

(لَ) نُبَوِّئَنَّ:۔ ہم ضرور جگہ دیں گے۔ ہم یقیناً ٹھکانا دیں گے۔ تَبۡوِئَۃٌ سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون تاکید ثقیلہ۔

نُبُوَّۃٌ:۔ پیغمبری۔

نَبِیٌّ:۔ پیغمبر یعنی اللہ کا وہ مخصوص و معصوم بندہ جو انسانوں کی ہدایت کے لئے مامور ہو۔ نُبُوَّۃٌ سے صفت مشبہ۔

اس کے اصل ماخذ میں دو قول ہیں۔ بعض کو نَبَأٌ (بہ ہمزہ) بتاتے ہیں جو اہم خبر کے معنیٰ میں آتا ہے۔ پس پیغمبر چونکہ انسانوں کو ان ذمہ داریوں اور تکلیفات و احکام کی خبر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر عائد کیے ہیں۔ نیز اللہ

کے حکم سے وہ عالمِ غیب کے بعض اسرار، گذشتہ
واقعات اور آئندہ حادثات سے بھی آگاہی بخشتا
ہے۔ اس لئے اسے نَبِیّ کہا گیا اور یہ اصل میں
نَبِیءٌ تھا۔ ہمزہ کو یاء سے بدل کر ادغام کر دیا
گیا۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ نَبْوَۃ بمعنی رِفْعَت
سے ماخوذ ہے۔ چونکہ پیغمبر عام انسانوں سے بلند
مرتبہ اور عالی مقام ہوتا ہے اس لئے اس پر
لفظ نبی کا اطلاق کیا گیا۔ اور پھر عرف میں
اس معنیٰ میں مخصوص ہو گیا (مفردات)
(نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ اس کیلئے
دیکھو لفظ رسول)

نَبِیُّوْنَ۔ نَبِیّٖنَ:۔ پیغمبرانِ خدا۔ واحد نَبِیّ
اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔

نُبَیِّنُ:۔ ہم بیان کرتے ہیں۔ تَبْیِیْن سے
مضارع جمع متکلم۔

نَتَبَرَّءَ:۔ ہم بیزار ہو جائیں۔ ہم علیحدگی اختیار
کریں۔ تَبَرُّءٌ سے مضارع جمع متکلم منصوب۔

نُتْبِعُ:۔ ہم پیچھے بھیجتے ہیں۔ ہم بعد میں لاتے ہیں
اِتْبَاعٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَّبِعُ:۔ ہم پیروی کرتے ہیں۔ ہم پیروی کریں۔
اِتِّبَاعٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَبَوَّءُ:۔ ہم گھر بناتے ہیں۔ ہم ٹھکانا پکڑتے
ہیں۔ تَبَوُّءٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَجَاوَزُ:۔ ہم درگذر کریں گے (بصلہ عن) تَجَاوُز
سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَّخِذُ:۔ ہم اختیار کریں۔ ہم بنالیں۔ اِتِّخَاذ
سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) نَتَّخِذَنَّ:۔ ہم ضرور بنائیں گے۔ اِتِّخَاذ سے
مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نونِ تاکید ثقیلہ۔

نُتَخَطَّفُ:۔ ہم اُچک لئے جائیں گے تَخَطُّف
سے مضارع مجہول جمع متکلم۔

نَتَرَبَّصُ:۔ ہم انتظار کرتے ہیں۔ تَرَبُّص سے
مضارع جمع متکلم۔

نَتْرُكَ:۔ ہم چھوڑ دیں۔ تَرْك سے مضارع
جمع متکلم منصوب بہ اَن۔

نَتَقَبَّلُ:۔ ہم قبول کریں گے۔ ہم قبول کرتے ہیں
تَقَبُّل سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَقْنَا:۔ ہم نے بلند کیا۔ ہم نے اٹھایا۔ نَتْق
سے ماضی جمع متکلم۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا وَاِذْ
نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ (اور
اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے ان کے اوپر پہاڑ
کو اٹھایا سائبان کی طرح) یہ بنی اسرائیل سے متعلق
اس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب ان کے بار بار اصرار
پر "توریت" نازل کی گئی اور پھر وہ اس کے احکام
پر عمل کرنے سے انکار کرنے لگے تو خداوند تعالیٰ
نے ان کے سروں پر کوہ طور کو معلّق کر دیا

کہ اگر اب بھی انکار سے باز نہ آؤ گے تو کچل دیئے
جاؤ گے۔ (دیکھو مُوْسٰی)

نَتَکَلَّمُ:۔ ہم بولیں۔ زبان سے نکالیں۔ تَکَلُّم سے مضارع جمع متکلم۔

نَتْلُوْ:۔ ہم پڑھتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ تِلَاوَۃ سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَنَزَّلُ:۔ ہم اترتے ہیں۔ تَنَزُّل سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَوَفَّیَنَّ:۔ ہم ضرور وفات دیں گے تَوَفِّیْ سے مضارع جمع متکلم با نون تاکید ثقیلہ۔

نَتَوَکَّلُ:۔ ہم بھروسہ کریں۔ تَوَکُّل سے مضارع جمع متکلم منصوب۔

نُثَبِّتُ:۔ ہم مطمئن رکھتے ہیں۔ تَثْبِیْت سے مضارع جمع متکلم۔

نَجِّ:۔ تو نجات دے۔ تَنْجِیَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

نَجّٰی:۔ اس نے نجات دی۔ تَنْجِیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَجِیٌّ:۔ ہمراز۔ سرگوشی کرنے والا۔ نَجْوٰی سے صفت مشبہ

نَجَا:۔ اس نے نجات پائی۔ وہ رہا ہوا۔ نَجَاۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَجَاۃ:۔ رستگاری۔ چھٹکارا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

نُجَازِیْ:۔ ہم بدلہ دیتے ہیں۔ مُجَازَاۃ سے مضارع جمع متکلم۔

نُجِبْ:۔ ہم قبول کرلیں۔ اِجَابَۃ سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔ اصل میں نُجِیْبُ تھا۔

(لَمْ) نَجِدْ:۔ ہم نے نہیں پایا۔ وِجْدَان سے مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نَجْدَیْنِ:۔ دو راستے۔ دو مقام۔ دو گھاٹیاں نَجْد کا تثنیہ بحالت نصبی نَجْد کہتے ہیں سخت اور بلند جگہ کو۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:۔ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (اور ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھا دیئے) تو یہاں مراد حق و باطل اور خیر و شر کی دو راہیں ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی فرمائی اجمالاً عقل کی روشنی سے اور تفصیلاً نور وحی سے۔

نَجْدَیْنِ سے ایک روایت میں ماں کے دو پستان بھی مراد لیے گئے ہیں جن کی طرف بچہ پیدا ہوتے ہی بغیر کسی بیرونی رہنمائی کے بتقاضائے فطرت بڑھتا ہے۔ مگر حافظ ابن کثیر نے بحوالہ ابن جریر معنیٰ اول کو صحیح قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ حدیث سے ثابت ہے۔ (مفردات و ابن کثیر ج۲)

نَجَسٌ:۔ پلیدی۔ گندگی۔ نجاست۔ پلید۔ ناپاک قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (مشرک پلید ہی ہیں

لہٰذا نزدیک نہ آنے پائیں مسجد حرام کے اس سال کے بعد) (براءۃ ۹ھ) فتح مکہ کے بعد جب عرب میں کفر کی قوت ٹوٹ گئی اور اسلام کو اقتدار حاصل ہوا اور مرکزِ اسلام کی تطہیر کی گئی تو ۹ سنہ ھ میں سورہ براءۃ کی یہ آیت نازل ہوئی - چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو میدان عرفات میں یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج کرنے کے لئے آنے کی اجازت نہیں -

اِس آیۃ میں مشرکین کے نجس ہونے سے کیا مراد ہے ؟ اور ان کا مسجد حرام میں ہی داخلہ ممنوع ہے یا دوسری مسجدوں میں بھی، اِن دونوں باتوں میں صحابہؓ کرام اور ائمہ عظام کے اقوال مختلف ہیں - حضرت استاذ العلماء مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اس موضوع پر محققانہ بحث کی ہے اس کا مختصر خلاصہ ہم درج ذیل کرتے ہیں :-

نَجَس لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو بالذات پلید ہو - مثلاً پاخانہ پیشاب وغیرہ اور جو چیز اس پلیدی کے لگنے سے پلید ہو جائے اسے مُتَنَجِّس کہنا چاہیئے تھا مگر استعمال فقہاء میں نَجَس کا اطلاق پلیدی اور پلید دونوں پر کیا جانے لگا اور دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا گیا - حدیث میں جو فرمایا گیا ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ حَيًّا وَّمَيِّتًا (درحقیقت مومن زندہ یا مردہ نجس نہیں ہوتا) تو وہاں لغوی معنی ہی مراد ہیں :-

قرآن کریم میں جو فرمایا گیا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ - الآیہ تو اس آیت میں دو حکم مذکور ہیں - ایک یہ کہ کافر نجس ہیں - دوسرا یہ کہ مسجدِ حرام میں ان کا داخلہ ممنوع ہے -

اس سلسلہ میں امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ کافر کا بدن نجس ہے - حسن بصریؒ کا بھی یہی قول ہے - لہٰذا اگر کافر نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا تو وہ ناپاک ہو جائے گا (کما ذکرہ العینی) دوسرے مسئلہ میں امام مالکؒ کا یہ قول ہے کہ کافر نہ مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ کسی مسجد میں -

اِس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں کفار کا مسجدوں میں داخل ہونا صحیحین کی حدیثوں سے ثابت ہے - قاضی ابوبکر ابن عربی مالکی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ واقعات ۹ سنہ ھ سے قبل کے ہیں - دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ آیت میں تو صرف مسجد حرام میں داخلہ کی ممانعت کا ذکر ہے - اس کا قاضی صاحب نے یہ جواب دیا ہے کہ نص میں اگرچہ صرف مسجد حرام کے داخلہ کی ممانعت مذکور ہے مگر اس کی جو علت بیان کی گئی ہے یعنی کافروں

کا نجس ہونا اس نے اس حکم کو عام کر دیا ہے۔
لہٰذا یہ ممانعت تمام مسجدوں کو شامل ہوگی۔
شوافع کی کوئی تصریح مشرک کی نجاست کے متعلق میری نظر سے نہیں گذری۔ البتہ انھوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ کافر کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں۔
حنفیہ کا مسلک اس سلسلہ میں یہ ہے کہ:
(۱) مشرک نجس بدنی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اعتقادی اعتبار سے ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی یہی نجاستِ اعتقادی (شرک) مراد ہے۔
(۲) مشرک کو مسجد حرام میں داخل ہونا ممنوع ہے (کما فی السیر الکبیر واختارہ فی الدر المختار)
البتہ دیگر مساجد میں داخل ہونا جائز ہے۔
چنانچہ رسول اکرم صلعم کے آخری عہد میں مشرکین کے وفود و افراد کا مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا احادیث سے ثابت ہے۔
مگر اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نجاست سے مراد شرک کی نجاست ہے تو اس پر اس حکم کے متفرع ہونے کا کیا مطلب کہ وہ مسجد حرام میں داخل نہ ہوں؟ اس کا جواب بقول صاحب کشاف یہ ہے کہ مراد مسجد حرام میں داخل ہونے کی ممانعت نہیں بلکہ شعائر و مناسکِ حج کی ممانعت ہے جیسا کہ صحیحین کی اعلانِ علیؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، تاہم یہ جواب بھی خلجان سے خالی نہیں
اس کے بعد علامہ کشمیریؒ نے اپنی یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ مشرک اعتقادی اعتبار سے ہی نجس نہیں بلکہ بدنی اعتبار سے بھی کسی نہ کسی درجہ میں نجس ہے اور دلیل میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے جو بدائع میں مذکور ہے کہ "اگر کافر کنویں میں گر جائے تو اگرچہ وہ زندہ نکال لیا جائے تاہم کنویں کا تمام پانی نکالا جائے گا۔"
اور اسی طرح یہ جزئیہ جو ذخیرہ میں مذکور ہے کہ "کافر اگر مسلمان ہو تو اس پر غسل کرنا واجب ہے۔"
تاہم علامہ کے نزدیک کافر کا صرف مسجد حرام میں داخل ہونا ممنوع ہوگا، جس کا تقدس دیگر مساجد سے بالاتر ہے۔ جیسا کہ نص کی تصریح ہے۔ دوسری مساجد کے لئے یہ حکم عام نہ ہوگا۔
(ملخص از فیض الباری علی صحیح البخاری ص۳۶۱/۱ ص۳۶۳)

نَجْزِی :- ہم بدلہ دیں گے۔ ہم بدلہ دیتے ہیں جَزَاءٌ سے مضارع جمع متکلم۔

لَنَجْزِیَنَّ :- ہم یقیناً بدلہ دیں گے۔ جَزَاءٌ سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَجْعَلُ :- ہم بنا دیں گے۔ ہم کر دیں گے۔ ہم بنا دیں ہم کر دیں۔ جَعْلٌ سے مضارع جمع متکلم۔

لَنْ نَجْعَلَ :- ہم ہرگز متعین نہ کریں گے جَعْلٌ سے مضارع جمع متکلم منفی مؤکد بہ لَنْ۔

لَمْ نَجْعَلْ :- ہم نے نہیں بنایا۔ مضارع جمع متکلم منفی بلَم

نَجْم :- ستارہ ۔ گھاس جو زمین پر پھیلے ۔ یعنی بیل جمع نُجُوم ۔

نَجْمَعُ :- ہم جمع کریں گے ۔ جَمْعٌ سے مضارع جمع متکلم

نَجْوٰی :- سرگوشی ۔ راز کی بات کرنا ۔ کانا پھوسی ۔ تناجی کا اسم مصدر ہے ۔ بقول زجاج نجوی نجوٰی نَجْوَة سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہیں وہ اونچی زمین جو دوسری زمینوں سے ممتاز ہو ۔ آہستہ اور راز سے کہی ہوئی بات چونکہ غیر کے سننے سے محفوظ ہوتی ہے اس لئے وہ نَجْوَة کے مشابہ ہے کہ وہ بھی ارتفاع اور بلندی کی وجہ سے آس پاس کی زمینوں سے جدا ہوتی ہے نَجْوٰی کا استعمال بطور صفت بھی ہوتا ہے جیسے قَوْمٌ نَجْوٰی (سرگوشی کرنے والے لوگ) ۔ قرآن کریم میں ہے وَاِذْ هُمْ نَجْوٰی (اور جب کہ وہ سرگوشی کر رہے تھے) اس صورت میں اس سے پہلے لفظ ذُو مقدر ہوتا ہے جیسے زَيْدٌ عَدْلٌ میں ۔ (تفسیر کبیر ۸۶)

نَجَوْتَ :- تو نے مخلصی پائی ۔ نَجَاۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر ۔

نُجُوْم :- ستارے ۔ واحد نَجْم ۔

نُجِّیَ :- اس کو نجات دی گئی ۔ تَنْجِیَة سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔

نَجَّیْنَا :- ہم نے نجات دی ۔ تَنْجِیَة سے ماضی

جمع متکلم ۔

نُحَاس :- وہ آگ جس میں دھواں نہ ہو ۔

نَحْب :- نذر ۔ عہد ۔ باب نَصَرَ سے مصدر

(لَـ) نُحَرِّقَنَّ :- ہم ضرور جلا ڈالیں گے ۔ تَحْرِيق سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ

نَحْس :- منحوس ۔ مصدر بمعنیٰ مفعول ۔

نَحِسَات :- بُرے ۔ نامبارک نَحْس سے صفت مشبہ جمع مؤنث ۔ واحد نَحِسَة

نَحْشُرُ :- ہم اکٹھا کریں گے ، ہم اٹھائیں گے ۔ حَشْر سے مضارع جمع متکلم ۔ حشر کے اصل معنیٰ لوگوں کو اپنے ٹھکانوں سے نکال کر میدان جنگ وغیرہ کی طرف دھکیلنا ہیں ۔

(لَـ) نَحْشُرَنَّ :- ہم یقیناً اکٹھا کریں گے حَشْر سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ ۔

(لَـ) نُحْضِرَنَّ :- ہم سامنے لائیں گے ۔ اِحْضَار سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ ۔

نَحْفَظُ :- ہم حفاظت کریں گے ۔ حِفْظ سے مضارع جمع متکلم ۔

نَحْل :- شہد کی مکھی (اسم جنس) ، واحد نَحْلَة

نِحْلَة :- بے عوض بخشش ۔ عطیہ جو خوشی سے دیا جائے ۔

نَحْمِلُ :- ہم اٹھالیں ۔ حَمْل سے مضارع جمع متکلم ۔

نَحۡنُ :- ہم (ضمیر مرفوع منفصل جمع متکلم)

نَحۡیٰی :- ہم جیتے ہیں ہم جئیں گے۔ حَیَاۃٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نُحۡیِیۡ :- ہم زندہ کرتے ہیں ہم زندہ کر دیں گے۔ اِحۡیَاء سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو یُحۡیِیۡ)

نَخَافُ :- ہم ڈرتے ہیں۔ خَوۡف سے مضارع جمع متکلم۔

نَخۡتِمُ :- ہم مُہر لگائیں گے ہم مُہر لگاتے ہیں خَتۡم سے مضارع جمع متکلم۔ تفصیل کے لئے دیکھو خَتَمَ

نَخِرَۃٌ :- بوسیدہ اور گلی ہوئی ہڈی۔ نَخَر سے صفت مشبہ واحد مؤنث۔

نُخۡرِجُ :- ہم نکالیں گے ہم نکالتے ہیں۔ ہم نکالیں اِخۡرَاج سے مضارع جمع متکلم۔

لَنُخۡرِجَنَّ :- ہم ضرور نکال دیں گے اِخۡرَاج سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

لَنَخۡرُجَنَّ :- ہم ضرور نکلیں گے۔ خُرُوۡج سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَخۡزٰی :- ہم رسوا ہوں۔ خِزۡی سے مضارع جمع متکلم۔

نَخۡسِفۡ :- ہم دھنسا دیں۔ خَسۡف سے مضارع جمع متکلم مجزوم

نَخۡشٰی :- ہم ڈرتے ہیں۔ خَشۡیَۃٌ سے مضارع جمع متکلم خَشۡیَۃ اس خوف کو کہتے ہیں جس میں تعظیم ملی ہوئی ہو۔ یہ اکثر اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ ڈرنے والا جس سے ڈر رہا ہے اس کی قوت و عظمت سے واقف ہو۔ اسی لئے فرمایا گیا اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓءُ (اللہ سے اُس کے بندوں میں سے علم والے ہی ڈرتے ہیں (مفردات)

نُخۡفِیۡ :- ہم چھپاتے ہیں۔ اِخۡفَاء سے مضارع جمع متکلم۔

نَخۡلٌ :- کھجور کے درخت (اسم جنس)

نَخۡلَۃٌ :- کھجور کا ایک درخت۔

نُخۡلِفُ :- ہم خلاف کریں گے۔ اِخۡلَاف سے مضارع جمع متکلم۔

(لَمۡ) نَخۡلُقۡ :- ہم نے پیدا نہیں کیا۔ خَلۡق سے مضارع جمع متکلم۔ نفی جحد (دیکھو اَخۡلُقُ)

(کُنَّا) نَخُوۡضُ :- ہم بے ہودہ غور کرتے تھے خَوۡض سے ماضی استمراری جمع متکلم۔

نُخَوِّفُ :- ہم ڈراتے ہیں۔ تَخۡوِیۡف سے مضارع جمع متکلم۔

نَخِیۡلٌ :- کھجور کے درخت (نخل کی اسم جمع)

نِدَاءٌ :- پکارنا۔ آواز دینا۔ باب مفاعلہ سے مصدر

نَدَامَۃٌ :- پشیمانی۔ شرمندگی۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

نُدَاوِلُ :- ہم اَدلتے بدلتے رہتے ہیں۔ مُدَاوَلَۃ

سے مصادر جمع متکلم۔ اس کے اصل معنی ہیں ۔ کسی چیز کو گردش دیتے رہنا۔ اور ایک حالت پر نہ رکھنا کہ کبھی کسی کو دیدی اور کبھی کسی کو۔

آیت کریمہ۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (یہ سختی و مصیبت اور شکست و ہزیمت کے دن ہم لوگوں کے درمیان اُدلتے بدلتے رہتے ہیں کہ کبھی اہلِ حق غالب ہوتے ہیں اور کبھی وہ مغلوب اور اہل باطل چیرہ دست ہو جاتے ہیں) کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کبھی مسلمانوں کی مدد فرماتا ہے اور کبھی کافروں کی نہیں ہرگز نہیں اس کی نصرت و اعانت ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ جس کا ہرگز کوئی کافر مستحق نہیں ہوتا۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کافروں کو سخت محنت و مشقت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور کبھی آزمائش و امتحان یا بلندی درجات کے لیے اہلِ حق کو۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسان کو حق و باطل کے انتخاب و اختیار میں آزادی عطا فرمائی ہے۔ اور اپنی طرف سے کسی کو اپنی طاعت و عبادت کے لئے مجبور نہیں کیا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا۔ (اگر تیرا رب چاہتا تو تمام زمین کے بسنے والے مؤمن ہو جاتے)

پس اگر اللہ تعالےٰ ہمیشہ کفار کو دنیوی زندگی کے اعتبار سے محنت و مشقت میں مبتلا رکھتا اور کافر کے لیے طعام و شراب اور دنیوی کامیابی کے وسائل کا حصول ممتنع کر دیتا تو پھر دنیا میں کفر اور کافر کا وجود ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں اسلام و اطاعت کی حقانیت اور کفر و نافرمانی کے بطلان کا ہر ایک کو بدیہی اضطراری علم حاصل ہوتا۔ اور اس صورت میں ثواب و عقاب وعدہ و وعید اور اوامر و نواہی سب عبث ہو جاتے۔ نہ ہی انسان اور حیوان میں کوئی فرق باقی رہتا۔ اس لئے حکمت الٰہی کبھی محنت و مشقت کو اہل ایمان پر مسلط کر دیتی ہے اور کبھی اہل کفر پر تاکہ شبہات باقی رہیں۔ اور انسان ان دلائل میں غور و فکر کر سکے جو اسلام کی صحت و اطاعت پر دال ہیں۔ اور پھر اپنے اختیار و ارادے سے اسلام قبول کر کے اجر جزیل اور ثواب عظیم کا مستحق بن سکے۔ غرضیکہ ہر معرکہ اور ہر کش مکش میں اہل حق کا اہل باطل پر غالب آجانا ضروری نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ آخر کار کامیابی و فیروزمندی اہل حق۔ اور صرف اہل حق۔ کے لئے مخصوص ہے۔ (تفسیر کبیر امام رازیؒ) ش۔ ا

نُدْخِلُ: ہم داخل کریں گے۔ اِدْخَال سے
مضارع۔ جمع متکلم۔

(لَن) نَدْخُلَ: ہم ہرگز نہ داخل ہوں گے دُخُول
سے مضارع۔ جمع متکلم منفی مؤکد بہ لَن

(لَ) نُدْخِلَنَّ: ہم یقیناً داخل کریں گے اِدْخَال
سے مضارع۔ جمع متکلم بالام تاکید نون ثقیلہ۔

نَدْرِیْ: ہم جانتے ہیں۔ دِرَایَۃٌ سے مضارع
جمع متکلم۔

نَدْعُ: ہم بلائیں۔ دُعَاء سے مضارع جمع متکلم
مجزوم۔

نَدْعُوْ: ہم بلائیں گے ہم پکاریں گے۔ دُعَاء
سے مضارع جمع متکلم۔

(کُنَّا) نَدْعُوْا: ہم پکارتے تھے۔ دُعَاء سے ماضی
استمراری جمع متکلم۔

نَدُلُّ: ہم بتائیں۔ دَلَالَۃٌ سے مضارع جمع متکلم

نَدِیٌّ: مجلس۔ نَدَائٌ سے صفت مشبہ واحد
مذکر (دیکھو نادی)

نَذْرٌ: منت۔ عہد و پیمان۔ جمع نُذُوْرٌ۔

نُذُرٌ: ڈرانے والے (عذاب الٰہی سے) واحد
نَذِیْرٌ۔ دیکھو نذیر)

نَذَرُ: ہم چھوڑتے ہیں۔ ہم چھوڑ دیں۔ وَذْر
سے مضارع جمع متکلم۔

نَذَرْتُ: میں نے نذر مانی۔ نَذْر سے ماضی
واحد متکلم۔

نَذَرْتُمْ: تم نے نذر مانی۔ نَذْر سے ماضی جمع
مذکر حاضر۔

نُذِقْ: ہم چکھائیں گے۔ اِذَاقَۃٌ سے مضارع
جمع متکلم مجزوم۔

نَذْکُرُ: ہم یاد کرتے ہیں۔ ذِکْر سے مضارع جمع متکلم

نَذِلَّ: ہم ذلیل و خوار ہوں۔ ذُلّ سے مضارع
جمع متکلم۔

نُذُوْرٌ: نذریں منتیں۔ واحد نَذْرٌ۔

نَذْهَبَنَّ: ہم لے جائیں۔ ذَهَاب سے
مضارع جمع متکلم بالون ثقیلہ۔

(لَ) نَذْهَبَنَّ: ہم ضرور چھین لے جائیں (بصلہ با)
مضارع بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَذِیْرٌ: عذاب الٰہی سے ڈرانے والا پیغمبر۔ اِنْذَار
سے خلاف قیاس اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع
نُذُرٌ۔ ڈرانا۔ پیغمبرانِ خدا
چونکہ پیغام الٰہی کے قبول کرنے والوں کو رضائے
خدا وندی کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اور نہ ماننے
والوں کو اس کے عذاب و عتاب سے ڈراتے ہیں اس
لئے ان کو بَشِیْر وَنَذِیْر کے القاب سے جابجا
قرآن کریم میں یاد کیا گیا ہے اِنْ مِنْ اُمَّۃٍ
اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْر (کوئی امت ایسی
نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو) میں

نذیق سے مراد پیغمبر ہیں۔

نُذِیْقُ: ہم چکھاتے ہیں۔ اِذَاقَۃ سے مضارع جمع متکلم۔

(ل) نُذِیْقَنَّ: ہم ضرور چکھائیں گے۔ اِذَاقَۃ سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَرٰی: ہم دیکھتے ہیں ہم دیکھیں۔ ہم جانتے ہیں رُؤْیَۃ اور رَأْیٌ (بصورت فعلِ قلب یعنی جاننا) سے مضارع جمع متکلم۔

نُرَاوِدُ: ہم پھسلائیں گے۔ بہکائیں گے۔ اپنی بات ماننے پر آمادہ کریں گے۔ مُرَاوَدَہ سے مضارع جمع متکلم

مُرَاوَدَہ کے معنے کے متعلق امام راغبؒ لکھتے ہیں اَلْمُرَاوَدَۃُ اَنْ تُنَازِعَ غیرکَ فی الارادۃ فَتُرِیْدَ غیرَ مَا یُرِیْدُ او تَرُوْدَ غیرَ مَا یَرُوْدُ (مراودہ اسے کہتے ہیں کہ تم کسی سے ارادہ میں سختی سے اختلاف کرو کہ تمہارا ارادہ کچھ ہو اور اس کا کچھ یا تم کسی بات کے لیے تاؤ بھاؤ کرو۔ اور وہ کسی بات کے لیے۔

اسی کے شواہد میں سَنُرَاوِدُ عَنْہُ اَبَاہُ کا بھی ذکر کیا ہے۔ یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ ہم بن یامین کے باپ سے اس کے معاملہ میں اختلاف رائے کریں گے۔ اور اسے کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ بھیجنے پر آمادہ کرلیں گے۔

اساس البلاغۃ میں ہے۔ رَاوَدَہٗ عَنْ نفسہ خادعہ عنہا وراوغہ راودہ عن نفسہ کے معنے ہیں۔ اس کے جی کو پھسلایا اور اسے ورغلایا۔ کشاف میں رَاوَدَتْہُ عَنْ نَفْسِہٖ کے ذیل میں ہے: مراودہ مفاعلہ ہے رَادَ یَرُوْدُ (بار بار آنا جانا) سے۔ گویا معنی یہ ہیں خَادَعَتْہُ عَنْ نَفْسِہٖ (اس کے جی کو پھسلایا) یعنی وہ سب ڈھنگ اختیار کیے جو ایک دھوکہ دینے والا اس چیز کو حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے جسے وہ اپنے ہاتھ سے نہیں نکلنے دینا چاہتا۔ طرح طرح کے حیلے کرتا ہے کہ کسی طرح اسے حاصل کرلے۔ اور یہ تعبیر ہے یوسف علیہ السلام کو رام کرنے کے لیے زلیخا کی حیلہ گری کی۔

پھر آگے چل کر سَنُرَاوِدُ عَنْہُ اَبَاہُ کی تفسیر میں لکھتے ہیں سَنُخَادِعُہٗ عَنْہُ سَنَجْتَھِدُ وَنَحْتَالُ حَتّٰی نَنْتَزِعَہٗ مِنْ یَدِہٖ (ہم بن یامین کے بارہ میں اس کے باپ کو دھوکہ دیں گے اور پوری جدوجہد اور حیلوں حوالوں سے اسے ان کے ہاتھ سے نکال لیں گے۔

اِس تفصیل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رَاوَدَہٗ عَنِ الشَّیْءِ کے معنے یہ ہیں کہ کسی کو بہلا پھسلا کر اس کی خلاف مرضی کسی چیز کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا جائے۔ اور راودہ عن قلبہ او نفسہ کے معنے ہیں کہ طرح طرح کی حیلہ سازی اور

فسوں گری کے ذریعہ اس کے دل کو لبھا لیا جائے
(ملخص از کشاف و مفردات و المنار)

(ل) نُرَبِّ: ہم نے نہیں پالا۔ تَرْبِيَة سے مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نَرِثُ: ہم وارث ہوں گے وِرَاثَة سے مضارع جمع متکلم

(ل) نَرْجُمَنَّ: ہم ضرور سنگسار کریں گے رَجْم سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ (ل)

نُرَدُّ: ہم لوٹائے جائیں۔ رَدّ سے مضارع مجہول جمع متکلم۔

نَرْزُقُ: ہم رزق دیتے ہیں رَزْق سے مضارع جمع متکلم۔

نُرْسِلُ: ہم بھیجتے ہیں ہم بھیجیں۔ اِرْسَال سے مضارع جمع متکلم۔

(ل) نُرْسِلَنَّ: ہم ضرور بھیجیں گے اِرْسَال سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَرْفَعُ: ہم بلند کرتے ہیں۔ رَفْع سے مضارع جمع متکلم

نُرِيْ: ہم دکھاتے ہیں ہم دکھا دیں اِرَاءَة سے مضارع جمع متکلم۔

نُرِيْدُ: ہم چاہتے ہیں۔ اِرَادَة سے مضارع جمع متکلم۔

نُرِيَنَّ: ہم ضرور دکھلا دیں۔ اِرَاءَة سے مضارع جمع متکلم با نون ثقیلہ۔

نَزَّاعَة: بہت کھینچنے والی۔ نَزْع سے مبالغہ کا صیغہ۔

نَزِدْ: ہم بڑھاتے ہیں۔ زِيَادَة سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

نَزْدَادُ: ہم زیادہ ہو جائیں گے۔ (یعنی زیادہ لائیں گے) اِزْدِيَاد سے مضارع جمع متکلم

نَزَعَ: اس نے نکالا۔ نَزْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔ نَزْع کے اصل معنی کھینچنے اور کھینچ کر نکالنے کے ہیں۔

نَزَعْنَا: ہم نے نکال دیا۔ نَزْع سے ماضی جمع متکلم

نَزْغٌ: کھٹکھٹانا۔ برائی پر ابھارنا۔ فساد ڈالنا۔ باب فتح سے مصدر۔ نَزْغُ الشَّيْطَان عبارت ہے وسوسۂ شیطانی سے اور اکثر اس کا استعمال حالتِ غضب پر ہوتا ہے۔ جب کہ انسان کا بے قابو ہو جانا آسان ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ (اگر شیطان کی طرف سے تجھے کوئی وسوسہ پیش آئے۔ اور وہ شر پر ابھارے تو اللہ کی پناہ چاہ)

اس سے پہلی آیت میں امر بالمعروف کا حکم فرمایا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس خارزار میں چلنا آسان نہیں۔ یہاں قدم قدم پر جہالت و معصیت کے کانٹے دل و دماغ کے دامن کو تار

تاک کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور یقیناً ایک مبلغ
و داعی حق کو ایسے جاہلوں سے سابقہ پڑتا ہے
جو کسی طرح اس کی بات پر غور کرنے بلکہ اُسے سننے
پر بھی آمادہ نہیں ہوتے۔ اور داعی کے مقابلہ میں
ہر قسم کی سفاہتوں اور جہالتوں کا مظاہرہ
کرتے ہیں۔ یہ حالت اکثر مبلغ کو غضب ناک
کر سکتی ہے اور غیظ و غضب کی آگ بھڑکنے کے
بعد انسان کا اپنے نفس پر قابو پانا دشوار ہوتا
ہے۔ اور شیطان کو نامناسب اُمور پر برانگیختہ
کرنے کا بہترین موقعہ ہاتھ آجاتا ہے۔ اِس لیے
اس بیماری کا علاج آیت مذکورہ میں بیان
فرما دیا۔ کہ اس صورت میں شیطان کے حملہ
سے اللہ کی پناہ مانگو۔ بایں طور کہ اس کی
بے شمار نعمتوں اور سخت عذاب کا دھیان
کرلو اور اللہ سے دُعا مانگو کہ ہمیں اس کے شر
سے بچا کیونکہ ہم عاجز ہیں (تفسیر کبیر وغیرہ)

نَزَغَ:۔ فساد پیدا کردیا۔ (بصلہ بَیْنَ) نَزْغ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نُزُل:۔ مہمانی۔ ضیافت۔

نَزَلَ:۔ وہ اترا۔ نُزُوْل سے ماضی واحد مذکر غائب

نَزَّلَ:۔ اُس نے اُتارا۔ تھوڑا تھوڑا کرکے اُتارا
تَنْزِیْل سے ماضی واحد مذکر غائب دیکھو تنزیل

نُزِّلَ:۔ وہ اُتارا گیا۔ تَنْزِیْل سے ماضی مجہول
واحد مذکر غائب (دیکھو تَنْزِیْل)

نَزْلَةً:۔ ایک بار اُترنا۔ مصدر برائے مرۃ

نُزِّلَتْ:۔ وہ اُتاری گئی۔ تَنْزِیْل سے ماضی
مجہول واحد مؤنث غائب۔

نَزَّلْنَا:۔ ہم نے بتدریج اُتارا۔ تَنْزِیْل سے ماضی
جمع متکلم (دیکھو تَنْزِیْل)

نَزِیْدُ:۔ ہم بڑھاتے ہیں ہم بڑھائیں گے۔
زِیَادَة سے مضارع جمع متکلم۔

نِسَاءٌ:۔ عورتیں۔ بی بیاں واحد اِمْرَءَة۔
(خلاف قیاس)

نُسَارِعُ:۔ ہم جلدی کرتے ہیں۔ مُسَارَعَة
سے مضارع جمع متکلم۔

نَسْئَلُ:۔ ہم پوچھتے ہیں۔ (بصلہ عَنْ) ہم مانگتے
ہیں (بلا صلہ) سُؤَال سے مضارع جمع متکلم

(لَا) نُسْئَلُ:۔ ہم سے نہیں پوچھا جاتا سُؤَال
سے مضارع منفی مجہول جمع متکلم۔

نَسَبٌ:۔ قرابت۔ رشتہ۔ جمع اَنْسَاب

نُسَبِّحُ:۔ ہم پاکی بیان کرتے ہیں ہم پاکی بیان
کریں۔ تَسْبِیْح سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو
تَسْبِیْح)

نَسْتَبِقُ:۔ ہم ایک دوسرے سے دوڑ میں آگے
نکلتے ہیں۔ اِسْتِبَاق (دوڑنے میں ایک دوسرے
سے آگے نکلنا) سے مضارع جمع متکلم۔

(لَمْ) نَسْتَحْوِذْ:- ہم نے نہیں گھیرا۔ ہم نے حفاظت میں نہیں لیا۔ اِسْتِحْوَاذ سے مضارع جمع متکلم

نَسْتَحْیِیْ:- ہم زندہ چھوڑیں گے۔ اِسْتِحْیَاء سے مضارع جمع متکلم۔

نَسْتَدْرِجُ:- ہم ڈھیل دیں گے۔ اِسْتِدْرَاج سے مضارع جمع متکلم۔ اِسْتِدْرَاج کے اصل معنے ہیں۔ اوپر سے کسی کو سیڑھی سیڑھی (درجہ بدرجہ) اتار کر نیچے گرا دینا۔ جیسے اِسْتَدْرَجْتُ الدَّلْوَ اِلَی الْقَعْرِ (میں نے آہستہ آہستہ ڈول کو چھوڑ کر تلی میں پہونچا دیا۔ کفار کے حق میں اللہ تعالےٰ کا استدراج یہ ہے کہ ان کے گناہوں پر گرفت اور مواخذہ کرنے کے بجائے ان کے لئے دینوی نعمتوں اور راحتوں کے مواقع بہم پہنچاتا ہے تاآنکہ وہ بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ پھر اچانک اللہ تعالیٰ کا دریائے غضب جوش میں آتا ہے اور ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی جاتی ہے۔ قَالَ اللہ تَعَالیٰ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِہٖ فَتَحْنَا عَلَیْھِمْ اَبْوَابَ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنَاھُمْ بَغْتَۃً فَاِذَا ھُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔ پھر جب وہ بھول گئے۔ اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی۔ تو کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب وہ خوش ہوئے ان چیزوں پر جو ان کو دی گئیں۔ تو ہم نے ان کو پکڑ لیا اچانک۔ پس اس وقت وہ رہ گئے نا امید ہو کر) ماخوذ از تفسیر کبیر)

نَسْتَعِیْنُ:- ہم مدد چاہتے ہیں۔ اِسْتِعَانَۃ سے مضارع جمع متکلم۔

نَسْتَنْسِخُ:- ہم لکھواتے ہیں۔ اِسْتِنْسَاخ سے مضارع جمع متکلم۔

نَسْجُدُ:- ہم سجدہ کریں۔ سُجُوْد سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو اُسْجُدُوْا)

نُسْخَۃ:- لکھی ہوئی چیز۔ کتاب جمع نُسَخ۔

نَسْخَرُ:- ہم ٹھٹھا کرتے ہیں (بصلہ مِنْ) سُخْر سے مضارع جمع متکلم۔

نَسْر:- ایک بت کا نام جسے قوم نوح پوجتی تھی۔ امام بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نسر وَدّ سُوَاع وغیرہ قوم نوح کے بعض صالحین کے نام تھے۔ ان کے مرنے کے بعد شیطان کے بہکانے سے ان کے عقیدتمندوں نے ان کے بت بنا کر ان کی نشست گاہوں میں رکھ دیئے تا کہ ان کو دیکھ کر ان کی اور ان کی عبادت اور ریاضت کی یاد تازہ ہو جایا کرے۔ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد آنے والی نسلوں نے انہی کی عبادت شروع کر دی۔ قوم نوح کے بعد عرب کے مختلف قبائل میں ان بتوں کی عبادت رائج ہو گئی۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں نَسْر آلِ ذی کلاع کا صنم تھا۔ (ابن کثیر صفحہ ۴۲۶)

نَسْف :- پھینکنا - ریزہ ریزہ کرنا - پراگندہ کرنا باب ضرب سے مصدر۔

نُسِفَت :- وہ ریزہ ریزہ کی گئی - پراگندہ کی گئی - نَسْف سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

(ل) نَسْفَعَنْ :- ہم ضرور ضرور گھسیٹیں گے سَفْع سے مضارع جمع متکلم مؤکد بالام تاکید و نون خفیفہ۔

نُسْقِطُ :- ہم ڈال دیں - ہم گرا دیں - اِسْقاط سے مضارع جمع متکلم۔

(لا) نَسْقِی :- ہم نہیں پانی پلاتے - سَقْی سے مضارع منفی جمع متکلم۔

نُسْقِیْ :- ہم پینے کے لئے دیتے ہیں - اِسْقَاء سے مضارع جمع متکلم۔

نُسُک :- عبادت - اعمال حج - قربانی - واحد نَسِیْکَة - دیکھو مَنَاسِک)

(ل) نُسْکِنَنَّ :- ہم ضرور بسائیں گے - ہم ضرور ٹھہرائیں گے - اِسْکَان سے مضارع مؤکد جمع متکلم

نَسْل :- اولاد - نَسْل کے معنے جدا ہونا ہیں - اولاد کو بھی اسی لئے نسل کہتے ہیں کہ وہ باپ کی پشت سے جدا ہوتی ہے - نَسْل کا اطلاق نسلِ انسانی و حیوانی دونوں پر ہوتا ہے - قرآن کریم میں بعض اشرار کے متعلق فرمایا گیا ہے وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ

الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ (اور جب وہ قابو پاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ فساد پھیلائے اور برباد کرے کھیتیاں اور نسل) تو یہاں حرث سے مراد بستی میں بسنے والوں کے ذرائع معاش ہیں اور نسل سے مراد خود ان کی۔ علامہ عبدہ نے فرمایا ہے کہ اِہلاکُ الحرثِ والنّسل (کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرنے) سے سخت ہلاکت آفرینی اور جفاکاری مراد ہے - چنانچہ یہ تعبیر اسی معنی میں بطور مثل کے استعمال ہونے لگی ہے - اس آیۃ میں آمرانہ و ظالمانہ ذہنیت کا بہترین فوٹو کھینچا گیا ہے - ہر زمانہ میں اقتدار پسند استعماری طاقتیں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے یہی کچھ کرتی ہیں - انسانوں اور حیوانوں کی بربادی اور کھیتوں اور باغوں کی تباہی کی انہیں ذرہ برابر پرواہ نہیں ہوتی - (ملخصًا از مفردات و المنار ص ۲۴۸)

نَسْلَخُ :- ہم کھینچتے ہیں - سَلْخ سے مضارع جمع متکلم - سَلْخ کے معنے ہیں - جانور کی کھال کھینچ کر اتارنا جس سے نیچے کا گوشت ظاہر ہو جائے وَ آیَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ (اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے رات کھینچ لیتے ہیں ہم اس پر سے دن کو) میں سَلْخُ النَّهَار سے مراد رات کی تاریکی سے دن کی روشنی کو آہستہ آہستہ جدا کر لینا ہے۔

نَسْلُکُتا:- ہم داخل کر دیتے ہیں۔ سَلَکَ سے مضارع جمع متکلم۔ کہا جاتا ہے سَلَکْتُ الْخَیْطَ فِی الْاِبْرَۃِ (میں نے دھاگے کو سوئی میں داخل کیا) کَذٰلِکَ نَسْلُکُہٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کفر و انکار کے جرائم کے عادی ہو جاتے ہیں ہم اسی طرح استہزاء و تکذیب کو ان کی خو بنا دیتے ہیں۔

نُسْلِمُ:- ہم فرمانبرداری کریں۔ اِسْلَام سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو اِسْلَام)

نَسِمُ:- ہم داغ لگائیں گے۔ وَسْم سے مضارع جمع متکلم۔ قرآن کریم میں ہے سَنَسِمُہٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ (عن قریب ہم اس کی ناک پر داغ لگائیں گے) علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ:- چہرہ بدن انسانی میں سب سے زیادہ معزز حصہ جسم ہے اور ناک چہرہ کا معزز ترین حصہ ہے کیونکہ وہ سب سے آگے ہوتا ہے۔ اسی لئے اَنْفَہٗ بزرگی اور بے عیبی کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے جُدِعَ اَنْفُہٗ (اس کی ناک کٹ گئی) یعنی وہ ذلیل ہو گیا۔ اسی طرح وَسْمٌ عَلَی الْخُرْطُوْمِ انتہائی ذلیل کرنے کے معنے میں استعمال ہوا ہے (چنانچہ یہ کافر ولید بن مغیرہ) بدر کے دن بری طرح ذلیل ہوا اور تا قیامت اس کی ذلت کا ذکر جاری رہے گا اور اس کے بعد کی ذلت کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں چنانچہ) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کافر کے چہرہ پر قیامت کے دن ایک بدنما داغ ہوگا۔ جس سے وہ تمام کافروں میں الگ پہچانا جائے گا۔ جیسا کہ وہ دنیا میں اپنی حرکات شنیعہ کی وجہ سے ممتاز رہا ہے۔ اور اس آیہ میں یہی مراد ہے (کشاف ج ۲ ص ۴۸۰)

نَسْمَعُ:- ہم سنتے ہیں۔ سَمْع سے مضارع جمع متکلم

نَسُوْا:- وہ بھول گئے۔ نِسْیَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

نِسْوَۃٌ:- عورتیں، واحد اِمْرَءَۃٌ۔ (بغیر لفظ خلاف قیاس)

نَسُوْقُ:- ہم چلاتے ہیں۔ ہم ہانکتے ہیں۔ ہم ہانکیں گے سَوْق سے مضارع جمع متکلم۔

نَسْیٌ:- بفتح نون و بکسر نون وہ چیز جو بھولنے کے قابل ہو اور اس کی کوئی پروا نہ کی جائے۔ جیسے ذِبْحٌ وہ چیز جو ذبح کے لائق ہو۔ یعنی ذبیحہ یا کسی مصدر ہے بمعنی مفعول (مَنْسِیٌّ) ایک قراۃ نَسًا بھی ہے۔ نَسًا پانی ملے ہوئے دودھ کو کہتے ہیں جسے چھوڑ دیا جاتا ہے یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا (اے کاش میں بالکل بھولی بسری ہوتی) یہ الفاظ وضع حمل کے وقت حضرت مریمؑ کی زبان سے نکلے (بیضاوی ص ۲/۴۴)

نَسِیَ:- وہ بھولا۔ نِسْیَان سے ماضی واحد مذکر غائب

نَسِیَ :- وہ بھلایا گیا۔ نِسیان سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

نَسِیٌّ :- بھول جانے والا۔ غافل۔ نِسیان سے صفت مشبہ۔

نَسِیْءٌ :- موخر کرنا۔ نذیر و نکیر کی طرح مصدر ہے۔ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السّلام کے زمانہ سے ہی حج کا حساب قمری سال کے مطابق ہوتا ہے یعنی ادائے حج کا زمانہ ذی الحجہ مقرر کیا گیا تھا۔ جو عربی قمری سال کا آخری مہینہ ہوتا ہے مگر چونکہ اس اعتبار سے حج کا موسم متعین نہیں تھا۔ کبھی جاڑوں میں ہوتا۔ کبھی گرمیوں میں عرب جیسے گرم اور ریگستانی ملک میں سفر کرنا معمولی کام نہیں ہے۔ نیز تجارتی نقطۂ نظر سے بھی یہ موسم مفید نہ تھا۔ اِن وجوہ کی بنا پر انہوں نے اہل ہند کی طرح ایک لوندھ کا مہینہ بڑھا لیا جس سے قمری و شمسی سال دونوں ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ اور حج کا وقت ان کی خواہش کے مطابق متعین ہو کر رہ گیا۔ اس لوندھ کی وجہ سے دو خرابیاں پیدا ہوئیں ایک تو یہ کہ بارہ ماہ کی بجائے ہر تیسرے سال تیرہ ماہ شمار کیے جاتے۔ اور دوسرے یہ کہ شہر حرام کی حرمت موخر ہو کر دوسرے مہینہ کی طرف منتقل ہو جاتی۔ جو فی الواقع شہر حرام نہ ہوتا .... یہ امام رازی کی رائے ہے مگر عام طور پر مفسرین نسیئ کی تفسیر یہ ذکر کرتے ہیں کہ اہل عرب جنگ جدال کی خاطر خود کسی حرام مہینہ کے متعلق ہی یہ فیصلہ کر دیتے ہیں کہ امسال یہ مہینہ اپنی اصل جگہ نہیں بلکہ فلاں مہینہ کی جگہ ہے۔ مثلاً ماہ محرم شہر حرام ہے۔ اور اس میں جنگ و جدال ممنوع۔ اب اگر انہیں محرم میں جنگ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو جھٹ یہ فیصلہ کر لیا کہ اس سال محرم کی بجائے صفر ہے اور صفر کی بجائے محرّم۔

لیکن امام رازی رح صرف پہلی تفسیر کو ہی صحیح سمجھتے ہیں۔ بہرحال۔ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ (نسیئ بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے زمانہ میں) الآیہ نے اس غلط رواج کو مٹا دیا۔

نَسِیَا :- وہ دونوں بھول گئے۔ نِسیان سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

نِسْیَان :- بھولنا۔ فراموش کرنا۔ باب سمع سے مصدر

نَسِیْتَ :- تو بھولا۔ نِسیان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَسِیْتُ :- میں بھولا۔ نِسیان سے ماضی واحد متکلم

نَسِیْتُمْ :- تم بھولے۔ نِسیان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

نُسَیِّرُ :- ہم چلائیں گے۔ تسییر سے مضارع جمع متکلم

نَسِینَا:- ہم بھول گئے۔ ہم نے نظرانداز کردیا۔
نِسْیَان سے ماضی جمع متکلم۔
نَشَاءُ:- ہم چاہیں۔ مَشِیْئَۃ سے مضارع جمع
متکلم مجزوم۔
نَشَاءُ:- ہم چاہتے ہیں۔ ہم چاہیں۔ مَشِیْئَۃ
سے مضارع جمع متکلم۔
نَشْاَۃ:- پیدا کرنا۔ پیدائش۔ بابِ فتح سے مصدر
اَلنَّشْاَۃُ الْاُوْلیٰ:- پہلی پیدائش۔
اَلنَّشْاَۃُ الْاُخْریٰ:- پچھلی پیدائش۔ بعث بعد
موت (دیکھو ساعۃ)
نَشْتَرِیْ:- ہم خریدتے ہیں۔ اِشْتِرَاء سے
مضارع جمع متکلم۔
نَشُدُّ:- ہم مضبوط کریں گے۔ شَدّ سے مضارع
جمع متکلم۔
نَشْر:- پراگندہ کرنا۔ بکھیرنا۔ بابِ نَصَرَ سے مصدر
نُشِرَتْ:- وہ پھیلائی گئی۔ نَشْر سے ماضی
مجہول واحد مؤنث غائب۔
(لَمْ) نَشْرَحْ:- ہم نے نہیں کشادہ کیا۔ شَرْح
سے مضارع جمع متکلم۔
نُشْرِكُ:- ہم شریک کرتے ہیں۔ ہم شریک کریں گے
ہم شریک کریں۔ اِشْرَاک سے مضارع جمع
متکلم۔ (دیکھو شرک)
نَشْط:- بند کھولنا۔ کسی کام کو تیزی اور خوشنودی

سے انجام دینا۔ بابِ نَصَرَ سے مصدر۔
نُشُوْر:- اٹھ کھڑا ہونا۔ مرنے کے بعد جی اٹھنا
پھیلنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر
(یَوْمُ) النُّشُوْر:- روز قیامت (دیکھو ساعۃ)
نُشُوْز:- عورت کا اپنے شوہر سے بغض رکھنا۔
خاوند کی نافرمانی کرنا۔ مرد کا بیوی پر سختی کرنا۔
باب نَصَرَ سے مصدر
نَشْهَدُ:- ہم گواہی دیتے ہیں۔ شَهَادَۃ سے
مضارع جمع متکلم (دیکھو شہادۃ)
نَصَارٰی:- نصرانی۔ پیروانِ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں
کو طرح طرح دینِ اسلام کی دعوت دی اور قسم
قسم کے معجزات دکھائے مگر وہ کفر پر اڑے رہے
اور ان کے درپے ایذا رہے تو انہوں نے پریشانی
کے عالم میں پکارا مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہ
(اللہ کے راستے میں کون میرا مددگار رہے؟) تو حواریوں
کی مٹھی بھر جماعت نے جسے اللہ تعالیٰ نے قبول
حق کی توفیق سے نوازا تھا۔ جواب دیا۔ نَحْنُ
اَنْصَارُ اللّٰهِ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا
مُسْلِمُوْنَ (ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار
ہم اللہ پر ایمان لائے اور گواہ رہئے کہ ہم اس کے
فرماں بردار ہیں)
نصرت وحمایت کے اس وعدہ کی بنا پر یہ لوگ

نصَارٰی کہلائے۔ پھر بعد میں تمام مدعیانِ دینِ عیسوی اسی نام سے موسوم ہوئے۔

اس قول کی بناء پر نصَارٰی نصرَان کی جمع ہے۔ جیسے ندَامیٰ ندْمَان کی۔ اور واحد (نصرَان) میں یٰ مبالغہ کے لئے اضافہ کرکے نصرَانی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیساکہ اَحْمَر میں یائے مبالغہ اضافہ کرکے اَحْمَرِی (بہت زیادہ سُرخ) بنا لیتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ نصَارٰی نصرَانِی کی جمع ہے اور نصرانی شہرِ ناصرہ کی طرف منسوب ہے۔ (خلافِ قیاس) ناصرہ فلسطین کا وہ شہر ہے جہاں حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے پرورش پائی۔

صاحبِ "المنجد" نے جو خود عیسائی ہیں۔ دوسرے ہی قول کو اختیار کیا ہے۔

نُصُب:۔ پتھر، بتوں کے تھان۔ نُصُب وہ پتھر جو خانہ کعبہ کے گرد نصب کئے جاتے تھے۔ اور ان کے پاس بتوں کے نام پر قربانی ہوتی تھی جس کا خون اُن پتھروں پر چھڑکا جاتا تھا۔ اہلِ لغت اس میں مختلف ہیں کہ یہ لفظ جمع ہے یا مفرد۔ جمع ہونے کی صورت میں اس کا واحد نِصَاب یا نَصْب یا نُصْبَۃ ہے۔ اور مفرد ہونے کی صورت میں اس کی جمع اَنْصَاب ہے۔ مشہور شاعر اَعْشیٰ نے اس کا استعمال مفرد کیا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

وَذَا النصب المنصوب لَاتَنْسُکَنَّہٗ
لِعَاقِبَۃٍ وَاللّٰہَ رَبَّکَ فَاعْبُدَا

(اور یہ جو پتھر کھڑا ہوا ہے تو اُس کی عبادت نہ کر آخرت کی درستی کے لئے بلکہ اپنے خداوند پروردگار ہی کی عبادت کر) بعض لوگ نُصُب کو اصنام (بتوں) کے معنے میں بتلاتے ہیں مگر امام رازیؒ نے اسے بعید قرار دیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۵۳۵)

نَصَب:۔ رنج۔ تکلیف۔ مشقت۔ بابِ سَمِعَ سے مصدر۔

نُصِبَتْ:۔ وہ کھڑی کی گئی۔ قائم کی گئی۔ نَصْب سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

(لَن) نَصْبِرَ:۔ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے۔ صَبْر سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) نَصْبِرَنَّ:۔ ہم ضرور ضرور صبر کریں گے صَبْر سے مضارع جمع متکلم۔ بلام تاکید و نونِ ثقیلہ۔

نُصْح:۔ سمجھانا۔ نصیحت کرنا۔ خیر خواہی کرنا۔ بابِ فَتَحَ سے مصدر۔

نَصَحْتُ:۔ میں نے خیر خواہی کی (بصلہ لام) نُصْح سے ماضی واحد متکلم۔

نَصَحُوْا:۔ انہوں نے خیر خواہی کی۔ انہوں نے اخلاص کیا نُصْح سے ماضی جمع مذکر غائب۔
(دیکھو ناصحین)

(ل) نَصَّدَّقَنَّ: ہم ضرور خیرات کریں گے تصدّق
مضارع جمع متکلم اصل میں لَنَتَصَدَّقَنَّ تھا۔
تاء کو صاد سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔
نَصْرٌ: مدد کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔
نَصَرَ: اس نے مدد کی۔ نَصْرٌ سے ماضی واحد
مذکر غائب۔
نَصْرَانِیٌّ: عیسائی۔ جمع نَصَارٰی (دیکھو
نَصَارٰی)
نَصْرِفُ: ہم پھیر دیں۔ صَرْفٌ سے مضارع
جمع متکلم۔
نُصَرِّفُ: ہم گردش دیتے ہیں پھیر پھیر کر بیان
کرتے ہیں۔ تَصْرِیفٌ سے مضارع جمع متکلم۔
نَصَرْنَا: ہم نے مدد کی۔ نَصْرٌ سے ماضی جمع متکلم
نَصَرُوْا: انہوں نے مدد کی۔ نَصْرٌ سے ماضی
جمع مذکر غائب۔
نِصْفٌ: آدھا۔
نُصْلِیْ: ہم داخل کریں گے (آگ میں) اِصْلَاءٌ
سے مضارع جمع متکلم۔
نَصُوْحٌ: خالص۔ صاف نُصْحٌ سے مبالغہ کا صیغہ
نَصِیْبٌ: حصہ معین قسمت۔ جمع اَنْصِبَاءُ
و نُصُبٌ۔
نُصِیْبُ: ہم پہنچتے ہیں ہم پہنچاتے ہیں (بصلہ
با) اِصَابَةٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَصِیْرٌ: مددگار۔ نَصْرٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔
جمع اَنْصَارٌ۔
نَضَّاخَتَانِ: شدت سے جوش مارنے والے
(دو چشمے) نَضَّاخَةٌ کا تثنیہ بحالتِ رفعی نَضْخٌ
سے مبالغہ کا صیغہ۔
نَضِجَتْ: وہ پک گئی۔ وہ جل گئی۔ نُضْجٌ سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔
نَضْرِبُ: ہم بیان کرتے ہیں (بصلہ عن) ہم
پھیر دیں گے۔ ضَرْبٌ سے مضارع جمع متکلم۔
نَضْرَةٌ: تازگی۔ شادابی۔ رونق۔ باب کَرُمَ
و سَمِعَ سے مصدر۔
نَضْطَرُّ: ہم مجبور کریں گے ہم کھینچ لے جائیں گے
اِضْطِرَارٌ سے مضارع جمع متکلم۔
نَضَعُ: ہم رکھیں گے۔ وَضْعٌ سے مضارع جمع متکلم
نَضِیْدٌ: تہ بہ تہ۔ مرتب۔ نَضْدٌ سے فَعِیْلٌ
بمعنی مفعول۔
نُضِیْعُ: ہم ضائع کریں گے ہم ضائع کرتے ہیں۔
اِضَاعَةٌ سے مضارع جمع متکلم۔
نَطْبَعُ: ہم مہر لگاتے ہیں۔ ہم مہر لگا دیں گے طَبْعٌ
سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو طَبَعَ)
نُطْعِمُ: ہم کھانا کھلاتے ہیں۔ اِطْعَامٌ سے
مضارع جمع متکلم۔
نُطْفَةٌ: منی کا قطرہ۔ جمع نُطَفٌ۔

نصارٰی کہلائے پھر بعد میں تمام مدعیانِ دین عیسوی اسی نام سے موسوم ہوئے۔

اس قول کی بناء پر نصارٰی نصران کی جمع ہے۔ جیسے ندامٰی ندمان کی۔ اور واحد (نصران) میں ی مبالغہ کے لئے اضافہ کرکے نصرانی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیساکہ احمر میں یائے مبالغہ اضافہ کرکے احمری (بہت زیادہ سرخ) بنالیتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ کہ نصارٰی نصرانی کی جمع ہے اور نصرانی شہر "ناصرہ" کی طرف منسوب ہے۔ (خلاف قیاس) ناصرہ فلسطین کا وہ شہر ہے جہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے پرورش پائی۔

صاحب "المنجد" نے جو خود عیسائی ہیں۔ دوسرے ہی قول کو اختیار کیا ہے۔

نُصُب: پتھر۔ بتوں کے تھان۔ نُصُب وہ پتھر جو خانہ کعبہ کے گرد نصب کئے جاتے تھے! اور ان کے پاس بتوں کے نام پر قربانی ہوتی تھی جس کا خون ان پتھروں پر بکھیرا جاتا۔ اہل لغت اس میں مختلف ہیں کہ یہ لفظ جمع ہے یا مفرد۔ جمع ہونے کی صورت میں اس کا واحد نِصاب یا نَصْب یا نُصبۃ ہے۔ اور مفرد ہونے کی صورت میں اس کی جمع اَنصاب ہے۔ مشہور شاعر اعشٰی نے اس کا استعمال مفرد کیا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

وَذَا النُّصُبَ الْمَنْصُوبَ لَا تَنْسُكَنَّهُ
لِعَاقِبَةٍ وَاللّٰهَ رَبَّكَ فَاعْبُدَا

(اور یہ جو پتھر کھڑا ہوا ہے تو اس کی عبادت نہ کر آخرت کی درستی کے لئے بلکہ اپنے خداوند پروردگار ہی کی عبادت کر) بعض لوگ نُصب کو اصنام (بتوں) کے معنے میں بتلاتے ہیں مگر امام رازیؒ نے اسے بعید قرار دیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۵۳۵)

نَصَب: رنج۔ تکلیف۔ مشقت۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

نُصِبَتْ: وہ کھڑی کی گئی۔ قائم کی گئی نَصَبَ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

(لن) نَصْبِرَ: ہم ہرگز صبر نہ کریں گے۔ صَبْرٌ سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) نَصْبِرَنَّ: ہم ضرور ضرور صبر کریں گے صَبْر سے مضارع جمع متکلم۔ بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

نُصْحٌ: سمجھانا۔ نصیحت کرنا۔ خیر خواہی کرنا۔ بابِ فَتَحَ سے مصدر۔

نَصَحْتُ: میں نے خیر خواہی کی (بصلہ لام) نُصْحٌ سے ماضی واحد متکلم۔

نَصَحُوا: انہوں نے خیر خواہی کی۔ انہوں نے اخلاص کیا نُصحٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ (دیکھو ناصحین)

(ل) نَصَّدَّقَنَّ :- ہم ضرور خیرات کریں گے تَصَدُّقٌ
مضارع جمع متکلم۔ اصل میں لَنَتَصَدَّقَنَّ تھا۔
تاء کو صاد سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

نَصْرٌ :- مدد کرنا باب نَصَرَ سے مصدر۔

نَصَرَ :- اس نے مدد کی نَصْرٌ سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

نَصْرَانِيٌّ :- عیسائی جمع نَصَارٰی (دیکھو
نَصَارٰی)

نَصْرِفُ :- ہم پھیر دیں۔ صَرْفٌ سے مضارع
جمع متکلم۔

نُصَرِّفُ :- ہم گردش دیتے ہیں پھیر پھیر کر بیان
کرتے ہیں۔ تَصْرِیْفٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَصَرْنَا :- ہم نے مدد کی۔ نَصْرٌ سے ماضی جمع متکلم

نَصَرُوْا :- انہوں نے مدد کی۔ نَصْرٌ سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

نِصْفٌ :- آدھا۔

نُصْلِيْ :- ہم داخل کریں گے (آگ میں) اِصْلَاءٌ
سے مضارع جمع متکلم۔

نَصُوْحٌ :- خالص۔ صاف نُصْحٌ سے مبالغہ کا

نَصِيْبٌ :- حصہ معین قسمت۔ جمع اَنْصِبَاءُ
و نُصُبٌ۔

نُصِيْبُ :- ہم پہنچتے ہیں ہم پہنچاتے ہیں (بمعنی
بار) اِصَابَۃٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَصِيْرٌ :- مددگار۔ نَصْرٌ سے مبالغہ کا صیغہ
جمع اَنْصَارٌ۔

نَضَّاخَتَانِ :- شدت سے جوش مارنے والے
(دو چشمے) نَضَّاخَۃٌ کا تثنیہ حالت رفعی نَضْخٌ
سے مبالغہ کا صیغہ۔

نَضِجَتْ :- وہ پک گئی۔ وہ جل گئی نُضْجٌ سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔

نُضَرِّبُ :- ہم بیان کرتے ہیں (بمعنی) ہم
پھیر دیں گے۔ ضَرْبٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَضْرَۃٌ :- تازگی۔ شادابی۔ رونق۔ باب کَرُمَ
و سَمِعَ سے مصدر۔

نَضْطَرُّ :- ہم مجبور کریں گے ہم کھینچ لے جائیں گے
اِضْطِرَارٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَضَعُ :- ہم رکھیں گے۔ وَضْعٌ سے مضارع جمع متکلم

نَضِيْدٌ :- تہ بہ تہ۔ مرتب۔ نَضْدٌ سے فعیل
بمعنی مفعول۔

نُضِيْعُ :- ہم ضائع کریں گے ہم ضائع کرتے ہیں۔
اِضَاعَۃٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَطْبَعُ :- ہم مہر لگاتے ہیں ہم مہر لگا دیں گے طَبْعٌ
سے مضارع جمع متکلم (دیکھو طَبْعٌ)

نُطْعِمُ :- ہم کھلاتے ہیں۔ اِطْعَامٌ سے
مضارع جمع متکلم

نُطْفَۃٌ :- منی کا قطرہ۔ جمع نُطَفٌ۔

نَطْمِسَ: ہم مٹا دیں۔ ہم بے نشان کر دیں۔
طَمْس سے مضارع جمع متکلم منصوب
طَمْس کے معنی ہیں کسی چیز کا نشان زائل کر دینا۔
اُسے مٹا کر یا چھپا کر۔ چنانچہ طُمِسَ الدَّار کے
معنی یہ ہیں کہ "مکان کے آثار مٹا دیئے گئے" خواہ اس
طرح کہ اس کے پتھر وغیرہ دوسری جگہ منتقل
کر دیئے گئے ہوں یا ریت کی چادروں میں وہ
چھپ گئے ہوں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے یَا
اَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ آمِنُوْا بِمَا
نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ
اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓی
اَدْبَارِهَا (اے اہل کتاب تم ایمان لاؤ اس
کتاب پر جو ہم نے نازل کی جو تصدیق کر رہی
ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے۔ اس سے
پہلے کہ ہم بے نشان کر دیں چہروں کو پس پلٹ دیں
ان کو الٹی طرف) یہاں طَمْس وجوہ کی
تفسیر میں مختلف اقوال مروی ہیں:۔
حضرت ابن عباس کا قول یہ ہے کہ اے اہلِ
کتاب — اِس سے پہلے کہ ہم تم کو اندھا کر دیں
اور تمہارے چہرے گدھیوں پر پلٹ دیں +
مگر حافظ ابن کثیرؒ نے اس قول کے نقل کے بعد
فرمایا ہے کہ یہ ایک تمثیل ہے جس سے اہل کتاب
کو راہ حق سے ہٹا کر باطل کی طرف پھیر دینا مراد ہے

مجاہدؒ کا قول ہے کہ نَطْمِسَ وُجُوْهًا اے
عن صراط الحق فَنَرُدَّهَا عَلٰٓی اَدْبَارِهَا
ای فی الضلال یعنی اس سے پہلے کہ ہم تم کو
حق کے راستہ سے اندھا کر دیں اور تمہارا رخ
گمراہی کی طرف پھیر دیں۔ سدیؒ سے بھی تقریباً
یہی معنی منقول ہیں۔
ابو زیدؒ کا قول ہے کہ نَرُدَّهَا عَلٰٓی اَدْبَارِهَا
سے مراد ہے کہ تم کو ملک حجاز سے نکال کر واپس
ملک شام جانے پر مجبور کر دیں (ابن کثیر ص ۵۰۸ ج ۱)
ابو زیدؒ کی تفسیر میں وُجُوْہ سے مراد اشخاص
ہوں گے۔ اور طَمْس وُجُوْہ سے مراد ان کو
حجاز سے بے نام و نشان کر دینا ہوگا۔ جیسی
کہ رسول اکرم صلعم کے آخر عہد میں ہوا امام رازی
نے ایک تفسیر یہ بھی کی ہے کہ وُجُوْہ سے مراد
وُجَهَاء ہیں یعنی رؤسا قریش۔ اور معنی
یہ ہیں کہ اس سے پہلے کہ ہم تمہارے سرداروں
کو ذلیل کریں۔
واضح رہے کہ ان اقوال تفسیری سے مسخ
صوری کا انکار لازم نہیں آتا۔ کیونکہ آیہ کا
دوسرا ٹکڑا یہ ہے اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا
اَصْحٰبَ السَّبْتِ (یا ہم ان پر لعنت کریں
جیسا کہ لعنت کی اصحاب سبت پر) اور اصحاب سبت
کے واقعہ میں مختار یہی ہے کہ ان کی صورتوں کو
مسخ کر کے بندر اور سور بنا دیا گیا تھا۔

نَطمَعُ :۔ ہم اُمید کرتے ہیں۔ ہم خواہش کرتے ہیں طَمَعْ سے مضارع جمع متکلم۔

نَطوِی :۔ ہم لپیٹیں گے طَیٌّ سے مضارع جمع متکلم۔

نَطِیحَۃ :۔ سینگ مارنے سے مرا ہوا۔ نَطح سے فَعِیلَۃ بمعنے مفعول (جو جانور کسی دوسرے جانور کے سینگ سے مر جائے۔ وہ مردار ہے اور اُس کا کھانا حرام ہے۔) تفصیل کے لئے دیکھو مُنخَنِقَۃ

نُطِیعُ :۔ ہم فرمانبرداری کرتے ہیں ہم فرمانبرداری کریں گے۔ اِطَاعَۃ سے مضارع جمع متکلم

نَظَرٌ :۔ نگاہ۔ (جمع اَنظَار) دیکھنا۔ بابِ نَصَرَ سے مصدر۔

نَظَرَ :۔ اُس نے دیکھا۔ نَظَرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَظرَۃ :۔ ایک بار دیکھنا۔ مصدر برائے مرّت

نَظِرَۃ :۔ مہلت۔ ڈھیل۔ تاخیر۔ دیر۔

نَظَلُّ :۔ ہم رہتے ہیں۔ فعل ناقص مضارع جمع متکلم۔

نَظُنُّ :۔ ہم گمان کرتے ہیں۔ ظَنٌّ سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو ظَنٌّ)

نِعَاج :۔ بھیڑیں۔ دنبیاں۔ واحد نَعجَۃ۔

نُعَاس :۔ اونگھ۔ نیند۔ بابِ سَمِعَ سے مصدر

نَعبُدُ :۔ ہم عبادت کرتے ہیں۔ بندگی کرتے ہیں عِبَادَۃ سے مضارع جمع متکلم۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں کہ عُبادۃ کے مفہوم میں دو چیزیں داخل ہیں (۱) انتہائی محبت (۲) انتہائی فروتنی و اظہار عاجزی اِن دونوں حقیقتوں کا نام عبادت ہے پس اگر تم کسی سے محبت رکھتے ہو لیکن اس کے سامنے فروتنی اور خضوع اختیار نہیں کرتے تو تم اس کے عابد نہیں اسی طرح اگر تم اس کے احکام کے سامنے تو سر تسلیم خم کر دیتے ہو۔ اور اس کے لئے تمہارے اندر فروتنی و خضوع بھی بدرجہ اتم موجود ہے لیکن تمہارے دل میں اس کی محبت نہیں۔ تو یہ بھی عبادت نہ ہوگی پس اللہ کا حقیقی عبادت گزار بندہ وہ ہے جو اپنے دل میں سب سے زیادہ اللہ کی محبت رکھتا اور اس کے حضور عجز و فروتنی اور انتہائی خضوع و خشوع برتتا ہے (التفسیر القیم لابن قیم ص۶۵) آیت کریمہ اِیَّاکَ نَعبُدُ میں جمع متکلم کا صیغہ اختیار کرنے میں امام رازیؒ نے چند نکات بیان فرمائے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔

اس سے نماز باجماعت کی پابندی کرنے۔ صفوف جہاد میں اجتماعی قوت کے ساتھ سرگرم کارزار ہونے اور جملہ اعمالِ حیات میں باہم متحد و منظم رہنے کی طرف اشارہ ہے نماز باجماعت کی تاکید کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ارشاد ہے

التکبیرۃ الاولیٰ فی صلوٰۃ الجماعۃ
خیر من الدنیا وما فیہا (جماعت
کی نماز میں تکبیرۂ اولیٰ کا پالینا دُنیا اور مافیہا
سے بہتر ہے)

نَعْجَۃٌ: دنبی۔ بھیڑی جمع نِعَاج۔

(لَنْ) نُعْجِزَ: ہم ہرگز عاجز نہ کرسکیں گے۔ اِعْجاز
سے مضارع جمع متکلم منفی مؤکد بہ لَنْ

نَعُدْ: ہم لوٹیں گے۔ عَوْد سے مضارع جمع
متکلم مجزوم۔

نَعُدُّ: ہم شمار کرتے ہیں۔ عَدّ سے مضارع
جمع متکلم۔

نُعَذِّبُ: ہم عذاب دیں گے۔ تَعْذِیْب
مضارع جمع متکلم۔

نَعْفُ: ہم معاف کردیں (بصلہ عن) عَفْو
سے مضارع جمع متکلم۔

نَعْقِلُ: ہم سمجھتے۔ عَقْل سے مضارع جمع متکلم۔
(دیکھو تَعْقِلُوْن)

نَعْلَمُ: ہم جانتے ہیں۔ عِلْم سے مضارع جمع متکلم

نُعَلِّمُ: ہم سکھلاتے ہیں۔ تَعْلِیْم سے مضارع
جمع متکلم۔

نَعْلَی: دو جوتیاں نَعْل کا تثنیہ بحالت نصبی
جری۔ اصل میں نَعْلَیْنِ تھا۔ اضافت کی وجہ
سے نون گر گیا۔

نُعْلِنُ: ہم ظاہر کرتے ہیں اِعْلان سے مضارع
جمع متکلم۔

نِعَم: نعمتیں۔ واحد نِعْمَۃ

نِعْمَ: اچھا ہے۔ خوب ہے۔ (فعل مدح ہے)

نَعَم: چارپایہ۔ اونٹ۔ بھیڑ بکری۔ گائے۔
جمع اَنْعام۔ مگر یہ مفرد مستعمل نہیں یا نادر
الاستعمال ہے۔ اَنْعام کا اطلاق نر و مادہ
دونوں پر ہوتا ہے۔

نَعَمْ: ہاں (حرف ایجاب ہے)

نَعَّمَ: اس نے نعمت دی۔ تَنْعِیْم سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

نَعْمَۃ: نعمتیں۔ نِعْمَۃ کا اسم جمع

نِعِمَّا ھِیَ: وہ کیا ہی اچھی ہے۔ اصل میں نِعْمَ
مَا ھِیَ تھا۔ دونوں میموں میں ادغام ہوگیا اور
عین پر جوار وزن کی وجہ سے کسرہ آگیا۔

نِعْمَۃ: نعمت۔ خوشحالی۔ فضل۔ احسان۔ کرم
جمع نِعَم۔ اَنْعُم۔

نُعَمِّرُ: ہم عمر دیتے ہیں۔ تَعْمِیْر سے مضارع
جمع متکلم۔

(لَمْ) نُعَمِّرْ: ہم نے عمر نہیں دی۔ تَعْمِیْر
سے مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نَعْمَلُ: ہم کام کریں گے۔ عَمَل سے مضارع
جمع متکلم۔

رکُنّا، نعمَلُ :۔ ہم کام کرتے تھے۔ ماضی استمراری جمع متکلم۔

نَعُوْدُ :۔ ہم لوٹیں۔ عَوْد سے مضارع جمع متکلم۔

نُعِیْدُ :۔ ہم لوٹائیں گے ہم اعادہ کریں گے اِعَادَۃ سے مضارع جمع متکلم۔

نَعِیْم :۔ بڑی نعمت۔ عیش۔ آرام۔ چین۔

رلَمْ) نُغَادِرْ :۔ ہم نے نہیں چھوڑا۔ مُغَادَرَۃ سے مضارع جمع متکلم نفی حجد۔

نُغْرِقُ :۔ ہم ڈبو دیں۔ اِغْرَاق سے مضارع جمع متکلم۔

نُغْرِیَنَّ :۔ ہم ضرور بھڑکا دیں گے۔ اصل لفظ لَنُغْرِیَنَّ ہے۔ اِغْرَاء سے مضارع جمع متکلم مؤکد بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَغْفِرْ :۔ ہم بخشدیں گے۔ غُفْرَان سے مضارع جمع متکلم (دیکھو غَافِر)

نَفّٰثَات :۔ نَفْث سے مبالغہ جمع مؤنث واحد نَفّٰثَۃ۔ نَفْث کے معنے ہیں تھوڑے تھوک کے ساتھ پھونک مارنا اس مناسبت سے سانپ کا اپنا زہر اگلنا بھی نَفْث کہلاتا ہے آیت کریمہ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ (اور میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ گرہوں میں نفث کرنے والیوں کی برائی سے) میں اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ نَفّٰثَات سے جادو کرنے والی عورتیں مراد ہیں چنانچہ سورہ فَلَق اور سورہ نَاس کا شان نزول یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مدینہ میں جادو کیا گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ پر دنیوی معاملات میں ذہول ونسیان طاری ہو گیا۔ تھا کہ آپ کسی کام کے متعلق یہ خیال فرماتے کہ میں یہ کر چکا ہوں۔ حالانکہ آپ نے وہ نہ کیا ہوتا؟ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے آپ کے ساتھ یہ حرکت کی تھی۔ اِس لیے النَّفّٰثَات کا موصوف مقدر حافظ ابن قیم کے نزدیک النُّفُوْس یا اَلْجَمَاعَات ہے۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ لبید نے یہ جادو اپنی بیٹیوں کے ذریعہ کرایا تھا۔ اس صورت میں مقدر ماننے کی ضرورت نہیں +

ابو مسلم اصفہانی نے النَّفّٰثَات کو اس کے متبادر معنی یعنی عورتوں پر ہی حمل کیا ہے اور عُقَدْ (عُقْدَۃ کی جمع گرہ کی جمع) کو پختہ ارادوں اور معاملات و عقود کے معنے میں لیا ہے۔ گویا آیت میں ان عورتوں سے پناہ لینے کا حکم دیا گیا ہے جو مردوں کے عزائم و معاملات کو ایک پھونک سے ختم کر دیتی ہیں اور ان میں شر اور فساد کا زہر ملا دیتی ہیں۔

امام رازی نے اس تفسیر کو پسند کیا ہے مگر یہ روایات پر مبنی نہیں ہے۔

نَفَاد:- ختم ہونا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

نِفَاق:- منافق ہونا۔ باب مُفَاعَلَہ سے مصدر (دیکھو مُنَافِقَات)

نَفْتِنُ:- ہم آزمائیں۔ فُتُوْن سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو فِتْنَہ)

نَفْحَۃ:- ہوا کا ایک جھونکا۔ جمع نَفَحَات۔ مصدر برائے مرّۃ

نَفَخَ:- اُس نے پھونکا۔ نَفْخٌ سے ماضی واحد مذکر غائب (دیکھو نَفَخْتُ)

نُفِخَ:- وہ پھونکا گیا۔ نَفْخٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

نَفْخَۃ:- ایک مرتبہ پھونکنا۔ نَفْخٌ سے مصدر یعنی مرّہ۔ قیامت کے روز حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جس کی وجہ سے تمام کائنات پر موت طاری ہو جائے گی۔ پھر ایک نامعلوم مدت کے بعد بحکم ایزدی اسرافیلؑ زندہ ہو کر دوبارہ صور پھونکیں گے جس سے تمام مردے جی اٹھیں گے۔ سورہ النازعات میں نفخۂ اُولیٰ کو رَاجِفَہ اور نفخۂ ثانیہ کو رَادِفَہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری ج ۲)

نَفَخْتُ:- میں نے پھونکا۔ میں پھونک دوں گا۔ نَفْخٌ سے ماضی واحد متکلم۔ قرآن کریم میں واقعہ تخلیق آدم (علیہ السلام) کے ذکر میں فرمایا گیا ہے فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (جب میں اس کا پتلا ٹھیک کر دوں (کہ روح انسانی فائض کرنے کے قابل ہو جائے) پھر اُس میں اپنی رُوح پھونک دوں تو (اے فرشتو) تم اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑنا) الحجر ۳۔ حضرت استاذ علامہ شبیر احمد عثمانی یہاں رُوح کی ذات باری تعالیٰ کی طرف اضافت کے وجوہ ایک مختصر مگر بے حد جامع نوٹ میں بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:- روح کی اضافت جو اپنی طرف کی یہ محض تشریف و تکریم اور روح انسانی کا امتیاز ظاہر کرنے کے لیے یعنی وہ خاص جان جس میں نمونہ ہے میری صفات (علم و تدبیر وغیرہ) کا اور جو اصل فطرت سے مجھے یاد کرنے والی اور بہ سبب خصوصی لطافت کے مجھ سے نسبتہً قریبی علاقہ رکھنے والی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ اگر آفتاب کو قوت گویائی مل جائے اور وہ کہے کہ میں نے اپنے نور کا فیض زمین کو پہونچایا۔ تو کیا یہ لفظ (اپنا نور) غلط ہوگا جب یہ کہنا صحیح ہے۔ حالانکہ ذاتِ آفتاب زمین میں

حلول کرتا ہے نہ اُس کا نور اس سے جدا ہوتا ہے بلکہ زمین سے لاکھوں میل دُور رہ کر بھی روشنی کی باگ اُسی کے قبضہ میں ہے۔ زمین کا کچھ اختیار نہیں چلتا بجز اس کے کہ اس سے بقدر اپنی استعداد کے نفع حاصل کرتی ہے تو در اصل اور امر خدا کا یہ فرمانا کہ "میں نے آدم میں اپنی روح پھونکی" حلول و اتحاد وغیرہ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے۔

نَفَخْنَا: ہم نے پھونکا۔ نَفْخ سے ماضی جمع متکلم

نَفِدَ:۔ وہ ختم ہوا۔ نفاد سے ماضی واحد مذکر غائب

نَفِدَت:۔ وہ ختم ہوئی۔ نفاد سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

نَفَر:۔ جماعت۔ تین سے دس تک کی جماعت کے لئے نفر کا استعمال ہوتا ہے۔

نَفَرَ:۔ وہ نکلا۔ نفار، نفر سے ماضی واحد مذکر غائب۔ نفر کے معنے جماعت کی صورت میں جنگ وغیرہ کے لئے نکلنے کے ہیں۔

نَفْرُغُ: ہم فارغ ہوں گے ہم متوجہ ہوں گے۔ فراغ سے مضارع جمع متکلم۔

لَا نُفَرِّقُ: ہم نہیں تفریق کرتے ہیں تفریق سے مضارع جمع متکلم۔

نَفْس: شخص۔ ذات۔ اصل۔ دل۔ جان۔ جمع نُفُوس۔ قرآن کریم میں نفس ان تمام معانی متفرقہ میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً یا أَیُّهَا النَّاسُ قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (اے لوگو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے) میں "ذات" مراد ہے اور یا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (اے لوگو ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو پیدا کیا ایک اصل سے) میں "اصل" مراد ہے اور وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ (اور تم جان لو کہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے پس تم اس سے ڈرو) میں "دل" مراد ہے اور أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمْ (نکالو تم اپنی جانیں) میں جان۔ اور مَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ (اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا) میں "شخص" مراد ہے۔

نفس بمعنی دل یا جی کی مختلف احوال کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں مُطْمَئِنَّة لَوَّامَة اور أَمَّارَة بِالسُّوء۔ تفصیل کے لئے دیکھو لفظ مُطْمَئِنَّة)

نُفْسِدَ:۔ ہم فساد برپا کریں۔ إفساد سے مضارع جمع متکلم۔

نَفَشَتْ:۔ وہ رات کو روند گئی۔ نَفْش سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

نُفَصِّلُ :- ہم کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تَفْصِیْل سے مضارع جمع متکلم۔

نُفَضِّلُ :- ہم بڑائی دیتے ہیں۔ تَفْضِیْل سے مضارع جمع متکلم۔

نَفْع :- فائدہ پہنچانا۔ باب فتح سے مصدر

نَفَعَ :- اُس نے فائدہ پہنچایا۔ نَفْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَفَعَتْ :- اُس نے فائدہ دیا۔ نَفْع سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

نَفْعَلُ :- ہم کرتے ہیں ہم کریں۔ فِعْل سے مضارع جمع متکلم۔

نَفَق :- راہ تنگ۔ سُرنگ۔

نَفَقَات :- خرچ۔ عطیات۔ واحد نَفَقَة۔

نَفْقِدُ :- ہم گم پاتے ہیں۔ فَقْد سے مضارع جمع متکلم

نَفْقَهُ :- ہم سمجھتے ہیں۔ فِقہ سے مضارع جمع متکلم (دیکھو یَفْقَهُوْن)

نُفُوْر :- بھاگنا۔ نفرت کرنا۔ باب ضرب سے مصدر

نُفُوْس :- جانیں۔ واحد نَفْس (دیکھو نفس)

نَفِیْر :- جماعت۔ گروہ۔

نُقَاتِلُ :- ہم جنگ کرتے ہیں۔ مُقَاتَلَة سے مضارع جمع متکلم۔

نَقْب :- سوراخ جمع اَنْقَاب۔ نَقْب اس سوراخ کو کہتے ہیں جو دیوار یا چمڑہ میں کیا جائے۔

نَقَّبُوْا :- وہ خوب پھرے۔ اُنہوں نے خوب سیر کی تَنْقِیْب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

نَقْتَبِسْ :- ہم چنگاری لے لیں (یعنی ہم فائدہ اٹھالیں) اِقْتِبَاس سے مضارع جمع متکلم۔ قَبَس اس شعلہ کو کہتے ہیں جس کو لیا جاسکے اور اِقْتِبَاس کے معنے ہیں آگ کی چنگاری لینا پھر یہ مجازاً طلب علم و تحصیل ہدایت کے لیے استعمال ہونے لگا۔ مگر قرآن کریم میں حشر و صراط کے ذکر میں جو منافقوں کا یہ قول مذکور ہے۔ اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ (اے مومنو! ذرا ٹھیرو۔ کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے فائدہ اُٹھالیں) میں اِقْتِبَاس کے اصل معنے مراد ہیں۔

نَقْتُلُ :- ہم قتل کریں گے۔ قَتْل سے مضارع جمع متکلم

نُقَتِّلُ :- ہم خوب قتل کریں گے۔ تَقْتِیْل سے مضارع جمع متکلم اس میں باب تفعیل کی خاصیت تکثیر موجود ہے۔

(لَنْ) نَقْدِرَ :- ہم ہرگز تنگی نہ ڈالیں گے۔ ہم قادر نہ ہوں گے۔ جمع مضارع متکلم منفی مؤکد۔ لَنْ معنی اول میں قَدْر اور معنے ثانی میں قُدْرَة سے (تفصیل کے لئے دیکھو تَقْدِیْر اور یونس ع)

نُقَدِّسُ :- ہم پاک کرتے ہیں۔ ہم پاکی بیان کرتے

ہیں۔ تَقْدِیْس سے مضارع جمع متکلم۔

قَدَّسَ فِی الْاَرْضِ کے معنے ہیں وہ زمین میں چلا اور دُور نکل گیا۔ اسی سے تَقْدِیْس کے معنے ہوئے دُور کرنے کے۔ پھر تَقْدِیْس تطہیر یعنی پاک کرنے کے معنے میں استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ تطہیر بھی نجاست ظاہری یا باطنی سے دُور کرنا ہی ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں جو فرمایا گیا ہے نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ تو معنے یہ ہیں کہ اے خدا ہم تیری تعریف بیان کرتے ہوئے تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ اور تیرے واسطے اپنے نفوس کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں۔ اس صورت میں لام اَجَل (واسطے) کے معنے میں ہوگا یا تقدیس کے معنے بھی تسبیح کی طرح پاکی بیان کرنے کے لئے جائیں تو اس صورت میں لام زائد ہوگا (بیضاوی میں)

نَقْذِفُ: ہم پھینک مارتے ہیں۔ قَذْف سے مضارع جمع متکلم

نُقِرُّ: ہم ٹھیراتے ہیں۔ اِقْرَار سے مضارع جمع متکلم

نُقِرَ: وہ پھونکا گیا۔ نَقْر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

نَقْرَءُ: ہم پڑھیں قِرَاءَة سے مضارع جمع متکلم

نُقْرِءُ: ہم پڑھائیں گے اِقْرَاء سے مضارع جمع متکلم

نَقْصٌ: کم کرنا۔ گھٹانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

نَقُصُّ: ہم بیان کرتے ہیں۔ قَصَص سے مضارع جمع متکلم۔

(لَمْ) نَقْصُصْ: ہم نے بیان نہیں کیا۔ قَصَص سے مضارع نفی جحد جمع متکلم مجزوم۔

(لَ) نَقُصَّنَّ: ہم ضرور ضرور بیان کریں گے مضارع جمع متکلم بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَقْضٌ: توڑنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

نَقَضَتْ: اس نے توڑا۔ نَقْض سے ماضی واحد مؤنث غائب۔ نَقْض اصل میں رسی یا ہار کو توڑ دینے کے معنے میں آتا ہے۔ پھر مجازاً عہد توڑنے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

نَقْعٌ: گرد و غبار۔

(كُنَّا) نَقْعُدُ: ہم بیٹھتے تھے۔ قُعُود سے ماضی استمراری جمع متکلم۔

نُقَلِّبُ: ہم پلٹتے ہیں۔ ہم کروٹ دلاتے ہیں۔ تَقْلِیْب سے مضارع جمع متکلم۔

نَقَمُوْا: انہوں نے ناپسند کیا۔ انہوں نے سزا دی انہوں نے انتقام لیا۔ نَقَم سے ماضی جمع مذکر غائب۔ نَقَم کے معنے ناپسند کرنا ہیں۔ یہ ناپسندیدگی صرف زبان سے ہو یا جوارح سے سزا دے کر۔

نَقُوْلُ: ہم کہتے ہیں۔ ہم کہیں گے قَوْل سے مضارع جمع متکلم

لَنَقُولَنَّ: بے شک ہم کہہ دیں گے۔ مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَقِيبٌ: سردار۔ نَقَابَةٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع نُقَبَاءُ۔

نَقْبٌ کے معنے سوراخ کرنا ہیں۔ اور اسی مادہ سے نَقَابَةٌ قوم کی نگرانی اور اس کے حالات کے کھوج لگانے کے معنے میں آتا ہے۔ اسی سے نقیب مبالغہ کا صیغہ۔ سردار قوم کے معنے میں ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ بنی اسرائیل کے سرداروں کے لئے استعمال کیا گیا ہے وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا (اور ہم نے مقرر کئے اُن میں سے بارہ سردار) قوم فرعون سے نجات پانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل کو ارض موعود ملک شام کو فتح کرنے کا حکم دیا۔ اور انکے ہر خاندان پر ایک سردار مقرر کیا۔ جو ان کے حالات کا نگراں ہو (بیضاوی) حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے۔ کہ اسی طرح بیعت رضوان کی رات کو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کی طرف سے دین کی نصرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و اعانت کے لئے بارہ ۱۲ نقیب نامزد فرمائے۔ تین قبیلہ اوس کے اور نو قبیلہ خزرج کے (ابن کثیر ۲/۳۲)

نَقِيرٌ: کھجور کی گٹھلی کا تسگاف۔ (مراد حقیر چیز) نَقْرٌ سے فَعِيلٌ بمعنے مفعول۔

نُقَيِّضُ: ہم چسپاں کر دیتے ہیں ہم چسپاں کر دیں گے۔ تَقْيِيضٌ سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

تَقْيِيضٌ کے معنے ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے ملا دینا چسپاں کر دینا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ (الزخرف) یعنی جو شخص ذکر خدا سے اندھا اور غافل بنتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پس وہ برا ساتھی ہے مقصد یہ کہ مال و دولت اور جاہ و عزت کا غرور باطل جسے چوندھیا دے اور وہ نور حق دیکھنے اور سیدھی راہ چلنے کی کوشش نہ کرے تو وہ شیطان کا ہمنشیں و رفیق بن جاتا ہے۔ مگر شیطان بہت برا رفیق ہے۔ اس سے کسی خیر کی توقع رکھنا غلط ہے اس کے دشمن ہمیشہ فائدہ میں رہتے ہیں۔ اور وہ اپنے دوستوں کو ہمیشہ زک پہنچاتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷، صفہ ۴۲۷)

(لَا) نُقِيمُ: ہم نہ قائم کریں گے۔ اِقَامَةٌ سے مضارع جمع متکلم

(لَمْ) نَكُ: ہم نہیں تھے۔ کَوْنٌ سے مضارع نفی جحد بلم جمع متکلم۔ اصل میں لَمْ نَكُنْ تھا خلاف قیاس آخر سے نون ساقط ہو گیا۔

نِكَاحٌ: نکاح۔ بیاہ۔ جماع۔ جماع کرنا باب ضَرَبَ

سے مصدر۔ بعض اہل لغت نے لکھا ہے کہ نکاح
کے اصل معنے جماع ہیں۔ پھر نکاح کے معنے میں
استعارہ ہوا ہے۔ مگر امام راغب اصفہانی فرماتے
ہیں کہ یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ اہل عرب شرمناک باتوں
کا ذکر کنایہ کے طور پر کرتے تھے۔ مثلاً "قضیٰ" بول کر
جماع مراد لیتے تھے۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ پسندیدہ
فعل (نکاح) کے لئے ناپسندیدہ لفظ استعارۃً کہتے۔
بلکہ نکاح کے اصل معنے نکاح (بیاہ) ہیں۔ پھر استعارۃً
جماع کے لئے استعمال ہوا ہے۔

نَکَال:۔ عذاب۔ سزا۔ عبرت انگیز سزا۔

نَکْتُبُ:۔ ہم لکھتے ہیں۔ ہم لکھیں گے۔ کِتَابَۃ سے مضارع
جمع متکلم۔

نَکْتَلْ:۔ ہم پیمانہ بھر کر لیں۔ اِکْتِیَال سے مضارع
جمع متکلم مجزوم۔ کَیْل غلہ کے پیمانہ کو کہتے ہیں۔ اسی
سے اِکْتِیَال کے معنی ہیں پیمانہ بھر کر غلہ لینا۔ حضرت
یوسفؑ کے واقعہ میں یہ پیمانہ ایک اونٹ کی بھرائی تھی

نَکْتُمُ:۔ ہم چھپاتے ہیں۔ کَتْم سے مضارع جمع متکلم

نَکَثَ:۔ اس نے عہد شکنی کی۔ نَکْث سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

نَکَثُوْا:۔ انہوں نے عہد توڑا۔ نَکْث سے ماضی جمع
مذکر غائب۔

نَکَحَ:۔ اس نے نکاح کیا۔ نِکَاح سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

نَکَحْتُمْ:۔ تم نے نکاح کیا۔ نِکَاح سے ماضی جمع
مذکر حاضر۔

نَکِد:۔ مشکل سے نکلنے والا۔ ناقص۔ نَکَد سے صفت مشبہ

(لَا) نُکَذِّبُ:۔ ہم نہیں جھٹلاتے ہیں۔ تَکْذِیْب
سے مضارع منفی جمع متکلم۔

نُکُر:۔ ناپسندیدہ۔ نامعقول۔ عجیب۔ نَکَارَۃ
سے صفت کا صیغہ۔ ک کے ضمہ اور سکون کے ساتھ
قرآن کریم میں دونوں طرح آیا ہے (دیکھو مَعْرُوف)

نَکِرَ:۔ اس نے نہ پہچانا۔ اجنبی سمجھا۔ بدگمان ہوا۔
نُکْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَکِّرُوْا:۔ تم روپ بدل دو۔ شکل بدل دو۔ تَنْکِیْر
سے امر جمع مذکر حاضر۔

نَکْسُوْا:۔ ہم پہناتے ہیں۔ کُسْوَۃ سے مضارع جمع
متکلم۔

نُکِسُوْا:۔ وہ اوندھے ڈالے گئے۔ نَکْس سے ماضی
مجہول جمع مذکر غائب۔

نَکَصَ:۔ وہ پھر گیا۔ نُکُوْص سے ماضی واحد مذکر غائب

نَکْفُرُ:۔ ہم کفر کرتے ہیں۔ ہم کفر کریں۔ کُفْر سے مضارع
جمع متکلم (دیکھو اَکْفُرُ)

نُکَفِّرْ:۔ ہم دور کریں گے۔ ہم مٹا دیں گے۔ تَکْفِیْر
سے مضارع جمع متکلم

نِکْل:۔ بیڑی [illegible] جمع ہے اَنْکَال۔

(لَا) نُکَلِّفُ:۔ ہم نہیں ذمہ دار بناتے ہیں۔ [illegible]

نہیں دیتے ہیں۔ تکلیف سے مضارع منفی جمع متکلم
(دیکھو تکلیف)

نُکَلِّمُ: ہم بات کریں۔ تکلیم سے مضارع جمع متکلم

نَکُنْ: ہم ہوں۔ کَوْن سے مضارع جمع متکلم مجزوم

(لَمْ) نَکُنْ: ہم نہیں تھے۔ مضارع جمع متکلم نفی جحد

نَکُوْنُ: ہم ہوں گے ہم ہو جائیں۔ کون سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) نَکُوْنَنَّ: ہم یقیناً ہو جائیں گے۔ مضارع جمع متکلم کا لام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَکِیْرُ: انکار۔ بدل ڈالنا۔ سخت عذاب۔ نکیر اسم ہے۔ انکار سے بمعنی انکار و تغیر اور نکیر خداوندی چونکہ عذاب شدید کی ہی صورت میں رونما ہوتی ہے اس لیے عذاب شدید کے معنی بھی کیے گئے ہیں قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ وَکُذِّبَ مُوسٰی فَاَمْلَیْتُ لِلْکَافِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُھُمْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ (اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی۔ پس میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر ان کو پکڑا۔ سو کیسا ہوا میرا انکار) علامہ زمخشری نے انکار کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی نعمت کو سختی سے، زندگی کو ہلاکت سے اور آبادی کو بربادی سے بدل ڈالا۔ (کشاف ج ۲)

نُلْزِمُ: ہم لگا دیں۔ لازم کر دیں۔ اِلزام سے مضارع جمع متکلم۔

(لَکُنَّا) نَلْعَبُ: ہم کھیلتے تھے۔ ہم دل لگی کرتے تھے لَعِب سے مضارع جمع متکلم۔ لَعِب کے معنے ہیں ایسا کام کرنا جس کا کوئی صحیح مقصد نہ ہو۔

نَلْعَنُ: ہم لعنت کرتے ہیں یا کریں گے۔ لَعْن سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو لَعَنَ)

نُلْقِیْ: ہم ڈالتے ہیں۔ اِلقاء سے مضارع جمع متکلم

نَمَارِق: قالیچے۔ واحد نُمْرُقَۃ۔

نُمَتِّعُ: ہم بہرہ مند کرتے ہیں۔ تمتیع سے مضارع جمع متکلم (دیکھو مَتَاع)

نَمُدُّ: ہم کھینچیں گے۔ مَدّ سے مضارع جمع متکلم۔

نُمِدُّ: ہم پہنچاتے ہیں۔ ہم دیتے ہیں۔ اِمداد سے مضارع جمع متکلم۔

نُمَکِّنُ: ہم قدرت دیتے ہیں۔ جگہ دیتے ہیں تمکین سے مضارع جمع متکلم۔

(لَمْ) نُمَکِّنْ: ہم نے قدرت نہیں دی۔ مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نَمْل: چیونٹی۔ چیونٹیاں۔ اسم جنس ہے۔ جس کا اطلاق قلیل و کثیر سب پر ہوتا ہے واحد نَمْلَۃ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے چیونٹیوں کا ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں انسانوں اور پرندوں کے لشکر کے ساتھ

تزک و احتشام سے تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ وادی النمل (چیونٹیوں کی وادی) پر گزر ہوا تو ایک چیونٹی نے جو شاید اس وادی کی چیونٹیوں کی سردار تھی کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری کی حالت میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں پامال کر دے۔ حضرت سلیمان اس کی یہ دانشمندانہ بات سن کر ہنس پڑے اور اپنے علم و دولتِ خداداد پر جذبۂ شکر سے معمور ہو کر خداوند تعالیٰ کے سامنے دست بدعا ہو گئے۔

"وادی نملۃ" کا محل وقوع عام مفسرین نے شام بتلایا ہے اور یاقوت حموی نے بیت جبرین و عسقلان کے درمیان اور مشہور سیاح ابن بطوطہ عسقلان کے قریب اس کا سراغ دیتا ہے۔ مورخین کی اکثریت بھی اسی کی ہمنوا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تعیین فضول ہے۔ مختلف مقامات پر اس قسم کی وادیاں ہیں جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت ہیں اور وہاں چیونٹیاں ایک خاص نظم کے ساتھ رہتی سہتی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک وادی پر حضرت سلیمانؑ کا گزر ہوا۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جن مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ وادی ملک شام میں تھی یا کسی دوسرے مقام کی تعیین کی ہے یا یہ کہ اس چیونٹی کے (جس کی حضرت سلیمان سے گفتگو ہوئی) دو بازو تھے اور وہ مکھی کی برابر تھی وغیرہ تو اس کا کچھ حاصل نہیں (ابن کثیر ص ۳۵۹ ج ۳)

علامہ عثمانی حنفی نے فوائد میں لکھا ہے:۔

علمائے حیوانات نے سالہا سال جو تجربے کئے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ حقیر ترین جانور اپنی حیات اجتماعی اور نظام سیاسی میں بہت ہی عجیب اور شئون بشریہ سے بہت قریب واقع ہوا ہے۔ آدمیوں کی طرح چیونٹیوں کے خاندان اور قبائل ہیں۔ ان میں تعاون باہمی کا جذبہ تقسیم عمل کا اصول اور نظام حکومت کے ادارات نوع انسانی کے مشابہ پائے جاتے ہیں محققین یورپ نے مدتوں ان اطراف میں قیام کر کے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت ہیں۔ بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں "دائرۃ المعارف المصریہ" کے آخری جملے نقل کرتا ہوں (اس کے بعد علامہؒ نے عربی عبارتیں نقل کی ہیں جس کا ترجمہ ہم لکھتے ہیں) جب چیونٹی کی بستی پر کوئی دشمن پہنچتا ہے تو خدمت گار اندر گھس جاتے ہیں۔ اور لشکر لڑنے کے لئے باہر نکل آتا ہے۔ پہلے ایک سپاہی چیونٹی باہر نکل کر خطرہ کی تفصیلات سے اندر والوں کو

آگاہ کرتی ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک لشکر جرار باہر نکلتا ہے جس پر غصہ و غضب کی علامات طاری ہوتی ہیں۔ اس لشکر کے آگے آگے تین یا چار سردار ہوتے ہیں۔ جو لشکر کی رہنمائی کرتے ہیں یہ لشکر غنیم پر بُری طرح حملہ کرتا ہے کہ اُسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے بھی نہیں چھوڑتا۔ جب جنگ ختم ہو جاتی ہے تو لشکر چلا جاتا ہے۔ اور خدمت گاروں کی جماعت واپس آکر منہدم مکانات کی مرمت میں لگ جاتی ہے۔ خدمت گاروں کی اس جماعت میں کچھ سپاہی بھی نگرانی کے لئے موجود ہوتے ہیں

نَمْلَۃ:۔ ایک چیونٹی۔

نُمْلِیْ:۔ ہم ڈھیل دیتے ہیں۔ مہلت دیتے ہیں اِمْلاء سے مضارع جمع متکلم۔ اِمْلاء اور اِسْتِدْراج کے معنی ایک ہی ہیں۔ (دیکھو نَسْتَدْرِجُ)

نَمُنَّ:۔ ہم احسان کریں۔ مَنّ سے مضارع جمع متکلم منصوب (دیکھو مَنّ)

(لَمْ) نَمْنَعْ:۔ ہم نے نہیں روکا۔ مَنْع سے مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نَمُوْتُ: ہم مرتے ہیں ہم مریں گے۔ مَوْت سے مضارع جمع متکلم۔

نُمِیْتُ:۔ ہم مارتے ہیں۔ اِمَاتَۃ سے مضارع جمع متکلم

نَمِیْرُ: ہم غلہ لاکر دیں گے ہم غلہ خرید کر دیں گے مَیْر سے مضارع جمع متکلم۔ مِیْرَۃ اس خوراک کو کہتے ہیں جسے انسان جمع کرتا ہے۔ اور میرُ اہل و عیال کو خوراک لاکر دینے کو۔

نَمِیْمٍ: چغلی۔ جمع نَمَائِم۔

نُنَبِّئُ:۔ ہم خبردار کریں۔ ہم خبردار کردیں گے۔ تَنْبِئَۃ سے مضارع جمع متکلم (دیکھو نَبَأ)

(لَ) نُنَبِّئَنَّ:۔ ہم ضرور آگاہ کردیں گے۔ مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نُنْجِیْ:۔ ہم نجات دیں گے۔ اِنْجَاء سے مضارع جمع متکلم۔

نُنَجِّیْ:۔ ہم نجات دیتے ہیں۔ تَنْجِیَۃ سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) نُنَجِّیَنَّ:۔ ہم ضرور نجات دیں گے۔ مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

لَنَنْزِعَنَّ:۔ ہم ضرور نکالیں گے۔ نَزْع سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نُنَزِّلُ: ہم بتدریج اُتارتے ہیں ہم اُتار دیں۔ ہم اُتارتے ہیں تَنْزِیْل سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو تَنْزِیْل)

نُنْسِ: ہم بھلا دیں۔ اِنْسَاء سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا (جو آیہ ہم منسوخ کرتے ہیں۔ یا اُسے بھلا دیتے ہیں تو دوسری ہم اس سے بہتر یا اس کے

مثل لے آتے ہیں) ہیں نُنْسِ اِنْسَاء سے ہے جس کے معنے بھلا دینے کے ہیں۔ چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض آیات اور سورتیں رسول اکرم اور صحابہ کے قلوب سے اس لیے بھلا دی جاتی تھیں کہ ان سے بہتر مصالح و منافع کے لحاظ سے اُن کو عطا فرمائی ہوتی تھیں۔ ایک قراۃ تَنْسَأْهَا بھی ہے یہ نَسَأَ سے ہے جس کے معنے مؤخر کرنے کے ہیں یعنی جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اُسے دیر سے اُتارتے ہیں تو مصلحت وقت کے لحاظ سے اس سے بہتر کو معمول بہا قرار دیتے ہیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آیۂ ناسخہ اور آیت منسوخہ دونوں اپنے اپنے وقت میں مصالح و منافع کے لحاظ سے بہترین ہوتی ہیں۔

(بیضاوی مع حاشیہ ص۲)

نُنْسِهَا:۔ ہم فراموش کردیں گے۔ نِسْیَان سے مضارع جمع متکلم (دیکھو نسی)

نَنْسَخْ:۔ ہم منسوخ کریں۔ نسخ سے مضارع جمع متکلم مجزوم

نسخ کے لغوی معنی ہیں ازالة الصورة عن الشیٔ و اثباتها فی غیرہ (ایک صورت کو کسی شے سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا) چنانچہ کہا جاتا ہے نَسَخَ الشَّمْسُ الظِّلَّ (سورج نے سایہ کو منسوخ کر دیا) پھر اس کا استعمال محض "ازالہ" یا محض "اثبات" کے لیے ہونے لگا چنانچہ نَسَخَتِ الرِّیْحُ الْاَثَرَ (ہوا نے نشان کو مٹا دیا) میں محض "ازالہ" کا مفہوم معتبر ہے اور نَسَخْتُ الْکِتَابَ (میں نے کتاب لکھی) میں محض "اثبات" کا (بیضاوی) سلف نسخ کو وسیع معنی میں استعمال کرتے تھے۔ مثلاً کسی حکم عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید یا مبہم کی تشریح پر بھی وہ نسخ کا اطلاق کر دیتے تھے۔ اسی لیے متقدمین کے کلام میں قرآن کریم کی آیاتِ منسوخہ کی تعداد کافی ہے۔ اور جو تعداد ان بزرگوں نے بیان فرمائی ہے۔ اس لحاظ سے اس پر اور اضافہ بھی ممکن ہے۔ مگر متاخرین علماء کی اصطلاح میں نسخ کی تعریف یہ کی گئی ہے۔ هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ رَفْعِ حُکْمٍ شَرْعِیٍّ بِمِثْلِهٖ یعنی کسی حکم شرعی کو دوسرے حکم شرعی کے ذریعہ زائل و مرفوع کر دینا نسخ ہے۔ حکم اوّل کو منسوخ اور حکم ثانی کو ناسخ کہتے ہیں۔ حکم منسوخ کا ناسخ سے زمانہ کے اعتبار سے مقدم ہونا ضروری ہے نیز ناسخ کو منافع و مصالح کے لحاظ سے منسوخ سے برتر یا کم از کم مساوی ہونا بھی لازمی ہے۔ نسخ کے امکان و وقوع پر جمہور علماء متفق ہیں۔ اور بالاتفاق شریعت محمدیہ شرائع سابقہ کے لیے ناسخ ہے اگرچہ اس زمانہ میں بعض محرفین اس کے قائل نہیں ہیں۔ یہودیوں سے منقول ہے کہ وہ نسخ کو ناممکن سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس سے خدا کا جاہل ہونا لازم

آسکتا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ نسخ کے امکان میں کوئی کلام نہیں۔ اُسے ایک عرفی حسی مثال میں یوں سمجھیئے کہ آپ اپنی خدمت میں ایک شخص کو ملازم رکھیں۔ اور آپ کا پہلے سے ہی یہ ارادہ ہو کہ کچھ دن تو میں اس شخص کو اپنے حضور میں رکھوں گا تاکہ میرے طور طریق اور مزاج سے واقف ہو جائے اور تین ماہ کی مدت گزر جانے کے بعد اسے فلاں مقام پر فلاں حکم دے کر بھیج دوں گا لیکن آپ اُسے کچھ نہیں بتلاتے بلکہ مطلق اپنی خدمت کے لئے رکھتے ہیں۔ اور وہ مدت گزرنے کے بعد اسے اس مقام پر بھیج کر کوئی دوسرا کام اس کے سپرد کر دیتے ہیں تو یہ دوسرا حکم اس خادم کے علم کے لحاظ سے تو ضرور جدید ہے لیکن اس میں نہ کوئی عقلی قباحت ہے۔ نہ اس سے آپ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ اور نہ خادم کو اس میں چون و چرا کرنے کا حق ہے کیونکہ وہ تو خدمت کے لئے ہے جہاں بھی اس سے خدمت لی جائے نیز وہ پہلا حکم دائمی نہیں تھا۔ خواہ وہ خادم اسے دائمی سمجھ بیٹھا ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کسی مطلق یعنی غیر مذکور المدت حکم شرعی کے بجائے کوئی دوسرا حکم نافذ ہوتا ہے تو یہ دوسرا حکم دراصل یہ ثابت کر دیتا ہے کہ پہلا حکم دائمی نہ تھا۔ بلکہ ایک مدت کے ساتھ محدود تھا اگرچہ ہم قصور علم کی بنا پر اُسے دائمی سمجھ رہے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ منسوخ ہمیشہ مطلق یعنی غیر موقت ہوتا ہے اور جس کے دائمی ہونے کی تصریح کر دی گئی ہو اس کا منسوخ ہونا محال ہے۔ چنانچہ صاحب مدارک نے اپنی تفسیر میں اور ملا احمد عرف جیونؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب التفسیر الاحمدی میں نسخ کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے النسخ بیان انتهاء الحكم الشرعي المطلق الذي تقرر في اوهامنا استمراره بطريق التراخي۔ اس تعریف کا ماحصل وہی ہے جو اوپر تحریر ہوا۔

ہاں ایک سوال یہ ہے کہ کیا قرآن کریم میں بھی نسخ واقع ہوا ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں اکیس آیتوں کو منسوخ سمجھا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے انہی آیات پر بحث کر کے سولہ آیات کی توجیہات پیش کی ہیں۔ اور صرف پانچ آیات منسوخ مانی ہیں۔ لیکن مفسر ابو مسلم اصفہانی قرآن کریم میں وقوع نسخ کے بالکل منکر ہیں۔ اگرچہ حافظ ابن کثیرؒ نے ان کے اس قول کو ضعیف اور مردود قرار دیا ہے۔

(ملتقط از تفسیر کبیر و ابن کثیر و مدارک و تفسیر احمدی والفوز الکبیر)

(لَ) نَنْسِفَنَّ: ہم ضرور منتشر کریں گے۔ نَسْفٌ سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نُنْشِئُ: ہم پیدا کرتے ہیں۔ ہم اٹھا کھڑا کریں۔ اِنْشَاءٌ سے مضارع جمع متکلم

اِنْشَاءٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو پیدا کرنا اور پھر تدریجاً اسے تربیت دینا۔ اس کا استعمال اکثر جانداروں کے لئے ہوتا ہے۔ اَلنَّشْاَۃُ الْاُوْلٰی سے مراد دنیا کی پیدائش ہوتی ہے اور اَلنَّشْاَۃُ الْاُخْرٰی سے آخرت کی۔ وَنُنْشِئَکُمْ فِیْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں دونوں نشاتیں مراد لی جا سکتی ہیں یعنی ہم تم کو پیدا کرتے ہیں۔ ان اوصاف و خصائل میں جن کا تمہیں علم نہیں ہوتا۔ یا ہم تم کو (مرنے کے بعد) اٹھا کھڑا کریں گے وہاں جہاں کے حالات کا تمہیں علم نہیں"۔

(مفردات و بیضاوی)

نُنْشِزُ: ہم جوڑتے ہیں۔ اِنْشَازٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَنْصُرُ: ہم مدد کرتے ہیں۔ نَصْرٌ سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) نَنْصُرَنَّ: ہم ضرور مدد کریں گے۔ مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَنْظُرُ: ہم دیکھتے ہیں۔ نَظَرٌ سے مضارع جمع متکلم

نَنْقُصُ: ہم کم کرتے ہیں۔ ہم گھٹاتے جاتے ہیں۔ نَقْصٌ سے مضارع جمع متکلم

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ:۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (کیا کافر نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے ادھر ادھر سے) یہاں زمین سے مراد ارضِ کفر ہے یعنی یہ کفار عرب کا شاہد ہے کہ ہم اسلامی حکومت کی حدود وسیع کرتے چلے جا رہے ہیں اور کافروں کے علاقے ان کے ہاتھ سے چھنتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلام پھل پھول رہا ہے اور کافروں پر خدا کی زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ کیا یہ صورت حالات ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

نُنَكِّسْ: ہم اوندھا کر دیتے ہیں۔ الٹ دیتے ہیں۔ تَنْكِیْسٌ سے مضارع جمع متکلم مجزوم

(لَ) [illegible]: ہم [illegible] سے مضارع جمع متکلم [illegible]

نَوٰی: گٹھلی۔ واحد نَوَاةٌ

اَلنَّوَاصِیْ: پیشانی کے بال۔ واحد نَاصِیَۃٌ (دیکھو ناصیہ)

نُؤْتِیْ: ہم دیں گے۔ ہم دیتے ہیں۔ اِیْتَاءٌ سے مضارع جمع متکلم مجزوم

(لَ) نُؤْتِیَنَّ: ہم [illegible] اِیْتَاءٌ سے مضارع جمع متکلم نون [illegible]

نُوْحٌ: ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں

رسولِ خدا کا نام نامی۔

حضرت نوح (علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام)
حضرت آدم علیہ السلام کی نویں پشت میں تھے۔
حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت نوح
علیہ السلام کے زمانہ تک دُنیا اپنی نشو ونما کے ابتدائی
دور میں تھی۔ اِس لیے اِس دوران میں جو انبیاء
کرام مبعوث ہوئے۔ اُنہوں نے صرف دربارہ معیشت
کی تعلیم اور صرف توحید و رسالت کی تلقین کی۔
حضرت نوح کے زمانہ میں دُنیا نے سن شعور کی
منزل میں قدم رکھا۔ اور وہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے
اپنی قوم کو احکام و شرائع کی تبلیغ کی۔ اِسی لیے
فرمایا گیا۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ
وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ (اے محمد ہم نے آپ
کی طرف ایسی وحی بھیجی جیسی نوح اور ان کے بعد
کے پیغمبروں کی طرف بھیجی) رسالہ تاویل الحدیث
از شاہ ولی اللہ

عقل خام کار کی پختگی کے ساتھ ساتھ انسان
کی فطرۃ سلیم کا آئینہ روشن گرد آلود ہونے لگا
اور قوم نوح طرح طرح کی عقیدہ اور عمل کی گمراہیوں
میں مُبتلا ہو گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے
انہیں بہت کچھ سمجھایا بجھایا ڈرایا دھمکایا مگر غرور
قوم کی ایک چھوٹی سی جماعت کے علاوہ کسی نے ان
کے پیغام حق کو قبول نہ کیا۔ اور حق و صداقت کی
سیدھی سادی دعوت میں طرح طرح کی مین میکھیں
نکالتے رہے۔ اور سورۂ ہود میں قوم نوح کی کج بحثی
مفصل طور پر مذکور ہے۔

بہر حال حضرت نوحؑ سے ان کی قوم کے مُباحثوں
اور مجادلوں کا یہ سلسلہ صدیوں جاری رہا۔
خود ان کی قوم نے جھنجھلا کر کہا۔ اے نوح مُباحثے
اور مجادلے بہت ہو چکے اگر تم سچے ہو تو جس عذاب
خداوندی سے تم ہمیں ڈراتے ہو اُسے ہم پر لے
آؤ۔ (ھود)

حضرت نوح کو جب وحی الٰہی سے یہ معلوم ہو گیا
کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی مسلسل بداعمالی کی پاداش
میں ان سے قبول حق کی استعداد سلب کر لی ہے
تو اُنہوں نے بھی اللہ تعالےٰ سے دُعا کی۔

اے پروردگار اب تو زمین پر کسی کافر کو بھی باقی
نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو اسی طرح چھوڑے رکھا تو
یہ خود راہ حق نہ کیا قبول کریں گے، دوسروں کو
بھی گمراہ کر دیں گے۔ اور ان سے جو نسل چلے گی
وہ بھی فاجر اور کافر ہی ہوگی (نوح)

حضرت نوح علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی
اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے انہیں حکم ہوا۔
کہ ایک کشتی ہماری نگرانی میں ہمارے حکم کے مطابق
تیار کرو۔ تاکہ تم اور تمہارے ساتھی طوفان کے

عذاب سے محفوظ رہیں) اور اب مجھ سے ان ظالموں کی سفارش کے متعلق بات نہ کرنا۔ یہ سب غرق ہو کر رہیں گے (ھود)

حضرت نوحؑ سفینہ کی تیاری میں مصروف ہو گئے قوم کے لوگوں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ نبی سے بڑھئی بن گئے۔ اور عقل دیکھو کہ خشک زمین پر پانی سے بچاؤ کر رہے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا آج تم ہم پر ہنستے ہو۔ کل ہم تم پر ہنسیں گے"۔

آخر امہال کی مدت ختم ہوئی۔ اور دردناک عذاب کی صبح طلوع ہوئی۔ غضب الٰہی کی بھٹی بھڑک اٹھی۔ آسمان سے موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ زمین کے سوتے پھوٹ پڑے۔ اور تمام زمین جل تھل ہو گئی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت نوح کو حکم دیا کہ ہر جانور کا ایک ایک جوڑا، اور ان کو چھوڑ کر جن کے متعلق ایک حکم ہو چکا ہے' دوسرے گھر والوں اور سب ایمان لانے والوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا ایک طرف کھڑا تھا۔ نوح علیہ السلام نے اسے آواز دی کہ ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ مگر اس نے جواب دیا۔ کہ میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ جو مجھے طوفان سے بچا لے گا"۔

حضرت نوح نے کہا۔ اللہ کی رحمت کے سوا آج کوئی چیز کسی کو اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ باپ بیٹوں میں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک موج اٹھی اور دونوں کے درمیان حائل ہو گئی۔ دوسرے کافروں کے ساتھ بیٹا بھی غرق ہو گیا۔

حضرت نوح اپنے بیٹے کو کافر نہ سمجھتے تھے یا انہیں یہ غلط فہمی تھی کہ ان کے خاندان والوں کے بچنے کے لئے ایمان کی شرط نہیں۔ اس لئے انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی اے میرے پروردگار میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ بھی سچا ہے (پھر اسے کیوں غرق کیا جا رہا ہے) بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہوا:۔

اے نوح تیرا بیٹا تیرے اُن گھر والوں میں سے نہیں جن کے بچانے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ تو بد عملی کا مجسمہ ہے (اسے خاندان نبوت سے کیا تعلق رہا)

جب سب کافر ڈوب چکے تو اللہ تعالےٰ کا حکم ہوا:۔ اے زمین اپنا پانی پی لے۔ اور اے آسمان تھم جا اور (اپنی بارش کو روک لے) چنانچہ پانی اترنا شروع ہو گیا) اور کشتی نوح "جودی" پہاڑ پر جا لگی۔

ظالمین اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ صالحین خدا کی زمین کے وارث ہوئے اور ان کی نسل سے دنیا نئے سرے سے آباد ہوئی۔

(۱) علماء شریعت و تاریخ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے کہ طوفان نوح تمام دنیا پر آیا تھا یا

دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقہ میں جسے جزیرہ کہا جاتا ہے، اور جہاں قوم نوح آباد تھی۔ محققین دوسری رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو لوگ طوفان کے عام ہونے کے قائل ہیں۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

(ا) قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کی دُعا کے الفاظ یہ ہیں: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (اے پروردگار زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو باقی نہ چھوڑ) یہاں زمین کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی اور ساری دنیا کے کافروں کی ہلاکت کی دُعا مانگی گئی جو قبول ہوئی

(ب) جزیرہ کے علاوہ دُنیا کے دوسرے ملکوں کے پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر بھی ایسے حیوانات کے ہزاروں سال پُرانے ڈھانچے ملے ہیں جن کے متعلق علماء طبقات الارض کی قطعی رائے ہے کہ وہ پانی کے جانور ہیں اور پانی میں ہی زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کسی عظیم الشان طوفان کی لہروں نے انہیں سمندر سے نکال کر پہاڑوں پر پھینک دیا ہو

(ج) دُنیا کے مختلف ملکوں کے بسنے والے مختلف اقوام و ملل کے لوگوں کی پرانی کتابوں اور قدیم روایات میں طوفان کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طوفان دُنیا کے تمام حصوں کو حاوی تھا۔

مگر دوسری رائے رکھنے والے یہ جواب دیتے ہیں کہ:

(ا) تاریخ قدیم وکتب بنی اسرائیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ہزارہا سال قبل جب یہ ہلاکت خیز حادثہ ظہور پذیر ہوا دُنیا کی آبادی بہت محدود تھی اور وہ صرف قوم نوح ہی پر مشتمل تھی۔ اس لیے قوم نوح کی ہلاکت ساری دُنیا کی ہلاکت تھی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تاریخ عالم کے اس قدیم ترین عہد میں دُنیا کا طول و عرض ہی اس علاقہ میں منحصر ہو کیونکہ علمائے تکوین طبقات الارض کہتے ہیں کہ کرۂ ارض جب سورج سے علیحدہ ہوا تو وہ آگ کا ایک گولا تھا، پھر کرۂ مائیہ بن گیا پھر اس میں تدریجاً خشکی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور زمین کی صورت میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ اس وقت صرف اتنی ہی زمین بنی ہو۔

(ب) دوسرے ملکوں کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر حیوانات مائیہ کے پرانے ڈھانچوں کے ملنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی عالمگیر طوفان کی موجیں اُن کی چوٹیوں تک بھی پہنچی تھیں۔ کیونکہ علمائے طبقات الارض (جیالوجی) کی مذکورۂ بالا رائے کے مطابق پانی ہی آہستہ آہستہ خشکی میں تبدیل ہوتا رہا۔ اور اسی سے پہاڑوں کی تکوین عمل میں آئی ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ پہاڑوں کے

مادہ ما ننہ کی میں یہ جانور اور انسان کے ڈھانچے محفوظ ہو

(ج) طوفان کے بعد دنیا کی تمام آبادی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سام حام اور یافث کی نسل سے یا زیادہ سے زیادہ اصحاب سفینہ کی نسل سے پھیلی۔ ان کی اولاد جوں جوں بڑھتی گئی دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہوتی گئی +

لہذا یہ جہاں بھی گئے اس عظیم الشان تاریخی طوفان کی روایات ساتھ لے کر گئے جس کی ہلاکت خیزیوں سے ان کے بزرگ خدا کی رحمت سے محفوظ رہے تھے اور یہ روایات نسلاً بعد نسلٍ ان کی اولاد میں دینی و تاریخی ورثہ کی حیثیت سے منتقل ہوتی رہیں (تفسیر المنار بحذف و اضافہ)

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جس پہاڑ پر ٹھہری تو قرآن کریم میں اس کا نام جودی بتایا گیا ہے واستوت علی الجودی (ہود) کشتی جودی پر ٹھہری توراۃ کے سفر تکوین کے آٹھویں فصل میں اراراط کے پہاڑوں پر کشتی کا لگنا [illegible] گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے مجاہد رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور ضحاک سے نقل کیا ہے کہ وہ موصل کا ایک پہاڑ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں [illegible] اس [illegible] کی تفصیل اور [illegible]

اقوال کی تطبیق کی ہے۔

حضرت نوح کا ظہور اس سرزمین پر ہوا جو دجلہ اور فرات کی وادیوں میں واقع ہے دجلہ اور فرات آرمینیہ کے پہاڑوں سے نکلے ہیں اور بہت دور الگ الگ ہو کر عراق زیریں میں باہم مل گئے ہیں۔ اور پھر خلیج فارس میں سمندر سے ہمکنار ہوتی ہیں۔ آرمینیہ کے یہ پہاڑ اراراط کے علاقہ میں واقع ہیں۔ اسی لئے انہیں توراۃ میں اراراط کا پہاڑ کہا ہے لیکن قرآن نے خاص اس پہاڑ کا ذکر کیا جس پر کشتی ٹھہری تھی وہ جودی تھا زمانہ حال کے بعض شارحین توراۃ کے خیال میں جودی اس سلسلہ کوہ کا نام ہے جو اراراط اور جارجیا کے سلسلہ ہائے کوہ کو ملا دیتا ہے وہ کہتے ہیں سکندر کے زمانہ کی یونانی تحریرات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کم از کم یہ واقعہ تو ہے کہ آٹھویں صدی مسیحی تک وہاں ایک معبد موجود تھا۔ اور لوگوں نے اس کا نام کشتی کا معبد رکھ دیا تھا (ترجمان القرآن ج ۲ ص [illegible])

اور قصص القرآن نے بھی بالکل یہی رائے ظاہر کی ہے (قصص القرآن)

[illegible] اسلام

[illegible] قرون ذکر ہے کہ [illegible] آرارات سے جودی [illegible] آٹھویں صدی مسیحی تک کشتی کا معبد [illegible]

کا ذکر کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے بروایت قتادہ قرن اول میں خود کشتی کے موجود ہونے کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں :۔

کہ اللہ تعالے نے ارض جزیرہ میں "جودی" پہاڑ پر نوح علیہ السلام کی کشتی کو اہل بصیرت کی عبرت اور قدرت کی نشانی کے طور پر باقی رکھا۔ یہاں تک کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے اسے دیکھا۔ حالانکہ اس کے بعد کی بہت سی کشتیاں گل سڑ کر خاک ہو چکی تھیں۔

(تفسیر ابن کثیر ع ۲ ص ۴۴۶)

نُوحِیْ :۔ ہم وحی بھیجتے ہیں۔ اِیحَاء سے مضارع جمع متکلم (دیکھو اَوْحٰی)

نُؤَخِّرُ :۔ ہم مؤخر کرتے ہیں۔ تاخِیر سے مضارع جمع متکلم۔

نُودُوْا :۔ اُن کو پکارا گیا۔ نِدَاء (مفاعلہ) سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

نُوْدِیَ :۔ اُسے پکارا گیا۔ نِدَاء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

نُوْرًا :۔ روشنی، نور جمع اَنْوَار (دیکھو ضیاء)

نُوْرِثُ :۔ ہم وارث کرتے ہیں اِیْرَاث سے مضارع جمع متکلم۔

نُوَفِّ :۔ ہم پورا دیتے ہیں ہم پورا دیں گے تَوْفِیَة سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

نُوَلِّ :۔ ہم پھیر دیں گے۔ ہم حوالہ کر دیں گے۔ تَوْلِیَة سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

نُوَلِّیْ :۔ ہم والی و با اقتدار بناتے ہیں تَوْلِیَة سے مضارع جمع متکلم۔

(ل) نُوَلِّیَنَّ :۔ ہم ضرور پھیر دیں گے تَوْلِیَة سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ

نَوْم :۔ نیند۔ سونا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

نُؤْمِنُ :۔ ہم ایمان لاتے ہیں اِیْمَان سے مضارع جمع متکلم

(ذ) النُّوْنِ :۔ مچھلی والا۔ مراد حضرت یونس علیہ السلام جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا (ذو بحالت نصبی بمعنی والا اور نُون مچھلی) دیکھو یونس ۲

نُهٰی :۔ عقلیں۔ واحد نُهْیَة (نہی بمعنی روکنا منع کرنا) سے ماخوذ ہے۔ عقل بھی انسان کو فعل قبیح اور غیر مناسب چیز سے روکتی ہے۔ اس لئے عقل کو "نُهْیَة" کہا گیا۔

نَهٰی :۔ اس نے منع کیا۔ نَهْی سے ماضی واحد مذکر غائب

نَهَار :۔ دن۔ نہار وہ وقت ہے جب کہ روشنی پھیل جائے۔ یہ اصل میں طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے مگر شرعًا طلوع صبح صادق سے غروب تک اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

نَهْتَدِیْ :۔ ہم راہ پائیں اِهْتِدَاء سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو هُدٰی)

نَهْدِي :- ہم ہدایت دیتے ہیں هِدَايَة سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو اِهْدِ اور هُدًى)

(لَ) نَهْدِيَنَّ :- ہم ضرور ہدایت کریں گے۔ مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ (دیکھو هُدًى)

نَهَر :- پانی بہنے کی جگہ۔ ندی۔ جمع اَنْهَار۔ نَهْر۔ نَهْر (ہا ساکن) اور نَهَر (ہا مفتوح) دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ ہا مفتوح کے ساتھ صف اور روشنی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

نُهْلِكَ :- ہم ہلاک کر دیں۔ اِهْلَاك سے مضارع جمع متکلم منصوب۔

(لَمْ) نُهْلِكْ :- ہم نے ہلاک نہیں کیا۔ مضارع جمع متکلم نفی جحد

(لَ) نُهْلِكَنَّ :- ہم ضرور ہلاک کر دیں گے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَهَوْا :- انہوں نے منع کیا۔ نَهْي سے ماضی جمع مذکر غائب۔

نُهُوْا :- ان کو منع کیا گیا۔ نَهْي سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

نُهِيْتُ :- مجھ کو منع کیا گیا۔ نَهْي سے ماضی مجہول واحد متکلم۔

نُيَسِّرُ :- ہم آسان کرتے ہیں۔ ہم آسان کریں گے تَيْسِيْر سے مضارع جمع متکلم۔

نَيْل :- پانا۔ تک پہنچانا (بصلہ مِنْ) باب ضرب سے مصدر۔

و

وَ :- "وَ" عربی زبان میں مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے چند یہ ہیں :- (۱) عاطفہ جیسے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں) (۲) حالیہ جیسے وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ (اس حال میں کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا محراب میں) (۳) قسمیہ جیسے وَالتِّيْنِ (قسم ہے انجیر کی) (۴) بمعنی رُبَّ جیسے وَلَيْلٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ (بعض راتیں جیسا دریا کی موج کی مانند) (۵) بمعنی مَعَ جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتُ (جاڑا آیا جبوں کے ساتھ) (۶) زائدہ۔ بعد اِلَّا۔ جیسے مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهٗ طَمَعٌ (کوئی ایسا نہیں ہے جسے طمع نہ ہو)

وَابِل :- موسلا دھار بارش۔ بڑی بوندوں کا مینہ

وَاثَقَ :- اس نے مضبوط کیا۔ اس نے ٹھہرایا۔ مُوَاثَقَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَاجِفَة :- ڈرنے والی۔ کانپنے والی۔ مضطرب وَجْف سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

وَاحِد :- ایک (مذکر)

وَاحِدَۃٌ :- ایک (مؤنث)

وَادٍ :- پانی بہنے کی جگہ۔ دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی۔ مجازاً راستہ اور میدان۔ جمع اَوْدِیَۃ

وَادِی الْمُقَدَّسِ :- پاک وادی (وہ جگہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے شرفِ ہمکلامی حاصل کیا (دیکھو موسیٰ)

وَارِثٌ :- میراث لینے والا۔ وِرَاثَۃٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع وَرَثَۃٌ۔

وِرَاثَۃٌ اور اِرْثٌ کے معنی ہیں کسی کی پونجی کا دوسرے کی طرف منتقل ہونا بغیر کسی معاملہ (بیع وغیرہ) کے۔ اسی سے مرنے والے کے مال منتقل کو مِیْرَاثٌ، اِرْثٌ اور تُرَاثٌ کہا جاتا ہے۔

وَرِثْتُ مَالًا عَنْ زَیْدٍ (میں زید کے مال کا وارث ہوا) اور وَرِثْتُ زَیْدًا (میں زید کا وارث ہوا) چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ (سلیمان داؤد علیہما السلام کے وارث ہوئے) مگر یہاں وراثت سے علم و نبوت کی وراثت مراد ہے۔ جیسا کہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ (علما انبیا کے وارث ہیں) میں بھی میراثِ علم مراد ہے۔ وِرَاثَۃ کا اطلاق کسی شے کے بغیر محنت و مشقت حاصل ہونے پر بھی ہوتا ہے چنانچہ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِیْنَ

[illegible]

جو جنت کے وارث ہوں گے) میں وارث ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کو وہاں بے محنت مشقت ہاتھ آئے گی۔ نیز امام بغوی نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے ہر شخص کیلئے دو منزلیں ہیں ایک دوزخ میں اور ایک جنت میں پس جو مرکر دوزخ میں داخل ہوا تو جنت والے اس کی جنت کی منزل کے وارث ہوں گے۔ آیۂ مذکورہ میں یہی وراثت مراد ہے۔"

اور نَحْنُ الْوَارِثُوْنَ (ہم ہی وارث ہیں) میں اللہ تعالیٰ کو وارث اسی اعتبار سے کہا گیا کہ تمام کائنات اسی کی طرف لوٹ کر جانے والی ہے۔ چنانچہ پوچھا جائے گا لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ (آج کے دن ملک کس کا ہے) جواب دیا جائے گا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ (اللہ کا جو واحد و قہار ہے) مفردات ملخصا

وَارِثُوْنَ۔ وَارِثِیْنَ :- ترکہ پانے والے وَارِث کی جمع۔ اول بحالت رفعی۔ ثانی بحالت نصبی و جری

وَارِدٌ :- پانی پر اترنے والا۔ پانی لینے والا۔ وُرُوْدٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

وَارِدُوْنَ :- آنے والے۔ اترنے والے وَارِد کی جمع بحالت رفعی۔

وَازِرَۃٌ :- بوجھ اٹھانے والی۔ مجازاً گناہگار۔

[illegible]

لغوی معنی ہیں بوجہ مجازاً اس کا استعمال گناہ کے
لیے بھی ہوا ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْریٰ
(کوئی گنہگار جان کسی دوسرے کا گناہ اپنے سر نہ
لے گی) میں مجازی معنیٰ ہی مراد ہیں +

وَاسِع :۔ وسعت والا۔ سَعَةٌ سے اسم فاعل
واحد مذکر۔ سعت کے معنی فراخی اور وسعت کے
ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وَاسِع ہونے کا مطلب یہ
ہے کہ اس کی صفات علم و قدرت و رحمت و
فضل وسیع ہیں اور تمام کائنات کو محیط ہیں۔

وَاصِب :۔ ہمیشہ والا۔ لازم۔ وُصُوْب سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

وَاسِعَة :۔ فراخ۔ کشادہ۔ سَعَة سے اسم فاعل
واحد مؤنث۔

وَاعَدْنَا :۔ ہم نے وعدہ کیا۔ مُوَاعَدَة سے
ماضی جمع متکلم۔

وَاعِظِیْن :۔ نصیحت کرنے والے۔ وَعْظ سے اسم
فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری (دیکھو مَوْعِظَہ)

وَاعِیَة :۔ یاد رکھنے والی محفوظ رکھنے والی وَعْی
سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

وَاقٍ :۔ بچانے والا۔ وِقَایَة سے اسم فاعل واحد مذکر

وَاقِع :۔ گرنے والا۔ ہونے والا۔ وُقُوْع سے
اسم فاعل واحد مذکر۔

وَاقِعَة :۔ حادثہ۔ مصیبت۔ ہو کر رہنے والی (قیامت)
وُقُوْع سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

وَالِی :۔ مددگار۔ کارساز۔ جمع وُلَاة (دیکھو مَوْلیٰ)

وَالِد :۔ باپ۔ وِلَادَة سے اسم فاعل واحد مذکر

وَالِدَة :۔ ماں۔ وِلَادَة سے اسم فاعل واحد
مؤنث۔

وَالِدَیَّ :۔ میرے ماں باپ۔ اصل میں وَالِدَیْن
تھا۔ یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے
نون گر گیا۔

وَالِدَان :۔ ماں باپ وَالِد کا تثنیہ۔ اول
بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔ وَالِدَیْن

وَاهِیَة :۔ کمزور۔ بودی۔ سست۔ وَهْی
سے اسم فاعل واحد مؤنث

وَبَال :۔ برا نتیجہ۔ برے کام کی سزا۔

وَبِیْل :۔ سخت۔ شدید۔ وَبَال سے صفت
مشبہ واحد مذکر۔

وَتْر :۔ طاق۔ اکیلا۔ شَفْع کی ضد۔ آیت کریمہ
وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ کی تفسیر میں بہت کچھ
کہا گیا ہے۔ اقرب و ادفق اقوال نقل کیے جاتے
ہیں :۔ (۱) شَفْع سے یوم النحر یعنی دسویں
ذی الحجہ اور وَتْر سے یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ
مراد ہے۔ اور ان دونوں تاریخوں کی عظمت و
اہمیت ظاہر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان
دونوں کی قسم کھائی۔

(۲) شفع سے گیارھویں اور بارھویں ذی الحجہ اور وَتر سے تیرھویں تاریخ مراد ہے اس لئے کہ یوم عرفہ اور یوم النحر تو ولیالٍ عشرٍ (قسم ہے دس راتوں کی) میں داخل ہیں اور بعض اعمالِ حج گیارھویں بارھویں اور تیرھویں میں بھی ادا کئے جاتے ہیں۔ پس لفظ شفع و وَتر سے ان تاریخوں کو مراد لینے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مناسک حج کے اوقات کی قسم کھائی ہے۔

(۳) وَتر سے طاق نماز مراد ہے جیسے نماز مغرب اور شفع سے جفت نماز یعنی دو یا چار رکعت والی نماز مراد ہے۔

(۴) شَفع سے مراد تمام مخلوق ہے اور وَتر سے اللہ تعالیٰ۔

(۵) شَفع سے جنت اور وَتر سے دوزخ مراد ہے۔ کیونکہ جنت کے درجات آٹھ ہیں اور دوزخ کے درکات سات۔

(۶) شفع عبارت ہے مخلوق کی صفات سے اور وَتر خالق کی صفات سے کیونکہ مخلوق کے اندر متضاد و متقابل صفات ہوتی ہیں جیسے علم و جہل۔ قدرت و عجز۔ ارادہ و جبر۔ محبت و نفرت۔ زندگی و موت۔ اور خالق کی صفاتِ جلیلہ بلا اضداد بلا مقابل ہیں یعنی اس میں علم ہے جہل نہیں۔ قدرت ہے عجز نہیں وغیرہ ذالک۔

(۷) شفع روز و شب سے اور وَتر اس دن سے کنایہ ہے جس کے بعد رات نہ آئے گی یعنی روزِ قیامت۔ لفظ شفع و وَتر ان سب اقوال کو متناول ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک کے متعلق یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہی مراد ہے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہر جفت و طاق اس میں داخل ہے۔

وَتِین :۔ شہ رگ۔ جگر یا دل کی رگ جس کے کٹنے سے آدمی مرجاتا ہے۔ جمع وُتُن۔ اَوْتِنَہ

وَثَاق :۔ قید۔ بیڑی۔ زنجیر۔ زنجیر میں باندھنا۔ (بابِ تفعیل سے مصدر)

وُثْقٰی :۔ مضبوط۔ مستحکم۔ وُثُوق سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

وَجَبَتْ :۔ وہ گر پڑی وُجُوب سے ماضی واحد مؤنث۔

وُجُوب کے معنے گرنے اور نکلنے کے بھی آتے ہیں قربانی کے اونٹوں کے متعلق فرمایا گیا ہے فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا (تو جب ان کے پہلو زمین پر گر کر لگ جائیں تو ان کو کھاؤ) تو مراد یہ ہے کہ جب وہ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑیں۔ کیوں کہ اونٹوں کی قربانی کا

طریقہ یہ ہے کہ ان کو قبلہ رُخ کھڑا کر کے ایک ہاتھ باندھ کر سینہ پر زخم لگاتے ہیں۔ جب خون نکل کر وہ زمین پر گر پڑتے ہیں۔ اور دم توڑ دیتے ہیں تو اُن کو ٹکڑے کر کے استعمال میں لاتے ہیں۔ اس طرح ذبح کو نحر کہتے ہیں۔

وُجُدٌ :- مقدور۔ طاقت۔ تونگری۔

وَجَدَ :- اس نے پایا۔ وِجُدَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَجَدَا :- اُنہوں نے پایا۔ وِجدان سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

وَجَدْتُ :- میں نے پایا۔ وِجُدان سے ماضی واحد متکلم۔

وَجَدْتُم :- تم نے پایا۔ وِجدان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

وَجَدْنَا :- ہم نے پایا وِجُدَان سے ماضی جمع متکلم

وَجَدُوا :- اُنہوں نے پایا وِجدان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

وَجِلَۃ :- ڈرنے والی۔ ترساں و لرزاں۔ وَجَلٌ سے صفت مشبہ واحد مؤنث۔

وَجِلَتْ :- ڈری۔ کپکپائی۔ سہمی۔ وَجَل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ وَجَل کے معنے ہیں "اِسْتِشْعَارُ الْخَوْفِ" یعنی خوف کا بالفعل احساس کرنا۔ بعض دوسرے لغویین نے وَجَل کے معنے فَزَع (گھبراہٹ) بھی کیے ہیں۔

خوف اور وَجَل میں فرق یہ ہے کہ خوف تو کسی تکلیف دہ چیز سے ڈرنے کو کہتے ہیں جو مستقبل میں پیش آنے والی ہو۔ البتہ اور فَزَع (گھبراہٹ) کا اس کے ساتھ ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ کبھی ایسی بات سے بھی ڈرا جاتا ہے جس کا وقوع بہت دیر میں ہونے والا ہو۔ یا وہ زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔ اور وَجَل اس ڈر سے کو کہتے ہیں جس کی تکلیف کا قلب بالفعل احساس کر رہا ہو اور اس کی وجہ سے اس پر گھبراہٹ اور کپکپاہٹ طاری ہو۔

قرآن کریم میں مومنین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ (جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو اُن کے دل دہل جاتے ہیں) تو یہاں قلب مومنین کی اس کیفیت کا بیان مقصود ہے جو اللہ تعالٰے کے جلال و ہیبت اور اس کی عظمت و سطوت کے تصور سے گھبراہٹ اور کپکپاہٹ کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مَا الْوَجَلُ فِي الْقَلْبِ اِلَّا كَضُرْمَةِ السَّعَفَةِ فَاِذَا وَجِلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَدْعُ عِنْدَ ذَالِكَ قلب میں وَجَل کو ...

کھجور کی خشک شاخ ہر جھاڑی جب یہ صورت
پیدا ہو تو اس وقت اللہ تعالےٰ سے دُعا مانگنی
چاہیئے۔ حضرت ابراہیم کا فرشتوں سے گفتگو
میں جو فرمایا گیا اِنَّا مِنْکُمْ وَجِلُوْنَ تو یہاں
غایت خوف مراد ہے +

(تفسیر المنار ج ۹ ص ۵۸۹)

وُجِلُوْنَ:- ڈرنے والے۔ وَجِل سے صفت
مشبہ جمع مذکر۔ واحد وَجِل۔

وُجُوْہ:- چہرے۔ واحد۔ وَجْہ

وَجْہ:- چہرہ۔ ذات۔ حقیقت۔ توجہ۔ رُخ
ابتدا۔ خوشنودی۔ پہلے معنے میں حقیقت ہے
اور جمع اس کی وُجُوہ آتی ہے اور بقیہ معنی
میں مجاز۔ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
(ہر چیز ذاتِ خداوندی کے سوا فانی ہے) اور
وَیَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ
الْاِكْرَامِ (اور مرف تیرے رب کی بزرگ
و با عزت ذات باقی رہے گی اور سب فنا
ہو جائیں گے) میں وَجْہ سے مراد ذاتِ حق
ہے اس لئے کہ عرب میں وجہ کا اطلاق ذات و
حقیقت پر ہوتا ہے مثلاً تم زید کا چہرہ دیکھو اور
اس کے علاوہ کوئی اور عضو تمہاری نظر سے نہ
گزرے تو تمہارا یہ کہنا کہ میں نے زید کو دیکھا صحیح
ہوگا لیکن اگر چہرہ نہ دیکھا ہو اور اس کے علاوہ
کوئی اور عضو ملاحظہ کیا ہو تو اب تم یہ نہیں کہہ سکتے
کہ میں نے زید کو دیکھا اور یہ اس لئے کہ حقائق
اشیاء کی اطلاع انسان کو اکثر حس و مشاہدہ
کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اور انسان کے جسم میں
یوں تو بہت سے اعضا کی ترکیب ہے لیکن چہرہ
کو اس کی حالت و حقیقت سے مطلع ہونے میں
خاص دخل ہے (تفسیر کبیر) وَمَا تُنْفِقُوْنَ
اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ (حالاں یہ ہو کہ نہ خرچ
کرو تم لیکن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے
کی غرض سے) میں وَجْہُ اللّٰہ سے اللہ کی خوشنودی
اور رضا مراد ہے۔ اس لئے کہ جو کام کسی کی ذات
کے لئے بغیر انعام کے لالچ کے اور سزا کے ڈر کے
انجام دیا جائے۔ اس سے مقصود اس کی خوشنودی
اور رضا ہی ہوتی ہے۔

اور اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ
(اور درست کرو اپنی توجہ کو ہر نماز کے وقت)
میں وجہ سے توجہ مراد ہے کیونکہ جدھر چہرہ ہوتا
ہے عموماً توجہ ادھر ہی ہوتی ہے اور لفظ توجہ خود
وجہ سے ہی ماخوذ ہے۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (نیکی یہ نہیں ہے کہ تم
مشرق یا مغرب کی طرف اپنا رُخ پھیر دو) میں
وَجہ سے مراد رُخ ہے۔ اس سے کہ رُخ و تعین

وَجْہ سے ہی ہوتی ہے اور اٰمِنُوا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ
عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْہَ النَّہَارِ (تم
ایمان لاؤ اس کتاب پر جو نازل کی گئی ہے مومنوں
پر شروع دن میں) میں وجہ سے مراد ابتدا اور
شروع ہے اور یہ اس لیے کہ سب سے پہلے انسان
کے چہرہ ہی پر نگاہ پڑتی ہے۔
اور ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ
عَلٰى وَجْهِهَا (اس میں امید ہے کہ ادا کریں
شہادۃ کو اس کی صحیح صورت میں) میں وَجْہ
سے صحیح صورت اور حقیقت مراد ہے کیونکہ
چہرہ جسم انسانی میں اصل اور حقیقت ہوتا ہے
وِجْہَۃ اس سمت کو کہتے ہیں جدھر توجہ (پھیر)
ہو۔ پھر مجازاً اس سے شریعت اور مذہب مراد
لیا گیا ہے۔ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا (ہر
ایک کی ایک شریعت ہے جس نے اس کو اختیار
کیا) میں یہی مراد ہے۔
وَجِیْہ شریف و باعزت کو کہتے ہیں اس
لیے کہ چہرہ اشرف الاعضاء ہے۔ (مفردات بتصرف)
وَجْہُ النَّہَار دن کا اول حصہ (دیکھو وَجْہ)
وِجْہَۃ :- سمت۔ طرف (دیکھو وَجْہ)
وَجَّہْتُ :- میں نے منہ کیا۔ میں نے رُخ کیا۔
تَوْجِیْہ سے ماضی واحد متکلم
وَجِیْہ :- عزت و بزرگی والا۔ وَجَاہَۃ سے

صفت مشبہ واحد مذکر (دیکھو وَجْہ)
وَحْدَہٗ :- ایک۔ تنہا۔ یہ لفظ ضمیر واحد کی طرف
مضاف ہو کر ہی مستعمل ہوتا ہے جیسے خَلَقَ
اللّٰہُ الْعَالَمَ وَحْدَہٗ (تنہا اللہ نے دنیا
پیدا کی)
وُحُوْش :- جنگلی وحشی جانور۔ واحد وَحْش
وَحْی :- حکم و پیغام الٰہی (دیکھو اَوْحٰی)
وَحِیْد :- اکیلا۔ فرد۔ وَحْدَۃ سے صفت مشبہ
وَدّ :- ایک بت کا نام جسے قوم نوح پوجتی تھی۔
وُدّ :- محبت۔ دوستی۔ باب سمع سے مصدر و اسم
وُدّ کے معنے کسی چیز سے محبت کرنا بھی آتے ہیں
اور کسی چیز کے ہونے کی تمنا کرنا بھی۔
وَدَّ :- اُس نے چاہا۔ وُدّ سے ماضی واحد مذکر غائب
وَدَّا :- ان دونوں نے چاہا۔ وُدّ سے ماضی
تثنیہ مذکر غائب۔
وَدَّتْ :- اُس نے چاہا۔ اس نے آرزو کی وُدّ
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
وَدَّعَ :- اس نے رخصت کیا۔ چھوڑ دیا۔ تَوْدِیْع
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
وَدْق :- بارش۔ مینہ۔ دھواں جو بارش میں
اُٹھتا معلوم ہوتا ہے۔
وَدُّوْا :- اُنہوں نے چاہا۔ اُنہوں نے تمنا کی۔
وُدّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

وَدُود:- بہت محبت کرنے والا- بڑا مہربان- وُدّ سے مبالغہ کا صیغہ (اللہ تعالیٰ کا اسم صفت)

وَرَاءَ:- آگے پیچھے- سوائے (اسم ظرف لغات اضداد سے ہے)

وَرِثَ:- وہ وارث ہوا- وِرَاثَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب- (دیکھو وَارِثُوْنَ)

وَرَثَۃ:- وارث لوگ- وَارِث کی جمع-

وَرِثُوْا:- وہ وارث ہوئے- وِرَاثَۃ سے جمع مذکر غائب-

وِرْد:- پیاسے (وَارِد کی اسم جمع) گھاٹ-

وَرَدَ:- پانی پر آیا- وُرُوْد سے ماضی واحد مذکر غائب-

وَرْدَۃ:- گلابی- گلاب کا پھول وَرْد اسم جنس

وَرَدُوْا:- وہ اُترے- وُرُوْد سے ماضی جمع مذکر غائب-

وَرِق:- چاندی کے سکے وَرِقَۃ اور وُرْقَۃ واحد

وَرَق:- پتے- واحد وَرَقَۃ-

وَرَقَۃ:- ایک پتا-

وَرِيْد:- رگِ گردن- شہ رگ وہ رگ جو قلب و جگر سے تعلق رکھتی ہے- اور اس کے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے-

وَزَر:- جائے پناہ-

وِزْر:- بوجھ- بار- مجازاً گناہ جمع اَوْزَار-

وَزْن:- تولنا- باب ضَرَبَ سے مصدر- وزن کے معنے ہیں کسی چیز کی مقدار کا معلوم کرنا خواہ وہ تول کر ہو- یا کسی دوسرے ذریعہ سے (دیکھو مِیْزَان)

وَزَنُوْا:- اُنہوں نے تولا- انہوں نے تول کر دیا وَزْن سے ماضی جمع مذکر غائب-

وَزِيْر:- بوجھ اُٹھانے والا- مددگار- معتمد علیہ جمع وُزَرَاء وَزْر سے مُبالغہ کا صیغہ-

وَسَط:- درمیانی- معتدل- بہترین-

وَسَط اصل میں اس شے کو کہتے ہیں جو دو کناروں کے درمیان ہو- کسی بات میں زیادتی اور غلو کو افراط کہا جاتا ہے- اور کمی اور کوتاہی کو تفریط افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں پسندیدہ میانہ روی ہے جسے اعتدال کہتے ہیں- لہٰذا وَسَط جو افراط و تفریط سے خالی ہو- معتدل بھی ہوگی اور بہترین بھی-

ملتِ اسلامیہ کو اُمتِ وَسَط کا خطاب دیا گیا ہے- چنانچہ فرمایا گیا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (اور اسی طرح ہم نے کیا تم کو اُمتِ وَسَط تاکہ تم ہو گواہ لوگوں پر اور رسول تم پر ہو گواہ)

علامہ عبدہٗ لکھتے ہیں :-

ظہور اسلام سے قبل دنیا کے مختلف مذاہب میں دو قسم کے رجحانات تھے بعض مذاہب کی روایات مادیت میں انہماک اور روحانیت سے بیگانگی پر مبنی تھی۔ ان مذاہب کے پیرو خواہشاتِ نفسانی کے غلام بنے ہوئے تھے۔ جسم کی راحت اور نفس کی عشرت ہی ان کا مقصد زندگی تھا۔ چنانچہ یہود و مشرکین عرب کی زندگی اسی نوعیت کی تھی۔ اور بعض مذاہب کی روایات جسمانیت کا کامل انقطاع اور روحانیت میں غلو پر مبنی تھیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ جسم کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچا کر ہی ابدی راحت حاصل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ نصاریٰ اور ہندوستان کے بعض مذہبی فرقے یہی اعتقاد رکھتے تھے۔

اسلام نے افراط و تفریط کے ان دونوں راستوں سے ہٹا کر دین فطرت کی صراطِ مستقیم کی طرف انسانیت کی رہنمائی کی۔ اس نے بتایا کہ انسان جسم اور روح دونوں کا مجموعہ ہے دونوں کے جائز حقوق کی ادائیگی اور ان کے صحیح نشو و نما سے ہی انسانیت کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ انسان کامل وہی ہے جو اپنے نفس کا، اپنے خاندان کا، اپنے بنی نوع کا اور اپنے خدا کا، سب کا حق اپنی اپنی جگہ ادا کرے۔

اس اصول پر اس نے جو جماعت تیار کی اس کو اُمَّۃً وَسَطًا کے لقب سے نوازا۔ اور اس جماعت کی یہ ذمہ داری قرار دی کہ وہ دین میں افراط و تفریط کرنے والوں کے سامنے اپنی عملی شہادت پیش کر کے ان کی کوتاہیوں پر ان کو متنبہ کرے اور خود اس امت کے لئے ان کے رسول کی ذات بابرکات کو نمونہ کامل اور مثل اعلیٰ اور اس کے اسوۂ حسنہ اور سنت سنیہ کو ان کے لئے حجت و برہان قرار دیا۔ (تفسیر المنار ملخصًا صہ)

وُسْطٰی :- درمیانی۔ افضل۔ وَسط سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

اَلصَّلٰوۃُ الْوُسْطٰی :- درمیان کی نماز۔ افضل نماز (اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے نماز عصر مراد ہے)

وَسَطْنَ :- وہ بیچ میں گھس گئیں۔ وَسط سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

وُسْع :- طاقت۔ گنجائش۔ مشتق از سَعَۃ اسم مصدر۔

وَسِعَ :- وہ کشادہ ہوا۔ اس نے گھیر لیا۔ سَعَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَسِعَتْ :- وہ فراخ ہوئی - اس نے گھیر لیا -
سَعَةٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب -

وَسَقَ :- اس نے سمیٹا جمع کیا - وَسْقٌ سے
ماضی واحد مذکر غائب -

وَسْوَاسٌ :- خیال بد ڈالنے والا - وسوسہ انداز
مراد شیطان وَسْوَسَةٌ سے مبالغہ کا صیغہ
(دیکھو وَسْوَسَة)

وَسْوَسَ :- اس نے وسوسہ ڈالا - اس نے
دل میں برا خیال ڈالا - وَسْوَسَةٌ سے ماضی
واحد مذکر غائب -

وَسْوَسَةٌ :- خیال بد - دل میں خیال بد ڈالنا
(بصلۃ الی) رباعی مجرد سے مصدر ہے اور پہلے
معنٰی میں اسم جس کی جمع وَسَاوِس آتی ہے -
وسوسہ کی حقیقت پر علامہ ابن قیم نے اپنے
مخصوص محدثانہ رنگ میں بحث فرمائی ہے ہم
یہاں بالاختصار علامہ کی بحث کا خلاصہ ہی
درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں -
وَسْوَسَہ" اصل لغت میں اس حرکت یا
پوشیدہ آواز کو کہتے ہیں جو محسوس نہ ہو سکے
چنانچہ زیور کی بہت ہی ہلکی جھنکار کو بھی اسی لیے
وَسْوَسَہ کہا جاتا ہے -
اور اصطلاح شرع میں وسوسہ عبارت ہے
شیطان کے انسان کو ورغلانے بہکانے نیکی

سے ہٹانے اور بدی پر ابھارنے سے - وسوسہ
کی کیفیت یہ ہے کہ انسان کے افعال اختیاریہ
قصد و ارادہ کے محتاج ہیں اور دل فی الواقع
شر و معصیت سے خالی ہوتا ہے - شیطان
جو اللہ تعالٰی کی طرف سے یہ قدرت دی گئی
ہے کہ وہ غیر محسوس طریق پر انسان کے دل کو
اپنی آماجگاہ بنائے - چنانچہ حدیث میں ہے
إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنْ اِبْنِ آدَمَ
مَجْرَى الدَّمِ قلب انسان میں وسوسہ
اندازی کر کے اس میں کسی گناہ کا خیال پیدا
کرتا ہے - اور آہستہ آہستہ اس آگ کو بھڑکاتا
ہے - تا آنکہ وہ خیال شہوت (خواہش) بن
جاتا ہے - پھر اس گناہ کو زیادہ سے زیادہ حسین
و جمیل تصور کے ساتھ پیش کرتا ہے تا آنکہ
انسان پورے طور پر اس کی طرف راغب و مائل
ہو جاتا ہے - اور اب وہ شہوت ارادہ میں تبدیل
ہو جاتی ہے - پھر شیطان اپنی جدوجہد اس
ارادہ کو عملی جامہ پہنانے پر برانگیختہ کرنے کے
لیے مرکوز کر دیتا ہے - اس گناہ کے نقصانات
اس انسان کی نگاہ سے اوجھل کرنے اور
اس کی بد انجامی پر پردہ ڈالنے میں مشغول رہتا
ہے - اور ایسی صورت پیدا کرتا ہے کہ انسان
اس گناہ کا غور و فکر سے صحیح مطالعہ کر سکے

اور ہر پہلو سے اُسے اس میں لذت و راحت ہی
نظر آنے لگے۔ اب معرفت یا ارادہ ہی نہیں رہتا ہے
بلکہ قصد مُحکم اور عزیمت جازمہ بن جاتا ہے
اور پھر انسان ایک اندھے کی طرح اس گمراہ
کن اور غدار قائد کے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور
دے کر تباہ ہو جاتا ہے۔

چونکہ ہر معصیت کی اصل یہ شیطانی وسوسہ
اندازی ہی ہوتی ہے۔ اس لئے تمام برائیوں
کے اصل اصول کے طور پر سورۃ ناس میں
وسوسہ شیطان کے شر سے ہی پناہ مانگنے
کا حکم فرمایا گیا ہے۔

وَسِیْلَۃ۔ نزدیکی۔ قُرب۔ وسیلہ۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں اَلْوَسِیْلَۃ
التوصل الی الشیٔ برغبۃ (رغبت کے
ساتھ کسی شے کی طرف پہنچنا)

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ
الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ
لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (اے ایمان والو اللہ
سے ڈرتے رہو اور ڈھونڈو اس کی طرف
وسیلہ اور جہاد کرو اُس کے راستہ میں تاکہ
تم فلاح پاؤ)

اس آیت میں وسیلہ سے مراد علم عبادت

اور شریعت کے اعلیٰ اخلاق کو اختیار کر کے
سبیل اللہ کی محافظت ہے" اور وہ قربۃ
و نزدیکی ہی کے معنے میں ہے" (مفردات)

مشہور صوفی مشرب مفسر شیخ اسماعیل
صاحب روح البیان لکھتے ہیں:-

ای اطلبوا لانفسکم الی ثوابہ
والزلفی منہ القربۃ بالاعمال
الصالحۃ (یعنی طلب کرو اپنے لئے نیک
اعمال کے ذریعہ نزدیکی اللہ تعالیٰ کے ثواب
اور اس کے مقام قرب کی طرف)

آگے لکھتے ہیں:- یہ فعیلۃ کے وزن پر ہے
وسل الی کذا تقرب الیہ سے اور
اس کے معنے ہیں "وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ
کا قرب حاصل کیا جاسکے"۔ اس کی جمع وسائل ہے
(روح البیان ج ۲ صفحہ ...)

حافظ ابن کثیر نے اس موضوع پر جو کچھ
لکھا ہے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنے فوائد
میں بڑے دلنشین طریقہ پر اس کی توضیح ان
الفاظ میں فرمائی ہے۔

وسیلہ کی تفسیر ابن عباس، مجاہد، ابو
وائل، حسنؒ وغیرہم اکابر سلف نے قربت سے
کی ہے تو وسیلہ ڈھونڈنے کے معنے یہ ہوئے
کہ اس کا قرب و وصول تلاش کرو

قتادہ نے کہا ای تقربوا الیہ بطاعتہ
والعمل بما یرضیہ (یعنی خدا کی
نزدیکی حاصل کرو۔ اُس کی فرمانبرداری
اور پسندیدہ عمل کے ذریعے سے) ایک شاعر
کہتا ہے اذا غفل الواشون عدنا لوصلنا
وَعادَ التصافی بیننا والوسائل
(جب لگانے بجھانے والے غافل ہوئے تو ہم
پھر مل بیٹھے۔ اور ہمارے درمیان محبت و
تعلقات دوبارہ استوار ہوگئے) اس میں
یہی قرب و اتصال کے معنے مراد ہیں۔ اور وہ جو
حدیث میں آیا ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک
نہایت ہی اعلیٰ منزل ہے جو دنیا میں سے کسی
ایک بندہ کو ملے گی۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا
کہ تم اذان کے بعد میرے لئے خدا سے وہی مقام
طلب کیا کرو تو اس مقام کا نام بھی وسیلہ
اسی لئے رکھا گیا۔ کہ جنت کی سب منزلوں میں
وہ سب سے زیادہ عرش رحمن کے قریب ہے۔
اور حق تعالےٰ کے مقامات قرب میں سب سے
بلند واقع ہوا ہے (فوائد علامہ عثمانی)

بہرحال تفصیل بالا سے یہ واضح ہوگیا کہ قرآن
کریم کی اس آیہ میں اور اسی طرح سورۂ اسرا
کی دوسری آیت اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ
یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّہُمْ
اَقْرَبُ (وہ لوگ جن کو یہ کفار پکارتے ہیں۔
خود اپنے رب کا قرب تلاش کرتے رہتے ہیں
کہ کون ان میں آگے نکلتا ہے) پس وَسِیْلَہ
سے قرب خداوندی یا وہ اعمال صالحہ جن سے
قرب خداوندی حاصل ہو، مراد ہے۔ عام طور
پر توسّل اور وسیلہ کے جو معنے مروج ہیں
وہ مراد نہیں لیے جا سکتے۔

توسُّل معروف کے متعلق الاستاذ العلامہ
انور شاہ کاشمیریؒ لکھتے ہیں:۔

توسل جس انداز پر ہمارے زمانہ میں معروف
ہے۔ سلف میں نہیں تھا۔ جب وہ کسی بزرگ
کے ذریعہ سے توسل کرتے تھے تو اُس کی صورت
یہ ہوتی تھی کہ وہ اُنہیں اپنے ساتھ دُعا میں
شامل کرتے تھے۔ اور پھر اللہ تعالےٰ سے دُعا
مانگتے تھے اور اسی سے مدد طلب کرتے تھے۔
اور ان بزرگ کی شمول کی برکت سے اپنی دعا
کی قبول کی اُمید کرتے تھے اور حدیث میں جو
ضعفاء و صالحین سے استعانت ثابت
ہوتی ہے وہ یہی ہے۔ چنانچہ حدیث استسقاء
میں صحابۂ کرام کا حضرت عباس سے توسل اسی
نوعیت کا ہے۔ رہا بزرگوں کے ناموں سے
توسل جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مروج ہے
کہ ان بزرگوں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔

بلکہ وہ زندہ بھی نہیں ہوتے۔ صرف ان کے نام کے ذریعہ توسل کیا جاتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو جو درجہ حاصل ہے اُس کی وجہ سے وہ ان کے ناموں کے ذکر کے سبب دعا مانگنے والوں کو محروم نہ رکھے گا۔ تو میں اس کی تفصیلات میں جانا ناپسند کرتا ہوں۔ اس کے لئے شامی دیکھئے۔ البتہ یہ بات صاف ہے کہ آیۃ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ توسل معروف کی دلیل نہیں بن سکتی۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے تو اسے حرام کہا ہے۔ لیکن صاحب درمختار نے اس کی اجازت دی ہے۔ مگر سلف سے کوئی دلیل اس پر قائم نہیں کی (فیض الباری ۳/۴۳۵)

واضح رہے کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب کتاب الوسیلہ کے نام سے لکھی ہے۔ جو صاحب اس مسئلہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسے ملاحظہ فرمائیں۔ اس کا اردو میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

وَصّٰی:۔ اس نے وصیت کی۔ تاکید کی تَوۡصِیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَصۡفٌ:۔ بات گھڑنا۔ بابِ ضرب سے مصدر

وَصَّلۡنَا:۔ ہم نے پے در پے بھیجا۔ تَوۡصِیۡل سے ماضی جمع متکلم۔

وَصِیَّۃ:۔ کسی کو پچھلے کام کی ہدایت نصیحت مرتے وقت کی نصیحت۔ جمع وَصَایَا (دیکھو توصیۃ)

وَصِیۡدٌ:۔ چوکھٹ۔ جمع وُصُدٌ۔

وَصِیۡلَۃ:۔ وہ اونٹنی جو پہلی بار مادہ بچہ جنے۔ پھر دوسری بار بھی مادہ بچہ جنے۔ درمیان میں نر بچہ پیدا نہ ہو۔ ایام جاہلیت میں اہل عرب اس اونٹنی کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ اسلام نے اس کو منع کر دیا ہے۔ جمع وَصَائِل

وَصَّیۡنَا:۔ ہم نے نصیحت کی۔ ہم نے وصیت کی تَوۡصِیَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

وَضَعَ:۔ اس نے قائم کیا۔ وَضۡع سے ماضی واحد مذکر غائب۔ وَضۡع اپنے متعلقات کے اعتبار سے مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے وَالۡاَرۡضَ وَضَعَهَا (اور زمین کو بنایا) میں پیدا کرنے اور بنانے کے معنے ہیں۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (درحقیقت پہلا گھر جو لوگوں کے لئے تعمیر کیا گیا) میں تعمیر کرنے کے ہیں۔ وُضِعَ الۡمِیۡزَانُ (میزان قائم کی گئی) میں قائم کرنے کے ہیں اور رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰی (اے میرے خدا میں نے اسے مادہ جنا ہے) میں جننے کے ہیں۔ وُضِعَ الۡکِتٰبُ (اعمالنامہ نکالا گیا) میں نکالنے کے ہیں۔ اور وَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَ

ہم نے تیرا بوجھ تجھ سے ہلکا کیا) میں حسن کے صلہ کے ساتھ دُور کرنے اور ہلکا کرنے کے ہیں۔

وُضِعَ:۔ وہ رکھا گیا۔ نکالا گیا۔ بنایا گیا۔ قائم کیا گیا۔ وَضْعٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

وَضَعَتْ:۔ اس نے جنا۔ وَضْعٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

وَضَعْتُ:۔ میں نے جنا۔ وَضْعٌ سے ماضی واحد متکلم۔

وَضَعْنَا:۔ ہم نے دور کیا (بعض حسن) وَضْعٌ سے ماضی جمع متکلم۔

وَطْأً:۔ روندنا۔ پامال کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔ سورۂ مزمل میں فرمایا گیا ہے اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا (درحقیقت رات کو اٹھنا سخت روندتا ہے اور سیدھی بات نکلتی ہے) مطلب یہ ہے کہ رات کو عبادت کے لئے اٹھنا معمولی کام نہیں سخت ریاضت اور نفس کشی ہے جس میں نفس کو روندا جاتا ہے۔ اور خواہشات کو پامال کیا جاتا ہے۔ اور زبان و دل بھی اس وقت ہم آہنگ ہوتے ہیں کہ دعا سیدھی دل سے نکل کر زبان پر آتی ہے اور زبان سے سیدھی مقام اجابت پر پہنچتی ہے۔

وَطَرٌ:۔ حاجت۔ ضرورت۔ جمع اَوْطَارٌ

وِعَاءٌ:۔ برتن۔ خرجی۔ زنبیل۔

وَعْدٌ:۔ وعدہ۔ وعدہ کرنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔ وَعْدٌ (وعدہ کرنا) کا استعمال خیر میں بھی ہوتا ہے اور شر میں بھی۔ چنانچہ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا (کیا تمہارے پروردگار نے تم سے بھلا وعدہ نہیں کیا) میں خیر کا وعدہ اور اَلنَّارُ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (دوزخ جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے کیا) میں شر کا وعدہ مراد ہے مگر وَعِيْدٌ کا استعمال صرف شر کے لئے ہے

وُعِدَ:۔ وعدہ کیا گیا۔ وَعْدٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

وَعَدْتُ:۔ میں نے وعدہ کیا۔ وَعْدٌ سے ماضی واحد متکلم۔

وَعَدْنَا:۔ ہم نے وعدہ کیا۔ وَعْدٌ سے ماضی جمع متکلم۔

وُعِدْنَا:۔ ہم سے وعدہ کیا گیا وَعْدٌ سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

وُعِدُوْا:۔ انہوں نے وعدہ کیا۔ وَعْدٌ سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

وَعَظْتَ:۔ تو نے نصیحت کی۔ وَعْظٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔ وعظ کہتے ہیں اس تنبیہ کو جس کے ساتھ تخویف (خوف دلانا) شامل ہو

خلیل نحوی کا قول ہے کہ وعظ اور موعظہ اس کا
اسم ہے (دیکھو موعظہ)

وَعِید:- ڈرانا۔ دھمکی۔ عذاب کا وعدہ (دیکھو وعد)

وَفّٰی:- اس نے پورا دیا۔ اس نے حق ادا کر دیا۔
تَوفِیَہ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وِفَاق:- پورا پورا۔ موافق۔ مصدر بمعنی فاعل۔

وَفد:- جماعت جو کہیں کسی بادشاہ کے پاس طلب
حاجات جائے۔ جمع وُفُود۔

وُفِّیَت:- وہ تمام دی گئی۔ وہ پوری کی گئی۔ تَوفِیَة
سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

وَقٰی:- اس نے بچایا۔ حفاظت کی۔ وِقَایَة سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

وَقَار:- بڑائی۔ بزرگی۔ حلم۔ برد باری۔ اسم مصدر

وَقَبَ:- وہ سمٹ گیا۔ چھپ گیا۔ وُقُوب سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

وَقت۔ زمانہ کا ایک معین حصہ وقت۔ جمع اَوقَات

وِقر:- بارِ گراں (مراد پانی سے بھرا ہوا بادل)

وَقر:- بہرا پن۔ کم سننا۔

وَقَعَ:- گرا۔ واقع ہوا۔ ثابت ہوا۔ پورا ہوا۔
وُقُوع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَقعَة:- پڑنا۔ واقع ہونا۔ مصدر برائے مرّت۔

وَقَعَت:- ہو پڑی۔ واقع ہوئی۔ وُقُوع سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

وُقِفُوا:- وہ کھڑے کئے گئے۔ وَقف سے ماضی
مجہول جمع مذکر غائب۔

وُقُود:- ایندھن۔ لپیٹ۔ شعلہ

وَکَزَ:- اس نے گھونسا مارا۔ وَکز سے ماضی واحد
مذکر غائب

وُکِّلَ:- مقرر کیا گیا۔ تَوکِیل سے ماضی مجہول
واحد مذکر غائب۔

وُکِّلنَا:- سونپا۔ ہم نے مقرر کیا۔ توکیل سے ماضی
جمع متکلم۔

وَکِیل:- کارساز۔ محافظ۔ ذمہ دار۔ وَکَالَة
سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

وَلِّ:- تو پھیر دے۔ تَولِیَة سے امر واحد مذکر حاضر

وَلّٰی:- اس نے منہ پھیرا۔ وہ پھرا۔ تَولِیَة سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

وَلَایَة:- حکومت۔ ذمہ داری۔ سرپرستی۔ مدد۔
رفاقت۔ باب حَسِبَ سے مصدر (دیکھو ولی)

وَلَد:- بیٹا۔ بچہ۔ جمع اولاد۔ ولد کا اطلاق
مذکر و مؤنث چھوٹے اور بڑے ایک اور کئی سب
پر ہوتا ہے۔ اسی طرح مثنیٰ کے لئے بھی یہ لفظ
استعمال ہوتا ہے۔

وُلِدتُ:- میں جنا گیا۔ میں پیدا ہوا۔ وِلَادَة
سے ماضی مجہول واحد متکلم۔

وَلَدنَ:- انہوں نے جنا۔ وِلَادَة سے ماضی

جمع مونث غائب۔

وَلَّوْا:۔ انھوں نے منہ پھیرا۔ وہ پھرے تَوْلِیَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

وَلُّوْا:۔ تم پھیرو۔ تولیۃ سے امر جمع مذکر حاضر

وَلِیٌّ:۔ دوست۔ محبوب۔ محب۔ عزیز۔ محافظ۔ مددگار۔ حاکم۔ وَلِیٌ وَلَاءٌ اور تَوَالِی سے یا وِلَایَۃ اور تَوَلِّی سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے وَلَاءٌ اور تَوَالِی کے معنی قرب و نزدیکی) ہیں یہ قرب مقام، نسبت، دین، اعتقاد، محبت نصرت کسی اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور وِلَایَۃ اور تَوَلِّی کے معنے حفاظت، نگرانی اور حکومت کے ہیں۔ وَلِی بمعنی فاعل اور بمعنی مفعول دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لئے آیا ہے۔ اس کی جمع اَولیاء ہے۔ (مفردات)

قرآن کریم میں اولیاء الشیطان اور اولیاء اللہ دونوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔

(ہم نے کر دیا ہے شیاطین کو دوست ان لوگوں کا جو ایمان نہیں لاتے) اور فرمایا گیا ہے۔

فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ۔

(تم جنگ کرو شیطان کے دوستوں سے)

اولیاء اللہ کے متعلق فرمایا گیا ہے:۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

(اللہ تعالیٰ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے) اور فرمایا گیا ہے:۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

(ہاں اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

اسی سلسلہ میں اولیاء اللہ کے اوصاف مناقب کی بھی تصریح کر دی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَہُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ہُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔ ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات بدلتے نہیں۔ یہی ہے بڑی کامیابی (یونس ۶۴) ان آیات سے امور ذیل واضح ہوتے ہیں:۔

(۱) ولی اللہ وہ ہے جو صاحب ایمان بھی ہو اور صاحب تقویٰ بھی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی

تھانویؒ فرماتے ہیں:-

اس آیت میں ولایت کا مدار دو چیزوں پر فرمایا ہے ایمان اور تقویٰ۔ سو جس درجہ کا ایمان و تقویٰ حاصل ہوگا اسی مرتبہ کی ولایت حاصل ہوگی۔ اگر ادنیٰ درجہ کا ایمان و تقویٰ ہے جو ضروری عقائد کی تصحیح اور ضروری اعمال کی پابندی سے حاصل ہوتا ہے تو ادنیٰ درجہ کی ولایت حاصل ہوگی جو ہر مومن کو حاصل ہے اسکو ولایتِ عامہ کہتے ہیں اور اگر اعلیٰ درجہ کا ایمان و تقویٰ ہے تو اعلیٰ درجہ کی ولایت حاصل ہوگی جس کو ولایتِ خاصہ کہتے ہیں اور اصطلاحاً ولی وہی کہلاتا ہے جو ولایتِ خاصہ کے ساتھ موصوف ہو۔

ظاہر ہے کہ جو شخص ایمان و تقویٰ کے کسی بلند درجہ پر فائز ہوگا وہ ہر وقت اللہ تعالےٰ کے ذکر اور اس کی رضا کے حصول کی فکر میں منہمک رہے گا اسی لئے ایک حدیث میں اولیاء اللہ کی یہ پہچان بتائی گئی ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ کہ جب ان کی صورت پر نظر پڑے تو اللہ یاد آجائے

(۲) اولیاء اللہ خوف سے خالی اور غم سے فارغ ہیں۔ آخرت میں تو اہوال قیامت کا انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ کفار و فساق میدان حشر، صراط حساب و کتاب۔ اور پھر دوزخ کی جن ہولناکیوں سے سراسیمہ ہو رہے ہوں گے وہ ان سے مطمئن ہوں گے لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ اور دنیوی زندگی جس کا عیش و آرام چھوٹنے پر کفار و فساق افسردہ و غمگین ہوں گے جنت کی لذتوں اور راحتوں کے مقابلہ میں ان کو ان کا خیال بھی نہ آئے گا۔

دنیا میں بھی ان کا حال یہ ہے کہ راہِ حق میں ان کو جو تکالیف پیش آتی ہیں ان کو "ہر چہ از دوست می رسد نکوست" کہتے ہوئے خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں اور ان کو اپنے حق میں ترقی درجات کا سبب سمجھتے ہیں لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ اور دشمنانِ حق کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لیتے ہوئے بھی ان کے دلوں میں کوئی لرزش اور ان کے قدموں میں کوئی لغزش پیدا نہیں ہوتی۔ انکا اعتماد خالقِ کائنات کی نصرت و امداد پر ہوتا ہے۔ اس لئے بے تکلف پہاڑوں سے ٹکرا جاتے ہیں اور سمندر کے طوفانوں سے کھیلنے لگتے ہیں فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

(۳) ان کے لئے دنیوی زندگی میں خوشیاں اور خوش خبریاں ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں فتح و نصرت کے وعدے ہیں اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ

يَنْصُرُكُمْ خلافت ارضی کا انعام واکرام ہے لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ۔ موت کے وقت فرشتگان رحمت کا نزول ہے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَنْ لَّا تَخَافُوا اور آخرت میں راحت سرمدی اور نعیم ابدی کی بشارتیں ہیں بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ یہ ہیں اولیاء اللہ کے اوصاف مناقب جو قرآن کریم، اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ صحابہ کرام جو سب سے بڑے اولیاء اللہ تھے ان فضائل کے سب سے بڑے حامل تھے اور آج بھی اسی آئینہ میں خدا کے پیاروں کے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

وَلَّيْتَ:۔ تو نے پیٹھ موڑی۔ تَوْلِيَة سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

وَلَّيْتُمْ:۔ تم پھرے۔ تَوْلِيَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

وَلِيجَة:۔ بھیدی۔ دلی دوست۔ معتمد علیہ۔ راز دار۔

وَلِيد:۔ بچہ۔ جمع وِلْدَان۔

وُورِيَ:۔ وہ چھپایا گیا۔ مُوَارَاة سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

وَهَّاب:۔ خوب بخشنے والا۔ دینے والا۔ هِبَة سے مبالغہ کا صیغہ۔

وَهَّاج:۔ بہت چمکیلا۔ تابناک۔ وَهْج سے مبالغہ کا صیغہ۔

وَهَبَ:۔ اس نے بخشا۔ وَهْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَهَبْنَا:۔ ہم نے بخشا۔ وَهْب سے ماضی جمع متکلم

وَهْن:۔ ضعف۔ کمزوری۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

وَهَنَ:۔ کمزور ہوا۔ وَهْن سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَهَنُوا:۔ وہ کمزور ہوئے۔ وہ ہارے۔ وَهْن سے ماضی جمع مذکر غائب۔

وَيْكَأَنَّ:۔ تعجب ہے کہ۔ خبردار کہ (کلمہ تعجب وزجر) مرکب ہے وَيْ۔ كَ (ضمیر خطاب) اور أَنَّ حرف مشبہ بفعل سے)۔

وَيْل:۔ خرابی۔ تباہی۔ عذاب۔ افسوس

امام راغب لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے جو کہا ہے کہ وَيْل دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جن بدبختوں کے لئے کلمہ وَيْلٌ استعمال کیا ہے ان کا ٹھکانا دوزخ میں بن گیا۔ یہ مراد نہیں کہ یہ لفظ وادی دوزخ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

(مفردات)

(یا) وَيْلَتَىٰ ۔ ہائے میرے افسوس۔ (اصل میں وَيْلَتِي تھا۔ یائے متکلم کو الف سے بدل لیا گیا)۔

ہ

ہٗ - ہٗ :- ضمیر مفرد منصوب مذکر غائب (جیسے رَفَعْتُہٗ (میں نے اس کو بلند کیا) رَفَعْنَاہٗ (ہم نے اس کو بلند کیا) ضمیر مجرور مفرد مذکر غائب جیسے عَبْدُہٗ (اس کا غلام) عَبْدَاہُ (اس کے دو غلام) اگر اس ضمیر سے پہلے حرف ساکن ہے تو فقط ضمہ کی آواز نکلے گی اور اگر اس سے پہلے ضمہ یا فتحہ ہے تو ضمہ مع الواو یعنی ھُو کی آواز ہوگی۔ اور اگر اس سے پہلے یٖ ساکن ہو جس کا ما قبل مفتوح ہو تو پھر یہ مکسور ہو جاتی ہے جیسے عَلَیْہِ۔ غُلَامِیْہِ (اور سورۃ الفتح میں عَلَیْہُ اللّٰہَ خلاف قیاس ہے)۔ کبھی ہٗ ساکن ہو کر کلمہ کے آخر میں وقف کیلئے لاحق ہوتی ہے جسے ہائے سکتہ کہتے ہیں۔ اس کے کچھ معنی نہیں ہوتے۔ جیسے مَالِیْ سے مَالِیَہْ سُلْطَانِیْ سے سُلْطَانِیَہْ۔ نیز وہ تائے تانیث جو عربی رسم الخط میں ۃ کی شکل سے لکھی جاتی ہے وہ بھی وقف میں ہائے ساکنہ پڑھی جائے گی جیسے رَحْمَۃ اور قُدْرَۃ سے رَحْمَہْ اور قُدْرَہْ (ش ۱)

ھَا :- اُس کو (ضمیر منصوب واحد مؤنث غائب جیسے ضَرَبْتُھَا میں نے اُس عورت کو مارا) اُس (ضمیر مجرور واحد مونث غائب۔ جیسے عَلَیْھَا۔ اُس پر)

ھٰؤُلَاءِ :- یہ (اسم اشارہ جمع مذکر و مونث)

ھَاؤُمُ :- تم پکڑو۔ تم لو (اسم فعل بمعنی خُذُوْا)

ھَاتُوْا :- تم لاؤ (اسم فعل ہے)

ھَاتَیْنِ :- یہ دو (اسم اشارہ تثنیہ مؤنث

ھَاجَرَ :- اس نے ہجرت کی۔ مُھَاجَرَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ہِجْرَۃ - کے لغوی معنی چھوڑ دینا ہیں۔ اصطلاح شریعت میں دین کی خاطر دار الکفر کو چھوڑ کر دار الاسلام کی طرف نکلنا ہجرت کہلاتا ہے۔ ابتداءِ اسلام میں جب مشرکینِ مکہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت اذیتیں دیں تو آپ نے ان میں سے ایک جماعت کو حبش کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ پھر رسولِ اکرم صلعم نے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ میں اقامت اختیار فرمائی مکہ میں کافروں کا زور بڑھ گیا اور مدینہ میں اسلام کو اقتدار حاصل ہوا تو مکہ کے مسلمانوں کو اپنا وطن چھوڑ کر اپنے دین کی حفاظت اور مرکزِ اسلام کی تقویت کے لئے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض قرار دیا گیا۔ صرف ان لوگوں کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا جو اپنی بے طاقتی ناداری یا راستہ سے ناواقفیت کی وجہ سے

ہجرت کی قدرت ہی نہ رکھتے ہوں۔

چنانچہ سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا گیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ، قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا۔ فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا۔ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَکَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔

(وہ لوگ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ (لوگ) برا کر رہے ہیں اپنا۔ کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس اس ملک میں۔ کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے۔ مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ سو ایسوں کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنے والا اور بخشنے والا (النساء)

فتح مکہ کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی یہ ضرورت باقی نہ رہی۔ اس لئے اس کی فرضیت منسوخ قرار دی گئی۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا لَا ھِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰکِنْ جِھَادٌ وَّنِیَّةٌ (فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے) (متفق علیہ)

یہاں مفسرین اور محدثین کے مابین ان امور میں اختلاف رائے ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت بالکل منسوخ ہو گئی یا دیگر بلادِ کفر سے متعلق باقی رہی؟ اور اگر باقی رہی تو کن حالات میں وہ واجب ہوتی ہے۔

آیات و احادیث و آثار پر ایک نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہجرت کا وجوب بالکلیہ منسوخ نہیں ہوا۔ بلادِ کفر میں اگر مسلمان دینی احکام پر آزادی کے ساتھ عمل نہ کر سکے اور اس کو ایسی تکلیفیں دی جائیں جن کو وہ برداشت نہ کر سکے (اور قوت برداشت ہر شخص کی یکساں نہیں ہوتی) گویا وہ حالات پیدا ہو جائیں جو فتح مکہ سے قبل اور حضور کی ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کے لئے مکہ میں تھے تو اس کو ہجرت کرنا واجب ہے۔ البتہ جو لوگ ذاتی و خارجی مجبوریوں کی بنا پر اس کی قدرت ہی نہ رکھتے ہوں وہ عند اللہ مواخذے سے بری ہیں۔

[illegible] حافظ ابن کثیر آیات ہجرت کی

تفسیر میں لکھتے ہیں فنزلت ھذہ الآیۃ الکریمۃ
عامۃ فی کل من اقام بین ظہرانی المشرکین
وھو قادر علی الھجرۃ ولیس متمکنا من اقامۃ
الدین فھو ظالم لنفسہ مرتکب حراما
بالاجماع وبنص ھذہ الآیۃ الخ (یہ آیت
کریمہ عمومیت کے ساتھ ہر اس شخص کے بارہ میں نازل
ہوئی ہے جو مشرکوں کے درمیان اقامت اختیار
کرے۔ حالانکہ وہ ہجرت کی قدرت رکھتا ہو اور
(بلادِ کفر میں) اقامتِ دین پر قادر نہ ہو۔ پس وہ
اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے حرام کا مرتکب ہے۔
اجماع کی رو سے اور اس آیۃ کی تصریح سے) (ابن
کثیر ص ۱/۵۴۲)

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:۔

وفی الآیۃ دلیل علی وجوب الھجرۃ من
موضع لا یتمکن الرجل فیہ من اقامۃ دینہ
(اور آیۃ میں دلیل ہے واجب ہونے پر ہجرت
کے اس مقام سے جہاں آدمی اقامتِ دین پر قادر
نہ ہو۔ (بیضاوی ص ۱/۱۴۸)

دیگر تفاسیر میں بھی آیات مذکورہ کے ذیل
میں اسی مضمون کی تشریحات ہیں۔ حضرت شیخ الہند
مولانا محمود حسنؒ اپنے فوائد القرآن میں لکھتے ہیں:۔
بعضے مسلمان ایسے بھی ہیں کہ دل سے تو پکے مسلمان
ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے
مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے اسلامی
باتوں کو کھل کر نہیں کر سکتے۔ نہ حکم جہاد کی تعمیل کر سکتے
ہیں سو ان پر فرض ہے کہ وہاں سے ہجرت کریں۔
فائدہ۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ مسلمان جس ملک میں
کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے۔ اور
سوائے ان لوگوں کے جو بالکل معذور اور عاجز
ہوں اور کسی کو وہاں پڑے رہنے کی اجازت
نہیں (قرآن مجید مطبوعہ مدینہ پریس بجنور)

مذکورہ بالا تشریحات تفسیریہ سے یہ ثابت
ہو جاتا ہے کہ ہر اس مقام سے جہاں غیر مسلموں کا
اقتدار یا ان کی حکومت ہو ہجرت کرنا ضروری
نہیں ہے۔ احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی
ہے۔ مسلم نے حضرت عائشہؓ سے ایک طویل حدیث
روایت کی ہے۔ جس میں وہ ہدایات نقل کی
جو آپ لشکرِ اسلام کے امراء کو فرمایا کرتے تھے۔
منجملہ ان ہدایات کے یہ بھی ہے:۔

ادعھم الی الاسلام فان اجابوک
الیھا فاقبل منھم ثم ادعھم الی التحول
من دارھم الی دار المھاجرین فان ابوا
فاخبرھم بانھم یکونون کاعراب المسلمین
ولا یکون لھم فی الغنیمۃ والفئ شئ الا ان
یجاھدوا مع المسلمین (مشرکین کو اسلام کی
دعوت دو۔ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو اسی قبول

کرلو۔ پھر انھیں اپنے مقام سے مہاجرین کے شہر کی طرف منتقل ہونے کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے قبول نہ کریں تو ان سے کہدو کہ ان کا حکم اعراب مسلمین کا سا ہوگا۔ مال غنیمت اور فے میں انکا حصّہ نہ ہوگا الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں)۔

اس کے علاوہ دوسری احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں اور خلفاء راشدین نے بعد کے زمانہ میں مختلف بلاد و امصار کے نو مسلموں کو ان کے ان علاقوں سے جو اسلام کے پرچم کے نیچے نہ آئے ہوں۔ اسلامی حکومت میں نقل وطن کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ بلکہ بعض حالات میں بعض لوگوں کے لئے غیر اسلامی علاقوں میں رہنا باعث اجر و ثواب ہو سکتا ہے۔

مثلاً یہ کہ ان کے رہنے سے عام مسلمانوں کو قوت و شوکت نصیب ہوتی ہو، پریشانیوں کے وقت ان کی مدد و حمایت حاصل ہوتی ہو ان کے علم و فضل سے بلادِ کفر میں اسلام کی تعلیمات کی اشاعت ہوتی ہو۔ اور ان کے تقویٰ و طہارت ان کی نیک نفسی اور پاک باطنی اور ان کے مضبوط کیریکٹر اور ان کے اعلیٰ اخلاق سے غیر مسلموں کے قلوب اسلام کے لئے مسخر ہوتے ہوں۔

چنانچہ عصرِ حاضر کے مشہور مفسر علامہ عبدہ المصری لکھتے ہیں:۔

واما المقیم فی دار الکافرین ولکنہ لا یمنع ولا یؤذی اذا ھو عمل بدینہ بل یمکنہ ان یقیم جمیع احکامہ بلا نکیر فلا یجب علیہ ان یھاجر وذالک کالمسلمین فی بلاد الانکلیز لھذا العھد۔ بل ربما کانت الاقامۃ فی دار الکفر سببا لظھور محاسن الاسلام واقبال الناس علیہ

(لیکن جو شخص کافروں کے ملک میں مقیم ہے لیکن اس کو اپنے دین پر عمل کرنے سے نہ روکا جاتا ہے اور نہ اذیت دی جاتی ہے۔ بلکہ اس کو بلا روک ٹوک تمام دینی احکام پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ وہاں سے ہجرت کرے۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں انگریزی علاقہ میں مسلمان رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات دار الکفر میں قیام اسلام کی خوبیوں کے پھیلنے اور غیر مسلموں کے اس کی طرف مائل ہونے کا سبب بن جاتا ہے) (تفسیر المنار ج۵ ص۳۵۵)

هَاجَرُوْا:۔ انھوں نے ہجرت کی۔ مُھَاجَرَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

هَاجَرْنَ:۔ انھوں نے ہجرت کی۔ مُھَاجَرَۃ سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

ھَادُوْا :- وہ یہودی ہوئے۔ ھَوْدٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

ھَادِیْ :- رہنما۔ ہدایت کرنے والا۔ ھِدَایَتٌ سے اسم فاعل واحد مذکر جمع ھُدَاۃٌ۔

ھٰذَا :- یہ (اسم اشارہ مذکر)

ھٰذَانِ :- یہ دو (اسم اشارہ تثنیہ مذکر بحالت رفعی)۔

ھٰذِہٖ :- یہ (اسم اشارہ واحد مؤنث)۔

ھَارٍ :- گرنے والا قریب بہ انہدام۔ ھَوْرٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں ھَاوِرٌ تھا۔ قلب کرکے ھَارِوٌ ہوا۔ پھر تعلیل کرکے ھَارٍ ہوگیا۔

ھَارُوْتُ :- یہودیوں کے گمان کے مطابق ایک فرشتہ کا نام اکثر علماء یہود کتاب الٰہی۔ توریت کو پس پشت ڈالکر سحر اور جادو میں لگ کر دنیا کماتے تھے اور اپنے فعل کو جائز قرار دینے کے لئے "جادو" کو ملکوتی علم بتلایا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں دو باتیں خاص طور سے ذکر کرتے ایک یہ کہ سلیمان علیہ السلام جو جن و انس پر حکمرانی کرتے تھے تو ان کے پاس جادو کی قوت ہی تھی جس کے ذریعہ انھوں نے جنوں اور بھوتوں کو بھی اپنا تابع کرلیا تھا۔ دوسرے یہ کہ خداوند تعالیٰ نے شہر بابل میں ہاروت و ماروت دو فرشتے خاص اس غرض سے بھیجے تھے کہ وہ لوگوں کو اس علم کی تعلیم دیں۔ قرآن کریم میں ان کے اس بے فروغ دروغ کی قلعی کھولدی گئی اور تصریح فرمادی گئی کہ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ (سلیمان نے کفر نہیں کیا۔ یعنی جادو کفر ہے اور سلیمان نبی تھے ان کا دامن اس نجاست سے کس طرح ملوث ہو سکتا تھا۔ اور وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ (اور نہ ہی بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اللہ کی طرف سے جادو نازل کیا گیا) کذا قال المحققون من المفسرین (ش ا)

ھَارُوْنُ :- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی ہارون بن عمران بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

حضرت موسیٰ سے عمر میں تین سال بڑے تھے، کوہ طور کی وادی مقدس "طویٰ" میں جب حضرت موسیٰ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا گیا۔ اور فرعون کو راہ ہدایت دکھانے اور بنی اسرائیل کو اس کے پنجہ ظلم سے چھڑانے کا اہم کام ان کے سپرد کیا گیا تو انھوں نے خداوند قدوس سے درخواست کی کہ اے خدا :-

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هَارُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ

(میرے خاندان میں سے ایک شخص کو میرا
مددگار بنا وہ میرا بھائی ہارون ہو، جو ہمت دین
میں میرا قوتِ بازو و شریک کار ہو)

یہ سفارش قبول ہوئی اور حضرت ہارون
کو بھی دولتِ نبوت سے سرفراز کیا گیا اور کار نبوت
و خلافت میں حضرت موسیٰ کا معین و مددگار بنایا گیا

وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ
نَبِيًّا (اور بخشا ہم نے اس کو اپنی رحمت سے اسکے
بھائی ہارون کو نبی بنا کر) حضرت عائشہ سے مروی
ہے کہ دنیا میں کسی بھائی نے اپنے بھائی کے لیے
اس سے بہتر سفارش نہیں کی جو حضرت موسیٰ نے
حضرت ہارون کیلئے کی۔ (ابن کثیر)

حضرت ہارون اس وقت سے مرتے دم تک
حضرت موسیٰ کے رفیق و معین اور یار و مددگار رہے۔

حضرت موسیٰ غرق فرعون کے بعد جب توریت
لینے کوہِ طور پر گئے تو حضرت ہارون ہی کو بنی اسرائیل
کا نگراں بنا گئے۔ ادھر بنی اسرائیل نے سامری
کے بہکانے پر گوسالہ پرستی شروع کر دی حضرت
ہارون نے ہر چند سمجھایا مگر ان کی ایک نہ سنی۔
جب حضرت موسیٰ واپس آئے تو انھیں بنی اسرائیل
کی اس حماقت و جہالت پر سخت طیش آیا اور اس
شبہ میں کہ شاید انھوں نے تعلیم و تفہیم میں پوری
کوشش نہیں کی۔ حضرت ہارون کے سر کے بال
پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔

حضرت ہارون نے موسیٰ علیہ السلام سے
کہا "اے میرے ماں جائے بھائی" میں نے ان کو
سمجھانے بجھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر
انھوں نے میری کچھ حقیقت نہ سمجھی۔ بلکہ مجھے قتل
کرنے کا ارادہ کرنے لگے۔ اب آپ مجھ پر سختی
کرکے ان کو مجھ پر ہنسنے کا موقعہ نہ دیجئے۔ اور
مجھے ان کے جرم میں شامل نہ کیجئے"

حضرت موسیٰ کا غیظ و غضب جو بغض فی اللہ
میں افراط کا نتیجہ تھا جب کم ہوا تو انھیں اپنی لغزش
کا احساس ہوا ہر چند کہ ہارون انتظامی حیثیت
سے ان کے نائب تھے پھر بھی وہ ایک نبی تھے اور
اور ان کے بڑے بھائی۔ انھوں نے دعا کی کہ
"اے اللہ میری اس لغزش کو معاف کر اور میرے
بھائی سے اگر کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو اسے بھی
معاف کر اور ہم دونوں کو اپنی رحمت کے سائے
میں لے لے کہ تو ارحم الراحمین ہے"

توریت کے سفر خروج کی فصل ۳۲ میں
بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کی ساری ذمہ داری
حضرت ہارون پر ڈالدی گئی ہے۔ بلکہ کہا گیا ہے
کہ خود حضرت ہارون نے ان کو گوسالہ کی مورتی
گھڑ کر دی۔

قرآن کریم نے جہاں کتب قدیمہ کی دوسری

تحریفات اور انبیاء کرام سے متعلق ان کے بیہودہ الزامات کی تصحیح کی ہے وہاں حضرت ہارون کے دامنِ نبوت کو بھی اس بہتان کے داغ سے صاف کر دیا ہے۔ (تفسیر المنار ص ۲۱۹)

حضرت ہارون علیہ السلام نے میدانِ تیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال پہلے وفات پائی۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھو موسیٰ)

سورہ مریم میں حضرت مریم کو اختِ ہارون (ہارون کی بہن) کہا گیا ہے تو یہ اس لئے کہ حضرت مریم حضرت ہارون ہی کی نسل سے تھیں۔ (اگرچہ دونوں کے درمیان ایک ہزار سال کی مدت ہے) گویا اخت ھارون سے اخت قوم ھارون (قوم ہارون کی لڑکی) مراد ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ ہارون حضرت مریم کے حقیقی یا رشتہ کے بھائی کا نام تھا اور وہ نیک سیرت و پاک طینت تھے۔ گویا ہارون کی طرف نسبت کا مقصد حضرت مریم کو شرمانا اور بزعم خویش ان کی ناروا حرکت پہ تعجب کا اظہار کرنا تھا۔ (بیضاوی ص ۲)

هٰكَذَا :- اسی طرح (اسم کنایہ ہے)

هَالِكٌ :- فنا ہونے والا۔ مٹنے والا۔ ھلاک سے اسم فاعل واحد مذکر۔

هَالِكِيْنَ :- ہلاک ہونے والے۔ ھلاک سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔

هَامَان :- فرعون کا وزیر و مشیر جو حضرت موسیٰ کے مقابلہ و مجادلہ میں اس کا دست راست بنا رہا۔ خداوند قدوس سے (بزعم خود) مقابلہ کرنے کے لئے فرعون نے اسی کو ایک بلند محل تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔

هَامِدَةٌ :- بے گھاس کی زمین۔ مُردہ زمین ھُمُود سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

هَاوِيَةٌ :- دوزخ۔ گرنے والی۔ بمعنی اول علم اور غیر منصرف ہے اور بمعنی ثانی ھُوِیّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

آیتِ کریمہ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (باقی رہا وہ شخص جس کے اعمالِ حسنہ وزن میں ہلکے ہوئے تو اس کی جگہ ھاویہ ہے) میں ھَاوِيَة کی دونوں طرح تفسیر کی گئی ہے۔

بصورتِ علمیت دوزخ کو ھَاوِيَہ بمعنے عمیقہ کہا گیا ہے اور اُمّ کنایہ ہے ملجا و ماویٰ سے یعنی اس کا شخص ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جس طرح کہ بچے کا ٹھکانا اس کی ماں کی گود ہوتی ہے۔

اور دوسری صورت میں دو توجیہیں ہیں

(۱) اُمّ سے مراد اُمّ الراس (کھوپڑی یا دماغ) ہے مطلب یہ ہے کہ دوزخی دوزخ میں سر کے بل گریں گے۔

(۲) کنایہ ہے ہلاکت و بربادی سے کیونکر جب کسی بدنصیب ماں کا بیٹا مر جاتا ہے تو وہ مامتا کی ماری پچھاڑ کھا کر گرتی ہے۔ اس اعتبار سے هَوَتْ اُمُّهٗ کا استعمال بمعنی هَلَكَ و مَاتَ ہونے لگا۔

صاحب کشاف نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ (تفسیر کبیر و کشاف) (ش ا)

هٰهُنَا :۔ اس جگہ۔ یہاں (اسم ظرف)

هَبْ :۔ تو بخش۔ تو عطا کر۔ وَهْب سے امر واحد مذکر حاضر۔

هَبَاءٌ :۔ غبار کا ریزہ جو روشندان میں دھوپ کے اندر ناچتا ہوا نظر آتا ہے۔

هَجْرًا :۔ چھوڑنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

هَدٌّ :۔ دھم سے گر جانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

هُدًى :۔ رہنمائی۔ ہدایت۔ راہ دکھانا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر و اسم مصدر۔

هَدٰى :۔ اس نے ہدایت دی۔ رہنمائی کی۔ هِدَايَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

هِدَايَة ۔ هُدًى :۔ راہ دکھانا۔ رہنمائی۔ توفیقِ خداوندی باب ضرب سے مصدر و اسم مصدر

ہدایت کی تعریف اور اس کی قسموں کا بیان

امام راغب اصفہانی کی تصریحات کی روشنی میں لفظ اِهْدِ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ یہاں ہم اقسام

ہدایت سے متعلق علامہ محمد عبدہ مصریؒ کے ارشادات کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو ہدایت مرحمت فرمائی ہے اس کی چار قسمیں یا چار مرتبے ہیں جن سے وہ درجہ بدرجہ سعادت کی منزلیں طے کرتا ہے۔

(۱) ہدایت وجدانِ طبعی۔ یہ ہدایت کا پہلا درجہ اور فطرت کا وہ الہام ہے جو پیدا ہوتے ہی بچہ کی دستگیری کرتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بچہ دنیا میں آنکھیں کھولتے ہی بھوک کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے اور محض اپنی فطرت کے تقاضہ سے رو کر غذا کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور جیسے ہی ماں کا پستان اس کے ہونٹوں کو مس کرتا ہے وہ اپنی فطرت کے اسی غیر محسوس اشارہ پر اسے منہ میں لیکر چوسنے لگتا ہے۔

(۲) ہدایت حواس :۔ یہ ہدایت کا دوسرا درجہ ہے اسی سے انسان دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے اور چھونے کی قوتیں پاتا ہے۔ حیوانی زندگی میں یہ درجہ پہلے درجہ کی تکمیل کرتا ہے۔ ان دونوں مراتب ہدایت میں انسان کے ساتھ حیوان بھی شریک ہے ...... بلکہ اس کا حصہ کچھ زیادہ ہی ہے۔ کیونکہ حیوان کے وجدان و حواس پیدائش کے بعد بہت جلد مکمل ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کے

بتدریج تکمیل کی منزل طے کرتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ انسان کا بچہ کچھ دن تک نہ تو اچھی طرح دیکھ سکتا ہے اور نہ سُن سکتا ہے پھر دیکھتا ہے لیکن نظر کے قصور کے سبب فاصلہ کا صحیح اندازہ نہیں کر پاتا۔ چنانچہ کبھی چاند کو اپنی گود میں لینے کے لئے اپنے ہاتھوں کو پھیلا دیتا ہے۔ برخلاف حیوان کے بچہ کے کہ وہ پیدا ہوتے ہی اپنے حواس سے صحیح طور پر کام لینے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(۳) ہدایتِ عقل:۔ یہ ہدایت کا تیسرا درجہ ہے جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مدنی الطبع بنایا ہے۔ انسان کی تمدنی زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اول الذکر ہدایت کے دونوں مرتبے کافی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت کے بلند تر درجہ پر فائز فرمایا۔ جسے ہدایتِ عقل کہتے ہیں۔ یہ ہدایت حواس و مشاعر کی غلطیوں کا پردہ چاک کرتی ہے اور محسوسات سے آگے بڑھ کر نظریات کی پُرپیچ وادی میں اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ مثلاً دور کی چیز انسان کو چھوٹی نظر آتی ہے۔ صفراوی میٹھی چیز کو کڑوا محسوس کرتا ہے اسی طرح پانی کی تہ میں سیدھی لکڑی ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے۔ تو یہ عقل ہی ہے جو انسان کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتی ہے۔

اور جو اس کی غلطی کی وجوہ بھی ظاہر کرتی ہے۔

(۴) ہدایتِ دین:۔ یہ ہدایت کا آخری درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ کاملہ سے انسان کو کرامت فرمایا ہے جس طرح حواس کی غلطیوں کو عقل کی مدد سے دور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح عقل کی لغزشوں کے لئے بھی دین کے سہارے کی ضرورت ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان رہوارِ عقل کو اپنی ذاتی اور نوعی صلاح و فلاح کی منزلیں طے کرنے کے لئے استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ نفسانی خواہشوں اور مادی کام جوئیوں کی گھاٹیوں میں اسے دوڑانے لگتا ہے۔

پھر نفسانی خواہشوں کا میدان تو بہت وسیع ہے۔ وہ ساری دنیا کا خون کھینچکر اپنی مجلسِ عیش کی رنگینیوں میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اس طرح دنیا قتل و غارت اور تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتی ہے۔

خواہشاتِ نفسانی کی اندھیاری گھاٹیوں میں عقلِ انسانی کی اس غلط روی کو روکنے کے لئے ہدایتِ دین کا ہاتھ آگے بڑھتا ہے۔ وہ اس کی لگام تھام لیتا ہے اور اسے ہلاکت کے راستہ سے ہٹا کر سعادت کے راستہ پر ڈال دیتا ہے۔

علاوہ ازیں انسان طبعی طور پر اپنے دل کے

پردوں پہ ایک غیبی طاقت کا اقتدار محسوس کرتا ہے جو سارے عالم کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہے۔ نیز وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہے جہاں اسے اس اقتدارِ غیبی کے سامنے اپنے اعمال و افعال کی جوابدہی کرنی ہے۔

پھر یہ اسے کس طرح معلوم ہو کہ قادرِ مطلق کے اس کی ذات پر حقوق کیا ہیں جنہیں ادا کرکے وہ اس کی رضا و رحمت اور حیاۃ آخرت کی فلاح و سعادت حاصل کر سکتا ہے۔ بلاشبہ یہ کام بھی "ہدایتِ دین" ہی کا ہے۔

قرآن کریم نے جا بجا ان ہدایتوں کا ذکر کیا ہے۔ منجملہ دیگر آیات کے یہ آیت ہے:۔

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (ہم نے انسان کو سعادت اور شقاوت کے دونوں راستے دکھا دئیے) تو یہاں ہدایت کی جملہ اقسام مذکورہ مراد ہیں۔

(۵) لیکن ابھی ہدایت کی ایک قسم اور باقی ہے یہ وہ ہدایت ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (یہ پیغمبر وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت سے نوازا ہے تو تو اے سننے والے ان کی ہدایت کی پیروی کر) یہاں ہدایت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ اعانت و توفیق ہے جو سعادت کی منزلیں طے کرتے ہوئے ان رہروانِ حق کے شاملِ حال رہی۔

اور چونکہ حواس اور عقل کے استعمال، اور دین کے فہم میں انسان سے بتقاضائے بشریت غلطی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اسے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ یہ دعا تعلیم فرمائی گئی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (اے ہمارے پروردگار ہمیں سیدھی راہ دکھا اور اپنی تائیدِ غیبی سے ہماری دستگیری کر!) کہ یہاں بھی ہدایت سے مراد وہ رہنمائی ہے جس کے ساتھ توفیقِ الٰہی شامل ہو۔ (تفسیر المنار ج ۱ ص ۶۵ ملخصاً)

هُدِّمَتْ :۔ وہ منہدم کی گئی۔ گرا دی گئی۔ تَهْدِيْم سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

هُدْنَا :۔ ہم نے رجوع کیا (مع صلہ اِلَى)، هَوْدٌ سے ماضی جمع متکلم۔

هُدُوْا :۔ ان کو ہدایت کی گئی۔ ان کی رہنمائی کی گئی۔ هِدَايَة سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

هُدْهُد :۔ ایک پرندہ جس کے سر پہ تاج ہوتا ہے۔

هَدْی، هَدِیّ :۔ قربانی کا جانور جو مکہ مکرمہ بھیجا جائے۔ واحد هَدْيَة و هَدِيَّة علی الترتیب

هُدِیَ :۔ اس کو راہ بتائی گئی۔ هِدَايَة سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

هَدَيْتَ :۔ تو نے ہدایت کی۔ هِدَايَة سے

ماضی واحد مذکر حاضر۔

هَدِيَّةٌ :۔ تحفہ۔ سوغات۔ جمع هَدَايَا۔

هَدَيْنَا :۔ ہم نے راہ بتادی۔ ہم نے ہدایت کی هِدَايَةٌ سے ماضی جمع متکلم۔

هَرَبٌ :۔ بھاگنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

هَزْلٌ :۔ بے ہودہ بات۔ ہنسی کی بات۔ مصدر بمعنے مفعول۔

هَزَمُوْا :۔ انھوں نے شکست دی۔ هَزْمٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

هُزُوٌ :۔ مذاق۔ وہ جس سے مذاق کیا جائے۔ ہنسی کی چیز۔ مصدر بمعنی مفعول۔

هُزِّيْ :۔ تو ہلا۔ حرکت دے۔ هَزٌّ سے امر واحد مؤنث حاضر۔

هَشِيْمٌ :۔ روندا ہوا۔ پامال شدہ۔ چورا۔ هَشْمٌ سے فَعِيْلٌ بمعنے مفعول۔

هَضْمٌ :۔ توڑنا۔ مجازاً۔ ظلم باب ضَرَبَ کا مصدر۔

هَضِيْمٌ :۔ ٹوٹا ہوا۔ ملائم۔ هَضْمٌ سے فَعِيْلٌ بمعنی مفعول۔

قرآن کریم میں ہے۔ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ (اور کھجوروں میں جن کا گابھا ملائم ہے) تو یہاں هَضِيْم صفت بمعنے مَهْضُوْم (ٹوٹا ہوا) ہے۔ جو چیز ٹوٹی ہوئی ہوتی ہے وہ ملائم ہوتی ہے اس لئے ملائم کے معنی ہوئے۔ یا یہ معنی ہیں کہ اس کے مختلف حصے ٹوٹ کر ایک دوسرے میں گھس گئے ہیں۔

هَلْ :۔ کیا۔ آیا۔ بے شک۔ (حرف استفہام و تحقیق بمعنے قد)

هَلَكَ :۔ وہ ہلاک ہوا۔ ضائع ہوا۔ مرگیا۔ مٹ گیا۔ هَلَاكٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

هَلُمَّ :۔ تم آؤ۔ تم لے آؤ (اسم فعل)

هَلُوْعٌ :۔ بے صبرا۔ جی کا کچا۔ کمزور ارادہ والا۔ هَلَعٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔

هُمْ :۔ وہ سب (ضمیر مرفوع و منصوب مجرور جمع مذکر غائب)۔

هَمَّ :۔ اس نے ارادہ کیا۔ اس نے فکر کیا هَمٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

هَمٌّ کے معنی ہیں لغت میں مقاربة فعل تعارض فيه المانع والمقتضى، فلم يقع لرجحان المانع (کسی ایسے کام کی طرف بڑھنا جس کے مانع اور مقتضی دونوں موجود ہوں۔ لیکن مانع کے غالب آجانے کی وجہ سے اسے نہ کرسکتا ہو) هَمٌّ کا تعلق کسی عمل کے ساتھ ہوتا ہے اشخاص و اعیان کے ساتھ نہیں ہوتا۔

قرآن کریم میں ہے۔ هَمُّوْا بِإِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ یعنی کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

مکہ معظمہ سے نکال باہر کرنے کا قصد کیا۔ مگر اس خیال سے کہ دوسرے شہروں کے باشندے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیلیں گے اور پھر آپ کی طاقت بڑھ جائے گی وہ اس کام کو نہ کر سکے۔

سورہ یوسف میں زلیخا کے حضرت یوسف علیہ السلام کے جمالِ جہاں آرا پر مفتوں اور بیخودیِ شوق میں جذباتِ نفسانی سے مغلوب ہو کر تنہائی میں انھیں دعوتِ وصل دینے اور حضرت یوسف کے بڑی اولو العزمی اور بے پروائی کے ساتھ اسے ٹھکرا دینے کے ذکر کے بعد فرمایا گیا ہے:- لَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ - علامہ عبدہ المصری نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے:-

کہ زلیخا جس کی شان یہ تھی کہ وہ مطلوب محبوب ہو نہ کہ طالب و محب، جب اس نے اپنے غرورِ حسن کی یہ پامالی اور جذبۂ محبت کی یہ ناکامی دیکھی تو وہ بھی اپنے ایک زر خرید غلام کی طرف سے جس کا فرض تھا کہ وہ اس کے ہر اشارۂ ابرو پر اپنا سر خم کرے تو وہ آگ بگولا ہو گئی۔ اور هَمَّتْ (بالبطش) یہ اس نے یوسف کو مارنے کا ارادہ کیا اور هَمَّ (بالبطش) بِهَا اور یوسف نے بھی جوشِ پاسِ عصمت میں زلیخا کو مارنے کا ارادہ کیا۔ اور اگر وہ خداوند قدوس کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین کامل جو صدیقیت کا مرتبہ ہے۔ یا نورِ نبوت کی شعاعیں اپنے دل میں جلوہ گر نہ پاتے جو ہر لغزش سے ان کا قدم تھامنے کی ضامن تھیں، تو زلیخا سے اُلجھ بیٹھتے

(تفسیر المنار ص ۱۱/۲۷۴)

علامہ عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ "عورت (زلیخا) نے پھانسنے کی فکر کی اور اس (یوسف) نے فکر کی کہ عورت کا داؤ نہ چلنے پائے۔ اگر وہ اپنے رب کی حجت و قدرت کا معائنہ نہ کرتا تو ثابت قدم رہنا مشکل تھا۔

ان دونوں تشریحات میں لَوْلَا أَنْ رَّأَىٰ کا جواب مقدر مانا گیا ہے۔ مگر بعض مفسرین نے هَمَّ بِهَا کو هَمَّتْ بِهِ سے علیحدہ کر کے اسے لولا کا جواب مقدم مانا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوتے ہیں کہ "زلیخا نے یوسف کے وصال کا ارادہ کیا۔ اور یوسف بھی یہ ارادہ کر لیتا اگر اپنے رب کے بُرہان کو نہ دیکھ لیتا۔ مگر چوں کہ اس نے برہانِ رب کو دیکھ لیا تھا اس لئے اس فعلِ شنیع کا واہمہ بھی ان کے دل میں پیدا نہ ہو سکا"

اس کے علاوہ بھی دوسری تشریحات کی گئی ہیں۔ مگر وہ مقامِ نبوت کی عظمت و جلالت سے گری ہوئی ہیں۔

هُمَا:- وہ دو (ضمیر مرفوع و منصوب و مجرور تثنیہ

مذکر و مؤنث غائب)۔

هَمَّاز:- بہت طعنہ کرنے والا۔ بہت غیبت کرنے والا هَمْز سے مبالغہ کا صیغہ۔

هَمَّتْ:- اس نے ارادہ کیا۔ هَمٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔ (دیکھو هَمٌّ)

هَمَزَات:- وسوسے۔ شیطانی خیالات۔ واحد هَمَزَة۔

هُمَزَة:- طعن کرنے والا۔ عیب نکالنے والا۔ هَمْز سے مبالغہ کا صیغہ۔

هَمْس:- ہلکی آواز۔ قدموں کی کھسکھساہٹ

هَمُّوا:- انھوں نے ارادہ کیا هَمٌّ سے ماضی جمع مذکر غائب (دیکھو هَمٌّ)

هُنَّ:- وہ سب عورتیں (ضمیر مرفوع ومنصوب ومجرور جمع مؤنث غائب)

هُنَالِكَ:- وہاں۔ اس وقت۔ اس موقعہ پہ

هَنِيْءٌ:- رچتا پچتا۔ زود ہضم۔ خوشگوار هَنَاءَة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

هُوَ:- وہ (ضمیر مرفوع منفصل واحد مذکر غائب)

هَوٰى:- وہ گرا۔ هُوِيٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

هَوَاى:- خواہش نفس۔ جمع اَهْوَاء۔ هَوًى در اصل باب سمع سے چاہنے اور محبت کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ لیکن یہ مادہ گھٹیاپن اور نقص وسقوط پر دلالت کرتا ہے چنانچہ هَاوِيَة دوزخ کا نام ہے۔ هُوِيٌّ کے معنی سُقُوْطٌ (گرنا) کے آتے ہیں۔ پس نفس جب معالی امور سے روگردانی کرے اور خسیس وادنیٰ درجہ کی چیزوں کی طرف ملتفت ہو تو اس کی یہ کیفیت هَوٰی ہے یعنی هَوَى نفسِ امارہ کی صفت ہوئی۔ چنانچہ قرآن کریم میں هَوٰی کا استعمال امورِ دنیہ وخسیسہ کے متعلق ہی ہوا ہے

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۶۹۹)

هُوْد:- ایک قدیم پیغمبر (علیہ السلام) کا اسم گرامی یہ قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ جو بلادِ احقاف میں اقامت گزیں تھی اور قد وقامت قوت وطاقت اور نفوذ واقتدار میں اپنے زمانہ کی تمام دوسری قوموں میں سے بڑھی چڑھی تھی۔ (دیکھو لفظ عاد)

طاقت وسلطنت نے جب ان لوگوں کو سرمست غفلت بنا دیا اور انھوں نے اپنے منعمِ حقیقی کو بھلا کر اپنے فرضی معبودوں کے آگے سر جھکا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان ہی کی قوم میں سے حضرت ہود علیہ السلام کو دعوتِ حق کیلئے مبعوث فرمایا۔ حضرت ہود ایک شریف، وجیہہ اور گھنی داڑھی والے بزرگ تھے انھوں نہایت شفقت ومحبت کے ساتھ انھیں سمجھایا کہ اپنے فرضی معبودوں

زهمود ادرهتاں کو جنہیں تم نے برباد شدہ قوم نوح کی باطل پیروی میں اپنا خداوند بنا رکھا ہے چھوڑو اور خدائے واحد کے سوا جس کا مثل کوئی دوسرا نہیں ہے۔ کسی کی چوکھٹ پر اپنی گردن نہ جھکاؤ۔ تم خدا کے غضب سے ڈرو اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو۔ تم اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات یاد کرو۔

اس نے قوم نوح کی بربادی کے بعد تمہیں زمین کا وارث بنایا۔ اس نے تم کو جسمانی ڈیل ڈول اور سیاسی قوت و طاقت دی ہونا یہ چاہیئے تھا کہ تم اس کے احسانات کا شکر ادا کرتے مگر تم نے اس کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے نام نہاد بتوں کو اپنا خدا بنالیا اور خدا اور اس کے احکام کو چھوڑ بیٹھے تم نے مخلوقِ خدا کو اپنے جسمانی و سیاسی طاقت کے بل بوتے پر کچلنا شروع کر دیا اور شاندار عمارتیں دلکش باغات اور فرحت افزا نہریں بنا کر گلچھرے اڑانے اور بادۂ عشرت کے ساغر چھلکانے لگے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ فانی زندگی ہمیشہ رہے گی۔ تمہیں موت نہ آئے گی۔ اور تمہیں خداوند جل و علیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اعمالِ بد کی جوابدہی کرنی نہ ہو گی۔

مگر قوم عاد نے انتہائی نخوت و غرور کے ساتھ جواب دیا:۔

ہم سے زیادہ طاقت و قوت کا مالک اور کون ہے؟ ہم کیوں نہ اسے استعمال میں لائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ہمیں ہماری من مانی کرنے سے کون روک سکتا ہے؟

باقی رہا خدا اور اس کی جزا و سزا کا معاملہ تو یہ سب پرانے ڈھکوسلے ہیں۔ مرنے اور خاک میں ملجانے کے بعد پھر کوئی کیسے زندہ ہو سکتا ہے۔ جو کچھ ہے یہ دنیوی زندگی ہی ہے اور بس۔ تم ہم جیسے انسان ہی تو ہو۔ پھر خود کو خدا کا پیغمبر کیسے بتاتے ہو اور خدا کے نام پر بہتان اٹھاتے ہو؟ دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا دیدہ و دانستہ جھوٹ بولتے ہو یا بیوقوف ہو۔

حضرت ہود نے انتہائی دلسوزی کیساتھ فرمایا:۔

اے قوم میں بے وقوف نہیں ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں خدا کا پیغام ہی تم کو پہنچا رہا ہوں اور نہایت دیانتداری کے ساتھ تمہیں وہ بات بتا رہا ہوں جو تمہارے لئے سود مند ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پہ اللہ کا عذاب نازل نہ ہو۔

مگر قوم عاد اپنی سرکشی اور نافرمانی پر اڑی رہی اور انہوں نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہا:۔

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ
(اے ہود اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا تم ذکر کرتے ہو اسے لے آؤ) آخر غیرتِ خداوندی کو حرکت ہوئی۔ سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چلتے رہے اور قومِ عاد کے افراد جنھیں اپنی طاقت و قوت پر ناز تھا کھجور کی کھوکھلی جڑوں کی طرح پچھڑ اور بکھر کر رہ گئے۔

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (لیکن عاد سو وہ برباد ہوئے ٹھنڈی سنسناتی ہوا سے جس پر کسی کا قابو نہ چلتا تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط رکھا۔ تمہارے سامنے وہ منظر ہو تو تم دیکھو کہ قومِ عاد اس میں کھجور کی کھوکھلی جڑوں کی طرح پچھڑی پڑی ہے)

قومِ عاد اس طوفانِ عذاب میں جب گھری ہوئی تھی تو حضرت ہود مومنین کی ایک مختصر جماعت کو لئے ایک باڑہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی ہوا کو جو کافروں کے سر کو جسم سے جدا کر رہی تھی۔ ان کے لئے رحمت و راحت کا سامان بنا دیا تھا۔

قوم کی بربادی کے بعد حضرت ہود (علیہ وعلی نبینا السلام) حضرموت کی طرف چلے گئے اور ایک قول کے مطابق وہیں زندگی کے باقی ایام گذارے اور وہیں دفن ہوئے۔

حافظ ابنِ کثیر نے بحوالہ محمد بن اسحٰق حضرت علی کا ایک اثر نقل کیا ہے کہ آپ نے حضرموت کے ایک شخص سے فرمایا کہ تم نے حضرموت کی فلاں مقام پر سرخ مٹی کا ایک ٹیلہ دیکھا ہے جس پر بہت سے بیری اور جھاڑ کے درخت ہیں۔ حضرمی نے جواب دیا "جی ہاں وہ بالکل ایسا ہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ" اس جگہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔" (تفسیر ابنِ کثیر ج ۲ ص ۲۲۶)

ابنِ عساکر نے حضرت ابنِ عباس کا ایک اثر نقل کیا ہے کہ ہود پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے عربی زبان میں گفتگو کی۔ (تفسیر المنار ص ۴۹۴)

هُودٌ :۔ یہودی لوگ۔ (ھَائِد کی جمع)

هُونٌ :۔ ذلت و خواری۔

هَوْنٌ :۔ آہستگی۔ وقار۔ بردباری۔

هِيَ :۔ وہ (ضمیر مرفوع منفصل واحد مؤنث غائب)

هَيِّئْ :۔ تیار کر۔ تَهْيِئَةٌ سے امر واحد مذکر حاضر

هَيْئَةٌ :۔ شکل۔ صورت۔ ہیکل۔

هَيْتَ لَكَ :۔ تو آجا۔ جلدی کر۔ هَيْتَ اسم فعل ہے۔ اور لَكَ بیان مخاطب کے لئے اضافہ ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ لفظ عربی

قرآنِ کریم نے اسلوبِ بیان میں ثقاہت و نزاہت کو قائم رکھنے کے لئے اس لفظ کو زلیخا کے "عرضِ مدعا" کے لئے استعمال کیا۔ (تفسیر للمنار)

هِيْم :۔ پیاسے (اونٹ) هُيَام سے صفت مشبہ جمع مذکر و مؤنث واحد اَهْيَم (مذکر) وهَيْمَاء (مونث)۔

هَيِّن :۔ آسان۔ هَوْن سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

هِيَهْ :۔ وہ۔ (هِيَ) کے آخر میں ہائے سکتہ لگ گئی ہے۔

هَيْهَاتَ : بعید ہے۔ ناممکن ہے۔ (اسم فعل)

ی

ی :۔ تو (ضمیر مرفوع واحد مؤنث حاضر) جیسے اِرْجِعِيْ (تو لوٹ جا) مجھ کو۔ میرا (ضمیر منصوب و مجرور واحد متکلم) جیسے جَعَلَنِيْ (مجھ کو بنایا) اور قَمِيْصِيْ (میرا کرتہ) کبھی حذف بھی ہو جاتی ہے اور کسرۂ ماقبل علامت کے طور پر رہ جاتا ہے۔ جیسے لِيَ دِيْنِ (میرے واسطے میرا دین) کہ اصل میں دِيْنِيْ تھا۔

يَا :۔ اے (حرف ندا)۔

يَا اَيُّهَا :۔ اے (ندا برائے مذکر معرف باللام)

يَا اَيَّتُهَا :۔ اے (ندا برائے مؤنث معرف باللام)

(لا) يَأْبَ :۔ وہ انکار نہ کرے اِبَاء سے نہی واحد مذکر غائب مجزوم۔ اصل میں يَأبِيْ تھا۔

يَابِس :۔ خشک۔ سوکھا۔ يُبْس سے اسم فاعل واحد مذکر۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (الانعام ۷)۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس علم غیب کے خزانے ہیں وہی ان سے واقف ہے۔ میدانوں اور سمندروں میں جو کچھ ہے وہ سب جانتا ہے۔ درخت کی شاخ سے جھڑ کر جو ہلکا سا پتہ زمین پر گرتا ہے اور اوپر ہی پڑا رہ جاتا ہے۔ یا جو چھوٹا سا دانہ ٹوٹ کر زمین کی تاریکیوں میں گم ہو جاتا ہے یا کوئی اور خشک یا تر چیز جو مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتی ہے یا زمین میں جذب ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ اس کا علم سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر بات اس نے لوحِ محفوظ میں پہلے لکھ دی ہے۔ کتابِ مُبین سے اگر علم الٰہی مراد لیا جائے تو اِلَّا يَعْلَمُهَا سے اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ بدل الکل ہوگا اور اگر لوحِ محفوظ مراد

لی جائے تبدیل الاشتغال۔

یَابِسَات :۔ سوکھی، خشک۔ یُبْس سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد یَابِسَہ۔

یَأْتِ :۔ وہ آئے گا۔ وہ آجائے (بصلہ ب) وہ لائے گا۔ اِتیان سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

(لم) یَأْتِ :۔ نہیں آیا۔ نہیں معلوم ہوا۔ مضارع واحد مذکر غائب نفی جحد۔

(لمّا) یَأْتِ :۔ ابھی تک نہیں آیا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ نفی جحد مؤکد۔

(لا) یَأْتَلِ :۔ وہ قسم نہ کھائے۔ اِیتلاء سے نہی واحد مذکر غائب۔

یَأْتَمِرُوْنَ :۔ وہ مشورہ کرتے ہیں۔ اِیتمار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَأْتُوْا :۔ وہ آئیں گے۔ وہ آئیں۔ وہ آجائیں۔ (بصلہ ب) وہ لے آئیں اِتیان سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

(لم) یَأْتُوْا :۔ وہ نہیں آئے (بصلہ ب) وہ نہیں لائے۔ مضارع نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَأْتُوْنَ :۔ وہ آتے ہیں۔ وہ حاضر ہوتے ہیں۔ وہ آئیں (بصلہ ب) وہ لاتے ہیں۔ وہ ادا کرتے ہیں۔ اِتیان سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَأْتِیْ :۔ وہ آتا ہے۔ وہ آئے گا۔ وہ آئے۔ (بصلہ ب) وہ لاتا ہے۔ وہ لائے گا۔ اِتیان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَأْتِیَانِ :۔ (بصلہ ب) وہ ارتکاب کریں۔ اِتیان سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

یَأْتِیْنَ :۔ وہ آجائیں گی۔ وہ آتی ہیں۔ (بصلہ ب و بلا صلہ) وہ لاتی ہیں۔ اِتیان سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَأْتِیَنَّ :۔ وہ آجائے۔ مضارع واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔

(لَ) یَأْتِیَنَّ :۔ وہ ضرور آئے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَأْجُوْج :۔ یاجوج و ماجوج، دو وحشی اور غارتگر قوموں کے نام۔

یاجوج و ماجوج کا ذکر قرآن کریم کی دو سورتوں کہف اور انبیاء میں آیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک پہاڑی علاقہ کے اس پار آباد تھیں۔ اور پہاڑوں کے درمیانی درہ سے نکلکر اس پار کی ایک کمزور قوم پر حملہ آور ہوا کرتی تھیں۔ ذوالقرنین جب اپنی تیسری فاتحانہ مہم میں اس علاقہ میں پہنچا تو کمزور قوم کی درخواست پر اس نے لوہے اور تانبے کی ایک دیوار کھڑی کرکے اس درہ کو بند کر دیا اور کمزور قوم ان کی لوٹ مار سے محفوظ ہوگئی۔ جب اللہ تعالےٰ

مقرر کیا ہوا وقت آئے گا تو یہ سد ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور یاجوج ماجوج سمندر کی موجوں کی طرح زمین پر پھیل جائیں گے۔ (کہف) قیامت کے قریب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائینگے اور زمین کی تمام بلندیوں سے دوڑتے ہوئے اتر پڑیں گے (انبیاء)

مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ سید انور شاہ کاشمیریؒ نے یاجوج و ماجوج پر مفصل محققانہ بحثیں کی ہیں اور دونوں کی تحقیقات کا نتیجہ تقریباً یکساں ہے۔

مولانا آزاد نے ذوالقرنین کو چھٹی صدی قبل مسیح کا مشہور فاتح سائرس (کیخسرو ایرانی) قرار دیتے ہوئے اور سد کا مقام درۂ داریال کو متعین کرتے ہوئے جو کاکیشیا کے بلندترین حصوں میں ولاڈی کیوکز اور تفلس کے درمیان ہے۔ لکھا ہے:۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ کون قوم تھی؟ تمام تاریخی قرائن متفق طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سے مقصود صرف ایک ہی قوم ہو سکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔۔ یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقتور قبائل جن کا سیلاب قبل از تاریخ عہد سے لے کر نویں صدی مسیحی تک برابر مغرب کیطرف امنڈتا رہا۔ جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لئے چینیوں کو سینکڑوں میل لمبی دیوار بنانی پڑی تھی جن کی مختلف شاخیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئی ہیں اور جن کا آخری قبیلہ یورپ میں میگیر کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیا میں تاتاریوں کے نام سے۔ اسی قوم کی ایک شاخ تھی جسے یونانیوں نے سیتھین۔ (Scythian) کے نام سے پکارا ہے۔ اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لئے سائرس نے "سد" تعمیر کی تھی۔

شمال مشرقی کے اس علاقہ کا بڑا حصہ اب منگولیا کہلاتا ہے۔ لیکن "منگول" لفظ کی ابتدائی شکل کیا تھی؟ اس کے لئے جب ہم چین کے تاریخی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم نام "موگ" تھا۔ یقیناً یہی موگ ہے جو چھ سو برس قبل مسیح یونانیوں میں "میگ" اور "میگاگ" پکارا جاتا ہوگا۔ اور یہی عبرانی میں ماجوج ہو گیا ——

چین کی تاریخ میں ہمیں اس علاقہ کا ایک اور قبیلہ کا بھی ذکر ملتا ہے جو یواچی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہی یواچی ہے جس نے مختلف قوموں کے مخارج و تلفظ سے گذر کر کوئی ایسی شکل اختیار کرلی تھی کہ عبرانی میں یاجوج ہو گیا ——۔ یاجوج اور ماجوج کے لئے یورپ

کی زبانوں میں Gog اور Magog
کے نام مشہور ہو گئے ہیں اور شارحینِ تورات
کہتے ہیں کہ یہ نام سب سے پہلے تورات کے
ترجمہ سبعینی میں اختیار کئے گئے تھے۔ لیکن کیا
اس لئے۔۔۔ اختیار کئے گئے تھے۔ کہ جوج اور
ماجوج کا یونانی تلفظ یہی ہو سکتا تھا یا خود
یونانی میں پہلے سے یہ نام موجود تھے؟ اس بارہ
میں شارحین کی رائیں مختلف ہیں۔ لیکن زیادہ
قوی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ دونوں نام
اسی طرح یا اس کے قریب قریب یونانیوں میں
مشہور تھے۔۔۔ ان کی جن شاخوں نے اقامت
گزینی کی زندگی اختیار کر لی تھی وہ بالکل ایک
دوسری قوم بن گئیں اور جنھیں ایسے حالات
میسر نہیں آئے وہ بدستور صحرا نورد رہیں اقامت
گزیں قبائل کے لئے صحرا نورد قبائل صرف
اجنبی ہی نہیں ہو گئے تھے بلکہ خوفناک بھی ہو گئے
تھے۔ کیونکہ ان کی روز افزوں شہریت ان کی
صحرائی وحشت ناکیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی
تھی۔ جب کبھی موقعہ پاتے قرب و جوار کی آبادیاں
غارت کرتے اور اگر قبائل کا کوئی قائد نکل آتا
تو ان کی غارت گریاں دور دور تک بھی پہنچ
جاتیں۔ صدیوں تک ان کی حالت ایسی ہی
رہی۔ پھر جب چوتھی صدی مسیحی سے ان کے اندر
ایسے قائد پیدا ہونے لگے جنھوں نے نظم و اطاعت کا
راز پا لیا تھا تو اچانک ان کی طاقت کا ایک
نیا دور شروع ہو گیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ
پانچویں صدی میں اٹیلا نے جو ہن قبیلہ کا قائد
تھا ایک عظیم فاتح کی حیثیت اختیار کر لی۔ اور
رومن امپائر کی دونوں مشرقی و مغربی مملکتوں کو
لرزہ براندام کر دیا۔ پھر یہی قبائل ہیں جو بالآخر
اس طرح تمام یورپ پر چھا گئے کہ نہ صرف رومن
امپائر کو بلکہ رومی تمدن کو ہمیشہ کے لئے پامال
کر دیا۔

چند صدیوں کے بعد تاریخ یہ منظر پھر دہراتی
ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خود منگولیا میں ایک نیا
منگولی قائد چنگیز خاں پیدا ہو گیا ہے۔ وہ تمام
تاتاری قبائل کو اپنے ماتحت ایک قوم بنا دیتا
ہے۔ اور پھر فتح و تسخیر کا ایک ایسا ہولناک سیلاب
اُمنڈتا ہے جسے اسلامی ممالک کی کوئی متمدن
قوت بھی نہ روک سکی۔ وسط ایشیا سے لیکر عراق
تک جو ملک اس کے سامنے آیا خس و خاشاک
کی طرح بہہ گیا۔ (ترجمان القرآن)

مولانا آزاد کی رائے میں تاتاریوں کا یہی
خروج وہ خروج ہے جس کی سورۂ انبیاء میں خبر
دی گئی ہے اور جسے حَتّٰى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ
وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (جب وہ وقت آجائیگا کہ یاجوج اور ماجوج کی راہ کھل جائیگی اور زمین کی تمام بلندیوں سے وہ دوڑتے ہوئے اتر آئیں گے اور (خدا کے ٹھہرائے ہوئے) سچے وعدہ کی گھڑی قریب آجائے گی تو اس وقت ایسا ہوگا کہ لوگوں کی آنکھیں (شدت دہشت وحیرت سے) کھلی کی کھلی رہجائیں گی) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور استاذ العلامہ سید انور شاہ کاشمیری کی رائے کا خلاصہ ان چند سطور سے معلوم ہوگا جو ان کے بسیط مضمون کی تمہید ہیں۔ موصوف فرماتے ہیں۔ "سدیں کئی ہیں۔ جس سد کو ذوالقرنین نے بنایا وہ شمال کی جانب ہے۔ جبل قوقیا (کاکیشیا) میں۔ ملک چین کی مشہور دیوار جس کا طول ۱۲۰۰ میل ہے وہ سد نہیں ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ اسی طرح ملک یمن میں ایک سد ہے جسے شدّاد نے تعمیر کیا۔ بیضاوی (مورخ فارس) نے گمان کیا ہے کہ سد ذوالقرنین دربند کے پاس ہے۔ نیز حافظ ابن حجر نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے سد کو دیکھا اور حضور کے سوال کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ وہ منقش چادر کی طرح ہے اور حافظ صاحب نے اسے سدِ یاجوج و ماجوج پر محمول کیا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ ان صحابی نے جس سد کو دیکھا وہ یمن کی سد تھی۔ سد ذوالقرنین تو بخارا کے اُس پار ہے اور یہ اب منہدم ہو چکی ہے۔ قرآن کریم میں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ یاجوج ماجوج کے اس خروج تک جس کا ذکر حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاجُوْجُ وَ مَاجُوْجُ میں ہے باقی رہے گی اور نہ یہ تصریح ہے کہ وہ یاجوج و ماجوج کے خروج کو بالکل روک دے گی۔ یہ لوگوں کا اپنا خیال ہے۔ یاجوج و ماجوج تو وقتاً فوقتاً نکلتے رہیں گے۔ اور وہ پہلے بھی نکلتے رہے ہیں اور زمین کو تباہ کن لوٹ مار کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔ البتہ وہ خروج جس کا قرآن کریم نے ذکر کیا ہے آخری زمانہ میں ہوگا۔ اور پہلے تمام خروجوں سے سخت تر ہوگا قرآن کریم میں اس کا قطعاً ذکر نہیں کہ یہ آخری خروج سد کے ٹوٹنے کے فوراً بعد ہوگا (اگر سد کی شکست کو بھی علامات قیامت میں سے قرار دیا جائے تو یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کو اور فتح بیت المقدس کو اور فتح قسطنطنیہ کو ان سب کو علامات قیامت میں سے فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ سب واقعات صدیوں کے فصل سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

یاجوج و ماجوج کے متعلق معلوم ہونا چاہیئے، کہ یہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

ان کو یورپ میں گاگ میگاگ کہا جاتا ہے۔ اور
مقدمہ ابن خلدون میں غوغ ماغوغ کہا
گیا ہے۔ انگریزوں کو تسلیم ہے کہ وہ ماجوج کی
نسل سے ہیں اسی طرح جرمن بھی۔ روس یاجوج
کی اولاد ہیں (جن لوگوں نے انھیں انسانوں کے
علاوہ کوئی اور مخلوق بتایا ہے ان کا خیال
صحیح نہیں) یہ بہرحال انسان ہی کی قومیں ہیں۔
قرآن کریم میں ان کے جس خروج کا ذکر ہے وہ
اپنے مقررہ وقت پر ہوگا۔ تاہم ان کی فتنہ
انگیزی اور فساد کا سلسلہ سد کے بعد بھی جاری
رہا لیکن وقت موعود پر وہ ساری دنیا پر حملہ
آور ہوں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا
سے وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ مکاشفات یوحنا
میں بھی یہی لکھا ہے۔ (فیض الباری علیٰ صحیح البخاری ص ۲۲)

اس مختصر اقتباس سے معلوم ہو گیا کہ مولانا
آزاد اور علامہ کاشمیری ان امور میں متفق الرائے ہیں

(۱) یاجوج ماجوج نسل انسانی ہی سے ہیں۔
جن یا کوئی برزخی جنس نہیں۔

(۲) یہ منگولین نسل کی وہی وحشی اور غارت گر
قومیں ہیں جو تاریخ کے مختلف عہدوں میں دنیا
کے مختلف حصوں کو تاخت و تاراج کرتی رہیں
اور یورپ میں گاگ میگاگ کے نام سے مشہور
ہوئیں۔

(۳) قرآن کریم میں جس سد کا ذکر ہے وہ
کاکیشیا کے علاقہ میں واقع ہے۔

(۴) اس سد کی تعمیر کے بعد بھی یاجوج و
ماجوج کا خروج دوسرے راستوں سے ہوتا رہا

(۵) یہ سد اب ٹوٹ چکی ہے۔

البتہ علامہ کاشمیریؒ مولانا آزاد کی طرح
یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ یاجوج ماجوج کا آخری
خروج جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے چنگیز خاں
کا وہ فتنہ تاتار تھا۔ جس نے چھٹی صدی ہجری میں عالم
اسلامی میں تباہی و بربادی کا سیلاب بہا دیا۔
علامہ کے نزدیک ان کا خروج موعود حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے کے بعد
ہوگا۔ اس وقت یہ تمام عالم پر چھا جائیں گے
اور ایک عام تباہی اور غارتگری مچائیں گے
اور آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے
وہ ایک وبا کا شکار ہو کر مر جائیں گے۔ جیسا کہ
ابن ماجہ کی روایت عن ابی سعید الخدریؓ اور
دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

علامہ کی اس رائے پر قرآن کریم کیساتھ
ساتھ احادیث صحیحہ کی تصریحات کو بھی نظرانداز
نہیں کرنا پڑتا۔ شاید مولانا آزاد نے ان احادیث
کو اس لئے چھوڑا کہ ان میں یاجوج و ماجوج
کے بعض ایسے اوصاف بیان کئے گئے ہیں جن کا

عام انسانوں میں پایا جانا مستبعد ہے۔ مثلاً
اتنا پانی پینا کہ دریاؤں کا پانی خشک ہو جائے
لیکن اگر ان اوصاف کے بیان کو تمثیلی قرار
دیا جائے جیسا کہ خود مولانا نے حدیث زینب
بنت جحش میں یہی پہلو اختیار کیا ہے تو پھر ان
حدیثوں سے گریز کی کوئی عقلی وجہ بھی باقی نہیں
رہتی۔

یاجوج وماجوج کے ترکی النسل ہونیکا نظریہ
کوئی نیا نہیں۔ متعدد مفسرین و محدثین نے اس
رائے کا اظہار کیا ہے تفصیل کی اس جگہ گنجائش
نہیں۔ ہم صرف حافظ ابن کثیرؒ متوفی ۷۷۴ھ
کی رائے کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ موصوف
فرماتے ہیں:۔

بعض علماء کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج
یافث ابی الترک کی نسل سے ہیں۔ اور ترکوں
کو ترک اس لئے کہا گیا کہ یہ سد کے اس پار
چھوڑ دیئے گئے ورنہ یہ بھی ان کے رشتہ دار ہیں
مگر ان (یاجوج ماجوج) میں بغاوت فساد
اور دلیری (زیادہ) ہے۔

پھر آگے سورۂ انبیاء میں ایک حدیث
نقل کی ہے کہ:۔

حضور صلعم نے ارشاد فرمایا ہے تم کہتے ہو
اب تمہارا کوئی دشمن نہیں رہا۔ حالانکہ تم مسلسل
اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے رہوگے۔ یہانتک
کہ یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے۔ ان کے چہرے
چوڑے ہوں گے آنکھیں چھوٹی ہوں گی بالوں
کی لٹیں سنہری ہوں گی۔ اور وہ ہر بلندی سے
دوڑتے ہوئے اتریں گے۔ ان کے چہرے ایسے
ہوں گے جیسے چوڑی ڈھالیں۔ (ابن کثیر ج ۳
صفحہ ۱۰۴ و ۱۹۶)

یَأْخُذُ:۔ وہ لیتا ہے۔ وہ پکڑتا ہے۔ وہ لے
اَخْذٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَأْخُذُوْا:۔ وہ لے لیں۔ پکڑیں۔
مضارع جمع مذکر غائب:۔

(لِ) یَأْخُذُوْا:۔ چاہیئے کہ لے لیں اَخْذٌ سے
امر جمع مذکر غائب۔

یَأْخُذُوْنَ:۔ وہ لیتے ہیں اَخْذٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یُؤَخِّرُهُمْ:۔ ڈھیل دے گا۔ مہلت دے گا۔
تَأْخِیْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُؤَدِّیْ:۔ وہ پہنچاتا ہے۔ تَأْدِیَةٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یَأْذَنُ:۔ وہ اجازت دے۔ وہ اجازت
دیتا ہے۔ وہ حکم کرتا ہے اِذْنٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یٰسٓ:۔ قرآن شریف کی ایک سورت کا نام

(حروف مقطعات میں سے ہے)

یَئِسَ:- وہ ناامید ہوا- وہ مایوس ہوا۔ یَأْس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

یَئِسْنَ:- وہ ناامید ہوئیں۔ یَأْس سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

یَئِسُوْا:- وہ ناامید ہوئے۔ یَأْس سے ماضی جمع مذکر غائب۔

یَأْفِکُوْنَ:- وہ تہمت لگاتے ہیں۔ اَفْکٌ اُفُوْکٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ اَفْک کے معنے ہیں حقیقت و اصل سے پھیر دینے کے۔ چنانچہ اِفْک جھوٹ کو کہتے ہیں کہ وہ حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ کے متعلق ہے فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا یَأْفِکُوْنَ (تو فوراً وہ نگلنے لگا اس ڈھونگ کو جسے وہ رچا رہے تھے) تو یہاں مَا یَأْفِکُوْنَ سے جادوگروں کے وہ شعبدے مراد ہیں جو محض نظر بندی پر مبنی تھے ان کی اصل و حقیقت کچھ نہ تھی۔ (مفردات وبیضاوی)۔

یَاقُوْتٌ:- ایک قیمتی جوہر کا نام۔ جمع یَوَاقِیْت

یَأْکُلُ:- وہ کھاتا ہے۔ اَکْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(کانا) یَأْکُلٰنِ:- وہ کھاتے تھے اَکْل سے ماضی استمراری تثنیہ مذکر غائب۔

یَأْکُلْنَ:- وہ کھا جائیں گی۔ اَکْل سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَأْکُلُوْا:- وہ کھائیں۔ اَکْل سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم و منصوب۔

یَأْکُلُوْنَ:- وہ کھاتے ہیں۔ اَکْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَأْلَمُوْنَ:- وہ درد مند ہوتے ہیں۔ اَلَمٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَأْلُوْنَ:- وہ کوتاہی کرتے ہیں اُلُوٌّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَا لَیْتَھَا:- اے کاش کہ وہ۔ حرف ندا و تمنی و ضمیر مؤنث غائب مرکب

یَأْمُرُ:- وہ حکم کرتا ہے۔ اَمْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَأْمُرُوْنَ:- وہ حکم کرتے ہیں اَمْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَأْمَنُ:- وہ بے خوف ہوتا ہے اَمْن سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَأْمَنُوْا:- وہ بے خوف ہو جائیں۔ اَمْن سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

(لم) یَأْنِ:- وقت نہیں آیا۔ اِنًی سے مضارع نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یُؤَاخِذُ:- وہ گرفت کرے۔ وہ گرفت کرتا ہے۔ وہ گرفت کریگا مُؤَاخَذَہ سے

واحد مذکر غائب۔

یُؤتِ :- وہ عطا کر دے گا۔ اِیتَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

(لَم) یُؤتِ :- اس نے نہیں دیا۔ مضارع نفی جحد واحد مذکر غائب۔

(لَم) یُؤتَ :- اس کو نہیں دی گی۔ مضارع مجہول نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یُؤتَ :- اس کو دی جائے۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ مجزوم

یُؤتُوا :- وہ عطا کریں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یُؤتُونَ :- وہ دیتے ہیں۔ وہ دیں گے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُؤتَونَ :- ان کو دیا جائے گا۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُؤتِی :- وہ دے۔ وہ دیتا ہے۔ وہ دے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

یَؤُودُ :- وہ تھکا دیتا ہے۔ اُکتا دیتا ہے۔ اَود سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَئُوس :- ناامید ہونے والا یَأس سے مبالغہ کا صیغہ۔

یُؤَیِّدُ :- وہ تائید کرتا ہے۔ وہ قوت پہنچاتا ہے۔ تَائِید سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُبَایِعنَ :- وہ بیعت کرتی ہیں مُبَایَعَة سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

یُبَایِعُونَ :- وہ بیعت کرتے ہیں۔ مُبَایَعَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

بَیع قیمت لے کر کسی چیز کو خریدنے والے کے حوالہ کر دینے کو کہتے ہیں۔ اسی سے بَیعَة اور مُبَایَعَة نبی یا اس کے خلفاء کی اطاعت کے اقرار کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اقرار بھی دراصل ایک معاملہ ہوتا ہے جس میں بیعت کرنے والا اپنی جان و مال کو نعیم آخرت کے بدلہ میں بواسطہ نبی خداوند قدوس کے حوالہ کر دیتا ہے چنانچہ بیعت عقبہ کے جاں فروش مسلمانوں کے متعلق فرمایا گیا اِنَّ اللّٰہَ اشتَرٰی مِنَ المُؤمِنِینَ اَنفُسَھُم وَاَموَالَھُم بِاَنَّ لَھُمُ الجَنَّۃ (درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے جنت کے عوض میں)

یَبتَغِ :- وہ طلب کرے۔ وہ تلاش کرے۔ وہ چاہے۔ اِبتِغَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم (دیکھو نبغی)

یَبتَغُونَ :- وہ چاہتے ہیں وہ طلب کرتے ہیں اِبتِغَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُبَتِّکُنَّ :- ضرور ضرور کاٹیں گے۔ اصل لفظ لَیُبَتِّکُنَّ ہے۔ تَبتِیک سے مضارع مؤکد

بہ لام تاکید و نون ثقیلہ۔ جمع مذکر غائب۔ بَتْكٌ
کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ سَيْفٌ بَاتِكٌ شمشیر
برّاں کو کہتے ہیں اور تَبْتِيْكٌ مبالغہ فی الکثر
کے لئے ہے۔ یعنی خوب کاٹنا۔

واحدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہاں
تَبْتِيْكِ آذان سے مراد اونٹنی کو بحیرہ کرنا ہے
کفار عرب اس اونٹنی کے کان چیر دیتے تھے
جو پانچویں دفعہ بچہ دے اور نر بچہ پیدا ہو اور
پھر اپنے نفسوں پر اس سے فائدہ اٹھانا
حرام کر لیتے اور بعض علماء نے یہ فرمایا ہے کہ
بت پرست بتوں کے نام پر عبادۃً چوپایوں
کے کان کاٹ دیتے تھے اور اس کفر و فسق کا
عبادت سمجھ کر ارتکاب کرتے تھے۔ قرآن کریم
میں اس فعل کو شیطانی فعل قرار دیا گیا ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۲۶)

يَبْتَلِيْ:- وہ آزمائے اِبْتِلَاءٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب (دیکھو مُبْتَلِيْ)

يَبُثُّ:- وہ پیدا کرتا ہے۔ وہ پھیلاتا ہے۔
بَثٌّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَبْحَثُ:- وہ کریدتا ہے۔ بَحْثٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

يَبْخَسُ:- وہ کم کرتا ہے۔ وہ کم کرنے بَخْسٌ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُبْخَسُوْنَ:- وہ کم کئے جائیں گے بَخْسٌ
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَبْخَلُ:- وہ بخل کرتا ہے بُخْلٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

يَبْخَلُوْنَ:- وہ بخل کرتے ہیں۔ بُخْلٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَمْ) يُبْدِ:- اس نے ظاہر نہیں کیا اِبْدَاءٌ
سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يَبْدَءُ:- وہ شروع کرتا ہے۔ بَدْءٌ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

يُبْدِلُ:- وہ بدل دے۔ بدلہ میں عطا کرے
اِبْدَالٌ سے مضارع واحد مذکر غائب

يُبَدِّلُ:- وہ تبدیل کرتا ہے۔ بدل ڈالے۔
تَبْدِيْلٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُبَدَّلُ:- وہ تبدیل کیا جاتا ہے۔ بدلا
جاتا ہے۔ تَبْدِيْلٌ سے مضارع مجہول
واحد مذکر غائب۔

لَيُبَدِّلَنَّ:- وہ ضرور ضرور بدل دے گا۔
مضارع واحد مذکر غائب بالنون تاکید و لام
تاکید۔

يُبَدِّلُوْنَ:- وہ تبدیل کرتے ہیں تَبْدِيْلٌ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُبْدُوْنَ:- وہ ظاہر کرتے ہیں اِبْ...

مضارع جمع مذکر غائب۔

یُبْدِیْ :- ظاہر کر دے۔ اِبْدَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُبْدِئُ :- وہ ایجاد کرتا ہے۔ اِبْدَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَا) یُبْدِیْنَ :- وہ ظاہر نہ کریں۔ اِبْدَاءٌ سے نہی جمع مؤنث غائب (دیکھو مُتَبَرِّجٰت)

یَبَس :- خشک۔ یُبْس سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

یَبْسُطُ :- وہ کشادہ کرتا ہے۔ پھیلاتا ہے۔ بَسْطٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَبْسُطُوْا :- وہ پھیلائیں۔ بڑھائیں۔ بَسْط سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم

یُبَشِّرُ :- وہ خوش خبری دیتا ہے تَبْشِیْر سے مضارع ..... واحد مذکر غائب (دیکھو بُشْرٰی ومُبَشِّرٌ)

یُبْصِرُ :- وہ دیکھتا ہے اِبْصَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یَبْصُرُوْا (بِہٖ) :- انھوں نے نہیں دیکھا اس کو۔ بَصَر (بصلہ با) سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُبْصِرُوْنَ :- وہ دیکھتے ہیں۔ اِبْصَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُبَصَّرُوْنَ :- ان کو دکھایا جائے گا۔ تَبْصِیْر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب :-

(لَ) یُبَطِّئَنَّ :- وہ ضرور دیر کرتا ہے۔ تَبْطِئَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَبْطِشُ :- وہ سخت پکڑے۔ بَطْش (بصلہ با) سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَبْطِشُوْنَ :- وہ پکڑتے ہیں۔ بَطْش سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُبْطِلُ :- وہ مٹاتا ہے۔ وہ باطل کرتا ہے۔ اِبْطَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔

باطل اس چیز کو کہتے ہیں جس کو ثبات حاصل نہ ہو۔ یہ حق کی ضد ہے۔ اِبْطَال کے معنی ہیں کسی چیز کو مٹا دینے اور فاسد کر دینے کے معرکۂ بدر کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ۔ یعنی اس معرکہ کے برپا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ تھا کہ حق ثابت و غالب ہو اور باطل کی جڑ کٹ جائے۔ اس طرح حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا عالم آشکارا ہو جائے۔ (دیکھو حق)

یَبْعَثُ :- وہ اٹھاتا ہے۔ وہ اٹھائے۔ وہ بھیج دے۔ وہ بھیجے۔ وہ اُٹھائے گا۔ یَبْعَث سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو قیامۃ)

(لَنْ) یَّبْعَثَ :- وہ ہرگز نہیں اُٹھائے گا۔

وہ ہرگز نہیں بھیجے گا۔ مضارع نفی تاکید بہ لن
واحد مذکر غائب۔
لَیَبْعَثَنَّ :۔ وہ ضرور بھیجے گا۔ بَعْث سے مضارع
واحد مذکر غائب مؤکد بہ لام تاکید و نون ثقیلہ۔
(لَنْ) یُبْعَثُوْا :۔ ان کو ہرگز نہیں اٹھایا جائیگا
بَعْث سے مضارع منفی مجہول مؤکد بہ لَنْ۔
یُبْعَثُوْنَ :۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ بَعْث
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
یَبْغُوْنَ :۔ وہ سرکشی کرتے ہیں۔ وہ چاہتے
ہیں۔ وہ چاہیں گے۔ بَغْی سے مضارع جمع
مذکر غائب۔ (دیکھو بَغِیْ)
یَبْغِیْ :۔ وہ حد سے گذرتا ہے۔ زیادتی کرتا ہے
بَغْی سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو تَبْغِیْ)
(لَا) یَبْغِیَانِ :۔ وہ حد سے نہیں بڑھتے۔ بَغْی
سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ (دیکھو بغی اور تَبْغُوْنَہَا)
یَبْقٰی :۔ وہ باقی رہے گا۔ وہ ہمیشہ رہے گا۔
بَقَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔
(لِ) یَبْکُوْا :۔ وہ روئیں۔ بُکَاء سے امر جمع
مذکر غائب۔
یَبْکُوْنَ :۔ وہ روتے ہیں۔ بُکَاء سے مضارع
جمع مذکر غائب۔
یُبْلِسُ : (رحمتِ حق سے) ناامید ہوگا۔ مایوس
ہوگا۔ اِبْلَاس سے مضارع واحد مذکر غائب

اِبْلَاس اس غم کو کہتے ہیں جو سخت مایوسی
و نامرادی کی حالت میں طاری ہو۔ پھر مایوسی
و نامرادی کے معنی میں اس کا استعمال ہوا۔
اسی سے شَیْطَان کو اِبْلِیس کہا گیا کہ وہ
رحمتِ الٰہی سے مایوس ہو چکا ہے۔
یَبْلُغ :۔ وہ پہنچے۔ بُلُوْغ سے مضارع واحد
مذکر غائب۔
یَبْلُغَا :۔ وہ پہنچ جائیں۔ بُلُوْغ مضارع تثنیہ
مذکر غائب۔
یَبْلُغَنَّ :۔ ضرور پہنچ جائے۔ بُلُوْغ سے مضارع واحد
مذکر غائب با نون ثقیلہ۔
(لَمْ) یَبْلُغُوْا :۔ وہ نہیں پہنچے۔ بُلُوْغ سے
نفی جحد جمع مذکر غائب۔
یُبَلِّغُوْنَ :۔ وہ پہنچاتے ہیں۔ تَبْلِیْغ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
یَبْلُوْ :۔ وہ آزماتا ہے۔ وہ آزمائے۔ بَلْوٌ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو مُبْتَلِیْ)
(لَ) یَبْلُوَنَّ :۔ وہ ضرور آزمائے گا۔ بَلْو
سے مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و
نون ثقیلہ۔ (دیکھو مُبْتَلِیْ)
یَبْلٰی :۔ وہ پرانا ہوگا۔ بِلٰی سے مضارع واحد
مذکر غائب۔
یَبُوْرُ :۔ وہ ہلاک و برباد ہوگا۔ بَوَار سے

مضارع واحد مذکر غائب۔
یَبِیتُونَ:۔ وہ رات گذارتے ہیں بَیتُوتَة
مضارع جمع مذکر غائب۔
یُبَیِّتُونَ:۔ وہ مشورہ کرتے ہیں تَبییت سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
یُبَیِّنُ:۔ وہ خوب واضح طور پر بیان کرتا ہے۔
واضح طور پر بیان کرے۔ تَبیین سے مضارع
واحد مذکر غائب۔
(لَ) یُبَیِّنَنَّ:۔ وہ ضرور بیان کرے گا تَبیین
سے مضارع واحد مذکر غائب مؤکد بہ لام تاکید
و نون ثقیلہ۔
یَتَأَخَّرُ:۔ وہ پیچھے رہتا ہے۔ تَأَخُّر سے
مضارع واحد مذکر غائب۔
یَتَامیٰ:۔ یتیم بچے۔ یتیم بچیاں۔ یعنی وہ بچے
جن کا باپ ان کے بالغ ہونے سے پہلے مر گیا۔
واحد یتیم و یتیمہ۔
(لَم) یَتُبْ:۔ اس نے توبہ نہیں کی۔ تَوبَة
سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔
یَتَبَدَّلُ:۔ وہ بدلتا ہے۔ بدل ڈالے تَبَدُّل
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یُتَبِّرُوا:۔ وہ ہلاک کر دیں تَتبیر سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔
یَتَّبِعُ:۔ وہ پیروی کرتا ہے۔ پیروی کرے۔
اِتِّبَاع سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَتَّبِعُوا:۔ وہ پیروی کریں۔ مضارع جمع مذکر
غائب مجزوم۔
یُتَّبَعُ:۔ اس کی پیروی کی جائے۔ اِتِّبَاع
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔
یَتْبَعُ:۔ وہ پیچھے آئے۔ تَبَع سے مضارع واحد
مذکر غائب۔
یُتْبِعُونَ:۔ وہ پیچھے لاتے ہیں اِتْبَاع سے مضارع
جمع مذکر غائب۔
یَتَّبِعُونَ:۔ وہ پیروی کرتے ہیں اِتِّبَاع
سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَتَبَوَّءُ:۔ وہ جگہ پکڑتا ہے۔ ٹھکانا پکڑتا ہے
تَبَوُّء سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَتَبَیَّنُ:۔ وہ ظاہر ہو جائے۔ تَبَیُّن سے
مضارع واحد مذکر غائب۔
یَتَجَرَّعُ:۔ وہ گھونٹ گھونٹ پیئے گا۔ تَجَرُّع
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَتَجَنَّبُ:۔ وہ دور ہو جاتا ہے۔ کنارہ کشی کرتا
ہے۔ تَجَنُّب سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَتَحَاجُّونَ:۔ وہ آپس میں جھگڑیں گے۔
تَحَاجّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَتَحَاکَمُوا:۔ وہ فیصلہ چاہیں۔ تَحَاکُم
سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَتَخَافَتُوْنَ :- وہ چپکے چپکے کہیں گے۔ چپکے چپکے بات کرتے ہیں تَخَافُت سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَخَبَّطُ :- دیوانہ بنا دیتا ہے تَخَبُّط سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَتَّخِذُ :- وہ اختیار کرے۔ وہ بنائے۔ وہ اختیار کرتا ہے۔ بناتا ہے۔ اِتِّخَاذ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یَتَّخِذْ :- اس نے نہیں بنایا۔ نہیں اختیار کیا۔ نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَتَّخِذُوْا :- اختیار کریں۔ اِتِّخَاذ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

(لَمْ) یَتَّخِذُوْا :- انھوں نے نہیں اختیار کیا۔ نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَتَّخِذُوْنَ :- وہ بناتے ہیں۔ اِتِّخَاذ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَخَطَّفُ :- وہ اُچک لیجاتا ہے تَخَطُّف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُتَخَطَّفُ :- وہ اچک لیا جاتا ہے تَخَطُّف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَتَخَلَّفُوْا :- وہ پیچھے رہیں۔ تَخَلُّف سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَتَخَیَّرُوْنَ :- وہ پسند کریں گے تَخَیُّر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَدَبَّرُوْنَ :- وہ غور و فکر کرتے ہیں تَدَبُّر سے مضارع جمع مذکر غائب۔ تَدَبُّر کا ماخذ دُبُر بمعنی پشت ہے۔ اور اس کے اصل معنے کسی کام کے انجام و مآل پر نظر کرنا ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰن (تو کیا یہ لوگ قرآن میں نظر و فکر نہیں کرتے) یعنی یہ نہیں دیکھتے کہ قرآن کس چیز کی دعوت دیتا ہے۔ اس پر عمل کرنے کا مآل کیسا خوشگوار ہے اور اس کو چھوڑ دینے کا انجام کیسا بُرا ہے کہ جو شخص اس نظر سے قرآن کا مطالعہ کرے گا وہ یقیناً اس کے برحق اور کلامِ الٰہی ہونے پر ایمان لے آئے گا۔

یَتَذَکَّرُ :- وہ نصیحت پکڑتا ہے۔ یاد کرتا ہے۔ وہ نصیحت پکڑے تَذَکُّر سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو ذِکر)

یَتَذَکَّرُوْنَ :- وہ نصیحت حاصل کریں۔ تَذَکُّر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَنْ) یَّتِرَ :- وہ ہرگز نہ گھٹائے گا۔ وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ وَتْر سے نفی مستقبل بہ لَن واحد مذکر غائب۔

یَتَرَاجَعَا :- وہ باہم رجوع کرلیں۔ مصالحت

کریں۔ تراجُع سے مضارع تثنیہ مذکر غائب

یَتَرَبَّصُ :۔ وہ انتظار کرتا ہے۔ تربُّص سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَتَرَبَّصْنَ :۔ وہ روکیں تربُّص سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَتَرَبَّصُوْنَ :۔ وہ انتظار کرتے ہیں۔ تربُّص سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَرَدَّدُوْنَ :۔ وہ بھٹکتے ہیں تردُّد سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَرَقَّبُ :۔ وہ راہ دیکھتا ہے۔ انتظار کرتا ہے۔ ترقُّب سے مضارع واحد مذکر غائب رَقَبَہ گردن کو کہتے ہیں اسی سے ترقُّب کے معنی گردن اٹھا اٹھا کر کسی چیز کو دیکھنے کے ہوئے۔ چونکہ یہ کیفیت انتظار کی حالت میں ہوتی ہے اس لئے ترقُّب کے معنی انتظار کے ہوئے۔

یُتْرَكُ :۔ وہ چھوڑ دیا جائے گا۔ ترْك سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُتْرَكُوْا :۔ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ ترْك سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم۔

یَتَزَکّٰی :۔ وہ پاک ہوتا ہے تزکّی سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو زکوٰۃ)۔

یَتَسَاءَلُوْا :۔ وہ آپس میں پوچھیں تساءُل سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَتَسَاءَلُوْنَ :۔ وہ پوچھ گچھ کرتے ہیں۔ وہ باہم سوال کریں گے۔ تساءُل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَمْ) یَتَسَنَّہْ :۔ وہ نہیں بگڑا۔ وہ نہیں سڑا۔ تَسَنُّہ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔ تسنُّہ سَنَۃ (سال) سے ہے۔ جس کی معنی کسی چیز پر سالہا سال گذر جانے کے ہیں۔ چونکہ جس چیز پر سال گذر جاتے ہیں وہ خراب ہو جاتی ہے اس لئے تسنُّہ کے معنی ... "تغیر" کے ہو گئے۔ اس صورت میں لم یتسنّہ میں ہاء اصلی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تسنُّن سے مشتق ہے جو مَسْنُوْن (سڑا ہوا) سے ہے اس صورت میں ہا اصلی نہیں بلکہ نون سے بدلی ہوئی ہے (کشاف ص 1/121)

یَتَضَرَّعُوْنَ :۔ وہ گڑگڑائیں۔ تضرُّع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَطَهَّرُوْا :۔ وہ خوب پاک ہوں تطهُّر سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ (دیکھو مُتَطَهِّرِیْن)

یَتَطَهَّرُوْنَ :۔ وہ خوب پاک ہوتے ہیں۔ تطهُّر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَعَارَفُوْنَ :- وہ آپس میں پہچانیں گے۔
تَعَارُف سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَتَعَدَّ :- حد سے تجاوز کرے۔ تَعَدِّیْ سے
مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔
یَتَعَلَّمُوْنَ :- وہ سیکھتے ہیں۔ تَعَلُّم سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
یَتَغَامَزُوْنَ :- آنکھ مارتے ہیں۔ چشم ابرو سے
حقارت آمیز اشارہ کرتے ہیں۔ نظر حقارت
سے دیکھتے ہیں تَغَامُز سے مضارع جمع مذکر غائب
(لم) یَتَغَیَّرْ :- وہ متغیر نہیں ہوا۔ وہ نہیں بدلا
تَغَیُّر :- سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔
یَتَفَجَّرُ :- وہ پھوٹتا ہے۔ جاری ہوتا ہے۔
تَفَجُّر سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَتَفَرَّقَا :- وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں
تَفَرُّق سے مضارع تثنیہ مذکر غائب مجزوم
یَتَفَرَّقُوْنَ :- وہ جدا ہو جائیں گے تَفَرُّق
سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَتَفَضَّلَ :- وہ بڑائی جتائے تَفَضُّل سے
مضارع واحد مذکر غائب منصوب۔
یَتَفَطَّرْنَ :- وہ پھٹ پڑیں۔ تَفَطُّر سے
مضارع جمع مؤنث غائب۔
یَتَفَقَّهُوْا :- وہ سمجھ حاصل کریں۔ تَفَقُّہ سے
مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ (دیکھو یتفقہون)

(لم) یَتَفَکَّرُوْا :- انہوں نے غور نہیں کیا۔
تَفَکُّر سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔
یَتَفَکَّرُوْنَ :- وہ غور کرتے ہیں۔ وہ غور
کریں۔ تَفَکُّر سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَتَفَیَّؤُ :- وہ ڈھلتا ہے۔ لوٹتا ہے تَفَیُّؤ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَتَّقِ :- وہ بچے۔ ڈرے۔ پرہیزگاری اختیار کرے
اِتِّقَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم
(دیکھو تقوی)
یَتَقَبَّلُ :- وہ قبول کرتا ہے تَقَبُّل سے مضارع
واحد مذکر غائب۔
(لن) یُتَقَبَّلَ :- ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا۔
تَقَبُّل سے مضارع مجہول منفی مستقبل مؤکد بہ لن
(لم) یُتَقَبَّلْ :- قبول نہیں کیا گیا۔ تَقَبُّل سے
مضارع مجہول منفی جحد واحد مذکر غائب۔
یَتَقَدَّمَ :- وہ آگے بڑھے۔ آگے آئے۔ تَقَدُّم
سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب
یَتَّقُوْا :- وہ ڈریں۔ اِتِّقَاء سے مضارع
جمع مذکر غائب مجزوم۔ (دیکھو تقوی)
یَتَّقُوْنَ :- وہ پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں
ڈرتے ہیں۔ وہ ڈریں۔ اِتِّقَاء سے مضارع
جمع مذکر غائب۔ (دیکھو تقوی)
یَتَّقِیْ :- وہ پرہیز کرتا ہے۔ بچتا ہے اِتِّقَاء سے

مضارع واحد مذکر غائب
یَتَّکِئُوْنَ :- وہ تکیہ لگاتے ہیں اِتِّکَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَتَکَبَّرُوْنَ :- وہ تکبر کرتے ہیں۔ تَکَبُّرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَتَکَلَّمُ :- وہ بولتا ہے۔ بتاتا ہے۔ تَکَلُّمٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَتَکَلَّمُوْنَ :- وہ بات کریں گے تَکَلُّمٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یُتْلٰی :- پڑھا جائے گا۔ پڑھا جاتا ہے۔ تِلَاوَۃٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب (دیکھو تِلَاوَۃ)
یَتَلَاوَمُوْنَ :- وہ باہم ملامت کرتے ہیں تَلَاوُمٌ ـ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
(لِ) یَتَلَطَّفْ :- وہ آہستگی سے جائے۔ نرمی برتے۔ تَلَطُّفٌ سے امر واحد مذکر غائب۔ (دیکھو لَطِیْف)
یَتَلَقّٰی :- وہ لیتا ہے۔ تَلَقِّیْ سے مضارع واحد مذکر غائب
یَتْلُوْا :- وہ پڑھتا ہے۔ تلاوت کرتا ہے۔ پیچھے آتا ہے۔ تِلَاوَۃٌ سے (بمعنی اول و ثانی) اور تُلُوٌّ سے بمعنی ثالث (دیکھو تِلَاوَہ)
یَتْلُوْنَ :- وہ پڑھتے ہیں۔ تِلَاوَۃٌ سے

مضارع جمع مذکر غائب۔
یُتِمُّ :- وہ پورا کرتا ہے۔ وہ پورا کرے۔ کامل کرے۔ پورا کرے گا۔ اِتْمَامٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَتَمَاسَّا :- وہ ایک دوسرے کو چھوئیں۔ جماع کریں۔ تَمَاسٌّ سے مضارع تثنیہ مذکر غائب منصوب۔ مَسٌّ کے اصل معنی چھونے کے ہیں۔ مگر مجازاً جماع کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح تَمَاسٌّ بھی۔ قرآن کریم کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ وہ شرم والی باتوں کے لئے تصریح کے بجائے کنایہ سے کام لیتا ہے۔
یَتَمَتَّعُوْا :- وہ فائدہ اٹھائیں۔ تَمَتُّعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔
یَتَمَتَّعُوْنَ :- وہ فائدہ لیتے ہیں تَمَتُّعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَتَمَطّٰی :- وہ اکڑتا ہے۔ اترا کر چلتا ہے۔ تَمَطِّیْ سے مضارع واحد مذکر غائب۔
(لَا) یَتَمَنَّوْنَ :- تمنا نہ کریں گے۔ آرزو نہ کریں گے تَمَنِّیْ سے مضارع منفی جمع مذکر غائب۔
تَمَنِّیْ کے معنی ہیں کسی چیز کا آرزومند و مشتاق ہونا اور اس کے حصول کی خواہش کرنا۔ پس دراصل یہ فعلِ قلب ہے اور لازمی

طور پر اس کا اثر قول یا فعل یا دونوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی اگر تمہارے دل میں کسی ممکن الحصول چیز کی تمنا ہوگی تو تم زبان سے بھی اس کا اظہار کروگے اور اس کے حصول کے لئے عملی جدو جہد بھی کروگے۔ ہاں ممکن الحصول نہ ہو تو پھر زبانی اظہار ہی پر اکتفا ہوتا ہے جیسے۔ لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ (کاش جوانی لوٹ آئے)۔

اسی اعتبار سے یہود کے متعلق فرمایا:۔

وَلَا یَتَمَنَّوْنَہٗ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ (یعنی یہ یہودی جو اپنے آپ کو خدا کا چہیتا بتاتے ہیں۔ صرف یہ ان کا زبانی جمع خرچ ہی ہے) عملی طور پر یہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کچھ کرنے کو تیار نہیں اور اس کی راہ میں مرنے اور جان قربان کرنے کی آرزو نہیں رکھتے۔ دراصل یہ آیت ہر اس شخص کے خلاف حجت ہے جو مدعی ایمان ہو۔ اور خود کو جنت و نعیم اخروی کا سزاوار سمجھتا ہو پس یہ مدعی اگر اپنے نفس میں دارِ آخرت میں پہنچنے کی تمنا رکھتا ہے اور راہِ حق میں خوشی سے جان دیدینے کے لئے تیار ہے تو اپنے دعوے میں سچا ہے۔ اور اگر اپنے دعوی کے باوجود اس دنیوی زندگی کا عاشق اور اس کے دام فریب میں جکڑا ہوا ہے۔ اور اس کی تمام تر جد و جہد اسی فانی اور ہیچ میرز دنیا کے لئے ہے۔ یہ ہی اس کا قبلۂ مطالب و کعبۂ مقاصد بن چکی ہے۔ تو اس کا دعوی ایک بے فروغ دروغ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا (تفسیر المنار ج ۱۷ صفحہ ۲۹۰)

(لَنْ) یَّتَمَنَّوْا:۔ وہ ہرگز آرزو نہ کریں گے۔ تَمَنِّیْ سے نفی مستقبل بہ لَنْ جمع مذکر غائب

یَتَنَاجَوْنَ:۔ وہ سرگوشی کرتے ہیں تَنَاجِیْ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَنَازَعُوْنَ:۔ وہ آپس میں جھگڑتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے لیں گے اور دیں گے تَنَازُعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لِ) یَتَنَافَسْ:۔ وہ بڑھ چڑھ کر رغبت کرے تَنَافُسٌ سے امر واحد مذکر غائب۔ تَنَافُسٌ کے معنی اصلی ہیں نفس کا بزرگوں کے مشابہ بننے کے لئے مجاہدہ کرنا۔

یَتَنَاھَوْنَ:۔ وہ باہم منع کرتے ہیں۔ وہ باز آتے ہیں۔ تَنَاھِیْ سے مضارع جمع مذکر غائب

یَتَنَزَّلُ:۔ وہ اترتا ہے۔ تَنَزُّلٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو تَنْزِیْل)

یَتَوَارٰی:۔ وہ چھپتا ہے تَوَارِیْ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَتُوْبُ:۔ وہ توبہ کرتا ہے۔ وہ رجوع کرتا ہے (بصلہ اِلٰی) وہ توبہ قبول کرے گا یا کرتا ہے۔

رحمت کے ساتھ رجوع ہو۔ رحمت کے ساتھ
رجوع ہوتا ہے۔ (بصلۂ علیٰ) توبۃ سے مضارع
واحد مذکر غائب (دیکھو توبۃ)

(۲) یتوبوا :۔ انھوں نے توبہ نہیں کی۔ توبۃ سے
نفی جحد جمع مذکر غائب۔

(ل) یتوبوا :۔ وہ توبہ کریں۔ توبۃ سے امر
جمع مذکر غائب۔

یتوبون :۔ وہ توبہ کرتے ہیں (بصلۂ الیٰ)
توبۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یتوفّی :۔ وہ لیتا ہے۔ قبض کرتا ہے قبض کریگا
قبض کرے۔ توفّی سے مضارع واحد مذکر غائب
(دیکھو توفّیت)

یُتوفّیٰ :۔ وہ قبض کرلیا جاتا ہے۔ توفّی سے
مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُتوفّون :۔ وہ اٹھا لئے جائیں۔ انکی جان
قبض کرلی جائے توفّی سے مضارع مجہول
جمع مذکر غائب۔

یتوفّون :۔ وہ قبض کریں گے توفّی سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یتوکّل :۔ وہ بھروسہ کرتا ہے۔ بھروسہ کرے
توکّل سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو توکّل)

یتوکّلون :۔ وہ بھروسہ کرتے ہیں۔ توکّل
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یتولّی :۔ وہ پیٹھ پھیرتا ہے۔ وہ دوست بناتا
ہے۔ تولّی سے مضارع واحد مذکر غائب
(دیکھو ولی)

یتولّ :۔ پیٹھ پھیرے۔ دوست بنائے۔
تولّی سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یتولّون :۔ وہ دوست بناتے ہیں۔ وہ پیٹھ
پھیرتے ہیں۔ تولّی سے مضارع جمع مذکر غائب

یتولّوا :۔ وہ پیٹھ پھیریں گے۔ مضارع جمع
مذکر غائب مجزوم۔

یتیم :۔ نابالغ جس کا باپ مرجائے۔ یُتم
سے صفت مشبہ واحد مذکر جمع ایتام۔ یتامیٰ

یتیمین :۔ دو یتیم بچے۔ یتیم کا تثنیہ بحالت
نصبی وجری۔

یتیھون :۔ وہ پریشان پھریں گے۔ تیہ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

فرعون کے ہاتھ سے نجات پانیکے بعد جب بنی
اسرائیل صحرائے سینا میں اترے تو اللہ تعالیٰ نے
ان کو حکم دیا۔ کہ وہ ملک شام کو عمالقہ کے ہاتھوں
سے فتح کرلیں۔ مگر بنی اسرائیل نے صاف انکار
کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ سے کہدیا کہ اے موسیٰ
تم اور تمہارے خدا جاکر عمالقہ سے لڑلو ۔ ہم
میں تو یہ طاقت نہیں۔ اس گستاخی پر حضرت
موسیٰ نے ان کیلئے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یَتِیْھُوْنَ فِی الْاَرْضِ (سرزمین شام چالیس سال کے لئے ان پر حرام کردی گئی۔ اس مدت میں وہ صحرائے سینا میں بھی حیران و سرگرداں پھرتے رہیں گے) چنانچہ اسی میدان میں چالیس سال انھوں نے حیرانی وسرگردانی کے عالم میں گذارے۔ اس دوران میں جب اس نسل کے تقریبًا سب لوگ مرگئے اور نوجوان نسل تیار ہوئی تو انھوں نے حضرت یوشع کی زیر قیادت ملک شام کو فتح کیا۔ یہ صحرا اسی واقعہ کی وجہ سے تیہ کے نام سے موسوم ہوا (دیکھو موسیٰ)

یُثَبِّتُ :۔ وہ ثابت رکھتا ہے۔ وہ جمائے رکھتا ہے۔ وہ ثابت رکھے۔ جمائے رکھے۔ ثابت رکھیگا تَثْبِیْت سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُثْبِتَ :۔ وہ باقی رکھتاہے۔ وہ ثابت رکھتا ہے اِثْبَات سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُثْبِتُوْا :۔ وہ کاری زخم لگائیں۔ قید کریں۔ اِثْبَات سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں :۔ اِثْبَات سے مراد یا باندھ دینا ہے یا قید کرنا یا کاری زخم لگانا۔ کہا جاتا ہے۔ ضَرَبُوْهُ حَتّٰی اَثْبَتُوْهُ لَا حِرَاكَ بِهٖ (اس کو انھوں نے مارا یہاں تک کر اسے بے حس وحرکت کر دیا)۔ حضرت ابن عباس سے اس کی تفسیر میں لِیُقَیِّدُوْهُ منقول ہے جس سے اول الذکر معنی کی تائید ہوتی ہے۔ (کشاف ص ۱/۳۷۲) دارالندوہ میں کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ کیا صورت اختیار کی جائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نجات حاصل ہو اور وہ طوفان بہ آسانی ختم ہو جو انھوں نے اسلام کے نام پر اٹھا رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں رائیں مختلف تھیں۔ کسی کی رائے قید کرنے اور زخمی کرنیکی تھی کسی کی قتل کرنے کی اور کسی کی جلاوطن کرنیکی۔ آخر قتل کی رائے پسند کی گئی اور طے ہوا کہ اس طرح قتل کیا جائے۔ کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان اس میں شریک ہو تاکہ بنی ہاشم کو سب قبائل سے مقابلہ کی ہمت نہ ہو۔ ادھر یہ سازش ہو رہی تھی ادھر اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ حضور کو راتوں رات قاتلوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر مکہ سے محفوظ و مامون نکالدیا۔ اور مدینہ منورہ پہنچادیا۔

آیہ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰاکِرِیْنَ (اور جب سازش کر رہے تھے آپکے متعلق کافر تاکہ آپکو قید کردیں یا قتل کردیں یا مکہ سے نکالدیں اور وہ اپنا داؤ لگا رہے تھے۔ اور

اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر لطیف بروئے کار لا رہا تھا
اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے)۔
(الانفال ۶ع ۱۰) میں اسی واقعہ کا بیان ہے۔
(دیکھو مکر)

یُثخِنُ :- وہ خونریزی کرے، اِثخان سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یَثرِب :- مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً
وعزاً — مدینہ منورہ کو بقول زجاجی یثرب
بن قانیہ بن مہلائیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن
ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نے آباد کیا تھا۔
اس لئے بانی کے نام پر اس کا نام یثرب ہوا
یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ
کے انتیس ۲۹ نام ہیں مجد شیرازی لغوی نے تیس ۳۰ نام
بتائے ہیں اور سمہودی نے وفاء الوفاء میں پورے ۹۰
گنائے ہیں۔ اور کہا ہے کہ کثرت اسماء شرافت
مسمیٰ پر دلالت کرتی ہے۔ جناب رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے زمانہ میں
یہ یثرب کے نام سے مشہور تھا۔ قرآن کریم میں بھی یہ
نام آیا ہے۔ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ
يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ۔ بعد میں یہ مَدِیْنَۃُ
الرَّسُوْل اور مَدِیْنَہ کے نام سے مشہور ہوا۔
اور حضور نے اسی نام کو پسند فرمایا۔ یثرب کی قدیم
باشندے یہودی تھے۔ یہ بنو نضیر بنو قریظہ بنو
قینقاع وغیرہ قبائل پر مشتمل تھے۔ جب ملک یمن میں
سد مآرب ٹوٹا اور تاریخ کا مشہور سیلاب آیا۔
تو بنو قحطان جو سبا بن، سام بن نوح کی اولاد تھے۔
وہاں سے نکلکر دوسرے ملکوں میں آباد ہو گئے۔
چنانچہ کچھ لوگ یثرب میں بھی اقامت گزیں ہوئے
اور ان کی اولاد اوس وخزرج کے نام سے موسوم
ہوئی۔ یہود مدینہ اور اوس وخزرج کی آپس میں
چلتی رہتی تھی۔ یہودی ان کو سیاسی اور اقتصادی
اعتبار سے اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتے تھے یہودی
توریت میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی بعثت کا حال پڑھتے تھے۔ وہ اوس وخزرج
کو دھمکیاں دیا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان کا ظہور
اب قریب ہے۔ ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو فنا کر دینگے
مگر جب حضور کا ظہور ہوا تو عقبہ کی گھاٹیوں میں
اوس وخزرج نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
غلامی کا عہد باندھا اور وہ "انصار" کے لقب سے
ملقب ہوئے اور یہودی... اپنے استکبار و انکار
کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو کر نہ صرف مدینہ۔ بلکہ
جزیرۃ العرب سے جلا وطن کر دیئے گئے۔ مدینہ منورہ
حجاز کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہ مکہ معظمہ سے
شمال کی جانب دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔
یہاں سے بیت المقدس تقریباً ۶۰۰ میل دمشق بھی
تقریباً ۶۰۰ میل اور بصرہ تقریباً ۳۶۰ میل ہے۔

چونکہ راقم آثم کی سوادِ نظر اور سویدا، دل ابھی تک
اس بقعۂ نور کی تجلیات سے محروم ہیں لہٰذا یہاں
کے کچھ حالات اپنے محترم مولوی حاجی عبد الخبیر صاحب
بجنوری کے اس سفرنامہ سے نقل کرتا ہوں جو
موصوف نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

مجموعی حالت:۔ جس قدر خیر و برکت اللہ تعالیٰ
نے مدینہ طیبہ کی سرزمین میں رکھی ہے اس کی نظیر
شاید ہی دوسری جگہ ہو۔ اس مقدس شہر کا پانی
اس قدر شیریں اور لذیذ ہے کہ احاطۂ بیان سے
باہر ہے۔ وہاں کی مٹی اور ہوا میں ایک ایسی خاص
صفت ہے جو دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آئی یعنی
ایام گرما میں اگر صراحیوں میں پانی بھر کر رکھ دیا
جائے تو وہ بہت جلد مانند برف کے سرد ہو جاتا
ہے پانی زود ہضم اور ہلکا ہے اور قبض نہیں ہونے
دیتا۔ عام طور پر مدینہ کی آب و ہوا نہایت عمدہ
اور معتدل ہے۔ یہاں کی رات بالخصوص نہایت
اچھی ہوتی ہے۔ مدینہ طیبہ کے گوشت کی تعریف
نہیں ہو سکتی میں تمام ممالک مصر و فلسطین و شام
و ترکی و عراق میں گھوما۔ اگرچہ گوشت ان ممالک
میں بھی عام طور پر عمدہ ہوتا ہے مگر جو تیاری مدینہ
منورہ کے دنبوں اور بکروں میں دیکھی اور ان کے
گوشت میں لذت پائی وہ کسی جگہ نصیب نہیں
ہوئی۔ مدینہ منورہ کی کھجور تمام عربستان کی کھجوروں سے
بہترین ہوتی ہے۔ عراق میں اگرچہ کھجور کی پیداوار
نسبتہً بہت زیادہ ہے اور ہوتی بھی اچھی ہے
مگر مدینہ کی کھجور اور وہاں کی کھجور میں زمین و آسمان
کا فرق ہے۔ خاص مدینہ شریف میں میوہ جات
بکثرت ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہاں کے انگور انار
اور سیب کھانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر سُنا
ہے کہ یہ سب چیزیں بہت اچھی ہوتی ہیں۔
مدینہ منورہ کے چاروں طرف باغات کثرت
سے ہیں۔

مسجد نبوی:۔ یہ وہ مسجد ہے جو باستثنا مسجد الحرام
دنیا کی جملہ مساجد پر فوقیت رکھتی ہے۔ جہاں کی
ایک نماز ثواب میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر
ہے۔ جہاں کی حاضری کے بارہ میں حدیث
لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا لِثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ
اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ
الْاَقْصٰی وارد ہوئی ہے۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے خود اپنے اہتمام سے تعمیر کیا اور اپنی
مسجد فرمایا۔ جہاں حضور پُر نور نماز پڑھتے اور
وعظ فرماتے تھے۔ جس میں زمین کا وہ حصہ ہے جس کو
جنت کی کیاری سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جہاں پر
روح الامین بارگاہ رب الجلیل سے وحی لیکر اترتے
تھے۔ میں نے ہندوستان اور دمشق قاہرہ و استنبول
وغیرہ کی بڑی بڑی مساجد اور دیگر مشہور عمارات

ے الحمد للہ کہ اب اس بلدہ طیبہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہو گئی ہے ... ادا ... کی تمنا ہے

دیکھیں مگر ان میں سے کوئی عمارت یا عبادتگاہ مسجدِ نبوی کی خوبصورتی اور اس کی دینی اور دنیوی شان و شوکت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سچ تو یہ ہے کہ جو روحانی طمانیت اور فرحت اس مسجد میں بیٹھ کر حاصل ہوتی ہے دوسری جگہ اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں۔

حجرۂ شریفہ:۔ اس کا قدیم نام مقصورہ شریفہ ہے معتبر روایات سے ثابت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہوئی اور وہیں آپ معہ اپنے دو خلفاء (حضرت صدیق اکبرؓ و حضرت عمر فاروقؓ) کے مدفون ہیں یہ حجرہ مبارک مسجد نبوی میں بائیں جانب واقع ہے۔ اس کی چہار دیواری سنگین اور منقش ہے۔ اس کا کوئی دروازہ نہیں صرف ایک کھڑکی ہے جو چھت کے قریب لگی ہوئی ہے حجرہ کی چھت پر ایک سبز قبہ بنا ہوا ہے اور اسی وجہ سے اس کو گنبدِ خضراء کہتے ہیں۔ مسجد شریف کی چھت سے حجرۂ شریفہ کی چھت زیادہ بلند ہے حجرۂ شریفہ کے گرد ایک احاطہ بشکل مخمس بنا ہوا ہے۔ اس احاطہ اور حجرۂ شریف کے درمیان کچھ فاصلہ ہے۔ اس احاطہ کے بالائی حصہ پر ایک نہایت خوشنما صندل کی جالی لگی ہوئی ہے اور یہ جالی اوپر چھت سے جا ملی ہے۔ اس احاطہ پر غلاف چڑھا ہوا ہے اور اس کے گرد کچھ فصل دے کر ایک پیتل کی جالی ہے۔ جس پر سبز رنگ چڑھا ہوا ہے یہ جالی روضۂ پاک کی خارجی دیوار ہے۔ اس خارجی جالی یعنی شباک کے چار دروازے ہیں (۱) باب قبلی (۲) باب تہجد (۳) باب فاطمہ (۴) باب الغربی۔ شباک پر سبز اطلس کے پردے لٹکے ہوئے ہیں جو اب پرانے ہو گئے ہیں۔ مقصورہ شریفہ کے چاروں طرف ایک گہری خندق ہے جس کو ملک العادل نور الدین شہیدؒ نے ۵۵۷ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ اس خندق میں سیسہ پلا دیا گیا ہے شباک کے اندر اور دائرۃ المخمس کے شمالی جانب حجرۂ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے اس حجرہ کی پسِ پشت محراب فاطمہ ہے۔ دائرۃ المخمس اور شباک کے درمیان سنگِ مرمر کا فرش ہے۔ دیکھنے والے کو سوائے اس بیرونی جالی یعنی شباک اور دائرۃ المخمس کے اور کچھ اندر سے نظر نہیں آتا۔ شباک کے جنوبی حصہ میں تین در ہیں اور ہر در کے وسط میں تین تین سنہرے جھروکے لگے ہوئے ہیں۔ ان جھروکوں کے مقابل کھڑے ہو کر سلام پڑھا جاتا ہے۔ ان جھروکوں کا رُخ چونکہ قبلہ کی جانب ہے۔ لہٰذا اسلام پڑھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین کا مواجہہ ہوتا ہے۔ جنوبی جالی پر لا الٰہ الا اللہ الحق المبین

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَادِقُ الْوَعْدِ الْاَمِیْن

چار چار سطروں میں تحریر ہے۔ مسجد نبوی کے ستون زیادہ تر سُرخ رنگ کے ہیں اور ان کے پایوں پر پیتل چڑھا ہوا ہے ان میں سے ۳۱ ستون ایسے ہیں جنکے نصف حد تک سنگِ رخام چڑھا ہوا ہے باقی سادہ ہیں۔

منبر شریف:- مسجد نبوی کے پچھم میں واقع ہے۔ اس منبر کی بنا ۹۹۸ھ میں سلطان مراد کے عہدِ حکومت میں ہوئی۔ اس کی ساخت سنگِ مرمر کی ہے اس کے باہر کی طرف سونے کا کام ہے اور نقش و نگار سے مزین ہے۔ اس کے اوپر ایک چھوٹا سا قبہ ہے جو سنگِ مرمر کے چار ستونوں پر قائم ہے۔ یہ منبر خاص اسی مقام پر ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تھا۔ موجودہ منبر کے بارہ درجے ہیں۔ منبر کے دونوں جانب پیتل کے بنے ہوئے دو کھجور کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ ان میں بجائے کھجوروں کے بجلی کی روشنی کے قمقمے لٹکے ہوئے ہیں۔

دروازے:- مسجد مبارک کے پانچ دروازے ہیں جن کے نام یہ ہیں:-

جنوب و مغرب میں باب السلام۔ شمال و مغرب میں باب الرحمۃ۔ مشرق میں باب النساء جنوب میں باب جبریل۔ باب مجیدی۔

دیگر مساجد:- (۱) مسجد قباء۔ یہ مسجد مدینہ منورہ سے جنوب و مغرب کی طرف واقع ہے یہ وہی مسجد ہے جس کی شان میں لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ (درحقیقت وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن تقویٰ پر رکھی گئی زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوں) نازل ہوئی تھی۔ اس میں ایک قبہ ہے جو مبرک ناقۃ النبی کہلاتا ہے۔ یعنی جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپ کی اونٹنی یہاں آکر بیٹھی تھی۔

(۲) مسجد الغمامہ یا مسجد مصلیٰ۔ یہاں حضور عیدین کی نمازیں پڑھتے رہے۔ اس وقت یہ میدان تھا۔ مسجد بعد میں تعمیر ہوئی۔

(۳) مسجد الجمعہ بوقت ہجرت قباء سے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہوئے یہاں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔

(۴) مسجد الفضیخ بنی نضیر کے محاصرہ کے وقت حضور نے یہاں نماز ادا فرمائی۔

(۵) مسجد الفتح۔ غزوہ خندق میں آپ نے یہاں تین مرتبہ دعا مانگی۔ لشکر احزاب کی پراگندگی کے بعد یہیں سورہ فتح نازل ہوئی۔

(۶) مسجد القبلتین۔ یہاں نماز ادا کرتے ہوئے حضور کو

بیت المقدس سے کعبہ کی طرف منہ پھیرنیکا حکم ہوا۔

(۷) مسجد السجدہ۔ یہاں حضور دیر تک سر بسجود رہے تھے۔

(۸) مسجد الاجابہ۔ یہاں حضور نے نماز ادا فرمائی اور دیر تک دعا مانگی۔

(۹) مسجد بنی ظفر۔ یہاں حضور نے بعض صحابہ سے کلام مجید کی قرأت سُنی۔

(۱۰) مسجد السقیا۔ یہاں حضور نے نماز ادا فرمائی۔ اور اہلِ مدینہ کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

(۱۱) مسجد ذباب۔ یہاں حضور نے نماز پڑھی۔ اور غزوۂ خندق میں اپنا خیمہ نصب فرمایا۔ ان مساجد کے علاوہ اور بھی متعدد مساجد ہیں جن کو سرور کائنات یا آپ کے صحابۂ کرام سے نسبت کا شرف حاصل ہے۔

مکانات ماثورہ:۔ تاریخی مآثر میں سے چند یہ ہیں دار ابی ایوب انصاری۔ دار عبداللہ بن عمرؓ۔ دار جعفر الصادق۔ دار عثمان بن عفانؓ۔ دار ابی بکر صدیقؓ۔ دار خالد بن ولید۔ دار تمیم داری۔

مقدس کنوئیں:۔ بیر اریس۔ اس کا پانی حضور کے لعاب دہن سے شیریں ہوا۔ اسی میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے خاتم نبوت گری۔ بیر رومہ۔ اسے حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا بیر حاء۔ اسے حضرت ابو طلحہ نے آیہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ کے نزول پر وقف کیا۔ بیر بضاعہ۔ حضور نے اس کنوئیں سے وضو فرمایا۔ اور اپنا آب دہن اس میں ڈالا۔ بیر لصہ۔ حضور نے اس کنوئیں کے پانی سے اپنا سر مبارک دھو کر بچا ہوا پانی اس میں ڈالدیا وغیرہا۔

پہاڑ:۔ جبلِ احد۔ احد کی مشہور جنگ اسی پہاڑ پر ہوئی تھی۔ یہیں ستر جانبازانِ اسلام شہید ہو کر آسودۂ خواب ہوئے۔ اس کے قریب ہی حضرت حمزہ کا مزار ہے اور اسی کے دامن میں وہ غار ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ حضور نے دندانِ مبارک شہید ہونے کے بعد یہاں آرام فرمایا تھا جبلِ عینین اسی جگہ حضرت حمزہؓ کا مصرع ہے۔ جبل سلع۔ یہاں حضور نے رات گذاری تھی جبل سلیع جبل المستند

جنت البقیع:۔ یہ مدینہ منورہ کا مشہور و متبرک قبرستان ہے۔ جس میں بقول امام مالکؒ دس ہزار صحابۂ کرام آرام فرما ہیں۔ پھر تابعین، تبع تابعین اولیاء محدثین رحمہم اللہ جو حضور کے زمانہ سے آجتک اس میں دفن ہوتے رہے ہیں ان کا کوئی حد و شمار نہیں (سفرنامہ بلاد اسلامیہ ملخصاً)

الغرض یہی وہ مقدس بستی ہے جہاں کا چپہ چپہ اہلِ شوق کی سجدہ گاہ ہے اور جہاں کا ذرہ ذرہ اہلِ نظر کی نظر میں رشک مہر و ماہ ہے۔ اسی کی متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَبَارِکْ لَنَا

فِی مَدِیْنَتِنَا وَ بَارِکْ لَنَا فِی صَاعِنَا وَ بَارِکْ لَنَا فِی مُدِّنَا۔ اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت دے ہمارے شہر میں برکت دے ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے مُد میں برکت دے (مسلم)

علماء کرام نے اس مسئلہ میں اختلاف فرمایا ہے کہ مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ۔ مگر یہ امر متفق علیہ ہے کہ قبہ خضرا کی زمین کا وہ متبرک حصہ جو جسدِ اطہر سرور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مس کر رہا ہے نہ صرف مکہ سے، نہ صرف کعبہ سے، بلکہ عرش سے بھی افضل ہے اور یہ اس وجہ سے کہ کعبہ اور عرش کا شرف ذات باری تعالیٰ کی طرف محض نسبت کی وجہ سے ہے۔ اور بقعۂ مبارکہ کو حضور پُر نور سے فخرِ ملابست حاصل ہے

(ملاحظہ ہو ردالمحتار)

واعظ بیانِ روضۂ رضواں بجا، مگر
کیا روضۃ النبیؐ کا نظارہ کیا نہیں؟
اپنے درود، اپنے سلام، ان پہ رحمتیں
لطف و کرم کی جنکے کوئی انتہا نہیں
اے آفتابِ حسن، خدارا نگاہِ مہر
مدت سے میرے دل میں اُجالا ہوا نہیں
پیشِ نظر حریم رسالت رہے حمیدؔ
کچھ اور حسرتِ دلِ درد آشنا نہیں

(زائرِ حرم حمید صدیقی)

یَتَقَفُوْا:۔ وہ پائیں ثقف سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم

یَثْنُوْنَ:۔ وہ پھرتے ہیں۔ دوہرا کرتے ہیں۔ ثَنْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُجَادِلُ:۔ وہ جھگڑا کرتا ہے۔ جھگڑا کرے گا۔ مُجَادَلَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُجَادِلُوْ:۔ وہ جھگڑا کریں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب

یُجَادِلُوْنَ:۔ وہ جھگڑتے ہیں۔ مُجَادَلَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

مُجَادَلَۃ کے معنی ہیں مباحثہ و منازعہ کے طور پر گفتگو کرنا جس سے مقصود فریقِ ثانی پر غالب آنا ہو۔ یہ جَدَلْتُ الْحَبْلَ (میں نے رسی کو بٹ کر مضبوط کیا) سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ مجادلہ کرنیوالا بھی اپنی بات کو دلائل سے مضبوط کر کے پیش کرتا ہے (مفردات)

کبھی وہ بات جو بانداز مجادلہ ہو مجادلہ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان فرشتگانِ عذاب سے جو قوم لوط کی بستیوں کو تباہ کرنے کے لئے جا رہے تھے قوم لوط کی سفارش میں جو گفتگو کی اسے بھی "مجادلہ" کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ (ابراہیم ہم سے جھگڑنے لگا قوم لوط کے بارہ میں) اور یہاں فرشتوں سے گفتگو کو اللہ سے ہی گفتگو اس لیے قرار دیا گیا کہ وہ اسی کے فرستادہ اور اسی کے حکم کی تعمیل کرنیوالے تھے۔ (دیکھو لُوْطٌ، اِبْرَاهِیْمُ)

یُجَارُ:۔ وہ پناہ دیا جاتا ہے۔ اِجَارَۃ سے مضا

مجہول واحد مذکر غائب

يُجْئَرُوْنَ :- وہ چلائیں گے۔ جُؤَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُجَاوِرُوْنَ :- وہ نزدیک ہوں گے۔ وہ ہمسایہ ہوں گے مُجَاوَرَة سے مضارع جمع مذکر غائب

يُجَاهِدُ :- وہ جہاد کرتا ہے۔ جِهَاد (مفاعلہ) سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو تُجَاهِدُوْنَ)

يُجَاهِدُوْا :- وہ جہاد کریں۔ جِهَاد سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يُجَاهِدُوْنَ :- وہ جہاد کرتے ہیں۔ جِهَاد سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُجِبْ :- وہ قبول کرے إِجَابَة سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يُجْبٰى :- وہ کھینچا جاتا ہے جِبَايَة سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يَجْتَبِىْ :- وہ چھانٹ لیتا ہے۔ اِجْتِبَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَجْتَنِبُوْنَ :- وہ پرہیز کرتے ہیں اِجْتِنَاب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَجْحَدُ :- وہ انکار کرتا ہے۔ وہ دھاندلی کرتا ہے جُحُوْد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

جُحُوْد کے معنی ہیں جو دل میں ہو زبان سے اس کا انکار کرنا اور جو دل میں نہ ہو اس کا زبان سے اس کا اقرار کرنا (مفردات) اس توضیح کے پیش نظر جُحُوْد کا ترجمہ "دھاندلی کرنا" ہوگا۔

يَجْحَدُوْنَ :- وہ انکار کرتے ہیں۔ جُحُوْد سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَجِدُ :- وہ پاتا ہے۔ وہ پائے گا۔ وِجْدَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لم) يَجِدْ :- اس نے نہیں پایا۔ وِجْدَان سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يَجِدُوْا :- وہ پائیں۔ وِجْدَان سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

(لم) يَجِدُوْا :- انھوں نے نہیں پایا۔ وِجْدَان سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

(لن) يَجِدُوْا :- وہ ہرگز نہ پائیں گے وِجْدَان سے منفی مستقبل مؤکد بلن۔ جمع مذکر غائب۔

(لِ) يَجِدُوْا :- چاہئے کہ وہ پائیں وِجْدَان سے امر۔ جمع مذکر غائب۔

يَجِدُوْنَ :- وہ پاتے ہیں۔ وہ پائیں گے۔ وہ پالیں۔ وِجْدَان سے مضارع جمع مذکر غائب

يَجُرُّ :- وہ کھینچتا ہے۔ جَرّ سے مضارع واحد مذکر غائب

يُجِرْ :- وہ پناہ دے گا۔ اِجَارَة سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

(لا) يَجْرِمَنَّ :- ہرگز نہ اکسائے ہرگز نہ آمادہ کرے جُرْم سے نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔

يَجْرِىْ :- وہ بہتا ہے۔ جَرَیَان سے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

يُجْزٰى :- اس کو بدلہ دیا جائے گا۔ جَزاءٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ مجزوم۔

يُجْزَىٰ :- اس کو بدلہ دیا جاتا ہے جَزَاءٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُجْزَوْنَ :- ان کو بدلہ دیا جاتا ہے۔ ان کو بدلہ دیا جائے گا۔ جَزاءٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب

يَجْزِىْ :- وہ بدلہ دیتا ہے۔ جَزاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَجْعَلُ :- وہ کرتا ہے۔ وہ کرے گا۔ وہ پیدا کرے۔ وہ مقرر کرے۔ جَعْلٌ سے مضارع واحد مذکر غائب

(لَمْ) يَجْعَلْ :- اس نے نہیں بنایا۔ جَعْلٌ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

(لَنْ) يَجْعَلَ :- وہ ہرگز نہیں کرے گا۔ منفی مستقبل مؤکد بہ لن واحد مذکر غائب۔

يَجْعَلُوْنَ :- وہ بناتے ہیں۔ کرتے ہیں۔ تراشتے ہیں ٹھونستے ہیں۔ جَعْلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

يَجْعَلُوْا :- وہ ڈالدیں۔ جَعْلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يُجَلِّىْ :- وہ ظاہر کرے گا۔ وہ روشن کریگا۔ تَجْلِيَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَجْمَحُوْنَ :- وہ سرکشی کرتے ہیں۔ جُمُوْحٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَجْمَعُ :- وہ جمع کرتا ہے۔ وہ جمع کرے گا جَمْعٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَ) يَجْمَعَنَّ :- وہ ضرور جمع کرے گا مضارع لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ واحد مذکر غائب۔

يَجْمَعُوْنَ :- وہ جمع کرتے ہیں۔ جَمْعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُجَنَّبُ :- وہ بچایا جائے گا۔ دور رکھا جائے گا تَجْنِيْبٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يَجْهَلُوْنَ :- وہ نادانی کرتے ہیں۔ جَهْلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُجِيْبُ :- وہ قبول کرتا ہے۔ اِجَابَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُجِيْرُ :- وہ پناہ دیتا ہے۔ وہ بچاتا ہے۔ وہ پناہ دیگا۔ اِجَارَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب

(لَنْ) يُجِيْرَ :- وہ ہرگز پناہ نہ دے گا۔ مضارع منفی مستقبل مؤکد بہ لن۔

يُحَاجُّوْا :- وہ جھگڑا کریں۔ مُحَاجَّةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يُحَاجُّوْنَ :- وہ جھگڑا کرتے ہیں۔ حجت بازی کرتے ہیں مُحَاجَّةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

يُحَادِدْ :- وہ دشمنی کرے۔ مُحَادَّةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم

يُحَادُّوْنَ :- وہ مخالفت کرتے ہیں۔ مُحَادَّةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

مُحَادَّۃ سخت مخالفت کرنیکو کہتے ہیں اس کا ماخذ یا حَدّ (روکنا) ہے اور یا حَدِید (لوہا) تو محادہ اس مخالفت کو کہینگے جسمیں مخالف اپنے حریف کا ساتھ دینے بلکہ اس کی بات سننے سے دوسروں کو روکے یا اس کے مقابلہ میں ہتھیار لیکر آجائے۔ (مفردات)

یُحَارِبُوْنَ: وہ جنگ کرتے ہیں۔ مُحَارَبَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب

یُحَاسِبْ: وہ حساب کرے گا۔ وہ خبر دے گا مُحَاسَبَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یُحَاسَبُ: اس سے حساب لیا جائے گا۔ مُحَاسَبَۃ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُحَاطَ: گھیر لیا جائے۔ اِحَاطَۃ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب منصوب۔

یُحَافِظُوْنَ: وہ حفاظت کرتے ہیں مُحَافَظَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

یُحَاوِرُ: وہ باتیں کرتا ہے۔ مُحَاوَرَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُحِبُّ: وہ دوست رکھتا ہے۔ محبت کرتا ہے پسند کرتا ہے۔ اِحْبَاب سے مضارع واحد مذکر غائب

یُحْبِبْ: وہ محبت کرے گا۔ اِحْبَاب سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یُحْبَرُوْنَ: ان کی تعظیم کیجائیگی۔ انکی آؤ بھگت ہوگی۔ ان کو خوش کیا جائے گا۔ حَبْر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَحْبِسُ: وہ روکتا ہے۔ حَبْس سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(ل) یَحْبَطَنَّ: ضرور ضائع ہوگا حُبُوط سے مضارع واحد مذکر غائب۔ بالام ونون تاکید ثقیلہ

یُحْبِطُ: وہ اکارت کر دے گا۔ ضائع کر دے گا۔ اِحْبَاط سے مضارع واحد مذکر غائب۔

حَبْط کے معنی ہیں عمل کا بے اثر ہو جانا۔ اِحباط اس کا متعدی ہے۔ حَبْطِ اعمال کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ خالص دنیوی اعمال ہوں جو آخرت میں مفید ثابت نہ ہوں گے جیسے مال و دولت جمع کرنا۔ دوسرے یہ کہ اعمالِ اُخروی ہوں مگر ان سے مقصود خدا تعالیٰ کی مرضی کا حصول نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ اعمالِ صالحہ و مخلصہ ہوں مگر ان حسنات کے مقابلہ میں سیئات (برائیاں) زیادہ ہوں (مفردات)

مگر قرآن کریم میں جہاں یہ لفظ واقع ہوا ہے تو ایک مقام کے علاوہ (سورۂ حجرات) کافروں کے اعمال کے بارہ میں وارد ہوا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ حبطِ اعمال کو صرف آخرت کے ساتھ مخصوص سمجھا جائے بلکہ یہ سزا کفار کو دنیا و عقبیٰ دونوں مقام پر ملے گی۔ دنیا میں بہ این معنی کہ مسلمانوں کیخلاف کفار جو کارروائیاں اور سازشیں کرینگے بالآخر ان میں ناکام و نامراد ہوں گے۔

اور انجام کار بشرطِ ایمان و عملِ صالح و صبر و استقلال سچے مسلمان اور حق پرست لوگ ہی کامیاب و فائز المرام ہوں گے۔ اور آخرت میں یہ ایں یعنی کہ دنیا میں کافروں سے جو بظاہر نیک عمل صادر ہوا ہوگا وہ مخلص مسلمانوں کی طرح اس پر جزا و ثنا کے مستحق نہ ہوں گے بلکہ ان کے ایسے تمام اعمال اکارت چلے جائیں گے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا وَ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ (سورہ محمد)

(یعنی جو لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی کفر اور مخالفتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وادی میں بھٹکتے رہیں تو وہ اللہ کو تو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اللہ تعالےٰ ان کے اعمال اکارت فرما دیگا)

اس آیتِ کریمہ میں اِحْبَاطِ دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے ہے۔

اس پر شاید یہ شبہ ہو کہ یہ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ۔ (جو شخص ذرہ برابر بھی بھلائی کریگا تو اس کو اس کا اجر ملیگا) کے خلاف ہے۔ تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ :-

(۱) کفر کی برائی ایمان کے علاوہ تمام نیکیوں پر راجح ہے۔ یعنی ایک انسان کے دفترِ اعمال میں ایک طرف بہت سی نیکیاں ہوں اور ایک طرف کفر کی برائی تو کفر کی برائی کے مقابلہ میں وہ سب نیکیاں ہیچ اور گرد ہیں اور ایمان کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ ایمان کی نیکی کفر کے علاوہ تمام برائیوں پر غالب ہے۔

(۲) قبولیتِ اعمالِ حسنات کے لئے ایمان شرط ہے۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ هُوَ مُؤْمِنٌ کیونکہ اللہ اسی عمل کو قبول کریگا جو اس کے لئے ہو اور کافر کو جب اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی حاصل نہیں تو وہ اس کے لئے عمل کیا خاک کرے گا۔

یُحِبُّوْنَ :- وہ دوست رکھتے ہیں۔ وہ محبت کریں گے۔ وہ پسند کرتے ہیں۔ اِحْبَاب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَحْتَسِبُ :- وہ گمان کرتا ہے۔ اِحْتِسَاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لَمْ یَحْتَسِبُوْا :- انھوں نے گمان نہیں کیا مضارع نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَحْتَسِبُوْنَ :- وہ گمان کرتے ہیں۔ اِحْتِسَاب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُحْدِثُ :- وہ پیدا کرتا ہو۔ اِحْدَاث سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُحَذِّرُ :- وہ ڈراتا ہے۔ تَحْذِیْر سے مضارع

واحد مذکر غائب۔

یَحْذَرُ :۔ وہ ڈرتا ہے۔ وہ ڈرے۔ حَذَرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(کَانُوا) یَحْذَرُوْنَ :۔ وہ ڈرتے تھے۔ حَذَرٌ سے ماضی استمراری جمع مذکر غائب

یَحْذَرُوْنَ :۔ وہ بچیں۔ وہ ڈریں۔ حَذَرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

یُحَرِّفُوْنَ :۔ وہ تحریف کرتے ہیں۔ الٹتے پلٹتے ہیں تَحْرِیْف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

قرآن کریم نے اہل کتاب کے معائب میں یہ ذکر کیا ہے کہ وہ کتاب الٰہی یعنی توریت و انجیل میں تحریف کے جرم کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ تحریف دو قسم کی ہوتی ہو لفظی و معنوی۔ لفظی تحریف کا مطلب یہ کہ اصل حرف یا کلمہ یا جملہ کی جگہ کوئی دوسرا حرف یا کلمہ یا جملہ اپنی طرف سے وضع کر کے چسپاں کر دیا جائے اور تحریف معنوی کا مطلب یہ ہے کہ فاسد اور دور از کار تاویلات کے سہارے لفظ کو اس کے حقیقی معنی اور اصل مراد سے پھیر کر غلط و باطل معنی کا جامہ پہنایا جائے یہود و نصاریٰ نے اپنی کتاب و شریعت میں دونوں قسم کی تحریفات کی ہیں۔ انھوں نے اپنے جرائم کے لئے آڑ پیدا کرنے کی غرض سے انبیاء کرام پر بے جا تہمتیں لگائیں۔ آخر جس تورات میں حضرت ہارون علیہ السلام جیسے نبی کو گوسالہ ساز اور بت گر بتایا گیا ہو حضرت سلیمانؑ کو ایک عظیم الشان جادوگر کی حیثیت سے پیش کیا ہو اور ان کو بیوی کی خاطر بت پرستی تک میں ملوث بتایا ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت پاک پر وہ ناپاکیاں انڈیلی ہوں جن سے ایک معمولی شریف آدمی بھی بچنا ضروری سمجھتا ہے۔ وہ اگر محرف نہیں تو پھر کیا ہے یقیناً علماء اسلام میں سے بعض علماء کرام کی یہ رائے درست نہیں ہو کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریف لفظی نہیں۔ بلکہ تحریف معنوی کی ہے حالانکہ منصف مزاج اور آزاد خیال عیسائیوں اور یہودیوں تک نے اپنی مذہبی کتابوں کو لفظاً محرّف اور غیر مستند قرار دیا ہے۔

قرآن کریم کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اس لئے بالاتفاق قرآن کریم میں لفظی تحریف نہ ہو سکتی ہے اور نہ ہوئی حتیٰ کہ اعداء کفار تک یہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن وہی قرآن ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الٰہی کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔ باقی رہی تحریف معنوی تو اس کا دروازہ بند نہیں خود اہل اسلام میں ایسے لوگ ہوئے اور ہیں جو بالقصد آیات کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر دور از کار تاویلات

کے ذریعہ قرآنی الفاظ کو ایسے معانی کا جامہ پہنانے
کی کوشش کرتے ہیں جو اس کے جسم نورانی پر ہرگز
راست نہیں آسکتے۔ مگر الحمدللہ مسلمانوں میں
ہمیشہ سے ایسے علماء حق موجود رہے ہیں
جو اس زندہ کامل عیار سے ہر قسم کا زنگ
صاف کرتے اور اس کی اصلی صورت میں اسے
نکھار سنوار کر پیش کرتے رہے ہیں۔

يُحَرِّمُ :۔ وہ حرام کرتا ہے۔ تَحْرِيمٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

يُحَرِّمُونَ :۔ وہ حرام کرتے ہیں۔ تَحْرِيمٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَا) **يَحْزَنَّ** :۔ وہ غمگین نہ ہوں حُزْنٌ سے
مضارع منفی جمع مؤنث غائب۔

يَحْزُنُ :۔ وہ غمگین کرتا ہے۔ رنجیدہ کرتا ہے۔ وہ غمگین
کرے۔ حُزن سے مضارع واحد مذکر غائب

يَحْزَنُونَ :۔ وہ غمگین ہوں گے۔ حَزَن سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

يَحْسَبُ :۔ وہ گمان کرتا ہے۔ حِسْبان سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَا) **يَحْسَبَنَّ** :۔ ہرگز گمان نہ کرے۔ نہی واحد
مذکر غائب با نون ثقیلہ۔

يَحْسَبُونَ ۔ وہ سمجھتے ہیں۔ گمان کرتے ہیں۔
حِسْبان سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَحْسُدُونَ :۔ وہ حسد کرتے ہیں حَسَد سے
مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو حَسَد)۔

يُحْسِنُونَ :۔ وہ نیک (کام) کرتے ہیں۔ وہ
احسان کرتے ہیں۔ اِحْسَان سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

يَحْشُرُ :۔ وہ جمع کرتا ہے۔ جمع کرے گا۔ حَشْر
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُحْشَرُ : اکٹھا کیا جائے گا۔ حَشْر سے مضارع
مجہول واحد مذکر غائب۔

حَشْر کے معنی ہیں کسی مجمع کو اس کے مستقر سے
سے نکال کر دوسری جگہ اکٹھا کرنا (تفسیر کبیر)
قیامت کو بھی حَشْر اسی لئے کہتے ہیں کہ اس
روز سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔ احادیث
صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کا حشر
تین مرتبہ ہوگا۔ ایک تو قرب قیامت کے وقت
جبکہ عدن سے ایک خوفناک آگ نکلے گی اور وہ
تمام لوگوں کو زندہ شام کی سرزمین میں اکٹھا
کردے گی۔ دوسرا حشر جب ہوگا کہ صور پھونکے جانے
کے بعد تمام لوگ قبروں سے نکل کر اکٹھے موقف
(میدان قیامت) کی طرف چلیں گے۔ اور تیسرا
حشر وہ ہوگا کہ حساب کتاب ہو چکنے کے بعد
متقیوں اور مومنوں کے گروہ در گروہ جنت میں
لے جائے جائیں گے اور کافروں مشرکوں کے دوزخ

پھر جھونکے جائیں گے۔

یُحْشَرُوْا: وہ اکٹھے کئے جائیں۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب۔

یُحْشَرُوْنَ: وہ جمع کئے جائیں گے۔ حَشْر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب (دیکھو یُحْشَرُ)

یَحُضُّ: وہ اُبھارتا ہو۔ حَضّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَحْضُرُوْنِ: وہ مجھ سے نزدیک ہوں۔ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔ حُضُور سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ یا نون وقایہ مکسور۔ اصل میں یَحْضُرُوْنِی تھا۔ یائے متکلم حذف ہوگئی۔

(لم) **یَحِضْنَ**: وہ حیض والی نہیں ہوئی ہیں۔ حَیْض سے مضارع جمع مؤنث غائب نفی جحد۔

لَا **یَحْطِمَنَّ**: وہ نہ توڑ دے۔ وہ ریزہ ریزہ نہ کردے۔ حَطْم سے مضارع۔ منفی مؤکد واحد مذکر غائب۔

یَحْفَظْنَ: وہ بچائیں۔ حفاظت کریں۔ حِفْظ سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَحْفَظُوْا: وہ حفاظت کریں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَحْفَظُوْنَ: وہ حفاظت کرتے ہیں۔ حِفْظ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُحْفِ: وہ اصرار کرے۔ اِحْفَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَحِقُّ: وہ ثابت ہوتا ہے۔ درست ہوتا ہے۔ حَقّ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو حق)

یُحِقَّ: وہ ثابت کردے۔ وہ ثابت کرتا ہے۔ اِحْقَاق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَحْکُمُ: وہ حکم کرتا ہے۔ وہ کرتا ہے۔ وہ فیصلہ کرے گا۔ وہ فیصلہ کرے۔ (بصلہ بَیْنَ و با)

(لم) **یَحْکُمْ**: اس نے نہیں حکم کیا۔ فیصلہ نہیں کیا۔ حُکْم سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یُحْکِمُ: وہ سنوارتا ہے۔ مضبوط کرتا ہے۔ اِحْکَام سے مضارع واحد مذکر غائب

یَحْکُمَانِ: وہ دونوں فیصلہ کرتے ہیں۔ حُکْم سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

یَحْکُمُوْنَ: وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ حُکْم سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُحَکِّمُوْنَ: وہ حَکَم (فیصلہ کرنے والا۔ پنچ) بناتے ہیں۔ تَحْکِیْم سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُحَکِّمُوْا: وہ حَکَم بنائیں۔ تَحْکِیْم سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَحِلُّ: وہ حلال ہوتا ہو۔ نازل ہو۔ حِلّ سے (بمعنی اوّل) اور حُلُوْل سے (بمعنی ثانی) مضارع واحد مذکر غائب

یُحِلُّ: وہ حلال کرتا ہو۔ وہ حلال کرے۔ اِحْلَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(ل) یَحۡلِفُنَّ :- وہ ضرور قسم کھائیں گے۔ حَلف سے مضارع جمع مذکر غائب با لام تاکید و نون ثقیلہ

یَحۡلِفُوۡنَ :- وہ قسم کھاتے ہیں۔ حَلف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَحِلَّ :- نازل ہو۔ حُلُول سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یُحِلُّوۡا :- حلال کریں۔ حلال کرا دیں۔ اِحۡلَال سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَحِلُّوۡنَ :- وہ حلال ہوتے ہیں۔ حِلّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُحَلَّوۡنَ :- ان کو آراستہ کیا جائے گا۔ تَحۡلِیَہ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُحِلُّوۡنَ :- وہ حلال قرار دیتے ہیں۔ اِحۡلَال سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُحۡمٰی :- وہ گرم کیا جائے گا۔ دہکایا جائیگا اِحۡمَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُحۡمَدُوۡا :- ان کی تعریف کی جائے۔ حَمۡد سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم (دیکھو حَمۡد)

یَحۡمِلُ :- وہ اٹھاتا ہے۔ حَمۡل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُحۡمَلُ :- وہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس پر بوجھ لادا جائیگا۔ حَمۡل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَحۡمِلۡنَ :- وہ اٹھائیں۔ حَمۡل سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

لَیَحۡمِلُنَّ :- وہ ضرور اٹھائیں گے۔ حَمۡل سے مضارع جمع مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَحۡمِلُوۡا :- وہ اٹھائیں۔ حَمۡل سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

(لَمۡ) یَحۡمِلُوۡا :- انھوں نے نہیں اٹھایا۔ حَمۡل سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَحۡمِلُوۡنَ :- وہ اٹھاتے ہیں۔ حَمۡل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَحۡمُوۡمٌ :- بے حد کالا دھواں۔

(لَنۡ) یَحُوۡرَ :- وہ ہرگز نہیں پھریگا۔ حَوۡر سے مضارع واحد مذکر غائب منفی بہ لَنۡ۔

یَحُوۡلُ :- حائل ہو جاتا ہے۔ حُؤُول سے (یحول بَیۡنَ) مضارع واحد مذکر غائب۔

آیت کریمہ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِہٖ (اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے) کی تفسیر میں وجوہ ذیل بیان کی گئی ہیں۔

(۱) موت آنی تو ضرور ہے مگر اس کا وقت کسی کو نہیں معلوم۔ اس لئے انسان بسا اوقات اپنی تمناؤں اور ارادوں کو پورا نہیں کر سکتا پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اللہ و رسول کے

زندگی بخش احکام کی فی الفور اطاعت کرنے میں مسابقت کی ضرورت ہے اور گناہ و نافرمانی سے باز رہنے کی حاجت ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پروانہ موت آجائے اور توبہ و اطاعت نصیب نہ ہو۔

(۲) قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جانا انتہائی قرب سے کنایہ ہے کما قال وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ حافظ ابن قیم نے اسی تفسیر کو سیاق آیت سے زیادہ مناسب بتلایا ہے کیونکہ ماقبل میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خدا اور رسول کے احکام کو برغبت تسلیم کر لینے کا حکم دیا اور تسلیم و اطاعت کا اصل تعلق قلب سے ہے کہ ایمانِ دلی و اطاعت قلبی کے بغیر جسم و اعضا کی اطاعت کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ اس لئے فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ محض ظاہری طور پر اسلام کی رسوم ادا کر کے تم خدا کو دھوکا دے سکو گے۔ نہیں ہرگز نہیں وہ تو خود انسان سے زیادہ اس کے دل سے قریب اور ضمائر و سرائر پر مطلع ہے پس استجابت کاملہ یعنی دل کا یقین و ایمان اور جسم کی اطاعت دونوں ضروری ہیں۔ (التفسیر القیم لابن القیم صفحہ ۲۹۱)

(۳) حضرت شاہ صاحب نے یہ معنی لئے ہیں کہ بنص حدیث انسان کا دل اللہ کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہے اسے پھیر دے۔ چنانچہ جب بندہ اس کے حکم کی تعمیل میں برابر کاہلی کرتا رہتا ہے تو وہ اس سے قبولِ حق کی صلاحیت ہی چھین لیتا ہے اور اس پر مہر لگا دیتا ہے۔ لہذا امتثال امر الٰہی میں جلدی کرنی چاہیئے۔

یحییٰ :۔ ایک پیغمبر علیہ السلام کا نام نامی

آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے اور حضرت مریم کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت مریم کی والدہ حنہ اور حضرت یحییٰ کی والدہ ایشاع دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ حضرت یحییٰ کی ولادت باسعادت ایک انوکھے اور معجزانہ طور پر ہوئی ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مریم حضرت زکریا کی کفالت میں آگئیں اور سنّ رشد کو پہنچ گئیں تو حضرت زکریا نے آپ کے لئے ایک خلوتخانہ مخصوص فرما دیا جہاں وہ دن بھر یاد خدا میں مشغول رہتیں اور رات اپنی خالہ کے یہاں گذارتیں۔ دن میں جب کبھی حضرت زکریا کو مریم کے خلوت خانہ میں جانے کا اتفاق ہوتا تو وہاں دیکھتے کہ مریم کے پاس غیر موسمی اور عمدہ عمدہ میوے اور پھل رکھے ہوئے ہیں۔ پوچھتے کہ "مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آئے"؟ وہ جواب دیتیں "اللہ تعالیٰ کے پاس سے" حضرت زکریا کی عمر مبارک ۷۰ یا ۹۰ یا ۱۲۰ برس کی ہو چکی تھی اور بیوی بالکل بانجھ تھی۔ اس لئے دونوں میاں بیوی اولاد سے ناامید ہو چکے تھے۔ ایک دن

حضرت زکریا کو خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ جب مریم کو بے موسم میوے اور رزق عطا فرما رہا ہے تو کیا عجب کہ مجھے بھی اس پیرانہ سالی میں بے موسم پھل یعنی بیٹا عنایت فرمائے۔ چنانچہ مریم کے خلوت خانہ میں ہی دست بدعا ہو گئے کہ الٰہی میں بوڑھا ہو چکا ہوں میری ہڈیاں کمزور اور بے مغز ہو گئی ہیں اور سر کے بال سفید اور بیوی بانجھ نیز ناہنجار لوگوں سے اندیشہ ہے کہ میرے بعد اس علم و حکمت کو ضائع کر دیں گے جو تو نے مجھے ارزانی فرمایا ہے اس لئے میں تیری بارگاہ میں ملتجی ہوں کہ مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو میرے اور خاندانِ یعقوب کے خزانۂ علم و عمل اور دولتِ دانش و حکمت کا وارث بن سکے۔ حضرت زکریا کی مخلصانہ دعا بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوئی اور خدا کے فرشتوں نے نماز کی حالت میں حضرت زکریا کو مقبولیتِ دعا کا مژدہ سنایا خوشخبری سنکر حضرت زکریا نے اطمینانِ قلب کے لئے عرض کیا کہ پروردگار میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اب حمل قرار پا گیا تاکہ مزید اطمینان و مسرت حاصل ہو حکم ہوا کہ اس کی علامت یہ ہوگی کہ تم تین دن تین رات متواتر بات نہ کر سکو گے مگر رمز و اشارہ سے جب یہ صورت پیش آئے تو سمجھ لینا کہ آفتابِ یحیوی برجِ حمل میں آگیا اور اس موقع پر بکثرت اور صبح و شام ذکر و تسبیح میں مشغول رہنا چنانچہ الٰہی خداوندی نشانات کے ساتھ حضرت یحییٰ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو بچپن ہی میں حکمتِ نبوت، محبتِ خداوندی کے ذوق و شوق اور پاکیزگی و تقویٰ کی خلعت سے نوازا تھا۔ قرآنِ کریم کی شہادت ہے کہ وہ زبردست و ظالم اور خود سر نہ تھے۔ بلکہ نہایت پرہیزگار اور والدین کے فرمانبردار تھے۔ آپ کی عمر دعوت و تبلیغ میں ہی بسر ہوئی۔ یہود جیسی بدخصلت قوم آپ کے وجود کو کس طرح برداشت کر سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز آپ کو بدبختوں نے شہید ہی کر ڈالا۔ (ش۔۱)

یَحْیٰی: وہ جئے گا۔ وہ جیتا ہے۔ زندہ رہے گا حَیَاۃٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُحْیِیْ: وہ زندہ کرتا ہے۔ زندہ کرے گا۔ اِحْیَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

"حَیٰوۃ" کا استعمال مختلف معانی میں ہوتا ہے۔

(۱) قوتِ نامیہ جو نباتات اور حیوانات میں ہوتی ہے۔ اس کو بھی حیوۃ کہتے ہیں اِنَّ اللہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا (درحقیقت اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد) اور لِنُحْیِیَ بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا (اور اس سے ہم زندہ کرتے ہیں مردہ بستی کو) سے یہی حیوۃ مراد ہے۔ یعنی زمین کے خشک اور چٹیل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔

(۲) قوتِ حساسہ پر بھی حیوٰۃ کا اطلاق ہوتا ہے
چنانچہ حَیَوَان کو اسی نوعِ حیوٰۃ کی بنا پر حیوان کہا
جاتا ہے وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ
(زندے اور مرُدے برابر نہیں) میں یہی حیوٰۃ مراد ہے

(۳) قوتِ عاملۂ عاقلہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے
أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ (کیا جو شخص
مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا) میں یہی مراد
ہے یعنی جو شخص بے عملی و بے عقلی کی موت مر چکا تھا
پھر اُسے اللہ تعالےٰ نے عقل و عرفان کی روح
سے زندہ کیا)

(۴) کبھی حیوٰۃ بول کر غم و ہم سے نجات دینا
بھی مراد ہوتا ہے، چنانچہ شہداء سے متعلق آیہ
میں بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (بلکہ وہ اپنے
رب کے پاس زندہ ہیں) میں یہی مراد ہے۔ یعنی
شہداء اپنے رب کے جوارِ رحمت میں لذات و
مسرات سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں (واضح رہے
کہ یہ امام راغب کی رائے ہے تفصیل کے لئے دیکھیے
شہید) اور کبھی ہلاکت سے بچانا مراد ہوتا ہے مثلاً
مَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا
(اور جس نے ہلاکت سے بچایا ایک جان کو تو گویا
اس نے ہلاکت سے بچایا سب لوگوں کو)

(۵) کبھی حیوٰۃ سے حیوٰۃ اخرویہ ابدیہ مراد ہوتی
ہے اور یہ حیوٰۃ عقلیہ و علمیہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ

اِسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا
يُحْيِيكُمْ (اللہ اور رسول کی پکار سنو جب کہ
وہ تمہیں اس چیز کی طرف دعوت دے جو تمہیں زندگی
عطا کرنے والی ہو) میں بھی حیوٰۃ مراد ہے۔

(۶) کبھی حیوٰۃ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور
پر استعمال ہوتی ہے۔ اس وقت حیوٰۃ سے وہ حیوٰۃ
کاملہ مراد ہوتی ہے جس پر موت طاری نہیں ہو سکتی
اَلْحَيُّ الْقَيُّومُ (زندہ اور سب کا تھامنے والا) میں
بھی حیوٰۃ کا درجہ کمال مراد ہے۔ زمان و مکان کے
اعتبار سے بھی حیوٰۃ کی دو بڑی تقسیمیں کی گئی ہیں
الحیوٰۃ الدُّنیا اور الحیوٰۃ الآخرۃ (دنیوی
زندگی اور اخروی زندگی) ان کی مثالیں بکثرت
قرآن مجید میں موجود ہیں (مفردات ملخصاً و مہذباً)

(لکم) يُحَيِّي: اس نے دعا نہیں دی۔ اس نے
سلام نہیں کیا۔ تَحِيَّةٌ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

منافق یہودی جب حضور کی خدمت میں
آتے تو بجائے السَّلَامُ عَلَيْكَ کے السَّامُ
عَلَيْكَ کہتے۔ سام کے معنی موت کے ہیں۔ پھر
آپس میں کہتے کہ اگر یہ نبی برحق ہیں تو ہم پر اللہ کا
عذاب کیوں نہیں آتا قرآن کریم میں اسی کا ذکر
فرمایا گیا ہے۔ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا
لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ۔ الآیہ (اور جب وہ اے پیغمبر
تمہارے پاس آتے ہیں تو تم کو ایسا سلام کرتے

ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تم کو نہیں کیا) یعنی اللہ تعالیٰ نے تو سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (اللہ کے پیغمبروں پر سلامتی ہو) وغیرہ دعائیں دی ہیں اور یہ کم بخت بددعا دیتے ہیں۔

(لَمْ) يُحِيطُوا :۔ انھوں نے نہیں گھیرا۔ اِحَاطَة سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يُحِيطُونَ :۔ وہ گھیرتے ہیں اِحَاطَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَحِيفَ :۔ وہ ظلم کرے۔ حَيْف سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب۔

يَحِيقُ :۔ وہ گھیرتا ہے۔ حَيْق سے مضارع واحد مذکر غائب

يُخَادِعُونَ :۔ وہ فریب کاری کرتے ہیں۔ وہ دھوکا دیتے ہیں مُخَادَعَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَخَافُ :۔ وہ ڈرتا ہے۔ ڈرے گا خَوْف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَخَافَا :۔ وہ ڈریں۔ خَوْف سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

يَخَافُوا :۔ وہ ڈریں۔ خَوْف سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَخَافُونَ :۔ وہ ڈرتے ہیں۔ خَوْف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُخَالِفُونَ :۔ وہ مخالفت کرتے ہیں۔ مُخَالَفَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَخْتَارُ :۔ وہ پسند کرتا ہے۔ اِخْتِيَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَخْتَانُونَ :۔ وہ خیانت کرتے ہیں۔ وہ بددیانتی کرتے ہیں۔ اِخْتِيَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔ خِيَانَة کے معنی ہیں حق کی مخالفت کرنا پوشیدہ طور پر عہد کو توڑ کر۔ لہذا خیانت اور نفاق ہم معنی ہی ہیں۔ البتہ خِيَانَة کا استعمال "عہد" کے اعتبار سے ہوتا ہے اور نفاق کا دین کے لحاظ سے۔ خِيَانَة اَمَانَة کی نقیض ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (اور ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیئے جو اپنے نفسوں سے (بھی) خیانت کرتے ہیں) یعنی نفسوں کا حق تو یہ تھا کہ ان کو آخرت کے عذاب سے بچاتے مگر یہ ان کی بھی حق تلفی کرتے ہیں (مفردات)

يَخْتَصِمُونَ :۔ وہ جھگڑتے ہیں۔ اِخْتِصَام سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَخْتَصُّ :۔ وہ خاص کرتا ہے۔ اِخْتِصَاص سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَخْتَلِفُونَ :۔ وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اِخْتِلَاف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَخْتِمْ :۔ وہ بند لگا دے۔ خَتْم سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

سورۂ شوریٰ میں فرمایا گیا ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی
عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ
(کیا کافر کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ باندھا
سو اگر اللہ چاہے تو بند لگا دے تیرے دل پر) ۔
مطلب یہ ہے کہ کافروں کا افترا کا الزام بالکل لغو
ہے۔ اگر بفرض محال پیغمبر کے دل میں اس کا شائبہ
بھی پیدا ہو تو خدا کو قدرت ہے کہ وہ اس فیض کو اس
سے منقطع کر دے اور اس کا دل مہبط وحی الٰہی نہ
بن سکے۔ مگر چونکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ پیغمبروں کی
عصمت کی ذمہ داری خود اللہ ہی نے لے رکھی ہے
اس لئے یہ فیضانِ وحی کبھی جاری رہے گا۔ کافروں
کے طعن و تشنیع سے کچھ نہ ہوگا۔ اس تفصیل سے معلوم
ہو گیا کہ یہاں ختم سے مراد وہ ختم نہیں جو خَتَمَ اللّٰہُ
عَلٰی قُلُوْبِھِمْ میں ہے۔

یُخٰدِعُوْا :۔ وہ دھوکہ دیں۔ خَدَعٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یُخٰدِعُوْنَ :۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں۔ خَدَعٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَخْذُلْ :۔ وہ مدد نہ کرے خُذْلَانٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ خُذْلَان کے اصل معنی جس سے
مدد کی توقع ہو اس کا مدد نہ کرنا ہیں۔

یُخْرِبُوْنَ :۔ وہ ویران کرتے ہیں وہ اجاڑتے
ہیں۔ اِخْرَابٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَخْرُجُ :۔ وہ نکلتا ہے۔ نکلے۔ خُرُوْجٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یُخْرِجُ :۔ وہ نکالتا ہے۔ نکالے۔ اِخْرَاجٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

(لن) یُخْرِجَ :۔ وہ ہرگز نہیں نکالے گا۔ منفی مستقبل
مؤکد بہ لَنْ۔ مضارع۔

یُخْرِجَا :۔ وہ نکال دیں۔ اخراج سے مضارع تثنیہ
مذکر غائب منصوب۔

(لَا) یَخْرُجْنَ :۔ وہ نہ نکلیں۔ خُرُوْجٌ سے نہی جمع
مونث غائب۔

(لَ) یَخْرُجُنَّ :۔ وہ ضرور نکلیں گے۔ مضارع جمع
مذکر غائب مؤکد بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

لَیُخْرِجَنَّ :۔ وہ ضرور نکال دے گا۔ اِخْرَاج سے
مضارع واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ۔

(لا) یُخْرِجَنَّ :۔ وہ ہرگز نہ نکالے۔ اِخْرَاج سے
نہی واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ۔

یَخْرُجُوْا :۔ وہ نکل جائیں۔ خُرُوْجٌ سے مضارع جمع
مذکر غائب منصوب۔

یُخْرِجُوْا :۔ وہ نکال دیں۔ اِخْرَاج سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔

(لَمْ) یُخْرِجُوْا :۔ انھوں نے نہیں نکالا۔ نفی جحد
جمع مذکر غائب اخراج سے۔

یَخْرُجُوْنَ :۔ وہ نکلتے ہیں۔ خُرُوْجٌ سے مضارع

جمع مذکر غائب ۔

یُخْرِجُوْنَ :۔ وہ نکالتے ہیں ۔ اِخْرَاج سے مضارع جمع مذکر غائب ۔

یُخْرَجُوْنَ :۔ وہ نکالے جائیں گے ۔ اِخْرَاج سے مضارع جمع مذکر غائب مجہول ۔

یَخْرُصُوْنَ :۔ وہ اٹکل دوڑاتے ہیں ۔ خَرْص سے مضارع جمع مذکر غائب ۔ خَرْص کے اصلی معنی ہیں کھڑی کھیتی یا پھلوں کا درخت پر تخمینہ کرنا مجازاً ہر بات جو گمان اور تخمین کی بنیاد پر کہی جائے ، اس کے کہنے کو خرص سے تعبیر کرنے لگے ۔

(لَمْ) یَخِرُّوْا :۔ وہ نہیں گرے ۔ خُرُوْرٌ سے نفی جحد جمع مذکر غائب ۔

یَخِرُّوْنَ :۔ وہ گرتے ہیں ۔ خُرُوْر سے مضارع جمع مذکر غائب ۔

یُخْزِ :۔ وہ رسوا کرے گا ۔ اِخْزَاء سے مضارع واحد مذکر غائب ۔ مجزوم ۔

یُخْزِیْ :۔ وہ رسوا کرتا ہے ۔ رسوا کرے ۔ اِخْزَاء سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

یَخْسَرُ :۔ وہ نقصان پاتا ہے ۔ نقصان پائے گا خُسْرَان سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

یُخْسِرُوْنَ :۔ وہ گھٹا کر دیتے ہیں ۔ نقصان پہنچاتے ہیں ۔ اِخْسَار سے مضارع جمع مذکر غائب

یَخْسِفُ :۔ وہ دھنسا دے ۔ خَسْف سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

یَخْشٰی :۔ وہ ڈرتا ہے ۔ وہ ڈرے ۔ خَشْیَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب ۔ خَشْیَۃ اس خوف کو کہتے ہیں جس کے ساتھ تعظیم ملی ہوئی ہو ۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ جس سے ڈرا جائے اس کا صحیح علم ہو ۔ اسی لئے فرمایا گیا اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ تعالیٰ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں) ۔

یَخْشَ :۔ ڈرے ۔ خَشْیَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم بلام امر

(لَمْ) یَخْشَ ۔ وہ نہیں ڈرا ۔ نفی جحد واحد مذکر غائب ۔

یَخْشَوْنَ :۔ وہ ڈرتے ہیں ۔ خَشْیَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب ۔

یَخْصِفَانِ :۔ وہ دو جوڑتے ہیں ۔ چپکاتے ہیں خَصْف سے مضارع تثنیہ مذکر غائب ۔

یَخِصِّمُوْنَ :۔ وہ جھگڑتے ہیں ۔ اِخْتِصَام سے مضارع جمع مذکر غائب (اصل میں یَخْتَصِمُوْنَ تھا تا کو صاد سے بدل کر ادغام کردیا اور خاء کو مکسور کر دیا)

یَخْطَفُ :۔ وہ اچک لے جائے ۔ خَطْف سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

یَخْفٰی :۔ وہ چھپتا ہے ۔ خِفَاء سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

یُخَفِّفَ :۔ وہ ہلکا کردے۔ تخفیف سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم

یُخَفَّفُ :۔ وہ ہلکا کیا جائے گا۔ اس پر تخفیف کی جائیگی۔ تخفیف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَخْفَوْنَ :۔ وہ چھپتے ہیں چھپیں گے۔ خفاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُخْفُوْنَ :۔ وہ چھپاتے ہیں۔ چھپائیں گے اخفاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُخْفِیْنَ :۔ وہ چھپاتی ہیں۔ اخفاء سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَخْلُ :۔ خالی ہوگا۔ فارغ ہوجائیگا۔ خلوّ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یُخَلَّدُ :۔ ہمیشہ رہے گا۔ خلود سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُخْلِفُ :۔ خلاف کرتا ہو۔ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ بدلہ دے۔ اِخلاف سے مضارع واحد مذکر غائب پہلے دو معنوں میں خَلْف سے ماخوذ ہو جس کے معنی پس پشت کے ہیں پس اِخلاف کے معنی ہوئے "پس پشت ڈالنا" مگر اس کا استعمال وعدہ کے لئے ہی ہوتا ہو۔ اَخْلَفْتُ الوَعْدَ۔ (میں نے وعدہ کو پس پشت ڈالدیا) یعنی وعدہ خلافی کی۔ اور آخری معنی میں اس کا ماخذ خَلَف بمعنی عوض و بدلہ ہو۔ قَالَ اللّٰہُ تعالےٰ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ (سبا) جو چیز بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے تو خدا تمہیں اس کا عوض دے گا۔

حدیث میں ہو۔ مَامِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ العِبَادُ فِیْہِ اِلَّا وَمَلَکَانِ یَنْزِلَانِ یَقُوْلُ اَحَدُھُمَا اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الاٰخَرُ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا یعنی روزانہ آسمان سے علی الصباح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ایک یہ دعا مانگتا ہو کہ اے اللہ سخی اور خرچ کرنے والے آدمی کو عوض اور بدلہ عطا فرما۔ اور دوسرا یہ کہتا ہے اے اللہ کنجوس کو بربادی نصیب کر۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۱)

(لَنْ) یُخْلِفَ :۔ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ مضارع نفی مستقبل مؤکد بہ لن واحد مذکر غائب۔

یَخْلُفُوْنَ :۔ بعد میں رہیں۔ جانشین بنیں خلافۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

قَالَ اللّٰہُ تعالےٰ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْکُمْ مَلٰٓئِکَۃً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ (اگر ہم چاہیں تو تم سے فرشتے پیدا کردیں جو زمین میں تمہارے جانشین بنیں) یعنی جس طرح تمہاری اولاد تمہارے بعد زمین پر رہتی بستی ہے۔ اسی طرح فرشتے یہاں رہیں اور جس طرح ہم نے عیسیٰ کو ایک عورت کے پیٹ سے بغیر باپ کے پیدا کردیا۔ اسی طرح ہم

چاہیں تو تم مردوں سے انسان نہیں بلکہ فرشتے
پیدا کر سکتے ہیں (تفسیر کبیر ج ۷)

یَخْلُقُ :- وہ پیدا کرتا ہے۔ پیدا کرے۔ خَلق سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو خَلق)

یُخْلَقُ :- وہ پیدا کیا جاتا ہے۔ خَلق سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لَنْ) یَخْلُقُوْا :- ہرگز پیدا نہ کریں گے نفی مستقبل مؤکد بہ لن جمع مذکر غائب خَلق سے۔

یَخْلُقُوْنَ :- وہ پیدا کرتے ہیں۔ خَلق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُخْلَقُوْنَ :- وہ پیدا کیے جاتے ہیں۔ خَلق سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَخُوْضُوْا :- وہ گھسیں مشغول ہوں۔ خَوض سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔
خَوض کے اصلی معنی پانی میں گھسنے کے ہیں پھر باتوں میں مشغول ہونے جھگڑنے اور بحث ومباحثہ کرنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن کریم میں اکثر اس کا استعمال مذمت کے طور پر ہی ہوا ہے۔

یَخُوْضُوْنَ : وہ جھگڑتے ہیں۔ خَوض سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُخَوِّفُ :- وہ ڈراتا ہے۔ تَخْوِیف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُخَوِّفُوْنَ :- وہ ڈراتے ہیں۔ تَخْوِیف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُخَیَّلُ :- خیال میں ڈالا جاتا ہے۔ تَخْیِیل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَدٌ :- ہاتھ۔ جمع اَیْدِی۔
یہ لفظ اسماء محذوفۃ الاعجاز میں سے ہے یعنی اس کے آخر سے حرف علت ساقط ہو گیا ہے اس کے اصل لغوی معنی تو ہاتھ کے ہیں مگر مجازاً مختلف معانی کے لئے آتا ہے جو درج ذیل ہیں (۱) نعمت۔ جیسے لِزَیْدٍ عَلَیَّ یَدٌ اَشْکُرُہٗ عَلَیْھَا۔ زید کا مجھ پر ایک احسان ہے جس کے لئے میں اس کا شکر گذار ہوں۔

(۲) قوت۔ جیسے لَا یَدَ لَکَ بِھٰذَا الْاَمْرِ۔ تجھے اس کام کی طاقت نہیں۔

(۳) ملک و قبضہ۔ جیسے ھٰذِہِ الدَّارُ فِیْ یَدِ فُلَانٍ۔ یہ گھر فلاں شخص کی ملک یا قبضہ میں ہے۔

(۴) کبھی شدت عنایت و اختصاص سے کنایہ ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے آدمؑ کے متعلق خَلَقْتُ بِیَدَیَّ (میں نے آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے) اس کے بعد سوال یہ ہے کہ قرآن میں جہاں اللہ تعالیٰ کے لئے یَدٌ کا اطلاق کیا گیا ہو [illegible]

محمول ہے یا مجاز پر۔

بالاتفاق اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات سے منزہ و مقدس ہے۔ کیونکہ ہر جسم مرکب، محدود اور محتاج ہوتا ہے اور یہ دلیل ہے حدوث کی حالانکہ خداوند تعالیٰ قدیم و غیر حادث اور واجب الوجود ہے۔ اس متفق علیہ عقیدہ کے بعد علماء اُمت نے سوالِ مذکور کے جواب میں دو وجہ اختیار کی ہیں۔

(۱) قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ یَدٌ کا اثبات کیا ہے۔ اس لئے ہمارا اس پر ایمان ہے نیز عقلِ سلیم یہ بتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات اور ترکیب و اجزاء سے منزہ ہے۔ تو ہمیں اس صحیح عقلی برہان کا بھی یقین ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ پھر قرآن کے ثابت کردہ یَدٌ کا مطلب کیا ہے تو اس کی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اس میں غور و خوض کرنا ہمیں مناسب نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم جس مجازی معنی پر اسے محمول کریں۔ عند اللہ وہ معنی مراد نہ ہوں سلف صالحین کا یہی مسلک رہا ہے۔

(۲) یقیناً ید اللہ سے جارحہ (ہاتھ) مراد نہیں اور جب لفظ حقیقی معنی پر حمل نہ ہو سکے تو مجاز متعین ہو جاتا ہے لہذا معانی مجاز یہ مذکورہ میں سے حسب قرینہ کوئی معنی مراد لئے جائیں گے۔ اور امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ یَدُ اللہ تعالیٰ کی ایک مخصوص صفت سے عبارت ہے جو قدرت کے علاوہ اور صفت ہے اور اس صفت سے بھی تخلیق کا صدور ہوتا ہے مگر بطور برگزیدگی و انتخاب کے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کے متعلق جو فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے ید سے ان کی تخلیق کی اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہاں اگر محض قدرت مراد ہوتی تو وہ اصطفاء اور برگزیدگی کی علت نہیں ہو سکتی کیونکہ قدرت کا استعمال تو تمام مخلوقات کی تکوین و تخلیق میں ہوا ہے (تفسیر کبیر ج ۳۲ ص ۶۳)

یَدَا: دو ہاتھ۔ یَدٌ کا تثنیہ بحالت رفعی اصل میں یَدَانِ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

یُدٰفِعُ: وہ دور کرتا ہے۔ دفع کرے گا۔ مُدافعۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُدَبِّرُ: وہ تدبیر کرتا ہے۔ تَدْبِیْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَدَّبَّرُوْا: وہ سوچیں۔ تَدَبُّرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ اصل میں یَتَدَبَّرُوْا تھا۔ تاء کو دال سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

(لَمْ) یَدَّبَّرُوْا: انہوں نے غور نہیں کیا۔ تَدَبُّرٌ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُدْحِضُوْا: وہ باطل کر دیں، شکست دیدیں۔

اِدْخَال سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَدْخُلُ :۔ وہ داخل ہوتا ہے۔ وہ داخل ہوجائے دُخُول سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

یُدْخَلُ :۔ وہ داخل کیا جائیگا۔ اِدْخَال سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب ۔

یُدْخِلُ :۔ وہ داخل کرتا ہے۔ اِدْخَال سے مضارع واحد مذکر غائب

(لَ) یُدْخِلَنَّ :۔ وہ ضرور ضرور داخل کریگا مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ

(لا) یَدْخُلَنَّ :۔ وہ ہرگز نہ داخل ہو۔ دُخُول سے نہی واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ۔

یَدْخُلُوا :۔ وہ داخل ہوں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب دُخُول سے ۔

(لَمْ) یَدْخُلُوا :۔ وہ نہیں داخل ہوئے ۔ دُخُول سے نفی جحد جمع مذکر غائب ۔

یَدْخُلُوْنَ :۔ وہ داخل ہوتے ہیں۔ داخل ہونگے دُخُول سے مضارع جمع مذکر غائب ۔

یَدْرَءُ :۔ دور کرے گا۔ دَرْءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

یَدْرَءُوْنَ :۔ وہ دفع کرتے ہیں۔ دَرْءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب ۔

یَدْرُسُوْنَ :۔ وہ پڑھتے ہیں دِرَاسَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب ۔

یُدْرِكُ :۔ وہ پکڑیگا۔ احاطہ کرتا ہو۔ پکڑلے گھیرلے۔ اِدْرَاكٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو تُدْرِكُ)

یُدْرِیْ :۔ وہ خبردار کرتا ہے۔ خبردار کریگا۔ اِدْرَاء سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

مَا یُدْرِیْكَ (ما استفہامیہ ادراك خطاب کے ساتھ) کے معنے ہیں تجھے کیا معلوم ؟

یَدُسُّ :۔ وہ دابتا ہے۔ وہ دابے دَسٌّ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو دَسّٰهَا)

یَدْعُ :۔ وہ بلائے۔ دُعَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم ۔

اور آیت کریمہ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیْءٍ نُّكُرٍ (القمر) میں مضارع واحد مذکر غائب مرفوع ہے مگر قرآن کریم کے رسم خط میں یہاں واؤ نہیں لکھا گیا۔ اسی طرح وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ (بنی اسرائیل) میں ۔

(لَمْ) یَدْعُ :۔ اس نے نہیں پکارا دُعَاء سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَدُعُّ :۔ وہ دھکا دیتا ہے۔ دَعٌّ سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

یَدْعُوْ :۔ وہ بلاتا ہے۔ بلائے گا۔ دُعَاء سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

یَدْعُوْنَ :۔ وہ بلاتے ہیں۔ بلائیں وہ بُلائی گیا

دعوت دیتی ہیں۔ دُعَاء سے مضارع جمع مذکر
و مؤنث غائب۔

يُدْعَوْنَ :- وہ بلائے جاتے ہیں۔ دُعَاء
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يُدَعُّوْنَ :- وہ دھکیلے جائیں گے دَعٌّ سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يُدْعٰى :- وہ بلایا جاتا ہے۔ دُعَاء سے مضارع
مجہول واحد مذکر غائب۔

يَدْمَغُ :- وہ توڑتا ہے۔ دَمْغ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ دَمْغ کے معنی دماغ توڑنے
کے ہیں (دیکھو حق)

يُدْنِيْنَ :- وہ لٹکائیں (بصلہ علیٰ) اِدْنَاء سے
مضارع جمع مؤنث غائب (دیکھو مُتَبَرِّجَات)

يُدْهِنُوْنَ :- وہ مداہنت کریں۔ رواداری
برتیں۔ اِدْهَان سے مضارع جمع مذکر غائب

يَدَيْ :- دو ہاتھ۔ يَدٌ کا تثنیہ بحالت نصبی
وجری يَدَيْنِ تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا

(بَيْنَ) يَدَيْ :- سامنے۔ آگے۔ پہلے۔

يَدِيْنُوْنَ :- وہ دین اختیار کرتے ہیں۔ دِيْن
سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو دِین)

يُذَبِّحُ :- وہ ذبح کرتا ہے۔ تَذْبِيْح سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

يُذَبِّحُوْنَ :- وہ ذبح کرتے ہیں۔ تَذْبِيْح سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

يَذَرُ :- وہ چھوڑتا ہے۔ وہ چھوڑے۔ وہ
چھوڑ دیگا۔ وَذْر سے مضارع واحد مذکر غائب

يَذَرُوْنَ :- وہ چھوڑتے ہیں وَذْر سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

يُذْكَرُ :- وہ یاد کیا جاتا ہے۔ یاد کیا جائے
ذکر کیا جائے۔ ذِکْر سے مضارع مجہول واحد
مذکر غائب (دیکھو ذِکْر)

(لَمْ) يُذْكَرْ :- ذکر نہیں کیا گیا۔ نفی جحد واحد
مذکر غائب۔

يَذَّكَّرُ :- نصیحت حاصل کرتا ہے۔ وہ نصیحت
حاصل کرے۔ تَذَكُّر سے مضارع واحد مذکر
غائب اصل میں يَتَذَكَّرُ تھا۔ تا کو ذال سے
بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

يَذْكُرُ :- وہ ذکر کرتا ہے۔ وہ یاد کرتا ہے۔ ذِکْر
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَذْكُرُوْا :- وہ ذکر کریں۔ ذِکْر سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔

يَذَّكَّرُوْا :- وہ نصیحت حاصل کریں تَذَكُّر
سے مضارع جمع مذکر غائب۔ اصل میں يَتَذَكَّرُوْا تھا

يَذْكُرُوْنَ :- وہ یاد کرتے ہیں۔ ذکر سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

يَذَّكَّرُوْنَ :- نصیحت مانتے ہیں۔ وہ نصیحت

حاصل کرتے ہیں۔ تَذَکُّرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب اصل میں يَتَذَكَّرُونَ تھا۔

يَذُوقُ :- وہ چکھتا ہے۔ وہ چکھے۔ ذَوق سے مضارع واحد مذکر غائب

(لَمَّا) يَذُوقُوا :- انھوں نے ابھی تک نہیں چکھا نفی جحد مؤکد جمع مذکر غائب۔

يَذُوقُوا :- وہ چکھیں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم بلام امر۔

يَذُوقُونَ :- وہ چکھتے ہیں۔ وہ چکھیں گے۔ ذوق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَذْهَبُ :- وہ جاتا ہے۔ وہ لے جائے (الصلۃ بار) ذَهَاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُذْهِبُ :- وہ دور کر دے اِذْهَاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَذْهَبَا :- وہ دو مٹا دیں۔ وہ دو لے جائیں۔ (الصلۃ بار) ذَهَاب سے مضارع تثنیہ مذکر غائب منصوب

يُذْهِبْنَ :- وہ لے جاتی ہیں۔ دور کر دیتی ہیں۔ اِذْهَاب سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

يُذْهِبَنَّ :- ضرور دور کر دے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب مؤکد بہ نون ثقیلہ۔

(لَمْ) يَذْهَبُوا : وہ نہیں جاتے۔ نہیں گئے۔ ذَهَاب سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يُذِيقُ :- وہ چکھاتا ہے۔ وہ چکھائے۔ اِذَاقَة

سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) يَرَ :- اس نے نہیں دیکھا۔ رُؤْيَة سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يَرَىٰ :- وہ دیکھے گا۔ وہ دیکھتا ہے۔ وہ دیکھے رُؤْيَتًا سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُرَىٰ :- وہ دیکھا جائے گا۔ اِرَاءَة سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُرَاءُونَ :- نمود کرتے ہیں۔ دکھلاوا کرتے ہیں۔ مُرَاءَاة (مصدر از مفاعلہ) سے مضارع جمع مذکر غائب ریاء کے معنی ہیں کسی عبادت کو غیر اللہ کو دکھلانے کی خاطر ادا کرنا۔ تاکہ اس کی تعریف کی جائے اور لوگوں میں عزت و وقعت قائم ہو۔ چونکہ ریاکار کا مقصود اللہ تبارک و تعالے کے احکام کی تعمیل اور اس کی رضا کا حصول نہیں ہوتا اس لئے ریاء کو شرکِ خفی فرمایا گیا ہے۔ کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اس وقت تک پورا پورا مقبول نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ بالکل ریاء سے خالی و پاک نہ ہو۔ اور عمل میں جس قدر ریاء کی آمیزش ہو گی اتنا ہی اس کی مقبولیت پر اثر پڑے گا۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال صالحہ کے مقبول و مردود ہونے کا مدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے

نیت کی۔ تو جس نے اللہ اور رسول کیلئے ہجرت کی تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور جس نے دنیا کی طلب یا کسی عورت سے نکاح کیلئے ہجرت کی تو اسے بس یہی حقیر فائدہ حاصل ہوسکیگا۔ (بخاری ومسلم)

مقبولیت عمل کی دو شرطیں ہیں صحت اور خلوص۔ جب عمل خالص ہو اور درست نہ ہو تو مقبول نہیں۔ درست ہو اور خالص نہ ہو تو مقبول نہیں تاآنکہ خالص بھی ہو اور درست بھی۔ خالص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ کے لئے ہو نہ کہ لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور درست ہونے کے معنی یہ ہیں کہ طریقۂ نبوی وسنت محمدی کے مطابق ادا کیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر) مزید تفصیل کے لئے دیکھو مُخْلِص۔

یُرَادُ:۔ اس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اِرَادَۃٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَرْبِطَ:۔ وہ باندھے۔ رَبْطٌ سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب۔

رَبْطٌ عَلَی الْقَلْبِ کے معنی ہیں دل کو مضبوط کرنا اور اسے ڈھارس دینا۔ چنانچہ رَابِطُ الْجَاشِ مضبوط دل والے کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں جنگ بدر میں مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تم پر پانی برسایا تاکہ اس سے غسل ووضوء کے ذریعہ تمہیں پاک وصاف کر دے۔ اور تمہارے دل سے شیطان کا وسوسہ دور کر دے (کہ اگر تم اللہ کے مقبول بندے ہوتے تو وہ تمہیں گندگی کی حالت میں نہ رکھتا) اور ظاہری اسباب تمہارے حق میں کر کے تمہارے دلوں کو ڈھارس دے۔ اور پانی کی وجہ سے ریتیلے میدان میں تمہارے قدموں کو جما دے۔

یَرْبُوْ:۔ وہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ زیادہ ہو۔ رِبَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُرْبِیْ: وہ بڑھاتا ہے۔ زیادہ کرتا ہے۔ اِرْبَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

سورۃ بقرہ میں فرمایا گیا ہے۔ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ (اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے صدقات کو)

ربوا وہ قرض ہے جو اس شرط پر ہو کہ مقروض قرض خواہ کو جتنا لیا ہے اس سے زیادہ یا بہتر واپس کرے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں ایک انسان کو اپنی ضرورتوں میں دوسرے انسان کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے انسانیت کا تقاضہ یہ ہے کہ ایسی مدد خواہ جسمانی ہو یا مالی بغیر معاوضہ

کے دی جائے۔ یہ مدد صدقہ کہلاتی ہے اور اسلام نے اپنی تعلیمات میں اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔ لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم قرض حسنہ دیا جائے۔ یعنی قرض بلا سود۔ انسانیت کی انتہائی تذلیل اور اخلاق کی بدترین پستی یہ ہے کہ ایک پریشان حال ضرورت مند اپنی ضرورت کو رفع کرنے کے لئے اپنے بھائی سے کچھ رقم واپسی کے وعدے پر مانگے اور وہ اس کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر اس سے اس کا بدل اضافہ کے ساتھ طلب کرے۔ آیۂ بالا میں فرمایا گیا ہے کہ "حریص لوگ جو اپنے مال کو سود پر چلاتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ان کے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے گھٹاتا اور مٹاتا ہے۔ اور صدقات خیرات کو بڑھاتا ہے"۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے انجام کار اس کا افلاس ہے اور اللہ تعالیٰ صدقہ کو اس طرح بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے گھوڑے کے بچہ کو پال پوس کر بڑا کرتا ہے۔ یہ گھٹانا بڑھانا آخرت میں تو ظاہر ہے دنیا میں بھی عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ سود خوار کو لوگ نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سوسائٹی میں اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ ضرورت کے وقت اس کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ اور سب اسکے نقصان کے خواہشمند رہتے ہیں۔ چنانچہ اکثر وہ تباہ و برباد ہو کر مرتا ہے اور مخیر کو سب عزت و حرمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ضرورت کے وقت اس کے کام آتے ہیں اور سب اس کی جان و مال کی خیر مناتے رہتے ہیں۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھو رِبٰوا اور زکوٰۃ)

یَرْتَابُ:۔ وہ شک کرتا ہے۔ اِرْتِیَاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(دُم) یَرْتَابُوْا:۔ انھوں نے شک نہیں کیا۔ اِرْتِیَاب سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَرْتَدَّ:۔ وہ پلٹے۔ وہ پھر جائے۔ وہ پھرے گا۔ اِرْتِدَاد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَرْتَدِدْ:۔ پھر جائے۔ اِرْتِدَاد سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَرْتَعْ:۔ وہ خوب کھائے رُتُوْع سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔
رُتُوْع کے اصل معنی جانور کے چرنے کے ہیں۔ مجازاً بفراغت کھانے کے لئے استعمال ہوا۔

(ل) یَرْتَقُوْا:۔ چاہئے کہ چڑھ جائیں۔ اِرْتِقَاء سے امر جمع مذکر غائب۔

یَرِثُ:۔ وہ وارث ہو۔ وہ وارث ہوگا وراثۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو وارث)

یَرِثُوْنَ:۔ وہ وارث ہوتے ہیں یا ہوں گے۔

مُرَاشَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَرْجِعُ:- وہ لوٹتا ہے۔ وہ لوٹے۔ وہ لوٹتا ہے
رُجُوْع سے اور آخری معنی میں رَجْع سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یُرْجَعُ:- وہ پھیرا جائے گا۔ وہ لوٹایا جائے گا۔
رَجْع سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَرْجِعُوْنَ:- وہ پھرتے ہیں۔ وہ پھریں۔ لوٹیں
رُجُوْع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُرْجَعُوْنَ:- وہ پھیرے جائیں گے۔ رَجْع سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَرْجُمُوْا:- وہ سنگسار کر دیں گے۔ رَجْم سے
مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَرْجُوْ:- وہ امید رکھتا ہے۔ رَجَاء سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یَرْجُوْنَ:- وہ امید رکھتے ہیں۔ رَجَاء سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَرْحَمُ:- وہ مہربانی کرتا ہے۔ مہربانی کرے۔
مہربانی کرے گا۔ رَحْمَۃ سے مضارع واحد
مذکر غائب۔

(لَمْ) یَرْحَمْ:- اس نے رحم نہیں کیا۔ نفی جحد
واحد مذکر غائب۔

یُرَدُّ:- وہ پھیرا جاتا ہے۔ پھیرا جائے گا۔ رَدٌّ
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یُرِدْ:- اس نے ارادہ نہیں کیا۔ اِرَادَۃ
سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَرُدُّوْا:- پھیر دیں۔ پھیر دیں گے۔ رَدٌّ سے
مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

یَرُدُّوْنَ:- وہ پھیرتے ہیں۔ وہ پھیر دیں۔ رَدٌّ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُرَدُّوْنَ:- وہ پھیرے جاتے ہیں۔ رَدٌّ سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُرْدُوْا:- وہ تباہ کر دیں۔ اِرْدَاء سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔

یُرِدْ:- وہ ارادہ کرے۔ اِرَادَۃ سے مضارع
واحد مذکر غائب مجزوم

یَرْزُقُ:- وہ رزق دیتا ہے۔ رِزْق سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

لَیَرْزُقَنَّ:- ضرور رزق دے گا۔ مضارع واحد
مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ رِزْق سے

یُرْزَقُوْنَ:- ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ ان کو
رزق دیا جائے گا۔ رِزْق سے مضارع مجہول
جمع مذکر غائب۔

یُرْسِلُ:- وہ بھیجتا ہے۔ وہ بھیجے۔ وہ بھیجے گا۔
اِرْسَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔
اِرْسَال کے معنی ہیں چھوڑنا اور بھیجنا۔
اِرْسَال کا اطلاق انسان و غیر انسان اور امور

پسندیدہ و ناپسندیدہ اور اشیاء مسخرہ وغیرہ مسخرہ
سب کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ انبیاء کرام کو بھیجنے
کے لئے تو قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہی ہے
بارش بھیجنے کیلئے بھی ہوا ہے وَاَرْسَلْنَا السَّمَاءَ
عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا (اور ہم نے ان پر بارش کو
لگاتار چھوڑ دیا) اور شیطان کو چھوڑ دینے کے لئے
بھی۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ (کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے
شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ دیا ہے) اور شعلہ
باری کے لئے بھی۔ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ
نَّارٍ (چھوڑے جائیں گے تم پر شعلے آگ کے)۔
وغیر ذالک۔

يُرْسَلُ :- وہ بھیجا جائے گا۔ چھوڑا جائے گا۔
مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يَرْشُدُوْنَ :- وہ راہ پا جائیں۔ رُشْدٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

يَرْضَ :- وہ پسند کرے گا رِضًا سے مضارع واحد
مذکر غائب۔ مجزوم۔

يَرْضٰى :- وہ خوش ہوتا ہے۔ خوش ہو جائیگا
پسند کرتا ہے۔ رِضًا سے مضارع واحد مذکر غائب

يُرْضِعْنَ :- وہ دودھ پلائیں۔ اِرْضَاعٌ سے
مضارع جمع مؤنث غائب۔ (دیکھو مُرْضِعَةٌ)

يَرْضَوْا :- وہ پسند کریں۔ رِضًا سے مضارع جمع
مذکر غائب منصوب۔

يُرْضُوْا :- وہ راضی کریں۔ اِرْضَاءٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔

يُرْضُوْنَ :- وہ راضی کرتے ہیں۔ اِرْضَاءٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

يَرْضَوْنَ :- وہ پسند کریں گے۔ رِضًا سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

يَرْضَيْنَ :- وہ خوش ہو جائیں۔ رِضًا سے
مضارع جمع مؤنث غائب۔

يَرْغَبُ :- وہ روگردانی کرتا ہے۔ وہ نفرت کرتا
ہے (بصلہ عن) رَغْبَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب

يَرْغَبُوْا :- وہ آرزو کریں رَغْبَةٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم۔

رَغْبَةٌ کا صلہ جب فِیْ یا اِلٰی یا بَ ہو تو
خواہش کرنے اور مائل ہونے کے معنی آتے ہیں۔
اور جب عَنْ ہو تو پھر جانے اور ناپسند کرنے کے
معنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اِنَّا اِلَى اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ۔
(ہم اللہ کی طرف مائل ہونے والے ہیں) میں پہلے
معنی اور اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ (کیا تو
میرے خداؤں سے بیزار ہے) میں دوسرے معنی
مراد ہیں۔

يَرْفَعُ :- وہ اٹھاتا ہے۔ بلند کرتا ہے۔ بلند کریگا
رَفْعٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَرْقُبُوْا :- وہ لحاظ کریں گے - رُقُوب سے مضارع جمع مذکر غائب - مجزوم -

یَرْقُبُوْنَ :- وہ لحاظ کرتے ہیں - رُقُوب سے مضارع جمع مذکر غائب -

یَرْکَبُوْنَ :- وہ سوار ہوتے ہیں - رُکُوب سے مضارع جمع مذکر غائب -

یَرْکُضُوْنَ :- وہ بھاگتے ہیں - رَکْض سے مضارع جمع مذکر غائب -

یَرْکَعُوْنَ :- وہ رکوع کرتے ہیں - وہ جھکتے ہیں رُکُوع سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو رَاکِعُوْن)

یَرْکُمُ :- وہ تہ بہ تہ رکھے گا - رَکْم سے مضارع واحد مذکر غائب -

یَرْمُوْنَ :- وہ تہمت لگاتے ہیں - عیب لگاتے ہیں - رَمْی سے مضارع جمع مذکر غائب - رَمْی کے اصل معنی تیر وغیرہ پھینکنا ہیں - مجازاً تہمت لگانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے -

یَرْمِ :- تہمت لگائے - مضارع واحد مذکر غائب مجزوم -

یُرَوْا :- وہ دکھلائے جائیں - اِرَاءَۃ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب، مجزوم -

لَمْ یَرَوْا :- انھوں نے نہیں دیکھا - رُؤْیَۃ سے نفی جحد جمع مذکر غائب -

یَرَوْا :- وہ دیکھیں - مضارع جمع مذکر غائب منصوب

یَرَوْنَ :- وہ دیکھتے ہیں، وہ دیکھیں گے - وہ سمجھتے ہیں - رَأْی سے مضارع جمع مذکر غائب -

یَرْهَبُوْنَ :- وہ ڈرتے ہیں - رَهْبَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب -

یَرْهَقُ :- وہ ڈھانکتا ہے - رَهَق سے مضارع واحد مذکر غائب -

یُرْهِقُ :- وہ عاجز کرے - اِرْهَاق سے مضارع جمع مذکر غائب -

یُرِیْ :- وہ دکھاتا ہے اِرَاءَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب -

یُرِیْدُ :- وہ ارادہ کرتا ہے - چاہتا ہے اِرَادَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب -

یُرِیْدَا :- وہ دو چاہیں گے - مضارع تثنیہ مذکر غائب - مجزوم -

یُرِیْدَانِ :- وہ دو ارادہ کرتے ہیں اِرَادَۃ سے مضارع تثنیہ مذکر غائب -

یُرِیْدُوْا :- وہ ارادہ کریں - چاہیں مضارع جمع مذکر غائب مجزوم -

یُرِیْدُوْنَ :- وہ ارادہ کرتے ہیں - چاہتے ہیں - اِرَادَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب -

(لَا) یَزَالُ :- وہ ہمیشہ رہے گا - فعل ناقص مضارع واحد مذکر غائب منفی (لفظی معنی ہیں نہیں ہٹے گا) -

(لَا) یَزَالُوْنَ :- وہ ہمیشہ رہیں گے - فعل ناقص

مضارع جمع مذکر غائب۔

یُزۡجِیۡ :- وہ چلاتا ہے۔ وہ اٹھاتا ہے ازجاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَزِدۡ :- وہ بڑھائے گا۔ اضافہ کرے گا زیادۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

لَمۡ یَزِدۡ :- نہیں زیادہ کیا۔ نہیں بڑھایا۔ نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَزۡدَادُ :- وہ زیادہ ہوتا ہے۔ ازدیاد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَزۡدَادُوۡا :- وہ زیادہ ہو جائیں۔ ازدیاد سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

یَزِرُوۡنَ :- وہ بوجھ اٹھاتے ہیں۔ وزر سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو وازرۃ)

یَزۡعُمُوۡنَ :- وہ گمان کرتے ہیں۔ زعم سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَزِغۡ :- منحرف ہو گا۔ زیغ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم (دیکھو زاغ)

یَزِفُّوۡنَ :- وہ دوڑتے ہیں۔ گھبراتے ہیں زفیف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَزَّکّٰی :- وہ پاک ہو جائے۔ سنور جائے۔ تزکّی سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل میں یتزکّی تھا۔ تا کو زاء سے بدل کر ادغام کر دیا گیا (دیکھو تزکّی)

یُزَکُّوۡنَ :- پاک بناتے ہیں تزکیۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُزَکِّیۡ :- وہ پاک کرتا ہے۔ پاک کرے گا۔ پاک کرے۔ تزکیۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

تزکیہ کے معنی پاک کرنے اور نکھارنے کے ہیں۔ آلِ عمران میں مسلمانوں پر احسان جتاتے ہوئے فرمایا گیا ہے لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ (درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا جو بھیجا ان میں ایک رسول ان ہی میں کا کہ سناتا ہے ان کو اللہ کی آیات۔ اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے انکو کتاب، اور حکمت) علامہ عثمانیؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ حضور کی چار شانیں بیان کی گئی ہیں

(۱) تلاوتِ آیات (اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا) جن کے ظاہری معنی وہ لوگ اہلِ زبان ہونے کی وجہ سے سمجھ لیتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔

(۲) تزکیۂ نفوس (نفسانی آلائشوں اور تمام مراتب شرک و معصیت سے ان کو پاک کرنا اور دلوں کو مانجھ کر صیقل بنانا) یہ چیز آیات اللہ کے عام مضامین پر عمل کرنے، حضور کی صحبت اور قلبی توجہ و تصرف سے باذن اللہ حاصل ہوتی تھی۔

(۳) تعلیم کتاب (کتاب اللہ کی مراد بتانا)

اس کی ضرورت خاص خاص مواقع میں پیش آتی تھی مثلاً ایک لفظ کے کچھ معنی عام تبادر اور محاورہ کے لحاظ سے سمجھ کر صحابہ کو کوئی اشکال پیش آیا اس وقت آپ کتاب اللہ کی اصلی مراد جو قرآن عام سے متعین ہوتی تھی بیان فرما کر شبہات کا ازالہ فرما دیتے تھے۔

(۴) تعلیم حکمت (حکمت کی گہری باتیں سکھانا) اور قرآن کریم کے خالص اسرار و لطائف اور شریعت کی دقیق و عمیق علل پر مطلع کرنا۔ خواہ تصریحاً یا اشارۃً (فوائد القرآن)

گویا تزکیہ کا مرتبہ تخلیہ (صاف کرنے) کا تھا۔ اور تعلیم کتاب و حکمت کا مرتبہ، تحلیہ (آراستہ کرنے) کا۔ (حاشیہ بیضاوی)

علامہ عبدہٗ مصری فرماتے ہیں کہ:۔

(۱) تلاوتِ آیات سے مراد ان تمام دلائل و براہین کا بیان کرنا جس سے اصول اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی تھی۔ ان میں آیاتِ کونیہ، آیاتِ عقلیہ اور آیاتِ وحی سب شامل ہیں۔

(۲) اور تزکیہ سے مراد ان تمام عاداتِ قبیحہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے پاک و صاف کرنا ہے جن میں عرب جاہلیت میں مبتلا تھے۔ مثلاً خوں ریزی، غارت گری، حرام کاری اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا وغیرہ جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوۂ حسنہ اور سیرۃ طیبہ کی روشنی میں انھوں نے اس ضلالت سے نجات پائی اور پھر وہ خود دوسری قوموں کی راہ نما اور نجات دہندہ بنے۔ (۳) اور تعلیم کتاب سے عرب کو امیت سے نجات دینا اور قرآن کریم سکھانا مراد ہے

(۴) اور تعلیم حکمت سے مراد احکام اسلام کی اسرار و منافع سے مطلع کرنا جن سے عمل کا شوق و ولولہ پیدا ہو۔

(تفسیر المنار جلد ۲ ص ۲۹ ملخصاً)

یُنْزِفُوْنَ: بچھاڑ دیں گرادیں۔ اِنْزَاف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَزْنُوْنَ: وہ بدکاری کرتے ہیں۔ زِنَا سے مضارع جمع مذکر غائب۔

زنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس کے مرتکب پر حد لازم آتی ہے بشرطیکہ وہ عاقل و بالغ ہو۔ زنا کی حد یہ ہے کہ اگر بدکار مرد و عورت شادی شدہ اور آزاد ہیں تو دونوں کو سنگسار کر دیا جائے گا اور اگر غیر شادی شدہ ہوں تو علی الاعلان دونوں کو بے دردی سے سو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ اور اگر زانی و زانیہ غلام ہوں تو شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ بہرحال ان کو پچاس پچاس کوڑے مارے جائیں گے۔ (تفصیل کیلئے کتب فقہ ملاحظہ ہوں)

(کا) یَزْنِیْنَ: وہ زنا نہ کریں۔ زِنَا سے نہی جمع مؤنث غائب۔

یُزَوِّجُ :- وہ جوڑا ملا دیتا ہے۔ تَزْوِیْج سے
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَزِیْدُ :- وہ زیادہ کرتا ہے۔ بڑھاتا ہے۔
زِیَادَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَزِیْدُوْنَ :- وہ بڑھاتے ہیں۔ وہ بڑھتے
ہیں۔ زیادہ ہوتے ہیں۔ زِیَادَۃ سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یَزِیْغُ :- ٹیڑھا ہو جائے۔ پھر جائے۔ زَیْغ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو زَاغَ)

یُسَارِعُوْنَ :- وہ دوڑتے ہیں۔ جلدی کرتے
ہیں۔ مُسَارَعَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب

یُسَاقُوْنَ :- وہ کھینچے جاتے ہیں۔ سَوْق سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَسْئَلُ :- وہ پوچھتا ہے۔ وہ مانگتا ہے۔ وہ
مانگے۔ سُؤَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُسْئَلُ :- وہ پوچھا جاتا ہے۔ وہ سوال کیا جاتا
ہے۔ سُؤَال سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

یُسْئَلُنَّ :- ان سے ضرور سوال کیا جائے گا۔
مضارع مجہول جمع مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ

یَسْئَلُوْا :- وہ مانگیں۔ مضارع جمع مذکر غائب
مجزوم بلام امر۔

یُسْئَلُوْنَ :- وہ پوچھے جائیں گے۔ سُؤَال
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَسْئَلُوْنَ :- وہ پوچھتے ہیں۔ وہ مانگتے ہیں۔
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْأَمُ :- وہ تھکتا ہے۔ سَآمَۃ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یَسْأَمُوْنَ :- وہ تھکتے ہیں۔ ملول ہوتے ہیں۔
سَآمَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لا) یَسْبِتُوْنَ :- وہ ہفتہ نہیں مناتے۔ وہ
چھٹی نہیں کرتے سَبْت سے مضارع جمع مذکر غائب
سَبْت کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔ چونکہ ہفتہ
کا دن یہودیوں کے ہاں تعطیل اور کام چھوڑنے
کا تھا۔ اس لئے اسے "سبت" کے نام سے موسوم
کیا گیا۔ پھر سَبْت بطور مصدر سَبْت کا دن
منانے کے معنی میں استعمال ہوا۔ اس جگہ یہی مراد
ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو سَبْت)

یُسَبِّحُ :- وہ پاکی بیان کرتا ہے۔ تَسْبِیْح سے
مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو تسبیح)

یُسَبِّحْنَ :- وہ پاکی بیان کرتی ہیں۔ تَسْبِیْح سے
مضارع جمع مؤنث غائب۔

یُسَبِّحُوْنَ :- وہ پاکی بیان کرتے ہیں تَسْبِیْح
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْبَحُوْنَ :- وہ تیزی سے دوڑتے ہیں سَبَاحَۃ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔
سَبْح کے معنی پانی یا ہوا میں تیزی سے گذرنے

کے ہیں۔ قرآن کریم میں ستاروں کو اپنے اپنے دائرہ میں گردش کرنے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے فرمایا گیا ہے کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (ہر ستارہ اپنے دائرہ میں چکر لگا رہا ہے) اس طرح ان کی گردش کی تیزی کی طرف اشارہ فرما دیا گیا ہے۔

یَسْبِقُ:۔ وہ بڑھتا ہے۔ آگے ہوتا ہے سَبَاق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْبِقُوْا:۔ وہ بڑھ جائیں گے۔ غالب آ جائیں گے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَسْبِقُوْنَ:۔ وہ آگے بڑھتے ہیں۔ سَبَاق سے مضارع جمع مذکر غائب

یَسُبُّوْا:۔ وہ برا بھلا کہیں۔ سَبّ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَسْتَاْخِرُوْنَ:۔ وہ دیر کرتے ہیں۔ وہ دیر کریں گے اِسْتِیْخَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَاْذِنُ:۔ وہ اجازت چاہتا ہے۔ اجازت چاہے اِسْتِیْذَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْتَاْذِنُوْا:۔ وہ اجازت مانگیں مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَسْتَاْذِنُوْنَ:۔ وہ اجازت چاہتے ہیں اِسْتِیْذَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَبْدِلْ:۔ بدلہ میں لے آئے گا۔ اِسْتِبْدَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم

قَالَ اللہُ تعالٰی وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ (سورۂ محمد) یعنی اے مسلمانو اگر تم نے خدا کے حکم سے پشت پھیری تو خدا تعالٰی کو بھی تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ وہ تمہارے بدلہ میں کوئی اور قوم لے آئے گا جو اس کی اطاعت کرے گی اور تم سے بہتر ثابت ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالٰی کی سنت ہی یہ جاری رہی ہے کہ جس نبی کی قوم نے حق سے روگردانی کی راہ اختیار کی دو چار مہلتوں کے بعد اس کے حق میں ہلاکت و تباہی کا ناطق فیصلہ کر دیا گیا۔ بہر حال اللہ تعالٰی کی حکمت و مصلحت کا پورا ہونا تو ضروری ہے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ سے پوری ہو اور یہ تمہارے جذبۂ عمل اور ایثار و قربانی پر منحصر ہے۔ یہاں خیرات کے سلسلہ میں تنبیہ فرمائی گئی اور دوسری جگہ سورۂ توبہ میں جہاد کے سلسلہ میں۔

یَسْتَبْشِرُوْنَ:۔ وہ خوش ہوتے ہیں اِسْتِبْشَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو نُبَشِّرُ)

یَسْتَثْنُوْنَ:۔ وہ قسم میں استثناء کرتے ہیں۔ یعنی انشاء اللہ کہتے ہیں اِسْتِثْنَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔ قرآن کریم میں صیغہ نفی ہے۔

یَسْتَجِیْبُ:۔ وہ قبول کرتا ہے۔ وہ جواب دے گا۔ وہ قبول کرے گا۔ اِسْتِجَابَۃ سے

مضارع واحد مذکر غائب۔

(ل) یَستَجِیبُوا :- وہ قبول کریں۔ امر جمع مذکر غائب

(لَم) یَستَجِیبُوا :- انھوں نے قبول نہیں کیا۔

اِستِجَابَۃ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَستَجِیبُونَ :- وہ جواب دیتے ہیں اِستِجَابَۃ

سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَستَحِبُّونَ :- وہ دوست رکھتے ہیں۔ پسند کرتے

ہیں۔ اِستِحبَاب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَستَحسِرُونَ :- وہ عاجز ہوتے ہیں۔ وہ تھکتے

ہیں اِستِحسَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَستَحیُونَ :- وہ زندہ چھوڑتے ہیں۔ اِستِحیَاء

سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَستَحیِی :- وہ شرماتا ہے۔ زندہ رکھتا ہے۔

اِستِحیَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔ بمعنے

اول حیاء سے ماخوذ ہے۔ اور بمعنی ثانی حیوٰۃ سے

یَستَخرِجَا :- وہ نکالیں۔ اِستِخرَاج سے مضارع

تثنیہ مذکر غائب منصوب ومجزوم۔

(لا) یَستَخِفَّنَّ :- وہ ہرگز نہ ہلکا سمجھیں اِستِخفَاف

سے نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔

یَستَخفُوا :- وہ چھپ جائیں۔ اِستِخفَاء

سے مضارع جمع مذکر غائب۔ مجزوم

یَستَخفُونَ :- وہ چھپتے ہیں اِستِخفَاء سے

مضارع جمع مذکر غائب۔

یَستَخلِفُ :- وہ خلیفہ بناتا ہے۔ وہ خلیفہ بنائے

وہ جانشین بنائے گا اِستِخلَاف سے مضارع واحد

مذکر غائب۔

یَستَخلِفَنَّ :- وہ ضرور جانشین بنائے گا۔ حاکم

بنائے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و

نون ثقیلہ۔

یَستَسخِرُونَ :- وہ ہنسی کرتے ہیں۔ اِستِسخَار

سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَستَصرِخُ :- وہ فریاد کرتا ہے اِستِصرَاخ سے

مضارع واحد مذکر غائب۔

یَستَضعِفُ :- وہ کمزور کرتا ہے۔ اِستِضعَاف

سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُستَضعَفُونَ :- وہ کمزور سمجھے جاتے ہیں۔

اِستِضعَاف سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

(لَم) یَستَطِع :- وہ طاقت نہیں رکھتا۔ اِستِطَاعَۃ

سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَستَطِیعُ :- وہ طاقت رکھتا ہے۔ اِستِطَاعَۃ

سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَستَطِیعُونَ :- وہ طاقت رکھتے ہیں۔ وہ طاقت

رکھیں گے۔ اِستِطَاعَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب

یَستَعتِبُوا :- وہ منانا چاہیں۔ وہ اچھی حالت

کی طرف لوٹنا چاہیں۔ وہ رضامندی چاہیں۔

اِستِعتَاب سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یستعتبون :- ان کو رضامندی دیجائے گی
استعتاب سے جس کے معنی "رضامندی چاہنے"
اور "رضامندی دینے" کے ہیں۔ مضارع مجہول جمع
مذکر غائب۔

یستعجل :- وہ جلدی کرتا ہے۔ جلدی چاہتا
ہے۔ استعجال سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یستعجلون :- وہ جلدی مچاتے ہیں۔ استعجال
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یستعفف :- وہ بچے۔ وہ پرہیز کرے۔ استعفاف
سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یستعففن :- وہ بچیں۔ پرہیز کریں۔ استعفاف
سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

یستغشون :- وہ (کپڑے) لپیٹتے ہیں ڈھانپتے
ہیں۔ استغشاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یستغفر :- وہ مغفرت چاہے۔ وہ معافی چاہے۔
استغفار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یستغفروا :- وہ مغفرت چاہیں۔ مضارع جمع
مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

یستغفرون :- وہ مغفرت چاہتے ہیں مضارع
جمع مذکر غائب۔

یستغیثان :- وہ دونوں فریاد کرتے ہیں استغاثۃ
سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

یستغیثون :- وہ فریاد کریں استغاثۃ سے
مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یستفتحون :- وہ فتح مانگتے ہیں۔ استفتاح سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یستفتون :- وہ حکم شرعی معلوم کرتے ہیں۔
وہ فتویٰ چاہتے ہیں۔ استفتاء سے مضارع جمع
مذکر غائب۔ استفتاء کے معنی ہیں مشکل احکام کے
متعلق سوال کا جواب مانگنا۔ اس جواب کو فتویٰ
کہتے ہیں۔

یستفز :- وہ نکال باہر کرے۔ استفزاز سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یستفزون :- وہ نکال دیں۔ باہر کر دیں۔
استفزاز سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یستقدمون :- وہ پیش قدمی کریں گے۔
آگے بڑھیں گے استقدام سے مضارع جمع
مذکر غائب۔

یستقیم :- وہ سیدھا رہے۔ سیدھے راستہ پر
چلے۔ استقامۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

یستکبر :- وہ غرور کرتا ہے۔ استکبار سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یستکبرون :- وہ غرور کرتے ہیں استکبار
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یستمع :- وہ کان لگا کر سنتا ہے۔ استماع
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْتَمِعُوْنَ :- وہ کان لگا کر سنتے ہیں۔ اِسْتِمَاع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَنْبِئُوْنَ :- وہ معلوم کرتے ہیں۔ اِسْتِنْبَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَنْبِطُوْنَ :- تحقیق کرتے ہیں۔ اِسْتِنْبَاط کے اصل معنی ہیں کنواں کھود کر پہلے پہل پانی نکالنا۔ اور "نَبَط" اس پانی کو کہتے ہیں۔ اور مجازاً اسکا استعمال غور و فکر اور تحقیق و تعمق کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے اِسْتَنْبَطَ الْفَقِيْهُ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةَ مِنْ تِلْكَ الْاٰيَةِ - فقیہ نے اس آیت میں نظر و فکر کرکے اس سے یہ مسئلہ استخراج کیا۔ (تفسیر کبیر)

قَالَ اللهُ تَعَالٰى وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ - یعنی جب یہ ضعیف الایمان لوگ کوئی امن یا خوف کی بات سنتے ہیں تو اسے مشہور کر دیتے ہیں۔ حالانکہ بات سن کر پہلے اس کی تحقیق کرنی چاہئے تھی۔ آں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرتے۔ اہل علم اور اصحاب حل و عقد سے پوچھتے۔ یہ بزرگ حقیقت حال معلوم کرکے اور بات کی تہ کو پہنچ کر اسکی اشاعت و عدم اشاعت کے متعلق مناسب مشورہ دیتے۔ معلوم ہوا کہ ہر سنی ہوئی بات کی اشاعت نہ کرنی چاہئے۔ خصوصاً وہ بات جس سے ملت کا اجتماعی مفاد وابستہ ہو۔ تاوقتیکہ اصحاب علم و اقتدار سے اس کی تحقیق نہ کر لی جائے۔

یَسْتَنْقِذُوْا :- وہ نجات دلائیں۔ چھڑائیں۔ اِسْتِنْقَاذ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم

یَسْتَنْكِحُ :- وہ نکاح کرنا چاہے۔ اِسْتِنْكَاح سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو نکاح)

یَسْتَنْكِفُ :- اس کو عار آتی ہے۔ وہ ننگ رکھتا ہے۔ وہ عیب جانتا ہے۔ اِسْتِنْكَاف (بصلہ مِنْ) سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یہ ماخوذ ہے نَكْف سے جس کے معنے ہیں "انگلی کے ذریعہ آنسوؤں کو رخسار سے پونچھنا"۔ اس اعتبار سے اس میں تَبْعِيْد (دور کرنا) کے معنی پیدا ہو گئے۔ پس اِسْتِنْكَاف کے اصل معنی ہوئے "اپنے آپ کو کسی چیز سے دور رکھنا"۔ آیت کریمہ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (نہ مسیح کے لئے اللہ کا بندہ ہونا کچھ عار کی بات ہے نہ مقرب فرشتوں کے لئے) میں عیسائیوں کے ایک شبہ کا جواب دیا گیا ہے وہ یہ کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا اس لئے سمجھتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کی پیدا ہوئے۔ غیب کی خبریں بتلا دیا کرتے تھے۔ اندھوں کو بینا اور بیماروں کو اچھا کر دیتے تھے۔

اور ان کے ہاتھ پر بہت سے معجزات و خوارق ظاہر ہوئے۔ پس فرمایا کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا الوہیت یا خدا کی ابنیت کو مستلزم اور بندگی و عبدیت کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ فرشتے نہ ماں رکھتے ہیں نہ باپ۔ نیز محض یہ علم اور قدرت جو مسیح کو عطا کی گئی تھی مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ درگاہ خداوندی کے مقرب فرشتے مسیح سے زیادہ علم و قدرت رکھتے ہیں تاہم فرشتوں کو خدا کی بندگی اور اس کے احکام کی تعمیل سے عار نہیں بلکہ اسے اپنی عزت و سعادت سمجھتے ہیں اسی طرح مسیح (علیہ السلام) بھی خدا کا بندہ ہونے کو اپنے لئے باعث فخر و مباہات سمجھتے رہے
(امام رازیؒ)

یَسْتَوْفُوْنَ:۔ وہ پورا لیتے ہیں۔ اِسْتِیْفَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَوُوْنَ:۔ وہ برابر ہوتے ہیں۔ اِسْتِوَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَوِیْ:۔ وہ برابر ہوتا ہے۔ اِسْتِوَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْتَوِیَانِ:۔ وہ دونوں برابر ہیں۔ اِسْتِوَاء سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

یَسْتَهْزِئُ:۔ وہ ہنسی کرتا ہے۔ ٹھٹھا کرتا ہے۔ اِسْتِهْزَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

کفار جب منافقین سے شکایت کرتے کہ تم مسلمانوں سے ملتے جلتے ہو تو وہ کہتے کہ ہم تو فی الحقیقت تمہارے ہی ہم خیال ہیں، اور مسلمانوں سے تو ہم مذاق کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ دیتے ہیں اور ان کو بے وقوف بناتے ہیں۔ کہ وہ ہم سے مسلمانوں کا سا معاملہ کرنے لگتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا۔ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (اللہ ہی ان سے ہنسی کرتا ہے اور ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے درانحالیکہ وہ عقل کے اندھے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ جو ان پر فوراً عذاب نازل نہیں فرماتا اور ان کو مہلت پر مہلت دے رہا ہے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسی طرح اس کی گرفت سے آزاد رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ وہ اپنے کفر میں کامل ہو جائیں اور پھر انھیں یکدم پکڑے اور سخت ترین عذاب دے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ کے اعمال کو بھی استہزاء سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ وہ اس سے اسی طرح دھوکہ میں پڑ گئے جس طرح آدمی مذاق سے دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ یا اس لئے کہ وہ ان کی استہزاء کا جواب تھا۔

یُسْتَهْزَءُ:۔ ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ اِسْتِهْزَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَسْتَیْقِنَ :۔ وہ یقین کرلے۔ اِسْتِیْقَان سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْجُدُ :۔ وہ سجدہ کرتا ہے سُجُوْد سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ (دیکھو اُسْجُدُوْا)

یَسْجُدَانِ :۔ وہ دو سجدہ کرتے ہیں۔ سُجُوْد
سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

یَسْجُدُوْا :۔ وہ سجدہ کریں۔ مضارع جمع
مذکر غائب منصوب۔

یَسْجُدُوْنَ :۔ وہ سجدہ کرتے ہیں سُجُوْد
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُسْجَرُوْنَ :۔ وہ گرم کئے جائیں گے۔ وہ جھونکے
جائیں گے۔ سَجْر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب

یُسْجَنَ :۔ وہ قید کیا جائے۔ سَجْن سے مضارع
مجہول واحد مذکر غائب۔ منصوب

(لَ) یُسْجَنَنَّ :۔ وہ ضرور قید کیا جائے گا۔
مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ سجن سے

لَیَسْجُنُنَّ :۔ وہ ضرور قید کردیں۔ مضارع جمع
مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ سجن سے

یُسْحَبُوْنَ :۔ وہ کھینچے جائیں گے سَحْب سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُسْحِتَ :۔ وہ غارت کردے۔ وہ ہلاک کردے
اِسْحَات سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لا) یَسْخَرْ :۔ نہ ٹھٹھا کرے نہ مذاق اڑائے۔
سُخْرِیَۃ سے نہی واحد مذکر غائب۔

سُخْرِیَۃ کے معنی اکثر علماء نے مذاق اڑانا ٹھٹھا کرنا بتائے ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ (الحجرات) یعنی اے مسلمانو تم میں سے کوئی گروہ کسی گروہ کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ جن کی ہنسی اڑائی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں۔ کیونکہ انسانوں کو تو صرف ظواہر احوال کا ہی علم ہوتا ہے اور ضمائر و سرائر کا علم انھیں حاصل نہیں ہے اور خداوند تعالیٰ کے نزدیک اصل وزن اور قیمت ضمیر کی خلوص اور دل کے تقویٰ کی ہے اور یہ ایک مخفی چیز ہے کہ دیکھنے والوں کی رسائی اس تک نہیں ہوتی۔ لہذا کسی کو شکستہ حال۔ بدشکل اور پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھ کر اس کا مذاق اڑانا اور اسے حقیر سمجھنا نہ چاہئے ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے روز جنت میں داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی اور ان کے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا مگر جب وہ قریب پہنچ کر اندر داخل ہونا چاہیں گے تو اس دروازہ کو بند کرکے دوسرا دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہاں سے دعوت دی جائیگی۔

مگر وہاں بھی یہی صورت ہوگی۔ اب وہ سمجھیں گے کہ یہ ہماری اس دنیوی حرکت کا بدلہ ہے۔ پھر ہر چند انھیں جنت میں بلایا جائے گا مگر وہ نہ جائیں گے کیونکہ سمجھ لیں گے کہ ہمارے ساتھ بھی مذاق کیا جا رہا ہے۔ (کشاف و کیمیائے سعادت)

یَسْخَرُوْنَ:- وہ ہنسی اڑاتے ہیں۔ ہنسی دل لگی کرتے ہیں۔ سُخْرِیَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْخَطُوْنَ:- وہ سخت ناراض ہوتے ہیں۔ سَخَط سے مضارع جمع مذکر غائب۔ سَخَط غضبِ شدید کو کہتے ہیں جو سزا کا سبب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو عذاب نازل کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

یُسْرٌ:- آسانی۔ آسان۔ سہل (مصدر و اسم)

یَسِّرْ:- تو آسان کر۔ تَیْسِیْرٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

یَسَّرَ:- اس نے آسان کیا۔ تَیْسِیْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

یَسْرِ:- وہ رات کو چلے۔ سُرًی سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل میں یَسْرِیْ تھا۔ فاصلہ کی رعایت کی وجہ سے آخر سے یا حذف ہوگئی۔

یُسْرٰی:- بہت آسان (شریعتِ اسلام) آسانی (جنت) پہلے معنی میں یُسْر سے اسم تفضیل واحد مؤنث ہے اور دوسرے معنی میں اسم مصدر۔

(لَمْ) یُسْرِفُوْا:- وہ زیادتی نہ کریں۔ اِسْرَاف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یُسْرِفُوْا:- انھوں نے فضول خرچی نہیں کی۔ اِسْرَاف سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔ (دیکھو وَتُسْرِفُوْا)

(اِنْ) یَّسْرِقْ:- اگر وہ چراتا ہے۔ سَرَق سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم

(لَا) یَسْرِقْنَ:- وہ چوری نہ کریں گی۔ سَرَق سے مضارع منفی جمع مؤنث غائب۔

یَسَّرْنَا:- ہم نے آسان کر دیا۔ تَیْسِیْرٌ سے ماضی جمع متکلم۔

فرمایا گیا ہے۔ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (اور ہم نے قرآن کو آسان کیا ہے ذکر کے لئے۔ پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا) مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی عبارت نہایت سہل شیریں اور مختصر ہے کہ اس کے حفظ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اور اور اسی طرح اس کے مضامینِ ترغیب و ترہیب و انذار اور تبشیر بھی صاف اور مؤثر ہیں کہ سوچنے سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے والے کو کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ ناول اور افسانے کی طرح دقائق و غوامض اور اسرار و حکم سے خالی ہے کہ بغیر فکر و تدبر کے اس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ناول اور افسانے سے بھی

حظ حاصل کرنے کے لئے لطائف زبان اور اسالیب بیان سے واقفیت ضروری ہے۔

یُسِرُّوْنَ :- وہ چھپاتے ہیں۔ اِسْرَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْطُرُوْنَ :- وہ لکھتے ہیں۔ سَطْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْطُوْنَ :- وہ حملہ کردیں۔ سَطْو سے مضارع جمع مذکر غائب۔

اَلْیَسَع :- ایک پیغمبر علیہ السلام کا نام نامی اس کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ جمہور نے اسے اَلْیَسَع (اَلْیَمَن) کے وزن پر پڑھا ہے اور حمزہ اور کسائی نے اَللَّیْسَع (اَلضَّیْغَم) کے وزن پر یعنی لام مشدد کے ساتھ۔

اس نام کے عربی اور عجمی ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے اسے یسعۃ کے مضارع یَسَعُ سے منقول مانا ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ یہ اسم عجمی ہے صاحب المنار نے لکھا ہے کہ یہ اَلِیْشَع کا معرب ہے جو انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے اور الیاس علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ عبرانی سے عربی میں منتقل ہو کر ش (معجمہ) س (مہملہ) سے بدل گئی۔

بیضاویؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ابن اخطوب بن عجوز ہیں۔ الیاس علیہ السلام کی طرف سے بنی اسرائیل پر ان کے خلیفہ تھے۔

علامہ سیوطی نے الاتقان میں ایک قول نقل کیا ہے کہ اَلْیَسَع ذوالکفل کا دوسرا نام ہے اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ذوالکفل کو انہوں نے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا (الاتقان ص ۲) پھر ذوالکفل کے بارہ میں خود بڑا اختلاف ہے کہ وہ کون تھے۔

(ملاحظہ ہو ذوالکفل)

بہرحال اَلْیَسَع کی شخصیت کی تعیین مشکل ہے قرآن کریم میں دو جگہ ان کا ذکر آیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے:-

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ - (اور یاد کرو اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کو اور سب خوبی والے تھے) اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:-

وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ (اور ہم نے ہدایت دی اسمعیل الیسع یونس اور لوط کو اور سب کو اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت بخشی)۔

لہذا انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں ان کی صفات کے ساتھ ذکر سے یہ ثابت ہے کہ وہ نبی تھے اور اتنا ہی جاننا اور ماننا کافی ہے۔ زیادہ مفصل حالات ان کے نہیں ملتے۔

یَسْعٰی :- وہ دوڑتا ہے۔ کوشش کرتا ہے سَعْی سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْعَوْنَ :- وہ دوڑتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں۔ سَعْی سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْفِكُ :- وہ بکھیرتا ہے (خون کو) سَفْك سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُسْقٰی :- وہ پلایا جاتا ہے سَقْی سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَسْقُوْنَ :- وہ پلاتے ہیں۔ سَقْی سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُسْقَوْنَ :- ان کو پلایا جاتا ہے۔ ان کو سیراب کیا جاتا ہے۔ سَقْی سے مضارع جمع مذکر غائب

یَسْقِیْ :- وہ پلاتا ہے۔ پلائے گا۔ سَقْی سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْكُنُ :- وہ رہتا ہے۔ سَكَن سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُسْكِنْ :- وہ روک دے۔ ساکن کر دے۔ اِسْکان سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَسْكُنُوْا :- وہ رہیں۔ سَکَن سے مضارع جمع مذکر غائب۔ منصوب۔

یَسْلُبْ :- وہ چھین لے۔ سَلْب سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم

یُسَلِّطُ :- وہ غالب کرتا ہے۔ مسلّط کر دیتا ہے۔ تَسْلِیْط سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْلُكُ :- وہ چلاتا ہے۔ داخل کرتا ہے۔ سَلْك سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُسْلِمْ :- وہ سونپ دے۔ اِسْلَام سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم (دیکھو اِسْلَام)

یُسَلِّمُوْا :- وہ قبول کریں۔ تَسْلِیْم سے مضارع جمع مذکر غائب۔ منصوب۔

یُسْلِمُوْنَ :- وہ اسلام لے آئیں۔ فرمانبرداری کریں۔ اِسْلَام سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْمَعُ :- وہ سنتا ہے۔ وہ سُنے۔ سَمْع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَم) یَسْمَعْ :- اس نے نہیں سُنا۔ نفی جحد واحد مذکر غائب۔ سَمْع سے۔

یُسْمِعُ :- وہ سُناتا ہے۔ اِسْمَاع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْمَعُوْا :- وہ سنیں یَسْمَعُ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم

یَسْمَعُوْنَ :- وہ سنتے ہیں۔ وہ سنیں گے۔ سَمْع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسَّمَّعُوْنَ :- وہ خوب کان لگا کر سنتے ہیں۔ تَسَمُّع سے مضارع جمع مذکر غائب (اصل میں یَتَسَمَّعُوْنَ تھا۔ تا کو سین سے بدل کر ادغام کر دیا گیا)۔

یُسَمُّوْنَ :- وہ نام رکھتے ہیں تَسْمِیَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُسْمِنُ :- وہ موٹا کرتا ہے۔ موٹا کرے گا۔

اِسمان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسُوْءُوْا :- وہ بگاڑ دیں۔ اداس کر دیں۔ سَوْءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَسُوْمُ :- وہ تکلیف دے گا۔ سَوْم سے مضارع واحد مذکر غائب۔ سَوْم کے معنے ہیں کسی بات کی تکلیف دینا یا عذاب پہنچانا۔

یَسُوْمُوْنَ :- وہ پہنچاتے ہیں۔ تکلیف سَوْم سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُسَیِّرُ :- وہ چلاتا ہے۔ تَسْیِیْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسِیْرٌ :- آسان۔ تھوڑا۔ یُسْر سے صفت مشبہ واحد مذکر غائب۔

لَمْ یَسِیْرُوْا :- وہ نہیں چلے پھرے۔ سَیْر سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُسِیْغُ :- وہ بہ آسانی حلق سے نیچے اُتارے۔ اِسَاغَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشَأْ :- وہ چاہے۔ مَشِیْئَت سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَشَاءُ :- وہ چاہتا ہے۔ وہ چاہے۔ وہ چاہیگا۔ مَشِیْئَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشَاءُوْنَ :- وہ چاہیں گے مَشِیْئَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُشَاقِّ۔ یُشَاقِقْ :- وہ مخالفت کرے۔ مُشَاقَّۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم اول با ادغام وثانی بہ فکِ ادغام۔

یَشْتَرُوْنَ :- وہ خریدتے ہیں۔ وہ لیتے ہیں۔ اِشْتِرَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَشْتَرُوْا :- وہ خریدیں۔ وہ لیں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَشْتَرِیْ :- وہ خریدتا ہے۔ وہ بیچتا ہے۔ اِشْتِرَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشْتَهُوْنَ :- وہ خواہش کرتے ہیں یا وہ خواہش کریں گے۔ اِشْتِهَاء سے مضارع جمع مذکر غائب

یَشْرَبُ :- وہ پیتا ہے۔ وہ پئے گا۔ شُرْب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشْرَبُوْنَ :- وہ پئیں گے۔ شُرْب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَشْرَحُ :- وہ کشادہ کرتا ہے۔ کھولتا ہے۔ شَرْح سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُشْرِكُ :- وہ شریک کرتا ہے۔ وہ شریک کرے اِشْرَاك سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو یُشْرِكْ)

یُشْرَكُ :- وہ شریک کیا جاتا ہے۔ اِشْرَاك سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُشْرِكْنَ :- وہ شریک کریں۔ اِشْرَاك سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

یُشْرِكُوْنَ :- وہ شرک کرتے ہیں۔ وہ شریک

کرتے ہیں۔ اِشراک سے مضارع جمع مذکر غائب

یَشْرُوْنَ:۔ وہ خریدتے ہیں۔ شراء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَشْرِیْ:۔ وہ بیچتا ہے۔ شراء سے مضارع واحد مذکر غائب۔ شراء لغت اضداد میں سے ہے۔

یُشْعِرُ:۔ وہ خبردار کرتا ہے۔ اِشعار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَا) یُشْعِرَنَّ: وہ ہرگز خبردار نہ کرے۔ نہی واحد مذکر غائب۔

یَشْعُرُوْنَ:۔ وہ جانتے ہیں سمجھتے ہیں۔ شعور سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَشْفَعُ: وہ سفارش کرے۔ شَفَاعَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

شَفَاعَت کا مطلب یہ ہے کہ شَفِیْع (سفارش کرنے والا) اپنی عزت ومنزلت اور تقرب کو کام میں لاکر کسی حاکم کو اس کے ارادہ کے برخلاف مشفوع لہٗ (وہ شخص جس کے لئے سفارش کی جائے) کے بارہ میں کسی کام کے کرنے یا کسی کام کے چھوڑنے پر آمادہ کرے۔ مثلاً ایک حاکم نے کسی کو پھانسی کی سزا تجویز کرنی چاہی تم نے اس مجرم کی سفارش کی۔ یعنی حاکم کو اس کے ارادہ سے باز رکھنا چاہا۔ ظاہر ہے کہ اگر اس نے تمہاری شفاعت قبول کرلی تو اسے اپنا ارادہ چھوڑنا پڑے گا۔

قرآن کریم میں جہاں شفاعت کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد یہ شفاعتِ معہودہ ہے جو دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کے یہاں پیش ہوتی ہے۔ اور اہلِ کتاب ومشرکین کے اس زعم باطل کی تردید مقصود ہے کہ خواہ ہم کسی قسم کے اعمال وافعال کریں اور کفر و شرک اور دوسرے قبائح میں کتنے ہی ملوث ہوں۔ مگر فلاں پیغمبر یا فلاں ولی یا فلاں دیوتا ہماری سفارش کریں گے اور ہم یقیناً عذاب سے رستگار ہوں گے۔ اس لئے خدا سے زیادہ ہمیں اپنے ان سہاروں کی فکر رکھنا اور نذر و نیاز کے ذریعہ ان کا تقرب حاصل کرنا چاہئے اسلام اس فکر وعقیدہ کو غلط ٹھیراتا ہے۔ اور انسان کو اس کی تعلیم دیتا ہے کہ اپنے ایمان وعمل اور محض خدا کے فضل وکرم پر اعتماد رکھیں۔ البتہ یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ گناہگار مومنوں کے حق میں خود خدا کے حکم واجازت سے انبیاءِ کرام خصوصاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صالح مسلمان شفاعت کریں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کی نجات ورستگاری کے لئے دست بدعا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے مطابق اپنی فضل و

کرم سے ان کی دعا و شفاعت قبول فرمائے گا معتزلہ اس سے بھی انکار کرتے ہیں۔ مگر یہ چیز نہ نصوص قرآنی کے خلاف ہے نہ کوئی عقلی دلیل ہی اس سے ٹکراتی ہے۔ اس لئے کہ گنہگار حق خداوندی کو ادا کرنے میں کوتاہی برتتا ہے اور صاحب حق کو اپنے حق کے ساقط و معاف کرنے کا یقیناً حق حاصل ہے آخر تم کسی اپنے غریب مقروض سے اپنا واجب حق ساقط کر دیتے ہو اور اس میں کوئی عقلی قباحت محسوس نہیں کرتے تو کیا خداوند کریم و رحیم کے رحم و کرم میں کچھ وسعت نہیں جب کہ وہ خود سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ فرماتا ہے۔ البتہ شرک و کفر کے متعلق اس نے صراحتہً بتلا دیا ہے کہ یہ گناہ بلا توبہ معاف نہیں ہوتا اور اس کی سزا دوزخ کا دائمی عذاب ہے (ش - ۱)

یَشْفَعُوْا :- وہ سفارش کریں۔ شَفَاعَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَشْفَعُوْنَ :- وہ سفارش کرتے ہیں شَفَاعَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَشْفِیْ :- وہ اچھا کرتا ہے۔ وہ شفا دیتا ہے شِفَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشْقٰی :- وہ بدنصیب و بدبخت ہوتا ہے۔ شَقَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشَّقَّقُ :- وہ پھٹتا ہے۔ تَشَقُّق سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل میں یَتَشَقَّقُ تھا۔ تا کو شین سے بدل کر ادغام کر دیا۔

یَشْکُرُ :- وہ شکر کرتا ہے۔ شُکْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو اَشْکُرُ)

یَشْکُرُوْنَ :- وہ شکر کرتے ہیں۔ وہ شکر کریں۔ شُکْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَشْوِیْ :- وہ بھونے گا۔ وہ جھلسے گا۔ شَیّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشْهَدُ :- وہ گواہی دیتا ہے۔ وہ حاضر ہوتا ہے۔ شَهَادَۃ و شُهُوْد سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو شَهَادَہ)

یُشْهِدُ :- وہ گواہ بناتا ہے۔ اِشْهَاد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشْهَدُوْنَ :- وہ گواہی دیتے ہیں۔ حاضر ہوتے ہیں۔ شَهَادَۃ و شُهُوْد سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُصِبْ :- پہنچے گا۔ اِصَابَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یُصَبُّ :- وہ اوپر سے ڈالا جائے گا۔ صَبّ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لم) یُصِبْ :- وہ نہیں پہنچا۔ اِصَابَۃ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

کرتے ہیں۔ اِشْرَاک سے مضارع جمع مذکر غائب
یَشْرُوْنَ:۔ وہ خریدتے ہیں۔ شِرَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَشْرِیْ:۔ وہ بیچتا ہے۔ شِرَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ شِرَاء لغت اضداد میں سے ہے۔
یُشْعِرُ:۔ وہ خبردار کرتا ہے۔ اِشْعَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔
لَا یُشْعِرَنَّ: وہ ہرگز خبردار نہ کرے۔ نہی واحد مذکر غائب۔
یَشْعُرُوْنَ:۔ وہ جانتے ہیں سمجھتے ہیں۔ شُعُوْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَشْفَعُ: وہ سفارش کرے۔ شَفَاعَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ شفیع (سفارش کرنے والا) اپنی عزت و منزلت اور تقرب کو کام میں لا کر کسی حاکم کو اس کے ارادہ کے برخلاف مشفوع لہٗ (وہ شخص جس کے لئے سفارش کی جائے) کے بارہ میں کسی کام کے کرنے یا کسی کام کے چھوڑنے پر آمادہ کرے۔ مثلاً ایک حاکم نے کسی کو پھانسی کی سزا تجویز کرنی چاہی تم نے اس مجرم کی سفارش کی۔ یعنی حاکم کو اس کے ارادہ سے باز رکھنا چاہا۔ ظاہر ہے کہ اگر اس نے تمہاری شفاعت قبول کر لی تو اسے اپنا ارادہ چھوڑنا پڑے گا۔

قرآن کریم میں جہاں شفاعت کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد یہ شفاعتِ معہودہ ہے جو دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کے یہاں پیش ہوتی ہے۔ اور اہلِ کتاب و مشرکین کے اس زعمِ باطل کی تردید مقصود ہے کہ خواہ ہم کسی قسم کے اعمال و افعال کریں اور کفر و شرک اور دوسرے قبائح میں کتنے ہی ملوث ہوں۔ مگر فلاں پیغمبر یا فلاں ولی یا فلاں دیوتا ہماری سفارش کریں گے اور ہم یقیناً عذاب سے رستگار ہوں گے۔ اس لئے خدا سے زیادہ ہمیں اپنے ان سہاروں کی فکر رکھنا اور نذر و نیاز کے ذریعہ ان کا تقرب حاصل کرنا چاہئے اسلام اس فکر و عقیدہ کو غلط ٹھیراتا ہے۔ اور انسان کو اس کی تعلیم دیتا ہے کہ اپنے ایمان و عمل اور محض خدا کے فضل و کرم پر اعتماد رکھیں۔ البتہ یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ گناہگار مومنوں کے حق میں خود خدا کے حکم و اجازت سے انبیاءِ کرام خصوصاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صالح مسلمان شفاعت کریں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کی نجات و رستگاری کے لئے دست بدعا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے مطابق اپنی فضل و

کرم سے ان کی دعا و شفاعت قبول فرمائے گا
معتزلہ اس سے بھی انکار کرتے ہیں۔ مگر یہ
چیز نہ نصوص قرآنی کے خلاف ہے نہ کوئی عقلی
دلیل ہی اس سے ٹکراتی ہے۔ اس لئے کہ گنہگار
حق خداوندی کو ادا کرنے میں کوتاہی برتتا ہے
اور صاحب حق کو اپنے حق کے ساقط و معاف
کرنے کا یقیناً حق حاصل ہے آخر تم کسی اپنے
غریب مقروض سے اپنا واجب حق ساقط
کر دیتے ہو اور اس میں کوئی عقلی قباحت محسوس
نہیں کرتے تو کیا خداوند کریم و رحیم کے رحم و کرم
میں کچھ وسعت نہیں جب کہ وہ خود سَبَقَتْ
رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ فرماتا ہے۔ البتہ شرک و
کفر کے متعلق اس نے صراحتاً بتلا دیا ہے کہ
یہ گناہ بلا توبہ معاف نہیں ہوتا اور اس کی سزا
دوزخ کا دائمی عذاب ہے (ش - ۱)

يَشْفَعُوا :۔ وہ سفارش کریں۔ شَفَاعَۃ سے
مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَشْفَعُوْنَ :۔ وہ سفارش کرتے ہیں شَفَاعَۃ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَشْفِيْ :۔ وہ اچھا کرتا ہے۔ وہ شفا دیتا ہے
شِفَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَشْقٰى :۔ وہ بدنصیب و بدبخت ہوتا ہے۔
شَقَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَشَّقَّقُ :۔ وہ پھٹتا ہے۔ تَشَقُّق سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ اصل میں يَتَشَقَّقُ تھا۔
تا کو شین سے بدل کر ادغام کر دیا۔

يَشْكُرُ :۔ وہ شکر کرتا ہے۔ شُکْر سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ (دیکھو اُشْكُرُ)

يَشْكُرُوْنَ :۔ وہ شکر کرتے ہیں۔ وہ شکر کریں۔
شُکْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَشْوِيْ :۔ وہ بھونے گا۔ وہ جھلسے گا۔ شَیّ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَشْهَدُ :۔ وہ گواہی دیتا ہے۔ وہ حاضر
ہوتا ہے۔ شَهَادَة و شُهُوْد سے مضارع
واحد مذکر غائب (دیکھو شَهَادَة)

يُشْهِدُ :۔ وہ گواہ بناتا ہے۔ اِشْهَاد سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

يَشْهَدُوْنَ :۔ وہ گواہی دیتے ہیں۔ حاضر
ہوتے ہیں۔ شَهَادَة و شُهُوْد سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

يُصِبْ :۔ پہنچے گا۔ اِصَابَة سے مضارع
واحد مذکر غائب مجزوم۔

يُصَبُّ :۔ وہ اوپر سے ڈالا جائے گا۔ صَبّ
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) يُصِبْ :۔ وہ نہیں پہنچا۔ اِصَابَة سے
نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یُصْبِحَ :- وہ ہو جائے۔ اِصْبَاح سے مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب۔

اِصْبَاح افعال ناقصہ میں سے ہے۔ اسکے اصل معنی صبح کے وقت میں داخل ہونے کے ہیں۔ پھر مطلق ہونے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ کہا جاتا ہے اَصْبَحَ زَیْدٌ نَادِمًا زید نے صبح کی اس حال میں کہ وہ نادم تھا۔ یعنی زید نادم ہوا۔

لَیُصْبِحُنَّ :- وہ ضرور ہو جائیں گے مضارع جمع مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یُصْبِحُوْا :- وہ ہو جائیں اِصْبَاح سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَصْبِرُ :- وہ صبر کرتا ہے۔ صَبْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو صَبْر)

(لَم) **یَصْبِرُوْا** :- انھوں نے صبر نہیں کیا۔ صَبْر سے جمع مذکر غائب نفی جحد۔

یُصْحَبُوْنَ :- وہ مصاحبت کئے جائینگے۔ اِصْحَاب سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَصُدُّ :- وہ روکتا ہے۔ صَدّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَصْدُرُ :- وہ نکلے گا۔ صُدُوْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُصْدِرُ :- وہ لوٹائے۔ اِصْدَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَصَّدَّعُوْنَ :- وہ متفرق و منتشر ہوں گے۔ تَصَدُّع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

صَدْع کہتے ہیں پتھر یا لوہے وغیرہ کی شگاف کو۔ اسی سے تَصَدُّع کے معنی ہیں پھٹ جانا اور متفرق ہو جانا اور صُداع درد سر کو کہتے ہیں۔ جس سے گویا سر پھٹا جاتا ہو۔ اسی سے تَصْدِیع درد سر میں مبتلا کرنے کے معنی میں آتا ہے (لغات)

اصل میں یَتَصَدَّعُوْنَ تھا۔ تاء کو صاد سے بدل کر ادغام کر دیا۔

یُصَدَّعُوْنَ :- وہ درد سر میں مبتلا ہوں گے۔ تَصْدِیْع سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَصْدِفُوْنَ :- وہ کنارہ کرتے ہیں۔ اعراض کرتے ہیں (بصلہ عن)، صُدُوْف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُصَدِّقُ :- وہ تصدیق کرے۔ تَصْدِیْق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَصَّدَّقُوْا :- وہ خیرات کریں۔ تَصَدُّق سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ اصل میں یَتَصَدَّقُوْا تھا۔ (دیکھو صَدَقَہ)

یُصَدِّقُوْنَ :- وہ سچ مانتے ہیں۔ تَصْدِیْق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لا) **یَصُدَّنَّ** :- ہرگز نہ روکے۔ صَدّ

سے نہی واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ۔

يَصُدُّوا :- وہ روکیں۔ باز رکھیں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ صَدّ سے۔

يَصُدُّونَ :- وہ روکتے ہیں۔ باز رکھتے ہیں۔ صَدّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَصِدُّونَ :- وہ شور کرتے ہیں صِدًّا سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُصِرُّ :- وہ ضد کرتا ہے اِصْرَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَصْرِفُ :- وہ پھیرتا ہے۔ وہ پھیرے گا۔ صَرْف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُصْرَفُ :- وہ پھیرا جائے گا۔ صَرْف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُصْرَفُونَ :- وہ پھیرے جاتے ہیں۔ صَرْف سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

(لَ) يَصْرِمُنَّ :- وہ ضرور کاٹینگے۔ صَرْم سے مضارع جمع مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

(لَمْ) يُصِرُّوا :- انھوں نے اصرار نہیں کیا۔ اِصْرَار سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يُصِرُّونَ :- وہ ضد کرتے ہیں۔ اصرار کرتے ہیں۔ اِصْرَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَصْطَرِخُونَ :- وہ فریاد کریں گے چلائینگے۔ اِصْطِرَاخ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَصْطَفِي : وہ برگزیدہ کرتا ہے۔ انتخاب کرتا ہے۔ اِصْطِفَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

اِصْطِفَاء اصل میں اِصْتِفَاء تھا۔ باب افتعال کے فاء کلمہ میں جب صاد واقع ہوتا تو طاء سے بدل لیا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز میں سے اس کا صَفْوَة یعنی بہترین حصہ چن لینا۔ قال اللہ تعالیٰ اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسولوں کا انتخاب کرتا ہے۔ اس آیت سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ رسالت و نبوت کا منصب کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے۔ یعنی کوئی شخص اپنے کسب و عمل سے اس منصب پر سرفراز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خدا جسے چاہے اور جس کا انتخاب کرے یہ دولتِ خداداد اسی کے حصہ میں آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ رسول دو قسم کے ہوتے ہیں انسی و ملکی۔ اور جس طرح ہر انسان خدا کا رسول نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہر فرشتہ بھی رسول نہیں ہوتا۔

تیسرے یہ کہ نبوت و رسالت کے لئے دونوں نوعوں میں سے بہترین افراد کا انتخاب ہوتا ہے اور اس لئے نبی سب سے زیادہ متقی۔ سب سے بڑا پارسا اور سب سے زیادہ صفات حسنہ

سے متصف اور صفاتِ رذیلہ سے بعید ہوتا ہے

وھذا ظاھر من نصّ الآیۃ الکریمۃ

یَصْعَدُ :- وہ اوپر چڑھتا ہے صُعُود سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَصَّعَّدُ :- وہ مشکل سے چڑھتا ہے تَصَعُّد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

اصل میں یَتَصَعَّدُ تھا۔ تاء کو صاد سے بدلکر صاد میں ادغام کر دیا۔

قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ۔ یعنی جن لوگوں کے طلب حق اور حسن استعداد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ ایمان کی توفیق عطا فرمائے تو ان کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے ان کو اس کے قبول میں کوئی تردد نہیں ہوتا اور ان کے دل میں طمانیت ویقین کی کیفیت پیدا کر دی جاتی ہے۔ لیکن جن بدبختوں کے اعراض وانکار اور سوء استعداد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ انھیں گمراہ رکھے تو رفتہ رفتہ ان کے سینہ کو تنگ اور سخت تنگ کرتا چلا جاتا ہے کہ اس میں حق کے گھسنے کی گنجائش نہیں رہتی گویا کہ وہ آسمان پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ صعود فی السماء (آسمان پر چڑھنا) عربی زبان میں بطور محاورہ کے ناممکن کام کو انجام دینے کی کوشش کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اردو میں بھی اس معنی میں آسمان میں تھگلی لگانا استعمال کرتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ وہ دعوتِ اسلام کو قبول کرنے سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں اور اسے ناممکن العمل تصور کرتے ہیں۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ انکا دل اسلام سے اس قدر متنفر ہو جاتا ہے کہ وہ اس سے اس طرح بھاگتے ہیں کہ گویا آسمان پر چڑھ جانا چاہتے ہیں۔ (بیضاوی وتفسیر المنار ص ۶/۴۳)

یُصْعَقُوْنَ :- وہ بے ہوش کئے جائیں گے۔ اِصْعَاق سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

(لِ) **یَصْفَحُوْا** :- وہ درگذر کریں۔ صَفْح سے امر جمع مذکر غائب۔

یَصِفُوْنَ :- وہ وصف بیان کرتے ہیں۔ وہ بات بناتے ہیں۔ وَصْف سے مضارع جمع مذکر غائب

یَصِلُ :- وہ پہنچتا ہے۔ وُصُوْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَصْلٰی :- وہ داخل ہوگا (آگ میں) صِلِیّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُصْلَبُ :- اس کو سولی دی جائے گی۔ صَلْب سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُصَلَّبُوْا :- ان کو سولی دی جائے۔ تَصْلِیْب سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب۔

یُصْلِحُ :- وہ اصلاح کرے گا۔ سنوارے گا۔
اِصْلَاح سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُصْلِحَا :- وہ اصلاح کریں۔ موافقت کرلیں۔
اِصْلَاح سے مضارع تثنیہ مذکر غائب منصوب۔

یُصْلِحُوْنَ :- وہ اصلاح کرتے ہیں۔ سنوارتے ہیں۔ اِصْلَاح سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَنْ) یَصِلُوْا :- وہ ہرگز نہ پہنچیں گے۔ وُصُوْل سے نفی مستقبل مؤکد بہ لن جمع مذکر غائب۔

(لَمْ) یُصَلُّوْا :- انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔
صَلٰوۃ سے (از تفعیل) نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَصْلَوْنَ :- وہ داخل ہوں گے (آگ میں)۔
صِلِیٌّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَصِلُوْنَ :- وہ جوڑتے ہیں۔ وہ ملاتے ہیں۔
وَصْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُصَلُّوْنَ :- وہ درود بھیجتے ہیں۔ صَلٰوۃ (باب تفعیل) سے جمع مذکر غائب۔ مضارع۔

یُصَلِّیْ :- وہ درود بھیجتا ہے۔ رحمت نازل کرتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے۔ صَلٰوۃ باب تفعیل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَصُمْ :- وہ روزہ رکھے۔ صَوْم سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم (دیکھو صَوْم)

یَصْنَعُ :- وہ بناتا ہے۔ صُنْع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَصْنَعُوْنَ :- وہ بناتے ہیں۔ وہ کرتے ہیں۔
صُنْع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُصَوِّرُ :- وہ نقشہ بناتا ہے۔ وہ تصویر کھینچتا ہے وہ صورت بناتا ہے۔ وہ پیدا کرتا ہے۔ تَصْوِیْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

صورۃ وہ ہے جس سے اعیان (اشیاء قائم بالذات) کا نقشہ بنایا جائے اور اس کی وجہ سے ان میں سے ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائے۔ محسوس پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے انسان اور جانور کی شکل جس کا ادراک انسان اور حیوان سب کر سکتے ہیں اور معقول پر بھی جس کا ادراک خواص کر سکتے ہیں۔ عوام نہیں۔ جیسے عقل، فہم وغیرہ باطنی اوصاف۔ ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ۔ (وہی ہے جو تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے) میں وہ صورت گری مراد ہے۔ جو دونوں قسموں کو شامل ہو۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :-

یعنی اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ میں، مرد عورت، خوبصورت بدصورت، شقی، سعید، تم کو جیسا چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔

یہ آیت سورہ آلِ عمران کی ابتدائی آیات
میں سے ہے جو نجران کے عیسائی وفد کی رسولِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آمد کے سلسلہ میں
نازل ہوئیں اور جن میں عیسائیوں کے مزعومات
کی تردید کی گئی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی
تصریح کر دی گئی ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بھی
اللہ کے بندے اور اس کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ماں کے رحم میں ان کا بھی نقشہ
بنایا۔ اور انھیں جیسا اور جس طرح چاہا پیدا کیا۔
پھر وہ عیسائیوں کے گمان باطل کے مطابق خدا
یا خدا کے بیٹے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ (ابن کثیر ملخصاً)

يُصْهَرُ:۔ پگھلایا جائے گا۔ صَهْرٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ مجہول۔

يُصِيبُ:۔ وہ پہنچتا ہے۔ (بلا صلہ) وہ پہنچاتا ہے
وہ پہنچائے (بصلۂ باء) اِصَابَة سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

(لَنْ) يُصِيبَ:۔ ہرگز نہ پہنچے گا۔ منفی مستقبل مؤکد
بہ لن واحد مذکر غائب۔

يُضَارُّ:۔ اس کو نقصان پہنچایا جائے۔ ضِرَار
(مفاعلہ) سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُضَاعِفُ:۔ وہ دوگنا کرتا ہے۔ دوگنا کرے گا
مُضَاعَفَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُضَاعَفُ:۔ دوگنا کیا جائے گا۔ مضارع مجہول
واحد مذکر غائب۔

يُضَاهِئُونَ:۔ وہ ریس کرتے ہیں۔
مُضَاهَأَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لِ) يَضْحَكُوا:۔ وہ ہنسیں۔ ضِحْك سے مضارع
امر جمع مذکر غائب۔

يَضْحَكُونَ:۔ وہ ہنستے ہیں۔ ضِحْك سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

يَضُرُّ:۔ وہ نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ نقصان
پہنچائے گا۔ ضَرٌّ سے مضارع واحد مذکر غائب

يَضْرِبُ:۔ وہ مارتا ہے۔ بیان کرتا ہے۔
ضَرْب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لا) يَضْرِبْنَ:۔ وہ نہ ماریں۔ ضَرْب سے
نہی جمع مؤنث غائب۔

(لِ) يَضْرِبْنَ:۔ وہ ڈال لیں۔ ضرب سے
(بصلۂ باء) امر جمع مؤنث غائب۔

يَضْرِبُونَ:۔ وہ مارتے ہیں۔ چلتے ہیں۔
(بصلۂ فی) ضَرْب سے مضارع جمع مذکر غائب

يَضَّرَّعُونَ:۔ وہ گڑگڑائیں۔ تَضَرُّعٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔ اصل میں يَتَضَرَّعُونَ تھا
تاء کو ضاد سے بدل کر ادغام کر دیا۔

(لَن) يَضُرُّوا:۔ ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے
ضَرٌّ سے منفی مستقبل مؤکد جمع مذکر غائب۔

يَضُرُّونَ:۔ وہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ ضَرٌّ سے

مضارع جمع مذکر غائب۔
یَضَعُ :۔ وہ دور کرے گا۔ (بصلہ عَنْ) وَضْع سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَضَعْنَ :۔ وہ اُتاریں۔ وہ جنیں۔ وَضْع سے مضارع جمع مؤنث غائب۔
یُضِلُّ :۔ وہ گمراہ کرتا ہے۔ وہ گمراہ کردے۔ بھٹکائے۔ گمراہ کریگا۔ اِضْلَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یُضَلُّ :۔ وہ گمراہ کیا جاتا ہے۔ اِضْلَال سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔
(لَنْ) یُضِلَّ :۔ ہرگز رائیگاں نہ کرے گا۔ منفی مستقبل مؤکد واحد مذکر غائب۔
یَضِلُّ :۔ وہ گمراہ ہوتا ہے۔ بہکتا ہے۔ ضلال سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو ضَالٌّ)
یُضْلِلْ :۔ وہ گمراہ کردے۔ اِضْلَال سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔
یُضِلُّوْا :۔ گمراہ کردیں گے۔ گمراہ کردیں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم و منصوب۔
یُضِلُّوْنَ :۔ وہ گمراہ کرتے ہیں۔ اِضْلَال سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَضِلُّوْنَ :۔ وہ بھٹکتے ہیں۔ ضلال سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یُضِیْءُ :۔ وہ روشن ہوجائے۔ اِضَاءَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یُضِیْعُ :۔ وہ ضائع کرتا ہے۔ ضائع کردے۔ اِضَاعَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یُضَیِّفُوْا :۔ وہ مہمان نوازی کریں۔ میزبانی کریں۔ تَضْیِیْف سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب
یَضِیْقُ :۔ وہ تنگ ہوتا ہے۔ ضِیْق سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یُطَاعُ :۔ اس کا حکم مانا جائے گا۔ اسکی اطاعت کی جائے۔ اِطَاعَۃ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔
یُطَافُ :۔ دور چلایا جائے گا۔ گھمایا جائے گا۔ (بصلۂ باء) طَوْف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔
یَطَئُوْنَ :۔ وہ پامال کرتے ہیں۔ چلتے ہیں۔ وَطْأ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَطْبَعُ :۔ وہ مہر کرتا ہے۔ طَبْع سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو طَبَعَ)
یُطِعْ :۔ وہ اطاعت کرے۔ اِطَاعَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔
یَطْعَمُ :۔ وہ کھاتا ہے۔ کھائے گا۔ طَعْم سے مضارع واحد مذکر غائب۔
(لَمْ) یَطْعَمْ :۔ اس نے نہیں پیا۔ نفی جحد واحد مذکر غائب۔ طَعْم سے۔

بنی اسرائیل جب بادلِ ناخواستہ طالوت کی زیر قیادت جالوت سے جنگ کرنے کیلئے نکلے تو باشارہ خداوندی طالوت نے ان کی وفاداری اور حکم برداری کا امتحان لینا چاہا۔ تاکہ جو لوگ اس امتحان میں پورے نہ اتریں اُن کو دشمن کے مقابلہ میں نہ لیجائیں۔ چنانچہ طالوت نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ (در حقیقت اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنیوالا ہے۔ (پیاس کی حالت میں وہ تمہارے راستہ میں پڑیگی) تو جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میری جماعت سے خارج ہے اور جس نے نہیں پیا وہ میرا آدمی ہے البتہ جس نے چلو میں بھر کر تھوڑا سا پی لیا اُسکو جماعت میں شامل ہی سمجھا جائے گا)۔

بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہاں لَمْ يَطْعَمْهُ، طَعِمَ يَطْعَمُ سے چکھنے کے معنی میں ہے جو کھانے اور پینے دونوں قسم کی چیزوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور دلیل میں یہ مصرعہ پیش کیا ہے وَإِنْ شِئْتُ لَمْ أَطْعَمْ نُقَاخًا وَلَا بَرْدًا (اور اگر تو چاہے تو میٹھے پانی اور نیند کو چکھوں بھی نہیں)۔

علامہ رشید رضا بھی طَعِمَ کو چکھنے کے معنی ہی میں لیتے ہیں مگر آیۃ کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ "طالوت نے امتحان کے تین درجے قرار دیئے تھے۔

(۱) جو شخص نہر میں سے اچھی طرح پانی پی لیگا وہ وفاداری میں ناکام سمجھا جائے گا اور جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔

(۲) جو شخص چلو سے تھوڑا سا پیئے گا وہ قابلِ معافی قرار دیا جائے گا۔ اور جماعت میں شامل رہنے کی اسے اجازت دیدی جائے گی۔

(۳) جو شخص پانی کو چکھے گا بھی نہیں وہ وفاداری میں کامیاب قرار دیا جائے گا۔ اور بالکل اپنا آدمی سمجھا جائے گا (تفسیر المنار صـ۴۸۶ ج۲)

امام راغب اصفہانی نے ایک اسکا لَمْ يَطْعَمْهُ کو طَعَام (کھانا) سے مشتق قرار دیتے ہوئے یہ معنی کئے ہیں کہ جو شخص پانی کو کھانے کی چیز میں ملا کر بھی استعمال نہ کریگا وہ میرا آدمی ہوگا یعنی ممانعت اسکی بھی تھی کہ پانی کو علیحدہ پیا جائے اور اس کی بھی کہ اسے کھانے میں ملا کر استعمال کیا جائے۔ البتہ ایک چلو دونوں حالتوں میں مستثنیٰ تھا۔

(مفردات صـ۳۰۶)

يُطْعَمُ:- وہ کھلایا جاتا ہے۔ اِطْعَام سے مضارع مجہول، واحد مذکر غائب۔

يُطْعِمُ:- وہ کھلاتا ہے۔ اِطْعَام سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُطْعِمُونَ:- وہ کھلاتے ہیں۔ اِطْعَام سے مضارع

جمع مذکر غائب۔
يَطْغٰى:۔ سرکشی کرتا ہے۔ حد سے تجاوز کرتا ہے۔ طُغیان سے مضارع واحد مذکر غائب۔
قَالَ اللہ تعالیٰ کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى یعنی خداوند تعالیٰ کی توحید وقدرت وحکمت پر دلائلِ قاطعہ قائم ہونے کے باوجود انسان جو خدا کے مقابلہ میں سرکشی و تمرّد کی راہ اختیار کرتا ہے تو اس کا اصل سبب دنیائے دوں میں ابتلاء اور مال وجاہ اور ثروت ودولت کا عشق ہے کہ فی الواقع دل کی آنکھیں اسی شیطانی تیر سے کور ہوتی ہیں۔ (تفسیر کبیر)
يُطْفِئُوْا:۔ بجھادیں۔ اِطفاء سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔
يَطْلُبُ:۔ وہ ڈھونڈھتا ہے۔ پیچھے لگا آتا ہے طَلَب سے مضارع واحد مذکر غائب۔
يُطْلِعَ:۔ وہ آگاہ کرے۔ اِطلاع سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب۔
يَطْمَئِنَّ:۔ مطمئن ہو جائے اِطْمِئْنَان سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب۔ (دیکھو تَطْمَئِنَّ)
(لَمْ) **يَطْمِثْ**:۔ صحبت نہیں کی۔ طَمْث سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔
يَطْمَعُ:۔ وہ حرص کرے۔ وہ طمع کرتا ہے۔ طَمَع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَطْمَعُوْنَ:۔ وہ امید کرتے ہیں۔ طَمَع سے مضارع جمع مذکر غائب
يَطُوْفُ:۔ وہ گھومتا ہے گھومے گا۔ طَوْف سے مضارع واحد مذکر غائب۔
يَطَّوَّفَ:۔ وہ طواف کرے تَطَوُّف سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل يَتَطَوَّفَ تھا۔ تا کو طا سے بدل کر ادغام کر دیا۔
(لِ) **يَطَّوَّفُوْا**:۔ وہ خوب طواف کریں۔ تَطَوُّف سے امر جمع مذکر غائب۔
يَطُوْفُوْنَ:۔ وہ گھومیں گے۔ طَوْف سے مضارع جمع مذکر غائب۔
يُطَوَّقُوْنَ:۔ ان کو طوق پہنایا جائے گا تَطْوِيْق سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب
يُطَهِّرُ:۔ وہ پاک کرتا ہے۔ پاک کرے تَطْهِيْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔
يَطْهُرْنَ:۔ وہ پاک ہولیں (یعنی حیض بند ہو جائے) طُهْر سے مضارع جمع مؤنث غائب۔
يُطَهَّرُوْنَ:۔ وہ خوب پاک کئے جاتے ہیں۔ تَطْهِيْر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
يَطِيْرُ:۔ وہ اڑتا ہے۔ طَيَرَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔
يَطَّيَّرُوْا:۔ وہ نحوست سمجھتے۔ بدفالی لیتے تھے۔ تَطَيُّر سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔ اصل میں

یَطَّیَّرُوْا تھا۔ تا کو طا سے بدل کر طاء میں ادغام کر دیا گیا تَطَیَّرُ کے معنی ہیں "کسی چیز کو منحوس سمجھنا" اس کا استعمال باء کے صلہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے تَطَیَّرْتُ بِھٰذَا الْکَافِرِ۔ میں نے اس کافر کو منحوس سمجھا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ اہلِ عرب پرندوں خصوصاً کوّے سے بدفالی لیتے تھے (جیسے ہندوستان کے جاہل سمجھتے ہیں کہ بلّی راستہ کاٹ جائے یا صبح ہی صبح بلّی پر نظر پڑے تو کوئی آفت پیش آتی ہے۔ وغیر ذٰلک من الخرافات)۔

پھر کثرتِ استعمال سے لفظ طَیْر و طَائِر و طِیَرَۃ نحوست کے لئے بولا جانے لگا۔ پھر اسی سے افعال و مصادر مشتق کر لئے (تفسیر کبیر ج ۴)

اسلام نے جو دین علم و عقل ہے ان اوہام و خرافات کا رد کیا اور پیغمبر اسلام نے فرمایا لَا طِیَرَۃَ الخ (پرندوں سے بدفالی لینے کی کوئی حقیقت نہیں)

یُطِیْعُ :۔ وہ فرمانبرداری کرے۔ اِطَاعَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُطِیْعُوْنَ :۔ وہ فرمانبرداری کرتے ہیں اطاعۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُطِیْقُوْنَ :۔ وہ طاقت رکھتے ہیں۔ اِطَاقَہ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

سورۂ بقرہ کے رکوع ۲۳ میں روزہ رمضان کے ذکر کے سلسلہ میں فرمایا گیا ہے۔ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ (اور ان لوگوں پر جو اس کی طاقت رکھتے ہیں فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

عام طور پر اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت تو رکھتے ہوں مگر عادت نہ ہونے کی وجہ سے دشوار ہو تو انھیں اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ایک مسکین کو دو وقت کھانا اس کے بدلہ میں کھلا دیں۔ اس قول کی بناء پر یہ آیت منسوخ ہے۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔ جب لوگ روزہ کے عادی ہو گئے تو یہ اجازت باقی نہ رہی۔ مگر اکثر محققین اس آیت کو منسوخ نہیں مانتے۔ چنانچہ مفسر جلالین یُطِیْقُوْنَ کے پہلے حرف نفی لا مقدر مانتے ہیں۔ یعنی "جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے اُن کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا" بعض علماء اِطَاقَہ میں بابِ افعال کی خاصیت سلب ماخذ مانتے ہیں اس صورت میں لاء نفی مقدر ماننے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مگر یہ قول اس لئے ضعیف ہے کہ خاصیت ابواب سماعی ہیں قیاسی نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی مختصر تفسیر فتح الرحمٰن میں یُطِیْقُوْنَہٗ کی ضمیر کو فِدْیَہ کی طرف راجع کرتے ہیں اور فدیہ سے صدقۃ الفطر مراد لیتے ہیں۔ یعنی جو لوگ

صدقۃ الفطر ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں ان پر اس کی ادائگی واجب ہے" دوسری توجیہ میں یُطِیْقُوْنَہٗ کی ضمیر کو آیۃ سابقہ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ الآیہ کے مفہوم کی طرف راجع کرتے ہیں۔ اور مراد یہ لیتے ہیں کہ جو لوگ حالتِ مرض و سفر کے روزوں کی قضاء کر سکتے تھے۔ مگر انھوں نے اس کی قضاء نہ کی یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا ان کے ذمہ واجب ہے کہ وہ فدیہ ادا کریں یہ مذہب امام شافعی کا ہے۔ (فتح الرحمٰن بر قرآن کریم مطبوعہ مجتبائی قدیم ص ۳۴)۔

صاحب المنار علامہ عبدہٗ سے ایک اور توجیہ نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اِطَاقَۃ کے معنی ہیں کسی کام کو بہ مشکل کر سکنا۔ چنانچہ عرب اَطَاقَ الشَّیْءَ کا استعمال اس کام کے لئے کرتے ہیں جسے بہ دشواری انجام دیا جا سکتا ہو اور اس میں سخت مشکل کا تحمل کرنا پڑتا ہو۔ تو آیۃ کا مطلب یہ ہوا کہ "جو لوگ روزہ رکھتے ہوئے سخت تکلیف محسوس کرتے ہوں (مثلاً شیخ کبیر یا وہ مریض جن کی صحت یابی کی امید نہ رہی ہو) تو انھیں اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں۔ اور اس کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں (المنار جلد ۲)
یہی قول ہمارے نزدیک قوی ہے چنانچہ امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ کا قول..... نقل کیا ہے کہ یہ آیۃ منسوخ نہیں ہے۔ یہ اس بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت سے متعلق ہے۔ جو روزہ رکھنے کی قوت نہیں رکھتے۔

(دلم) یُظَاهِرُوْا:۔ انھوں نے مدد نہیں کی۔ مُظَاہَرَۃ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُظَاهِرُوْنَ:۔ وہ ظہار کرتے ہیں۔ ظِھَار (مفاعلہ) سے مضارع جمع مذکر غائب۔

اَلظِّھَار اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ماں یا محرمات میں سے کسی اور کے کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دے جس پر بلا ضرورت نظر کرنا حرام ہو۔ ظہار کرنے والے پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور کفارہ ادا کرنے کے بعد بدستور عورت حلال ہو جاتی ہے۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے ورنہ ساٹھ روزے متواتر رکھے یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (تفصیل کے لئے کتب فقہ ملاحظہ ہوں)۔

یَظْلَلْنَ:۔ وہ ہو جائیں۔ فعل ناقص مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَظْلِمُ:۔ وہ ظلم کرتا ہے۔ ظلم کرے۔ ظُلْمٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو ظلم)

یَظْلِمُوْنَ:۔ وہ ظلم کرتے ہیں۔ ظُلْمٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو ظلم)

یُظلَمُونَ :- ان پر ظلم کیا جائے گا۔ ظُلم سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
یَظُنُّ :- وہ گمان کرتا ہے۔ ظَنّ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔
یَظُنُّونَ :- وہ گمان کرتے ہیں۔ وہ یقین کرتے
ہیں۔ ظَنّ سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو ظَنّ)
یَظْهَرُ :- ظاہر ہو جائے۔ پھیل جائے۔ ظُهُور
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یُظْهِرُ :- وہ ظاہر کرتا ہے۔ وہ ظاہر کرے گا۔
غالب کر دے۔ اِظْهَار سے مضارع واحد
مذکر غائب۔
یَظْهَرُوا :- وہ غالب آ جائیں (بصلہ علیٰ)
وہ چڑھیں۔ ظُهُور سے مضارع جمع مذکر غائب
(لم) یَظْهَرُوا :- وہ واقف نہیں ہوئے ظُهُور
سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔
یَظْهَرُونَ :- وہ چڑھیں۔ ظُهُور سے مضارع
جمع مذکر غائب۔
یَعْبَؤُا :- وہ پروا کرتا ہے۔ عَبْأٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔
یَعْبُدُ :- وہ پوجتا ہے۔ عبادت کرتا ہے۔
عِبَادَة سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو عبادہ)
یَعْبُدُوا :- وہ عبادت کریں۔ مضارع جمع
مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

یَعْبُدُونَ :- وہ بندگی کرتے ہیں۔ عِبَادَة
سے مضارع جمع مذکر غائب۔
(کَانُوا) یَعْبُدُونَ :- وہ عبادت کرتے تھے۔
عِبَادَة سے ماضی بعید جمع مذکر غائب۔
(کَانُوا) یَعْتَدُونَ :- وہ حد سے تجاوز کرتے
تھے۔ اِعْتِدَاء سے ماضی بعید جمع مذکر غائب۔
یَعْتَذِرُونَ :- وہ بہانہ کرتے ہیں۔ اِعْتِذَار
سے مضارع جمع مذکر غائب۔
(لم) یَعْتَزِلُوا :- وہ کنارہ کش نہ ہوئے اِعْتِزَال
سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔
یَعْتَصِمُ :- مضبوط پکڑے۔ اعتماد کرے۔
اِعْتِصَام (بصلہ باء) سے مضارع واحد مذکر
غائب مجزوم۔

عِصَام اس رسی کو کہتے ہیں جس سے کوئی چیز باندھی جائے۔ اور برتن کے دستہ کو جس سے اسے پکڑا جائے۔ اسی سے اِعْتِصَام ہے جس کے معنی (التَمَسُّکُ بِالشَّئ) کسی چیز کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا ہے۔ اِعْتِصَام بِاللّٰہ کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی کیساتھ پکڑنا۔ یعنی دین الٰہی کو اپنے فکر و عمل کی بنیاد بنانا۔ اپنے تمام دینی و دنیوی معاملات میں اسی پر اعتماد و توکل کرنا اور ہر طرف سے قطع نظر کر کے اسی کا ہو رہنا۔ مَنْ یَعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (جس

کسی نے اللہ کو مضبوط پکڑا اس نے سیدھا راستہ پالیا) میں یہی اعتصام مراد ہے۔ (بیضاوی مفردات)

یُعْجِبُ:۔ وہ اچھا لگتا ہے۔ تعجب میں ڈالتا ہے۔ اِعْجَاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُعْجِزُ:۔ وہ عاجز کرتا ہے۔ اِعْجَاز سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُعْجِزُوْنَ:۔ وہ تھکا دیں گے۔ وہ عاجز کریں گے۔ اِعْجَاز سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُعَجِّلُ:۔ وہ جلدی بھیجدے تَعْجِیْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَعِدُ:۔ وہ وعدہ کرتا ہے۔ وَعْد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لم) **یَعِدْ**:۔ اس نے وعدہ نہیں کیا۔ وَعْد سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَعْدِلُوْنَ:۔ وہ انصاف کرتے ہیں۔ برابر کرتے ہیں۔ شرک کرتے ہیں۔ عَدْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو عَدَلَ)

یَعْدُوْنَ:۔ وہ حد سے بڑھتے ہیں۔ نافرمانی کرتے ہیں۔ عُدْوَان سے مضارع جمع مذکر غائب

عَدْو کے معنی ہیں "بڑھ جانا اور ملا نہ رہنا"۔ اگر یہ بات قلب کے اعتبار سے ہو تو اسے عَدَاوَۃ اور مُعَادَاۃ (دشمنی) کہتے ہیں۔ اور اگر رفتار کے اعتبار سے ہو تو اسے عَدْو (دوڑ میں آگے نکل جانا) کہتے ہیں اور اگر معاملات دینی و دنیوی میں انصاف کی حدود سے تجاوز کے لئے استعمال ہو تو اسے عُدْوَان اور عَدْو (ظلم، ناانصافی) کہتے ہیں۔

اسی مادہ سے اِعْتِدَاء (افتعال) اور تَعَدِّی (تفعّل) حد سے تجاوز کرنے حدودِ شریعت کو توڑنے اور ظلم کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔ قرآن کریم میں اصحاب السبت کے تذکرہ میں کہا گیا ہے۔ اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ تو یہاں عدوان اور اعتداء سے ان کا سبت کے ممنوع دن مچھلیاں پکڑنا مراد ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھو اصحاب السبت)۔

یُعَذِّبُ:۔ وہ عذاب دیتا ہے۔ وہ عذاب دے گا۔ وہ عذاب دے۔ تَعْذِیْب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَعْرُجُ:۔ وہ چڑھتا ہے۔ وہ چڑھے گا۔ عُرُوْج سے مضارع واحد مذکر غائب۔ فرمایا گیا ہے:۔

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا۔

(یعنی اللہ تعالیٰ کا علم کائنات کی ہر چیز کو محیط ہے) جو چیزیں زمین میں گھستی ہیں۔ مثلاً بخارات، خزانے دفینے، مردے اور جو چیزیں اس میں سے نکلتی ہیں۔ مثلاً جانور، نباتات، جواہرات، چشمے، اور جو

چیزیں آسمان سے اُترتی ہیں مثلاً فرشتے، آسمانی
کتابیں، تقدیریں، رزق، بارش، بجلی اور جو
چیزیں آسمان پر چڑھتی ہیں مثلاً فرشتے، بندوں
کے اعمال بخارات وغیرہ اللہ تعالیٰ سب سے
پوری طرح باخبر ہے۔ (بیضاوی صفحہ ۱۸۸ ج ۲)

یَعْرُجُوْنَ:۔ وہ چڑھتے ہیں۔ عُروج سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یَعْرِشُوْنَ:۔ وہ چھت بناتے ہیں۔ منڈوا
چڑھاتے ہیں عَرْش سے مضارع جمع مذکر غائب

یُعْرَضُ: وہ پیش کیا جائے گا۔ عَرض سے مضارع
مجہول واحد مذکر غائب۔

یُعْرِضُ:۔ وہ منہ پھیرتا ہے۔ روگردانی کرتا
ہے۔ اِعْراض سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُعْرِضُوْا: وہ منہ پھیرلیں۔ اِعْرَاض سے مضارع
جمع مذکر غائب مجزوم۔

یُعْرَضُوْنَ:۔ وہ پیش کئے جائیں گے۔ عَرض
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُعْرَفُ:۔ وہ پہچانا جائے گا۔ عِرفان سے
مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُعْرَفْنَ:۔ وہ پہچانی جائیں۔ عِرفان سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

(لَمْ) یَعْرِفُوْا:۔ انھوں نے نہیں پہچانا۔ عِرفان
سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَعْرِفُوْنَ:۔ وہ پہچانیں گے۔ پہچانتے ہیں۔
پہچان لیں۔ عِرفان سے مضارع جمع مذکر غائب

یَعْزُبُ:۔ وہ چھپتا ہے۔ دور ہوتا ہے عُزُوب
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَعْشُ:۔ اندھا بنتا ہے۔ غفلت کرتا ہے (بصلہ عن)
عَشْو سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم۔
عَشَا آنکھ میں جو اندھیرا آجائے اسے کہتے ہیں
اور عَشِیَ یَعْشٰی کے معنی شب کور ہونے یا اندھا
ہونے کے ہیں۔ بصلہ عن۔ مجازاً غفلت کرنے
اور اعراض کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

یَعْصِ:۔ وہ نافرمانی کرے۔ عِصیان سے مضارع
واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَعْصِرُوْنَ:۔ وہ نچوڑیں گے۔ عَصْر سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یَعْصِمُ:۔ وہ بچاتا ہے۔ وہ بچائے گا۔ عِصْمَۃ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَعْصُوْنَ:۔ وہ نافرمانی کرتے ہیں۔ عِصیان
سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو عِصیان)

یَعْصِیْنَ:۔ وہ نافرمانی کریں۔ عِصیان سے
مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَعَضُّ:۔ وہ کاٹے گا (بصلہ علی) عَضّ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ اور عَضَّ عَلٰی یَدَیْہِ (اسنے
اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹا) نادم ہونیکے

معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ ندامت کے وقت آدمی اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو دانتوں سے کاٹنے لگتا ہے۔ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ (اور جس دن ظالم نادم ہوگا) میں یہی معنی مراد ہیں۔

یُعْطُوْا :۔ وہ دیں۔ اِعْطَاء سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب ومجزوم۔

(لم) یُعْطَوْا :۔ ان کو نہ دیا جائے۔ اِعْطَاء سے نفی حجد مجہول جمع مذکر غائب مجزوم۔

یُعْطِیْ :۔ وہ عطا فرمائے گا۔ وہ دے گا اِعْطَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَعِظُ :۔ وہ نصیحت کرتا ہے۔ وَعْظ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو مَوْعِظَہ)

یُعْظِمْ :۔ بڑا بنائے گا۔ اِعْظَام سے مضارع واحد مذکر غائب

یُعَظِّمْ :۔ وہ تعظیم کرے۔ احترام کرے۔ تَعْظِیْم سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَعْفُ :۔ وہ درگذر کرے۔ وہ معاف کرے۔ وہ درگذر کرتا ہے (بصلہ عَنْ) عَفْو سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَعْفُوْا :۔ وہ معاف کریں عَفْو سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَعْفُوْنَ :۔ وہ معاف کردیں عَفْو سے مضارع جمع مؤنث غائب۔ عَفْو کے اصل معنی مٹانے کے ہیں۔ چونکہ معافی سے بھی گناہ کا اثر مٹ جاتا ہے اس لئے اس کو عفو کہتے ہیں۔

(لم) یُعَقِّبْ :۔ وہ پیچھے نہ پلٹا۔ تَعْقِیْب سے نفی حجد واحد مذکر غائب۔

یَعْقِلُ :۔ وہ سمجھتا ہے۔ وہ سمجھے گا۔ عَقْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَعْقِلُوْنَ :۔ وہ سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھیں عَقْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو تَعْقِلُوْنَ)

یَعْقُوْب :۔ حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت یوسف کے باپ اور حضرت ابراہیم کے پوتے تھے۔

حضرت ابراہیم نے عراق سے ہجرت فرما کر ارض کنعان (شام) کے شہر وطاجبرون (مدینۃ الخلیل) میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ قوم لوط پر عذاب نازل کرنے والے فرشتے جب حضرت ابراہیم کے پاس سے ہو کر گذرے تو انہوں نے حضرت ابراہیم کی زوجۂ محترمہ سارہ (رضی اللہ عنہا) کو جب کہ وہ بڑھاپے میں اولاد سے مایوس ہوچکی تھیں حضرت اسحاق اور ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب کے پیدا ہونے کی بشارت دی فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ (ہم نے اس کو اسحٰق کے پیدا ہونیکی خوشخبری دی اور

اور اسحٰق کے بعد یعقوب کے پیدا ہونے کی)
اس آیہ سے نیز دوسری آیہ۔
وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً۔
(ہم نے ابراہیم کو اسحٰق بخشا۔ اور مزید برآں یعقوب) سے علمائے استدلال کیا ہے کہ حضرت یعقوب حضرت ابراہیم و سارہ کی زندگی ہی میں پیدا ہو چکے تھے۔

حضرت اسحٰق کے ایک دوسرے بیٹے عیسو بھی تھے۔ ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ حضرت اسحٰق کی شادی اپنی چچازاد بہن رفقا بنت ناحور سے ہوئی تھی اور ان ہی کے بطن سے یہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ اس صورت میں بشارت میں صرف حضرت یعقوب کا ذکر غالباً اس لئے کیا گیا کہ ان ہی کو نبی ہونے کا فخر بھی حاصل ہونا تھا۔

حضرت یعقوب جب جوان ہوئے تو اپنے والد بزرگوار کے حسب ایماء اپنے وطنِ قدیم ارضِ عراق میں فدان آرام گئے۔ یہاں ان کے ماموں لابان بن بتویل رہتے تھے۔ انھوں نے پہلے لابان کی بڑی لڑکی لئیہ سے نکاح کیا اور ان سے چھ لڑکے پیدا ہوئے (۱) راؤبین (۲) شمعون۔ (۳) لاوی (۴) یہودا (۵) یساکر (۶) زبولون۔ لئیہ کے انتقال کے بعد ان کی چھوٹی بہن راحیل سے شادی کی۔

راحیل کے بطن سے صرف دو بیٹے حضرت یوسف اور بن یامین پیدا ہوئے۔
ان کے علاوہ دو باندیوں بلہہ اور زلفہ کے بطن سے علی الترتیب دو دو بیٹے پیدا ہوئے۔
(۱) دان (۲) نفتالی (۳) جاد (۴) آشیر۔

حضرت یعقوب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنی دونوں بیبیوں کا مہر ادا کرنے کے لئے چودہ سال تک فدان آرام میں اپنے خسر کی بکریاں چراتے رہے۔ حضرت یوسف اور ان کے حقیقی بھائی بن یامین کے علاوہ ان کی تمام اولاد وہیں پیدا ہوئی یہ دونوں مدینۃ الخلیل میں تولد ہوئے۔

حضرت یوسف اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ اپنی ماں راحیل کی طرح پیکرِ حسن و مجسمۂ جمال تھے۔ پھر بچپن ہی سے ان کی پیشانی میں نورِ نبوت کی کرنیں بھی چمک رہی تھیں جو ایک نبی کی بصیرت سے مخفی نہیں رہ سکتی تھیں۔
ان وجوہ سے حضرت یعقوب ان سے بیحد محبت کرتے تھے۔ دوسرے بھائیوں کو یہ بات نہایت ناگوار ہوئی اور انھوں نے ایک ظالمانہ تدبیر سے باپ کی آنکھوں کے تارے کو انکی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ حضرت یعقوب کے لئے یہ حادثہ بڑا جاں گسل و جگر پاش تھا۔ سالہا سال تک ہجر کی آتش سوزاں میں انکی روح پگھلتی رہی اور ان کا خونِ جگر آنسو

بن بن کر آنکھوں کی راہ نکلتا رہا مگر صبر و ضبط تحمل
و برداشت اور توکل علی اللہ کا دامن ان کے
ہاتھ سے نہ چھوٹا اور وہ رحمتِ الٰہی کی دستگیری
سے ایک لمحہ کے لئے بھی مایوس نہ ہوئے۔ جب
بیٹوں نے دوسرے چہیتے بیٹے بن یامین کی گرفتاری
کی خبر دی اور زخمی دل پر نیا چرکا لگا تو پیغمبرانہ
عزیمت کے ساتھ یہی زبان سے نکلا۔

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ
جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (پس میں تو
صبر جمیل ہی اختیار کرتا ہوں۔ مجھے اللہ کی رحمت
سے امید ہے کہ وہ ان سب کو میرے پاس جمع
کر دے وہ بڑے علم اور بڑی حکمت والا ہے)۔

اور جب بیٹوں نے دیکھا کہ یوسف کے غم
میں ان کی بینائی جاتی رہی ہے اور وہ اندر ہی
اندر گھٹ گھٹ کر گھلے جا رہے ہیں تو سمجھانے لگے۔

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتّٰى تَكُونَ حَرَضًا
أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ (خدا کی قسم تم تو یوسف
کو اسی طرح یاد کرتے رہو گے یہانتک کہ اس کے
غم میں گھل جاؤ یا ہلاک ہو جاؤ) آپ نے جواب دیا۔

إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ (میں تو اپنا
درد و غم اللہ ہی سے بیان کرتا ہوں۔

حضرت شاہ عبد القادر صاحب دہلوی فرماتے
ہیں: "یعنی تم مجھ کو صبر کیا سکھاؤ گے؟ بے صبر وہ
ہے جو خلق کے آگے خالق کی شکایت کرے میں
تو اسی سے کہتا ہوں جس نے درد دیا ہے۔"

آخر درد کے دینے والے نے دوا بھی دی شب
فراق کی ظلمتیں کافور ہوئیں۔ صبح وصال کے جلووں سے
آنکھیں پُر نور ہوئیں پہلے پیراہنِ یوسفی مصر سے آیا
جسکو چہرہ پر ڈالتے ہی آنکھیں روشن ہو گئیں۔
پھر حضرت یعقوب اپنی زوجہ محترمہ (والدہ
حضرت یوسف) کیساتھ مصر تشریف لے گئے۔

حضرت یوسف نے جو چاہِ کنعان سے نکل کر
تخت کی زینت بن چکے تھے۔ شہر سے باہر نکل کر
شاہانہ استقبال کیا۔ ماں باپ کو ادب و احترام
کیساتھ اپنے برابر تخت پر جگہ دی۔ اور بھائیوں
کیساتھ شفقت و اکرام کا برتاؤ فرمایا۔ (تفصیل کے
لئے دیکھو یوسف)

حافظ ابن کثیرؒ نے فراقِ یوسف کی زمانہ
کی تعیین میں مختلف روایات نقل کی ہیں ان میں
اس زمانہ کی مدت اٹھارہ سال سے اسی سال
تک بیان کی گئی ہے۔ (ابن کثیر ص ۱۹۱ ج ۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی ایک روایت
کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ
۶۳ افراد ان کے خاندان کے آئے تھے۔
حضرت یوسف نے ان سب کی معاش کا معقول
انتظام کیا۔ اور یہ سب پچھلے واقعات کو بھول کر

محبت والفت کیساتھ عیش وراحت کی زندگی
بسر کرنے لگے۔ مصر میں آنے کے سترہ سال بعد حضرت
یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آگیا۔ انھوں نے
اپنے اہل وعیال کو جمع کرکے خداوند قدوس کی
اطاعت اور شریعتِ اسلام پر استقامت کا عہد
لیا۔ اور اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی (سورۂ بقرہ ع ۱۵)
انتقال کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام
کی عمر ۱۴۷ سال تھی۔ (الاتقان ص ۱۳۸/۲) انھوں نے
وصیت فرمائی کہ ان کے مرنیکے بعد ان کا جنازہ ملک
شام لیجایا جائے اور ان کے والدین حضرت ابراہیم
و حضرت اسحٰق کے پہلو میں ان کو دفن کیا جائے۔ چنانچہ
اس وصیت پر عمل کیا گیا (ابن کثیر ص ۲۹۲/۲) حضرت
یعقوب کی یہ شان سب سے نرالی تھی کہ آپ کے
باپ دادا بھی نبی ہوئے اور آپ کے صاحبزادہ بھی۔
کسی اور پیغمبر کو یہ فضیلت حاصل نہ ہوئی۔

یَعْکُفُوْنَ:۔ وہ لگے بیٹھے رہتے ہیں۔ عُکُوف سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَعْلَمُ:۔ وہ جانتا ہے۔ وہ جانے۔ عِلْم سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یَعْلَمْ:۔ اس نے نہیں جانا۔ نفی جحد واحد
مذکر غائب۔

یُعَلِّمُ:۔ وہ سکھاتا ہے۔ وہ سکھلائے۔ تعلیم سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یُعَلِّمَانِ:۔ وہ دو سکھاتے ہیں۔ تعلیم سے مضارع
تثنیہ مذکر غائب۔

لَیَعْلَمَنَّ:۔ وہ ضرور جانے گا۔ عِلْم سے مضارع
واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَعْلَمُوْا:۔ وہ جانیں۔ مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَمْ) یَعْلَمُوْا:۔ انھوں نے نہیں جانا۔ نفی جحد
جمع مذکر غائب۔

یُعَلِّمُوْنَ:۔ وہ سکھاتے ہیں۔ تعلیم سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یَعْلَمُوْنَ:۔ وہ جانتے ہیں۔ وہ جان لیں۔ وہ
جانیں گے۔ عِلْم سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُعْلِنُوْنَ:۔ وہ ظاہر کرتے ہیں اِعْلان سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَعْمُرُ:۔ وہ آباد کرتا ہے۔ وہ زیارت کرتا ہے۔
وہ مقیم ہوتا ہے۔ علی الترتیب عِمارۃ سے یا عُمرۃ سے
حضرت عباس جب قبل از قبول اسلام گرفتار
ہوکر مدینہ آئے تو حضرت علی نے ان کو مشرکین کا
ساتھ دینے اور اعمالِ کفر اختیار کرنے پر بہت ملامت
کی۔ اس پر انھوں نے کہا "تم ہماری برائیوں کا
تو ذکر کرتے ہو۔ لیکن ہماری بھلائیوں کو چھپاتے ہو"
ہم میں لاکھ برائیاں سہی مگر ہم خانہ کعبہ کی تعمیر و
آبادی کا انتظام کرتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے
ہیں قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑاتے ہیں۔ اس پر:

آیت نازل ہوئی:-

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ
اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ

(مشرکوں کا کام نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں درانحالیکہ وہ اپنے اعمال کفر سے عملی طور پر اپنے کفر کو تسلیم کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے ظاہری اعمال رائگاں ہوئے اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔ نماز اور زکوٰۃ کا پابند رہا اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ سو یہ لوگ بجا طور پر امیدوار ہیں کہ ہدایت یافتہ قرار پائیں) مطلب یہ ہے کہ مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ ان کو صحیح مقصد کے لئے استعمال کیا جائے ایمان و اخلاص کی قوت کیساتھ خداوند قدوس کیسامنے سربسجود ہوا جائے۔ اخروی زندگی اور اعمال کے جزا و سزا کو تسلیم کیا جائے اور اپنی دنیوی زندگی کو ایسے سانچے ڈھالا جائے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائگی میں کوتاہی نہ ہو۔ اس عظیم مقصد کے لئے قربانی و سرفروشی کا وہ جذبہ پیدا کیا جائے کہ وقت آنے پر باطل کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرانے میں ذرہ برابر جھجک نہ ہو۔ جن لوگوں کا کردار یہ ہو انہی کو حق ہے کہ اپنے آپ کو راہِ حق پر سمجھیں۔ باقی بطور رسم و پیشہ کے متبرک مقامات کی ظاہری آرائشگی کرنا اور زائرین سے دنیوی مفاد حاصل کرنے کیلئے ان کی مہمانداری کے فرائض انجام دینا یا اعمال خالصۃً لوجہ اللہ نہ ہونے کی وجہ سے یوں بھی قابلِ اعتبار نہیں۔ پھر اگر مشرکوں سے ان اعمال کا صدور ہو تو پرکاہ کی برابر بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ مشرک اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم ہے اس لئے اسکا کوئی عمل کسی درجہ میں بھی اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں ہو سکتا

جب حقیقت یہ ہو تو ان کھوٹے سکوں پر اترانا مشرکوں کو کسی طرح زیبا نہیں، بلکہ انہیں یہ بھی حق حاصل نہیں کہ وہ ان مقدس مقامات میں اپنے مزعومہ رسوم کی ادائگی کے لئے آئیں اور وہاں مقیم ہوں اور اس طرح ان مقامات کے تقدس و احترام کو زائل کریں۔

ان آیات میں ان پیرزادوں اور مجاوروں کے لئے بڑی عبرت کا سامان ہے جو بزرگانِ دین کے مقابر و معابد کو قبر پرستی نذرِ غیر اللہ استمداد عن غیر اللہ، قوالی، رقص و سرود اور فسق و فجور کا مرکز بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان اعمال کفر کو اسلامی

سب سے بڑی خدمت اور مسلمانوں کیلئے سرچشمہ خیر و سعادت قرار دیتے ہیں اور ان قائدینِ ملت کیلئے بھی جو شرک و بدعت کی ان اجڑی محفلوں کو دوبارہ آباد کر کے ہندوستان میں احیاءِ اسلام کا فرضِ منصبی انجام دے رہے ہیں۔

ہر کس کہ از دستِ غیر کند نالہ
سعدی ز دستِ خویشتن فریاد

یُعَمَّرُ:۔ وہ عمر رسیدہ کیا جاتا ہے۔ وہ عمر رسیدہ کیا جائے۔ تعمیر سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

یَعْمُرُوْا:۔ وہ آباد کریں۔ عِمَارۃ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَعْمَلُ:۔ وہ کام کرتا ہے۔ وہ کام کرے گا۔ وہ کام کرے۔ عَمَل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَعْمَلُوْنَ:۔ وہ کام کرتے ہیں۔ عَمَل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَعْمَہُوْنَ: وہ حیران و سرگرداں ہوں۔ عَمَہ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

عَمَہ کہتے ہیں دل کی کوری اور بصیرت کی تاریکی کو۔ اور اس کا اثر حیرت و اضطراب و سرگردانی ہے۔ (تفسیر المنار)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ حیرانی کی وجہ سے کسی امر میں متردد و مضطرب ہونا عَمَہ ہے (مفردات) قال اللہ تعالیٰ وَنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِہِمْ یَعْمَہُوْنَ (یعنی ہم اُن کافروں کو توبہ کی توفیق نہ دیں گے اور انھیں اپنی سرکشی و تمرد میں مضطرب و سرگرداں چھوڑے رکھیں گے۔)

اور یہ اس لئے کہ عادۃ اللہ یہ ہے کہ خدا کی توفیق اسی کی دستگیر ہوتی ہے جو اپنے کسب و عمل سے راہِ حق پر چلنا چاہے۔ اور جو دیدہ و دانستہ سرکشی و تمرد پر کمر باندھ لے تو اللہ تعالیٰ بھی راستہ دکھانے کے بعد اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھو (طَبَعَ)

یَعُوْدُوْا:۔ وہ لوٹیں۔ عَوْد سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَعُوْدُوْنَ:۔ وہ لوٹتے ہیں۔ عَوْد سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَعُوْذُوْنَ:۔ وہ پناہ لیتے ہیں عَوْذ (بصلہ با) سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَعُوْقُ:۔ (غیر منصرف) ایک بُت کا نام جسے قوم نوحؑ پوجتی تھی۔ یہ بت گھوڑے کی شکل کا تھا۔ (دیکھو یغوث)

یُعِیْدُ:۔ وہ لوٹاتا ہے۔ وہ لوٹائے گا۔ وہ لوٹائے۔ پھیر کر لائے۔ اِعَادۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ لَا یُبْدِئُ وَلَا یُعِیْدُ کے معنے ہیں بے اثر ہو گیا۔ کہ نہ کسی چیز کی ابتداء کر سکتا ہے نہ واپس لا سکتا ہے۔

يُعِيدُوا :- وہ لوٹائیں اِعادۃ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

(لَمْ) يَعْيَ :- وہ نہیں تھکا۔ عاجز نہیں ہوا۔ عَیٌّ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يُغَاثُ :- فریاد رسی کی جائے گی۔ اِغاثۃ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُغَاثُوا :- ان کی فریاد رسی کی جائے گی اِغاثۃ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ مجزوم۔

يُغَادِرُ :- وہ چھوڑتا ہے مُغادرۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لا) يَغْتَبْ :- وہ غیبت نہ کرے۔ اِغتیاب سے نہی واحد مذکر غائب۔

صحیحین کی حدیث میں ہے کہ فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا چیز ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کا ذکر بُرائی کے ساتھ کرو۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور اگر وہ برائی واقعی اس میں ہو تو تب بھی غیبت ہے۔ حضور نے جواب دیا تب ہی تو غیبت ہے۔ ورنہ وہ بہتان ہے (جو اس سے بھی بڑا گناہ ہے)۔

قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے :-

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ

(اور غیبت نہ کرے تم میں سے ایک دوسرے کی کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے کہ گھن آتی ہے تم کو اس سے) گویا غیبت کرنا ایسا گھناؤنا کام ہے جیسا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ جسے کوئی بھی پسند نہیں کر سکتا۔ البتہ جو شخص کھلم کھلا فسق و فجور کا ارتکاب کرتا ہو تو اس کی تعزیر کے لئے اور دوسروں کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کیلئے اس کی برائی کرنے میں حرج نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی دوسری مصلحت دینی ہو مثلاً ائمۂ حدیث حدیث کے راویوں کے اچھے برے حالات کی کھود کرید کرتے ہیں تاکہ حدیث رسول کذب و افتراء سے محفوظ رہے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ بلکہ وہ اپنے حسن نیت کی وجہ سے ماجور ہوں گے۔

تاہم اس سے اس اندازِ غیبت کا جواز کسی طرح نہیں نکالا جا سکتا جو بدقسمتی سے عوام بلکہ علماء تک کی مجالس میں جاری ہے کہ کسی ایک کی مجلس میں بیٹھ کر دوسرے کی برائی اور دوسرے کی مجلس میں پہنچکر پہلے کی برائی کرنے لگے اعاذنا اللہ منہ۔

(لا) يَغُرَّنَّ :- وہ فریب نہ دے۔ دھوکہ میں نہ ڈالے۔ غُرُوْرٌ سے نہی واحد مذکر غائب۔

(لا) يَغُرَّنَّكَ :- ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے غُرُوْرٌ سے

نہی واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ۔

یُغْرِقُ :۔ وہ ڈبوتا ہے۔ اِغْراق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَغْشٰی :۔ وہ ڈھانپتا ہے۔ چھپاتا ہے غشیان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُغْشِیْ :۔ وہ اڑھاتا ہے۔ وہ ڈھانپتا ہے۔ اِغْشَاء (متعدی بدو مفعول) سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُغْشٰی :۔ غشی طاری ہوتی ہے غشیان سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُغَشِّیْ :۔ وہ ڈالتا ہے۔ وہ اڑھاتا ہے۔ تَغْشِیَة (متعدی بدو مفعول) سے مضارع واحد مذکر غائب

یَغْضُضْنَ :۔ وہ نیچی کریں۔ غَضّ سے مضارع جمع مؤنث غائب۔ دیکھو یَغُضُّوْنَ۔

یَغُضُّوْا :۔ وہ پست کریں۔ غَضّ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَغُضُّوْنَ :۔ وہ پست کرتے ہیں۔ غَضّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

غَضّ کے معنی نگاہ اور آواز کو پست کرنے اور کم کرنے کے ہیں۔ قرآن کریم میں دونوں معنے میں اس کا استعمال ہوا ہے۔ سورۂ نور میں ہے :۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

(مومنوں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھیں پست کریں)

اور سورۂ حجرات میں ہے :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ۔

(بے شک جو لوگ پست کرتے ہیں اپنی آوازوں کو)

یَغْفِرُ :۔ وہ بخشتا ہے۔ بخشے گا۔ بخشدے۔ غُفْران سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَنْ) یَغْفِرَ :۔ ہرگز نہ بخشے گا۔ غفران سے منفی مستقبل مؤکد بہ لَنْ واحد مذکر غائب۔

یُغْفَرُ :۔ وہ بخشا جائے گا۔ بخشا جائے۔ غُفْران سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَغْفِرُوْا :۔ وہ معاف کردیں۔ غُفْران سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَغْفِرُوْنَ :۔ وہ بخشتے ہیں۔ معاف کرتے ہیں۔ غُفْران سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو غافِر)

یَغُلَّ :۔ وہ خیانت کرے۔ غُلُول سے مضارع واحد مذکر غائب۔

غَلَل کے معنی "کسی چیز کو پہننا اور اس کے بیچ میں داخل ہو جانا" ہیں۔ اسی سے غَلَل اس پانی کو کہتے ہیں جو درختوں کے بیچ میں جاری ہو۔ اور غُلالہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جسے دو کپڑوں کے بیچ میں پہنا جائے۔ غُلُول خیانت اور بددیانتی کے معنی میں آتا ہے اور غِلّ کپٹ اور دشمنی کو کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی دل کے اندر گھسی ہوئی ہوتی ہے

(مفردات)

یَغْلِبُ :- وہ غالب آجائے۔ غَلَبَۃٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَغْلِبُوْا :- وہ غالب ہوں گے۔ غَلَبَۃٌ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَغْلِبُوْنَ :- وہ غالب ہونگے غَلَبَۃٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُغْلَبُوْنَ :- وہ مغلوب ہونگے غَلَبَۃٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَغْلُلْ :- وہ خیانت کرے۔ غُلُوْلٌ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَغْلِیْ :- وہ جوش مارے گا۔ غَلْیٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُغْنِ :- بے نیاز کردیگا۔ تونگر کردے گا اِغْنَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

(لَمْ) یَغْنَوْا :- وہ نہیں بسے تھے۔ غِنًی سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

(لَنْ) یُغْنُوْا :- وہ ہرگز فائدہ نہ دیں گے (بصلۂ عَنْ) اِغْنَاءٌ سے نفی تاکید مستقبل بہ لَنْ جمع مذکر غائب۔

یُغْنِیْ :- مالدار کردیگا۔ مالدار کردی (بلا صلہ) کافی ہوتا ہے۔ بے نیاز کرے گا۔ (بصلہ عَنْ و بلا صلہ) فائدہ دے گا (بصلہ عَنْ) اِغْنَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ کہا جاتا ہے اَغْنٰی عَنْہُ ھٰذَا اور اَغْنَاہُ ھٰذَا (یہ اس کو کافی ہوا) اور مَا یُغْنِیْ عَنْكَ ھٰذَا (یہ تجھ کو فائدہ نہ دیگی)۔

(لَمْ) یُغْنِیَا :- وہ کام نہ آئے۔ انھوں نے فائدہ نہ دیا۔ اِغْنَاءٌ (بصلہ عَنْ) سے نفی جحد تثنیہ مذکر غائب۔

یَغُوْثُ :- ایک بُت کا نام جسے قومِ نوح پوجتی تھی۔ یہ بت شیر کی شکل کا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پانچ بت پوجے جاتے تھے۔ وَدّ۔ سُوَاع یَغُوْث۔ یَعُوْق۔ نَسْر۔ حضرت شاہ عبد العزیز کی تحقیق یہ ہے جیسا کہ دوسرے مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ یہ حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی یاد تازہ رکھنے کیلئے عقیدتمندوں نے ان میں سے ہر ایک کا بت ان صفات کے مطابق بنایا جو ان میں غالب تھیں۔ چنانچہ یغوث میں بہادری کی صفت غالب تھی اس کا بت شیر کی شکل کا بنایا اور یعوق میں چستی و تیز روی کی۔ اس کا بت گھوڑے کی شکل کا بنایا وغیرہ ذالک۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ جہلاء اسلام حضرت علی کی صفت اسد اللّٰہی کے پیش نظر ان کی تصویر شیر کی شکل کی بناتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی)۔

یَغُوْصُوْنَ :- وہ غوطہ لگاتے ہیں۔ غَوْصٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُغْوِیْ :- وہ گمراہ کرے۔ اِغْوَاءٌ سے مضارع

واحد مذکر غائب (دیکھو غنی)

(لا) یُغَیِّرُ ۔ نہیں بدلتا۔ تغییر سے مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا اس نعمت و دولت کو جو کسی قوم کو حاصل ہو جب تک کہ وہ خود ان صفات کو نہ بدل ڈالیں جو ان کے اندر رہوں اور جن کی وجہ سے انھیں وہ عزت حاصل ہوئی ہے)۔

اس آیت میں خداوند تعالیٰ کی ایک عظیم الشان سنت بیان کیگئی ہے جس سے ان تمام شبہات کا قلع قمع ہو جاتا ہے جو ہمیشہ سے نوعِ بشری کے اکثر افراد پر مسلط رہے ہیں۔ انسانوں کی اکثریت ہمیشہ سے اس غلط فہمی اور فریب خوردگی کا شکار رہی ہے کہ اقوام و امم کی سعادت اور قوت و شوکت کا مدار مال و دولت کی فراوانی اور افراد کی اکثریت پر ہے۔ جب تک کسی قوم کو یہ دونوں چیزیں حاصل ہیں اس کے آفتاب دولت و اقبال کو زوال نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ غرور و فریب بھی دماغ میں گھس جاتا ہے کہ جب ہمیں اقتدار حاصل ہے تو یہ اقتدار غیر فانی اور دائمی ہے پھر کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے جو نسل و خاندان کے غرور باطل کے پھندوں میں پھنس کر یہ سمجھنے لگے کہ محض نسب و نسل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بعض قوموں کو چاہتا اور انھیں دوسروں پر ہر اعتبار سے ترجیح و فوقیت دیتا ہے۔ اس آیت نے یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ابتداءً بھی اور بقاءً بھی ان اخلاق و صفات اور عقائد و اعمال سے متعلق ہیں جنھیں صحیح انسانی فطرت اچھا سمجھتی ہے اور جنھیں انبیاء کرام نے دنیا کے سامنے وقتاً فوقتاً پیش فرمایا ہے۔ جس قوم میں یہ صفات دوسروں کی بہ نسبت زیادہ متحقق ہونگی اسی کا بول بالا ہوگا اور وہی دنیا میں عزت و امارت کے مسند پر متمکن ہوگی۔ اور جب تک کسی قوم میں یہ صفات موجود رہوں اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس سے اپنی عطا کردہ نعمتیں سلب نہیں فرماتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے ہاں جب وہ قوم خود اس جادۂ حق سے ہٹ جاتی اور ان صفات و اخلاق کے اضداد کو اختیار کر لیتی ہے تو خدا بھی اپنی نعمت چھین کر اس کی ثروت و دولت کو فقر و احتیاج سے۔ اقتدار و حکومت کو غلامی و محکومی سے۔ عزت و کامرانی کو ذلت و نامرادی سے اور قوت و رفعت کو ضعف و تنزل سے بدل ڈالتا ہے۔ اقوام و امم کے بارہ میں خدا تعالیٰ کی یہ سنت غیر متغیر اور اٹل قانون ہے۔ اگرچہ افراد کے اعتبار سے اس قانون کا ظہور دنیا میں ہونا ضروری نہیں۔ مطلب یہ کہ جو شخص غلط

کاریوں اور اعمالِ وعقائدِ فاسدہ میں مبتلا ہو۔
ضروری نہیں کہ اسے دنیا ہی میں سزا دیجائے
لیکن جو قوم مجموعی طور پر یہ غلط روش اختیار کرتی
ہے وہ یقیناً اسی دنیا میں اپنے کیفر کردار کو پہنچتی
ہے۔ اسی طرح جو قوم ایمان و اعمالِ صالحہ کے زیور
سے آراستہ ہوتی ہے۔ اسے لامحالہ اسی دنیا میں قوت
واقتدار اور ترقی وعروج حاصل ہوتا ہے (تفسیر المنار)

(ل) یُغَیِّرُنَّ :۔ وہ ضرور بدل ڈالیں گے تغییر
سے جمع مذکر غائب مضارع بالام تاکید و نون ثقیلہ

یُغَیِّرُوْا :۔ وہ بدل ڈالیں۔ تغییر سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

یَغِیظُ :۔ وہ جی جلاتا ہے۔ غضبناک کرتا ہے۔
ناراض کرتا ہے۔ غیظ سے مضارع واحد مذکر غائب

یَفْتَحُ :۔ وہ کھولتا ہے۔ کھولے۔ فتح سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یَفْتَدُوْا :۔ وہ فدیہ دیں۔ اِفْتِداء سے مضارع
جمع مذکر غائب۔ کہا جاتا ہے اِفْتَدٰی مِنْهُ
بکذا (اس سے چھٹکارا حاصل کیا یہ دیکر) اور فدیہ
اس رقم کو کہتے ہیں جو چھٹکارا پانے کیلئے بدلہ میں
دی جاتی ہے (دیکھو فدیہ)

یَفْتَدِیْ :۔ وہ فدیہ دے۔ بدلہ دیدے۔
چھٹکارا حاصل کرے۔ اِفْتِدَاء سے مضارع واحد
مذکر غائب۔ (دیکھو فِدیۃ)

یُفَتَّرُ :۔ نہ روکا جائے گا۔ نہ ہلکا کیا جائے گا۔
تَفْتِیْرٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔
فُتُوْر تیزی کے بعد سکون سختی کے بعد نرمی اور
قوت کے بعد کمزوری کو کہتے ہیں اسی سے باب
تَفْعِیْل میں تَفْتِیْر متعدی آتا ہے (مفردات)

یُفْتَرٰی :۔ گھڑا جائے۔ بنایا جائے۔ اِفْتِراء
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔
اصل میں اس کے معنی ہیں چمڑے کو کاٹنے
کے لئے دیکھنا بھالنا اور اندازہ کرنا۔ پس
اِفْتِرَاء کے معنے ہوئے بنا سنوار کر کوئی بات
پیش کرنا اور قصداً کسی کی طرف اسے غلط منسوب
کرنا۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَا كَانَ هٰذَا
الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللهِ (۱۰)
اس آیت میں نحوی ترکیب کے لحاظ سے "اَنْ"
مصدریہ ہے اور "اَنْ یُفْتَرٰی" کَانَ کی خبر
ہے۔ یعنی یہ قرآن عزیز بطور جھوٹ اور افتراء
کے گھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی طرف غلط منسوب
کیا ہوا نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

یَفْتَرُوْنَ :۔ وہ بہتان باندھتے ہیں اِفْتِراء
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَفْتَرِیْ :۔ وہ جھوٹ گھڑتا ہے۔ اِفْتِرَاء سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یَفْتَرِیْنَ :۔ وہ جھوٹ گھڑیں اِفْتِرَاء سے

مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَفۡتِنُ :۔ وہ آزماتا ہے۔ فُتُون سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَفۡتِنُوۡا :۔ وہ بہکائیں۔ فُتُون سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَفۡتِنُوۡنَ :۔ وہ فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ فُتُون سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُفۡتَنُوۡنَ :۔ وہ تپائے جائیں گے۔ وہ آزمائے جاتے ہیں۔ فِتۡنَۃ اور فُتُون سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ (دیکھو فِتۡنَۃ)

یُفۡتِیۡ :۔ وہ فتویٰ دیتا ہے۔ اِفۡتَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَفۡجُرُ :۔ وہ نافرمانی کرتا ہے۔ فُجُور سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُفَجِّرُوۡنَ :۔ وہ بہاتے ہیں۔ وہ بہائیں گے۔ تَفۡجِیۡر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَفِرُّ :۔ وہ بھاگے گا۔ فِرَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَفۡرَحُ :۔ وہ خوش ہوگا۔ فَرَح سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لِ) یَفۡرَحُوۡا :۔ وہ خوش ہوں۔ فَرَح سے امر جمع مذکر غائب۔

یَفۡرَحُوۡنَ :۔ وہ خوش ہوتے ہیں۔ فَرَح سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُفۡرِطُ :۔ وہ جلد بازی کرے۔ حد سے بڑھے۔ تکلیف پہنچائے۔ فُرُط (بصلہ عَلٰی) سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُفَرِّطُوۡنَ :۔ وہ کوتاہی کرتے ہیں۔ تَفۡرِیۡط سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُفۡرَقُ :۔ طے کیا جاتا ہے۔ فیصل کیا جاتا ہے فَرۡق سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب

یُفَرِّقُوۡنَ :۔ وہ تفریق کرتے ہیں پھوٹ ڈالتے ہیں (بصلہ بَیۡنَ) تفریق سے مضارع جمع مذکر غائب

(لم) یُفَرِّقُوۡا :۔ انھوں نے تفریق نہیں کی۔ نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُفَرِّقُوۡا :۔ وہ تفریق کریں۔ تَفۡرِیۡق سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَفۡرَقُوۡنَ :۔ وہ ڈرتے ہیں۔ فَرَق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَفۡسَحُ :۔ وہ کشادہ کرے گا۔ فَسۡح سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُفۡسِدُ :۔ وہ فساد کرے۔ خرابی ڈالے۔ اِفۡسَاد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُفۡسِدُوۡا :۔ وہ فساد کریں۔ بگاڑ کریں اِفۡسَاد سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یُفۡسِدُوۡنَ :۔ وہ فساد کرتے ہیں۔ خرابی

ڈالتے ہیں۔ اِفساد سے مضارع جمع مذکر غائب
(دیکھو فساد)

يَفْسُقُوْنَ :۔ وہ نافرمانی کرتے ہیں۔ فِسْق سے
مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو فاسِق)

يَفْصِلُ :۔ وہ فیصلہ کرے گا (لِعِلہٖ) بَيْنَ فَصْل
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُفَصِّلُ :۔ وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔ تَفْصِيل
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَفْعَلُ :۔ وہ کرتا ہے۔ وہ کرے گا فِعْل سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

يُفْعَلُ :۔ وہ کیا جائے گا۔ فِعْل سے مضارع
مجہول واحد مذکر غائب۔

(لَم) يَفْعَلُوْا :۔ انھوں نے نہیں کیا۔ نفی حجد
جمع مذکر غائب۔

يَفْعَلُوْنَ :۔ وہ کرتے ہیں۔ کریں گے۔ فِعْل سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

يَفْقَهُوْا :۔ وہ سمجھ لیں۔ فِقْه سے مضارع جمع
مذکر غائب مجزوم۔

يَفْقَهُوْنَ :۔ سمجھتے ہیں۔ بوجھتے ہیں۔ سمجھیں۔
فِقْه سے مضارع جمع مذکر غائب۔

فِقْه کے معنی علم فہم، ذہانت اور ذکاوت
کے بالعموم لغات میں لکھے گئے ہیں۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں :۔

اَلْفِقْهُ هُوَ التَّوَصُّلُ اِلٰى عِلْمٍ غَائِبٍ بِعِلْمٍ
شَاهِدٍ فَهُوَ اَخَصُّ مِنَ الْعِلْمِ (فقہ علم حاصل
سے علم غائب کی طرف پہنچنا ہے۔ لہٰذا وہ مطلق
علم سے خاص ہے)

ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ اس کا اشتقاق
شَقّ و فَتْح سے ہے یعنی اس کے اصل معنی "پھاڑنا"
اور "کھولنا" ہیں۔ گویا فَقْہ اور فَقْءٌ دونوں ہم معنی
ہیں اور ہمزہ ہاء کا ہم مخرج ہونے کی وجہ سے ہاء
سے بدل بھی جاتا ہے۔ چونکہ فَقْءٌ کے معنی کسی چیز
کو چیر کر اس کے اندرونی حصہ کو باہر نکالنے کے
ہیں۔ اس لئے حکیم ترمذی نے اس سے استدلال
کیا ہے کہ فِقْہ بالشی کے معنی کسی چیز کے باطن کی
معرفت اور اس کی گہرائیوں تک پہنچنا ہیں۔ لہٰذا
جو شخص امور کے متعلق بیرونی اور سرسری معلومات
رکھتا ہے اسے فَقِیہ نہیں کہا جا سکتا۔

فِقْه کا لفظ "شریعت کے فروع کے علم" کیلئے
استعمال ہونے لگا۔ یہ اصطلاح نزولِ قرآن
کے بہت بعد کی ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف
میں جہاں یہ مادہ استعمال ہوا ہے وہاں اس کے
یہ معنی نہیں لئے جا سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ قدماء
بھی ہر اس شخص کو جو شریعت کے فروعی مسائل سے
واقف ہو فَقِیہ نہیں کہتے تھے۔ بلکہ اس شخص کو
فقیہ کہتے تھے جو مسائل کے ساتھ ساتھ ان کے

دلائل سے بھی آگاہی رکھتا ہو۔ چنانچہ امام غزالیؒ نے :۔

بیان مایدل من الفاظ العلوم میں لکھا ہے کہ لفظِ فقہ میں جو تصرف کیا گیا ہے وہ تخصیص کے ساتھ ہے نقل اور تحویل کے ساتھ نہیں۔ کیونکہ اس کو فتاوی کی نادر فروع کے جاننے اوران کی باریک علتوں کو پہچاننے کے معنی میں استعمال کرنے لگے ہیں۔ پھر امام صاحب نے لکھا ہے :۔

"علم فقہ کا اطلاق عصر اول میں راہِ آخرت کے علم، نفس انسانی کی آفات اور اعمال کے مفسدات کی باریکیوں کی معرفت" اور دنیا کی بے حقیقتی کو پوری طرح سمجھنے کی قوت اور لذاتِ آخرت کی طرف رغبت کی شدت اور دل پر خدا کی خوف وخشیت کے مکمل تسلّط پر ہوتا تھا۔ اس کی دلیل آیۂ قرآنی فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ (ایسا کیوں نہ ہوا کہ مسلمانوں کی ہر جماعت میں سے ایک گروہ جہاد کے لئے نکلتا تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کرتے اور اپنی قوم کے لوگوں کو ڈراتے جب کہ وہ ان کی طرف لوٹ کر آتے) ہے۔ ظاہر ہے کہ انذار و تخویف (یعنی تبلیغ دین) فقہ کے اس مفہوم کے حصول پر منحصر ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔

نہ کہ طلاق و عتاق، لعان و سلم و اجارہ کے مسائل کے علم پر۔ کیونکہ محض اس علم سے یہ مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان مسائل میں مسلسل انہماک دل کو سخت کر دیتا ہے اور اس میں سے خشیت کو نکال دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم ان لوگوں میں دیکھتے ہیں جو محض اسی کے ہو رہے ہیں۔ تم کلام الامام۔

صاحب المنار فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں یہ لفظ بیس جگہ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ (بجز ایک مقام کے) فہم کی باریکی اور علم کی گہرائی کی وہ خاص صورت مراد ہے جس پر حصول نفع کا دارومدار ہے مثلاً لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وغیرہا من الآیات۔

اہلِ لغت نے معانی لغوی و اصطلاحی میں فرق کرنے کے لئے یہ تفصیل کی ہے کہ فَقِہَ يَفْقَہُ فَقْهًا (بروزن عَلِمَ يَعْلَمُ) کے معنی ہیں سمجھنا اور بوجھنا اور فَقُہَ يَفْقُہُ فَقَاهَةً (بروزن كَرُمَ يَكْرُمُ) کے معنی ہیں فقیہ ہو جانا) (مفردات و تفسیر المنار ج ۹ ص ۲۴۳)

(لا) يُفْلِحُ :۔ وہ کامیاب نہیں ہوتا ہے ۔ کامیاب نہیں ہوگا۔ اِفْلَاحٌ سے مضارع منفی واحد مذکر غائب۔

(لا) يُفْلِحُوْنَ :۔ وہ کامیاب نہیں ہوں گے اِفْلَاحٌ سے مضارع منفی جمع مذکر غائب۔

يُقَاتِلُ :۔ وہ جنگ کرتا ہے۔ جنگ کرے ۔

قِتَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(ل) یُقَاتِلْ :- اسے جنگ کرنی چاہئے۔ قِتَال سے امر واحد مذکر غائب۔

یُقَاتِلُوْا :- وہ جنگ کریں۔ قِتَال سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

(لم) یُقَاتِلُوْا :- انھوں نے جنگ نہیں کی قِتَال سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُقَاتَلُوْنَ :- ان سے جنگ کی جاتی ہے قِتَال سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُقَاتِلُوْنَ :- وہ جنگ کرتے ہیں۔ قِتَال سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُقَالُ :- کہا جاتا ہے۔ کہا جائے گا۔ قَوْل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَقْبِضُ :- وہ روکتا ہے۔ چھین لیتا ہے۔ مارتا ہے قَبْض کے معنی ہیں کسی چیز کو بھرپور ہاتھ میں لینا۔ قَبَضَ بِالْیَدِ عَلَی الشَّیْءِ کے معنی ہیں کسی چیز کو ہاتھ میں لینے کے بعد ہاتھ کو کھینچ لینا اور قَبَضَ الْیَدَ عَنِ الشَّیْءِ کے معنی ہیں کسی چیز کو لئے بغیر ہاتھ کو کھینچ لینا۔ یعنی اس سے رکنا اور اسے نہ لینا۔ چنانچہ یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَھُمْ کے معنی ہیں وہ اپنے ہاتھوں کو روکتے ہیں۔ یعنی بخل کرتے ہیں پھر قبض مطلقاً کسی چیز کو حاصل کرنے کے معنی میں بھی آنے لگا جیسے قَبَضْتُ الدَّار میں نے مکان پر قبضہ کیا اور جان لینے کے معنی میں بھی۔ چنانچہ قَبَضَہُ اللّٰہُ کے معنی ہیں اللہ نے اسے مار دیا۔ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کبھی چھین لیتا ہے اور کبھی عطا کرتا ہے۔ یا ایک قوم سے چھینتا ہے اور دوسری کو عطا کرتا ہے یا ایک مرتبہ جمع کرتا ہے اور دوسری مرتبہ منتشر کر دیتا ہے۔ یا مارتا ہے اور دوبارہ زندہ کرتا ہے (مفردات)۔ قَبَضَ الطَّائِرُ الْجَنَاحَ کے معنی ہیں پرندہ کا اپنے بازو کو کھینچنا۔ چنانچہ اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ (کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھتے ہیں پر کھولے ہوئے اور سمیٹے ہوئے) میں یہی معنی ہیں۔

یَقْبِضْنَ :- وہ سکیڑتی ہیں۔ قَبْض سے مضارع جمع مؤنث غائب۔ (دیکھو یَقْبِضُ)

یَقْبِضُوْنَ :- وہ روکتے ہیں۔ بند کرتے ہیں۔ قَبْض سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو یَقْبِضُ)

یَقْبَلُ :- وہ قبول کرتا ہے۔ قُبُوْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لن) یُقْبَلَ :- ہرگز قبول نہ کیا جائے گا قُبُوْل سے منفی مستقبل مؤکد بہ لن۔

یُقْبَلُ :- وہ قبول کیا جاتا ہے۔ وہ قبول کیا جائے گا۔ قُبُوْل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

یَقْتَتِلَانِ :- وہ دو جنگ کرتے ہیں۔ اِقْتِتَال سے

مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

یَقْتَرِفُ :- وہ کماتا ہے۔ ارتکاب کرتا ہے۔
اِقْتِرَاف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَقْتَرِفُوْا :- وہ ارتکاب کریں۔ اِقْتِرَاف سے
مضارع جمع مذکر غائب۔ مجزوم بالام امر۔

یَقْتَرِفُوْنَ :- وہ کماتے ہیں اِقْتِرَاف سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

(لم) یَقْتُرُوْا :- انھوں نے تنگی نہ کی۔ خرچ کرنے میں بخل نہ کیا۔ قَتْرٌ سے نفی حجد جمع مذکر غائب
تَقْتِیْر اور قَتْر کے معنی ہیں "ضروری خرچ کرنے میں کمی کرنا" یہ اِسْرَاف کے مقابل ہے جو ناجائز موقعوں پر خرچ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
تَقْتِیْر اور اِسْرَاف دونوں ناپسندیدہ ہیں پسندیدہ درمیانی چال ہے۔ چنانچہ سورۂ فرقان میں خدا کے نیک بندوں کے خصائل کے بیان میں فرمایا گیا ہے:- وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا (اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے پر آئیں نہ بیجا اڑائیں اور نہ خرچ کرنے میں تنگی کریں۔ اور ہے اس کے بیچ سیدھی گزران) (دیکھو مُبَذِّرِیْن)

یَقْتُلُ :- وہ قتل کرتا ہے یا کرے گا۔ وہ قتل کرے
قَتْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُقْتَلُ :- وہ قتل کیا جائے۔ وہ قتل کر دیا جائے۔
قتل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لا) یَقْتُلْنَ :- وہ قتل نہ کریں۔ قَتْل سے نہی
جمع مؤنث غائب۔

یُقَتَّلُوْا :- وہ خوب قتل کئے جائیں تَقْتِیْل
سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَقْتُلُوْا :- وہ قتل کر دیں۔ قَتْل سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔

یُقَتِّلُوْنَ :- وہ خوب قتل کرتے ہیں تَقْتِیْل سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَقْتُلُوْنَ :- وہ قتل کرتے ہیں۔ وہ قتل کر ڈالیں
قَتْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُقْتَلُوْنَ :- وہ قتل کئے جاتے ہیں قَتْل سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُقَدِّرُ :- وہ اندازہ کرتا ہے یا کرے گا۔
تَقْدِیْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَقْدِرُ :- تنگ کرتا ہے۔ قادر ہوگا۔
پہلے معنی میں قَدْر سے اور دوسرے معنی میں قُدْرَۃ (بصلۂ علیٰ) سے مضارع واحد مذکر غائب قال اللہ تعالیٰ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ کہہ دیں کہ بے شک میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے) یعنی رزق کی فراخی و

تنگی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنی حکمت کے مطابق جسے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اس آیت سے ہدایات ذیل مستفاد ہوتی ہیں۔

(۱) مالدار و تونگر کو اپنی دولت و تونگری پر اترانا نہ چاہیئے۔ کیونکہ اسے جو کچھ حاصل ہے وہ خدا کا عطیہ و بخشش ہے اور وہ جب چاہے اپنی اس بخشش کو سلب کر سکتا ہے۔ نیز اسے ان حقوقِ مالیہ کی ادائگی سے بھی غافل نہ ہونا چاہیئے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مال میں خود اس کے اور اس کے دوسرے انسانی بھائیوں کے نفع کے لئے اس کے ذمہ واجب قرار دئیے ہیں۔

(۲) غریب اور مفلس کو اپنی غربت و افلاس کے دور کرنے کی تدابیر اختیار کرنے کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ یہ فقر و فاقہ کی زحمت خدا کی طرف سے ہی ہے اور سراسر حکمت و مصلحت پر مبنی اس لیے شکوہ کی بجائے صبر اور حسد کی جگہ فراخدلی کی صفات سے اسے آراستہ ہونا چاہیئے۔

(۳) یہ آیت اعلان کرتی ہے کہ طبقاتِ انسانی میں معیشت و دولت کے اعتبار سے تفاوت فطری ہے اور فطرت کے خلاف بغاوت ایک غیر فطری اور غلط راستہ ہے۔ (ولھذا الموضوع موضع آخر)۔

(لَنْ) يَقْدِرَ:۔ وہ ہرگز قادر نہ ہو گا قَدَرَ سے منفی مستقبل مؤکد بہ لَنْ واحد مذکر غائب۔

يَقْتَدِرُوْنَ:۔ وہ قدرت رکھتے ہیں۔ قُدْرَۃٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَقْدُمُ:۔ وہ آگے چلے گا۔ قَدَمٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَقْذِفُ:۔ وہ پھینکتا ہے۔ مارتا ہے برساتا ہے۔ قَذْفٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ قَذْفٌ کے معنی ہیں "دور سے پھینک کر مارنا"۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:۔ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ (درحقیقت میرا رب پھینک رہا ہے حق) تو اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ "خدا حق کو باطل کے سر پر پھینک کر مار رہا ہے جس کا نتیجہ باطل کی شکست کے سوا اور کچھ نہیں"۔ یا یہ مطلب ہے کہ خدا حق کو بارش کی طرح برسا رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پے بہ پے وحی الٰہی اتر رہی ہے جس سے مردہ دلوں میں حیاتِ تازہ پیدا ہو رہی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ خدا دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کی صدائے حق کو پہنچا دے گا اور کافروں کے متعلق جو فرمایا گیا یَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَّکَانٍۢ بَعِیْدٍ (اور پھینکتے ہیں بن دیکھے دور کی جگہ سے) تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اٹکل کے تیر چلاتے رہے۔ سچی بات سننے اور کہنے پر آمادہ نہ ہوئے (بیضاوی ص۱۹۷ ج۲)

يَقْذِفُوْنَ:۔ وہ پھینکتے ہیں۔ قَذْفٌ سے مضارع

جمع مذکر غائب۔
یُقْذَفُوْنَ :۔ وہ پھینکے جاتے ہیں۔ قَذْف سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
یَقْرَءُوْنَ :۔ وہ پڑھتے ہیں قِرَاءَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
(لا) یَقْرَبُوْا :۔ وہ نزدیک ہوں۔ قُرب سے نہی جمع مذکر غائب۔
یُقَرِّبُوْا :۔ وہ نزدیک کردیں۔ تَقْرِیْب سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔
یُقْرِضُ :۔ وہ قرض دیتا ہے۔ وہ قرض دے۔ اِقْرَاض سے مضارع واحد مذکر غائب۔
قرض کے اصل معنی "کاٹنا" ہیں۔ چونکہ ادھار دینے والا اپنے مال میں سے ایک حصہ کاٹ کر لینے والے کو دیتا ہے اس لئے "اُدھار" کے لئے قرض کا لفظ استعمال کیا گیا۔ قرآن کریم میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗ اَجْرٌ کَرِیْمٌ۔ (کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے کہ اللہ اس کے اس دیئے ہوئے قرض کو بڑھا چڑھا کر واپس کرے اور اس پر اپنی کریمی کے شایانِ شان زبردست اجر عطا فرمائے)۔
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو لفظِ قرض سے تعبیر کرنا بھی خداوند تعالیٰ کی کریمی کا تقاضا ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ہی انسان اور اسکی جان و مال کا مالک ہے اور مال انسان کے پاس اس کی طرف سے صرف بطور امانت ہے تو اگر وہ آدمی سے تمام مال بھی طلب کرے تب بھی بجا ہے۔ لیکن وہ تو صرف مال کا کچھ حصہ طلب کرتا ہے اور وہ بھی اپنے لئے نہیں۔ بلکہ تم سے تمہارے بھائی کی ہی مدد کرانا چاہتا ہے اور اس کے متعلق فرماتا ہے کہ یہ تمہارا مجھ پر قرض ہے جو بہت بڑھا چڑھا کر اور کم از کم دس گنے سود کے ساتھ تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ ایسا قرض دینے میں مؤمن کیطرف سے پس وپیش ہو۔ یہاں قرض کے ساتھ حسن کی جو قید لگائی گئی اس سے تین باتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

(۱) راہِ خدا میں جو مال خرچ کیا جائے وہ ردی اور خبیث نہ ہو۔ بلکہ عمدہ اور طیّب ہو۔
(۲) خرچ کرنے والا خوش دلی سے خرچ کرے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پیشِ نظر رکھے
(۳) جس پر خرچ کرے اس پر احسان نہ جتلائے

ماخوذ از طریق الہجرتین لابن القیم رحمہ صـ ۴۷۳ (ش۔ ا)

یُقْسِمُ :۔ وہ قسم کھائے گا۔ اِقْسَام سے مضارع

واحد مذکر غائب۔

یُقْسِمَانِ :۔ وہ قسم کھائیں۔ اِقْسَام سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

یَقْسِمُوْنَ :۔ وہ بانٹتے ہیں۔ قَسْم سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَقُصُّ :۔ وہ بیان کرتا ہے۔ قَصَص سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو قصص)

یُقْصِرُوْنَ :۔ وہ کمی کرتے ہیں۔ کوتاہی کرتے ہیں۔ اِقْصَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَقُصُّوْنَ :۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ قَصَص سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَقْضِ :۔ وہ فیصلہ موت صادر کرے۔ قضاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم بلام امر۔ (بصلہ علیٰ)

(لَمَّا) یَقْضِ :۔ تاحال پورا نہیں کیا۔ قضاء سے نفی جحد مؤکد واحد مذکر غائب۔

یُقْضٰی :۔ وہ پورا کیا جائے۔ فیصلہ موت کیا جائے۔ قضاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ دوسرے معنی ہیں (بصلہ علیٰ)۔

یَقْضُوْا :۔ وہ دور کریں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم بلام امر۔

یَقْضُوْنَ :۔ وہ حکم کرتے ہیں۔ قضاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَقْضِیْ :۔ وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پورا کرتا ہے۔ پورا کرے۔ قضاء سے واحد مذکر غائب مضارع

یَقْطَعُ :۔ وہ کاٹ ڈالے۔ قَطْع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَقْطَعُوْنَ :۔ وہ کاٹتے ہیں۔ قَطْع سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو یُوصَلَ)

یَقْطِیْن :۔ کدو کی بیل۔ بیل دار درخت۔

یَقُلْ :۔ وہ کہے گا۔ قول سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یُقَلِّبُ :۔ وہ الٹا پلٹتا ہے۔ ادلتا بدلتا ہے۔ تقلیب سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو قلب)

یُقَلِّلُ :۔ وہ کم کرتا ہے۔ تقلیل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَقْنُتْ :۔ وہ فرمانبرداری کرے گا۔ فرمانبرداری کرتا ہے۔ قُنُوت سے مضارع واحد مذکر غائب۔ قنوت کے معنی عاجزی کے ساتھ فرمانبرداری میں لگا رہنا ہیں۔ کبھی صرف فرمانبرداری اور کبھی صرف عاجزی کے معنی بھی آتے ہیں۔

یَقْنَطُ :۔ وہ ناامید ہوتا ہے۔ وہ ناامید ہوگا۔ قُنُوط سے مضارع واحد مذکر غائب۔ قنوط صرف خیر سے ناامید ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

یَقْنَطُوْنَ :۔ وہ مایوس ہوتے ہیں۔ قُنُوط سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَقُوْلُ :- وہ کہتا ہے۔ وہ کہے گا۔ قَوْل سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یَقُوْلَا :- وہ کہہ دیں۔ قَوْل سے مضارع تثنیہ
مذکر غائب منصوب۔

لَیَقُوْلَنَّ :- وہ ضرور کہے گا۔ مضارع واحد
مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ قَوْل سے۔

(لَ) یَقُوْلُنَّ :- وہ ضرور کہیں گے۔ قَوْل سے
مضارع جمع مذکر غائب۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَقُوْلُوْا :- وہ کہیں۔ وہ کہیں گے مضارع
جمع مذکر غائب مجزوم و منصوب۔ قول سے۔

یَقُوْلُوْنَ :- وہ کہتے ہیں۔ وہ کہیں گے۔ قَوْل
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَقُوْمُ :- وہ کھڑا ہوتا ہے۔ وہ کھڑا ہوگا۔
وہ سیدھا ہے (الصلوٰۃ باب) وہ قائم کرے۔
قیام سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَقُوْمَانِ :- وہ کھڑے ہوں۔ قیام سے مضارع
تثنیہ مذکر غائب۔

یَقُوْمُوْنَ :- وہ کھڑے ہوں گے۔ قیام سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یُقِیْمَا :- وہ دو قائم کریں۔ اِقَامَۃ سے مضارع
تثنیہ مذکر غائب منصوب۔ (بسقوطِ نون)

یُقِیْمُوْا :- وہ قائم کریں۔ وہ ادا کریں اِقَامَۃ
سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔
(دیکھو اقامۃ)

یُقِیْمُوْنَ :- وہ قائم کرتے ہیں۔ درست کرتے
ہیں۔ ادا کرتے ہیں۔ اِقَامَۃ سے مضارع
جمع مذکر غائب۔ (دیکھو اقامۃ)

یَقِیْنُ :- یقین۔ یتیقن۔ موت۔

یقین۔ سکون دماغ و طمانیت قلب کی اُس
کیفیت کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو۔
قرآن میں اس کے تین مراتب ذکر فرمائے ہیں۔
اور عقلاً بھی یہ ہی تینوں ثابت ہیں۔

(۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین

علم الیقین سے مراد وہ کامل تصدیق و یقین ہے
جو ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالاتر ہو۔ مگر اس
کی بنیاد خبر پر ہو جیسے ایک سچے مسلمان کو جنّت
کے تحقق کا یقین حاصل ہوتا ہے کہ وہ متقیوں کا
ٹھکانا اور مومنوں کا مقام ہے حالانکہ اس دنیا
میں جنت آنکھوں سے نہیں دیکھی گئی۔ مگر چونکہ
انبیاء کرام اور کتب سماویہ نے اس کی متواتر
خبر دی ہے۔ لہٰذا اس پر مسلمان کو لازمی طور پہ
یقین ہوتا ہے۔

اور عین الیقین سے مراد رویت و مشاہدہ
کا مرتبہ ہے۔ اور مرتبۂ اول و مرتبۂ ثانیہ میں
وہی فرق ہے جو علم و مشاہدہ میں ہوتا ہے۔ اہل
جنت جب حساب کتاب سے فارغ ہو کر دخولِ جنت
کے لئے آمادہ ہوں گے۔ اور ان کے نگاہوں کے سامنے

دیکھیں گے تو یہ عین الیقین ہوگا - اور یہی یقین کا وہ مرتبہ ہے جس کے حصول کی حضرت ابراہیم نے خواہش کی تھی جب کہ احیاء موتی کی کیفیت کے بارہ میں سوال کیا تھا اور جس کے متعلق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

نحن احق بالشك من ابراهيم - حالانکہ فی الواقع نہ یہاں شک کا شائبہ تھا نہ وہاں بلکہ اس سوال کا منشاء علم کے بعد عین خبر کے بعد مشاہدہ اور سماع کے بعد معائنہ کی خواہش تھی - تاکہ معاملہ صرف شنیدہ نہ رہے بلکہ دیدہ بن جائے اور دیدہ و شنیدہ کی درمیانی مسافت طے ہو جائے اور حق الیقین کا مرتبہ اس یقین کی مباشرت اور پورے پورے احساس و وقوف سے عبارت ہے مثلاً جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو کر عیش و عشرت میں مشغول ہوں گے تو اس وقت انھیں جنت سے متعلق حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوگا -

پس ان ہر سہ الفاظ میں نوع کی جنس کی طرف اضافت ہے جیسے بعض المتاع و کل الدراہم قرآن کریم میں جِئۡتُكَ مِنۡ سَبَإٍۭ بِنَبَإٍ يَّقِيۡنٍ (میں تیرے پاس سبا سے یقینی خبر لائی ہوں) میں یقین سے متیقن اور حتی ياتا نا اليقين ط یہاں تک کہ ہمیں موت آئی) میں موت، جو امر یقینی ہے، مراد ہے - (ملخص از التبیان فی اقسام القرآن لابن القیم بہ تغییر یسیر) -

یَکُ:- وہ ہے - وہ ہوگا - کَوۡن سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم داخل میں یَکُوۡنُ تھا - جزم میں اس کا نون بھی گرا دینا جائز ہے) -

(لَمۡ) یَکُ:- وہ نہیں تھا - وہ نہیں ہے - کَوۡن سے نفی جحد واحد مذکر غائب -

یَکَادُ:- وہ نزدیک ہے - قریب ہے کَوۡدٌ سے مضارع واحد مذکر غائب -

یَکَادُوۡنَ:- وہ قریب ہیں - کَوۡدٌ سے مضارع جمع مذکر غائب -

یَکۡبِتُ:- وہ ذلیل کرے - کَبۡتٌ سے مضارع واحد مذکر غائب -

کَبۡتٌ کے معنی لسان العرب میں (صَرۡعٌ) پچھاڑنا یا منہ کے بل پچھاڑنا لکھے ہیں - صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ کَبۡت وہ ہراس پیدا کرنا ہے جس کا نتیجہ منہ کے بل پچھڑنا ہوتا ہے امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ کبت سختی اور ذلت کیساتھ پسپا کرنے کو کہتے ہیں - (مفردات و الاکلیل علی مدارک التنزیل ص $\frac{2}{64}$)

یَکۡبُرُ:- وہ بڑا ہوتا ہے - کِبَرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب -

یَکۡبَرُوۡا:- وہ بڑے ہو جائیں کِبَرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب -

یَکْتُبُ :- وہ لکھتا ہے۔ لکھے۔ تحریر کرے کِتَابَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لِ) یَکْتُبْ :- اسے لکھنا چاہیئے۔ کِتَابَۃ سے امر واحد مذکر غائب۔

یَکْتُبُوْنَ :- وہ لکھتے ہیں۔ کِتَابَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَکْتُمُ :- وہ چھپاتا ہے۔ کِتْمَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَکْتُمْنَ :- وہ چھپائیں۔ کِتْمَان سے مضارع جمع مونث غائب۔

یَکْتُمُوْنَ :- وہ چھپاتے ہیں۔ چھپائیں گے۔ کِتْمَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لم) یَکَدْ :- وہ قریب نہیں ہے۔ کَوْدٌ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یُکَذِّبُ :- وہ جھٹلاتا ہے۔ تَکْذِیْب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُکَذِّبُوا :- وہ جھٹلائیں۔ تَکْذِیْب سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یُکَذِّبُوْنَ :- وہ جھٹلاتے ہیں۔ تَکْذِیْب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَکْذِبُوْنَ :- وہ جھوٹ بولتے ہیں کَذِب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُکْرِہْ :- وہ زبردستی کرے۔ مجبور کرے۔ اِکْرَاہ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَکْرَھُوْنَ :- وہ برا جانتے ہیں۔ ناپسند کرتے ہیں۔ کَرَاھَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَکْسِبُ :- وہ کماتا ہے۔ وہ ارتکاب کرتا ہے کَسْب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَکْسِبُوْنَ :- وہ کماتے ہیں۔ وہ ارتکاب کرتے ہیں۔ کَسْب سے مضارع جمع مذکر غائب۔ کَسْب کہتے ہیں "نفع یا حظ حاصل کرنے کے لئے کسی چیز کا قصد کرنے کو" مثلاً کسب مال۔ کبھی اس کام کو جسے آدمی نفع بخش سمجھے مگر دراصل وہ مضرت رساں ہو اختیار کرنے کو بھی کسب کہتے ہیں۔ اِکْتِسَاب بھی اسی معنی میں آتا ہے مگر کَسْب دو مفعولوں کی طرف بھی متعدی ہوتا ہے اور اِکْتِسَاب صرف ایک مفعول کی طرف۔ قرآن کریم میں نیکی اور بدی دونوں کیلئے کَسْب اور اِکْتِسَاب کا استعمال ہوا ہے اگرچہ بعض علماء کے نزدیک لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ میں کسب سے نیکی اختیار کرنا اور اکتساب سے بدی کا ارتکاب کرنا مراد ہے (مفردات)

یَکْشِفُ :- وہ کھولتا ہے۔ وہ دور کرتا ہے۔ کَشْف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُکْشَفُ :- وہ کھولا جائے گا۔ کَشْف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ (دیکھو ساق)

یَکُفُّ :- وہ روکدے۔ کَفّ سے مضارع واحد

مذکر غائب۔

(لکم) یکف :- کافی نہیں ہے۔ کِفَایَۃ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یکفرُ :- وہ کفر کرتا ہے۔ انکار کرتا ہے۔ انکار کرے گا۔ کفر کرے گا۔ کُفْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو اُکفرُ)۔

یُکَفِّرُ :- وہ دور کرتا ہے۔ وہ دور کرے۔ وہ دور کرے گا۔ تَکْفِیْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یکفرُوا :- انکار کریں۔ کفر کریں۔ کُفْر سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ (دیکھو اُکفرُ)

(لکم) یکفرُوا :- انھوں نے کفر نہیں کیا۔ کفر سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُکفرُوا :- ان کا انکار کیا جائے۔ کفر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم۔

یکفرُونَ :- وہ کفر کرتے ہیں۔ کُفر سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو اُکفرُ)

یکفلُ :- وہ ضامن ہو۔ ذمہ دار ہو۔ کَفَالَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یکفلُونَ :- وہ ضامن ہوں۔ ذمہ دار ہوں۔ مربّی ہوں۔ کَفَالَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یکفُونَ :- وہ روکیں گے۔ کَفّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یکفِی :- وہ کافی ہوگا۔ کِفَایَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لن) یکفِیَ :- کافی نہ ہوگا۔ منفی مستقبل بہ لن کفایۃ سے واحد مذکر غائب۔

یکلؤُ :- وہ حفاظت کرتا ہے۔ کَلْأ اور کِلَاءَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُکلّفُ :- مشقت ڈالتا ہے۔ تکلیف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

اواخر بقرہ میں ہے :- لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی وسعت و گنجائش کے مطابق ہی احکام کی ذمہ داری اور اطاعت کی مشقت ڈالتا ہے) مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ کے احکام شرعیہ ایسے نہیں ہوتے جن پر عمل کرنا ممکن نہ ہو یا جو قوت برداشت سے باہر ہوں۔ بلکہ شرعی احکام میں آسانی و تخفیف کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ متعدد آیات میں یہ مضمون آیا ہے۔ جیسے۔ مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (اللہ نے تمہارے اوپر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں ڈالی) یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اور اس کا مقصد تمہیں دشواری و سختی میں ڈالنا نہیں ہے)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا۔

ان تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ احکامِ شرعیہ میں کوئی حکم ایسا نہیں جس پر مکلّف کو عمل کرنا دشوار ہو۔ پس تکلیف شرعی میں تکلیف مالا یطاق واقع نہیں اگرچہ عقلاً جائز ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ مالکِ مطلق ہے اور اسے اپنے مِلک و مُلک میں ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے۔ البتہ تکوینیات میں تکلیف مالایطاق عقلاً جائز بھی ہے اور واقع بھی۔ چنانچہ اقوام معذبہ پر جو عذابات واقع ہوئے اور جنھوں نے ان کو نیست و نابود کردیا وہ سب مالایطاق ہی تھے۔

چنانچہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا سے متصل ہی جو یہ دعا تلقین فرمائی گئی:۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

(اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالیو جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں) (البقرہ۔ ع۔ ۴۰)

تو اس میں یہی تکالیف تکوینیہ جو انسانی طاقت برداشت سے باہر ہیں مراد ہیں۔

صاحب مدارک کے تفسیری جملوں سے ہمارے اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔ پہلی آیت کی تفسیر میں انھوں نے لکھا ہے۔ اِنَّ التکلیف لا یرد الا بفعل یقدر علیہ المکلّف (کیونکہ تکلیف اسی کام کی دیجاتی ہے جو مکلف کی قدرت میں ہو)

اور دوسری آیۃ کی تفسیر میں فرمایا ہے:۔

مِنَ الْعُقُوْبَاتِ النَّازِلَةِ بِمَنْ قَبْلَنَا۔

(اس قسم کے عذاب جو ہم سے پہلی قوموں پر نازل ہوئے) (اکلیل علی مدارک التنزیل $\frac{۲}{۲۴۹}$)

ہماری اس توضیح سے دونوں آیتوں کے مفہوم میں جو ظاہری تعارض معلوم ہوتا تھا وہ رفع ہو گیا فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

يُكَلِّمُ:۔ وہ بات کرتا ہے۔ بات کرے گا۔ بات کرے۔ تَكْلِيْم سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَكُنْ:۔ وہ ہو۔ کَوْن سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يَكُنَّ:۔ وہ ہوں۔ کَوْن سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

(لَمْ) **يَكُنْ**:۔ نہیں ہے۔ نہیں تھا۔ نہ ہو۔ کَوْن سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يَكْنِزُوْنَ:۔ وہ مال اکھٹا کرتے ہیں۔ خزانہ گاڑتے ہیں۔ کَنْز سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو کَنْز)

يُكَوِّرُ:۔ وہ لپیٹتا ہے۔ وہ لپیٹے گا۔ تَكْوِيْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

تکویر کے معنی موڑنے اور لپیٹنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ كَارَ الْعِمَامَةَ عَلٰى رَاسِهٖ وَكَوَّرَهَا

(اس نے عمامہ کو اپنے سر پر لپیٹا) چونکہ عمامہ
لپیٹنے سے سر چھپ جاتا ہے اس لئے ایک چیز سے
دوسری چیز کو چھپا دینے کے لئے بھی تکویر کا
استعمال ہونے لگا۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔
یُکَوِّرُ اللَّیْلَ عَلَی النَّھَارِ وَ یُکَوِّرُ النَّھَارَ
عَلَی اللَّیْلِ (وہ لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا
ہے دن کو رات پر) یعنی خدا کی قدرتِ کاملہ کو
دیکھو کہ دن کے رُخِ روشن پر رات کی چادر لپیٹ
کر اسے نگاہوں سے اوجھل کر دیتا ہے۔ اور رات
کی سیاہ زلفوں پر دن کی روشن کرنیں ڈال کر
ان کی سیاہی کو کافور کر دیتا ہے۔

یَکُوْنُ :۔ وہ ہوتا ہے۔ وہ ہو۔ وہ ہوگا۔
وہ ہو جاتا ہے۔ ہو جائے۔ کَوْنٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یَکُوْنَا :۔ وہ دو ہوں۔ کَوْنٌ سے مضارع تثنیہ
مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

لَیَکُوْنًا :۔ وہ ضرور ہو جائے گا۔ مضارع
واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون خفیفہ۔

لَیَکُوْنُنَّ :۔ وہ ضرور ہوں گے۔ کَوْنٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَکُوْنُوْا :۔ وہ ہو جائیں گے۔ وہ ہوں۔ وہ ہوں گے۔
کَوْنٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم۔

(لَمْ) یَکُوْنُوْا :۔ وہ نہیں تھے۔ وہ نہیں ہیں۔
کَوْنٌ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَکُوْنُوْنَ :۔ وہ ہوں گے۔ وہ ہو جائیں۔ کَوْنٌ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَکِیْدُوْا :۔ وہ فریب کریں۔ کَیْدٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب (دیکھو یَکِیْدُوْنَ)

یَکِیْدُوْنَ :۔ وہ خفیہ تدبیر کرتے ہیں۔ کَیْدٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

کَیْدٌ کے معنی ہیں "خفیہ تدبیر کرنا" "حیلہ کرنا"
یہ اگر غلط مقصد کے لئے ہو تو مذموم ہے ورنہ
نہیں۔ گویا یہ لفظ بھی اِستدراج اور مکر ہی
کی طرح ہے (دیکھو مکر)

قرآن کریم میں متعدد آیات میں اللہ تعالٰے
شانہٗ نے کید کو اپنی طرف منسوب کیا ہے چنانچہ
فرمایا :۔

اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّ اَکِیْدُ کَیْدًا
فَمَھِّلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْھِلْھُمْ رُوَیْدًا۔

(در حقیقت کافر داؤ پیچ کھیلتے رہتے ہیں (کہ کسی
طرح حق کو اُبھرنے اور چمکنے نہ دیں) اور میری
(حق تعالٰی کی) تدبیر لطیف بھی اندر ہی اندر کام
کر رہی ہے (کہ ڈھیل دے کر ان کو یکایک
پکڑ لیا جائے) لہٰذا اے پیغمبر آپ کافروں کو
تھ[illegible]ت ڈھیل دیں۔ دیکھیں کہ نتیجہ کیا
نکلتا ہے)۔

نیز فرمایا:- وَ اُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ (اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں درحقیقت میری خفیہ تدبیر مضبوط ہے) تو ان دونوں جگہ کید سے مراد امہال و استدراج ہے۔ یعنی کافروں کو کچھ مدت تک چھوڑے رکھنا۔ پھر جب وہ اپنے ظلم و کفر میں حد سے تجاوز کر جائیں تو یکایک انھیں شکنجۂ عذاب میں کس لینا۔

نیز فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ (اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے کید کو کامیاب نہیں بناتا) تو یہاں اس قید (خائنین) کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو خائن نہ ہوں ان کا کید (تدبیر مخفی) کامیاب بنایا جاتا ہے (مفردات بتوضیح)

سورۂ یوسف میں ہے کہ۔ جب امرأۃ العزیز (زلیخا) کا الزام حضرت یوسف پر بے بنیاد ثابت ہو گیا تو اس کے خاوند نے کہا اِنَّہٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ (یہ تم عورتوں کی مکاریوں میں سے ایک مکاری ہے۔ اور تم عورتوں کی مکاریاں بڑی ہی سخت ہوتی ہیں)۔

اس پر مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں لکھا ہے:-

"عزیز کے اس قول میں جو رائے ظاہر کی گئی وہ ظاہر ہے کہ اپنے وقت اور اپنے شہر کی عورتوں کی نسبت ہے نہ کہ دنیا جہان کی تمام عورتوں کے لئے۔ پھر جو کچھ بھی ہے عزیز کا قول ہے خود قرآن کا حکم نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ لوگوں نے اس مقولہ کا اس طرح استعمال شروع کر دیا۔ گویا عورتوں کے جنسی اخلاق کے لئے یہ قرآن کا فیصلہ ہے اور اس کے نزدیک عورتوں کی جنس مردوں کے مقابلہ میں زیادہ مکار اور بے عصمتی کی گھاتیں نکالنے میں زیادہ ہشیار ہے۔ چنانچہ عام طور پر پہلے مفسروں نے اس کا ایسا ہی مطلب قرار دیا ہے۔ اور پھر حسب عادت وجوہ و مباحث کی دور دراز وادیوں میں گم ہو گئے ہیں۔"

(ترجمان القرآن ص ۲/۲۶۵)

بے شک بعض مفسرین نے ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ صاحب کشاف علامہ زمخشری نے یہاں تک لکھ دیا ہے:-

"بعض علماء کا قول ہے کہ میں عورتوں سے اس سے زیادہ ڈرتا ہوں جتنا شیطان سے کیونکہ شیطان کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا (درحقیقت شیطان کا مکر و حیلہ ضعیف ہے) اور عورتوں کے متعلق فرماتا ہے:- اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ — (درحقیقت تم عورتوں کا مکر و فن عظیم ہے)۔ مگر بعض دوسرے (خاصے پرانے) مفسرین نے

ان کی اس غلطی کو واشگاف بھی کردیا ہے چنانچہ
علامہ ابن منیر ناصر الدین احمد مالکی متوفی ۶۸۳ھ
نے الانتصاف علی الکشاف میں زمخشری پر
سخت گرفت کی ہے اور لکھا ہے :-

زمخشری نے جس عالم کا یہ قول نقل کیا ہے
وہ صحیح نہیں کیونکہ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ
ضَعِیْفًا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور آیۂ زیر بحث
اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ قول عزیز کی حکایت اور
بیان ہے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں۔ یہ صحیح بھی
ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔

اور "کید نساء" کا "کید شیطان" سے مقابلہ
کا تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ آیۂ
مذکورہ میں شیطان کے کید کو اللہ تعالیٰ کی کید
(تدبیر مخفی) کے مقابلہ میں ضعیف قرار دیا گیا
ہے نہ کہ انسان کے کید کے مقابلہ میں۔ چنانچہ
آیۃ کے سیاق وسباق سے یہ بالکل واضح ہے۔
نیز یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کا مکر وفن شیطان کی
وسوسہ اندازی ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ دلائل شرعیہ
سے یہ اپنی جگہ بالکل ثابت ہے۔ پھر اسے شیطان
کے دھوکہ اور فریب سے بڑا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے"

(الانتصاف علی حواشی الکشاف ج ۲
ص۲۶۴ مطبوعہ مصر)

بہر حال مولانا آزاد کی ارباب تفسیر پر
یہ دار وگیر صحیح نہیں اور جس رائے کا انھوں نے
اظہار فرمایا ہے وہ کوئی نئی رائے نہیں۔

یُلٰقُوْا :- وہ ملیں۔ دیکھ لیں۔ لِقَاءٌ (مفاعلہ)
سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

(لم) یَلْبَثُوْا :- وہ نہیں ٹھیرے۔ لُبْثٌ سے
نفی حجد جمع مذکر غائب۔

یَلْبَثُوْنَ :- وہ ٹھیریں گے۔ لُبْثٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یَلْبِسُ :- وہ خلط ملط کردے۔ مشتبہ کردے۔
بھڑا دے۔ لَبْسٌ سے مضارع واحد مذکر غائب

(لم) یَلْبِسُوْا :- انھوں نے مخلوط نہیں کیا۔
نفی حجد جمع مذکر غائب۔ لَبْسٌ سے۔

یَلْبِسُوْا :- وہ مشتبہ کردیں۔ خلط ملط کریں لَبْسٌ
سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَلْبِسُوْنَ :- وہ مشتبہ کرتے ہیں۔ لَبْسٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَلْبَسُوْنَ :- وہ پہنیں گے۔ لُبْسٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یُلْبَسُوْنَ :- ان کو پہنایا جائے گا۔ اِلْبَاسٌ
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

(لا) یَلِتْ :- وہ کم نہ کرے گا۔ وَلْتٌ سے مضارع
منفی واحد مذکر غائب مجزوم۔

(لا) یَلْتَفِتْ :- وہ متوجہ نہ ہو۔ مڑ کر نہ دیکھے۔

اِلۡتِقَاط سے نہی واحد مذکر غائب۔

يَلۡتَقِطۡ:- وہ اٹھائے گا۔ اِلۡتِقَاط سے مضارع واحد مذکر غائب۔ گری پڑی چیز کو اٹھانے کو اِلۡتِقَاط کہتے ہیں۔

يَلۡتَقِيَانِ:- وہ دونوں ملتے ہیں۔ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اِلۡتِقَاء سے مضارع تثنیہ مذکر غائب (دیکھو بحرین)

يَلِجُ:- وہ داخل ہو جائے۔ وہ داخل ہوتا ہے وُلُوج سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُلۡحِدُونَ:- وہ توڑتے موڑتے ہیں۔ کج بیانی کرتے ہیں۔ کج روی اختیار کرتے ہیں اِلحاد سے جمع مذکر غائب۔

کہا جاتا ہے اَلۡحَدَ الۡقَبۡرَ وَلَحِدَہٗ قبر کا گڑھا بیچ سے ہٹ کر ایک گوشہ میں کھودا اور لحد اس گڑھے کو کہتے ہیں جو قبر کے گوشہ میں کھودا جائے۔ اسی سے اِلۡحَادٌ فِی الۡقَوۡل کے معنی ہوئے کج بیانی کرنا۔ اور اِلۡحَادٌ فِی الدِّیۡن کے معنی ہوئے اپنے مذہب کو مذاہب سماویہ سے علیحدہ کر لینا چنانچہ مُلۡحِد بے دین کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا:- لِسَانُ الَّذِیۡ یُلۡحِدُوۡنَ اِلَیۡہِ اَعۡجَمِیٌّ (جس شخص کی طرف منسوب کر کے یہ غلط بیانی کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے) تو یہاں اِلۡحَاد فی القول مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو بعض کفار جو انسانی کلام بتاتے ہیں اور اس سلسلہ میں غلط بیانی سے کام لے کر کسی عجمی غلام کا نام لیتے ہیں تو انھیں اتنی عقل نہیں کہ ایسا فصیح و بلیغ کلام جس کی ایک آیۃ کی مثل بنانے سے تمام فصحا و بلغاء عرب باوجود چیلنج کے عاجز رہے ہے۔ ایک عجمی غلام جس کی مادری زبان بھی عربی نہیں۔ کیونکر گھڑ سکتا ہے؟

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا (درحقیقت جو لوگ کجی کرتے ہیں ہماری آیات میں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں) کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ داعیٔ حق صلعم کی زبان سے آیاتِ قرآنیہ سُنکر اور صفحۂ دہر پر آیاتِ کونیہ کو دیکھ کر اپنی کج بیانی اور کج روی سے باز نہیں آتے ایسے غلط کار و غلط اندیش لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ انھیں وہ قرار واقعی سزا دے گا۔

اور ذَرِ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اَسۡمَآئِہٖ (ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کج بیانی کرتے ہیں) سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے موصوف کرتے ہیں جو اس کے شایانِ شان نہیں یا اس کی صفاتِ حسنہ کی غلط تشریح کرتے ہیں یا اس کی صفات کا دوسروں پر اطلاق کرتے ہیں، ان سے بے تعلق ہو جاؤ۔ (مفردات و مدارک وغیرہ)

(لَمْ) يَلْحَقُوا :- وہ نہیں ملے۔ لُحُوق سے نفی
جحد جمع مذکر غائب مجزوم۔
(لَمَّا) يَلْحَقُوا :- ابھی تک نہیں ملے۔ مضارع
جمع مذکر غائب مجزوم نفی جحد مؤکد۔
(لَمْ) يَلِدْ :- اس نے نہیں جنا۔ وِلَادَة سے
نفی جحد واحد مذکر غائب۔
(لَا) يَلِدُوا :- وہ نہ جنیں گے۔ وِلَادَة سے
مضارع منفی جمع مذکر غائب مجزوم۔
يَلْعَبْ :- وہ کھیلے۔ لَعِب سے مضارع واحد
مذکر غائب مجزوم (دیکھو لَاعِبِيْنَ)
يَلْعَبُوا :- وہ کھیلیں۔ لَعِب سے مضارع جمع
مذکر غائب۔ مجزوم۔
يَلْعَبُوْنَ :- وہ کھیلتے ہیں۔ وہ کھیلیں لعب سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
يَلْعَنُ :- وہ لعنت کرتا ہے۔ لعنت کرے گا۔
لَعْن سے مضارع واحد مذکر غائب۔
يَلْفِظُ :- وہ بولتا ہے۔ لفظ سے مضارع واحد
مذکر غائب۔
يَلْقَ :- وہ ملے گا۔ لُقِيّ سے مضارع واحد مذکر
غائب۔ مجزوم۔
يُلْقِ :- وہ ڈال دے۔ اِلْقَاء سے مضارع
واحد مذکر غائب مجزوم۔
يُلْقَ :- وہ ڈالا جائے۔ اُتارا جائے اِلْقَاء سے
مضارع واحد مذکر غائب۔
يُلَقّٰى :- اُسے توفیق دی جاتی ہے۔ تَلْقِيَة سے
مضارع واحد مذکر غائب۔
يُلْقُوا :- وہ ڈالیں۔ اِلْقَاء سے مضارع جمع
مذکر غائب مجزوم۔
يُلْقُوْنَ :- وہ ڈالتے ہیں۔ اِلْقَاء سے مضارع
جمع مذکر غائب۔
يَلْقَوْنَ :- وہ پائیں گے۔ وہ ملیں گے۔
لُقِيّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
يُلَقَّوْنَ :- ان کی پیشوائی کی جائے گی۔ ان سے
ملاقات کی جائے گی۔ تَلْقِيَة سے مضارع مجہول
جمع مذکر غائب۔
يُلْقِي :- وہ ڈالتا ہے۔ وہ اُتارتا ہے۔ اِلْقَاء
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
يَلْمِزُ :- وہ طعنہ دیتا ہے۔ وہ عیب جوئی کرتا
ہے۔ لَمْز سے مضارع واحد مذکر غائب۔
يَلْمِزُوْنَ :- وہ طعنہ دیتے ہیں۔ وہ عیب
نکالتے ہیں۔ لَمْز سے مضارع جمع مذکر غائب۔
يَلُوْنَ :- وہ نزدیک ہیں۔ وَلْی سے مضارع
جمع مذکر غائب۔
يَلْوُوْنَ :- وہ مروڑتے ہیں۔ پھیرتے ہیں۔
لَیّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
يُلْهِ :- وہ غافل کر دے۔ اِلْهَاء سے مضارع

واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَلْهَث :- وہ زبان نکالتا ہے۔ لَهْث سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لَهْث کے معنی ہیں کتّے وغیرہ کا پیاس کی شدّت یا تھکن کی وجہ سے زبان باہر نکالنا۔ کتے کا دل کمزور ہوتا ہے۔ وہ گرم ہوا کے باہر پھینکنے اور تازہ ہوا کے اندر کھینچنے پر بسہولت قادر نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ ہر وقت اور ہر حال میں ہانپتا رہتا ہے۔ اور اس کی زبان باہر نکلی رہتی ہے۔ قرآن کریم میں اس شخص کی مثال جو دنیا کا ہو رہا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گیا یہ بیان کی گئی ہے۔ مَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْهُ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (اس کا حال کتے جیسا ہے کہ تم اس پر بوجھ لادو تب بھی ہانپے اور زبان نکالے رہے اور نہ لادو تب بھی) مطلب یہ ہے کہ خواہشات نفسانی کے اسیر ہر وقت پراگندہ بال و پریشان حال رہتے ہیں۔ بڑی خواہشات ہوں یا چھوٹی وہ ہر وقت ان کے پیچھے منہ پھاڑے دیوانہ وار دوڑتے رہتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے فکر میں ہلکان رکھتے ہیں۔ انھیں خواہ کچھ ہی مل جائے کبھی آسودگی و اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ بعض مفسرین نے ان آیات کا محمل موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے ایک راہب بلعم بن باعوراء کو قرار دیا ہے جس نے دنیا کے لالچ میں دین کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ مگر جن آیات کی بنا پر انھوں نے یہ لکھا ہے وہ اسرائیلیات میں سے ہیں اور خود اہل کتاب ان کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ بستانی نے دائرۃ المعارف میں لکھا ہے کہ کتاب مقدس کے بعض محقق مفسرین کی رائے ہے کہ بلعم کا قصہ جو سفر العدد کے اصحاح ۲۲-۲۴ میں مذکور ہے جعلی ہے (تفسیر المنار ص ۹/۴۱۶)

یَمّ :- سمندر۔ دریا۔ گہرا پانی۔ منجدھار۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے۔ هُوَ الْبَحْرُ الذی لا یُدرک قعرہ او هو لُجّة البحر ومعظم مائہ واشتقاقہ من التیمم لان المنتفعین یقصدونہ (یم "بحر" کو کہتے ہیں۔ جس کی گہرائی کا اندازہ نہ کیا جا سکے یا بحر کا بیچوں بیچ اور منجدھار) اور یہ تیمم (قصد کرنا) سے مشتق ہے۔ کیونکہ اس سے نفع اٹھانے والے اس کا قصد کرتے ہیں) مگر علامہ رشید رضاؒ نے احمد کامل پاشا ماہر السنہ قدیمہ مصریہ کی حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ مصری زبان کا لفظ ہے عربی میں مصری ہی سے منتقل ہوا ہے۔ مصری زبان میں "یم" "بحر" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور دریائے نیل پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ کی والدہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے :-

فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ
(جب تم سے خطرہ میں دیکھو تو اسے دریا میں
ڈال دینا) تو یہاں یم سے دریائے نیل مراد ہے۔
جس میں ولادت کے بعد فرعون کے خوف سے
حضرت موسیٰ کو ان کی والدہ نے تابوت میں
رکھ کر بہا دیا تھا۔ اور فرعون جب پانی میں غرق
کیا گیا اس کے لئے بھی یم کا استعمال فرمایا گیا ہے
فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ
(پس ہم نے پکڑ لیا اس کو اور اس کی فوجوں کو اور
ان کو سمندر میں دھکیل دیا)۔

فرعون جس پانی میں غرق ہوا وہ "دریائے
نیل" تھا یا "بحرِ قلزم" مفسرین اس سلسلہ میں دو
گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ مگر صحیح یہی معلوم
ہوتا ہے کہ وہ بحرِ قلزم ہی تھا۔ چنانچہ دوسری
آیات میں اس کے لئے بحر کا لفظ استعمال کیا
گیا ہے۔ وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ
(اور پار لگایا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے)
اور عربی زبان میں بحر کے حقیقی معنی سمندر ہی ہیں
چنانچہ مَاءٌ بَحْرٌ نمکین پانی کو کہتے ہیں اور
اَبْحَرَ الْمَاءُ کے معنی ہیں "پانی نمکین ہو گیا"۔

ایک شاعر کہتا ہے:۔

وقد عاد ماء الارض بحرا فزادنی
الی مرضی ان ابحر المشرب العذب

(زمین کے سوتوں کا پانی سمندر ہو گیا۔ اس سے
مرض میں اور زیادتی ہو گئی کہ میٹھا پانی
نمکین ہو گیا) قرآن کریم میں بھی بحر کا استعمال
جا بجا سمندر ہی کے لئے ہوا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ
فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وغیرہ آیات کثیرہ اس پر شاہد ہیں
(مفردات راغب تفسیر کشاف والمنار)

یُمَارُوْنَ:۔ وہ جھگڑا کرتے ہیں۔ مُمَارَاۃٌ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

مُمَارَاۃٌ کہتے ہیں جس بات میں شک و تردد
ہو اس میں جھگڑا کرنے کو۔

یَمُتْ:۔ وہ مر جائے۔ مَوْتٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَمْتَرُوْنَ:۔ وہ شک کرتے ہیں۔ اِمْتِرَاءٌ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُمَتِّعُ:۔ وہ بہرہ مند کرے گا۔ تَمْتِیْعٌ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یُمَتَّعُوْنَ:۔ وہ بہرہ مند کئے جاتے ہیں۔
تَمْتِیْعٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَمْحُ:۔ وہ مٹائے گا۔ مَحْوٌ سے مضارع واحد
مذکر غائب۔

یُمَحِّصُ:۔ وہ خالص کرتا ہے۔ آزماتا ہے۔
آزمائے۔ خالص کرے۔ تَمْحِیْصٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یَمْحَقُ :- وہ گھٹاتا ہے۔ مٹاتا ہے۔ مَحْق
سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو یربوا)
یَمْحُوْ :- وہ مٹاتا ہے۔ مَحْو سے مضارع واحد
مذکر غائب۔
یَمُدُّ :- وہ کھینچتا ہے۔ دراز کرتا ہے۔ وہ سیاہی
میں اضافہ کرتا ہے۔ مَدّ سے مضارع واحد
مذکر غائب۔ آخری معنی ہیں مَدَّ الدَّوَاۃَ
سے ہے جس کے معنی ہیں "دوات میں سیاہی
(مداد) کا اضافہ کرنا"۔
یُمِدُّ :- وہ مدد کرتا ہے۔ وہ مدد کرے۔ اِمْدَاد
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَمْدُدْ :- وہ کھینچے۔ تان لے۔ ڈھیل دے۔
مَدّ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔
یُمْدِدْ :- وہ مدد کرے گا۔ وہ بڑھائے گا۔
اِمْدَاد سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم
یَمُدُّوْنَ :- وہ کھینچتے ہیں۔ مَدّ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
یَمُرُّوْنَ :- وہ گذرتے ہیں۔ مُرُوْر سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
یَمَسُّ :- وہ چھوتا ہے۔ پہنچتا ہے۔ چھوئے گا۔
پہنچے گا۔ چھوئے۔ مَسّ سے مضارع واحد
مذکر غائب۔
یَمْسَسْ :- وہ چھوئے۔ پہنچے۔ مَسّ سے
مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔
(دلم) یَمْسَسْ :- نہیں چھوا۔ مَسّ سے نفی
جحد واحد مذکر غائب۔
یُمْسِكُ :- روکتا ہے۔ تھام رہا ہے۔ روکے۔
اِمْسَاك سے مضارع واحد مذکر غائب۔

سورۂ فاطر میں فرمایا گیا :- اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ
زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ
اس کا تفسیری ترجمہ علامہ عثمانیؒ کے الفاظ میں
یہ ہے۔ یعنی "اسی (اللہ) کی قدرت کا ہاتھ
ہے جو اتنے بڑے بڑے کرات عظام کو اپنے مرکز
سے ہٹنے اور اپنے مقام و نظام سے اِدھر اُدھر
سرکنے نہیں دیتا۔ اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی
جگہ سے ٹل جائیں تو پھر بجز خدا کے کس کی طاقت
ہے کہ ان کو قابو میں رکھ سکے" (فوائد عثمانی)۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اجرام سماویہ محققین
جدید کی تحقیقات کے مطابق، مختلف نظاموں
سے وابستہ ہیں۔ ہر چند اجرام کا علیحدہ ایک مستقل
نظام ہے جس کے ماتحت وہ مصروفِ گردش رہتے
ہیں۔ یہ مختلف نظام ایک دوسرے سے ہزاروں
ملین سال کی رفتارِ نور کی دوری رکھتے ہیں —
واضح رہے کہ اجرامِ سماویہ کے بُعد کا اندازہ لگانے
کے لئے ماہرینِ فلکیات نے روشنی کی رفتار کو

معیار بنایا ہے۔ چنانچہ ان کے حساب کے مطابق روشنی ایک سکنڈ میں چھیاسی ہزار میل کی مسافت طے کرتی ہے۔ زمین سے جو سیارہ سب سے زیادہ قریب ہے اس کی روشنی زمین تک تقریباً ساڑھے چار سال میں پہنچتی ہے۔ لہذا فلکیات کی اصطلاح میں کہا جائے گا کہ وہ ہم سے ساڑھے چار سال نوری دور ہے۔ بعض سیارے جو زیادہ دور ہیں ان کی روشنی ہم تک ایکہزار سال بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت میں پہنچتی ہے) اس قدر فاصلہ کے باوجود یہ سب نظام ایک نظام اعلیٰ کے تحت ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ ان میں آپس میں کوئی تصادم نہیں ہوتا۔

ان "نظاماتِ سیارگان" میں ہی سے ایک نظام وہ ہے جس سے ہمارا تعلق ہے اور جسے نظام شمسی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے شمس (سورج) اس نظام کا مرکز ہے اور دوسرے سیارے جن میں ہماری دنیا کا سیارہ بھی شامل ہے۔ اس کے گرد اپنے اپنے مدار میں گھومتے ہیں۔ سورج کے گرد گھومنے والے یہ سیارے اپنے حجم اور بعد میں مختلف ہیں۔ تاہم یہ سب اپنی مقررہ رفتار سے اپنے مخصوص حلقہ گردش میں اس باقاعدگی کے ساتھ گھومتے رہتے ہیں کہ نہ ان کی رفتار میں ایک منٹ کا فرق ہو سکتا ہے اور نہ ان کے مدار میں ایک انچہ کا۔

ان سب کو اپنی اپنی معین جگہ دائرہ و سائرہ رکھنے کے لئے جو سنتِ الٰہیہ کام کر رہی ہے اسی اصطلاح فلکیات میں جاذبیتِ عامّہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر یہ جاذبیت ان کا صحیح توازن قائم نہ رکھے تو یہ عظیم کرات (اجرام سماویہ) ایکدوسرے سے ٹکرا کر چکنا چور ہو جائیں اور کل نظام درہم برہم ہو جائے۔ الغرض آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ خداوند جل وعلیٰ ہی کے دستِ قدرت کی کارفرمائی ہے کہ اس نے اجرام سماویہ کے ہر نظام کو مختلف کراتِ عظیمہ کو اور پھر تمام نظاموں کو جنمیں ہمارا نظام شمسی بھی شامل ہے۔ ایک سنتِ حکیمہ سے باہم مربوط و منظم کر رکھا ہے۔ اگر اس کی قدرت و حکمت اپنا سہارا اٹھالیں تو کائنات کی کونسی طاقت ہے جو اس کچے دھاگے کے ہار کی لڑیاں بکھرنے سے روک سکے۔ چنانچہ جب وہ ایسا کرنا چاہے گا تو ہوگا اور اسی کا نام قیامت ہے۔ اور دوسری آیۃ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ (اور اس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔ مگر جب اس کا حکم ہو تو گر پڑیگا) میں اسی طرف اشارہ ہے بہرحال اجرام سماویہ کا یہ محیر العقول نظام اہلِ دانش و بینش کیلئے خداوند جل وعلیٰ کی وحدانیت، اس کی عظمتِ قدرت اور اس کی وسعتِ رحمت کا بہترین نشان ہے۔

جنھوں نے اسے دل کی آنکھوں سے دیکھا وہ تو سُبحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ کے والہانہ نغموں میں گم ہو ہی گئے مگر جو آج اسے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں وہ بھی بے اختیار پکار اٹھے۔ سُبْحَانَکَ مَا اَعْظَمَ شَانُکَ! ہندوستان کے ایک مشہور مستشرق سے، برطانوی سائنس دانوں کے استاذ الاساتذہ سر جیمس (متوفی سنہ ۱۹۴۶ء) کی ملاقات کا حال صدقِ جدید کی ایک تازہ اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ اس کے چند فقرے ملاحظہ ہوں:۔

"چائے کی میز پر بیٹھ کر سر جیمس نے اجرام فلکی کے مہیب نظام، ان کی پیچیدہ شاہراہوں، ان کی بلندی پرواز ان کے محیر العقول حجم اور بے کراں وسعتوں پر وہ ایمان افروز بحث کی۔ اور اللہ کی عظمت و دانش پہ اس رنگ میں روشنی ڈالی کہ میں بید حیرت کی دوگانہ کیفیات میں کھوگیا۔ اور خود سر جیمس کا یہ حال تھا کہ وہ الٰہی دانش کی دہشت سے تقریباً لرز رہے تھے۔ ان کی آنکھیں سُرخ تھیں اور سر کے بال سیدھے اٹھے ہوئے۔ آخر میں فرمایا۔

عنایت اللہ خشیت و دہشت کی یہی وہ فراوانی ہے جسے کم کرنے کیلئے میں خدا کے حضور میں جاتا ہوں جب میں فرشِ خاک پہ جبیں رکھ کر "خدا عظیم ہے" کہتا ہوں تو یقین کیجئے کہ یہ آواز میرے دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہے۔ عنایت اللہ! اللہ کی عظمت کا صحیح تصور قائم کرنے کیلئے اس کے شاہکاروں پر غور کرنے کی ضرورت ہے ایک جاہل اللہ سے ڈرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔

ع:۔ سر جیمس آپ کی ان روح افروز تفاصیل کو سنکر ایک آیۃ کی طرف ذہن منتقل ہو گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو پیش کروں۔

ج:۔ ضرور پیش کیجئے۔

ع:۔ قرآن میں وارد ہے۔ وَ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ تعالیٰ سے اہلِ علم ہی ڈر سکتے ہیں)۔

ج:۔ (فرطِ حیرت سے) کیا قرآن میں یہ آیۃ موجود ہے؟ محمد کو یہ راز کس نے بتایا تھا کہ اللہ سے صرف اہلِ علم ہی ڈر سکتے ہیں۔ یقیناً اللہ نے بتایا ہوگا ورنہ محمد اَن پڑھ تھا۔ عنایت اللہ میرا نام ان لوگوں میں شامل کر لو جو قرآن کو خدائی کتاب اور محمد کو اس کا فرستادہ سمجھتے ہیں۔ اگر قرآن میں اور کچھ بھی موجود نہ ہو تو صرف یہی ایک صداقت اسے الہامی ثابت کرنے کیلئے کافی ہے"۔

یُمْسِکُوْنَ :۔ وہ مضبوط پکڑتے ہیں تمسیک سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(۱) **یَمَسَّنَّ** :۔ ضرور پہنچے گا۔ مَسّ سے مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَمْشُوْنَ :- وہ چلتے ہیں۔ چلتے پھرتے ہیں۔
مَشْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَمْشِیْ :- وہ چلتا ہے۔ چلتا پھرتا ہے۔ مَشْیٌ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَمْکُثُ :- وہ ٹھیرتا ہے۔ قرار پکڑتا ہے مُکْثٌ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَمْکُرُ :- وہ فریب کرتا ہے۔ سازش کرتا ہے
مَکْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو مَکْرٌ)

یَمْکُرُوْا :- وہ مکر کریں۔ مَکْرٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔

یَمْکُرُوْنَ :- وہ مکر کرتے ہیں۔ فریب کرتے
ہیں۔ مَکْرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَ) یُمَکِّنَنَّ :- وہ ضرور قدرت دے گا۔
تَمْکِیْنٌ سے مضارع بالام تاکید و نون ثقیلہ واحد
مذکر غائب۔

یُمِلَّ :- وہ لکھائے۔ اِمْلَالٌ سے مضارع واحد
مذکر غائب منصوب۔

اِمْلَالٌ اور اِمْلَاءٌ کے معنی ایک ہی ہیں۔
فراء کہتا ہے کہ اِمْلَالٌ اہلِ حجاز اور بنی اسد کا
لغت ہے اور اِمْلَاءٌ بنی تمیم اور قیس کا۔ عصام
نے لکھا ہے کہ اِمْلَالٌ کی لام کو ہمزہ سے بدل کر
اِمْلَاءٌ کر لیا گیا ہے۔ یہ دونوں ایک لغت ہیں
(حاشیہ بیضاوی ص ۱/۱۲۷)

(لِ) یُمْلِلْ :- چاہیے کہ وہ لکھائے۔ اِمْلَالٌ سے
امر واحد مذکر غائب۔

یَمْلِکُ :- وہ مالک ہے۔ وہ مالک ہوتا ہے۔
اس کا بس چلتا ہے۔ وہ قدرت رکھتا ہے۔
مُلْكٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَمْلِکُوْنَ :- وہ مالک ہوتے ہیں۔ وہ قدرت
رکھتے ہیں۔ مُلْكٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَمُنُّ :- وہ احسان کرتا ہے۔ وہ احسان جتاتا
ہے۔ مَنٌّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔
(دیکھو مَنٌّ)

یُمْنٰی :- وہ ٹپکایا جاتا ہے۔ ڈالا جاتا ہے۔
اِمْنَاءٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَمْنَعُوْنَ :- وہ باز رکھتے ہیں۔ روکتے ہیں
مَنْعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَمُنُّوْنَ :- وہ احسان رکھتے ہیں۔ احسان
جتاتے ہیں۔ مَنٌّ سے مضارع جمع مذکر غائب
(دیکھو مَنٌّ)

یُمَنِّیْ :- وہ آرزوئیں ڈالتا ہے تَمْنِیَةٌ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یَمُوْتُ :- وہ مرتا ہے۔ مرے گا۔ مَوْتٌ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یَمُوْتُوْا :- وہ مر جائیں۔ مَوْتٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔

یَمُوْتُوْنَ :- وہ مرتے ہیں یا مریں گے۔ مَوْت سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَمُوْجُ :- وہ موج مارے گا۔ مَوْج سے مضارع واحد مذکر غائب۔

سورۂ کہف میں فرمایا گیا ہے۔ وَتَرَکْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ۔ یہاں اگر ضمیر کو یاجوج وماجوج کی طرف راجع کیا کیا جائے جن کا ذکر پہلے سے چلا آ رہا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ جب وقت موعود پہ سدّ ذوالقرنین کو توڑ ڈالا جائے گا تو یاجوج وماجوج سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نکلیں گے اس طرح کہ ایک دوسرے میں گھسے ہوئے ہوں گے اور اگر مخلوق کی طرف راجع کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب قیامت کا وقت مقرر آئے گا اور نفخۂ ثانیہ ہوگا تو مخلوقِ خداوندی فوج در فوج اضطراب و انتشار کی حالت میں ایکدوسرے کو دھکیلتی ہوئی نکلے گی۔ (بیضاوی ص ۲/۹۱)
(تفصیل کے لئے دیکھو یاجوج)

یَمْھَدُوْنَ :- وہ تیار کرتے ہیں۔ وہ مہیا کرتے ہیں۔ مَھْد سے مضارع جمع مذکر غائب

یُمِیْتُ :- وہ مارتا ہے اِمَاتَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَمِیْزُ :- وہ جدا کرے۔ مَیْز سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَمِیْلُوْنَ :- وہ حملہ کر کے جھک آئیں مَیْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَمِیْنٌ :- قوت۔ طاقت۔ سعادت۔ دایاں ہاتھ۔ قسم۔

یمین کے اصل معنی قوت وطاقت کے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو یمین اس لئے کہتے ہیں کہ وہ قوت وطاقت کا مظہر ہوتا ہے برخلاف بائیں ہاتھ کے کہ وہ کمزور ہوتا ہے۔ قسم کو بھی یمین اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے قسم کھانے والا اپنے دعویٰ میں قوت پیدا کرتا ہے۔ نیک بختی اور سعادت کو بھی یمین اس لئے کہتے ہیں کہ حقیقی قوت وطاقت وہی ہے۔

اَصْحَابُ الْیَمِیْنِ وہ خوش نصیب ہیں جنکو قیامت کے دن ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ گویا اس طرح اس حقیقت کا اظہار کیا جائے گا کہ یہ لوگ دنیا میں اپنی خواہشات نفسانی پر غالب رہے اور اَصْحَابُ الشِّمَالِ وہ بدنصیب جن کو ان کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور یہ ظاہر کیا جائے گا کہ خواہشات نفسانی پر یہ غالب نہ آسکے۔

مِلْکُ الْیَمِیْنِ سے پورا پورا قبضہ اور مکمل اقتدار و تصرف مراد ہوتا ہے اسی لئے اس کا

استعمال غلاموں پر آقا یا نہ اقتدار کے لئے ہوتا ہے۔

فرمایا گیا ہے۔ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ (اور آسمان اس کے یمین میں لپٹے ہوئے ہیں) تو اس سے خداوند قدوس کا عوالم سماویہ پر کامل تصرف و اقتدار مراد ہے۔

اور یہ جو فرمایا گیا ہے۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ (اور اگر یہ رسول گھڑ لیتا ہماری طرف منسوب کر کے کوئی بات تو ہم پوری قوت سے اسے پکڑتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے)۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پیغمبر معاذاللہ پیغام خداوندی کے مخلوق تک پہنچانے میں دجل و تلبیس سے کام لے تو اس پر فوراً دار و گیر ہوگی مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر مفتری پر یہ دار و گیر ہو۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی فرماتے ہیں۔

"اس جگہ ایک سخت شبہ وارد ہوتا ہے کہ اگر یہ شرط و جزا درست ہو تو جہاں اللہ پر افتراء پایا جائے تو وہ مفتری زندہ نہ رہے۔ حالاں کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ پر اس قسم کا مواخذہ نہ ہوا۔ جواب یہ ہے کہ تَقَوَّلَ میں جو ضمیر مستتر ہے وہ رسول کی طرف راجع ہوتی ہے نہ ہر فرد انسان کی طرف۔ لہذا لازم ہوا کہ اگر رسول سے افترا پایا جائے تو اس پر فوراً عذاب نازل کیا جائے۔ کیونکہ رسول کی تصدیق و تائید معجزات سے کیجا چکی ہے۔ اگر اس کی اس مفروضہ غلط بیانی کا فوراً تدارک نہ کیا جائے تو وحی الٰہی قابل اعتبار نہ رہے اور ایسا اشتباہ و التباس واقع ہو جائے جس کا دور ہونا ممکن نہ ہو۔ اور یہ بات حکمت الٰہی کے خلاف ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھنا چاہئے کہ جیسے بادشاہ کسی نائب کو خلعت و فرمان دے کر کسی حصہ ملک کی طرف روانہ کرے تو اگر یہ نائب السلطنت بادشاہ پر جھوٹ باندھے گا اور کار مفوضہ میں خیانت کریگا تو اس پر فوراً دار و گیر ہوگی۔ برخلاف کسی عامی آدمی کے جس کے پاس نہ کوئی شاہی سند ہے اور نہ فرمان وہ اگر کچھ واہی تباہی بکتا ہے تو کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور نہ اس سے کوئی تعرض ہی کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یقین ہوتا ہے کہ کوئی عقلمند اس کے فریب میں نہ آئے گا۔" (تفسیر عزیزی)

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس توضیح سے یہ بات صاف ہو گئی کہ بعض مدعیان نبوت (مرزا قادیانی) جو اس آیۃ کی بناء پر اپنے اوپر عذاب نہ آنے سے اپنی صداقت پر استدلال کرتے

وہ استدلال بالکل باطل ہے بلکہ ان پر فوراً عذاب نہ آنا ان کے دعوائے نبوۃ کی کھلی تردید ہے۔ فافہم

اَصْحَابُ الْیَمِیْن :۔ داہنی طرف والے لوگ۔ یعنی جنتی لوگ جن کو قیامت کے دن داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ ملے گا۔ (دیکھو یمین)

یَنَابِیْع :۔ چشمے۔ واحد یَنْبُوْع۔

یُنَادُوْنَ :۔ وہ پکارتے ہیں۔ نِدَاء (مفاعلہ) سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنَادَوْنَ :۔ وہ پکارے جائیں گے نِدَاء سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُنَادِ۔ یُنَادِیْ :۔ وہ پکارے گا نِدَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَ) یُنَازِعُنَّ :۔ وہ ہرگز جھگڑا نہ کریں نِزَاع (مفاعلہ) سے مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید ونون ثقیلہ۔

یَنَالُ :۔ وہ پہنچتا ہے۔ ملتا ہے۔ نَیْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَن) یَّنَالَ :۔ ہرگز نہ پہنچے گا۔ نَیْل سے مضارع منفی مؤکد بہ لَن واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یَنَالُوْا :۔ انھوں نے نہیں پایا۔ نَیْل سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَنَالُوْنَ :۔ وہ پاتے ہیں۔ نَیْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَنْئَوْنَ :۔ وہ دور ہوتے ہیں۔ نَأْی سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنَبِّئُ :۔ وہ آگاہ کرتا ہے۔ خبردار کرتا ہے۔ وہ آگاہ کرے گا۔ تَنْبِئَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُنَبَّؤُا :۔ وہ خبردار کیا جائے گا۔ تَنْبِئَة سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یُنَبَّاْ :۔ وہ خبردار نہیں کیا گیا تَنْبِئَة سے نفی جحد مجہول واحد مذکر غائب۔

یُنْبِتُ :۔ وہ اُگاتا ہے۔ اِنْبَات سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَ) یُنْبَذَنَّ :۔ وہ ضرور پھینکا جائے گا۔ نَبْذ سے مضارع مجہول بالام تاکید ونون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔

یَنْبَغِیْ :۔ وہ لائق ہے۔ وہ سزاوار ہے۔ وہ بن پڑتا ہے۔ اِنْبِغَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنْبُوْع :۔ چشمہ۔ جمع یَنَابِیْع۔

یَنْتَصِرُوْنَ :۔ وہ بدلہ لیتے ہیں۔ بدلہ لے سکتے ہیں۔ اِنْتِصَار سے مضارع جمع مذکر غائب

یَنْتَظِرُ :۔ وہ انتظار کرتا ہے۔ امید رکھتا ہے۔ اِنْتِظَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنْتَظِرُوْنَ :۔ وہ انتظار کرتے ہیں اِنْتِظَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَنْتَقِمُ :- وہ بدلہ لے گا۔ اِنْتِقَام سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) يَنْتَهِ :- وہ باز نہ آیا۔ وہ نہ رکا۔ اِنْتِهَاءٌ سے نفی جحد واحد مذکر غائب

(لَمْ) يَنْتَهُوا :- وہ باز نہ آئے۔ نفی جحد جمع مذکر غائب۔ اِنْتِهَاء سے۔

يَنْتَهُوا :- وہ باز آجائیں۔ اِنْتِهَاء سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يَنْتَهُونَ :- وہ باز رہیں۔ اِنْتِهَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنَجِّيْ :- وہ نجات دیتا ہے۔ تَنْجِيَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُنْجِيْ :- وہ نجات دیتا ہے۔ اِنْجَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَنْحِتُونَ :- وہ تراشتے ہیں۔ نَحْت سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنْذِرَ :- وہ ڈرائے۔ اِنْذَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو نَذِيْر)

يُنْذِرُوا :- وہ ڈرائیں۔ جمع مذکر غائب۔ مضارع منصوب۔ اِنْذَار سے۔

يُنْذِرُونَ :- وہ ڈراتے ہیں۔ اِنْذَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنْذَرُونَ :- وہ ڈرائے جاتے ہیں اِنْذَار سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَنْزِعُ :- وہ کھینچتا ہے۔ وہ اُتارتا ہے۔ وہ اتروا تا ہے۔ نَزْع سے مضارع واحد مذکر غائب

يَنْزَغُ :- وہ وسوسہ ڈالتا ہے۔ فساد ڈالتا ہے۔ نَزْغ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو نَزْغ)

يَنْزَغَنَّ :- وہ وسوسہ ڈالے۔ ورغلائے۔ نَزْغ سے مضارع واحد مذکر غائب مؤکد بانون ثقیلہ۔ (دیکھو نَزْغ)

يُنْزَفُونَ :- وہ مدہوش ہوں گے۔ وہ بدمست ہوں گے۔ نَزْف سے مضارع جمع مذکر غائب مجہول

يَنْزِلُ :- وہ اترتا ہے۔ وہ اترے گا۔ نُزُول سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُنَزِّلُ :- وہ اُتارتا ہے۔ وہ اُتارے۔ وہ بتدریج اُتارتا ہے۔ تَنْزِيْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو تَنْزِيْل)

يُنَزَّلُ :- وہ اُتارا جاتا ہے۔ وہ اُتارا جائے۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَنْزِيْل سے۔

يَنْسٰى :- وہ بھولتا ہے۔ وہ بھولے گا۔ نِسْيَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

نِسْيَان کے معنی ہیں کسی بات کا حافظہ سے نکل جانا۔ یہ کبھی غیر اختیاری ہوتا ہے مثلاً ضعف قلب و دماغ کی وجہ سے اور کبھی اختیاری مثلاً بے توجہی کے سبب۔ پہلی صورت معاف ہے۔

چنانچہ فرمایا حضورؐ نے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءُ
وَالنِّسْیَانُ (میری امت سے بھول چوک کا
مواخذہ نہ ہوگا) اور دوسری پر دارو گیر ہوسکتی
ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰی
آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ (اور ہم نے عہد لیا آدم
سے پہلے پس وہ بھول گئے) چونکہ نسیان ایک
صفت نقص ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس سے
منزہ ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا
یَنْسٰی (میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے)
اور یہ جو فرمایا گیا اِنَّا نَسِیْنٰکُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابَ
الْخُلْدِ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (ہم نے تمکو نظر انداز
کر دیا۔ لہذا تمکو دائمی عذاب اپنے کرتوتوں کے
نتیجہ میں) تو یہاں نسیان سے مراد اہانت آمیز
طور پر چھوڑ دینا ہے۔ (مفردات بتغیر یسیر)

یَنْسَخُ:۔ مٹا دیتا ہے۔ محو کر دیتا ہے۔

سورۃ حج میں فرمایا گیا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا
مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا
تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْ اُمْنِیَّتِهٖ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ
مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ
وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔

یہ آیت مہمات آیات میں سے ہے۔ علامہ
عبدہ مصری نے اپنے ایک رسالہ میں بعض ضعیف
اقوال کی تضعیف کے بعد اس آیۃ کی تفسیر میں تین
اقوال نقل کئے ہیں جن کا ملخص درج ذیل ہے:۔

(۱) اس آیت میں تمنّٰی کے معنی قَرَأَ (پڑھا)
ہیں۔ اور اُمْنِیَّۃ کے معنی قراءۃ (پڑھنا) ہیں
اور اَلْقٰی، اَلْقَیْتُ فِیْ حَدِیْثِ فُلَانٍ (میں نے
اس کی بات کو وہ معنی پہنائے جو اس کی مراد نہ تھی) سے
ماخوذ ہے اور احکام آیات سے آیاتِ محکمہ کی
تنزیل اور مراد خداوندی کی توضیح مراد ہے۔ آیہ
کا مطلب یہ ہے کہ "اے محمد آپ سے پہلے جتنے رسول یا
نبی خدا کی بھیجی ہوئی وحی لیکر آئے ان کے ساتھ یہ
دستور رہا ہے کہ جب انھوں نے اپنی قوم کو اسے
پڑھ کر سنایا تو شیطان صفت لوگوں نے اس
وحی کے معنی ہیر پھیر کر بیان کرنے شروع کر دئیے۔
اور عوام کے دلوں میں اس کی صداقت کو مشتبہ
کرنے لگے۔ لیکن یہ صورتِ حالات زیادہ عرصہ
تک باقی نہیں رہتی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ ان شیطانی
وسوسوں کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ حق کو
ثبوت و دوام بخشتا ہے اور باطل کو ملیامیٹ کر دیتا
ہے۔ اور اپنی آیات متشابہہ کی حقیقت و حقانیت
کو آیات محکمہ کی تنزیل کے ذریعہ ثابت کر دیتا ہے
اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے امتحان لیتا ہے
کہ کون دل کا روگی ہے جو شیطان کے بچھائے ہوئے
ان شبہات کے جال میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون
علم و تحقیق کی روشنی میں قبولِ حق اور اطمینانِ قلب

کے درجاتِ عالیہ پر پہنچ کر دم لیتا ہے۔ یہ تفسیر مزید تفصیل و توضیح کے ساتھ حضرت علامہ عثمانیؒ نے اختیار فرمائی ہے۔

(۲) تمنّٰی کو اپنے متعارف معنی آرزو کرنے کے معنی میں لیا جائے اور اُمنیۃ کو بھی بمعنی آرزو لیا جائے اور اِلقاء الشیطان سے شیاطین جن و انس کی فساد انگیزی اور فتنہ پردازی مراد لی جائے اور نسخ سے ان فتنوں کی سرکوبی اور احکام آیات سے نشاناتِ قدرت اور معجزاتِ نبوت کو ظاہر و باہر کرنا اور آیاتِ قرآنیہ کی صداقت کو آشکارا کرنا مراد لیا جائے تو آیہ کا مفہوم یہ ہو گا۔ "اے پیغمبر آپ سے پہلے جو بھی رسول یا نبی آیا اس کے ساتھ یہ معمول رہا ہے کہ جب اس نے اس پدرانہ شفقت سے بےچین ہو کر جو ہر پیغمبر کو اپنی امت کے ساتھ ہوتی ہے اپنی قوم کو باطل کی دلدل سے نکال کر حق کی صراطِ مستقیم پر لانے کی تمنا کی اور اصلاح و ہدایت کی اس آرزو کو پورا کرنے کیلئے وہ دیوانہ وار مصروفِ عمل ہو گیا تو شیطانی طاقتیں بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کے مقابلہ میں صف آرا ہو گئیں اور انھوں نے داعیِ حق کی حق کو غالب کرنے کی تمناؤں کو ناکام بنانے کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دی حق و باطل کی اس کشمکش میں اللہ تعالیٰ کی مصلحتوں کی بنا پر شروع میں کبھی اہلِ باطل کو عارضی کامیابی بھی ہوئی جس سے اپنی شرارتوں میں وہ اور بھی جری ہو گئے اور دل کے روگی فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ مگر آخر کار اللہ تعالیٰ کی سنتِ جاریہ کے مطابق تدریج و امہال کی اس مدت کے گذرنے کے بعد نصرتِ الٰہی حق پرستوں کی دستگیر ہوئی۔ شیطانی قوتوں کو تہ و بالا کر دیا گیا۔ باطل سرنگوں ہوا۔ حق کو غالب و منصور اور داعیِ حق کو کامیاب و بامراد بنایا گیا۔ حق و باطل کی اس کشمکش کے آغاز میں باطل کو جو سر اٹھانے کی مہلت دی جاتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہ ہے کہ جن کے دل روگی ہیں ان کا روگ اور بڑھ جاتا ہے۔ ضد و عناد اور فتنہ و فساد میں وہ کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے اور جو صاف دل اور پاک باطن ہیں وہ ان آزمائشوں کو ترقی درجات کا وسیلہ سمجھ کر راہِ حق میں جان و مال کی بہترین قربانیاں پیش کرتے ہیں اور اس بھٹی سے کندن بن کر نکلتے ہیں۔"

یہ تفسیر مولانا آزاد مدظلہٗ نے ترجمان القرآن میں درج کی ہے۔

(۳) تیسری تفسیر جو صاحب ابریز سے منقول ہے اور دونوں تفسیروں کے بین بین ہے یہ ہے:۔ "جب پیغمبر غایت شفقت امت کی بنا پر

اپنے دلمیں یہ تمنا لیکر اُٹھتا ہے کہ میری قوم تمام وکمال میری دعوتِ اصلاح وہدایت کو قبول کرے تو شیطان اس کی تمنا کو ناکام بنانے کی لئے طرح طرح کی وسوسہ اندازیاں شروع کر دیتا ہے۔ یہ وسوسے یوں تو سب ہی کے دلوں میں ڈالی جاتے ہیں۔ مگر جن کے دل روگی ہوتے ہیں ان کی دلوں میں یہ وسوسے خوب پھلتے پھولتے ہیں اور آخر انھیں کافر بنا کر چھوڑتے ہیں اور جن کے دلوں میں قبولِ حق کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے ان فتنہ کی جڑوں کو صاف کر دیتا ہے اور اپنی آیات کی حقانیت وصداقت کو ان پر آشکارا کر کے ایمان وایقان کی دولت سے انھیں مالا مال کر دیتا ہے۔"

اس آیہ کے سلسلہ میں بعض مفسرین نے "قصہ غرانیق" کا ذکر کیا ہے۔ یہ قصہ روایت کے اعتبار سے ساقط الاعتبار اور مفہوم کے لحاظ سے مردود ہے۔ اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو صاحبِ وحی کی عصمت اور وحیِ الٰہی کی قطعیت مجروح و مشکوک ہو کر رہجاتی ہے۔ حالانکہ سارے دین کی بنیاد انہی پر ہے۔

شارح بخاری علامہ قسطلانی نے لکھا ہے۔

اس قصہ (غرانیق) اور اس کی سند میں مختلف ائمہ نے طعن کیا ہے۔ یہاں تک کہ ابنِ اسحاق (امام سیرۃ) نے کہدیا ہے کہ یہ زندیقوں کا گھڑا ہوا ہے۔ اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اس قصہ کو کسی صاحب صحیح محدث نے ذکر نہیں کیا۔ اور نہ کسی نے سند متصل کے ساتھ اس کی روایت کی ہے۔ رطب ویابس میں تمیز نہ کرنے والے مفسرین ومورخین نے ہی اس سے دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ (خمس اشارات فی مشکلات التفسیر للعلامۃ عبدہٗ)

یَنْسِفُ:۔ پراگندہ کرے گا۔ بکھیرے گا۔ نَسْفٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنْسِلُوْنَ:۔ وہ نکل پڑیں گے۔ وہ دوڑتے ہیں۔ وہ دوڑیں گے۔ نَسْلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو نَسْلٌ)

یُنْسِیَنَّ:۔ وہ بھلائے۔ اِنْسَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ بانونِ ثقیلہ۔

یُنَشَّؤُا:۔ وہ پالا جاتا ہے۔ تَنْشِئَۃٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُنْشِئُ:۔ وہ پیدا کرے گا۔ اُٹھائے گا۔ پیدا کرتا ہے۔ اٹھاتا ہے۔ اِنْشَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو نُنْشِئُ)

یَنْشُرُ:۔ پھیلاتا ہے۔ پھیلائے گا۔ نَشْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُنْشِرُوْنَ:۔ وہ اٹھائیں گے۔ اِنْشَارٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَنصُرُ :- وہ مدد کرتا ہے - وہ مدد کرے - وہ مدد کرے گا - نَصر سے مضارع واحد مذکر غائب

(ل) يَنصُرَنَّ :- وہ ضرور مدد کریگا - نصر سے مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ -

يَنصُرُونَ :- وہ مدد کرتے ہیں - وہ مدد کریں - وہ مدد کریں گے - نَصر سے مضارع جمع مذکر غائب -

يُنصَرُونَ :- ان کی مدد کی جائیگی - نصر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب -

يَنطِقُ :- وہ کہتا ہے - وہ بولتا ہے - نُطق سے مضارع واحد مذکر غائب -

يَنطِقُونَ :- وہ بولتے ہیں - وہ بولیں گے - نُطق سے مضارع جمع مذکر غائب -

يَنطَلِقُ :- وہ چلتا ہے - اِنطِلاق سے مضارع واحد مذکر غائب -

يَنظُرُ :- وہ دیکھتا ہے - وہ دیکھے گا - وہ انتظار کرتا ہے - نَظَر سے مضارع واحد مذکر غائب

(لِ) يَنظُرْ :- وہ دیکھے - اسے دیکھنا چاہئے - نَظَر سے امر واحد مذکر غائب -

يَنظُرُوا :- وہ دیکھیں - مضارع جمع مذکر غائب مجزوم نَظَر سے -

(لَمْ) يَنظُرُوا :- انھوں نے نہیں دیکھا - نَظَر سے نفی مجحد جمع مذکر غائب -

يَنظُرُونَ :- وہ دیکھتے ہیں - وہ دیکھیں گے - وہ انتظار کرتے ہیں - نَظَر سے مضارع جمع مذکر غائب -

نَظَر کے معنی ہیں کسی چیز کو دیکھنے کے لئے نگاہ کو، یا معلوم کرنے کیلئے دل کو متوجہ کرنا چنانچہ کبھی نَظَر بولکر غور و فکر مراد لیا جاتا ہے اور کبھی وہ معرفت جو غور و فکر کا نتیجہ ہوتی ہے - اَفَلَا يَنظُرُونَ اِلَى الاِبِلِ كَيفَ خُلِقَت (کیا وہ نہیں نظر کرتے اونٹ کی طرف کہ کیسا پیدا کیا گیا ہے) میں غور و تامل کرنا اور اس کے بعد کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا ہی مراد ہے - نَظَر کے معنی انتظار کے بھی آتے ہیں - چنانچہ فرمایا گیا هَل يَنظُرُونَ اِلَّا السَّاعَةَ (کیا وہ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں) اور مہلت دینے کے بھی چنانچہ ارشاد ہوا - اُنظُرُونَا نَقتَبِس مِن نُورِكُم (ہمیں مہلت دو کہ تمہارے نور سے ہم بھی فائدہ اٹھالیں) اہل جنت کے متعلق فرمایا گیا - عَلَى الاَرَائِكِ يَنظُرُونَ (جنت کے تختوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے) یعنی جنت کے تختوں پر بیٹھے ہوئے جنت کی ان سدا بہار نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمائیں - نیز دوزخ میں اپنے دشمن کافروں کے حال زار پر بھی ان کی نگاہ ہو گی اور یہ مزید مسرت کا

اپنے دلمیں یہ تمنّا لیکر اُٹھتا ہے کہ میری قوم تمام وکمال میری دعوتِ اصلاح وہدایت کو قبول کرے تو شیطان اس کی تمنا کو ناکام بنانے کے لئے طرح طرح کی وسوسہ اندازیاں شروع کر دیتا ہے۔ یہ وسوسے یوں تو سب ہی کے دلوں میں ڈالی جاتے ہیں۔ مگر جن کے دل روگی ہوتے ہیں ان کے دلوں میں یہ وسوسے خوب پھلتے پھولتے ہیں اور آخر انھیں کافر بنا کر چھوڑتے ہیں اور جن کے دلوں میں قبولِ حق کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے ان فتنہ کی جڑوں کو صاف کر دیتا ہے اور اپنی آیات کی حقانیت وصداقت کو ان پر آشکارا کرکے ایمان وایقان کی دولت سے انھیں مالا مال کر دیتا ہے۔"

اس آیہ کے سلسلہ میں بعض مفسرین نے "قصہ غرانیق" کا ذکر کیا ہے۔ یہ قصہ روایت کے اعتبار سے ساقط الاعتبار اور مفہوم کے لحاظ سے مردود ہے۔ اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو صاحبِ وحی کی عصمت اور وحی الٰہی کی قطعیت مجروح و مشکوک ہو کر رہجاتی ہے۔ حالانکہ سارے دین کی بنیاد انہی پر ہے۔

شارح بخاری علامہ قسطلانی نے لکھا ہے۔ اس قصہ (غرانیق) اور اس کی سند میں مختلف ائمہ نے طعن کیا ہے۔ یہانتک کہ ابنِ اسحاق (امام سیرۃ) نے کہدیا ہے کہ یہ زندیقوں کا گھڑا ہوا ہے۔ اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اس قصہ کو کسی صاحب صحیح محدث نے ذکر نہیں کیا۔ اور نہ کسی نے سندِ متصل کے ساتھ اس کی روایت کی ہے۔ رطب ویابس میں تمیز نہ کرنے والے مفسرین ومورخین نے ہی اس سے دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ (خمس اشارات فی مشکلات التفسیر للعلامۃ عبدہٗ)

یَنْسِفُ:۔ پراگندہ کرے گا۔ بکھیرے گا۔ نَسْفٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنْسِلُوْنَ:۔ وہ نکل پڑیں گے۔ وہ دوڑتے ہیں۔ وہ دوڑیں گے۔ نَسْلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو نَسْلٌ)

یُنْسِیَنَّ:۔ وہ بھلا دے۔ اِنْسَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب، بانون ثقیلہ۔

یُنَشَّؤُا:۔ وہ پالا جاتا ہے۔ تَنْشِئَۃٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُنْشِئُ:۔ وہ پیدا کرے گا۔ اُٹھائے گا۔ پیدا کرتا ہے۔ اٹھاتا ہے۔ اِنْشَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو نُنْشِئُ)

یَنْشُرُ:۔ پھیلاتا ہے۔ پھیلائے گا۔ نَشْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُنْشِرُوْنَ:۔ وہ اٹھائیں گے۔ اِنْشَارٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَنْصُرُ:۔ وہ مدد کرتا ہے۔ وہ مدد کرے۔ وہ مدد کرے گا۔ نَصْر سے مضارع واحد مذکر غائب

(ل) **یَنْصُرَنَّ**:۔ وہ ضرور مدد کریگا۔ نصر سے مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید نون ثقیلہ۔

یَنْصُرُوْنَ:۔ وہ مدد کرتے ہیں۔ وہ مدد کریں۔ وہ مدد کریں گے۔ نَصْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنْصَرُوْنَ:۔ ان کی مدد کی جائیگی۔ نَصْر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَنْطِقُ:۔ وہ کہتا ہے۔ وہ بولتا ہے۔ نُطْق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنْطِقُوْنَ:۔ وہ بولتے ہیں۔ وہ بولیں گے۔ نُطْق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَنْطَلِقُ:۔ وہ چلتا ہے۔ اِنْطِلَاق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنْظُرُ:۔ وہ دیکھتا ہے۔ وہ دیکھے گا۔ وہ انتظار کرتا ہے۔ نَظَر سے مضارع واحد مذکر غائب

(لِ) **یَنْظُرْ**:۔ وہ دیکھے۔ اسے دیکھنا چاہیے۔ نَظَر سے امر واحد مذکر غائب۔

یَنْظُرُوْا:۔ وہ دیکھیں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم نظر سے۔

(لَمْ) **یَنْظُرُوْا**:۔ انھوں نے نہیں دیکھا۔ نَظَر سے نفی مجحد جمع مذکر غائب۔

یَنْظُرُوْنَ:۔ وہ دیکھتے ہیں۔ وہ دیکھیں گے۔ وہ انتظار کرتے ہیں۔ نَظَر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

نَظَر کے معنی ہیں کسی چیز کو دیکھنے کے لئے نگاہ کو، یا معلوم کرنیکے لئے دل کو متوجہ کرنا چنانچہ کبھی نَظَر بولکر غور و فکر مراد لیا جاتا ہے اور کبھی وہ معرفت جو غور و فکر کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ (کیا وہ نہیں نظر کرتے اونٹ کی طرف کہ کیسا پیدا کیا گیا ہے) میں غور و تامل کرنا اور اس کے بعد کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا ہی مراد ہے۔ نَظَر کے معنی انتظار کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ (کیا وہ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں) اور مہلت دینے کے بھی چنانچہ ارشاد ہوا۔ اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ (ہمیں مہلت دو کہ تمہارے نور سے ہم بھی فائدہ اٹھالیں) اہل جنت کے متعلق فرمایا گیا۔ عَلَی الْاَرَائِكِ یَنْظُرُوْنَ (جنت کے تختوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے) یعنی جنت کے تختوں پر بیٹھے ہوئے جنت کی ان سدابہار نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمائیں۔ نیز دوزخ میں اپنے دشمن کافروں کے حال زار پر بھی ان کی نگاہ ہوگی اور یہ مزید مسرت کا

اپنے دلمیں یہ تمنا لیکر اُٹھتا ہے کہ میری قوم تمام وکمال میری دعوتِ اصلاح وہدایت کو قبول کرے تو شیطان اس کی تمنا کو ناکام بنانے کی لئے طرح طرح کی وسوسہ اندازیاں شروع کر دیتا ہے۔ یہ وسوسے یوں تو سب ہی کے دلوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ مگر جن کے دل روگی ہوتے ہیں ان کے دلوں میں یہ وسوسے خوب پھلتے پھولتے ہیں اور آخر انھیں کافر بنا کر چھوڑتے ہیں اور جن کے دلوں میں قبولِ حق کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے ان فتنہ کی جڑوں کو صاف کر دیتا ہے اور اپنی آیات کی حقانیت وصداقت کو ان پر آشکارا کر کے ایمان وایقان کی دولت سے انھیں مالامال کر دیتا ہے۔"

اس آیہ کے سلسلہ میں بعض مفسرین نے "قصہ غرانیق" کا ذکر کیا ہے۔ یہ قصہ روایت کے اعتبار سے ساقط الاعتبار اور مفہوم کے لحاظ سے مردود ہے۔ اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو صاحبِ وحی کی عصمت اور وحیِ الٰہی کی قطعیت مجروح و مشکوک ہو کر رہ جاتی ہے۔ حالانکہ سارے دین کی بنیاد انہی پر ہے۔

شارح بخاری علامہ قسطلانی نے لکھا ہے۔ اس قصہ (غرانیق) اور اس کی سند میں مختلف ائمہ نے طعن کیا ہے۔ یہاں تک کہ ابنِ اسحاق (امام سیرۃ) نے کہدیا ہے کہ یہ زندیقوں کا گھڑا ہوا ہے۔ اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اس قصہ کو کسی صاحبِ صحیح محدث نے ذکر نہیں کیا۔ اور نہ کسی نے سندِ متصل کے ساتھ اس کی روایت کی ہے۔ رطب و یابس میں تمیز نہ کرنے والے مفسرین و مورخین نے ہی اس سے دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ (خمس اشارات فی مشکلات التفسیر للعلامۃ عبدہٗ)

یَنسِفُ:۔ پراگندہ کرے گا۔ بکھیرے گا۔ نَسف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنسِلُونَ:۔ وہ نکل پڑیں گے۔ وہ دوڑتے ہیں۔ وہ دوڑیں گے۔ نَسَل سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو نَسَل)

یُنسِیَنَّ:۔ وہ بھلائے۔ اِنساء سے مضارع واحد مذکر غائب بانونِ ثقیلہ۔

یُنَشَّؤُا:۔ وہ پالا جاتا ہے۔ تَنشِئَۃ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُنشِئُ:۔ وہ پیدا کرے گا۔ اُٹھائے گا۔ پیدا کرتا ہے۔ اٹھاتا ہے۔ اِنشاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو نُنشِئُ)

یَنشُرُ:۔ پھیلاتا ہے۔ پھیلائے گا۔ نَشر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُنشِرُونَ:۔ وہ اٹھائیں گے۔ اِنشار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَنصُرُ :۔ وہ مدد کرتا ہے۔ وہ مدد کرے۔ وہ مدد کرے گا۔ نَصر سے مضارع واحد مذکر غائب
(ل) یَنصُرَنَّ :۔ وہ ضرور مدد کریگا۔ نَصر سے مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔
یَنصُرُونَ :۔ وہ مدد کرتے ہیں۔ وہ مدد کریں۔ وہ مدد کریں گے۔ نَصر سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یُنصَرُونَ :۔ ان کی مدد کی جائیگی۔ نَصر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
یَنطِقُ :۔ وہ کہتا ہے۔ وہ بولتا ہے۔ نُطق سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَنطِقُونَ :۔ وہ بولتے ہیں۔ وہ بولیں گے۔ نُطق سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَنطَلِقُ :۔ وہ چلتا ہے۔ اِنطِلاق سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَنظُرُ :۔ وہ دیکھتا ہے۔ وہ دیکھے گا۔ وہ انتظار کرتا ہے۔ نَظَر سے مضارع واحد مذکر غائب
(لِ) یَنظُرُ :۔ وہ دیکھے۔ اسے دیکھنا چاہئے۔ نَظَر سے امر واحد مذکر غائب۔
یَنظُرُوا :۔ وہ دیکھیں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم نَظَر سے۔
(لَمْ) یَنظُرُوا :۔ انھوں نے نہیں دیکھا۔ نَظَر سے نفی مجحد جمع مذکر غائب۔

یَنظُرُونَ :۔ وہ دیکھتے ہیں۔ وہ دیکھیں گے۔ وہ انتظار کرتے ہیں۔ نَظَر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

نَظَر کے معنی ہیں کسی چیز کو دیکھنے کے لئے نگاہ کو، یا معلوم کرنیکے لئے دل کو متوجہ کرنا چنانچہ کبھی نَظَر بولکر غور و فکر مراد لیا جاتا ہے اور کبھی وہ معرفت جو غور و فکر کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اَفَلَا یَنظُرُونَ اِلَی الاِبِلِ کَیفَ خُلِقَت (کیا وہ نہیں نظر کرتے اونٹ کی طرف کہ کیسا پیدا کیا گیا ہے) میں غور و تامل کرنا اور اس کے بعد کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا ہی مراد ہے۔ نَظَر کے معنی انتظار کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا هَل یَنظُرُونَ اِلَّا السَّاعَةَ (کیا وہ قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں) اور مہلت دینے کے بھی چنانچہ ارشاد ہوا۔ اُنظُرُونَا نَقتَبِس مِن نُورِکُم (ہمیں مہلت دو کہ تمہارے نور سے ہم بھی فائدہ اٹھالیں) اہل جنت کے متعلق فرمایا گیا۔ عَلَی الاَرَائِکِ یَنظُرُونَ (جنت کے تختوں پر بیٹھے نظارہ کررہے ہوں گے) یعنی جنت کے تختوں پر بیٹھے ہوئے جنت کی ان سدابہار نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمائیں۔ نیز دوزخ میں اپنے دشمن کا فروں کے حال زار پر بھی ان کی نگاہ ہوگی اور بہ مزید مسرت کا

باعث ہوگا۔ نیز جب دل میں کسی چیز کی خواہش پیدا ہوگی تو اس پر ایک نظر ڈالیں گے اور وہ فوراً حاضر ہو جائے گی اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ محبوب حقیقی جل مجدہٗ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوں گے
نَظَر کی اضافت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد اس کا احسان و کرم اور نظرِ رحمت ہوتی ہے۔ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور کافروں پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر نہ ڈالے گا) میں یہی نظرِ رحمت مراد ہے۔ (مفردات راغبؒ و تفسیر کبیر ص۵ج۸)

يُنْظَرُوْنَ :۔ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اِنْظَار سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَنْعٌ :۔ پھل کا پکنا۔ باب فتح سے مصدر

يَنْعِقُ :۔ چلاتا ہے۔ نَعِيْق سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل میں نَعِيْق کے معنی ہیں "چرواہے کا بکریوں وغیرہ کو چیخ کر پکارنا"۔ آیتِ کریمہ۔ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً۔ کی تفسیر میں امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ توجیہ۔ ابن زید رحمہ اللہ سے نقل کی ہے۔ "اللہ تعالیٰ نے بت پرستوں کی مثال جب کہ وہ اپنے معبودانِ باطل کو پکارتے ہیں اس شخص سے دی ہے جو پہاڑ کے پاس کھڑا ہو کر چیخ چلائے کہ اپنی آواز کی بازگشت اور صدا کے سوا اسے کچھ جواب نہیں ملتا۔ کیونکہ یہ بت پرست جب اپنی ضرورتوں کے لئے ان گھڑے ہوئے خداؤں کو پکارتے ہیں تو ان کا چیخنا چلانا بالکل فضول و عبث ہوتا ہے۔ دوسرے مفسرین نے بالعموم اَلَّذِيْن سے پہلے اس کا مضاف دَاعِی یا اَلَّذِی سے پہلے بَهَائم مقدر مانا ہے اور مطلب یہ لیا ہے کہ ان کافروں کو دعوتِ ایمان دینے والے کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو اپنے جانوروں کو پکارے وہ صرف آواز کا تو احساس کرتے ہیں مگر اس کا مطلب نہیں سمجھتے کہ وہ انہیں آگے بڑھنے کو کہہ رہا ہے یا پیچھے ہٹنے کو۔ چنانچہ ان کافروں کی عقل و بصیرت پر بھی انکار و جمود کی اس قدر تہیں جم گئی ہیں کہ کوئی صدائے حق ان پر اثر نہیں کرتی۔ وہ اپنے کانوں سے ایک آواز سنتے ہیں مگر اس کے مفہوم پر غور و فکر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ (کذا فی البیضاوی)

يُنْغِضُوْنَ :۔ وہ سر مٹکائیں گے۔ سر ہلائیں گے۔ اِنْغَاض سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنْفَخُ :۔ وہ پھونکا جاتا ہے۔ پھونکا جائے گا۔ نَفْخ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب (دیکھو نفخ)

يَنْفَدُ :۔ وہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہ ختم ہوگا۔ نَفَاد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَنْفِرُوْا :۔ وہ کوچ کریں۔ نِفَار اور نَفْر سے

مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔
نَفَر آدمیوں کی جماعت کو کہتے ہیں اور نفر اور نِفار جماعت بناکر کسی کام کے لئے نکلنے کے معنی میں آتا ہے۔ عموماً اس کا استعمال میدانِ جنگ کیطرف کوچ کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

يَنفَضُّوا :- وہ منتشر ہو جائیں۔ پراگندہ ہو جائیں۔ بھاگ کھڑے ہوں اِنفِضَاض سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَنفَعُ :- وہ فائدہ دیتا ہے۔ وہ فائدہ دے گا۔ وہ فائدہ دے۔ نَفع سے مضارع واحد مذکر غائب

(لن) يَنفَعَ :- ہرگز فائدہ نہ دے گا۔ نفع سے منفی مستقبل مؤکد بہ لن واحد مذکر غائب۔

يَنفَعُونَ :- وہ فائدہ دیتے ہیں۔ نفع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنفِقُ :- وہ خرچ کرتا ہے۔ وہ خرچ کرے۔ اِنفَاق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لِ) يُنفِقْ :- اسے خرچ کرنا چاہئے۔ اِنفَاق سے امر واحد مذکر غائب۔

يُنفِقُوا :- وہ خرچ کریں۔ انفاق سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يُنفِقُونَ :- وہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ خرچ کرینگے۔ اِنفاق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنفَوا :- وہ جلاوطن کئے جائیں۔ نَفي سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب

يُنقِذُونَ :- وہ چھڑائیں گے۔ اِنقاذ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنقَذُونَ :- ان کو چھڑایا جائے گا۔ انھیں نجات دی جائیگی۔ اِنقاذ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب

يُنقَصُ :- وہ کم کیا جاتا ہے۔ نَقص سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لم) يَنقُصُوا :- انھوں نے کم نہیں کیا۔ نقص سے نفی حجد جمع مذکر غائب۔

يَنقَضَّ :- وہ گر جائے۔ اِنقِضَاض سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب (دیکھو نَقَض)

يَنقُضُونَ :- وہ توڑتے ہیں۔ نَقض سے مضارع جمع مذکر غائب۔

نَقض کے اصل معنی عمارت کو گرانے یا رسی کو توڑنے کے ہیں۔ پھر عہد توڑنے کے معنی میں مجازاً استعمال ہونے لگا۔ اسی سے اِنقضاض ہے۔

يَنقَلِبُ :- وہ پلٹتا ہے۔ لوٹے گا۔ اِنقِلَاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لن) يَنقَلِبَ :- ہرگز نہ لوٹے گا۔ انقلاب سے منفی مستقبل مؤکد بہ لن واحد مذکر غائب۔

يَنقَلِبُونَ :- وہ پھریں گے۔ وہ الٹیں گے۔ اِنقِلَاب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَنكُثُ :- وہ توڑتا ہے (عہد کو) نَكث سے

باعث ہوگا۔ نیز جب دل میں کسی چیز کی خواہش پیدا
ہوگی تو اس پر ایک نظر ڈالیں گے اور وہ فوراً حاضر
ہو جائے گی اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ محبوب حقیقی
جل مجدہٗ کے دیدار پُر انوار سے مشرف ہوں گے
نَظَر کی اضافت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو
اس سے مراد اس کا احسان و کرم اور نظرِ رحمت
ہوتی ہے۔ وَلَا یَنۡظُرُ اِلَیۡھِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ
(اور کافروں پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر نہ
ڈالے گا) میں یہی نظرِ رحمت مراد ہے۔ (مفردات
راغبؒ و تفسیر کبیر ص۵ ج۵)

یُنۡظَرُوۡنَ :۔ ان کو مہلت دی جائے گی۔
اِنۡظَار سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَنۡع :۔ پھل کا پکنا۔ باب فتح سے مصدر

یَنۡعِقُ :۔ چلاتا ہے۔ نَعِیق سے مضارع واحد
مذکر غائب۔ اصل میں نَعِیق کے معنی ہیں "چرواہے کا
بکریوں وغیرہ کو چیخ کر پکارنا" آیتِ کریمہ۔
وَمَثَلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا کَمَثَلِ الَّذِیۡ یَنۡعِقُ
بِمَا لَا یَسۡمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً۔ کی تفسیر میں
امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ توجیہہ ابن زید
رحمہ اللہ سے نقل کی ہے۔ "اللہ تعالیٰ نے بت پرستوں
کی مثال جب کہ وہ اپنے معبودانِ باطل کو پکارتے
ہیں اس شخص سے دی ہے جو پہاڑ کے پاس کھڑا
ہو کر چیخ چلائے کہ اپنی آواز کی بازگشت اور
صدا کے سوا اسے کچھ جواب نہیں ملتا۔ کیونکہ یہ
بت پرست جب اپنی ضرورتوں کے لئے ان
گھڑے ہوئے خداؤں کو پکارتے ہیں تو ان کا چیخنا
چلانا بالکل فضول عبث ہوتا ہے۔ دوسرے
مفسرین نے بالعموم اَلَّذِیۡنَ سے پہلے اس کا مضاف
دَاعِیۡ یا اَلَّذِیۡ سے پہلے بَھَائِمۡ مقدر مانا ہے
اور مطلب یہ لیا ہے کہ ان کافروں کو دعوتِ ایمان
دینے والے کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو اپنے
جانوروں کو پکارے وہ صرف آواز کا تو احساس
کرتے ہیں مگر اس کا مطلب نہیں سمجھتے کہ وہ انہیں
آگے بڑھنے کو کہہ رہا ہے یا پیچھے ہٹنے کو۔ چنانچہ
ان کافروں کی عقل و بصیرت پر بھی انکار و جحود
کی اس قدر تہیں جم گئی ہیں کہ کوئی صدائے حق ان
پر اثر نہیں کرتی۔ وہ اپنے کانوں سے ایک آواز
سنتے ہیں مگر اس کے مفہوم پر غور و فکر کرنے کے
لئے تیار نہیں ہوتے۔ (کذا فی البیضاوی)

یُنۡغِضُوۡنَ :۔ وہ سر مٹکائیں گے۔ سر ہلائیں گے۔
اِنۡغَاض سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنۡفَخُ :۔ وہ پھونکا جاتا ہے۔ پھونکا جائے گا۔
نفخ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب (دیکھو نَفَخَ)

یَنۡفَدُ :۔ وہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہ ختم ہوگا۔ نَفَاد
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنۡفِرُوۡا :۔ وہ کوچ کریں۔ نِفَار اور نَفۡر سے

مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

نَفر آدمیوں کی جماعت کو کہتے ہیں اور نَفر اور نِفار جماعت بناکر کسی کام کے لئے نکلنے کے معنی میں آتا ہے۔ عموماً اس کا استعمال میدانِ جنگ کیطرف کوچ کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

یَنفَضُّوا :- وہ منتشر ہو جائیں۔ پراگندہ ہو جائیں۔ بھاگ کھڑے ہوں۔ اِنفِضاض سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَنفَعُ :- وہ فائدہ دیتا ہے۔ وہ فائدہ دے گا۔ وہ فائدہ دے۔ نَفع سے مضارع واحد مذکر غائب

(لَن) یَنفَعَ :- ہرگز فائدہ نہ دے گا۔ نَفع سے منفی مستقبل مؤکد بہ لن واحد مذکر غائب۔

یَنفَعُونَ :- وہ فائدہ دیتے ہیں۔ نَفع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنفِقُ :- وہ خرچ کرتا ہے۔ وہ خرچ کرے۔ اِنفاق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لِ) یُنفِق :- اسے خرچ کرنا چاہئے۔ اِنفاق سے امر واحد مذکر غائب۔

یُنفِقُوا :- وہ خرچ کریں۔ اِنفاق سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یُنفِقُونَ :- وہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ خرچ کرینگے۔ اِنفاق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنفَوا :- وہ جلا وطن کئے جائیں۔ نَفی سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب

یُنقِذُونَ :- وہ چھڑائیں گے۔ اِنقاذ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنقَذُونَ :- ان کو چھڑایا جائے گا۔ انھیں نجات دی جائیگی۔ اِنقاذ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب

یُنقَصُ :- وہ کم کیا جاتا ہے۔ نَقص سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لم) یَنقُصُوا :- انھوں نے کم نہیں کیا۔ نَقص سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَنقَضَّ :- وہ گر جائے۔ اِنقِضاض سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب (دیکھو نَقض)

یَنقُضُونَ :- وہ توڑتے ہیں۔ نَقض سے مضارع جمع مذکر غائب۔

نَقض کے اصل معنی عمارت کو گرانے یا رسی کو توڑنے کے ہیں۔ پھر عہد توڑنے کے معنی میں مجازاً استعمال ہونے لگا۔ اسی سے اِنقِضاض ہے۔

یَنقَلِبُ :- وہ پلٹتا ہے۔ لوٹے گا۔ اِنقِلاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَن) یَنقَلِبَ :- ہرگز نہ لوٹے گا۔ اِنقِلاب سے منفی مستقبل مؤکد بہ لن واحد مذکر غائب۔

یَنقَلِبُونَ :- وہ پھریں گے۔ وہ الٹیں گے۔ اِنقِلاب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَنکُثُ :- وہ توڑتا ہے (عہد کو) نَکث سے

مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنْکُثُوْنَ :- وہ توڑتے ہیں (عہد کو) نُکْث سے مضارع جمع مذکر غائب۔

نکث۔ نقض کی طرح مجازاً عہد توڑنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اصل معنی دھاگہ وغیرہ توڑنے کے ہیں۔

یَنْکِحُ :- وہ نکاح کرے۔ وہ نکاح کرتا ہے نِکاح سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو نِکاح)

یَنْکِحْنَ :- وہ نکاح کریں۔ نِکاح سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنْکِرُ :- وہ انکار کرتا ہے۔ اِنْکار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُنْکِرُوْنَ :- وہ انکار کرتے ہیں۔ اِنْکار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَنْھٰی :- وہ منع کرتا ہے۔ وہ روکتا ہے۔ روکے گا۔ نَھْی سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنْھَوْنَ :- وہ منع کرتے ہیں۔ منع کریں گے۔ نَھْی سے مضارع جمع مذکر غائب۔

نہی کے معنی ہیں کسی چیز سے سختی سے روکنا اور باز رکھنا۔ یہ قول سے بھی ہو سکتا ہے اور دوسرے ذرائع سے بھی۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۔ (لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا) تو یہاں "نہی" سے زبان سے منع کرنا مراد نہیں بلکہ ایمان واخلاق کی قوتوں سے کام لیکر نفس کو خواہشِ نفسانی کے دلدل میں پھنسنے سے روکنا مراد ہے۔ اسی طرح یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں) میں نہی سے، دل سے، ہاتھ سے اور زبان سے ہر ذریعہ سے روکنا مراد ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ (تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا ڈالے اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اپنی زبان سے مٹائے (یعنی منع کرے) اور یہ بھی نہ کر سکے تو اپنے دل سے مٹائے (یعنی اس پر اپنی دلی نفرت کا اظہار کرے اور خود اس سے باز رہے) اور یہ تیسرا درجہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔ (مفردات باضافہ وتغییر)۔

یُنِیْبُ :- وہ رجوع کرتا ہے۔ لوٹتا ہے۔ اِنابۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

اِنابۃ کے معنی ہیں توبہ اور اخلاصِ عمل کیساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنا (مفردات)

یُؤَاخِذُ :- وہ پکڑتا ہے۔ وہ گرفت کرتا ہے۔ وہ گرفت کرے۔ مُؤَاخَذَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب

یُوَادُّونَ:- وہ دوستی کرتے ہیں۔ مُوَادَّۃ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
یُوَارِیْ:- وہ چھپائے۔ وہ چھپاتا ہے۔ مُوَارَاۃ
سے مضارع واحد مذکر غائب
یُوَاطِئُوا:- وہ مطابق کریں۔ وہ پورا کریں
مُوَاطَئَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب
یُوْبِقُ:- وہ ہلاک کرتا ہے اِیْبَاق سے مضارع
واحد مذکر غائب۔
یُؤْتِ:- وہ دے۔ وہ عطا کرے۔ وہ عطا
کرے گا۔ اِیْتَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم
(لم) یُؤْتِ:- اس نے نہیں عطا کیا۔ اِیتاء سے
نفی جحد واحد مذکر غائب
(لَمْ) یُؤْتَ:- اس کو نہیں عطا کیا گیا اِیتاء سے
نفی جحد مجہول واحد مذکر غائب۔
یُؤْتیٰ:- اس کو دیا جائے۔ اس کو عطا کیا جائے
اِیْتَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔
یُؤْتُونَ:- وہ دیتے ہیں۔ وہ دیں گے اِیتاء
سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یُؤْتَوْنَ:- ان کو دیا جاتا ہے۔ ان کو دیا جائیگا۔
اِیتاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یُؤْثَرُ:- نقل کیا جاتا ہے۔ ترجیح دیا جاتا ہے۔
پہلے معنی میں اثر سے اور دوسرے معنی میں اِیثار
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اثر کے

کے اصل معنی "نقش قدم" کے ہیں۔ اسی سے پہلے
اَثَرْتُ الْحَدِیْثَ عَنْ زَیْدٍ (میں نے زید کی بات
نقل کی اس کے مرنے کے بعد) اخذ کیا گیا پھر مطلقاً نقل
و روایت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ پس
اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ کے معنی ہوئے کہ کافر
عنید ولید بن مغیرہ نے کہا) نہیں ہے یہ قرآن مگر
جادو جسے دوسروں سے نقل کیا جاتا ہے۔ اور اگر
اِیثار سے ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ یہ جادو تمام
جادوؤں پر راجح و غالب ہے۔ (تفسیر کبیر ج صفحہ ۳۵)
یُؤْثِرُونَ:- وہ ترجیح دیتے ہیں۔ اِیثار سے مضارع
جمع مذکر غائب۔
یُوْثِقُ:- وہ مضبوط باندھے گا۔ اِیْثَاق سے مضارع
واحد مذکر غائب۔
یُوَجِّهْ:- وہ متوجہ کرے۔ روانہ کرے۔ تَوْجِیْه
سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔
(لم) یُوْحَ:- وحی نہیں بھیجی گئی اِیحاء سے نفی جحد
مجہول واحد مذکر غائب۔ (دیکھو اَوْحیٰ)
یُوْحیٰ:- وحی کیا جاتا ہے۔ وحی بھیجا جاتا ہے حکم دیا
جاتا ہے۔ اِیحاء سے مضارع مجہول واحد مذکر
غائب۔ (دیکھو اَوْحیٰ)
یُوْحُونَ:- وہ پیغام بھیجتے ہیں اِیحاء سے مضارع
جمع مذکر غائب۔
یُوْحِیْ:- وہ وحی بھیجتا ہے۔ وہ بتاتا ہے۔ وہ

سکھاتا ہے۔ اِیحَاء سے مضارع واحد مذکر غائب

یُؤخَذُ :- وہ لیا جاتا ہے۔ لیا جائے گا۔ پکڑا جائے گا۔ اَخذ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

(لم) **یُؤخَذْ** :- نہیں لیا گیا۔ اَخذ سے نفی جحد مجہول واحد مذکر غائب۔

یُؤَخِّرُ :- وہ ڈھیل دیتا ہے۔ مؤخر کرتا ہے تَاْخِیر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَن) **یُؤَخِّرَ** :- ہرگز مؤخر نہ کرے گا۔ تَاْخِیر سے مضارع منفی بہ لَن واحد مذکر غائب۔

یُؤَخَّرُ :- وہ مؤخر کیا جاتا ہے۔ تَاْخِیر سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُؤَدِّ :- وہ ادا کر دے۔ تَاْدِیَة سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم اصل میں یُؤَدِّی تھا۔ ی گر گئی

یَوَدُّ :- وہ چاہتا ہے۔ چاہے گا۔ وہ تمنا کرتا ہے۔ وُدّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ وُدّ کے معنی ہیں کسی چیز سے محبت کرنا۔ یا اس کے ہونے کی تمنا کرنا۔ دوسرے معنی پہلے کو متضمن ہوتے ہیں۔ کیونکہ جس چیز کی تمنا کی جائے گی اس سے محبت ضرور ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت وَدُود بھی ہے۔ کیونکہ اس کی رحمت کائنات کو حاوی ہے۔ بلکہ کائنات کا وجود ہی اس کی رحمت کاملہ کا صدقہ ہے۔ (دیکھو یُمسِکُ) وُدّ، وَدّ، وِدّ تینوں حرکات کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی اصل

وتد (میخ) تھی۔ تا کو دال بنا کر ادغام کر دیا گیا دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح میخ گڑ جاتی ہے اور ایک چیز کو دوسری سے پیوست کر دیتی ہے اسی طرح وُدّ (محبّت) بھی دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے اور محب و محبوب میں تعلّق پیدا کر دیتی ہے۔

(مفردات ملخصًا)

یَوَدُّوا :- وہ چاہیں گے۔ وُدّ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یُؤذَنُ :- اس کو اجازت دی جائے گی۔ اجازت دی جائے۔ اِذن سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

یُؤذُونَ :- وہ ستاتے ہیں۔ اِیذَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُؤذِی :- وہ ستاتا ہے۔ تکلیف دیتا ہے اِیذَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُؤذَینَ :- وہ ستائی جائیں۔ اِیذَاء سے مضارع مجہول جمع مؤنث غائب۔

یُورِثُ :- وہ وارث کرتا ہے۔ اِیرَاث سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو وَارِث)

یُورَثُ :- اس کا وارث بنایا جاتا ہے اِیرَاث سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُوزَعُونَ :- وہ ترتیب کے ساتھ کھڑے کئے جاتے ہیں۔ ان کی ٹولیاں بنائی جائیں گی۔ وَزع یا اِیزَاع سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

وَزَعَ الجَیشَ کے معنی ہیں "لشکر کو صف آرا کیا اور اسے ترتیب کے ساتھ کھڑا کیا"۔ اور اوزَعَ المَال کے معنی ہیں مال کو تقسیم کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کے ذکر میں فرمایا گیا۔ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ دان کو ترتیب کے ساتھ کھڑا کیا جاتا ہے) یعنی باوجود لشکر کی کثرت اور تنوع کے اس کے نظم و ترتیب میں کوئی گڑبڑ نہ ہوتی تھی۔ پرند الگ رہتے تھے جن الگ اور انسان الگ۔ کفار کے متعلق روزِ حشر میں ان کے جہنم کی طرف ہنکائے جانے کے سلسلہ میں بھی فرمایا گیا۔ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ تو یہاں بھی مراد یہ ہے کہ ہر درجہ کے مجرم الگ الگ جماعتوں کی صورت میں ہوں گے۔

یُوْسُف :۔ (علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حضرت یوسف علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر حضرت یعقوب کے بیٹے حضرت اسحاق کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے پڑپوتے ہیں۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الْکَرِیْمَ ابْنَ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ (بخاری) قرآن کریم میں ایک پوری سورت آپ ہی کے حیرت انگیز واقعات پر مشتمل اور آپ ہی کے نام سے معنون ہے۔ اس حیرت انگیز و عبرت خیز قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

جناب یعقوب علیہ السلام اپنے بارہ بیٹوں میں سب سے زیادہ حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہتے تھے۔ نہ صرف اس لئے کہ یوسف علیہ السلام انتہائی حسین و جمیل اور خوبی و لطافت کا مجسم پیکر تھے۔ بلکہ حضرت یعقوب کی دُوربین نگاہیں جو سرمۂ نبوت سے منوّر تھیں۔ یوسف کی لوحِ جبیں پر نورِ نبوت کی جلوہ فرمائیاں دیکھ رہی تھیں۔

حضرت یعقوب اپنی اس روز افزوں محبت کے ساتھ یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے دس علاتی اور بڑے بھائی یوسف سے بغض و حسد رکھتے ہیں اور یوسف انھیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اسی لئے جب حضرت یوسف نے جو ابھی بہت کمسن تھے اپنا یہ خواب کہ گیارہ ستارے، اور سورج اور چاند میرے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ شفیق باپ سے بیان فرمایا تو آپ نے خواب کی تعبیر بتانے سے پیشتر یہ نصیحت فرمائی کہ "بیٹا اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہہ بیٹھنا ورنہ وہ تیرے حق میں کوئی دشمنی کی چال چلیں گے۔ اللہ تعالیٰ تجھے برگزیدہ کرکے دینی و دنیوی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔"

برادرانِ یوسف کے سینوں میں بغض و حسد کی آگ بھڑکتی رہی آخر سب نے ملکر مشورہ کیا کہ، یوسف کو قتل کر دو یا کسی دور و دراز سرزمین میں پھینک دو تاکہ باپ کی تمام تر توجہات بلا شرکتِ غیرے

ہمیں ہی حاصل ہو جائیں۔ برادرانِ یوسف میں سے ایک نے (جو بقولِ مشہور بڑا بھائی "یہودا" تھا) قتلِ یوسف کی مخالفت کی اور یہ مشورہ دیا کہ یوسف کو قتل کرنے کے بجائے (خشک اور اندھیری) کنوئیں کے اندر ڈال دو تاکہ کوئی مسافر ہی لے جائے اس طرح ہمارا مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور ہماری گردنوں پر خونِ ناحق کا گناہ بھی نہ ہوگا۔

مشورہ کر کے باپ کے پاس آئے اور یہ خواہش کی کہ آپ یوسف کو ہمارے ساتھ جنگل کی سیر کیلئے بھیج دیں تاکہ وہاں خوب کھا کھیل کر اپنا جی خوش کرے۔

باپ نے انکار کیا اور کہا مجھے یہ خطرہ ہے کہ تمہاری بے خبری و غفلت میں کہیں بھیڑیا یوسف کو اپنا لقمہ نہ بنالے۔ کہنے لگے واہ واہ۔ ہم جیسے زور آوروں کے ہوتے ہوئے کیا ایسا ہو بھی سکتا ہے؟

غرضکہ حضرت یعقوب کو جُل دینے میں وہ کامیاب ہو گئے اور حسب مشورہ یوسف کو جنگل میں لے جا کر اندھے اور خشک کنوئیں میں ڈال دیا۔ برادرانِ یوسف شام کو پیراہنِ یوسف کو خون آلود کئے ہوئے باپ کے پاس گریہ وزاری کرتے ہوئے آئے۔ اور متفق اللفظ ہو کر بولے ہم تو باہم دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے تھے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا کہ بھیڑیا اسے کھا گیا۔ واقعہ یہی ہے اگرچہ ہم یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ ہماری بے کم و کاست راست گوئی کے باوجود آپ ہمارا یقین نہ لائیں گے حضرت یعقوب نے فرمایا نہیں۔ تم غلط کہتے ہو یوسف کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا فی الواقع یہ تمہارا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔ تاہم مجھ جیسے انسان کا کام تو صبرِ جمیل اختیار کرنا ہے۔

اُدھر مدیانیوں کا ایک قافلہ مصر کو جاتا ہوا چاہِ یوسفی کے قریب اُترا اور انھوں نے ایک شخص کو پانی لانے کے لئے بھیجا اس نے کنوئیں میں ڈول ڈالا حضرت یوسف نے شاید یہ سمجھا ہو کہ بھائیوں کے دل میں رحم پیدا ہو گیا۔ اس لئے رسی پکڑ کے لٹک گئے مسافر نے جھانک کر جب اس پیکرِ حسن و جمال پر نظر ڈالی تو فرطِ مسرت میں پکار اٹھا کتنی خوشی و خوش نصیبی ہے کہ یہ دُرِ یکتا ہاتھ لگا۔

تورات سفرِ تکوین میں ہے کہ پھر برادرانِ یوسف نے یوسف کو چاندی کے تقریباً ۲۰ درہم کے بالعوض قافلہ والوں کے ہاتھ فروخت کر ڈالا اور قافلہ والوں نے مصر جا کر مصر کے مدار المہام "فوطیفار" (عزیز مصر) کے ہاتھ بیچ دیا۔ اور یوسف بڑی آن بان اور اعزاز و اکرام کے ساتھ عزیز کے یہاں رہنے لگے دیوانی جوانی انتہائی ناز و نعم کی زندگی طاغوتی نظام کی پیدا کردہ حیا سوز تہذیب۔ اور پھر یوسف جیسے ماہرو غلام کے ساتھ شبانہ روز معاشرت۔ یہ ساری چیزیں ملکہ بیگم عزیز زلیخا

یاد عیش سے خرمنِ صبر و سکون کو خاکستر کرنے کے لئے کافی تھیں۔ چنانچہ وہ ہزار جان سے ان پر مفتوں ہو گئی اور ناز و ادا و غمزہ و عشوہ کے پیہم وار یوسف پر کرنے شروع کر دیئے۔ مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ عورت کے جب تمام وار خالی گئے تو وہ جامۂ حیا سے بالکل باہر آ گئی اور ایک روز محل کے تمام دروازے نہایت مضبوطی سے بند کر کے نسوانیت کے فطری پندار کو پامال کرتی ہوئی بولی "یوسف جلد آ" اللہ ہی جانتا ہے کہ اس وقت اس نے کس کس طرح اس طائرِ عفت کو زیرِ دام لانے کی جد و جہد کی ہوگی۔ مگر نتیجہ معلوم؟ یوسف نے جواب دیا تو یہ مَعَاذَ اللّٰهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (خدا کی پناہ میں بیحیائی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ جس خدا نے مجھے عزت و آبرو کی زندگی بخشی مجھ جیسے غریب الوطن کو قصرِ شاہی میں بسایا اور مجھ کو اپنے انعامات و اکرامات سے نوازا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اس کی نافرمانی کر کے خود اپنے اوپر ستم کروں یقیناً ایسے بدنصیب فلاح و کامرانی کی راہ [illegible] قرآن کریم نے اس قصہ [illegible]

رَاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔ یعنی اس عورت نے تو اپنی طرف سے کوئی کسر چھوڑی ہی نہ تھی اور وہ ہر طرح سے یوسف کے ساتھ برے ارادہ پر تلی ہوئی تھی مگر حضرت یوسف پر یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و کرم تھا اور اسی کی عطا کردہ عصمت نبوت "برہانِ رب" تھی جس نے حضرت یوسف کو ہر قسم کی لغزش سے محفوظ رکھا۔ ورنہ اگر وہ اس دلیلِ خداوندی اور برہانِ ربانی کا مشاہدہ کئے ہوئے نہ ہوتے تو عورت کے طلسم فریب سے بچ نکلنا بہت مشکل تھا۔ (دیکھو ضمیمہ)

جب حضرت یوسف نے دیکھا کہ اس عورت پر وعظ و نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور یہ نشۂ ہوس میں سرشار ہے تو اپنی جان بچانے کے لئے دروازہ کی طرف بھاگے۔ عورت نے تعاقب کیا یوسف کا پچھلا دامن ہاتھ آ گیا۔ کھینچا اسے تار تار کر دیا۔ اسی بھاگ دوڑ میں دونوں دروازہ پر پہنچ گئے۔ دیکھا کہ دروازہ پر عزیز موجود [illegible]

عزیز اس معاملہ میں حیران ہوا۔ مگر خود اس عورت کے ایک رشتہ دار نے یوسف کی موافقت میں گواہی دی اور دلیل یہ پیش کی کہ یوسف کا کُرتا دیکھو اگر آگے سے پھٹا ہوا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹے۔ اور پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو عورت جھوٹی اور یوسف راست باز۔ عزیز نے یوسف کا کرتا دیکھا اور یوسف کی برائت اور عورت کے جرم کا قطعی یقین کر لیا۔ عورت کو سرزنش کی اور یوسف سے درگذر کی درخواست کی۔

یہ خبر شہر کی دوسری امیرزادیوں کو بھی پہنچی تو انھوں نے عزیز کی بیوی کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا جس سے ان کا اصل مقصود یہ تھا کہ اس طرح دار غلام کو کسی صورت سے ہم بھی دیکھیں۔ عزیز کی بیوی نے ان کی مکاری کی یہ باتیں سُنکر انھیں اپنے یہاں بلا بھیجا اور ان کی ضیافت کیلئے امیرانہ تیاری کی۔ اب عزیز کے یہاں مصر کی تمام رعنائیاں اور دلربائیاں سمٹ آئیں۔ اور حسب دستور ہر ایک کو ایک ایک چھری پیش کر دی گئی کہ کھانے کے کام آئے۔ پھر اچانک عزیز کی بیوی نے یوسف کو ان کے سامنے بلا لیا۔ طعنہ زن عورتیں مشاہدۂ جمال یوسفی سے مبہوت ہو کر رہ گئیں اور بیخودی میں پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہہ اٹھیں۔ "خدا کی قسم یہ انسان نہیں۔ یہ تو کوئی مقدّس فرشتہ ہے۔" عزیز کی بیوی بولی "یہی تو وہ غارت گرِ صبر و شکیب ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے طعنے دیئے۔ یقیناً میں نے اسے پھسلایا مگر ظالم کسی طرح قابو میں نہ آسکا۔ اور اب صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ اگر اس نے میری بات نہ مانی تو قید میں ڈال دیا جائے گا اور ذلیل و خوار ہوگا" یوسف نے یہ سن کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے اس فتنہ کی بہ نسبت جس کی طرف یہ عورتیں دعوت دے رہی ہیں قید خانہ کہیں زیادہ پسند ہے۔

عزیز اور اس کے اہلِ خاندان اگرچہ یوسف کی پارسائی و پاکدامنی کے واضح دلائل مشاہدہ کر چکے تھے۔ مگر پھر بھی مصلحۃً عزیز نے اپنی بیوی کے کہنے کے مطابق یوسف کو قید میں ڈال دیا۔

قید خانہ میں بہت جلد حضرت یوسفؑ کو مقدس اور غیر معمولی علم و فضیلت کا آدمی سمجھا جانے لگا۔ اور آپ نے بھی اپنی تمامتر توجہ قیدیوں کی اصلاح کی طرف منعطف کر دی۔ قید خانہ خانقاہ یا مسجد میں تبدیل ہوگیا۔ منجملہ اور امور کے خوابوں کی تعبیریں بھی آپ ہی سے پوچھی جاتیں اور جیسا آپ فرما دیتے ویسا ہی ہوتا۔ ایک دن آپ کے ساتھی قیدیوں میں سے دو شخص ایک بادشاہ کا ساقی اور دوسرا خبّاز (نان پُز) حاضر ہو کر اپنا خواب سنانے لگے۔ ساقی نے کہا کہ میں نے خواب میں خود کو شراب کشید کرتے

یوسف

ہوئے دیکھا ہے۔ خباز بولا۔ میں نے یہ دیکھا کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے اسے توڑ توڑ کر لیجاتے ہیں۔ حضرت یوسف نے تعبیر خواب بیان کرنے سے پیشتر ایک عمدہ تمہید کے ساتھ انھیں دینِ حق کی تبلیغ کی اس کے بعد فرمایا۔ اے میرے رفقاءِ قید خانہ تمہارے خوابوں کی تعبیر یہ ہے کہ جس نے خواب میں شراب کشید کی ہے وہ چھوٹ جائے گا اور بدستور اپنے عہدہ پر فائز ہوگا۔ اور دوسرے شخص کو پھانسی ہوگی کہ پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ساقی چھوٹ کر پھر بادشاہ کو شراب پلانے پر مامور ہوا اور خباز کو پھانسی لگی۔ کیونکہ اس پر جرم ثابت ہوگیا۔ ان کے خلاف الزام یہ تھا کہ دونوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی کوشش کی ہے۔ یوسف علیہ السلام نے چھوٹنے والے سے کہا کہ بادشاہ کے پاس پہنچو تو میری تعلیم و تبلیغ کا ذکر اس سے بھی کر دینا۔ مگر یہ شخص اپنے مشاغل میں مصروف ہو کر بالکل بھول گیا۔ چند سال بعد شاہِ مصر نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنھیں سات دبلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور سات بالیاں تر و تازہ ہیں جن پر سات خشک بالیاں لپٹ کر انھیں خشک کر دیتی ہیں۔ بادشاہ نے درباری اہلِ علم اور امراء سے اس کی تعبیر پوچھی۔ کہنے لگے۔ یہ کوئی سچا خواب نہیں بلکہ پریشان خیالات کا مجموعہ ہے۔ اب ساقی کو یوسف علیہ السلام کی بات یاد آئی۔ اس نے بادشاہ کو اپنا واقعہ سنایا اور قید خانہ جانے کی اجازت چاہی وہاں جاکر آنحضرت سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ سات موٹی گایوں سے فراوانی اور زرعی پیداوار کے سات سال مراد ہیں اور سات دبلی گایوں سے جنھوں نے موٹی گایوں کو ہضم کر لیا قحط کے سات سالوں کی طرف اشارہ ہے یعنی قحط اس فراوانی و پیداوار کو ختم کر دے گا۔ سات ہری بالیوں اور سات سوکھی بالیوں کا بھی مطلب یہی ہے۔ تعبیر کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے اس ناگہاں آفت کا علاج بھی بیان فرما دیا کہ فراوانی کے سالوں میں جو فصل کاٹو تو غلہ بالوں میں ہی رہنے دو صرف بقدرِ ضرورت نکال لو۔ یہ غلہ قحط سالی میں کام آئے گا۔ ساقی نے یہ تعبیر بادشاہ کو جاکر سنائی۔ اسے بہت پسند آئی اور فوراً یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس لانے کا حکم صادر کر دیا۔ یوسف نے مژدۂ رہائی سنا مگر جواب میں فرمایا کہ پہلے میرے متعلق تحقیقات کر لی جائے کہ آخر مجھے کس جرم میں قید کیا گیا۔ اس سلسلہ میں اپنے ہاتھ کاٹ لینے والی عورتیں طلب کی جائیں۔

چنانچہ عزیز کی بیوی اور وہ سب عورتیں

ہوئیں اور سب نے متفقہ طور پر حلفیہ بیان دیدیا
کہ بخدا ہمارے علم میں یوسف کے دامن پاک
پر برائی کا کوئی دھبہ نہیں۔ اب عزیز کی بیوی
نے بھی بے اختیار اعلان کر دیا کہ سچی بات آشکارا
ہو گئی۔ میں نے ہی یوسف کو پھسلایا تھا۔ اور
بیشک و شبہ یوسف پاکدامن و راست باز
ہے۔ جب حضرت یوسف کی برات و صداقت
اس طرح کھلم کھلا ظاہر ہو گئی تو بادشاہ نے
حضرت یوسف کو لانے کا دوبارہ حکم کیا۔ آں
حضرت تشریف لے آئے اور بادشاہ نے ملک کے
تمام اختیارات آپ کو تفویض کر دیئے۔ اور صحیح
روایتوں کے مطابق بادشاہ مشرف باسلام ہو گیا

یوسف علیہ السلام نے محیر العقول طریقہ سے
نہایت عدل و انصاف کے ساتھ مملکت مصر
کا انتظام فرمایا۔ فراوانی کے سال ختم ہو گئے۔
قحط کا دور دورہ ہوا۔ نہ صرف مصر بلکہ دور دراز
کے علاقے بھی اس سے متاثر تھے۔ کنعان میں
حضرت یعقوب اور ان کی اولاد بھی مصیبت
سے دوچار ہوئی۔ عزیز مصر کے حسن انتظام اور
جود و سخا کی شہرت ان تک پہنچ چکی تھی اس لئے
باپ کے حکم کے مطابق برادران یوسف غلہ لینے
کے لئے عزیز مصر (یوسف) کے دربار میں حاضر
ہوئے۔ یوسف تو دیکھتے ہی ان کو پہچان گئے مگر
ان میں کوئی بھی یوسف کو شناخت نہ کر سکا۔
یوسف علیہ السلام نے ان سے حالات پوچھے۔
مصیبت کے واقعات سنکر قدرتی طور پر بہت
متاثر ہوئے اور اپنے حقیقی بھائی "بن یامین"
کو یاد کرنے لگے۔ چلتے وقت ان سے فرما دیا
کہ اب کی مرتبہ تم اپنے علاتی اور چھوٹے بھائی کو
ساتھ لیکر آنا۔ ورنہ میں آئندہ تمہیں غلہ نہ دونگا
پھر چپکے سے غلاموں کو حکم کر کے ان کا سرمایہ
بھی ان کے اسباب میں ہی رکھوا دیا۔ جب
برادران یوسف کنعان پہنچے تو حسب حکم یوسف
باپ سے عرض کیا کہ "بن یامین" کو ہمارے ساتھ
بھیج دیجئے اور سارا ذکر سنایا اور بھائی کی حفاظت
کا نہایت پختگی کے ساتھ وعدہ کیا۔ زخم خوردہ
باپ نے جواب میں فرمایا تم نے جس طرح یوسف کی
حفاظت کی تھی کیا بن یامین کی بھی اسی طرح
حفاظت کرو گے؟ اور جس طرح میں نے جب تمہارا
اعتبار کر لیا تھا کیا اب بھی تم پر اسی طرح اعتماد
کر لوں؟ مگر برادران یوسف نے پیہم اصرار اور
عہد و پیمان سے آپ نور نظر کو آنکھوں سے جدا
کرنے پر راضی ہو گئے اور چلتے وقت کچھ حکیمانہ
نصیحتیں فرما کر رخصت کر دیا۔ مصر پہنچے تو حضرت
یوسف نے خود کو "بن یامین" پر ظاہر کر دیا۔ آپکی
خواہش یہ ہوئی کہ چھوٹے بھائی کو اپنے پاس

بھی یاد کر لیں۔ مگر کسی کو قوانین اس ملک کی اجازت
نہ دیتے تھے اور حکم تھا اگر [illegible] خلاف صورت تھا
مگر یہ بندوبست [illegible] سے [illegible] کو [illegible] کر دیا
ایسی [illegible] کہ جب [illegible] اجازت [illegible]
وقت آیا تو آپ نے [illegible] سے [illegible]
[illegible] بن یمین کے اسباب میں رکھ دیا
[illegible] ادھر ادھر [illegible]
رخصت ہوا اور ادھر اس جام کی تلاش
ہونے لگی۔ کیونکہ [illegible] جام
گم ہو گیا اور کسی نے چرا لیا۔ شبہ انہی [illegible]
پر ہو سکتا تھا۔ ہوا اور قافلہ روک لیا گیا
پوچھنے پر انہوں نے سختی سے انکار کر دیا اور یہ
کہا کہ ہماری تلاشی لے لو۔ ہم میں سے جس کے
پاس تمہارا مال نکلے بطور سزا کے اسے ہی اپنے
یہاں رکھ لو ہماری شریعت کا یہی حکم ہے۔
تلاشی لی گئی تو بن یمین کے اسباب میں سے
متاع گم شدہ برآمد ہو گئی۔ اب تو وہ بہت
سٹپٹائے اور جل کر کہنے لگے اگر بن یمین
نے چوری کی تو کیا ہوا اس کا بھائی یوسف
بھی چور تھا۔ یوسف نے یہ بہتان سن کر بھی
خاموشی ہی اختیار کی۔ صرف اپنے جی میں اتنا
کہا کہ تم [illegible] ہو کہ اپنے بھائی پر
جھوٹی تہمت لگاتے ہو۔ اب [illegible]

پر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
بھلا [illegible]
کے متعلق باپ سے تم نے کس قدر [illegible]
پیمان لیا تھا اس سے پہلے یوسف کے بارے میں
جو کچھ کر چکے ہو۔ بھائی باپ کو معلوم ہے۔ اس لئے
میں تو جب تک باپ ہی اجازت نہ دیں یا
حکم خداوندی سے کوئی اور ایسی صورت نہ پیدا
ہو جائے جاؤں گا نہیں۔ ہاں تم جا کر انہیں تمام
حالات سے آگاہ کر دو۔ چنانچہ انہوں نے کنعان
پہنچ کر جگر خراش لفظوں میں یہ قصہ سنایا مگر
حضرت یعقوب نے اب بھی یہی کہا کہ بن یمین
نے چوری نہیں کی تم نے یہ افسانہ گھڑ لیا ہے
بس تو صبر جمیل ہی اختیار کروں گا۔ مجھے خدا
سے امید ہے کہ میرے سب بچھڑے ہوئے مجھ
سے ملیں گے۔ یہ کہہ کر ان کی طرف سے منہ پھیر لیا
اور چونکہ اس نئے غم نے [illegible] غم [illegible]
اس لئے بے اختیار [illegible] یوسف [illegible] کہا

حضرت یعقوبؑ فراقِ یوسف میں اتنا روئے کہ ان کی آنکھیں بے نور ہوگئیں۔ آخر کار حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے فرمایا کہ بیٹو ایک بار اور مصر جاؤ اور میرے نور چشموں (یوسف و بن یامین) کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو۔

بیٹوں نے حکم کی تعمیل کی اور اب تیسری مرتبہ عزیز مصر کے دربار میں حاضر ہوئے اور اپنی داستانِ مصیبت سُنائی اور غلّہ کے لئے یوسف کے سامنے دستِ سوال دراز کر دیا۔ یوسف کا دل بھر آیا اور اپنے آپ کو ان پر ظاہر کرنے کی غرض سے ان سے آبدیدہ ہو کر پوچھا۔ تمہیں اپنی وہ حرکتیں یاد ہیں جو از روئے جہل و نادانی تم نے یوسف اور اسکے بھائی کے ساتھ کیں ہیں؟ اتنا سنتے ہی نگاہوں سے پردے دور ہوگئے۔ عزیز کی صورت اور آواز پر غور کر کے بولے۔ کیا فی الواقع آپ ہی یوسف ہیں؟ یوسف نے فرمایا ہاں بیشک میں ہی یوسف ہوں وہ شرمندہ ہو کر بولے خدا کی قسم اللہ نے تمہیں ہم پر فوقیت بخشی اور یقیناً ہم خطا کار ہیں۔ مگر حضرت نے جواب میں فرمایا۔ معنی ما مضٰی آج کا دن ملاپ کا دن ہے۔ تم پر کوئی ملامت نہیں۔ خداوند غفور تمہیں معاف کر دے گا۔ اچھا اب تم میرا یہ کرتا لیجاؤ اور باپ کے چہرہ پر ڈالدو تاکہ انکی نگاہوں کا نور واپس آجائے اور آنکھیں روشن ہو جائیں۔ اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

اِدھر سے یہ بشارتی قافلہ چلا۔ اِدھر مصر میں حضرت یعقوبؑ کے مشام میں بوئے یوسف آئی۔ انھوں نے لوگوں سے ذکر کیا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے تو انھوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ آخر بشارتی قافلہ پہنچا۔ حضرت یوسف کا کرتہ حضرت یعقوبؑ کے چہرہ پر ڈالا گیا ان کی بے نور آنکھیں دوبارہ روشن ہوگئیں۔ پھر یوسف کے حکم کیمطابق اسرائیل اور تمام بنی اسرائیل (یعقوبؑ اور یعقوب کے بیٹے) اکھٹے مصر کو روانہ ہوئے۔ حضرت یوسف نے نہایت شاندار استقبال کیا اپنے باپ اور ماں کو اپنی برابر تخت پر بٹھایا۔ پھر جب حضرت یوسف دربار میں تشریف لائے تو حسب قاعدہ تعظیماً عام اہلِ دربار اور ان کے ساتھ گیارہوں بھائی اور والدین حضرت یوسف کے سامنے جھک گئے (یہ سجدہ تعظیمی تھا جو پہلے جائز تھا اور اب غیر اللہ کو سجدہ کرنا مطلقاً حرام ہی) یوسف کو فوراً اپنا خواب یاد آگیا۔ کہنے لگے اے باپ یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جس میں میں نے گیارہ ستارے اور شمس و قمر سجدہ کناں دیکھے تھے۔ حضرت یعقوب کی اولاد پھر مصر ہی میں بس گئی اور حضرت موسٰی کے وقت انکا فروج

ہوا۔ تو راستہ میں ہے کہ حضرت یوسف کی وفات
مصر ہی میں ہوئی اور دمِ آخر انھوں نے بنی اسرائیل
کو وصیت کردی تھی کہ جب تم مصر سے جانے لگو تو
میری ہڈیاں اپنے ساتھ لیجانا اور میرے بزرگوں
کے ساتھ دفن کردینا۔ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ۔

یُوَسْوِسُ :- وہ وسوسہ ڈالتا ہے۔ وَسْوَسَۃٌ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو وَسْوَسَۃٌ)

یُوْصٰی :- وصیت کی جائے۔ اِیْصَاءٌ سے مضارع
مجہول واحد مذکر غائب۔ (دیکھو تَوْصِیَۃٌ)

اَنْ یُّوْصَلَ :- اسے ملایا جائے۔ وَصْلٌ سے
مضارع مجہول واحد مذکر غائب منصوب۔
قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ
اَنْ یُّوْصَلَ (البقرہ) یعنی ہدایت قرآنی سے
فائدہ نہ اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو اس چیز کو
کاٹتے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے
کہ اسے جوڑا جائے" اس جملہ میں "امر" سے مراد
"امر تکوین" اور "امر تشریع" دونوں ہیں۔ امر تکوین
سے مراد نظام کائنات اور اس کے قوانین محکم
ثابتہ ہیں۔ اور امر تشریع سے مقصود وہ احکام
و ہدایات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام
کے ذریعے لوگوں کو ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم
دیا۔ [illegible] کو
[illegible]

کرنا۔ نقصانات وفوائد کو [illegible]
پہچاننا۔ اور امر تکوینی میں داخل ہیں۔ جو شخص
نبی کی صداقت پر دلیل عقلی قائم ہو جانے کے
باوجود اس کی نبوت کا انکار کردیتا وہ درحقیقت
اس چیز کو قطع کر ڈالتا جس کو اللہ تعالیٰ نے تکوینی
فطرت کے تقاضے کے مطابق ملائے رکھنے
کا حکم دیا تھا۔ اور اسی طرح وہ شخص ہے جس نے
کسی الٰہی چیز کا انکار کیا جسے رسول نے بتلایا ہے
کیونکہ اس نے جس چیز کا بھی حکم دیا ہے تو وہ یقیناً
نافع اور مفید ہے اور اس کی منفعت تجربہ اور
دلیل سے ثابت ہوتی ہے۔ اور جس چیز سے اس نے
منع کردیا ہے لازمی طور پر وہ انجام کے لحاظ سے
مضر ہے۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ جو شخص حق
اور اس کی [illegible] کا انکار اللہ تعالیٰ
کے امر تشریعی کا انکار نہیں ہے بلکہ
امر تکوینی سے بھی روگردانی ہے۔
(تفسیر المنار جلد ۱ صفحہ ۲۲۱)

یُوْصِیْ :- وہ وصیت کرتا ہے۔ اِیْصَاءٌ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یُوْصِیْنَ :- وہ وصیت کرجائیں۔ اِیْصَاءٌ سے
مضارع جمع مؤنث غائب۔ (دیکھو تَوْصِیَۃٌ)

یُوْعَدُوْنَ :- ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ ان کو
[illegible]

(معنی ثانی) سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
وَعْدٌ کا استعمال خیر اور شر دونوں کیلئے ہوتا
ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا اَفَمَنْ وَّعَدْنٰہُ وَعْدًا
حَسَنًا (کیا جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا) اور
فرمایا گیا۔ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ
(شیطان تم سے فقیری کا وعدہ کرتا ہے) مگر
اِیْعَاد شر کا وعدہ کرنے یعنی ڈرانے اور دھمکانے
کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔۔ وَلَا
تَقْعُدُوْا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (اور مت
بیٹھو ہر راستہ پر اس طرح کہ دھمکاتے ہو)۔
اسی سے وَعِیْد دھمکی کے معنی میں آتا ہے۔
رَبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ (اے
میرے رب اگر تو مجھے دکھانے لگے وہ جس کا
ان سے وعدہ ہوا ہے) میں یُوْعَدُوْنَ "وعدہ"
اور "ایعاد" دونوں کا ہو سکتا ہے (مفردات ملخصًا)

یُوْعَظُ:۔ نصیحت کی جاتی ہے۔ وَعْظٌ سے مضارع
مجہول واحد مذکر غائب۔ (دیکھو موعظہ)

یُوْعَظُوْنَ:۔ ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔
وَعْظٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُوْعُوْنَ:۔ وہ حفاظت کرتے ہیں۔ وہ دل میں
رکھتے ہیں۔ اِیْعَاء سے مضارع جمع مذکر غائب

یُوَفَّ:۔ پورا پورا دیدیا جائے گا۔ تَوْفِیَۃٌ سے
مضارع مجہول واحد مذکر غائب مجزوم۔ دیکھو تُوَفَّیْتُ

یُوَفّٰی:۔ وہ پورا پورا دیدیا جائے گا۔ تَوْفِیَۃٌ سے
مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُوْفِضُوْنَ:۔ وہ دوڑتے ہیں۔ اِیْفَاضٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یُوَفِّقُ:۔ وہ توفیق دے گا۔ تَوْفِیْق سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یُؤْفَکُ:۔ وہ پھیرا جاتا ہے۔ اَفْکٌ سے مضارع
مجہول واحد مذکر غائب۔

یُؤْفَکُوْنَ:۔ وہ پھیرے جاتے ہیں۔ اَفْکٌ
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
اَفْکٌ کے معنی ہیں "کسی چیز کو صحیح رخ سے
پھیرنا"۔ اِفْکٌ "صحیح رخ سے پھری ہوئی چیز"
فرمایا گیا۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ
(اللہ انہیں غارت کرے وہ کہاں پھیرے جاتے
ہیں) یعنی ان کی قسمت ایسی الٹی ہے کہ وہ عقائد
میں حق سے باطل کی طرف گفتگو میں راست بازی
سے دروغ گوئی کی طرف اور عمل میں نکوکاری
سے بدکرداری کی طرف پھیرے جا رہے ہیں۔
(مفردات)

یُوْفُوْا:۔ وہ پورا کریں۔ اِیْفَاء سے مضارع جمع
مذکر غائب۔ مجزوم بلام امر۔

یُوْفُوْنَ:۔ وہ پورا کرتے ہیں۔ اِیْفَاء سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یُوَفَّوْنَ :- ان کو پورا پورا دیا جائے گا۔ تَوْفِیَۃ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب (دیکھو تَوَفّی)

یُوَفِّیْ :- وہ پورا پورا اجر دے، پورا پورا اجر دیگا۔ تَوْفِیَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لَیُوَفِّیَنَّ :- وہ ضرور پورا پورا دے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نونِ ثقیلہ

یُوْقَ :- بچایا جائے۔ محفوظ رکھا جائے وِقَایَۃ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب مجزوم۔

وِقَایَۃ کسی مضرت رساں چیز سے کسی کو بچانے کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن کریم میں انصار مدینہ کے ایثار و کرم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (بڑے بامراد ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق سے جی کے لالچ سے محفوظ رکھا)۔ یہ اس لئے کہ لالچی اور بخیل صرف یہی کہ دوسروں کے کام نہیں آتا بلکہ مال و جاہ کی خاطر [illegible] اپنی عاقبت بھی خراب کر لیتا ہے۔ [illegible]

[illegible]

اِیْقَاد سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو مُوْقَدَۃ)

یُوْقِعُ :- وہ ڈالے۔ واقع کرے۔ اِیْقَاع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُوْقِنُوْنَ :- وہ یقین رکھتے ہیں۔ اِیْقَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو یقین)

یُوَلِّ :- وہ موڑے گا۔ پھیرے گا (پیٹھ کو) تَوْلِیَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یُوْلِجُ :- داخل کرتا ہے۔ پیدا کرتا ہے۔ اِیْلَاج سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت میں یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ رات کے ایک حصہ کو دن میں داخل کر دیتا ہے [illegible]

کا دیو سیاہ مسلط تھا پھر روشنی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ص ۳۱/۴)

(لم) یُوْلَدْ :۔ وہ نہیں جنا گیا۔ وِلَادَۃٌ سے نفی حجد مجہول واحد مذکر غائب۔

یُؤَلِّفُ :۔ ملاتا ہے۔ تَالِیف سے مضارع واحد مذکر غائب۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَہٗ ثُمَّ یَجْعَلُہٗ رُکَامًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالٰی ہانک لاتا ہے بادلوں کو، پھر ان کو ملا دیتا ہے پھر ان کو تہ بہ کر دیتا ہے۔ پس تم دیکھتے ہو کہ مینھ اسکے بیچ میں سے برس رہا ہے) علامہ رشید رضا نے لکھا ہے کہ جدید علماء سائنس کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ فضاء کی حرارت سمندر اور دریاؤں کے پانی کو بخارات میں تبدیل کر دیتی ہے۔ پھر ہوائیں ان بخارات کو جوّ میں اُڑا لیجاتی ہیں۔ یہاں یہ بخارات پہلے فضا کے ٹھنڈے ذرات پر بلبلوں کی صورت میں جم کر بادل بنجاتے ہیں پھر یہ بلبلے باہم ملکر پانی کے قطرے بنجاتے ہیں۔ پانی چونکہ ہوا سے بھاری ہوتا ہی اسلئے وہ قانون جاذبیت کے مطابق زمین کا رُخ کرتا ہے۔ اس طرح بادلوں میں سے مینھ کی دھاریں زمین پر برسنے لگتی ہیں۔ (تفسیر المنار ص ۴۸۸/۴) فلاسفہ قدیم کی بھی تقریبًا یہی رائے ہے۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے:۔ فلاسفہ کے ہاں مشہور یہ ہے کہ بخارات جب اوپر چڑھتے ہیں اور انھیں حرارت تحلیل نہیں کر دیتی اور جوّ کے طبقۂ باردہ میں پہنچتے ہیں جہاں زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے تو یہ سمٹ کر بادل بن جاتے ہیں اگر ٹھنڈ زیادہ سخت نہیں ہوتی تو مینھ بن کر برس پڑتے ہیں اور اگر زیادہ سخت ہوتی ہے تو اجزاء بخاریہ کے مجتمع ہونے سے پہلے اس کا اثر ہونے کی صورت میں برف بنکر، اور مجتمع ہونے کے بعد، اثر ہونے کی صورت میں اولے بن کر برسنے لگتے ہیں۔ (بیضاوی ص ۸۵/۱) بہرحال سمندر، ہوا، بادل جیسی کائنات کی عظیم قوتوں کو جس طرح وہ اپنے اشاروں پر چلاتا ہے اور انھیں انسانوں اور حیوانوں کی زندگی کو قائم رکھنے کا وسیلہ بناتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ، رحمتِ کاملہ اور ربوبیتِ عامہ کی کھلی نشانیاں ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

یُوَلُّوْا :۔ موڑیں گے (پشت کو) تَوْلِیَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم

یُوَلُّوْنَ :۔ وہ پیٹھ پھیریں گے تَوْلِیَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُؤْلُوْنَ :۔ ایلاء کرتے ہیں۔ اِیْلَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔ اِیْلَاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ اصطلاحِ شرعی میں اِیْلَاء غیر معین مدت کے لئے

یا کم از کم چار ماہ کی مدت تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانے کو کہتے ہیں۔ اِیلاء کرنیوالا اگر چار ماہ گذرنے سے پیشتر اپنی قسم توڑ دے اور بیوی کے پاس جائے تو بیوی اس کے لئے حلال ہے۔ البتہ قسم کا کفّارہ واجب ہوگا۔ اور اگر چار ماہ گذر گئے تو احناف کے نزدیک عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اور اب رجوع درست نہ ہوگا۔ (تفصیل کے لئے کتبِ فقہ ملاحظہ ہوں)۔

لَیُوَلُّنَّ :۔ وہ ضرور ضرور پیٹھ موڑیں گے (یعنی ہزیمت کھائیں گے) تَولِیۃ سے مضارع جمع مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَوْمٌ :۔ دن۔ وقت۔ جمع اَیَّامٌ۔ انسانوں نے اپنے مشاغل کے تعین کے لئے اوقات کی جو تقسیم کی ہے اس میں یوم (دن) طلوع آفتاب و غروب آفتاب کی درمیانی مدت کا نام تجویز کیا ہے۔ یہ مدت زمان و مکان کے اعتبار سے مختلف ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ قطب شمالی میں جو اسی دنیا کا جس میں ہم رہتے سہتے ہیں ایک حصہ ہی چھ مہینے کا دن ہوتا ہے اور چھ مہینے کی رات۔

جب دنیا کے مختلف حصوں میں ہی ان کی مدت اس قدر مختلف ہے تو نظام شمسی سے ماوراء کے دن کو تو ہم دنیا کے دن پر قیاس ہی نہیں کر سکتے۔ خداوند جل و علیٰ جس کے اشاروں پر یہ کرۂ ارض اور تمام اجرام سماویہ، رقص کناں ہیں۔ اس کی بارگاہ میں اوقات کی تعیین کی صورت کیلئے ہے اس کا صحیح تصور ہمارے لئے ممکن ہی نہیں تاہم ہمارے سمجھانے کے لئے فرمایا گیا ہے:۔

وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ (اور اپنے رب کے یہاں کا ایک دن ایسا سمجھ جیسے تمہارے حساب کی ہزار سال) الاستاذ العلامہ انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں:۔

ان معناہ ما یُعَدُّ عند ربک یومًا؟ ینبسط بعینہ فی تلک المدارء علی الف سنۃ فان البساطۃ تناسب الحضرۃ الالٰھیہ فیکون عندہ یوم وعندنا الف سنۃ

(اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے رب کے ہاں وقت کے جس حصہ کو ایکدن قرار دیا جاتا ہے وہ اس دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر پھیلاؤ رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کا پھیلاؤ بارگاہِ خداوندی کی وسعتوں کے مطابق ہی ہے۔ لہذا وہاں کا ایک دن اور ہمارا ایک سال ہوگا۔ (فیض الباری ج۲ ص۳۰۲)

دوسری جگہ قیامت کے دن کے متعلق فرمایا گیا ہے فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ (اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی)، ممکن ہے مراد یہ ہو کہ یہ دن اپنی ہولناکی

کے سبب کافروں کے لئے پچاس گنا ہو جائیگا۔ جیساکہ مومنوں کے لئے بیحد مختصر ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے "خدا کی قسم ایماندار آدمی کو وہ دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنا ایک فرض نماز ادا کرنے کا وقت۔" تخلیق کائنات کے سلسلہ میں جو فرمایا گیا ہے:- وَاِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (اور تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا) تو یہاں بھی بارگاہ خداوندی کو دن مراد ہیں جن میں سے ہر دن تخلیق کائنات کا ایک دور تھا۔ یَوم کی جمع اَیَّام آتی ہے۔ اور اَیَّامُ اللّٰہ سے مراد وہ دن ہیں جن کو اللہ تعالٰی کی رحمتوں اور نعمتوں کے نزول کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ فرمایا گیا وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ (اور ان کو ایام اللہ کی یاد دہانی کرو) یہاں اضافت تشریفی ہے۔

یَوْمُ التَّلَاقِ:- ملاقات کا دن یعنی روزِ قیامت کہ اس دن بندے اپنے خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے۔

یَوْمُ الْفَصْلِ:- فیصلہ کا دن یعنی روزِ قیامت کہ اس دن احکم الحاکمین کے دربار میں بندوں کے معاملات کا فیصلہ ہوگا۔

یَوْمَئِذٍ:- اُس روز۔ اُس دن۔ یوم اور اذ سے مرکب۔

یُؤْمَرُوْنَ:- ان کو حکم کیا جاتا ہے۔ اَمْر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُؤْمِنَّ:- وہ عورتیں ایمان لاتی ہیں یا ایمان لائیں۔ اِیْمَان سے مضارع جمع مؤنث غائب (دیکھو اِیمان)

یُؤْمِنُ:- وہ ایمان لاتا ہے۔ اِیْمَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یُؤْمِنْ:- وہ ایمان نہیں لایا۔ ایمان سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

(لَنْ) یُؤْمِنَ:- وہ ہرگز ایمان نہ لائے گا۔ ایمان سے مضارع منفی بہ لن واحد مذکر غائب۔

(لِ) یُؤْمِنْ:- اسے ایمان لانا چاہئے۔ اِیْمَان سے امر واحد مذکر غائب۔

(لَ) یُؤْمِنَنَّ:- وہ ضرور ایمان لائے گا۔ اِیْمَان سے مضارع مؤکد واحد مذکر غائب۔

(لَ) یُؤْمِنُنَّ:- وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ اِیْمَان سے مضارع مؤکد جمع مذکر غائب۔

یُؤْمِنُوْا:- وہ ایمان لائیں گے۔ وہ ایمان لائیں۔ اِیْمَان سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

(لَمْ) یُؤْمِنُوْا:- وہ ایمان نہیں لائے۔ اِیْمَان سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُوقِنُوْنَ :- وہ ایمان لاتے اور یقین رکھتے ہیں۔
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَوْمَیْنِ :- دو دن۔ یوم کا تثنیہ بحالت جری
(دیکھو یوم)

یُوْنُسُ :- حضرت یونس علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک جلیل القدر نبی ہیں جو باشندگان نینوا کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ نینوا عراق کا مشہور شہر تھا جو اپنے زمانہ میں تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ اور تمام تمدنی برائیوں میں آلودہ یونس علیہ السلام نے ان کو "دعوتِ حق" دی مگر وہ اتباع نہ لائے اور ان کی سرکشی بڑھتی چلی گئی۔ آخر حضرت یونس نے ان کے لئے عذاب کی بد دعا کی۔ اور غیظ و غضب میں حکم الٰہی کا انتظار کئے بغیر شہر سے روانہ ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی شہر پر آثارِ عذاب ظاہر ہوئے۔ اہلِ نینوا کو نبی کی بد دعا کے خالی نہ جانے کا یقین ہو گیا۔ انھوں نے سچے دل سے توبہ کی اور اللہ پر ایمان لائے۔ اور اس کی اطاعت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب جس کے ابھی آثار ہی ظاہر ہوئے تھے، ان سے اٹھا لیا۔ ادھر یونس علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہو کر سفر کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور انھوں نے گمان کیا کہ ان کا یہ اقدام صحیح تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سے کوئی باز پرس نہ ہو گی۔ وَذَا النُّوْنِ

اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (پ ۱۷) اور ذوالنون (یونس) کا معاملہ یاد کرو جب وہ غصہ کی حالت میں نکل گیا تھا۔ اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر کوئی داروگیر نہ کریں گے) مگر اس ذرا سی لغزش پر کہ انھوں نے حکم خداوندی کا انتظار کئے بغیر ایک فیصلہ کر لیا ان پر خدا کی طرف سے تنبیہ ہوئی اور وہ ایک کشتی میں ڈال دیے گئے۔ کشتی ابھی تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ وہ سمندر میں جھکولے کھانے لگی۔ اس زمانہ کے خیال کے مطابق کپتان نے اعلان کیا کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا سوار ہو گیا ہے اسے اپنے آپ کو بتا دینا چاہیے ورنہ سب مسافر غرق ہو جائیں گے۔ حضرت یونس کو اپنی لغزش پر تنبہ ہوا اور سوچا کہ ایسا غلام میں ہی ہو سکتا ہوں۔ اور اپنے آپ کو پیش کر دیا اور آپ کے اصرار پر اہلِ کشتی نے آپ کو سمندر میں ڈال دیا۔ سمندر میں ایک بڑی مچھلی آپ کو نگل گئی۔ مگر خدا کے حکم سے آپ اس کے پیٹ میں صحیح و سلامت رہے۔ آپ نے عجز و اخلاص کے ساتھ اپنے مولا سے دعا و استغفار کی۔ جب کافروں کی آواز سنی گئی تو نبی کی دعا کیوں نہ قبول ہوتی۔ مچھلی نے کنارہ پر آکر اگل دیا۔ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ

مِنَ الظَّالِمِیْنَ - فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ (۲۱/۸۷) (پھر اس نے پکارا اندھیروں میں کہ اے میرے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں - تو ہر طرح پاک ہے - درحقیقت میں نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا - پس ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور اسے غم سے نجات دی) کچھ دن تک وہ بے حد کمزوری کی وجہ سے سمندر کے کنارہ پڑے رہے جہاں اللہ تعالیٰ نے سایہ کے لئے ان پر ایک بیل دار درخت اُگا دیا اور غالباً اسی درخت سے ان کی غذا کا سامان بھی ہو گیا - فَنَبَذْنٰہُ بِالْعَرَاءِ وَھُوَ سَقِیْمٌ وَاَنْبَتْنَا عَلَیْہِ شَجَرَۃً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ - (پھر ہم نے اسے چٹیل میدان میں بیماری کی حالت میں ڈال دیا اور اس پر ایک بیلدار درخت اُگا دیا)۔

جب صحت بحال ہوئی تو دوبارہ اپنی قوم کی طرف گئے - وہ لوگ ان کے منتظر تھے - تجدید ایمان کر کے ان کے تابع فرمان ہوئے اور بقیہ عمر طاعت خداوندی میں بسر کی - وَاَرْسَلْنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰھُمْ اِلٰی حِیْنٍ (ہم نے اسے ایک لاکھ سے زائد کی آبادی کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا - آخر کار وہ ایمان سے مشرف ہوئے اور ہم نے ان کو ایک وقت مقررہ تک سر و سامان زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا (۳۷/۱۴۷)

ہماری یہ تفصیل سلف کی تفسیر کے مطابق بھی ہے اور ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک و صاف بھی - اس تفصیل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ لَنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ میں قَدَرَ کے معنی تنگی میں ڈالنے کے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰہُ اللّٰہُ میں یہی معنی مراد ہیں - یہ معنی نہیں کہ یونس (علیہ السلام) نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پکڑ نہ سکیں گے کہ یہ گمان تو کوئی مومن بھی نہیں کر سکتا (اگرچہ دوسرے قول کے قائلین نے اپنے بیان کردہ معنی کی تاویل کی ہے مگر وہ تاویل بعید ہے)۔

حافظ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس اور مجاہد کی طرف اسی قول اول کو منسوب کیا ہے (تفسیر ابن کثیر ص ۱۹۲ ج ۱)

نیز یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس معاملہ میں حضرت یونس (علیہ السلام) کی لغزش صرف یہ تھی کہ انھوں نے قوم کی سرکشی اور نافرمانی پر ناراض ہو کر بغیر حکم الٰہی کے انتظار کے ان کو چھوڑ کر نکل جانے کا فیصلہ کر لیا - ان کو یقین تھا کہ ان کی بددعا کے بعد انکی قوم پر عذاب خداوندی نازل ہو کر رہے گا۔

یہ غلطی حضرت یونس کی اجتہادی غلطی تھی جو عام امت کے لئے معاف بلکہ موجب اجر ہے مگر۔

"جنکے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے"

انبیاء کرام کی اس قسم کی غلطیاں بھی گرفت میں آتی ہیں اور ان کو بعض اوقات سخت الفاظ

میں تنبیہ کی جاتی ہے مگر اس تنبیہ سے انکی تنقیص نہیں بلکہ ان کی جلالتِ شان اور عظمتِ مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ تقرب آلہی کے اس مرتبۂ عالی پر فائض ہیں۔ جہاں ادنیٰ تغافل بھی ناقابلِ برداشت ہے۔

یُھَاجِرْ :- وہ ہجرت کرے۔ وطن چھوڑے مُھَاجَرَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم (دیکھو ھَاجَرَ)

یُھَاجِرُوْا :- وہ ہجرت کریں۔ مُھَاجَرَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ (دیکھو ھَاجَرَ)

یَھَبُ :- وہ بخشتا ہے۔ وَھْب اور ھِبَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَھْبِطُ :- وہ گرتا ہے۔ ھُبُوط سے مضارع واحد مذکر غائب۔

سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل کی شقاوتِ قلبی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ان کے قلوب پتھر کی مانند بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے کیونکہ پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹتی ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور انمیں سے پانی رستا ہے۔ اور اِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہ اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نیچے لڑھک آتے ہیں۔ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ پتھروں میں اثر پذیری اور انفعال کا مادہ ہے کہ ان میں سے پانی بھی رستا ہے اور نہریں بھی پھوٹتی ہیں اور ارادۂ خداوندی کی تعمیل میں اوپر سے نیچے بھی گر پڑتے ہیں۔ مگر یہود کے دل اطاعت و فرماں پذیری کے جذبے سے بالکل خالی ہو گئے ہیں۔ گویا خشیۃ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے امر (تکوینی) کی تعمیل مراد ہے۔ اور ہبوط سے ہبوط تسخیری۔ صاحبِ کشاف لکھتے ہیں کہ خشیۃ مجاز ہے انقیاد لامر اللہ سے اور اس بات سے کہ وہ ارادۂ خداوندی کے تابع ہیں۔ برخلاف یہود کے کہ ان کے دل فرماں پذیری اور تعمیل حکم کے لئے آمادہ نہیں ہوتے (کشاف ص $\frac{1}{62}$)

شیخ آلوسی (صاحبِ روح المعانی نے لکھا ہے کہ "صوفیۂ قدس اللہ اسرارہم نے کائنات کی ہر شے کو زندہ، صاحبِ ادراک، بات کو سمجھنے والا اور حیوان کی طرح لذّت والم سے متاثر ہونے والا قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک پتھر میں بھی حیوان ہی کی زندگی ہے۔ البتہ اس میں شہوۃ نہیں ہوتی۔ وہ اس کی دلیل میں اپنے مشاہدات پیش کرتے ہیں اور اِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ الآیہ سے بھی استناد کرتے ہیں۔

علامہ رشید رضا نے اس پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے :-

جہانتک پتھروں کی زندگی کا تعلق ہے تو بعض جدید و قدیم فلاسفہ اور ماہرینِ طبیعیات

کیمیاء سے یہ منقول ہے۔ اور ان کے پاس اس کو ثابت کرنے کے لئے کچھ علمی و نظری دلائل بھی ہیں اس کی تشریح زندگی اور اس کے مظاہر (خواص غذی، نمو، تولد، موت وغیرہ کی تعریف پر موقوف ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جمادات خصوصاً چمکیلے جمادات میں ان میں سے کچھ خواص و مظاہر پائے جاتے ہیں۔ ہمارے استاذ علامہ عبدہ کا اعتقاد تھا کہ زندگی عالم کے چپہ چپہ میں بکھری ہوئی ہے

(تفسیر المنار ج ۱ ص ۳۴۴)

تاہم یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ جمادات کی زندگی میں انسانی زندگی کے مظاہر و خواص ارادہ و اختیار وغیرہ بھی پائے جاتے ہیں۔ بہر حال اگر جمادات میں زندگی اپنے ان مظاہر کے ساتھ موجود ہے تو ھُبُوط سے ہبوط اختیاری مراد ہوگا ورنہ تسخیری۔ مفسر جلیل حافظ ابنِ کثیر کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ "خشیۃ" سے اس کے حقیقی معنے "خوفِ خداوندی" اور ہبوط سے ہبوطِ اختیاری ہی مراد ہے۔ مگر یہ صفت پتھر میں مستقل طور پر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے پیدا فرما دیتا ہے۔ اس کے شواہد میں حافظ صاحب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ھذا جبل یُحِبُّنا و نُحِبُّہٗ (یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے) اور اِنّی لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَکَّۃَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ (میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھے سلام کرتا تھا) پیش کئے ہیں اس صورت میں آیۃ زیر بحث میں اللہ تعالیٰ کی سنّت غیر عادیہ کا بیان مقصود ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وما اُوتینا من العلم اِلّا قلیلا۔

(لم) یَھْتَدُوْا :- انھوں نے ہدایت نہ پائی اِھْتِدَاءٌ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

(لن) یَھْتَدُوْا :- وہ ہرگز ہدایت نہ پائیں گے اِھْتِدَاءٌ سے منفی مستقبل مؤکد جمع مذکر غائب۔

یَھْتَدُوْنَ :- وہ راہ پاتے ہیں۔ ہدایت پاتے ہیں۔ وہ ہدایت پائیں۔ اِھْتِدَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَھْتَدِیْ :- وہ ہدایت پاتا اِھْتِدَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب

یَھْجَعُوْنَ :- وہ سوتے ہیں۔ ھُجُوْعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ ھُجُوْعٌ کے معنی رات کو سونے کے ہیں

یَھْدِ :- ہدایت کرے۔ راہ بتائے۔ ھِدَایَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔ (دیکھو ھِدَایَۃ)

(لم) یَھْدِ :- اس نے راہ نہیں دکھائی۔ ظاہر نہیں ہوا۔ ھِدَایَۃ سے نفی جحد واحد مذکر غائب

یُھْدٰی :- اس کو راہ بتائی جاتی ہے ھِدَایَۃ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَھْدِیْ :- وہ ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت کرے گا۔ توفیق دیتا ہے۔ راہ بتاتا ہے۔ راہ بتائے۔ چلاتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

یَھْدُوْنَ :- وہ راہ بتاتے ہیں۔ راہ بتائیں گے۔ ھِدَایَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَھِدِّیْ :- وہ ٹھیک راستہ پاتا ہے۔ اِھْتِدَاء سے مضارع واحد مذکر غائب (اصل میں یَھْتَدِیْ تھا۔ تاء کو دال سے بدل کر ادغام کر دیا اور ہا کو کسرہ دے دیا)۔

یُھْرَعُوْنَ :- وہ دوڑائے جاتے ہیں۔ اِھْرَاع سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

المصباح المنیر [illegible]

یُھْزَمُ : شکست دی جائے گی۔ ھَزْمٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَھْلِکُ :- وہ مرے۔ وہ تباہ ہو جائے۔ ھَلَاک سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُھْلِکُ :- وہ ہلاک کرے۔ وہ مارتا ہے۔ وہ مارے۔ وہ تباہ کرتا ہے۔ وہ تباہ کرے۔ اِھْلَاک سے مضارع واحد مذکر غائب۔ ھَلَاک لازم اور اِھْلَاک متعدی۔ امام راغب اصفہانی [illegible]

کوئی رسول)، (۴) کسی چیز کا بالکل ملیامیٹ ہوجانا کہ اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے جسے فنا کہتے ہیں مثلاً كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (ہر چیز نیست ہوجانے والی ہے۔ بجز باری عز اسمہٗ کے)، (۵) نیز عذاب، خوف اور فقر کے معنے میں بھی هَلَاك کا استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا (اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کردیا) اور أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ (کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے بدکاروں کے کرتوتوں کی وجہ سے) وغیرہ آیات میں یہ معنی بھی مراد لئے جاسکتے ہیں (مفردات امام راغبؒ ملخصاً)

يُهْلَكُ:۔ وہ تباہ کیا جاتا ہے۔ وہ ہلاک کیا جائیگا اِهْلَاك سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُهْلِكُونَ:۔ وہ ہلاک کرتے ہیں۔ اِهْلَاك سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُهِنْ:۔ ذلیل کردے۔ اِهَانَة سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يَهُودُ:۔ یہودی لوگ۔ ایک گروہ جو خود کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہے۔ واحد يَهُودِيٌّ يَهُود اگر عربی ہے تو یہ هَوَادَة سے ہے جس کے معنی "محبت" کے ہیں یا تَهَوُّد سے جسکے معنی "توبہ" کے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اپنے گروہ میں ایکدوسرے سے محبت کرتے ہیں اور غیر یہود سے نفرت یا چونکہ انھوں نے گوسالہ پرستی سے توبہ کی اس لئے یہودی کہلائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ تَهَوُّد بمعنی تحرک سے ہے۔ چونکہ یہ لوگ ہل ہل کر تورات پڑھتے ہیں اس لئے اس نام سے موسوم ہوئے۔ اگر یہ لفظ عبرانی ہے تو یہ یهوذا سے معرب ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے کا نام تھا۔ گویا اپنے اجداد میں سے ایک کے نام سے مشہور ہوئے۔ (ابنِ کثیر ص ۱/۱۰۲)

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مدینہ میں مشرک قبائل اوس وخزرج کے علاوہ یہودی خاندان بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع بھی آباد تھے۔ یہودی مدینہ کے اردگرد کھیتوں اور باغات کے مالک تھے تجارت پر بھی ان کا قبضہ تھا۔ چنانچہ مدینہ کا بازار قینقاع بالکل انہی کا تھا۔ اپنی قومی سیرت کے مطابق سودی کاروبار بھی زور شور سے جاری تھا۔ تعلیم کا سلسلہ بھی تھا اور متعدد مدارس قومی تعلیم کے لئے جاری تھے۔ اوس وخزرج ان کے مقابلہ میں ترقی یافتہ نہ تھے ان کی مالی وعلمی حیثیت کمزور تھی اس لئے یہ یہودیوں سے دبے ہوئے رہتے تھے۔ (دیکھو یَثْرِب)

رسولِ اکرم صلعم کی تشریف آوری پر اوس وخزرج

کے اکثر افراد نے تو دعوتِ حق کو قبول کیا۔ اور اپنی بے نظیر دینی خدمات کی بناء پر انصار کے لقب سے ملقب ہوئے۔ مگر یہودیوں کی اکثریت نے اپنی نسلی برتری کے غرور، اپنی دولت کے زعم اور اپنے اہل کتاب ہونے کے فخر کی بناء پر پیغامِ اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تاہم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھایا اور ان سے ایک دوستانہ معاہدہ کر لیا۔ مگر یہود اپنی فطرت سے مجبور تھے۔ پہلے پس پردہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کا جال بچھاتے رہے اور آخر کار کھل کر میدان میں آ گئے۔ قبائلِ عرب کو مسلمانوں پر چڑھا کر لائے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر کی چٹان گرا کر شہید کرنا چاہا۔ آپ کے کھانے میں زہر ملا کر اور آپ پر سحر کر کے آپ کی جان لینے کی کوشش کی۔ الغرض اپنے کرتوتوں میں قریشِ مکہ سے آگے بڑھ گئے۔ آخر کار رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ھ میں بنو قینقاع کو ۴ھ میں بنو نضیر کو اور ۵ھ میں بنو قریظہ کو مدینہ منورہ اور اس کی ملحقہ بستیوں سے جلا وطن کر دیا۔ اور مرکزِ اسلام اسلام کے سخت ترین دشمنوں سے پاک ہو گیا۔ یہ تاریخ اسلام کی ایک تعجب خیز مگر ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جس وقت یہود اس پست کرداری کا ثبوت دے رہے تھے نصاریٰ کا طرزِ عمل نسبتہً رواداری کا تھا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اطراف واکناف کے بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے تو شہنشاہِ روم ہرقل قبولِ اسلام کے لئے آمادہ ہو گیا۔ شاہِ مصر مقوقس نے حضور کی خدمت میں ہدایا بھیج کر اپنی نیازمندی کا ثبوت دیا، شاہِ عمان جیفر بن جلندی نے اسلام قبول کیا۔ اور شاہِ حبش نجاشی تو نہ صرف مشرف باسلام ہوئے بلکہ بے یار و مددگار مہاجرینِ حبش کی وہ نصرت و حمایت کی جو تاریخ اسلام میں یادگار رہے گی۔ سورۂ مائدہ میں اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَہُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَہُمْ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی۔ ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْہُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُہْبَانًا وَّاَنَّہُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ

(اور تم پاؤ گے سب سے زیادہ سخت مسلمانوں کی دشمنی میں یہود اور مشرکین کو اور تم پاؤ گے سب سے زیادہ قریب مسلمانوں کی محبت میں ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں علماء و درویش ہیں اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتی)

علمائے اسلام نے اس پر بحث کی ہے کہ اس آیۃ

میں مسلمانوں اور یہود و مشرکین و نصاریٰ کے تعلقات کی جو نوعیت بیان کی گئی ہے وہ صرف عہدِ نبوی سے مخصوص ہے یا ہر زمانہ کے لئے عام ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ صرف عہدِ نبوت کے نصاریٰ و یہود سے متعلق ہے اور اس آیۃ کے مخاطب صرف جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صاحب روح البیان نے اس رائے کو امام بغویؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر بعض دوسرے فضلاء کی رائے ہے کہ مسلمانوں سے تعلقات کے سلسلہ میں یہود و مشرکین اور نصاریٰ کے طرزِ عمل کا یہ فرق ہر زمانہ کے لئے عام ہے۔ اور اس آیۃ کے مخاطب حضور کے واسطے سے تمام مسلمان ہیں۔ حافظ ابنِ کثیرؒ کا رجحان اسی طرف ہے۔ اس رائے کے مؤیدین کی رائے میں اس فرق کی بنیاد وہ مخصوص ذہنی کیفیت ہے جو ہر قوم کی مذہبی روایات، قومی رسوم اور جماعتی تہذیب کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ یہودی قوم اپنی قومی تاریخ کے ہر دور میں تعصبِ نسلی، حمیّتِ جاہلی، خود پسندی، جاہ طلبی، زر اندوزی، دعوتِ حق سے اعراض، حیاتِ مادّی میں انہماک میں ضرب المثل رہی ہے۔ مشرکین عرب جو آخرت کی زندگی اور جزا و سزا پر اعتقاد نہ رکھتے تھے اخلاقی اعتبار سے ان سے کہیں بلند تھے۔ اسلام کے عہدِ اول میں بدر و حنین کی میدانوں میں جنھوں نے اسلام کے خلاف تلوار علم کی وہ بھی مشرکین ہی تھے۔ لیکن جنھوں نے ان تلواروں کو اپنے سینوں پر روکا وہ بھی ان ہی کی صفوں سے نکلے ہوئے تھے۔ مگر یہودی قوم میں سے بجز چند سعید روحوں کے، باوجودیکہ صداقت کو وہ اپنی اولاد کی طرح پہچانتے تھے، کسی نے قبول نہیں کیا اور پوری قوم نے من حیث القوم اسے رد کر دیا۔ قرآن کریم کی ترتیبِ ذکر اس کی شاہد ہے۔ نصاریٰ کا ملی ذہن ان دونوں سے نکھرا ہوا ہے۔ زہد، ترکِ دنیا، تواضع، انکسار، ان کی بنیادی مذہبی تعلیمات میں شامل ہیں۔ مسیحی اخلاقیات کا مشہور درس ہے۔ کہ "دشمنوں سے بھی محبت کرو"۔ باوجود تحریف کے آج بھی اس قسم کی تعلیمات ان کی دینی کتابوں میں موجود ہیں۔ عہدِ نبوی میں زیادہ اور ہر زمانہ میں کسی نہ کسی تعداد میں مسیحی علماء و راہبین کی کی ایک جماعت موجود رہی ہے جو علمی و عملی طور پر ان تعلیمات کی اپنی قوم میں اشاعت کرتی رہی ہے۔ چنانچہ آج بھی (دلی بن کو چھوڑ کر) یورپ اور ایشیا میں جو لوگ مسیحی تعلیمات سے متأثر ہیں جب ان تک اسلام کا پیغام باسالیب حکمت و موعظت پہنچتا ہے تو وہ اسے قبول کرنے میں انکار و استکبار سے کام نہیں لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحیت سے اسلام میں داخل ہونے والوں کے نام اکثر

سننے میں آتے رہتے ہیں۔ مگر یہودیوں کو اسلام
قبول کرتے ہوئے نہیں سنا جاتا۔ شاذ و نادر اگر
کوئی مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہوتا ہے تو وہ
مارِ آستین ہی ثابت ہوتا ہے۔

علامہ رشید رضا مصریؒ نے اس فرق کی
ایک اور وجہ بھی لکھی ہے وہ یہ کہ در اصل نصرانیت
یہودیت کی اصلاحی صورت تھی اور اسلام نصرانیت
کی اصلاحی صورت۔ جنہوں نے پہلی اصلاح کو قبول
کر لیا انھیں دوسری اصلاح کو قبول کرنے میں
بھی تامل نہ ہوا۔ اور جنھوں نے پہلی اصلاح ہی کو
رد کر دیا اور نہ صرف رد کر دیا۔ بلکہ مصلحین کرام
کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا۔ وہ دوسری
اصلاح کو کیا قبول کرتے (تفسیر المنار ص [illegible])۔

یہود کی ان حرکتوں کے سزا ان کو یہ دی گئی
کہ ذلت کی ان پر مار پڑی، عزت و سربلندی
کی زندگی سے وہ محروم کر دیئے گئے اور اپنے بل بوتے
پر وہ دنیا کی آزاد قوموں کی صف میں کوئی جگہ
حاصل نہ کر سکے۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا
إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ
وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الْمَسْكَنَةُ (آل عمران ۱۰۸)

حبل اصل میں رسی کو کہتے ہیں اور بطور استعارہ
ذریعہ، سبب اور عہد و پناہ کے معنی میں آتا ہے
(مفردات) یہاں حبل من اللّٰہ سے "اللّٰہ کا عہد"
اور حبلٌ من الناس سے "انسانوں کا عہد" مراد ہے
جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ اور
تابعین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے (تفسیر ابن کثیر ص۳۹۶ ج۱)

ذِلَّة شیخ محمد عبدہٗ کی تصریح کے مطابق بےچارگی
کی وہ حالت ہے جو اس شخص کو لاحق ہوتی ہے۔
جس کا حق کسی نے زبردستی چھین لیا ہو اور مَسْكَنَة
ہیچ میرزی کی وہ کیفیت جو اس شخص کو لاحق ہوتی
ہے جو اپنے آپ کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے خود کو کسی حق
کا مستحق ہی نہ سمجھتا ہو۔ (تفسیر المنار ص [illegible])

حافظ ابن کثیرؒ اس آیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

ای الزمھم اللّٰہ الذلة والصغار
اینما کانوا فلا یأمنون (الا بحبل من اللّٰہ)
ای بذمة من اللّٰہ وھو عقد الذمة
لھم وضرب الجزیة علیھم والزامھم
احکام الملة (وحبل من الناس) ای امان
منھم لھم کما فی المھادن والمعاھد
والاسیر اذا امنه واحد من المسلمین

یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے یہود پر وہ جہاں کہیں
ہوں ذلت اور پستی لازم کر دی ہے۔ لہٰذا انھیں
کہیں امن حاصل نہ ہوگا بجز دو ذریعوں کے۔ ایک
یہ کہ اللّٰہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے یعنی وہ ذمی بن جائیں

میں مسلمانوں اور یہود و مشرکین و نصاریٰ کے تعلقات
کی جو نوعیت بیان کی گئی ہے وہ صرف عہدِ نبوی
سے مخصوص ہے یا ہر زمانہ کے لئے عام ہے۔ بعض
علماء کی رائے ہے کہ یہ صرف عہدِ نبوت کے نصاریٰ
و یہود سے متعلق ہے اور اس آیۃ کے مخاطب
صرف جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صاحب
روح البیان نے اس رائے کو امام بغویؒ کی طرف
منسوب کیا ہے۔ مگر بعض دوسرے فضلاء کی رائے
ہے کہ مسلمانوں سے تعلقات کے سلسلہ میں یہود و
مشرکین اور نصاریٰ کے طرزِ عمل کا یہ فرق ہر
زمانہ کے لئے عام ہے۔ اور اس آیۃ کے مخاطب
حضور کے واسطے سے تمام مسلمان ہیں۔ حافظ ابنِ
کثیرؒ کا رجحان اسی طرف ہے۔ اس رائے کے
مؤیدین کی رائے میں اس فرق کی بنیاد وہ مخصوص
ذہنی کیفیت ہے جو ہر قوم کی مذہبی روایات،
قومی رسوم اور جماعتی تہذیب کا لازمی نتیجہ
ہوتا ہے۔ یہودی قوم اپنی قومی تاریخ کے ہر دور
میں تعصبِ نسلی، حمیتِ جاہلی، خود پسندی، جاہ
طلبی، زر اندوزی، دعوتِ حق سے اعراض، حیاتِ
مادی میں انہماک میں ضرب المثل رہی ہے۔ مشرکین
عرب جو آخرت کی زندگی اور جزا و سزا پر
اعتقاد نہ رکھتے تھے اخلاقی اعتبار سے ان سے کہیں
بلند تھے۔ اسلام کے عہدِ اول میں بدر و حنین کی
میدانوں میں جنھوں نے اسلام کے خلاف تلوار علم
کی وہ بھی مشرکین ہی تھے۔ لیکن جنھوں نے ان
تلواروں کو اپنے سینوں پر روکا وہ بھی انہی کی
صفوں سے نکلے ہوئے تھے۔ مگر یہودی قوم میں سے
بجز چند سعید روحوں کے، باوجودیکہ صداقت کو
وہ اپنی اولاد کی طرح پہچانتے تھے، کسی نے قبول
نہیں کیا اور پوری قوم نے من حیث قوم اسے
رد کر دیا۔ قرآن کریم کی ترتیبِ ذکر اس کی شاہد
ہے۔ نصاریٰ کا ملی ذہن ان دونوں سے مختلف رہا
ہے۔ زہد، ترکِ دنیا، تواضع، انکسار، ان کی
بنیادی مذہبی تعلیمات میں شامل ہیں۔ مسیحی اخلاقیات
کا مشہور درس ہے۔ کہ "دشمنوں سے بھی محبت کرو"۔
باوجود تحریف کے آج بھی اس قسم کی تعلیمات انکی
دینی کتابوں میں موجود ہیں۔ عہدِ نبوی میں زیادہ
اور ہر زمانہ میں کسی نہ کسی تعداد میں مسیحی علماء و راہبین کی
کی ایک جماعت موجود رہی ہے جو علمی و عملی طور پر
ان تعلیمات کی اپنی قوم میں اشاعت کرتی رہی
ہے۔ چنانچہ آج بھی (ملحدین کو چھوڑ کر) یورپ
اور ایشیا میں جو لوگ مسیحی تعلیمات سے متأثر ہیں
جب ان تک اسلام کا پیغام باسالیبِ حکمت
و موعظت پہنچتا ہے تو وہ اسے قبول کرنے میں انکار
و استکبار سے کام نہیں لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحیت
سے اسلام میں داخل ہونے والوں کے نام اکثر

سننے میں آتے رہتے ہیں۔ مگر یہودیوں کو اسلام قبول کرتے ہوئے نہیں سنا جاتا۔ شاذ و نادر اگر کوئی مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہوتا ہے تو وہ مارِ آستین ہی ثابت ہوتا ہے۔

علامہ رشید رضا مصریؒ نے اس فرق کی ایک اور وجہ بھی لکھی ہے وہ یہ کہ دراصل نصرانیت یہودیت کی اصلاحی صورت تھی اور اسلام نصرانیت کی اصلاحی صورت۔ جنہوں نے پہلی اصلاح کو قبول کر لیا انھیں دوسری اصلاح کو قبول کرنے میں بھی تامل نہ ہوا۔ اور جنہوں نے پہلی اصلاح ہی کو رد کر دیا اور نہ صرف رد کر دیا۔ بلکہ مصلحین کرام کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا۔ وہ دوسری اصلاح کو کیا قبول کرتے (تفسیر المنار ص ۶/۴)۔

یہود کی ان حرکتوں کے سزا ان کو یہ دی گئی کہ ذلت کی ان پہ مار پڑی، عزت و سربلندی کی زندگی سے وہ محروم کر دیئے گئے اور اپنے بل بوتے پر وہ دنیا کی آزاد قوموں کی صف میں کوئی جگہ حاصل نہ کر سکے۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوٓا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ (آل عمران ۱۰۸)

حبل اصل میں رسی کو کہتے ہیں اور بطور استعارہ ذریعہ، سبب اور عہد و پناہ کے معنی میں آتا ہے (مفردات) یہاں حبلٌ من اللہ سے "اللہ کا عہد" اور حبلٌ من الناس سے "انسانوں کا عہد" مراد ہے جیسا کہ حافظ ابنِ کثیرؒ نے حضرت ابنِ عباسؓ اور تابعین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۹۶)

ذِلَّۃ شیخ محمد عبدہٗ کی تصریح کے مطابق بےچارگی کی وہ حالت ہے جو اس شخص کو لاحق ہوتی ہے۔ جس کا حق کسی نے زبردستی چھین لیا ہو اور مَسْکَنَۃ ہیچ میرزی کی وہ کیفیت جو اس شخص کو لاحق ہوتی ہے جو اپنے آپ کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے خود کو کسی حق کا مستحق ہی نہ سمجھتا ہو۔ (تفسیر المنار ص ۶۴/۴)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ای الزمھم اللہ الذلۃ والصغار اینما کانوا فلا یامنون الا بحبل من اللہ ای بذمۃ من اللہ وھو عقد الذمۃ لھم وضرب الجزیۃ علیھم والزامھم احکام الملۃ وحبل من الناس ای امان منھم لھم کما فی المھادن والمعاھد والاسیر اذا امنہ واحد من المسلمین

(یعنی اللہ تعالیٰ نے یہود پر وہ جہاں کہیں ہوں ذلت اور پستی لازم کر دی ہے۔ لہٰذا انھیں کہیں امن حاصل نہ ہوگا بجز دو ذریعوں کے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے یعنی وہ ذمی بن جائیں

ان پر جزیہ قائم ہو اور مسلمانوں کے احکام ان پر عائد کئے جائیں اور دوسرے یہ کہ انھیں انسانوں کی پناہ حاصل ہو جیسا کہ مصالح معاہد اور قیدی کو حاصل ہوتی ہے جب کہ کوئی مسلمان اسے امن دیدے) علامہ زمخشری اسی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

والمعنی ضربت علیھم الذلۃ فی عامۃ الاحوال إلا فی حال اعتصامھم بحبل اللہ وحبل الناس یعنی ذمۃ اللہ وذمۃ المسلمین ای لا عز لھم قط الا ھذہ الواحدۃ وھی التجاؤھم الی الذمۃ لما قبلوہ من الجزیۃ

(اور معنی یہ ہیں کہ ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے عام حالات میں بجز اس صورت کے کہ انھوں نے اللہ کی پناہ اور مسلمانوں کی پناہ حاصل کر رکھی ہو یعنی ان کے لئے عزت مفقود ہے بجز اس صورت کے کہ وہ جزیہ ادا کر کے ذمی بن جائیں) (تفسیر کشاف ۱ ص ۱۹۰)

حافظ ابن کثیر اور علامہ زمخشری دونوں ہی نے "حبل من الناس" سے "مسلمانوں کا عہد" مراد لیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس سے "انسانوں کا عہد" مراد لیا جائے جیسا کہ خود حافظ صاحب نے حضرت ابن عباس وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اسلئے بھی کہ الناس کا عموم اسی کا مقتضی ہے اور اس لئے بھی کہ حبل اللہ اور حبل المسلمین درحقیقت دو مختلف چیزیں نہیں۔ اندریں صورت آیۃ کا مفہوم یہ ہوگا کہ یہود پر ساری دنیا میں ذلت و پستی کی مار ماری گئی ہے۔ البتہ دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں (۱) کسی اسلامی حکومت میں ذمی بن کر رہیں (۲) یا کسی غیر اسلامی حکومت کے زیر سیادت زندگی بسر کریں۔ اس تفصیل کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کی اس آیۃ میں یہود کی حکومت کے مسئلہ سے صراحۃً کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ البتہ التزاماً ایسی حکومت کا انکار معلوم ہوتا ہے جو کسی حکومت بالادست کے ماتحت نہ ہو۔ لہذا "تل ابیب کی پہاڑی ریاست" جو امریکہ و برطانیہ کی سنگینوں کے سایہ میں خالص امریکی و برطانوی مصالح کی تکمیل کے لئے وجود میں آئی ہے۔ اس سے اس آیۃ کی صداقت پر کوئی غبار نہیں پڑتا۔ بلکہ ایک دوسری آیۃ کی حقانیت جگمگا اٹھتی ہے:-

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا (کیا ان یہودیوں کا کچھ حصہ ہے حکومت میں؟ اگر ایسا ہوا تو یہ تو نہ دیں گے لوگوں کو ذرہ برابر) آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ ذلیل گروہ چند میل زمین کے ٹکڑے پر قابض ہو کر کس طرح مسلمان عربوں کو وطن سے بے وطن کر رہا ہے اور عیسائیوں پر بھی تازہ ترین

اطلاعات کے مطابق، خدا کی زمین تنگ کر رکھی ہے

یَھُوْدِیّ :- یہودی مذہب والا - (یعنی موجود تحریف شدہ توریت کو صحیح سمجھنے اور اس پر ایمان رکھنے والا)

یُھَیِّئُ :- وہ تیار کرے گا - مہیا کرے گا تھیئۃ سے مضارع واحد مذکر غائب -

یَھِیْجُ :- وہ خشک ہوتا ہے - وہ زور پر آتا ہے - ھیجان سے مضارع واحد مذکر غائب -

ھَاجَ یَھِیْجُ ھِیَاجًا وھَیَجَانًا کے معنی زور پر آنے اور حرکت کرنے کے آتے ہیں سورہ حدید میں ہے - کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرَاہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا "دنیا کی بہار اس مینھ کی مانند ہے جس کا سبزہ کسانوں کو خوش کر دے - پھر وہ سبزہ زور پر آئے پھر (چند روز بعد) تو دیکھے کہ وہ زرد پڑ گیا پھر وہ چورا چورا ہو جائے" اس تشریح کی رو سے یھیج سے سبزہ کی لہلہاہٹ کا بیان مقصود ہو گا - لیکن صاحب کشاف نے ھاج یبس (خشک ہو جانے) کے معنی میں لیا ہے تو معنی یہ ہوں گے — "پھر وہ سبزہ سوکھ جائے پس تو دیکھے کہ وہ زرد پڑ گیا ہے" اور یہ سبزہ کی خستہ حالی کا ذکر ہو گا -

یَھِیْمُوْنَ :- وہ سرگرداں ہوتے ہیں - وہ حیران و پریشان پھرتے ہیں - ھیم سے مضارع جمع مذکر غائب

ھَامَ یَھِیْمُ ھَیْمًا کے معنی حیران سرگرداں پھرنے کے ہیں - شعراء کے متعلق سورہ شعراء میں فرمایا گیا ہے - اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ (کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں) یعنی شعراء اپنے کلام میں کسی حقیقت واقعی کا بیان نہیں کرتے بلکہ وہ تخیلات کی وادیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے رہتے ہیں - پھر ان کا قول محض حظِ نفس کے لئے ہوتا ہے عمل مقصود نہیں ہوتا - دوسرے تو کیا وہ خود عمل سے دور ہوتے ہیں برخلاف انبیاء کرام کے کہ ان کی ہر گفتار حقیقت کی آئینہ دار ہوتی ہے (وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی) اور اپنے پیغام پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دوسروں کے لئے نمونہ کامل بنتے ہیں - (وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ) (مزید تفصیل کے لئے دیکھو شعر)

(لا) یَاْئَسُ :- وہ مایوس نہیں ہوتا ہے - یأس سے مضارع منفی واحد مذکر غائب -

قرآن کریم میں بزبان حضرت یعقوب علیہ السلام فرمایا گیا ہے :-

لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (اے میرے بیٹو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے وہی مایوس ہوتے ہیں - جو

ان پر جزیہ قائم ہو اور مسلمانوں کے احکام ان پر عائد کئے جائیں اور دوسرے یہ کہ انھیں انسانوں کی پناہ حاصل ہو جیساکہ مُصالح معاہد اور قیدی کو حاصل ہوتی ہے جب کہ کوئی مسلمان اسے امن دیدے) علامہ زمخشری اسی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

والمعنی ضربت علیھم الذلۃ فی عامۃ الاحوال الا فی حال اعتصامھم بحبل اللہ وحبل الناس یعنی ذمۃ اللہ وذمۃ المسلمین ای لا عزلھم قط الا ھذہ الواحدۃ وھی التجاؤھم الی الذمۃ لما قبلوہ من الجزیۃ

(اور معنی یہ ہیں کہ ان پر ذلت مسلط کردی گئی ہے عام حالات میں بجز اس صورت کے کہ انھوں نے اللہ کی پناہ اور مسلمانوں کی پناہ حاصل کررکھی ہو یعنی ان کے لئے عزت مفقود ہے بجز اس صورت کے کہ وہ جزیہ ادا کرکے ذمی بنجائیں) (تفسیر کشاف ص ۱/۱۹۹)

حافظ ابن کثیر اور علامہ زمخشری دونوں ہی نے "حبل من الناس" سے "مسلمانوں کا عہد" مراد لیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس سے "انسانوں کا عہد" مراد لیا جائے جیساکہ خود حافظ صاحب نے حضرت ابن عباس وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اسلئے بھی کہ الناس کا عموم اسی کا مقتضی ہے اور اس لئے بھی کہ حبل اللہ اور حبل المسلمین در حقیقت دو مختلف چیزیں نہیں۔ اندریں صورت آیۃ کا مفہوم یہ ہوگا کہ یہود پر ساری دنیا میں ذلت و پستی کی مار ماری گئی ہے۔ البتہ دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں (۱) کسی اسلامی حکومت میں ذمی بن کر رہیں (۲) یا کسی غیر اسلامی حکومت کے زیر سیادت زندگی بسر کریں۔ اس تفصیل کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قرآنِ کریم کی اس آیۃ میں یہود کی حکومت کے مسئلہ سے صراحۃً کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ البتہ التزاماً ایسی حکومت کا انکار معلوم ہوتا ہے جو کسی حکومتِ بالادست کے ماتحت نہ ہو۔ لہٰذا "تل ابیب کی پہاڑی ریاست" جو امریکہ و برطانیہ کی سنگینوں کے سایہ میں خالص امریکی و برطانوی مصالح کی تکمیل کے لئے وجود میں آئی ہے۔ اس سے اس آیۃ کی صداقت پر کوئی غبار نہیں پڑتا۔ بلکہ ایک دوسری آیۃ کی حقانیت جگمگا اُٹھتی ہے:-

اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا (کیا ان یہودیوں کا کچھ حصہ ہے حکومت میں؟ اگر ایسا ہوا تو یہ تو نہ دیں گے لوگوں کو ذرہ برابر) آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ ذلیل گروہ چند میل زمین کے ٹکڑے پر قابض ہو کر کس طرح مسلمان عربوں کو وطن سے بے وطن کر رہا ہے اور عیسائیوں پر بھی تازہ ترین

اطلاعات کے مطابق، خدا کی زمین تنگ کر رکھی ہے

یَھُوْدِیٌّ :- یہودی مذہب والا - (یعنی موجودہ تحریف شدہ توریت کو صحیح سمجھنے اور اس پر ایمان رکھنے والا)

یُھَیِّئُ :- وہ تیار کرے گا - مہیا کرے گا تَھْیِئَۃٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَھِیْجُ :- وہ خشک ہوتا ہے - وہ زور پر آتا ہے - ھَیَجَانٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

ھَاجَ یَھِیْجُ ھِیَاجًا وھَیَجَانًا کے معنی زور پر آنے اور حرکت کرنے کے آتے ہیں سورہ حدید میں ہے - کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰىہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا "دنیا کی بہار اس مینھ کی مانند ہے جس کا سبزہ کسانوں کو خوش کر دے - پھر وہ سبزہ زور پر آئے پھر (چند روز بعد) تو دیکھے کہ وہ زرد پڑ گیا پھر وہ چورا چورا ہو جائے" اس تشریح کی رو سے یَھِیْجُ سے سبزہ کی لہلہاہٹ کا بیان مقصود ہوگا - لیکن صاحب کشاف نے ھَاجَ یَبِسَ (خشک ہو جانے) کے معنی میں لیا ہے تو معنی یہ ہوں گے — "پھر وہ سبزہ سوکھ جائے پس تو دیکھے کہ وہ زرد پڑ گیا ہے" اور یہ سبزہ کی خستہ حالی کا ذکر ہوگا۔

یَھِیْمُوْنَ :- وہ سرگرداں ہوتے ہیں - وہ حیران و پریشان پھرتے ہیں - ھَیْمٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

ھَامَ یَھِیْمُ ھَیْمًا کے معنی حیران اور سرگرداں پھرنے کے ہیں۔ شعراء کے متعلق سورہ شعراء میں فرمایا گیا ہے - اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ (کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں) یعنی شعراء اپنے کلام میں کسی حقیقت واقعی کا بیان نہیں کرتے بلکہ وہ تخیلات کی وادیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے رہتے ہیں - پھر ان کا قول محض حظِ نفس کے لئے ہوتا ہے عمل مقصود نہیں ہوتا - دوسرے تو کیا وہ خود عمل سے دور ہوتے ہیں برخلاف انبیاء کرام کے کہ ان کی ہر گفتار حقیقت کی آئینہ دار ہوتی ہے (وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی) اور اپنے پیغام پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دوسروں کے لئے نمونۂ کامل بنتے ہیں - (وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ) (مزید تفصیل کے لئے دیکھو شعر)

(لا) یَایْئَسُ :- وہ مایوس نہیں ہوتا ہے - یَأْسٌ سے مضارع منفی واحد مذکر غائب۔

قرآن کریم میں بزبان حضرت یعقوب علیہ السلام فرمایا گیا ہے:-

لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (اے میرے بیٹو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو حقیقت یہ ہے کہ اس کی رحمت سے وہی مایوس ہوتے ہیں - جو

کافر ہیں۔ (یوسف ۶ع۸۷)

مطلب یہ ہے کہ مومن جسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہوتی ہو کبھی اس کی رحمتِ بیکراں اور کرمِ بے پایاں سے ناامید نہیں ہوتا۔ رنج والم اور خوف ودہشت کی اندھیاریوں میں رحمتِ خداوندی کی کرنیں اس کے قلب کو پیغامِ سکون دیتی ہیں اور اسی طرح راحت وفراغت کی محفل میں خوف وخشیتِ خداوندی ہر لغزش کے وقت اس کی دستگیری کرتی ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الرَّحمۃَ یومَ خلقھا مائۃَ رَحمۃٍ فَاَمسکَ عندہ تسعاً وتسعین رحمۃً وارسلَ فی خلقہ کلّھم رحمۃً واحدۃً۔ فلو یعلم الکافر بکل الذی عند اللہ من الرحمۃ لم ییاس من الجنۃ ولو یعلم المومن بکل الذی عند اللہ من العذاب لم یامن من النار (درحقیقت اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت کو پیدا کیا تو اسے سو حصوں میں پیدا کیا۔ اس میں سے ننانوے حصّے اپنے پاس رکھ لئے اور ایک حصّہ ساری مخلوق کے لئے بھیجدیا۔ پس اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی کل رحمت کی مقدار معلوم ہو تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو۔ اور اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کے کل عذاب کی مقدار معلوم ہو تو وہ دوزخ سے بے خوف نہ ہو) (صحیح البخاری ص۹۵۵ ج۲)

علامہ عینیؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

مومن کی شان یہ ہے کہ امید وخوف دونوں ہمعنان ہوں۔ امید کی حالت میں خوف پر نظر رکھے ورنہ اندیشہ ہے کہ تکبر میں مبتلا ہو جائے گا اور خوف کی حالت میں امید کا دامن نہ چھوڑے ورنہ خطرہ ہے کہ مایوسی (قنوط) میں گرفتار ہو جائے گا۔ اور تکبر اور قنوط دونوں مذموم ہیں۔ اور امید سے مراد یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی گناہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھے اور توقع رکھے کہ وہ اسے معاف فرمادے گا۔ اور اگر کوئی طاعت ہو تو امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا۔ لیکن اگر کوئی گناہوں میں لگا ہے، نہ اس پر ندامت کا اظہار کرے اور نہ اپنے فعل سے باز آئے اور پھر بھی امید کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے مواخذہ نہ فرمائے گا تو یہ غرور در غرور ہے۔

(لم) یَایْئَسْ :۔ وہ مایوس نہیں ہوا۔ اس کی نہیں جانا یائس سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

سورۂ رعد میں، کافروں کے فرمائشی نشانات کے مطالبہ کے ذکر کے سلسلہ میں فرمایا گیا ہے:۔

اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ لَّوْ یَشَاءُ اللّٰہُ لَھَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا۔ (رعد)

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ یہاں لم یایئس

بمعنی لَمْ يَعْلَمْ (نہیں جانا) ہے۔ کہا گیا ہے کہ یَأْس بمعنی علم قوم نخع کا لغت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ یأس معنیٔ علم کو متضمن ہے (کیونکہ جس چیز سے مایوسی ہوتی ہے اس کا علم ضرور ہوتا ہے) اس لئے یاس علم کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ جیسا کہ رجاء خوف کے معنی میں اور نسیان ترک کے معنی میں۔ سحیم بن وثیل کہتا ہے:۔

اَقُوْلُ لَهُمْ بِالشِّعْبِ اِذْ يَيْسِرُوْنَنِیْ
اَلَمْ تَيْأَسُوْا اَنِّیْ ابْنُ فَارِسِ زَهْدَمِ

(میں ان سے کہتا ہوں جب وہ گھاٹی کے پاس مجھے خوش خبری سناتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ میں فارس زہدم کا بیٹا ہوں) اس قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس حضرت علی اور صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے اس کی تفسیر "اَفَلَمْ يَتَبَيَّنْ" سے کی ہے۔ اس تشریح کی روشنی میں کل آیۃ کا مطلب یہ ہوگا۔

"اگر اللہ تعالیٰ کسی قرآن کے ذریعہ کافروں کی فرمائشیں پوری فرما دیتا تب بھی یہ ہرگز ایمان نہ لاتے' بات یہ ہے کہ ہر کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے، چنانچہ ہدایت و گمراہی بھی' وہ ہدایت اسی کو عطا فرماتا ہے جو اس کی طرف بڑھتا ہے۔ معجزات دیکھنے سے ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔ کیا اللہ پر ایمان لانیوالوں کو بھی معلوم نہیں کہ اگر اللہ کی مشیت مقتضی ہوتی تو بغیر نشان دکھائے ہی سب کو راہ راست پر لے آتا اور کوئی کافر باقی نہ رہتا۔ مگر اس کی حکمت و مصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ انسان کو اسباب ہدایت عطا فرما کر ایک حد تک آزاد و مختار چھوڑ دے اور امتحان فرمائے کہ کون اپنے ارادہ و اختیار سے ہدایت کو قبول کرتا ہے اور کون اسے رد کرتا ہے۔

دوسرا قول جسے علامہ زمخشری نے بھی نقل کیا ہے یہ ہے کہ یأس یہاں اپنے اصل معنی میں ہے اور اَنْ لَّوْ يَشَآءُ الآیہ آمَنُوْا سے متعلق ہے۔ اور لَمْ يَايْئَسْ کا متعلق "مِنْ اِيْمَانِ هٰؤُلَآءِ الْكَفَرَةِ" مقدر ہے۔ اس تاویل کے تحت آیۃ کے آخری حصہ کا مطلب یہ ہوگا:۔

کیا وہ لوگ جو اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ساری دنیا کو ہدایت دیدے (مگر اس نے خود اپنی مصلحت و حکمت سے ہدایت کے قوانین مقرر فرما دیئے ہیں) ان کافروں کی ہدایت سے (جنھوں نے ان قوانین کی خلاف ورزی کر کے خود کو ہدایت سے محروم کر لیا ہے) مایوس نہیں ہوئے۔

تیسرا قول جسے حافظ ابن کثیرؒ نے لیا ہے یہ ہے کہ یأس اپنے اصل معنی میں ہی ہے۔ اور اَنْ لَّوْ يَشَآءُ الآیہ يَعْلَمُوْا سے متعلق ہے جو مقدر ہے۔ تقدیر عبارت بالفاظ حافظ صاحب یہ ہے:۔

اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْ اِيْمَانِ

جمیع الخلق ویعلمو (او یتبینوا) اَن لَو یَشَاءُ اللّٰہُ لَھَدَی النَّاسَ جَمِیعًا۔ اس تفسیر کیمطابق مطلب یہ ہوگا:۔

کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تمام مخلوق کے ایمان سے مایوس نہیں ہوئے اور ان کو یہ حقیقت معلوم نہیں ہوئی کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ساری دنیا کے انسانوں کو ہدایت دیدیتا، مگر چونکہ یہ اس کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہے اس لئے ایسا نہیں ہوا اور نہ ہوگا)

(تفسیر کشاف ص۹۵ و تفسیر ابن کثیر ص۵۱۵)

اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

بیانُ اللّسانْ

مکمّل عربی اُردو ڈکشنری

تیس ۳۰ ہزار قدیم و جدید عربی لغات کا جامع و مستند ذخیرہ

تالیف:۔ مولانا قاضی زین العابدین سجّاد میرٹھی (سابق رفیق ندوۃ المصنفین)

یہ لغت اب اہل علم اور ارباب ذوق کے حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں اسکی بے نظیر خصوصیات نے اسے مقبول خاص و عام کر دیا ہے۔ علماء طلبہ اور عام شائقین عربی سب ہی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

چند خصوصیات

(۱) تقریباً تیس ہزار قدیم و جدید عربی لغات و محاورات کا جامع ذخیرہ (۲) قرآن کریم کے تمام لغات و اصطلاحات کا مجموعہ (۳) مصر و شام وغیرہ میں مستعمل جدید الفاظ کی تشریح (۴) ہر لفظ کی مادہ سے قطع نظر اپنی اصل صورت میں انگریزی ڈکشنریوں کے طرز پر ترتیب (۵) ہر عربی لفظ با اعراب (۶) ہر لغت سے متعلق ضروری امور وحدت و جمعیت تذکیر و تانیث باب و صلہ وغیرہ کی توضیح (۷) بنظر اختصار اشارات و رموز کا استعمال (۸) زبان سادہ، شگفتہ (۹) شروع میں قواعد عربی پر مشتمل ایک جامع رسالہ (۱۰) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے قلم سے محققانہ مبسوط مقدمہ۔

حضرت علامہ حسین احمد مدنی حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی حضرت علامہ سید سلیمان ندوی۔ حضرت مولانا اعزاز علی دیوبندی۔ حضرت مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محلی، مولانا عبد الماجد دریا آبادی مولانا نیاز فتحپوری مولانا نصر اللہ خاں عزیز، پرنسپل ڈاکٹر عبد اللہ ایم۔ اے اور ہندوستان و پاکستان کے دیگر مشاہیر علم و قلم نے کتاب کے محاسن کا پُر زور الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ کتاب کی عمدگی کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ کئی ایڈیشن چند سال میں ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ طبع ہفتم کتابت و طباعت اعلیٰ کاغذ سفید چکنا صفحات تقریباً ساڑھے نو سو۔ قیمت مجلد ریگزین۔ مضبوط و خوبصورت۔ بارہ روپے۔ (محصول ڈاک دو روپے)

پتہ۔ مکتبہ علمیہ۔ قاضی منزل۔ قاضی واڑہ میرٹھ

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ علمیہ۔ قاضی واڑہ۔ شہر میرٹھ

(۲) کتب خانہ رشیدیہ۔ اردو بازار دہلی

(۳) مکتبہ برہان۔ اردو بازار دہلی

(۴) مکتبہ "تجلّی" دیوبند

(یونین پرنٹنگ پریس دہلی)